مرآۃ المناجیح

شرح

مشکوٰۃ المصابیح

1

ترتیب وتدوین

علامہ ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب العمری التبریزی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم وشارح

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

قادری پبلشرز

اردو بازار - لاہور

مرآۃ المناجیح

شرح

مشکوٰۃ المصابیح

جلد 1

ترتیب وتدوین

علامہ ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری التبریزی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم وشارح

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

قادری پبلشرز

اردو بازار۔ لاہور

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب .... مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح (جلد اول)

ترتیب وتدوین .... امام شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری التبریزی علیہ الرحمۃ

مترجم وشارح .... حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ

کمپوزنگ .... ورڈز میکر

مطبع .... اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

https://archive.org/details/@madni_library

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

https://archive.org/details/@madni_library

فہرست مرأت المناجیح

(جلد اول)

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

https://archive.org/details/@madni_library

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

https://archive.org/details/@madni_library

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

https://archive.org/details/@madni_library

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

https://archive.org/details/@madni_library

حرفِ اوّل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْغَفَّارِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ الشَّاهِدِ
الْمُخْتَارِ وَعَلٰى اَصْحٰبِهِ الْاَخْيَارِ وَعَلٰى اٰلِهِ الْاَطْهَارِ

حضرت محمد حسین بن مسعود فراُ بغوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۱۶ ہجری) بڑے متقی عالم اور تارک الدنیا بزرگ تھے' زندگی نہایت سادگی اور دینداری کے ساتھ بسر کی' روکھی سوکھی کھا گزارا کیا۔ آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب فراُ ہے کیونکہ پوستین کی تجارت فرمایا کرتے تھے..... ہرات اور سرخس کے درمیان ایک بستی ''بغو'' کے رہنے والے تھے لہٰذا بغوی کہلائے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ شافعی المذہب تھے..... خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''تو نے میری سنت زندہ کی اللہ تجھے زندہ رکھے'' اسی ارشادِ عالی کے حوالے سے ''محی السنہ'' خطاب پایا.....اَسی (۸۰) سال کی عمر پا کر ۵۱۶ ہجری میں مقامِ کرد میں وصال فرمایا اور اپنے استاد قاضی حسین رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ''مصابیح'' ''شرح السنہ'' ''تفسیر معالم التنزیل'' ''کتاب التہذیب'' اور ''فتاویٰ بغویہ'' وغیرہ تصنیف فرمائیں..... صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث سے انتخاب فرما کر آپ نے ''مصابیح'' میں چار ہزار چار سو چونتیس احادیث جمع فرمائیں جن میں دو ہزار چار سو چونتیس احادیث ''صحیح بخاری شریف'' اور ''صحیح مسلم شریف'' سے لی گئی تھیں۔

امام شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی (متوفی ۷۴۰ ہجری) نے نئے سرے سے ترتیب وتدوین کی اور اس میں مزید ایک ہزار پانچ سو گیارہ احادیث کا اضافہ فرما کر اس کا نام ''مشکوٰۃ المصابیح'' رکھا۔

مشکوٰۃ المصابیح کو بہت جلد حلقۂ محدثین اور عوام الناس میں قبولیت حاصل ہوئی جس کا اصل سبب یہ تھا کہ قارئین حدیث کو ایک ہی کتاب میں تمام معاملاتِ زندگی سے متعلقہ ذخیرۂ احادیث میسر آ گیا۔ مختلف زبانوں میں اس کے تراجم اور شرحیں شائع ہوئیں' ہو رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی انشاء اللہ' عربی زبان میں ''مرقاۃ المفاتیح'' از حضرت علامہ مُلّا علی قاری ابن سلطان محمد الہروی علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۰۱۴ ہجری) اور شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰۵۲ ہجری) کی عربی میں ''لمعات'' اور فارسی میں ''اشعۃ اللمعات'' موجود ہیں۔

اُردو زبان میں شیخ التفسیر والحدیث حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے آٹھ ضخیم جلدوں میں ''مراۃ المناجیح''

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

کے نام سے شرح کی جو خواص وعوام میں یکساں مقبول ہے کیونکہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوب تحریر آسان، سلیس اور عام فہم ہے جو تمام قارئین حدیث کے لئے انتہائی مفید ہے، احادیث پر اعتراضات کے مدلل جوابات کے ساتھ ساتھ احادیث کی روشنی میں نئے پیدا ہونے والے مذاہب کا ابطال بھی کیا گیا ہے۔

الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ توفیق اور سعادت بخشی کہ ہم حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عظیم شرح کو خوبصورت طباعت سے آراستہ کرکے آپ کی خدمت میں پیش کر سکے...... قارئین کی سہولت کے لئے اس میں کچھ اضافے کئے گئے ہیں کہ جہاں جہاں دوران شرح قرآنی آیات آئی ہیں ان کے حوالہ جات (سورہ نمبر، آیت نمبر) درج کر دیے گئے ہیں۔ ان پر اعراب لگائے گئے ہیں اور ایمان افروز ترجمہ کنزالایمان کی خوبصورتی سے مزین کیا گیا ہے۔ پروف ریڈنگ پر خصوصی توجہ دی گئی ہے پھر بھی کوئی غلطی آپ کی نظر سے گزرے تو ہمیں مطلع فرمائیے گا۔ کتاب ہر لحاظ سے بہترین معیار کے ساتھ شائع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہم آپ کے گرانقدر مشوروں اور آراء کے منتظر رہیں گے تاکہ آئندہ مزید بہتری کی جانب قدم اُٹھا سکیں۔

میں ملک شبیر حسین (شبیر برادرز) کا بھی ممنون ہوں کہ جن کے تعاون کی بدولت یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

قارئین سے گزارش ہے کہ میرے لئے اور ادارے کے تمام متعلقین کے لئے دعائے خیر فرمائیں۔

طالبِ دعا

غلام عبدالقادر خان

https://archive.org/details/@madni_library

مختصر سوانح حیات

شیخ التفسیر والحدیث، فخر اہلسنّت، حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف:

حکیم الامت مفسر قرآن مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ یوسف زئی پٹھان قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے خاندان کے چند افراد غالباً مغل دور میں افغانستان سے ہجرت کر کے ہندوستان آ گئے تھے۔ آپ کے دادا مرحوم منور خاں رحمۃ اللہ علیہ اوجھیانی (بدایوں ہندوستان) کے معزز لوگوں میں شمار ہوتے تھے اور اپنے ہاں کے میونسپل کمیٹی کے ممبر بھی تھے۔ آپ کے والد کا نام محمد یار تھا جو ایک دیندار اور عبادت گزار انسان تھے۔ انہوں نے اوجھیانی (بدایوں) کی جامع مسجد کی امامت، خطابت اور انتظامی امور سب کچھ اپنے ذمہ لے رکھا تھا اور یہ خدمات انہوں نے مسلسل ۳۵ سال تک بلا معاوضہ سرانجام دیں۔

پیدائش:

مولانا محمد یار رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں یکے بعد دیگرے پانچ لڑکیاں پیدا ہوئی تھیں۔ پانچویں بچی کے بعد مولانا محمد یار رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے حضور اولاد نرینہ کیلئے خاص دعا مانگی اور ساتھ ہی یہ نذر مانی کہ اگر لڑکا پیدا ہوا تو اسے اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں بسلسلہ خدمت دین وقف کر دوں گا۔ اللہ رب العزت نے یہ دعا قبول فرمائی اور انہیں فرزند عطا فرمایا جس کا نام ''احمد یار'' رکھا گیا۔ مولانا محمد یار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نذر کے مطابق اس بچے سے علم دین کے حصول کے علاوہ اور کوئی کام نہ لیا اور اس بچے نے بھی آگے چل کر اپنی عملی زندگی سے یہ ثابت کر دیا کہ واقعی ''احمد یار'' تھا اور اس قابل تھا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں وقف کیا جاتا۔ حضرت مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۳۲۴ ہجری ہے۔

دورِ طالب علمی:

مفتی صاحب کے دور طالب علمی کو پانچ مقامات (۱) اوجھیانی (۲) بدایوں شہر (۳) مینڈھو (۴) مراد آباد (۵) میرٹھ پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ وطن اوجھیانی میں آپ نے والد ماجد سے قرآن مجید پڑھا اور اس کے بعد فارسی کی نصابی تعلیم نیز دینیات اور درس نظامی کے آغاز کی کتب بھی انہیں سے پڑھیں اور ابتدائی تعلیم سے فارغ ہو کر نہایت چھوٹی عمر میں تحصیل علوم کی خاطر وطن سے نکل کھڑے ہوئے اور سالہا سال تک بدایوں اور مینڈھو میں درس نظامی کے اسباق پڑھتے رہے۔ مینڈھو کی درسگاہ میں دیوبندی مکتب فکر کے ممتاز

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

مدرسین پڑھاتے تھے۔ اسی دور میں اپنے ایک عزیز کی ہمراہی میں مفتی صاحب کی ملاقات مراد آباد کی عظیم درسگاہ" جامعہ نعیمیہ" کے بانی صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوگئی۔ صدر الافاضل (مرحوم) بڑے جوہر شناس انسان تھے۔ انہوں نے ہونہار طالب علم میں موجود صلاحیتوں کا ادراک کرلیا اور اعلیٰ تعلیم کے لئے تمام سہولتیں مہیا فرما دیں اور مفتی صاحب کو مراد آباد سے واپس نہ جانے دیا۔ اس وقت کانپور کے علاقہ میں علامہ مشتاق احمد (مرحوم) معقولات اور ریاضیات کی تدریس میں یکتائے زمانہ شمار ہوتے تھے۔ مولانا مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے معقول مشاہرے پر علامہ مشتاق احمد صاحب کو جامعہ نعیمیہ مراد آباد بلا لیا اور مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا کچھ عرصے بعد علامہ مشتاق احمد صاحب میرٹھ تشریف لے گئے تو مفتی صاحب بھی بحیثیت شاگرد خاص ان کے ہمراہ تھے۔ یہاں یہ بات خصوصاً قابل ذکر ہے کہ تحریک آزادی کے ایک نامور سپاہی' شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی (مرحوم) بھی کانپور' مراد آباد اور میرٹھ میں علامہ مشتاق احمد صاحب سے تعلیم حاصل کرتے رہے تھے۔ اس طرح علامہ ہزاروی' شیخ التفسیر مفتی احمد یار خان نعیمی مرحوم و مغفور کے استاد بھائی تھے۔ مفتی صاحب خود فرمایا کرتے تھے مراد آباد کا قیام میری زندگی میں اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت شفقت' خاص توجہ اور تربیت حکیمانہ نے مفتی صاحب کی شخصیت پر گہرے اور انمٹ نقوش ثبت کئے تھے۔

طالب علمی کا دوسرا دور بدایوں شہر میں گزرا جہاں آپ گیارہ برس کی عمر میں (یعنی تقریباً ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء) میں آکر مدرسہ شمس العلوم میں داخل ہوئے اس مدرسے میں آپ تین سال تک (یعنی ۱۳۳۵ھ تا ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۶ء تا ۱۹۱۹ء) تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔ یہ وہ دور تھا جب مدرسہ شمس العلوم (بدایوں) میں علامہ قدیر بخش بدایونی مدرس تھے۔ مفتی صاحب ان کے حلقہ تلامذہ میں داخل ہوئے۔ انہیں دنوں مفتی عزیز احمد صاحب بدایونی اسی مدرسہ میں درس نظامی کے اختتامی اسباق پڑھ رہے تھے۔

مدرسہ شمس العلوم کے جس کمرے میں مفتی صاحب کو جگہ ملی اس میں دیگر بہت سے طالب علم بھی رہائش پذیر تھے اور اکثر و بیشتر شور و غل مچا رہتا تھا جو مفتی صاحب کیلئے باعث پریشانی تھا ایک شب طلبہ نے اس قدر غل غپاڑہ مچایا اور ہنگامہ آرائی کی کہ مفتی صاحب اپنے اسباق کا مطالعہ بالکل نہ کر سکے۔ صبح علامہ قدیر بخش (رحمۃ اللہ علیہ) کی جماعت میں نحو میر کا سبق پڑھنے بیٹھے تو پوری توجہ اور یکسوئی کے باوجود سبق کی قطعاً سمجھ نہ آئی۔ استاذ گرامی سبق کی تقریر کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے اور مفتی صاحب شروع کے حصے کی سمجھ میں نہ پڑنے پر پیچ و تاب کھا رہے تھے بالآخر رو پڑے۔ استاذ محترم نے یہ صورت حال دیکھی تو فرمایا۔ "احمد یار یہ کیا ماجرا ہے آخر خود کردہ را علاج نیست" مطالعہ بھی نہیں کیا اور سبق سمجھنے کی کوشش بھی کرتے ہو۔

یہ کہہ کر حضرت علامہ نے اسباق میں باوضو بیٹھنے کی تلقین کی استاذ گرامی کی یہ نگاہ کشف و بصیرت دیکھ کر مفتی صاحب حیرت زدہ رہ گئے اور دل میں فیصلہ کرلیا کہ آئندہ کلاس میں باوضو بیٹھا کریں گے۔ مفتی صاحب نے استاذ گرامی کو رات کا تمام ماجرا کہہ سنایا جو مطالعہ نہ کرنے کا سبب بنا تھا۔ حضرت علامہ قدیر بخش صاحب نے اسی وقت ہدایت جاری کی کہ احمد یار خاں کیلئے فوراً علیحدہ کمرے میں رہائش کا انتظام کیا جائے اور دوسرا طالب علم عزیز احمد بدایونی احمد یار کے ساتھ رہے۔ الگ کمرہ ملنے سے مفتی صاحب کو شور و غل سے نجات ملی اور ساری پریشانی ختم ہوگئی اس زمانے میں مفتی صاحب نے خوب دل لگا کر مسلسل محنت اور انتہائی شوق سے تعلیم حاصل کی۔ مفتی عزیز احمد صاحب بدایونی کے بیان کے مطابق مفتی احمد یار خان اپنے دور طالب علمی میں اسباق کا مطالعہ کرتے اور استاذ کی کلاس سے فارغ

https://archive.org/details/@madni_library

ہوکر رفقاء کے ساتھ سبق کے اعادہ وتکرار کیلئے بیٹھ جاتے کوئی بات الجھن پیدا کرتی تو استاذ کی خدمت میں حاضر ہوکر دور کرا لیتے۔اگر مفتی صاحب کی اپنی پیش کردہ کوئی بات استاذ گرامی کے مطابق غلط ہوتی تو ساتھی طلبہ میں آکر اپنی غلطی کا اعتراف کر لیتے اس سلسلہ میں خود کہا کرتے۔

''میں جب تک اپنی غلطی کا اعتراف نہیں کر لیتا اس وقت تک میرے دل و دماغ میں ایک ہیجانی کیفیت بر پا رہتی ہے''۔بالآخر تین برس پڑھنے کے بعد مفتی صاحب نے مدرسہ شمس العلوم کو خیر باد کہا بقول مفتی عزیز احمد صاحب آپ کے اسباق نورالانوار تک پہنچ گئے تھے۔

بدایوں کے بعد مفتی صاحب کی طالب علمی کا تیسرا دور ریاست مینڈھو میں گزرا۔یہاں والیان ریاست کے زیر اہتمام ایک دارالعلوم قائم تھا جس کے تعلیمی ماحول اور نظم ونسق کے متعلق لوگوں میں اچھی رائے پائی جاتی تھی۔مفتی عزیز احمد صاحب کے بیان کے مطابق یہ مدرسہ اس وقت دیوبندی مسلک کا حامل تھا خود مفتی احمد یار خان صاحب فرمایا کرتے تھے کہ''دیوبندی اساتذہ کے پاس ایک عرصہ تک پڑھنے کے بعد میں یہ سمجھنے لگ گیا تھا کہ علمی تحقیق کا کمال تو بس اسی گروہ میں پایا جاتا ہے لیکن جب خوش قسمتی سے صدر الافاضل مراد آبادی قدس سرہ سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے مجھے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ عطایا القدیر فی احکام التصویر مطالعے کے لئے دیا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی''مذکورہ تاثر کا تعلق مینڈھو کے زمانہ طالب علمی ہی سے ہے مینڈھو قیام کا دور غالباً تین چار برس پر مشتمل ہوگا اور یہ زمانہ ۱۳۳۸ھ تا ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۱۹ء تا ۱۹۲۲ء کے لگ بھگ ہونا چاہئے۔

مفتی احمد یار خان صاحب کے والد ماجد مسلک اور عقیدے کے اعتبار سے سنی حنفی تھے۔انہیں مفتی صاحب کا مینڈھو کے مذکورہ مدرسے میں پڑھنا ناگوار محسوس ہونے لگا تھا۔ایک دفعہ سالانہ چھٹیوں میں گھر آئے تو گھر والوں کے احساسات کا اندازہ ہوا۔مفتی صاحب کے ایک چچا زاد بھائی جو مراد آباد میں ملازمت کرتے تھے اور اب چند روز گھر رہ کر واپس جا رہے تھے۔انہوں نے مفتی صاحب پر زور دیا کہ میرے ساتھ مراد آباد چلیں اور وہاں مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کریں چنانچہ مفتی صاحب مراد آباد پہنچے اور وہاں مولانا مراد آبادی سے ملاقات ہوئی۔صدر الافاضل نے چند سوالات کئے جن کے مفتی صاحب نے درست جواب دیئے آخر میں کچھ سوالات مفتی صاحب نے بھی حضرت صدر الافاضل پر کئے اور ان کے شافی جواب حاصل کئے۔مفتی صاحب نے اپنے سامنے علم وحکمت کا دریا موجزن پایا تو ادھر صدر الافاضل قدس سرہ نے بھی اس نوعمر مگر فاضل طالب علم میں جوہر قابل تاڑ لیا۔پھر صدر الافاضل نے فرمایا: بھئی مولانا! علم کے ساتھ حلاوت علم بھی ہو تو استقامت عطا ہوتی ہے اور انشرح صدر کی دولت ملتی ہے۔مفتی صاحب نے دریافت کیا۔حضرت''حلاوت علم سے مراد؟''حضرت نے فرمایا حلاوت علم تو حضور علیہ السلام کی ذات سے نسبت قائم رکھنے ہی سے حاصل ہو سکتی ہے لفظوں میں بیان نہیں کی جا سکتی۔اس گفتگو نے مفتی صاحب کے ذہن و دل پر انتہائی گہرا اور ناقابل فراموش تاثر چھوڑا۔

مذکورہ ملاقات کے بعد مفتی صاحب''جامعہ نعیمیہ''مراد آباد میں داخل ہو گئے اور صدر الافاضل نے مفتی صاحب کو ان کے مطلوبہ معقولات کے اعلیٰ اسباق شروع کرا دیئے لیکن حضرت مراد آبادی کی بے شمار مصروفیات کی وجہ سے اسباق کا تسلسل برقرار نہ رہ پاتا اور بیچ میں ناغے ہونے لگے اس صورتحال سے مفتی صاحب کو خاصی پریشانی لاحق ہوئی نتیجۃً مراد آباد سے نکل کھڑے ہوئے۔صدر الافاضل کو

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

معلوم ہوا تو انہوں نے آدمی بھیج کر مفتی صاحب کو واپس بلوایا اور طے کیا کہ آئندہ ان کی تعلیم کا حرج نہیں ہونے دیا جائے گا۔ حضرت صدرالافاضل نے اس اہم مسئلے کا یہ حل سوچا کہ علامہ مشتاق احمد کانپوری (جو اپنے وقت میں معقولات کے امام اور نہایت بلند پایہ استاذ شمار ہوتے تھے) کو "جامعہ نعیمیہ" میں پڑھانے کے لئے بلا لیا جائے چنانچہ ان سے رابطہ قائم کیا گیا۔ علامہ کانپوری نے یہ شرط پیش کی کہ وہ تمام طالب علم جو اس وقت مجھ سے اسباق پڑھ رہے ہیں۔ ان کے قیام و طعام کا انتظام آپ کے ذمے ہوگا۔ صدرالافاضل رحمۃ اللہ علیہ نے شرط تسلیم کر لی اور یوں حضرت علامہ کانپوری جامعہ نعیمیہ مراد آباد تشریف لے آئے۔ مفتی صاحب کے بقول علامہ کانپوری کا اس زمانے میں اسی (۸۰) روپیہ مشاہرہ مقرر ہوا تھا۔

اب مفتی صاحب کی طالب علمی کے نرالے عہد کی ابتدا ہوئی۔ "استاذ یکتائے روزگار معلم و امام" اور "شاگرد ذہانت اور شوق طلب علم کا پیکر" استاد کے مدنظر یہ چیز کہ یہ وہ طالب علم ہے جس کے لئے ہمیں کانپور سے بلایا گیا اور شاگرد کو یہ احساس کہ یہ علامہ زماں استاذ 'صرف مجھے پڑھانے کیلئے یہاں بلائے گئے ہیں'۔

کچھ عرصے کے بعد علامہ مشتاق احمد کانپوری کو بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر مستقلاً میرٹھ جانا پڑ گیا۔ انہوں نے صدر الافاضل سے یہ کہہ کر اجازت حاصل کر لی کہ آپ کے اس طالب علم "احمد یار خان" کو میں اپنے ہمراہ میرٹھ لئے جاؤں گا۔ صدرالافاضل نے اجازت مرحمت فرما دی اس طرح یہ ممتاز قافلہ علمی مراد آباد سے میرٹھ کو عازم سفر ہوا۔ کانپور مراد آباد اور میرٹھ ہی میں شیخ القرآن ابوالحقائق علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ بھی علامہ مشتاق احمد کے زیر تعلیم رہے۔ مراد آباد اور میرٹھ میں مفتی صاحب نے کم و بیش تین سال پڑھا اور یہاں ان کی طالب علمی کا آخری دور تھا۔ بہرنوع بیس برس کی عمر میں آپ فارغ التحصیل ہو گئے۔ اس موقع پر آپ کے چچازاد بھائی جناب عزیز خان مرحوم نے فارسی میں قطعہ تاریخ تحریر کیا۔ تاریخ فراغت ۱۳۴۴ھ (مطابق ۱۹۲۴ء، ۱۹۲۵ء) آیہ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا (۳۳:۷۱) سے نکالا گیا۔

چو احمد کہ بایارو خان است منضم	بہ نوک زباں گوہر سال سفتم
شدہ فارغ از علم دیں شکر حق	بگفتم فقد فاز فوزًا عظیما

طالب علمی کا آخری دور مفتی صاحب کی آئندہ زندگی پر انمٹ نقوش چھوڑ گیا۔ معقولات میں مہارت و تبحر کا سرمایہ ۱۳۴۴ھ علامہ مشتاق احمد کانپوری سے ملا۔ دینی علوم کے ساتھ انکسار بھری وابستگی اور مرکز دین حنیف حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ وابستگی کی دولت دارین حضرت صدر الافاضل سے پائی۔ حضرت صدرالافاضل قدس سرہ نے رسمی اسباق کی صورت میں مفتی صاحب کو بہت تھوڑا پڑھایا لیکن ان کی چشم حکیمانہ اور بصیرت مومنانہ نے مفتی صاحب کی ساری شخصیت ہی بدل کر رکھ دی۔ مفتی صاحب خود فرمایا کرتے تھے "میرے پاس جو کچھ ہے سب حضرت صدرالافاضل کا عطا کردہ ہے" اور صدرالافاضل مولانا نعیم الدین کے اسم گرامی کی نسبت ہی سے نعیمی لکھتے تھے۔ مفتی صاحب کو روایت حدیث کی اجازت اور سند حضرت صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ ہی نے عطا فرمائی تھی اور آگے مفتی صاحب اپنے تلامذہ کو یہی سند عطا فرماتے تھے۔

زیارت اعلیٰ حضرت:

بدایوں کے دور طالب علمی میں مفتی صاحب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی خدمت اقدس میں حاضری کیلئے بریلی تشریف لے گئے

https://archive.org/details/@madni_library

تھے۔ خود مفتی صاحب کے بقول ''میں کوئی دس بارہ برس کی عمر میں اعلیٰ حضرت کے دیدار کیلئے بریلی شریف حاضر ہوا تھا' ان دنوں ۲۷/ رجب قریب تھی اور اعلیٰ حضرت کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور اعلیٰ حضرت سے عقیدت زندگی کا سرمایہ بن گئی''۔

تصانیف:

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت و جماعت کا سرمایہ افتخار اور قابل فخر اہل قلم ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے بعد مفتی صاحب عظیم ترین مصنف ہیں تو اس میں قطعاً کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ اعلیٰ حضرت کے دینی لٹریچر کا انداز عالمانہ اور محققانہ ہے۔ انہوں نے خصوصاً اہل علم' علماء' فضلاء کے ذہنوں کو متاثر کرنے کی خاطر اپنی تالیفات میں بلند تعلیمی معیار قائم رکھا۔ علماء اور اہل دانش طبقے کی بیداری کیلئے ضروری اور بنیادی دینی لٹریچر اعلیٰ حضرت کے قلم سے نکل چکا تھا۔ اب ضرورت تھی سادہ آسان اور براہ راست دل و ذہن پر اثر انداز ہونے والی تحریروں کی۔ چنانچہ اس میدان میں مفتی صاحب کے عظیم قلم نے وہ جوہر دکھائے اور ایسے معرکے سر کئے جو تا بہ قیامت' اہل اسلام کیلئے مشعل راہ بنے رہیں گے۔ ان شاء اللہ قبلہ مفتی صاحب خود فرمایا کرتے تھے:

''میں جب لکھنے بیٹھتا ہوں تو یہ بات مدنظر رکھتا ہوں کہ میں بچوں' عورتوں اور دیہات کے کم پڑھے لکھے لوگوں سے مخاطب ہوں' تفسیر لکھنے کی ابتداء کی تو اس وقت بھی ان کا مطمع نظر یہی تھا کہ ایسی آسان زبان اور سادہ انداز میں قرآن حکیم کی تفسیر لکھی جائے جس سے قرآن حکیم کے مشکل مسائل بھی آسانی سے سمجھ میں آسکیں۔ ''تفسیر نعیمی'' کے دیباچے میں فرماتے ہیں: ''بہت کوشش کی گئی ہے کہ زبان آسان ہو اور مشکل مسائل بھی آسانی سے سمجھا دیئے جائیں'' اور یہ سادگی اور آسانی صرف ''تفسیر نعیمی'' ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ آپ کی تمام تصانیف کا یہی انداز ہے۔ مفتی صاحب انتہائی مشکل مضامین کو بے حد واضح اور عام فہم بنا دیتے ہیں۔ وہ بلند علمی معیار اور فاضلانہ و محققانہ سطح برقرار رکھنے کے بجائے اپنی تحریر و تقریر دونوں کو خاص و عام کے بے حد قریب لے آئے تھے۔ ان کے مدنظر یہ بات ہوتی تھی کہ کم پڑھا لکھا' انسان بھی ان کا بیان سمجھ سکے۔ وہ تصوف اور معرفت کے اسرار و رموز کے گہرے مطالب کو بھی خواص کی اجارہ داری سے نکال کر عام آدمی کیلئے قابل سمجھ بنا دیتے ہیں اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمایئے۔ سورہ بقرہ کی آیت:

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِنْ ۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ (۲:۷۴)

ترجمہ: پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے تو وہ پتھروں کی مثل ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ کرّے اور پتھروں میں کچھ وہ ہیں جن سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں۔

مفتی صاحب مذکورہ آیت کی تفسیر صوفیانہ میں تحریر فرماتے ہیں:

تفسیر صوفیانہ:

ہر دل میں فطری طور سے خوف الٰہی اور شفقت خلق کے پانی موجود ہیں' گناہ اور بے دینوں کی صحبت اس کو خشک کرنے والی دھوپ ہے' جب انسان گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے تو رفتہ رفتہ یہ دونوں پانی خشک ہو جاتے ہیں جس سے کہ اس کا دل خشک کنکر یا پتھر کی طرح سخت ہو جاتا ہے''

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

مفتی صاحب مضمون کو واضح اور آسان پیرائے میں بیان کرنے کی خاطر روزمرہ زندگی سے بکثرت مثالیں منتخب کر لیتے تھے وہ اپنی تحریروں میں خاص و عام سے اتنے قریب ہو جاتے کہ ان کے اور قارئین کے درمیان کوئی حجاب یا دوری باقی نہ رہتی۔ مفتی صاحب کی بصیرت نورانی نے اپنے مسلکی لٹریچر کی کمی کو بھی محسوس فرما لیا تھا کہ ہمارے ہاں تفسیر اور حدیث کے موضوعات پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ گزشتہ نصف صدی سے تفسیر قرآن کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت کے ترجمے اور صدرالافاضل کے تفسیری حواشی (خزائن العرفان) کو ہی کافی سمجھا گیا ہے مفتی صاحب فرمایا کرتے تھے'' کاش میں اعلیٰ حضرت کے پاس ہوتا تو ان سے عرض کرتا کہ قرآن حکیم کی تفسیر آپ کے قلم سے نکلنی چاہئے'' (قبلہ مفتی صاحب ہی نے صدرالافاضل کو اصرار کر کے ''تفسیر خزائن العرفان'' لکھنے پر آمادہ کیا تھا۔ صدرالافاضل دیگر مصروفیات کی وجہ سے مفصل تفسیر کا کام نہ کر سکے بالآخر مفتی صاحب نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض روحانی کی بدولت اس عظیم کام کا بیڑا اٹھایا اور ''تفسیر نعیمی'' لکھنا شروع کی اور پہلے گیارہ پاروں پر اردو زبان میں گیارہ ضخیم مجلدات تحریر فرما گئے۔ تفسیر نعیمی بے حد و حساب مقبول ہوئی کہ کروڑوں لوگوں کے واسطے قرآن فہمی کے در کھل گئے۔ اسی سلسلے میں (قرآن فہمی) آپ نے ایک کتاب ''علم القرآن'' تالیف فرمائی۔

تفسیر نعیمی کے علاوہ آپ نے ترجمہ کنزالایمان پر مفصل حواشی تحریر فرمائے جو تفسیر ''نورالعرفان'' کے نام سے آپ کے سامنے ہے اور اپنی سادگی اور سلاست کی بنا پر قبولیت کی انتہائی بلندیوں پر ہے۔

آپ نے صحیح بخاری پر عربی حاشیہ ''انشراح بخاری المعروف نعیم الباری'' کے نام سے لکھا جو زیر طبع ہے۔ حدیث کی معروف کتاب ''مشکوٰۃ المصابیح'' کا ترجمہ اور مفصل شرح (اردو) مراۃ المناجیح کے نام سے آٹھ جلدوں میں مکمل کی۔ دیگر تصانیف میں ''علم المیراث' جاء الحق' شان حبیب الرحمٰن' اسلامی زندگی' رحمت خدا بوسیلہ اولیاء'' ''معلم تقریر'' '' مواعظ نعیمیہ'' ''سفرنامے حجاز و قبلتین (حج و زیارت)'' حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر' فتاویٰ نعیمیہ' رسائل نعیمیہ'' کے علاوہ خطبات کا مجموعہ ''خطبات نعیمیہ'' شامل ہیں۔

مذکورہ تمام کتاب دینی حلقوں میں بہت ذوق' شوق' محبت اور عقیدت کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔

درس و تدریس:

مفتی صاحب تحصیل علوم سے فارغ ہو کر مختلف مقامات پر درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ حضرت صدرالافاضل نے آپ کو ''جامعہ نعیمیہ مراد آباد'' میں تدریس کے فرائض سونپے اور آپ نے بھی خود کو ایک کامیاب مدرس ثابت کر دیا۔ مراد آباد میں دوران تدریس دھوراجی کاٹھیاواڑ کے مدرسہ مسکینیہ کے منتظمین کی جانب سے صدرالافاضل سے درخواست کی گئی کہ دھوراجی میں ایک جامع الصفات اور بلند پایہ عالم دین بھیجا جائے جو تدریس' فتویٰ اور خطبات تمام امور دینی کو احسن طریقے پر انجام دے سکے۔ صدرالافاضل نے مفتی صاحب کو دھوراجی جانے کی ہدایت فرمائی۔ مدرسہ مسکینیہ دھوراجی میں بظاہر کم عمر اور نوخیز دکھائی دینے والے مفتی صاحب نے مدرسہ کے منتظمین کو اپنے علمی کمالات اور فاضلانہ مباحث سے حیران و ششدر کر دیا تھا اور وہ لوگ کہہ رہے تھے۔ صدرالافاضل نے ہمارے پاس ''بحر العلوم'' بھیج دیا ہے۔ کچھ عرصہ بعد مفتی صاحب تدریس کیلئے واپس جامعہ نعیمیہ مراد آباد تشریف لے آئے تھے۔ مراد آباد سے آپ کو بھکھی شریف ضلع گجرات (پاکستان) سید جلال الدین شاہ صاحب کے دارالعلوم میں بھجوا دیا گیا۔ یہاں کوئی وابستگی پیدا نہ ہو سکی اور آپ لاہور تشریف لے آئے کہ وطن واپس چلے جائیں ان دنوں صاحبزادہ سید محمود شاہ صاحب (ابن پیر ولایت شاہ صاحب

https://archive.org/details/@madni_library

رحمۃ اللہ علیہ) حزب الاحناف لاہور میں زیر تعلیم تھے۔انہوں نے سید ابوالبرکات صاحب کی وساطت سے مفتی صاحب سے درخواست کی کہ آپ وطن واپس نہ جائیں بلکہ گجرات میں انجمن خدام الصوفیہ کے دارالعلوم میں تدریسی فرائض سنبھال لیں وہاں ایک جید عالم دین کی ضرورت ہے۔اہل گجرات کی خوش نصیبی کہ مفتی صاحب رضامند ہو گئے اور پھر وہ گجرات کے اور گجرات ان کا ہو کر رہ گیا۔مذکورہ دارالعلوم میں آپ کوئی بارہ تیرہ برس مدرس رہے۔گجرات ہی میں آپ مسجد غوثیہ(چوک پاکستان) میں سالوں بلاناغہ درس قرآن مجید دیتے رہے اور کوئی انیس بیس سال میں پہلی مرتبہ قرآن مجید کا درس مکمل ہوا اور پھر دوبارہ شروع کیا گیا۔

شخصیت:

مفتی صاحب کی شخصیت کا منفرد پہلو یہ تھا کہ آپ وقت کے انتہائی قدردان اور اپنے معمولات و مشاغل کے سلسلے میں تعین وقت کے پابند تھے۔ہر کام بڑے سلیقے سے اپنے مقرر کردہ اوقات میں سرانجام دیتے۔حتیٰ کہ لوگ آپ کے معمولات دیکھ کر وقت کا اندازہ کر لیا کرتے تھے۔ہمیشہ صحیح وقت پر نماز کیلئے مسجد تشریف لے جاتے۔آپ ان لوگوں میں سے ہیں جن کیلئے شریعت بمنزلہ طبیعت کے بن جاتی ہے۔نماز' تلاوت' درود شریف اور حج و زیارات سے بے پناہ شغف تھا۔آپ نے کئی حج بھی کئے اور زیارات کیلئے بھی تشریف لے گئے تھے۔سفر ہو کہ حضر تہجد پابندی سے ادا فرماتے۔غرض آپ کی شخصیت کا مکمل احاطہ کرنے کیلئے یہ صفحات کم ہیں۔

وفات حسرت آیات:

۳ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۴' اکتوبر ۱۹۷۱ء آپ چند دن ہسپتال میں بیمار رہنے کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔عالم اسلام ایک بلند دینی شخصیت' ایک مایہ ناز اہل قلم سے محروم ہو گیا لیکن آپ کے روشن کئے ہوئے چراغ ہمیشہ اجالے بکھیرتے رہیں گے۔آپ کا عرس ہر سال ۲۴ اکتوبر کو آپ کے مزار مبارک واقع مفتی احمد یار خان روڈ چوک پاکستان گجرات میں پوری عقیدت و احترام اور حدود شریعت کے اندر رہتے ہوئے منعقد کیا جاتا ہے۔

محمد شکیل مصطفیٰ اعوان صابری چشتی

(۱۲ جمادی الآخر ۱۴۱۱ھ مطابق ۳۰ دسمبر ۱۹۹۰ء)

☆☆☆☆

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

دیباچہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ خَالِقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِیۡنَ
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ وَعَلٰی اٰلِهِ الطَّیِّبِیۡنَ وَاَصۡحَابِهِ الطَّاهِرِیۡنَ

اَمَّا بَعۡدُ! جاننا چاہئے کہ اسلام میں کلام اللہ (قرآن) کے بعد کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حدیث) کا درجہ ہے۔ کیوں نہ ہو کہ اللہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ہے۔ قرآن گویا لیمپ کی بتی ہے اور حدیث اس کی رنگین چمنی۔ جہاں قرآن کا نور ہے وہاں حدیث کا رنگ ہے۔ قرآن سمندر ہے حدیث اس کا جہاز' قرآن موتی ہے اور مضامین حدیث ان کے غواص' قرآن اجمال ہے حدیث اس کی تفصیل' قرآن ابہام ہے حدیث اس کی شرح۔ قرآن روحانی طعام ہے' حدیث رحمت کا پانی کہ پانی کے بغیر نہ کھانا تیار ہو نہ کھایا جائے' حدیث کے بغیر نہ قرآن سمجھا جائے نہ اس پر عمل ہو سکے۔ قدرت نے ہمیں داخلی خارجی دونوروں کا محتاج کیا ہے۔ نور بصر کے ساتھ نور قمر وغیرہ بھی ضروری۔ اندھے کیلئے سورج بیکار' اندھیرے میں آنکھ بے فائدہ' ایسے ہی قرآن گویا سورج ہے حدیث گویا مومن کی آنکھ کا نور یا قرآن ہماری آنکھ کا نور ہے اور حدیث آفتاب نبوت کی شعاعیں کہ ان میں سے اگر ایک بھی نہ ہو تو ہم اندھیرے میں رہ جائیں اسی لئے ربّ العالمین نے قرآن کو کتاب فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور قَدۡ جَآءَکُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیۡنٌ (۵-۱۵) (بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب (کنز الایمان) یقین کرو کہ کتاب اللہ خاموش قرآن ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی شریف بولتا ہوا قرآن۔ وہ قال ہے یہ حال۔ حضور کی ہر ادا قرآنی آیات کی تفصیل ہے۔

ع ترے کردار کو قرآن کی تفسیر کہتے ہیں

غرضیکہ قرآن و حدیث اسلام کی گاڑی کے دو پہیے ہیں یا مومن کے دو پر جن میں سے ایک کے بغیر نہ یہ گاڑی چل سکتی ہے نہ مومن پرواز کر سکتا ہے۔

موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کو قرآن و حدیث کے تراجم کا بہت شوق ہے ہر شخص چاہتا ہے کہ میں اپنے ربّ اور اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو سمجھوں۔ یہ جذبہ نہایت قابل قدر ہے مگر بعض پڑھے لکھوں نے اس سے غلط فائدے اٹھائے کہ قرآن و حدیث کے ترجموں کے بہانوں سے برے عقائد اور غلط خیالات پھیلا دیئے۔ آج مسلمانوں کے بیسیوں فرقے اور ان کا آپس میں دھول جوتا ان ہی ترجموں کا نتیجہ ہے۔ پھر شامت' اعمال سے' اب وہ بھی پیدا ہو گئے جو سرے سے حدیث کا انکار ہی کرنے لگے' ان کا فتنہ بہت پھیل رہا ہے۔ انکار حدیث پر بے شمار دلائل قائم کیے جانے لگے مگر سب کی بنیاد چار شبہوں پر ہے اگر یہ زائل ہو جائیں تو تمام

https://archive.org/details/@madni_library

اعتراضوں کی عمارت خود بخود ہی گر جاتی ہے۔

شبہ نمبر ۱: قرآن مکمل کتاب ہے اور اس میں ہر چیز کا بیان ہے پھر حدیث کی کیا ضرورت' نیز اس کا سمجھنا بھی آسان ہے۔ رب فرماتا ہے وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ (۵۴'۳۲) اور بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لئے (کنزالایمان)

شبہ کا ازالہ: بے شک قرآن مکمل کتاب ہے مگر اس مکمل کتاب سے لینے والی کوئی مکمل ہستی چاہئے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سمندر سے موتی ہر شخص نہیں نکال سکتا شناور کی ضرورت ہے۔ قرآن حفظ کیلئے آسان ہے کہ بچے بھی یاد کر لیتے ہیں نہ کہ مسائل نکالنے کیلئے اسی لے لِلذِّکْرِ فرمایا گیا یعنی یاد کرنے کیلئے۔

شبہ نمبر ۲: رسول رب کے قاصد ہیں جن کا کام ڈاکئے کی طرح رب کا پیغام پہنچانا ہے نہ کہ کچھ سمجھانا اور بتانا۔ رب فرماتا ہے: لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ (۹'۱۲۸) (بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول۔ (کنزالایمان)

شبہ کا ازالہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رسول بھی ہیں خدائی کے معلم بھی' مسلمانوں کو پاک ستھرا فرمانے والے بھی۔ رب نے فرمایا: وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ (۲'۱۲۹) (اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے۔ (کنزالایمان) کیا بعض آیات پر ایمان ہے بعض پر نہیں۔ مشین کا استعمال سکھانے کیلئے مشین والوں کو کارخانے کی طرف سے کتاب بھی دی جاتی ہے اور معلم بھی بھیجے جاتے ہیں۔ کارخانہ قدرت کی طرف سے ہمیں جسم کی مشین دی گئی۔ اس کا استعمال سکھانے کیلئے کتاب قرآن شریف اور معلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے گئے۔

معلم خدائی کے وہ بن کے آئے جھکے ان کے آگے سب اپنے پرائے

شبہ نمبر ۳: موجودہ حدیثیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہی نہیں ہیں یہ تو بعد میں لوگوں نے گھڑ کے بنالی ہیں کیونکہ زمانہ نبوی میں لکھنے کا اتنا رواج ہی نہ تھا۔

شبہ کا ازالہ: پھر قرآن کی بھی خیر نہیں کہ زمانہ نبوی میں سارا قرآن لکھا نہ گیا نہ کتابی شکل میں جمع ہوا۔ خلافت عثمانیہ میں اسے جمع کیا گیا۔ جناب زمانہ نبوی میں قلم سے زیادہ حافظے پر اعتماد تھا۔ رب نے صحابہ کرام کو غضب کے حافظے عطا فرمائے تھے۔ بعد میں ضرورت پیش آنے پر قرآن بھی سینوں اور کاغذ کے پرچوں وغیرہ سے جمع کیا گیا اور احادیث بھی' حضرت علی مرتضیٰ کے پاس بہت سی حدیثیں لکھی تھیں جنہیں آپ تلوار کے پر تلے میں رکھتے تھے اور لوگوں کو سنایا کرتے تھے۔ خیال رہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی۔ آپ نے مسند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے شاگرد امام محمد نے مؤطا امام محمد اور آپ کے بعد امام مالک نے جو ۹۰ھ میں پیدا ہوئے مؤطا امام مالک وغیرہ کتب حدیث لکھیں پھر ان سے قریب ہی امام بخاری وغیرہم کا زمانہ ہے جنہوں نے بہت احتیاط سے احادیث چھانٹیں اور جمع کیں۔

شبہ نمبر ۴: بعض حدیثیں بعض کے متعارض ہیں اور بعض عقل کے بھی خلاف ہیں لہٰذا گھڑی ہوئی ہیں۔

اس کا ازالہ:- حدیثیں صحیح ہیں آپ کی فہم میں غلطی ہے۔ سرسری نظر سے تو قرآن کی آیتیں بھی آپس میں مخالف معلوم ہوتی ہیں کیا ان کا بھی انکار کرو گے۔ قرآن وحدیث باقاعدہ علماء سے پڑھنی چاہئیں محض ترجموں سے نہیں آتیں۔

آخری گزارش:- منکرین حدیث سے ایک گزارش ہے کہ ہم لمبی بحث میں نہیں پڑتے صرف دو مسئلے قرآن کے ذریعہ آپ سے حل

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

کراتے ہیں:

(۱) اسلام کا سب سے عام حکم ہے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ (۲،۴۳) (نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔ (کنزالایمان) براہ مہربانی قرآنی نماز، قرآنی زکوٰۃ ادا کر کے دکھا دیجئے جس میں حدیث سے امداد نہ لی گئی ہو۔ نماز کل کتنے وقت کی ہے اور کتنی رکعتیں ہیں۔ زکوٰۃ کتنے مال پر کتنی ہے۔

(۲) قرآن نے صرف سور کا گوشت حرام کیا ہے۔ کتے، بلے، گدھے اور سور کے، کلیجی، گردوں کی حرمت قرآن سے دکھا دیجئے۔ غرضیکہ چکڑالویت صرف قولی مذہب ہے جس پر عمل ناممکن ہے۔

ان حالات کے ماتحت فقیر نے اپنے رب کے کرم اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی مہربانی سے قرآن شریف کے تین اگلے پاروں کی اردو زبان میں ایک مفصل تفسیر مسمی اشرف التفاسیر لکھی اور تیسوں کی ایک مختصر اور جامع تفسیر مسمی نور العرفان تصنیف کی جس میں ضروریات زمانہ کے لحاظ سے فوائد سوال و جواب وغیرہ ہیں۔ ادھر بخاری شریف کی شرح عربی زبان میں یعنی کلام حبیب کی شرح زبان حبیب میں مسمی باسم تاریخی انشراح بخاری المعروف بنعیم الباری تصنیف کی۔ عرصہ سے خیال تھا کہ مشکوٰۃ شریف جو فن حدیث میں درس نظامی کی پہلی کتاب ہے اور کتب احادیث کی جامع جس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ عرب وعجم میں ہر جگہ پڑھائی جاتی ہے اور عربی، فارسی، اردو زبانوں میں اس کی بہت شرحیں لکھی جا چکی ہیں، اس کی اردو میں ایسی شرح لکھوں جو طلباء، علماء، عوام المسلمین کو یکساں مفید ہو اور جس میں نئے مذاہب اور ان کے احادیث پر نئے نئے اعتراضات کے جوابات بھی ہوں کیونکہ مرقات اور لمعات والوں کے زمانہ میں دنیا کا اور رنگ تھا۔ انہوں نے اس وقت کی ضروریات کے لحاظ سے شرحیں لکھیں نیز ہمارے عوام عربی فارسی سے واقف نہ ہونے کی بنا پر ان سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔ اب دور کچھ اور ہے، ہوا کا رخ دگرگوں ہے، اس میں اس زمانہ کی ضرورتوں کو پورا کیا جائے مگر اس بڑے کام کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ ایک بار سرگودھا میں حضرت صاحبزادہ والاشان سلالہ خاندان صاحبزادہ فیض الحسن زیب سجادہ آلومہار شریف نے مجھے پرزور حکم دیا کہ زندگی کا کوئی ٹھیک نہیں۔ مشکوٰۃ شریف کی اردو میں شرح لکھتے جائیے۔ اس ارشاد گرامی نے دل میں جوش تو پیدا کیا لیکن حالات کی ناموافقت اور اسباب کے فقدان کی وجہ سے عرصہ تک پس وپیش ہی کرتا رہا کہ ایک روز اچانک میرے دلی دوست حکیم سردار علی صاحب ولد چودھری میراں بخش صاحب مہاجر مشرقی پنجاب ضلع امرتسر مقیم گجرات نے بھی یہی ارشاد فرمایا کہ مشکوٰۃ شریف کی اردو شرح کی سخت ضرورت ہے ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ عربی میں متن میں نقل کر دوں گا۔ اس سے کچھ میری ہمت بڑھی مگر پھر بھی شروح کا دیکھنا اور خود لکھنا بھاری کام تھا۔ میرے لخت جگر نور بصر مفتی محمد مختار خاں عرف محمد میاں سلمہ اللہ نے کہا کہ بولتے آپ جائیں لکھوں گا میں، تب میں سمجھا کہ یہ سرکاری انتظامات ہیں جو ان پیاروں کے منہ سے ایسی باتیں نکل رہی ہیں۔ اللہ پر توکل کیا اور چوب قلم ہاتھ میں لی۔ یقین فرمائیے کہ میں اس بڑے کام کا اہل نہیں۔ کہاں مجھ جیسا مجہول انسان اور کہاں اس افصح الفصحاء حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی شان، مجھے اس پاک آستانہ سے نسبت ہی کیا۔

فہم رازش چہ کنم من عجمی او عربی لاف مہرش چہ زنم من حبشی او قرشی

(ترجمہ) بھلا آپ سرکار کے رموز واشارات اور کلمات طیبات کے اسرار میں کیا سمجھ سکتا ہوں میں عجمی دیہاتی بے علم گنوار، وہ عرب کے فصحاء کے سردار، کس منہ سے کہوں کہ ان کا جاننے والا ہوں، میں حبشی، بدشکل وہ حسینوں کی رونق محفل۔ مگر کیا کروں حال یہ ہے:

https://archive.org/details/@madni_library

سُبْحَانَ اللّٰہِ مَا اَجْمَلَكَ مَا اَكْمَلَكَ مَا اَحْسَنَكَ

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

صرف نیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فقیر کی اس خدمت سے کسی مسلمان بھائی کا ایمان بچالے اور قیامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے غلاموں اور جاں نثاروں کے کفش برداروں اور شارحین حدیث کے تابعداروں میں حشر نصیب فرمادے جو کوئی فقیر کی اس حقیر سی تصنیف سے فائدہ اٹھائے وہ اس فقیر بے نوا کیلئے معافی سیئات اور حسن خاتمہ کی دعا کرے کہ اسی لالچ میں میں نے یہ محنت کی ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور میرے لئے کفارہ سیئات وصدقہ جاریہ بنائے اور اس میں امداد کرنے والوں کو دین و دنیا میں شاد و آباد رکھے۔

اس شرح میں مرقاۃ المفاتیح اور لمعات واشعۃ للمعات سے امداد لی گئی ہے اس کا نام ''مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح'' رکھتا ہوں۔ ربّ تعالیٰ اسے اسم بامسمّٰی بنائے کہ مشکوٰۃ شریف کی جھلک اس آئینہ میں نظر آئے اور یہ حقیر شرح کامیابیوں کا ذریعہ بنے۔ اس کا تاریخی نام ذوالمرات ہے۔ آمین

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِهٖ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ

پنج شنبہ ۲ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ

بمطابق ۱۲ مارچ ۱۹۵۹ء

احمد یار خاں نعیمی اشرفی بدایونی

سرپرست مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات، پاکستان

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

خطبہ کتاب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ شَھَادَۃً تَکُوْنُ لِلنَّجَاۃِ وَسِیْلَۃً وَّلِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ کَفِیْلَۃً وَّاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہُ الَّذِیْ بَعَثَہٗ وَطُرُقُ الْاِیْمَانِ قَدْعَفَتْ اٰثَارُھَا وَخَبَتْ اَنْوَارُھَا وَوَھَنَتْ اَرْکَانُھَا وَجُھِلَ مَکَانُھَا فَشَیَّدَ صَلَوٰتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَامُہٗ مِنْ مَّعَالِمِھَا مَا عَفَا وَ شَفٰی مِنَ الْعَلِیْلِ فِیْ تَاْیِیْدِ کَلِمَۃِ التَّوْحِیْدِ مَنْ کَانَ عَلٰی شَفًا وَاَوْضَحَ سَبِیْلَ الْھِدَایَۃِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّسْلُکَھَا وَاَظْھَرَ کُنُوْزَ السَّعَادَۃِ لِمَنْ قَصَدَ اَنْ یَّمْلِکَھَا اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ التَّمَسُّکَ بِھَدْیِہٖ لَا یَسْتَتِبُّ اِلَّا بِالْاِقْتِفَاءِ لِمَا صَدَرَ مِنْ مِشْکٰوتِہٖ وَ الْاِعْتِصَامَ بِحَبْلِ اللّٰہِ لَا یَتِمُّ اِلَّا بِبَیَانِ کَشْفِہٖ وَ کَانَ کِتٰبُ الْمَصَابِیْحِ الَّذِیْ صَنَّفَہُ الْاِمَامُ مُحْیِ السُّنَّۃِ قَامِعُ الْبِدْعَۃِ اَبُوْ مُحَمَّدِنِ الْحُسَیْنُ ابْنُ مَسْعُوْدِ نِ الْفَرَّآءِ الْبَغَوِیُّ رَفَعَ اللّٰہُ دَرَجَتَہٗ اَجْمَعَ کِتَابٍ صُنِّفَ فِیْ بَابِہٖ وَاَضْبَطَ لِشَوَارِدِ الْاَحَادِیْثِ وَاَوَابِدِھَا وَلَمَّا سَلَکَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ طَرِیْقَ الْاِخْتِصَارِ وَحَذَفَ الْاَسَانِیْدَ تَکَلَّمَ فِیْہِ بَعْضُ النُّقَّادِ وَاِنْ کَانَ نَقْلُہٗ وَاِنَّہٗ مِنَ الثِّقَاتِ کَالْاِسْنَادِ لٰکِنْ لَّیْسَ مَافِیْہِ اَعْلَامٌ کَالْاَغْفَالِ فَاسْتَخَرْتُ اللّٰہَ تَعَالٰی وَاسْتَوْفَقْتُ مِنْہُ فَاَعْلَمْتُ مَا اَغْفَلَہٗ فَاَوْدَعْتُ کُلَّ حَدِیْثٍ مِّنْہُ فِیْ مَقَرِّہٖ

خطبہ کتاب

تمام تعریفیں اللہ کی ہیں۱ ہم اسی کی حمد کرتے ہیں اسی سے مدد مانگتے ہیں اسی سے معافی چاہتے ہیں۲ اور اپنے نفسوں کی شرارت اور اپنے اعمال کی برائیوں سے رب کی پناہ مانگتے ہیں۳ جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں جسے اللہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۴ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۵ ایسی گواہی جو نجات کا وسیلہ اور بلندی درجات کی ضامن ہو۶ اور گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۷ جنہیں اللہ تعالیٰ نے جب بھیجا جب کہ ایمان کے راستوں کی نشانیاں مٹ چکی تھیں۸ اور ان کی روشنیاں بجھ گئی تھیں۹ اور ان کے کنارے کمزور اور ان کی جگہ نامعلوم ہوچکی تھی۱۰ حضور پر اللہ کی رحمتیں اور سلام ہوں۱۱ کہ آپ نے اسلام کے مٹے ہوئے نشان اونچے کردیئے اور کلمہ توحید کو تقویت دے کر ان بیماروں کو شفا دے دی جو کنارہ پر تھے۱۲ اور راہ ہدایت کا راستہ ان کیلئے صاف فرمادیا جو اس پر چلنے چاہے اور خوش نصیبی کے خزانے اس کیلئے ظاہر فرمادیئے جو ان کا مالک ہونا چاہے۱۳ حمد وصلوٰۃ کے بعد جاننا چاہئے کہ حضور ﷺ کی سیرت کا مضبوطی سے حاصل کرنا ناممکن ہے بغیر اتباع کئے ان احادیث کے جو آپ کے سینہ سے صادر ہوئیں۱۴ اور اللہ کی رسی کا مضبوطی سے تھامنا مکمل نہیں بغیر اس کے واضح بیان کے۱۵ اور کتاب مصابیح جو سنت زندہ کرنے والے بدعت اکھیڑنے والے امام ابومحمد حسین ابن مسعود فراء بغوی کی تصنیف ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا درجہ بلند کرے۔ تمام ان کتب میں جامع تر تھی جو اس بارے میں لکھی گئیں۱۶ اور شوارد واوابد حدیثوں کی محافظ تھی۱۷ چونکہ مصنف نے طریقہ اختصار اختیار کیا۱۸ اور اسنادوں کو چھوڑ دیا اس بارے میں بعض ناقدین نے چہ میگوئیاں کیں۱۹ اگرچہ مصنف کا

https://archive.org/details/@madni_library

كَمَا رَوَاهُ الْاَئِمَّةُ الْمُتْقِنُوْنَ وَالثِّقَاتُ الرَّاسِخُوْنَ مِثْلُ اَبِيْ عَبْدِاللّٰهِ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْمٰعِيْلَ الْبُخَارِيِّ وَاَبِي الْحُسَيْنِ مُسْلِمِ بْنِ الْحَجَّاجِ الْقُشَيْرِيِّ وَاَبِيْ عَبْدِاللّٰهِ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ الْاَصْبَحِيِّ وَاَبِيْ عَبْدِاللّٰهِ مُحَمَّدِ بْنِ اِدْرِيْسَ الشَّافِعِيِّ وَاَبِيْ عَبْدِاللّٰهِ اَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ الشَّيْبَانِيِّ وَاَبِيْ عِيْسٰى مُحَمَّدِ بْنِ عِيْسٰى التِّرْمِذِيِّ وَاَبِيْ دَاوٗدَ سُلَيْمَانَ ابْنِ الْاَشْعَثِ السِّجِسْتَانِيِّ وَاَبِيْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَحْمَدَ بْنِ شُعَيْبٍ النَّسَائِيِّ وَاَبِيْ عَبْدِاللّٰهِ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ مَاجَةَ الْقَزْوِيْنِيِّ وَاَبِيْ مُحَمَّدٍ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيِّ وَاَبِي الْحَسَنِ عَلِيِّ بْنِ عُمَرَ الدَّارَ قُطْنِيِّ وَاَبِيْ بَكْرٍ اَحْمَدَ بْنِ حُسَيْنِ الْبَيْهَقِيِّ وَاَبِي الْحَسَنِ رَزِيْنِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْعَبْدَرِيِّ وَغَيْرِهِمْ وَقَلِيْلٌ مَّا هُوَ وَاِنِّيْ اِذَا نَسَبْتُ الْحَدِيْثَ اِلَيْهِمْ كَاَنِّيْ اَسْنَدْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّهُمْ قَدْ فَرَغُوْا مِنْهُ وَاَغْنَوْنَا عَنْهُ وَسَرَدْتُ الْكِتَابَ وَالْاَبْوَابَ كَمَا سَرَدَهَا وَاقْتَفَيْتُ اَثَرَهٗ فِيْهَا وَقَسَمْتُ كُلَّ بَابٍ غَالِبًا عَلٰى فُصُوْلٍ ثَلٰثَةٍ اَوَّلُهَا مَا اَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ اَوْ اَحَدُهُمَا وَاكْتَفَيْتُ بِهِمَا وَاِنِ اشْتَرَكَ فِيْهِ الْغَيْرُ لِعُلُوِّ دَرَجَتِهِمَا فِي الرِّوَايَةِ وَثَانِيْهَا مَا اَوْرَدَهٗ غَيْرُهُمَا مِنَ الْاَئِمَّةِ الْمَذْكُوْرِيْنَ وَثَالِثُهَا مَا اشْتَمَلَ عَلٰى مَعْنَى الْبَابِ مِنْ مُّلْحَقَاتٍ مُّنَاسِبَةٍ مَّعَ مُحَافَظَةٍ عَلَى الشَّرِيْطَةِ وَاِنْ كَانَ مَاثُوْرًا عَنِ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ ثُمَّ اِنَّكَ اِنْ فَقَدْتَّ حَدِيْثًا فِيْ بَابٍ فَذٰلِكَ عَنْ تَكْرِيْرٍ اُسْقِطُهٗ وَاِنْ وَجَدْتَّ اٰخَرَ بَعْضَهٗ مَتْرُوْكًا عَلٰى اخْتِصَارِهٖ اَوْ مَضْمُوْمًا اِلَيْهِ

نقل فرما دینا ہی اسناد کی مثل ہے۲۰ کیونکہ وہ معتبر ہیں مگر نشانیوں والا راستہ بے نشان راہ کی طرح نہیں ۲۱ اس لئے میں نے اللہ سے خیر اور توفیق مانگی ۲۲ اور ان کے بے نشانوں کو نشاندار بنا دیا ۲۳ کہ اس کی ہر حدیث اپنے ٹھکانے میں ویسے ہی رکھی ۲۴ جیسے ماہر عادل حافظ اماموں نے روایت فرمائی جیسے ابوعبداللہ محمد ابن اسماعیل بخاری ۲۵ اور ابوالحسین مسلم ابن حجاج قشیری ۲۶ اور ابوعبداللہ مالک ابن انس اصبحی ۲۷ اور ابوعبداللہ محمد ابن ادریس شافعی ۲۸ اور ابوعبداللہ احمد ابن محمد ابن حنبل شیبانی ۲۹ اور ابوعیسیٰ محمد ابن عیسیٰ ترمذی ۳۰ اور ابوداؤد سلیمان ابن اشعث سجستانی ۳۱ اور ابوعبدالرحمن احمد ابن شعیب نسائی ۳۲ اور ابوعبداللہ محمد ابن یزید ابن ماجہ قزوینی ۳۳ اور ابومحمد عبداللہ ابن عبدالرحمن دارمی ۳۴ اور ابوالحسن علی عمر دار قطنی ۳۵ اور ابوبکر احمد ابن حسین بیہقی ۳۶ اور ابوالحسن رزین ابن معاویہ عبدری ۳۷ اور ان کے ماسوا مگر ماسوا تھوڑے ہیں ۳۸ اور میں نے جب ان بزرگوں کی طرف حدیث منسوب کر دی تو گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف اسناد کر دی ۳۹ کیونکہ ان بزرگوں نے اسناد سے فارغ ہو کر ہم کو بے نیاز کر دیا ۴۰ اور میں نے کتابیں اور باب ویسے ہی مرتب کئے جیسے انہوں نے کئے تھے اس میں میں انہی کے قدم پر چلا۔ میں نے اکثر ہر باب کو تین فصلوں میں تقسیم کیا ۴۲ پہلی فصل میں وہ احادیث جنہیں شیخین یا ان میں سے ایک نے روایت کیا میں نے انہیں دونوں پر کفایت کی اگرچہ اس کی روایت میں دوسرے بھی شریک ہوں۔ شیخین کی بلندی درجہ کے سبب ۴۳ دوسری فصل میں وہ احادیث جنہیں ان کے علاوہ دوسرے مذکورہ اماموں نے روایت کیا ۴۴ تیسری فصل میں وہ مناسب ملحقہ حدیثیں جو باب کے معنی پر شامل ہیں شرائط کی رعایت کرتے ہوئے ۴۵ اگرچہ متقدمین و متاخرین سے منقول ہوں ۴۶ پھر اگر تم کسی باب میں مصابیح کی کوئی حدیث نہ پاؤ تو وہ تکرار کی وجہ سے ہوگا جسے میں نکال دوں گا ۴۷ اور اگر تم دوسری حدیث کو

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

تَمَامُهٗ فَعَنْ دَاعِيْ اهْتِمَامٍ اَتْرُكُهٗ وَاُلْحِقُهٗ وَاِنْ عَثَرْتَ عَلَى اخْتِلَافٍ فِي الْفَصْلَيْنِ مِنْ ذِكْرِ غَيْرِ الشَّيْخَيْنِ فِي الْاَوَّلِ وَذِكْرِهِمَا فِي الثَّانِيْ فَاعْلَمْ اَنِّيْ بَعْدَ تَتَبُّعِيْ كِتَابَيِ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّحِيْحَيْنِ لِلْحُمَيْدِيِّ وَجَامِعِ الْاُصُوْلِ اعْتَمَدْتُّ عَلٰى صَحِيْحَيِ الشَّيْخَيْنِ وَمَتْنَيْهِمَا وَاِنْ رَاَيْتَ اخْتِلَافاً فِيْ نَفْسِ الْحَدِيْثِ فَذٰلِكَ مِنْ تَشَعُّبِ طُرُقِ الْاَحَادِيْثِ وَلَعَلِّيْ مَا اطَّلَعْتُ عَلٰى تِلْكَ الرِّوَايَةِ الَّتِيْ سَلَكَهَا الشَّيْخُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَلِيْلًا مَا تَجِدُ اَقُوْلُ مَا وَجَدْتُّ هٰذِهِ الرِّوَايَةَ فِيْ كُتُبِ الْاُصُوْلِ اَوْ وَجَدْتُّ خِلَافَهَا فِيْهَا فَاِذَا وَقَفْتَ عَلَيْهِ فَانْسُبِ الْقُصُوْرَ اِلَيَّ لِقِلَّةِ الدِّرَايَةِ لَا اِلٰى جَنَابِ الشَّيْخِ رَفَعَ اللّٰهُ قَدْرَهٗ فِي الدَّارَيْنِ حَاشَا لِلّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ رَحِمَ اللّٰهُ مَنْ اِذَا وَقَفَ عَلٰى ذٰلِكَ نَبَّهَنَا عَلَيْهِ وَاَرْشَدَنَا طَرِيْقَ الصَّوَابِ وَلَمْ اٰلُ جُهْدًا فِي التَّنْقِيْرِ وَالتَّفْتِيْشِ بِقَدْرِ الْوُسْعِ وَالطَّاقَةِ وَنَقَلْتُ ذٰلِكَ الْاِخْتِلَافَ كَمَا وَجَدْتُّ وَمَا اَشَارَ اِلَيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ غَرِيْبٍ اَوْ ضَعِيْفٍ اَوْ غَيْرِهِمَا بَيَّنْتُ وَجْهَهٗ غَالِباً وَمَا لَمْ يُشِرْ اِلَيْهِ مِمَّا فِي الْاُصُوْلِ فَقَدْ قَفَّيْتُهٗ فِيْ تَرْكِهٖ اِلَّا فِيْ مَوَاضِعَ لِغَرَضٍ وَرُبَّمَا تَجِدُ مَوَاضِعَ مُهْمَلَةً وَذٰلِكَ حَيْثُ لَمْ اَطَّلِعْ عَلٰى رَاوِيْهِ فَتَرَكْتُ الْبَيَاضَ اِنْ عَثَرْتَ عَلَيْهِ فَاَلْحِقْهُ بِهٖ اَحْسَنَ اللّٰهُ جَزَاكَ وَسَمَّيْتُ الْكِتَابَ بِمِشْكٰوةِ الْمَصَابِيْحِ وَاَسْاَلُ اللّٰهَ التَّوْفِيْقَ وَالْاِعَانَةَ وَالْهِدَايَةَ وَالصِّيَانَةَ وَتَيْسِيْرَ مَا اَقْصُدُهٗ وَاَنْ يَّنْفَعَنِيْ فِي الْحَيٰوةِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ وَجَمِيْعَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ

ایسا پاؤ کہ جس کا بعض حصہ اختصاراً چھوڑ دیا گیا ہے یا اس کا تتمہ شامل کر دیا گیا ہے تو یہ کسی اہتمام کے باعث ہوگا کہ کچھ چھوڑ دوں گا کچھ ملا دوں گا ۴۸؎ اور اگر تم دو فصلوں میں کسی اختلاف پر مطلع ہو مثلاً یوں کہ پہلی فصل میں غیر شیخین کی اور دوسری میں شیخین کی حدیث مذکور ہو ۴۹؎ تو جان لینا یہ اس کیلئے ہے کہ میں نے حمیدی کی اور جامع اصول کی کتابیں جو شیخین کی احادیث کی جامع ہیں کی تلاش کے بعد صحیح مسلم و بخاری اور ان کے متون ۵۰؎ پر اعتماد کیا اور اگر تم اصل حدیث میں فرق پاؤ تو یہ فرق حدیثوں کی اسنادوں کے فرق کی وجہ سے ہوگا ۵۱؎ اور شاید میں اس روایت پر خبردار نہ ہوا ہوں جدھر حضرت شیخ گئے۔ تم بہت کم یہ بھی پاؤ گے کہ میں کہوں گا۔ میں نے یہ روایت اصول کی کتابوں میں نہ پائی یا ان میں اس کے خلاف پائی تو جب تم اس پر مطلع ہو تو میری کم علمی کی بنا پر قصور کو میری طرف منسوب کرنا نہ کہ حضرت شیخ کی بارگاہ کی طرف اللہ دونوں جہانوں میں ان کی عزت بڑھائے ۵۲؎ اس نسبت سے خدا کی پناہ خدا اس پر رحمت کرے جو اس حدیث پر واقف ہو تو ہمیں متنبہ کر دے اور ہم کو سیدھے راستہ کی راہبری کرے ۵۳؎ میں نے حتی الوسع حدیثوں کی تلاش اور کرید میں کوتاہی نہیں کی اور اس اختلاف کو ویسے ہی نقل کر دیا جیسا پایا ۵۴؎ اور جب حضرت شیخ نے غریب ضعیف وغیرہ کی طرف اشارہ کیا تو اکثر میں نے اس کی وجہ بیان کر دی ۵۵؎ اور اصل [illegible] جہاں اس طرح اشارہ نہ کیا وہاں میں ان کے نقش قدم پر چلا ۵۶؎ اور چند جگہ کہ وہ بھی کسی غرض سے ۵۷؎ بسا اوقات تم کچھ جگہ چھوٹی ہوئی پاؤ گے یہ وہاں ہوگا جہاں میں روایت پر مطلع نہ ہو وہاں میں نے سفید جگہ چھوڑ دی ۵۸؎ تو اگر تم اس پر مطلع ہو تو وہاں ملا دو۔ اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔ میں نے اس کا نام مشکوٰۃ المصابیح رکھا ۵۹؎ اللہ تعالٰی سے توفیق، مدد، ہدایت، حفاظت کا طلبگار ہوں اور اپنے مقصود کی آسانی کا جویاں اور یہ کہ اللہ زندگی و بعد موت مجھے اور تمام مسلمان مرد و

https://archive.org/details/@madni_library

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ عورتوں کونفع دے مجھے اللہ کافی ہے وہ ہی اچھا وکیل ہے (بھروسہ کے لائق) اورنہیں ہے طاقت اور نہ قوت مگر غالب حکمت والے اللہ سے۔

۱یعنی ہر حامد کی محمود پر ہر وقت ہر نعمت پر ہر طرح کی ہر حمد اللہ تعالیٰ ہی کی حمد ہے کیونکہ جسے جو ملا اسی کے دین سے ملا لہٰذا وہ ہی ہر حامد کا محمود' ہر ساجد کا مسجود' ہر عابد کا معبود' ہر شاہد کا مشہود' ہر قاصد کا مقصود' ہر طرح موجود ہے یا یہ مطلب ہے کہ اللہ کی حقیقی و کامل حمد وہ جو اس نے اپنی کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ لہٰذا وہ خود ہی حامد ہے' خود ہی محمود یا اس کی مقبول حمد وہ ہے جو اس کے بندہ خاص محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی یا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل حمد وہ ہے جو ان کی ان کے ربّ نے کی۔ وہ اپنے رب کے احمد ہیں' ربّ ان کا محمود اور ربّ ان کا حامد' وہ رب کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم غرض کہ الحمد کا الف لام یا استغراقی یا عہدی ۲تمام دنیاوی حاجات بلکہ خود حمد کرنے میں حقیقی مدد اسی سے مانگتے ہیں' اور حمد وغیرہ میں جو کوتاہی ہم سے ہو جائے اس کی معافی کے خواستگار ہیں۔ خیال رہے کہ اللہ کے مقبولوں کی حمد حقیقۃً رب ہی کی حمد ہے۔ ۳نفس کی شرارتوں سے اپنی خفیہ برائیاں مراد ہیں اعمال کی برائیوں سے ظاہر خرابیاں مراد ہیں۔ ہم ظاہر و باطن عیبی ہیں ان عیبوں کو خود دفع نہیں کر سکتے نفس و شیطان سخت دشمن بڑے دشمن کے مقابلہ میں بڑے مددگار کی پناہ درکار ان دشمنوں سے رب کی پناہ' شیطان کے شر سے نفس امارہ کا شر قوی تر ہے کہ یہ مار آستین ہر وقت گھات میں ہے اس لئے خصوصیت سے نفس کا ذکر ہوا ۴ہدایت کے دو معنی ہیں راہ خیر دکھانا منزل مقصود پر پہنچا دینا ایسے ہی اس کے مقابل ضلالت کے دو معنی ہیں راہ شر دکھانا شر تک پہنچا دینا۔ پہلے معنی سے ہدایت کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مرشد کامل یا قرآن کی طرف یونہی ضلالت کی نسبت شیطان جن وانس یا نفس امارہ کی طرف ہوتی ہے مگر دوسرے معنی سے ہدایت وضلالت کی نسبت صرف اللہ تعالیٰ کی طرف' یہاں دوسرے معنی مراد ہیں یعنی اے مولیٰ جسے تو منزل مقصود تک پہنچا دے اسے پھر کوئی راہ شر نہیں دکھا سکتا کہ وہ تو راستوں سے گزر گیا اور جسے تو اس کی بدکاریوں' بداعمالیوں کی وجہ سے کفر قطعی تک پہنچا دے پھر اسے کسی کی رہبری کام نہیں دیتی لہٰذا اس خطبہ پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ گمراہی کی نسبت ربّ کی طرف کیسی! نہ یہ کہ جب خدا نے بندہ کو گمراہ کر دیا تو بندے کا کیا قصور' کا سب بندہ ہے خالق مولیٰ۔ ۵گواہی توحید ساری مخلوق نے عقلی یا سمعی دی مگر ہمارے حضور نے شہودی' لہٰذا تمام مخلوق ثانوی گواہ ہے اور حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اولی یا حقیقی گواہ اسی لئے رب نے فرمایا: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا (۳۳ د۵) اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر (کنزالایمان) یعنی حضور نے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات' جنت دوزخ وغیرہ کو دیکھ کر گواہی دی چونکہ عینی گواہ پر گواہی مکمل ہو جاتی ہے اسی لئے ربّ نے فرمایا: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (د۳ ۵) آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا (کنزالایمان) لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے معنی ہیں لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰهَ یا لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللّٰهَ مگر ارباب شہود کہتے ہیں لا موجود الا اللہ۔ غرض کہ جیسا کلمہ پڑھنے والا ویسے اس کے معنی۔ کلمہ ایک ہے مگر زبانیں مختلف اس لئے تاثیریں جداگانہ۔ ۶یعنی منافقوں کی سی گواہی نہیں دیتا جو زیادتی کفر کا سبب ہو بلکہ اخلاص وصدق سے گواہی دیتا ہوں جس سے کافر مومن ہو جاتا ہے اور مومن عارف بن کر بلند درجے پاتا ہے۔ ۷حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول (پیغمبر) بھی ہیں اور ساری مخلوق کے بھی یعنی اللہ کے پیغام لانے والے مخلوق کو پیغام پہنچانے والے رب سے لینے والے مخلوق کو دینے والے لہٰذا یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کے رسول اور یہ بھی کہ ہمارے رسول پھر حضور کفار کو عذاب کا پیغام دیتے ہیں۔ مومنوں کو ثواب کا' عاشقوں کو وصال کا غرض

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

حضور کی رسالت مختلف ہے۔ نبی اور رسول کبھی ہم معنی ہوتے ہیں کبھی مختلف کہ نبی عام رسول خاص۔ ۸ کیونکہ عرب میں اسماعیل علیہ السلام کے بعد کوئی نبی تشریف نہ لائے تھے۔ اس چار ہزار سال کے عرصہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعلیم لوگ بھول چکے تھے۔ خیال رہے کہ عرب میں اور اولاد اسماعیل میں ہمارے حضور کے سوا کوئی نبی نہ آئے کہ جس آسمان پر سورج ہے اس پر کوئی تارا نہیں۔ ۹ اس طرح کہ بنی اسرائیل جو دیگر ممالک میں جلوہ گر ہوئے ان کی ہلکی روشنیاں عرب میں پہنچیں مگر عیسیٰ علیہ السلام کے بعد وہ بھی گل ہو کر رہ گئیں کہ انجیل مسخ کر دی گئی، راہبوں پادریوں نے ان کی تعلیم بدل دی اگر کچھ بچے کچھے اصلی عیسائی تھے بھی تو وہ غاروں، پہاڑوں میں روپوش ہو گئے اب دنیا میں اندھیرا ہی رہ گیا۔ اسی دور کو جاہلیت کا دور کہا جاتا ہے۔ ۱۰ اس طرح کہ اصلی عقائد کے ساتھ صحیح عبادات بھی گم ہو کر رہ گئی تھیں۔ پتا نہ لگتا تھا کہ ان بیماریوں کی دوا کہاں ملتی ہے اور ان کا حکیم کہاں ہے۔ غرضیکہ دنیا میں گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا کیوں نہ ہوتا کہ ہدایت کا سورج نکلنے والا تھا جس سے عالم میں نور اور ظلمت کافور ہونے والی تھی۔ ۱۱ درود شریف میں صلوٰۃ وسلام دونوں عرض کرنے چاہئیں کہ قرآن کریم نے دونوں کا حکم دیا صرف صلوٰۃ یا صرف سلام بھیجنے کی عادت ڈال لینا ممنوع ہے۔ از مرقات، اسی لئے درود ابراہیمی صرف نماز کیلئے ہے کیونکہ اس میں صرف صلوٰۃ ہے سلام نہیں۔ سلام التحیات میں ہو چکا نماز کے علاوہ یہ درود مکمل نہیں کہ سلام سے خالی ہے اس کی پوری بحث درود شریف کی بحث میں آئے گی۔ ۱۲ اس طرح کہ حضور نے دنیا کو بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔ بت پرستی دفع کی، کلمہ توحید کا اعلان فرما دیا اور جو دوزخ کے کنارے پہنچ چکے تھے انہیں بازو پکڑ کر ہٹا لیا۔ ہر روحانی بیمار کو ہر طرح شفا دی۔ کسی سے یہ نہ فرمایا کہ تیری دوا میرے دار الشفاء میں نہیں ایسا کامل اکمل ہادی نہ آیا تھا نہ آئے۔ خیال رہے کہ یہاں پہلا شفی شفاء کا ماضی ہے یعنی حضور نے تندرستی وصحت بخشی اور دوسرا شفا اسم جامد ہے بمعنی کنارہ یعنی جو ہلاکت یا جہنم کے کنارہ پر تھے۔ انہیں صحت بخشی کہ کفار کو ایمان، فساق کو تقویٰ عطا کیا۔ مصنف کی اس عبارت سے معلوم ہوا ہے کہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور شفا بخشتے ہیں یہ کہنا شرک نہیں۔ ۱۳ ظاہر یہ ہے کہ ہدایت سے مراد شریعت ہے سعادت سے مراد طریقت یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت وطریقت دونوں بخشیں۔ قلب وقالب دونوں کا انتظام فرمایا۔ کسی نے انکار کر کے دائمی بدبختی حاصل کر لی، کسی نے قبول کر کے دارین کی خوش نصیبی کمائی۔ حضور نے انہیں مکہ والوں میں سے صدیق، فاروق بنائے، رہزنوں کو راہبر، گمراہوں کو ہادی، بے علموں کو دنیا بھر کا معلم بنا دیا۔ حضور کا فیض کعبہ کی دیواروں سے پوچھو۔ مکہ کے بازاروں سے پوچھو، منیٰ ومزدلفہ کے کوچوں سے پوچھو، عرفات کی بلند چوٹیوں سے معلوم کرو کہ لوگوں نے کعبہ کو بت خانہ بنا دیا تھا حضور نے خدا خانہ بنا کر تمام عالم کا مسجود الیہ بنا دیا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ۱۴ یعنی ہر انسان پر حضور علیہ السلام کی اطاعت فرض ہے اور یہ اد[illegible]ت بغیر حدیث وسنت جانے ناممکن ہے۔ مشکوٰۃ یعنی طاق حضور انور کا سینہ مبارک ہے اور حضور علیہ السلام کے اقوال واحوال اس طاق کے چراغ ہیں اگر روشنی چاہتے ہو تو اس سینے اور ان الفاظ طیبہ سے حاصل کرو۔ قرآن کتاب ہے حضور علیہ السلام چراغ اور چراغ کے بغیر کتاب پڑھی نہیں جاتی۔ حضور علیہ السلام کے بغیر قرآن سمجھا نہیں جاتا ہر آیت حضور علیہ السلام کی تفسیر کی حاجت مند ہے ورنہ ہمیں کیا خبر کہ اقیموا کے کیا معنی اور صلوٰۃ وزکوٰۃ کسے کہتے ہیں۔ ۱۵ اللہ کی رسی قرآن کریم ہے جو ہم نیچوں کو غار سے نکال کر اوپر پہنچانے آئی لیکن اس مضبوط رسی سے فائدہ وہی اٹھائے گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اسے پکڑے گا۔ اس رسی کے لانے والے بھی حضور ہیں پھر ہمیں پکڑانے والے بھی حضور، پھر پکڑنے کے بعد چھوٹ جانے سے بچانے والے بھی حضور کہ حضور کے ذریعہ مخلوق کو قرآن ملا حضور ہی کے سمجھائے قرآن سمجھا گیا۔ حضور ہی کی نگاہ کرم سے ان شاء اللہ مرتے دم تک اس

https://archive.org/details/@madni_library

پرعمل کیا اور انہیں کے کرم سے مرتے وقت بفضلہ کلمہ نصیب ہوگا جو حدیث کا انکاری ہے وہ صرف دو رکعت نماز پڑھ کر یا ایک بار ایسی زکوٰۃ دے کر دکھا دے جس میں حدیث کی مدد نہ ہو غرض کہ نماز و زکوٰۃ وغیرہ سنائی قرآن نے سکھائی حضور نے۔ قرآن روحانی کھانا ہے' حدیث اس کا پانی' پانی کے بغیر نہ کھانا تیار ہو نہ کھایا جاسکے۔ ۱۶ یعنی فن حدیث میں بہت کتب لکھی گئیں مگر کتاب مصابیح تمام کتب کی جامع کتاب ہے اس کے مصنف حسین ابن مسعود ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے' لقب فراء کیونکہ پوستین کی تجارت کرتے تھے (فراء نحوی اور ہیں) ہرات و سرخس کے درمیان ایک بستی ہے بغو' وہاں کے رہنے والے تھے لہٰذا بغوی کہلاتے ہیں۔ خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے میری سنت زندہ کی اللہ تجھے زندہ رکھے لہٰذا خطاب ہوا محی السنہ شافعی المذہب ہیں بڑے متقی عالم زاہد تارک الدنیا بزرگ تھے ہمیشہ روکھی روٹی یا زیتون یا کشمش سے روٹی کھائی اسی برس سے زیادہ عمر پاکر ۵۱۶ھ مقام کرد میں وفات پائی اپنے استاد قاضی حسین کے پہلو میں دفن ہوئے آپ نے مصابیح' شرح السنۃ' تفسیر معالم التنزیل کتاب التہذیب' فتاوی بغوی وغیرہ کتب تصنیف فرمائیں۔ خیال رہے کہ مصابیح میں چار ہزار چار سو چونتیس حدیثیں تھیں۔ صاحب مشکوٰۃ نے ایک ہزار پانچ سو گیارہ احادیث کا اضافہ کیا لہٰذا مشکوٰۃ شریف میں پانچ ہزار نو سو پینتالیس احادیث ہیں (از مرقاۃ) ۱۷ شوارد شاردہ کی جمع بمعنی نافرہ (بھڑکا ہوا جانور) یعنی وہ حدیثیں جو لوگوں کے ذہنوں سے قریباً جا چکی تھیں لوگ انہیں قریباً بھول چکے تھے جیسے بھڑکا ہوا جانور اپنی جگہ سے بھاگ جاتا ہے۔ اوابد' ابدہ کی جمع ہے بمعنی وحشی جانور جو انسان سے نفرت کرے یعنی وہ احادیث جن کے مضامین فہم سے بالاتر ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتے جیسے وحشی جانور قبضہ میں نہیں ہوتا یعنی مصابیح ان احادیث کی جامع ہے جنہیں لوگ بھول چکے تھے یا ان کی تخریج یا مضامین سے قریباً مایوس ہو چکے تھے۔ ۱۸ اس طرح کہ نہ تو احادیث کی اسنادیں بیان کیں نہ ان کا مخرج کہ کس کتاب کی یہ حدیث ہے خیال رہے کہ اسناد حدیث مجتہدین کو مفید ہے جس سے وہ حضرات حدیث کا مرتبہ' ناسخ منسوخ ہونا' تعارض کے وقت کسی کا راجح ہونا' کسی حدیث کا ثبوت استحباب ہونا' کسی کا مثبت وجوب ہونا معلوم فرماتے ہیں۔ مقلدین حضرات ان کاوشوں سے آزاد ہیں۔ ان کیلئے قول امام دلیل ہے اور حدیث امام کی دلیل' پولیس کیلئے حاکم کا فیصلہ دلیل ہے اور حاکم کیلئے تعزیرات ہند کے دفعات دلیل ہیں۔ اس لئے صاحب مصابیح نے صرف متن حدیث نقل فرمایا' اسنادیں چھوڑ دی تھیں (از مرقات) خیال رہے کہ عبارت حدیث کو متن کہتے ہیں راویوں کے سلسلہ کو اسناد اور اصل کتاب کا ذکر جہاں سے حدیث لی گئی ہو تخریج کہلاتا ہے۔ ۱۹ اس طرح کہ مصابیح کی احادیث پر شبہ کرنے لگے کہنے لگے کہ جب نہ اسنادوں کا ذکر ہے نہ تخریج معلوم تو کیا معلوم اس کی احادیث صحیح ہیں یا نہیں۔ ناقدین وہ حضرات کہلاتے ہیں جو صحیح اور ضعیف حسن وغیرہ میں امتیاز کریں۔ راویوں کے حالات سے خبر رکھیں' ان کی توثیق تعدیل و جرح کرسکیں۔ ۲۰ یعنی امام محی السنہ اس پایہ کے محدث ہیں کہ ان کا کسی حدیث کو بغیر جرح نقل فرمادینا اس حدیث کی قوت کی دلیل ہے۔ ان کی نقل گویا اسناد ہے اس عبارت سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مقلد کو امام کی حدیث پر اعتماد کرلینا درست ہے اسے حدیث کی چھان بین کرنے کی ضرورت نہیں۔ مریض طبیب کے نسخے پر اعتماد کرے اسے کتب طب کی تحقیقات ضروری نہیں دوسری یہ کہ ضعیف احادیث پر فقہا کا عمل فرمالینا اس حدیث کو قوی کر دیتا ہے۔ ۲۱ لہٰذا تخریج بیان کر دینے سے لوگوں کو طعن کا موقع نہ ملے گا اور صاحب مصابیح پر اعتراض نہ کرسکیں گے۔ سبحان اللہ کیسا ادب ہے کہ فرمایا نشانیوں والا راستہ یعنی مشکوٰۃ شریف بے نشان والے راہ یعنی مصابیح کی طرح نہیں۔ مصابیح بہت اعلیٰ ہے یہ ہے انکسار نفس۔ ۲۲ اس طرح کہ مشکوٰۃ شریف لکھنے سے پہلے باقاعدہ استخارہ کیا جیسا کہ طبرانی نے حضرت انس سے روایت کی ماخاب من

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

استخار ولا ندم من استشار استخارہ کر لینے والا نقصان نہیں اٹھاتا مشورہ سے کام کرنے والا شرمندہ نہیں ہوتا اور درمیان تصنیف میں اللہ سے توفیق اتمام مانگتا رہا۔ فقیر احمد یار بھی بارگاہ الٰہی میں دعا کرتا ہے کہ مولیٰ! بطفیل اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بڑے کام کو بخیر وخوبی انجام دینے کی توفیق دے اسے قبول فرما کر صدقہ جاریہ اور میرے گناہوں کا کفارہ بنا آمین یا ربّ العالمین۔ ۲۳ اس شرح میں ہر حدیث کے اول صحابی راوی کا نام شریف اور آخر میں کتاب حدیث کا نام صراحۃً بتا دیا۔ ۲۴ یعنی جو حدیث مصابیح میں جس جگہ تھی میں نے بھی مشکوٰۃ میں وہاں ہی بیان کی بلاوجہ آگے پیچھے نہ کی اور ہر حدیث میں محدثین کی روایات کی پیروی کی جس طرح ان اماموں سے منقول تھی ویسے ہی میں نے نقل کی۔ ۲۵ آپ کا نام شریف محمد والد کا نام اسماعیل ہے بخارا جو ماوراء الہند میں بہت بڑا شہر ہے وہاں آپ کی پیدائش ہوئی اس لئے آپ کو بخاری کہا جاتا ہے امت محمدیہ کے بڑے عالم محدث فقیہ مجتہد تھے۔ آپ کے والد بڑے عالم اور حماد ابن زید و امام مالک کے شاگرد تھے والدہ ماجدہ ولیہ مستجاب الدعوات تھیں۔ آپ بچپن شریف میں نابینا ہو گئے تھے علاج سے اطباء عاجز ہو گئے آپ کی والدہ نے ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تیری دعا قبول کی تیرے بچے کو انکھیارہ کیا، صبح کو آپ کی آنکھیں روشن تھیں۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے مکھیاں اڑا رہا ہوں، تعبیر دی گئی کہ تم احادیث کی خدمت کرو گے۔ صحیح سے ضعیف کو دور کرو گے۔ آپ کو ۳ لاکھ حدیثیں یاد تھیں ایک لاکھ غیر صحیح دو لاکھ صحیح۔ مسجد حرام شریف میں سولہ سال میں صحیح بخاری شریف تالیف فرمائی ہمیشہ غسل فرما کر دو نفل پڑھ کر لکھتے تھے۔ آپ کی ولادت ماہ شوال جمعہ کا دن بعد عصر ۱۹۴ھ ایک سو چورانوے میں بخارا میں ہوئی، عمر شریف باسٹھ سال پائی، ۲۵۶ھ مقام خرتنگ میں وفات پائی۔ آپ نے بادشاہ وقت کی طرف سے تنگ ہو کر خود ہی اپنی وفات کی دعا کی، تہجد کو دعا کے، دوسرے دن وصال ہو گیا خواب میں دیکھا گیا کہ حضور مع جماعت صحابہ کسی کا انتظار فرما رہے ہیں۔ پوچھنے پر ارشاد ہوا ہم محمد ابن اسماعیل کو لینے آئے ہیں عرصہ تک آپ کی قبر سے مشک کی خوشبو آتی تھی، مٹی بھی مہکی ہوئی تھی۔ بخاری شریف میں کل احادیث نو ہزار بیاسی ہیں جن میں مکررات اور تعلیقات سب شامل ہیں۔ مکررات کو نکال کر کل دو ہزار چھ سو تئیس احادیث ہیں جن میں سے بائیس حدیثیں ثلاثی ہیں اگر مکررات نکال دی جائیں تو سولہ یعنی جن میں امام بخاری اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں صرف تین واسطے ہیں۔ بعد قرآن شریف صحیح تر کتاب بخاری مانی گئی ہے۔ مصیبتوں میں ختم بخاری کیا جاتا ہے جس سے بفضلہٖ تعالیٰ مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔ (مرقاۃ) امام بخاری نے علاوہ بخاری شریف حسب ذیل کتب لکھیں۔ ادب المفرد، رفع الیدین، قراۃ خلف الامام، برالوالدین، التاریخ الکبیر الاوسط، الصغیر، خلق افعال العباد، کتاب الضعفاء، جامع کبیر، مسند کبیر، تفسیر کبیر، کتاب الاشربہ، کتاب الہبہ، اسامی الصحابہ، کتاب الوجدان، کتاب العلل، کتاب الکنیٰ، کتاب المبسوط، کتاب الفوائد مگر بخاری شریف زیادہ مشہور و معتبر ہے آپ نے اٹھارہ ہزار محدثین سے احادیث نقل کیں، ایک لاکھ محدثین آپ کے شاگرد ہیں۔ جن میں امام مسلم، ترمذی، ابن خزیمہ، ابی زرعہ، ابوحاتم نسائی زیادہ مشہور ہیں۔ امام محمد ابن احمد ہروزی فرماتے ہیں کہ میں بیت اللہ شریف سے متصل سو رہا تھا کہ میں نے حضور کو خواب میں دیکھا۔ فرماتے ہیں تم میری کتاب کیوں نہیں پڑھتے؟ میں نے پوچھا حضور آپ کی کتاب کون سی ہے؟ فرمایا: محمد ابن اسماعیل بخاری کی کتاب ''صحیح بخاری''۔ ۲۶ آپ کا نام شریف مسلم ابن حجاج نیشاپوری ہے۔ بنی قشیرہ قبیلہ کے ہیں آپ نے بہت کتابیں لکھیں۔ مسلم، مسند کبیر، جامع کبیر، کتاب العلل، اوہام المحدثین، کتاب المیسیر، طبقات التابعین، کتاب المخضرمین وغیرہ مگر ان سب میں مسلم شریف زیادہ مشہور و معتبر ہے تین لاکھ حدیثوں سے منتخب کر کے چار ہزار حدیثیں اس میں جمع کی گئیں۔ مسلم شریف میں

https://archive.org/details/@madni_library

اسی سے کچھ زیادہ حدیثیں رباعی ہیں جس کی اسناد میں صرف چار راوی ہیں۔آپ کی ولادت ۲۰۴ھ میں حضرت شافعی کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ہوئی۔وفات ماہ رجب ۲۶۱ھ میں ہوئی۔ستاون سال عمر شریف ہوئی ایک دفعہ آپ سے کوئی حدیث دریافت کی گئی۔آپ نے تمام رات وہ حدیث تلاش کرنے کیلئے کتب کا مطالعہ شروع کیا کسی نے کھجوروں کی ٹوکری برابر میں حاضر کر دی ایک ایک کھجور کھاتے رہے اور حدیث ڈھونڈتے رہے صبح کو حدیث مل گئی ٹوکری ختم ہوگئی۔اسی وجہ سے وفات ہوئی۔نیشاپور میں قبر شریف ہے۔۲۷ آپ مذہب مالکی کے امام ہیں تبع تابعین میں سے ہیں اگرچہ آپ امام بخاری ومسلم سے پہلے گزرے اور آپ کی کتاب موطا امام مالک ان دونوں کتب سے پہلے لکھی گئیں مگر چونکہ بخاری ومسلم کا رتبہ فن حدیث میں اعلیٰ مانا گیا ہے اس لئے مصنف نے ان دونوں کے بعد آپ کا ذکر کیا بڑے محدث فقیہ اور عاشق رسول ہیں' مدینہ منورہ میں رہے' سوا ایک بار حج کے کبھی مدینہ شریف سے باہر نہ گئے اس شہر پاک میں کبھی خچر یا گھوڑے پر سوار نہ ہوئے حالانکہ آپ کے ہاں بہت گھوڑے تھے بہت ادب سے باوضو حدیث بیان فرماتے تھے۔تین سو تابعین' چار سو تبع تابعین سے حدیثیں حاصل کیں۔آپ کی ولادت ۱۰۳ھ ربیع الاول میں ہوئی' وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی۔یہ مرقاۃ کی روایت ہے' شامی میں ہے کہ امام مالک کی ولادت ۹۰ھ اور وفات ۱۷۹ھ میں' عمر ۸۹ سال ہے واللہ اعلم۔آپ کا مزار جنت البقیع مدینہ منورہ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے' فقیر نے زیارت کی ہے آپ کی کتاب حدیث مؤطا امام مالک مشہور ہے۔۲۸ آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے نام محمد ابن ادریس ابن عباس ابن عثمان ابن شافع ابن سائب ابن عبید ابن عبد یزید ابن ہاشم ابن عبدالمطلب ابن عبد مناف ہے لہٰذا آپ مطلبی ہاشمی ہیں۔شافع ابن سائب کی نسبت سے آپ کا لقب شافعی ہے اور آپ کے سلسلہ مذہب کا نام بھی شافعی اور شافع کی والدہ خلدہ بنت اسد حضرت علی مرتضیٰ کی خالہ ہیں یعنی فاطمہ بنت اسد کی ہمشیرہ' سائب جنگ بدر میں کفار مکہ کے علمبردار تھے جو مسلمانوں کی قید میں آئے اور فدیہ دے کر رہائی پائی بعد میں اسلام لائے۔امام شافعی اسلام کے مایہ ناز امام مجتہد صاحب مذہب عابد' زاہد بڑے باادب بزرگ ہیں' اصول دین میں آپ نے چودہ ضخیم کتب تصنیف فرمائیں اور فروعات میں سو سے زیادہ۔جب آپ کسی مصیبت میں ہوتے تو بغداد شریف حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار پاک پر حاضر ہوکر دو رکعت نفل ادا کرکے حضور امام ابوحنیفہ کے توسل سے دعا فرماتے' رب تعالیٰ مصیبت رفع فرماتا' خود فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کی قبر قبول دعا کیلئے تریاق ہے آپ کی ولادت ۱۵۰ھ میں عین امام اعظم کی وفات کے دن مقام عسقلان یا مقام منیٰ میں ہوئی۔مکہ معظمہ میں پرورش پائی ۵۴ سال عمر شریف پاکر ۲۰۴ھ مصر میں وفات پائی۔قرافہ مصر میں مزار پر انوار ہے امام مالک کے شاگرد ہیں اور امام محمد کی تصنیفات سے کسب علم فرمایا رمضان شریف میں ہر شب ایک قرآن ختم فرماتے تھے رضی اللہ عنہ۔۲۹ آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے' نام شریف احمد ابن محمد بن حنبل ابن ہلال ابن ادریس ابن عبداللہ ابن حیان ابن اسد ابن نزار ابن معد ابن عدنان ہے۔بڑے محدث فقیہ و مجتہد ہیں۔امام مذہب ہیں بغداد شریف میں ولادت ہوئی۔طالب علمی میں کوفہ' بصرہ' شام' مکہ معظمہ و مدینہ منورہ آگئے۔ائمہ حدیث سے ملاقاتیں کیں۔امام بخاری ومسلم و ابوداؤد وغیرہ آپ کے شاگرد ہیں۔ساڑھے سات لاکھ احادیث سے منتخب کرکے مسند احمد ابن حنبل تصنیف فرمائی۔آپ کی بڑی عظمت یہ ہے کہ حضور غوث الثقلین سید شیخ محی الدین عبدالقادر بغدادی رضی اللہ عنہ آپ کے مذہب حنبلی کے پیرو ہیں' ہمیشہ فقر و فاقہ میں گزاری۔مسئلہ خلق قرآن پر شاہ بغداد مامون رشید آپ کا مخالف ہوگیا۔آپ کو تیس کوڑے لگائے ہر کوڑے پر آپ فرماتے کہ قرآن کلام اللہ قدیم ہے۔آپ کی ولادت بغداد شریف میں ۱۶۴ھ میں ہوئی۔۷۷ سال عمر پائی اور جمعہ کے دن بوقت چاشت ۲۴۱ھ میں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بمقام بغداد وفات ہوئی وہاں ہی آپ کا مزار پرانوار ہے۔ آپ پر پچیس لاکھ مسلمانوں نے نماز پڑھی۔ وفات کے دن بیس ہزار کافر مسلمان ہوئے آپ کی قبر انور سے مخلوق برکتیں حاصل کرتی ہے۔ حضرت امام شافعی نے آپ کی وہ قمیص دھو کر پی جس میں آپ کو کوڑے مارے گئے تھے، دوسوتیس برس کے بعد آپ کی قبر کھولی گئی تو آپ کا جسم شریف وکفن مبارک بعینہٖ محفوظ تھا۔ رضی اللہ عنہ (مرقاۃ واشعہ وغیرہ) ۳۰؎ آپ کا نام محمد ابن عیسیٰ ابن صورہ ابن موسیٰ ابن ضحاک سلمی ہے۔ کنیت ابوعیسیٰ نہر بلخ جیجون کے کنارے مقام ترمذ ولادت ہے وہاں ہی وفات ہوئی۔ شافعی مذہب ہیں۔ بڑے محدث عالم و عابد بزرگ ہیں آپ کی کتاب ترمذی شریف جرح حدیث بیان مذاہب میں بے مثال ہے جس میں ایک حدیث ثلاثی ہے جو امام ترمذی تک صرف تین واسطوں سے حضور علیہ السلام سے پہنچی آپ کی ولادت ۲۲۹ھ میں ہوئی اور وفات ۲۷۹ھ میں عمر شریف پچاس سال ہوئی۔ ۳۱؎ آپ کا نام شریف سلیمان ابن اشعث ابن اسحاق ابن بشیر ہے کنیت ابوداؤد وطن مالوف علاقہ خراسان میں ہرات کے قریب مقام سبستان ہے جسے سجستان کہا جاتا ہے ولادت ۲۰۲ھ وفات ۲۷۵ھ مقام بصرہ میں ہوئی وہاں ہی مزار شریف ہے عمر شریف ۷۳ سال' آپ نے پانچ لاکھ احادیث سے چار ہزار آٹھ سو احادیث جمع فرمائیں۔ بڑے عالم فقیہ محدث عابد وزاہد متقی و پرہیزگار تھے رضی اللہ عنہ۔ ۳۲؎ آپ کا نام ابوعبدالرحمٰن ابن احمد ابن شعیب ابن بحرابن سنان نسائی ہے۔ علاقہ خراسان میں ایک بستی ہے نساء قریب مرد وہاں کے متوطن ہیں' آپ نے اولاً ایک حدیث کی بڑی کتاب لکھی جس کا نام ''نسائی'' تھا کسی نے آپ سے پوچھا کہ کیا نسائی میں تمام احادیث صحیح ہیں فرمایا نہیں۔ اس نے عرض کیا کہ احادیث صحیحہ جمع کرو تب آپ نے اس سے صحیح احادیث منتخب کیں جس کا نام رکھا ''مجتبیٰ نسائی''۔ اب یہ ہی کتاب مروج ہے۔ طلب علم کیلئے بہت سفر کئے جب دمشق پہنچے تو کسی نے پوچھا کہ امیر معاویہ افضل ہیں یا علی مرتضیٰ تو فرمایا کہ امیر معاویہ کیلئے یہ ہی کافی ہے کہ ان کی نجات ہو جائے اس پر وہاں کے لوگوں نے بہت مارا وہاں کے زخموں سے جانبر نہ ہو سکے بعض نے فرمایا کہ بیت المقدس پہنچ کر وفات پائی۔ بعض نے کہا مکہ معظمہ میں وفات ہوئی اور صفا مروہ کے درمیان دفن ہوئے۔ بڑے ائمہ حدیث آپ کے شاگرد ہیں جیسے امام طحاوی' ابوالقاسم' طبرانی وغیرہ' علی العموم مصر میں رہتے تھے۔ آپ کی ولادت ۲۱۵ھ وفات ۳۰۳ھ میں ہوئی بعض نے لکھا ہے کہ آپ کے زمانہ میں خوارج کا بہت زور تھا آپ ہمیشہ فضائل اہل بیت بیان فرماتے تھے اس پر خوارج نے آپ کی پشت میں نیزہ مارا جو آپ کے سینہ سے نکلا اور یہ کہتے گرے فزت ورب الکعبۃ یعنی ربّ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ ۳۳؎ آپ کا نام محمد ابن یزید ابن ماجہ ربعی ہے کنیت ابوعبداللہ قزوین کے رہنے والے' آپ کی کتاب ابن ماجہ ہے احادیث غیر صحیح زیادہ ہیں اس وجہ سے بعض لوگوں نے ابن ماجہ شریف کے بجائے دارمی یا مؤطا کو صحاح ستہ میں داخل کیا ہے۔ آپ کی ولادت ۲۰۹ھ میں وفات رمضان ۲۷۳ھ میں ہوئی۔ عمر شریف ۶۴ سال ہوئی۔ ۳۴؎ آپ کا نام عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابن الفضل ابن بہرام ہے کنیت ابومحمد قبیلہ دارم ابن مالک سے ہیں۔ اسی لئے دارمی کہلاتے ہیں۔ سمرقند وطن شریف ہے اپنے زمانہ کے بڑے محدث مفسر فقیہ تھے آپ کی وفات کی خبر پر امام بخاری بہت روئے آپ کے شاگرد امام مسلم' ابوداؤد' ترمذی وغیرہ ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۸۱ھ اور وفات شریف ۲۵۰ھ ۸/ذی الحجہ کو ہوئی' ۷۴ سال عمر شریف ہوئی۔ آپ کی کتاب دارمی شریف مشہور ہے۔ ۳۵؎ آپ کا نام ابوالحسن ابن علی ابن عمر ہے۔ بغداد کے ایک محلہ قطن کے رہنے والے ہیں آپ اپنے زمانہ کے محدث' امام' اسماء الرجال کے حافظ تھے آپ کی کتاب دارقطنی مشہور و معروف ہے۔ آپ کے شاگرد بڑے بڑے محدثین ہیں جیسے ابونعیم' حاکم' امام اسفرائینی وغیرہم آپ کی ولادت ۳۰۵ھ اور وفات ۳۸۵ھ میں بغداد شریف میں ہوئی وہاں آپ کا

https://archive.org/details/@madni_library

مزار مبارک ہے۔ ۳۶؎ آپ کا نام احمد ابن حسین ہے کنیت ابوبکر' نیشا پور کے علاقہ بیہق کے قریب قریہ جزر میں ولادت ہوئی۔ آپ اپنے زمانہ کے جلیل القدر محدث حاکم کے تلمیذ اعلیٰ ہیں آپ نے علاوہ بیہقی شریف کے اور بہت کتب لکھیں دلائل النبوۃ' کتاب البعث و النشور' کتاب الاداب کتاب فضائل الاوقات' شعب الایمان' کتاب الخلافیات وغیرہ آپ سات مصنفین میں سے ہیں جن کی تصنیفات سے مسلمانوں نے بہت فائدہ اٹھایا۔ تارک الدنیا' قلیل الغذا' بہت عابد تھے۔ تیس سال مسلسل روزہ دار رہے' شافعی المذہب ہیں' آپ کی ولادت نیشاپور میں ماہ شعبان ۳۸۴ھ میں ہوئی۔ وفات بھی نیشاپور ۴۵۸ھ میں۔ عمر شریف ۷۴ سال پائی' آپ کا تابوت شریف آپ کے وطن خرجر علاقہ بیہق میں پہنچایا گیا وہاں ہی دفن کیا گیا جمادی اولیٰ میں۔ ۳۷؎ آپ کا نام رزین ابن معاویہ کنیت ابوالحسن قبیلہ عبدر سے ہیں جو عبدالدار ابن قصی کی اولاد سے ہیں آپ کی کتاب التجرید مشہور ہے ۵۳۰ھ میں وفات ہوئی قریشی النسل ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

ہم بزرگان دین کے تذکرہ کو اس ذات گرامی کے ذکر پاک پر ختم کرتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ جاوید معجزہ امت مصطفویہ کا روشن چراغ قریباً سارے محدثین وفقہا کا استاد دین متین کا مجتہد اول ہے جن کے فضائل خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے کہ فرمایا اگر دین ثریا تارے کے پاس بھی ہوتا تو فارس کا ایک شخص وہاں سے لے آتا۔ آپ کا نام شریف نعمان ابن ثابت ابن زوطیٰ ہے۔ حضرت زوطیٰ یعنی امام صاحب کے دادا فارسی النسل ہیں۔ حضرت امام کی کنیت ابوحنیفہ لقب امام اعظم' آپ کے دادا حضرت علی کے عاشق زار اور آپ کے خاص مقربین میں سے تھے۔ آپ ہی کی محبت میں فارس چھوڑ کر کوفہ میں آپ کے پاس قیام کیا۔ حضرت زوطیٰ اپنے بچے ثابت کو دعا کیلئے علی مرتضیٰ کے پاس لائے آپ نے دعا فرمائی اور بشارت دی کہ اس فرزند کے بیٹے سے عالم میں علم بھر جائے گا۔ امام اعظم کی پیدائش کوفہ شہر ۸۰ھ میں ہوئی یعنی تمام ائمہ مجتہدین سے پہلے ۷۰ سال عمر شریف پا کر ۱۵۰ھ میں بغداد میں وفات ہوئی اور بغداد کے قبرستان خیزران میں دفن ہوئے۔ آپ کی قبر شریف زیارت گاہ خاص و عام ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ آپ کی قبر قبول دعا کیلئے اکسیر ہے آپ نے بہت صحابہ کا زمانہ پایا جن میں سے چار صحابہ سے ملاقات کی۔ انس ابن مالک' عبداللہ ابن اوفیٰ سہل ابن سعد ساعدی ابوطفیل عامر ابن واثلہ۔ آپ حضرت حماد کے شاگرد اور حضرت امام جعفر صادق کے تلمیذ خاص ہیں کہ دو سال تک آپ کی صحبت میں رہے۔ جلیل القدر تابعی ہیں آپ اسلام کے سب سے پہلے مجتہد اعظم ہیں۔ آپ کا مذہب دنیا میں بہت پھیلا مرقاۃ نے فرمایا کہ سارے جنتیوں میں دو تہائی جنتی حضور کی امت ہیں اور سارے مسلمانوں میں دو تہائی مومن حنفی ہیں۔ اکثر اولیاء اللہ حنفی ہوئے۔ چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی' ہر شب پورا قرآن ایک رکعت میں ختم کرتے تھے' شب میں آپ کے رونے کی آواز گھر سے باہر سنی جاتی تھی۔ آپ کی وفات کے وقت سات ہزار قرآن مجید ختم ہوئے۔ سارے محدثین وفقہا بالواسطہ یا بلاواسطہ امام اعظم کے شاگرد ہیں۔ اس کی پوری تحقیق کیلئے ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم دیکھو۔ ۳۸؎ یعنی وہ حدیثیں جو مذکورہ بزرگوں کے علاوہ کی ہیں وہ تھوڑی ہیں ھو کا مرجع غیرھم ہے۔ ۳۹؎ سبحان اللہ! کیا ایمان افروز بات کہی مطلب یہ ہے کہ میں مشکوٰۃ میں حدیثوں کا صرف متن بیان کروں گا نہ کہ اسناد کیونکہ میں آخر میں کہہ دوں گا کہ اسے مسلم' بخاری یا فلاں کتاب نے روایت کیا۔ میری یہ نسبت گویا اسناد ہے کسی حدیث کو ان بزرگوں کا قبول فرمالینا اس کے صحیح قوی ہونے کی دلیل ہے یہی ہم حنفی کہتے ہیں کہ کسی حدیث کو امام ابوحنیفہ کا

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

قبول فرمالینا اوراس پر عمل کر لینا اس حدیث کے قوی ہونے کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔ امام صاحب کی طرف حدیث کی نسبت گویا حضور کی طرف نسبت ہے بلکہ امام صاحب کی کوئی حدیث ضعیف نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ زمانہ حضور کے زمانہ سے بہت ہی قریب ہے۔ اس وقت اسنادوں میں ضعیف راوی شامل نہیں ہوئے تھے۔ ۴۰؎ مرقاۃ میں اس جگہ فرمایا کہ ان کتب احادیث میں کسی حدیث کا مطالعہ کرکے یہ کہنا جائز ہے کہ حضور نے یہ فرمایا کیونکہ ان مصنفین پر بھی اعتماد ہے اور ان کتابوں پر بھی بھروسہ۔ ۴۱؎ یعنی جس ترتیب سے صاحب مصابیح نے مسائل کی کتابیں اور ان کتابوں کے باب بیان کیے ہیں میں نے بھی اسی طرح بغیر تقدیم و تاخیر بیان کئے اور کتابوں اور بابوں کے وہی عنوان رکھے جوانہوں نے رکھے تھے مثلاً کتاب الطہارت اس میں وضو کا پھر غسل کا اور پھر تیمم کا باب ہوگا۔ ۴۲؎ یعنی اگرچہ بعض بابوں میں دو ہی فصلیں ہوں گی مگر یہ بہت کم۔ اکثر تین ہی ہوں گی۔ ۴۳؎ یعنی چونکہ فن حدیث میں بخاری و مسلم کا درجہ بہت بلند ہے حتیٰ کہ ان کو حدیث کا شیخین کہا جاتا ہے جیسے فقہ میں امام ابوحنیفہ و ابو یوسف کو اور منطق میں فارابی اور بوعلی سینا کو اس لئے پہلی فصل میں میں ان بزرگوں کی روایتیں لاؤں گا اور اگر کسی حدیث کو شیخین کے علاوہ محدثین نے بھی نقل کیا ہوتو میں وہ حدیث صرف شیخین ہی کی طرف نسبت کروں گا مثلاً اگر کوئی حدیث بخاری اور ترمذی کی ہے تو میں صرف بخاری کا نام لوں گا اور کہوں گا رواہ البخاری کہ ان کے ذکر کے ہوتے کسی کے ذکر کی ضرورت نہیں۔ ۴۴؎ جیسے ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ وغیرہ دوسری فصل میں ان کی احادیث ذکر کی جائیں گی۔ ۴۵؎ یعنی ہر باب کی دو فصلوں میں مصابیح کی احادیث ہوں گی اور تیسری فصل صاحب مشکوٰۃ کی طرف سے زیادہ کی جائیں گی اور اس میں جو حدیثیں بیان ہوں گی ان میں انہی باتوں کا لحاظ ہوگا کہ اولاً حدیث کے راوی کا نام پھر آخر میں کتاب کا حوالہ۔ ۴۶؎ یعنی میں نے اپنی تیسری فصل میں یہ التزام کیا کہ حدیث مرفوع ہی لاؤں بلکہ قول صحابہ و تابعین اور ان کے افعال کریمہ کی روایت بھی نقل کروں گا کیونکہ اصطلاح محدثین میں اسے بھی حدیث کہتے ہیں سلف کے معنی ہیں گزرے ہوئے لوگ یعنی متقدمین، خلف کے معنی ہیں پیچھے والے یعنی متاخرین یہاں سلف سے مراد صحابہ ہیں اور خلف سے مراد تابعین چونکہ صحابہ کا درجہ غیر صحابہ سے کہیں زیادہ ہے اس لئے ان کا نام پہلے لیا تابعین کا بعد میں۔ ۴۷؎ اگر کسی باب میں کوئی حدیث مصابیح میں تو تھی مگر مشکوٰۃ میں نہیں تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ مصابیح میں وہ حدیث دو جگہ آئی تھی میں نے ایک جگہ رکھی دوسری جگہ سے ساقط کردی۔ ۴۸؎ یعنی اگر کوئی حدیث مصابیح میں تو مختصراً مذکور تھی مگر مشکوٰۃ میں پوری دراز یا اس کے برعکس مصابیح میں مکمل و دراز تھی مگر میں نے اس کو مختصر کرکے نقل کیا تو اس کی کوئی حکمت اور وجہ ہوگی میں نے بلاوجہ یہ فرق نہ کیا مثلاً ایک دراز حدیث کا ایک جز باب کے مناسب ہے باقی نہیں تو میں صرف وہ مناسب جز ہی نقل کروں گا مختصراً اور اگر کسی حدیث کے دو جز مصابیح کے دو بابوں میں منقول ہوئے تو میں پوری حدیث ایک باب میں طویل ذکر کروں گا۔ ۴۹؎ یعنی صاحب مصابیح کا طریقہ تو یہ ہے کہ فصل اول میں شیخین کی احادیث لاتے ہیں اور فصل دوم میں ان کے علاوہ کی لیکن اگر مشکوٰۃ میں تم کو اس کے خلاف ملے کہ پہلی فصل میں غیر شیخین کی کوئی روایت آگئی ہو یا دوسری فصل میں شیخین کی تو اس کی وجہ وہ ہے جو آگے مذکور ہے۔ ۵۰؎ یعنی اس اختلاف کی وجہ یہ ہوگی کہ میں نے مشکوٰۃ کی تالیف کے دوران میں امام حمیدی کی کتاب "جمع بین الصحیحین" اور امام مجدالدین کی کتاب جامع الاصول بھی دیکھیں اور اصل کتاب یعنی بخاری و مسلم کا بھی مطالعہ کیا اگر ان دونوں جامع کتب اور اصل بخاری و مسلم میں اختلاف پایا تو میں نے ان جامع کتب کا اعتبار نہ کیا بلکہ مسلم و بخاری کا اعتبار کیا مثلاً ایک حدیث جامع الاصول میں شیخین کی روایت سے منقول ہے اور صاحب مصابیح نے فصل اول میں بیان کی مگر مسلم و بخاری میں وہ روایت نہیں تو میں وہ حدیث لاؤں گا تو

https://archive.org/details/@madni_library

فصل اول ہی میں مگر اس کی نسبت مسلم و بخاری کی طرف نہ کروں گا ایسے ہی برعکس کہ اگر ان جامع کتب میں کسی حدیث کی نسبت مسلم و بخاری کے علاوہ کسی اور کتاب کی طرف ہے مگر وہ حدیث مسلم و بخاری میں مجھے مل گئی صاحب مصابیح اسے دوسری فصل میں لائے تو میں بھی لاؤں گا دوسری فصل میں ہی مگر نسبت مسلم و بخاری کی طرف کروں گا۔خیال رہے کہ کتاب جمع بین الصحیحین کے مصنف حافظ ابوعبداللہ محمد ابن ابی النصر ابن حمید اندلسی قرطبی ہیں جو دارقطنی کے شاگردوں سے ہیں آپ بغداد میں رہے وہاں ہی ۴۸۰ھ میں وفات پائی۔آپ نے اپنی اس کتاب میں مسلم و بخاری کی احادیث جمع فرمائیں اور جامع الاصول کے مصنف امام مجدالدین ابوالعادات مبارک ابن محمد جزری ہیں جنہیں ابن اثیر کہا جاتا ہے آپ موصل میں رہے وہاں ہی ۶۰۶ھ میں وفات پائی۔آپ نے جامع الاصول میں صحاح ستہ کی احادیث نقل فرمائیں صاحب مصابیح نے ان ہی کتب سے مصابیح تالیف فرمائی صاحب مشکوٰۃ نے ان دونوں کتب کا بھی مطالعہ کیا اور اصل کتب حدیث کا بھی ہماری اس تقریر سے یہ جملہ بفضلہٖ تعالٰی واضح ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ صاحب مشکوٰۃ نے مشکوٰۃ لکھنے میں کتنی محنت کی ہے۔۵۱؎ یعنی اگر کہیں ایسا ہو کہ مصابیح کی حدیث کے الفاظ و عبارت کچھ اور ہیں مشکوٰۃ کی حدیث کی عبارت کچھ اور تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک ہی حدیث مختلف اسنادوں سے مختلف عبارتوں میں مروی ہوتی ہے۔صاحب مصابیح کو کسی اسناد سے وہ الفاظ ملے جو انہوں نے مصابیح میں لکھے مجھے وہ اسناد اور وہ الفاظ نہ ملے بلکہ دوسری اسناد میں دوسرے الفاظ ملے تو میں نے اپنی تحقیق شدہ عبارت نقل کی۔اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی محدث یا فقیہ کی حدیث ہم کو نہ ملے تو اس میں ہمارا اپنا قصور ہے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس بزرگ نے غلطی کی دیکھو صاحب مشکوٰۃ نے مصابیح کی نقل کردہ حدیث کو غلط نہ فرمایا بلکہ اپنے قصور علم کا اقرار کیا۔یہی ہم حنفی کہتے ہیں کہ اگر امام ابوحنیفہ قدس سرہ کے مسلک کی کوئی حدیث ہم کو نہ ملے یا ضعیف ملے تو اس میں ہمارا قصور ہے نہ کہ حضرت امام کا صاحب مشکوٰۃ نے یہ ہی سبق دیا۔۵۲؎ یعنی مصابیح میں بعض احادیث وہ بھی ہیں جو مجھے کسی کتاب میں ملی ہی نہیں یا اس کے خلاف ملیں تو میں نے وہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں لکھ تو دی مگر ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ مجھے یہ حدیث نہ ملی یا اس کے خلاف ملی تو تم اس سے حضرت شیخ سے بدگمان نہ ہونا بلکہ مجھے قصور مند سمجھنا کہ میرا علم کم ہے۔سبحان اللہ یہ ہے ادب! اے حنفیو تم بھی یہ ادب سیکھو اگر تمہیں کوئی ایسی حدیث نہ ملے جو حضرت امام کی سند ہے تو سمجھو کہ ہم بے علم یا کم علم ہیں ہماری تلاش میں قصور ہے حضرت امام کی حدیث صحیح ہے۔۵۳؎ یعنی ایسی حدیث پر جو مجھے نہ ملی یا خلاف ملی اگر کسی صاحب کو مل جائے تو مجھے براہ مہربانی فوراً اطلاع دے تاکہ میں اس جگہ حوالہ لکھ دوں الحمد للہ فقیر کا عقیدہ یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تائید میں جو احادیث نقل فرمائیں اگرچہ تمام دنیا انہیں ضعیف یا غریب کہے' حضرت امام کے مسائل کی احادیث کسی کو نہ ملیں لیکن حضرت امام کے مسائل کی احادیث صحیح ہیں اگرچہ ہم کو نہ ملیں یا ضعیف ہو کر ملیں اسی لئے فقیر نے جاء الحق حصہ دوم تصنیف کی اس کا مطالعہ کرو۔۵۴؎ یعنی یہ نہ سمجھنا کہ میں نے احادیثِ مصابیح کی تلاش میں کوتاہی کی یونہی دفع الوقتی کر کے لکھ دیا کہ مجھے نہ ملی بلکہ میں نے بقدر طاقت بہت تلاش کی نہ ملنے پر مجبوراً یہ لکھا سبحان اللہ۔۵۵؎ یعنی جن احادیث کے متعلق شیخ نے مصابیح میں فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف یا غریب یا منکر یا معلل ہے میں نے مشکوٰۃ میں اکثر اس کے ضعف وغیرہ کی وجہ بیان کر دی ہاں کبھی ایسا ہو گا کہ وجہ بیان نہ کر سکا اس کی وجہ بھی میری معلومات کی کمی ہے کہ مجھے اس کے ضعف و غرابت کی وجہ معلوم نہ ہو سکی۔۵۶؎ یعنی ایسا اکثر ہوا کہ کتب اصول نے کسی حدیث کے ضعف یا غرابت کی تصریح کی مگر صاحب مصابیح نے اس کا ذکر نہ کیا تو ایسی جگہ میں نے صاحب مصابیح کی پیروی کی اور اس کا ذکر نہیں کیا۔۵۷؎ وہ غرض یہ ہے کہ بعض طاعنون نے مصابیح کی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بعض احادیث کوموضوع کہہ دیا حالانکہ ترمذی وغیرہ نے صحیح یا حسن کہا ہےتو میں نے صاحب مصابیح سے طعن اٹھانے کیلئے اس کی تصریح کردی کہ فلاں کتاب نے اسے صحیح کہا ہے یا یہ وجہ ہوگی کہ صاحب مصابیح نے مصابیح کے مقدمہ میں فرمایا کہ میں نے اپنی اس کتاب میں کوئی منکر روایت درج نہیں کی حالانکہ اس کی کوئی حدیث منکر بھی تھی تو میں نے اس کی تصریح کردی تاکہ کوئی اس حدیث کومصابیح میں دیکھ کرصحیح نہ سمجھے (اشعۃ اللمعات) ۵۸ یعنی مشکوٰۃ شریف میں کہیں حدیث کے بعدتھوڑی سی خالی جگہ چھوٹی پاؤ گےتو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ مصابیح میں تو وہ حدیث موجودتھی لیکن مجھے کسی کتاب میں نہ ملی اور مجھے پورا اعتماد ہے کہ صاحب مصابیح علامہ بغوی نے کہیں دیکھ کر ہی لکھی ہوگی اس لئے میں نے مشکوٰۃ میں حدیث تو لکھ دی مگر کتاب کے نام کیلئے جگہ چھوڑ دی تاکہ اگر کسی کواس پر اطلاع ہو جائے تو وہ یہاں لکھ دے چنانچہ علامہ شمس الدین محمدی جزری وغیرہم علماء نے ایسا کیا کہ وہ جگہ سفید ہی رکھی مگر اس کتاب کا نام بیان کر دیا تاکہ دیکھنے والے کو پتا لگے کہ یہ نقل صاحب مشکوٰۃ کی نہیں ہے کسی اور کی ہے۔ ۵۹ کیونکہ مشکوٰۃ کے معنی ہیں طاق' مصابیح' مصباح کی جمع بمعنی چراغ۔ معنی ہوئے چراغوں کا طاق کیونکہ ہرحدیث نورانیت اور ہدایت میں چراغ کی طرح ہے اور یہ کتاب ان احادیث کے ملنے کی جگہ۔ نیز ''مصابیح'' اصل کتاب کا نام بھی ہے وہ ساری کتاب مشکوٰۃ میں موجود ہے۔ بہرحال یہ نام مسمّٰی کے مطابق ہے۔ فقیرحقیر احمد یار نے اپنی اس شرح کا نام ''مراۃ'' رکھا۔ یعنی چراغوں کے طاق کے سامنے لگا ہوا شیشہ جو بیرونی ہوا کو اندر نہ پہنچنے دے فقیر کی نیت یہی ہے کہ اس شرح سے منکرین حدیث اور ناسمجھ لوگوں کے اعتراضات دفع ہوں احادیث کا تعارض دور کیا جائے' ربّ العزت قبول فرمائے۔ یا مشکوٰۃ کی حدیثوں کو دیکھنے کا آئینہ کہ اس کی حدیثیں اس شرح سے دیکھواور سمجھو۔ ۶۰ اس طرح کہ میری زندگی اتنی دراز ہو کہ تصنیف کے بعد پڑھ بھی سکوں پڑھا بھی سکوں اوراس کی برکت سے زندگی ایمان اورتقویٰ میں بسر ہو مرتے وقت کلمہ نصیب ہو اور یہ کتاب قبر وحشر میں کام آئے کہ میرے بعد بار بار شائع ہوتی رہے۔ مسلمان فائدے اٹھاتے رہیں اور مجھے اس کا ثواب ملتا رہے۔ الحمد للہ مصنف کی یہ دعا قبول ہوئی کہ بفضلہ تعالٰی دنیا کے ہر خطہ میں جہاں مسلمان ہیں یہ کتاب موجود ہے ہر جگہ اس کے درس دیئے جارہے ہیں مختلف زبانوں میں اس کی شرحیں کی جاچکی ہیں چنانچہ عربی میں مرقاۃ اور لمعات فارسی میں اشعۃ اللمعات اردو میں نہ معلوم کتنی شرحیں ہوچکی ہوں گی یہ بندہ گناہگار شرمسار احمد یار بھی مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کے ساتھ یہی دعا کرتا ہے اورانہی کے طفیل قبولیت کا امیدوار ہے اللہ تعالٰی اس ناچیز شرح کو حقیقۃً مشکوٰۃ کا مراۃ بنائے اور قبول فرما کر میرے لئے کفارہ سیئات اورصدقہ جاریہ بنائے آمین یا رب العالمین۔ وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَ نُوْرِ عَرْشِہٖ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

بشارت عظمیٰ

الحمد للہ! فقیر نے حضرت مولانا افسرصاحب صابری مقیم کراچی کی خدمت میں اس شرح کے تاریخی نام کے متعلق عریضہ لکھا تھا کچھ عرصہ کے بعد ۲۰ ذیقعد ۱۳۷۸ھ جمعہ کوآں ممدوح کا خط آیا جس میں تحریر تھا کہ میں بوجہ علالت تاریخی نام میں غور نہ کر سکا۔ آخر ایک شب خواب میں مجھے اس شرح کا تاریخی نام بتایا گیا۔ ملاحظہ ہو!

ذوالمرات ۱۳۷۸ھ

سبحان اللہ! کیسا سادہ نام ہے اورمشکوٰۃ کا ہم وزن ہے۔ فقیرحقیر مولانا کی اس خواب کوایک غیبی بشارت سمجھتا ہے اورنہایت فخر

https://archive.org/details/@madni_library

سے اس کا تاریخی نام ذوالمرات ۱۳۷۸ھ شرح مشکوٰۃ ہی رکھتا ہے۔ فالحمد للہ!

''احمد یار'' سرپرست مدرسہ غوثیہ نعیمیہ گجرات پاکستان

عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِاَمْرِیءٍ مَّانَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ہِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَنْ کَانَتْ ہِجْرَتُہٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُھَا اَوِ امْرَاَۃٍ یَّتَزَوَّجُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَاھَاجَرَ اِلَیْہِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۱) روایت ہے عمر ابن خطاب سے[۱] فرماتے ہیں (راضی ہو اللہ ان پر) فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اعمال نیتوں سے ہیں۔[۲] ہر شخص کیلئے وہ ہی ہے جو نیت کرے۔[۳] پس جس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ و رسول ہی کی طرف ہوگی۔[۴] اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا عورت سے نکاح کرنے کیلئے ہو۔[۵] اس کی ہجرت اس طرف ہوگی جس کیلئے کی ہے۔[۶] (مسلم بخاری)

[۱] آپ کا نام شریف عمر ابن خطاب ابن نفیل ہے کنیت ابوحفص' لقب فاروق اعظم خطاب امیر المومنین۔ آپ قرشی عدوی ہیں کعب ابن لوی میں حضور سے مل جاتے ہیں آپ کے فضائل بے حد و بے شمار ہیں۔ جلیل القدر صحابی' قدیم الاسلام مومن ہیں' آپ کے ایمان سے مسلمانوں کا چالیس کا عدد پورا ہوا۔ آپ کے ایمان لانے پر فرشتوں میں مبارکباد کی دھوم مچی اور یہ آیت اتری یَآ اَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (۸:۶۴) ابوبکر صدیق کے بعد ۱۳ھ میں آپ کی بیعت کی گئی۔ آپ کے زمانہ میں اسلام بہت پھیلا بہت ممالک فتح ہوئے۔ قرآن کریم کی بہت سی آیتیں آپ کی رائے کے مطابق اتریں دس سال چھ مہینے خلافت کی تریسٹھ سال عمر شریف ہوئی۔ ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ بدھ کے دن مسجد نبوی محراب النبی میں مصلاء مصطفیٰ پر نماز فجر پڑھاتے ہوئے شہید کئے گئے۔ مغیرہ ابن شعبہ کے یہودی غلام ابولولؤ نے خنجر کا وار کیا آپ کی شہادت پر در و دیوار سے اسلام کے رونے کی آواز آتی تھی کہ آج اسلام و مسلمین یتیم ہو گئے۔ حضرت صہیب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ گنبد خضریٰ میں پہلوئے مصطفیٰ میں دفن ہوئے آپ کی روایتیں پانچ سو سینتیس ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔[۲] نیت ارادہ عمل کو بھی کہتے ہیں اور اخلاص کو بھی یعنی اللہ رسول کو راضی کرنے کا ارادہ یہاں دوسرے معنی میں ہے یعنی اعمال کا ثواب اخلاص سے ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے اس صورت میں یہ حدیث اپنے عموم پر ہے کوئی عمل اخلاص کے بغیر ثواب کا باعث نہیں خواہ عبادات محصنہ ہوں جیسے نماز' روزہ وغیرہ یا عبادات غیر مقصودہ جیسے وضو' غسل' کپڑا' جگہ' بدن کا پاک کرنا وغیرہ کہ ان پر ثواب اخلاص سے ہی ملے گا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اخلاص اور نیت خیر ایسی نعمتیں ہیں کہ ان کے بغیر عبادات محض عادتیں بن جاتی ہیں اور اس کی برکت سے کفر شکر بن جاتا ہے اور گناہ و معصیت اطاعت' حضرت ابوامیہ ضمری نے ایک موقع پر کفریہ الفاظ بول لئے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے ہجرت کی رات غار ثور میں ایک قسم کی خودکشی کر لی۔ سیدنا علی مرتضٰی نے خندق میں عمداً نماز عصر چھوڑ دی مگر چونکہ نیتیں خیر تھیں اس لئے ان حضرات کے یہ کام ثواب کا باعث بنے مولانا روم فرماتے ہیں۔ شعر

ہر چہ گیرد علتی علت شود   کفر گیرد ملتی ملت شود

شوافع کہتے ہیں کہ یہاں نیت پہلے معنی میں ہے یعنی ارادہ فعل ان کے نزدیک جو بغیر ارادہ وضو اعضاء دھو لے تو اس سے وضو نہ ہو گا۔ جیسے بلا ارادہ نماز نہیں ہوتی مگر یہ تفسیر مقصد حدیث کے خلاف ہے اور پھر حدیث کا عموم باقی نہیں رہتا کیونکہ آگے ہجرت کا ذکر ہے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

جو دنیاوی غرض سے ہجرت کرے شرعاً مہاجر ہوگا۔ اگرچہ ثواب نہ ہوگا نیز جو بغیر ارادہ جواز نماز گندا کپڑا' گندا جسم' گندی زمین دھو ڈالے تو ان کے ہاں بھی یہ چیزیں پاک ہو جاتی ہیں اور نماز اس سے جائز ہوتی ہے یہ معنی ان کے بھی خلاف ہیں خیال رہے کہ ارکان اسلام یعنی کلمہ' نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ میں نیت یعنی ارادہ فعل فرض ہے باقی جہاد' ہجرت' وضو وغیرہ میں یہ نیت فرض نہیں۔ ہاں اخلاص کے بغیر ان میں ثواب نہ ملے گا لہٰذا احناف کے معنی نہایت صحیح ہیں اور حدیث نہایت جامع۔ نماز میں زبان سے نیت کے الفاظ کہنا بدعت حسنہ ہے کیونکہ حضور نے کل ۳۰ ہزار نمازیں پڑھی ہیں مگر کبھی زبان سے نیت نہ کی بعض علماء نے نماز کو حج پر قیاس کیا اور فرمایا کہ جیسے احرام کے وقت زبان سے حج کی نیت کی جاتی ہے ایسے ہی نماز میں کرنی چاہئے مگر یہ صحیح نہیں دیکھو مرقات۔ ۳؎ ہجرت کے لغوی معنی ہیں چھوڑنا' شریعت میں ربّ کو راضی کرنے کیلئے وطن چھوڑنے کا نام ہجرت ہے۔ ہجرت بوقت ضرورت اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے اسلامی سنہ حضور کی ہجرت کی یادگار ہے۔ ۴؎ یعنی جو ہجرت میں اللہ رسول کی خوشنودی کی نیت کرے اس کی ہجرت واقعی اللہ رسول کی طرف ہی ہو گی۔ لہٰذا حدیث میں دو نہیں اس سے معلوم ہوا کہ عبادات میں رضا ربّ کے ساتھ حضور کی رضا کی نیت شرک نہیں بلکہ عبادت کو کامل کرتی ہے۔ دیکھو ہجرت عبادت ہے مگر فرمایا گیا: اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ یہ بھی معلوم ہوا حضور کے پاس جانا اللہ کے دربار میں حاضری ہے کہ مہاجرین مدینہ منورہ جاتے تھے جہاں حضور تشریف فرما تھے وہاں جانے کو اللہ کے پاس جانا قرار دیا یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر جگہ حضور ہی کے دم کی بہار ہے ان کے بغیر اجڑا دیار ہے دیکھو مکہ معظمہ میں رہنا عبادت ہے مگر جب حضور وہاں سے مدینہ منورہ چلے گئے تو اگرچہ وہاں کعبہ وغیرہ سب کچھ رہا مگر وہاں رہنا گناہ قرار پایا وہاں سے ہجرت ضرورت ہوگئی۔ پھر جب وہاں حضور کی تجلی ہوگئی پھر وہاں رہنا عبادت قرار پایا۔ ۵؎ انصار مدینہ نے مہاجرین کی ایسی دائمی شاندار مہمانی کی کہ سبحان اللہ! انہیں اپنے گھروں' باغوں' زمینوں میں برابر کا حصہ دار بنالیا حتیٰ کہ اگر کسی انصاری کی دو بیویاں تھیں تو ایک کو طلاق دے کر مہاجر بھائی کے نکاح میں دے دی۔ اندیشہ تھا کہ کوئی زمین' مکان یا عورت کے لالچ میں ہجرت کرے اسی لئے حضور نے یہ ارشاد فرمایا۔ اس مضمون سے معلوم ہوا کہ النیات میں نیت بمعنی ارادہ فعل نہیں ہے بلکہ بمعنی اخلاص ہے۔ ریاکار مہاجر بھی مہاجر کہلائے گا مگر ثواب نہ پائے گا جیسا کہ ھجرتہ سے معلوم ہو رہا ہے۔ ۶؎ صاحب مشکوٰۃ ولی الدین محمد علیہ الرحمۃ نے شروع کتاب میں یہ حدیث ہم کو سمجھانے کیلئے لکھی کہ میری کتاب اخلاص سے پڑھنا محض دنیا کمانے کیلئے نہ پڑھنا۔ اپنی دلی کیفیت پر ہم کو مطلع فرمایا کہ میں نے یہ کتاب اخلاص سے لکھی ہے شہرت یا مال مقصود نہ تھا یہ حدیث میرے پیش نظر تھی۔

https://archive.org/details/@madni_library

كِتَابُ الْاِيْمَانِ

ایمان کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

ایمان کے لغوی معنی ہیں امن دینا' شریعت میں ایمان ان اسلامی عقائد کا نام ہے جنہیں مان کر انسان عذاب الٰہی سے امن میں آ جاتا ہے یعنی تمام ان چیزوں کو ماننا جو حضور ربّ کی طرف سے لائے چونکہ ایمان محض ماننے اور تصدیق کا نام ہے اس لئے اس میں مقدار ناممکن ہے ہاں کیفیت کی زیادتی کمی ممکن ہے چونکہ ایمان عبادات کی اصل ہے اس لئے پہلے اسے بیان فرمایا۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ اِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَايُرٰى عَلَيْهِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهٗ مِنَّا اَحَدٌ حَتّٰى جَلَسَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِسْلَامِ قَالَ الْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا قَالَ صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لَهٗ يَسْأَلُهٗ وَيُصَدِّقُهٗ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِيْمَانِ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِحْسَانِ قَالَ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ السَّاعَةِ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ فَاَخْبِرْنِيْ عَنْ اَمَارَاتِهَا قَالَ اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا وَاَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ

روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک صاحب ہمارے سامنے نمودار ہوئے ۱ جن کے کپڑے بہت سفید اور بال خوب کالے تھے ۲ ان پر آثار سفر ظاہر نہ تھے اور ہم سے کوئی انہیں پہچانتا بھی نہ تھا ۳ یہاں تک کہ حضور کے پاس بیٹھے اور اپنے گھٹنے حضور کے گھٹنوں شریف سے مس کر دیئے ۴ اور اپنے ہاتھ اپنے زانو پر رکھے ۵ اور عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اسلام کے متعلق بتایئے ۶ فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں ۷ اور نماز قائم کرو' زکوۃ دو' رمضان کے روزے رکھو' کعبہ کا حج کرو اگر وہاں تک پہنچ سکو ۸ عرض کیا کہ سچ فرمایا ہم کو ان پر تعجب ہوا کہ حضور سے پوچھتے بھی ہیں اور تصدیق بھی کرتے ہیں ۹ عرض کیا کہ مجھے ایمان کے متعلق بتایئے فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتوں' کتابوں' اس کے رسولوں اور آخری دن کو مانو ۱۰ اور اچھی بری تقدیر کو مانو ۱۱ عرض کیا آپ سچے ہیں عرض کیا مجھے احسان کے متعلق بتایئے ۱۲ فرمایا اللہ کی عبادت کرو کہ گویا اسے دیکھ رہے ہو ۱۳ اگر یہ نہ ہو سکے تو خیال کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے ۱۴ عرض کیا کہ قیامت کی خبر دیجئے ۱۵ فرمایا کہ جس سے پوچھ رہے ہو وہ قیامت کے بارے میں سائل سے زیادہ خبردار نہیں عرض کیا کہ قیامت کی کچھ نشانیاں ہی بتا دیجئے ۱۶ فرمایا کہ لونڈی اپنے مالک کو جنے گی ۱۷ اور

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اَلْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ لِيْ يَا عُمَرُ اَتَدْرِيْ مَنِ السَّائِلُ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهٗ جِبْرَئِيْلُ اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَاهُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ مَعَ اخْتِلَافٍ وَفِيْهِ وَاِذَا رَاَيْتَ الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الصُّمَّ الْبُكْمَ مُلُوْكَ الْاَرْضِ فِيْ خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ قَرَاَ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ الْاٰيَةَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(مسلم و بخاری)

ننگے پاؤں' ننگے بدن والے فقیروں' بکریوں کے چرواہوں کو محلوں میں فخر کرتے دیکھو گے ۱۸ راوی فرماتے ہیں کہ پھر سائل چلے گئے میں کچھ دیر ٹھہرا حضور نے مجھے فرمایا اے عمر جانتے ہو یہ سائل کون ہیں میں نے عرض کیا اللہ اور رسول جانیں ۱۹ فرمایا یہ حضرت جبریل تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے ۲۰ (مسلم) اور ابوہریرہ نے تھوڑے اختلاف سے روایت کی ان کی روایت میں ہے کہ جب تم ننگے پاؤں' ننگے بدن والے بہروں' گونگوں کو زمین کا بادشاہ دیکھو قیامت ان پانچ میں سے ہے جنہیں خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر یہ آیت تلاوت کی کہ قیامت کا علم اللہ ہی کو ہے وہ ہی مینہ برساتا ہے۔ ۲۱

(۱) ۱ یہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے جو شکل انسانی میں حاضر ہوئے تھے جیسے بی بی مریم کے پاس مرد کی شکل میں گئے فرشتہ وہ نورانی مخلوق ہے جو مختلف شکلیں اختیار کرسکتی ہے جن وہ آتشی مخلوق ہے جو ہر قسم کی شکل بن جاتی ہے مگر روح وہ ہی رہتی ہے لہٰذا یہ اواگون نہیں ۲ یعنی وہ مسافر نہ تھے ورنہ ان کے بال ولباس غبار میں اٹے ہوتے۔ خیال رہے کہ حضرت جبریل کے بال کالے' کپڑے سفید (چٹے) ہونا شکل بشری کا اثر تھا ورنہ وہ خود نوری ہیں لباس اور سیاہ بالوں سے بری۔ ہاروت ماروت فرشتے شکل انسانی میں آکر کھاتے پیتے بلکہ صحبت بھی کرسکتے تھے۔ عصاءِ موسوی سانپ کی شکل میں ہوکر سب کچھ نگل گیا تھا ایسے ہی ہمارے حضور نوری بشر ہیں کھانا' پینا' نکاح اس بشریت کے احکام تھے۔ روزہ وصال میں نورانیت کی جلوہ گری ہوتی تھی بغیر کھائے پئے عرصہ دراز گزار لیتے تھے آج صدہا سال سے حضرت عیسیٰ بغیر کھائے پئے آسمان پر جلوہ گر ہیں یہ نورانیت کا ظہور ہے۔ ۳ یعنی وہ مدینہ کے باشندے نہ تھے ورنہ ہم انہیں پہچانتے ہوتے حضور تو انہیں خوب پہچانتے تھے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے ۴ یعنی حضور سے بہت قریب بیٹھے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے حضرت جبریل کو پہچان لیا تھا ورنہ پوچھتے کہ تم کون ہو اور اس طرح مل کر مجھ سے کیوں بیٹھے ہو ۵ جیسے نمازی التحیات میں دوزانو بیٹھتا ہے آج کل زائرین روضہ مطہرہ پر نماز کی طرح کھڑے ہوکر سلام عرض کرتے ہیں اس ادب کی اصل' یہ حدیث ہے حضرت جبریل نے قیامت تک کے مسلمانوں کو حضور کی بارگاہ میں حاضری کا ادب سکھا دیا اور بتا دیا کہ نماز کی طرح یہاں کھڑا ہونا یا بیٹھنا حرام نہیں۔ ہاں سجدہ یا رکوع حرام ہے۔ ۶ اسلام کبھی ایمان کے معنی میں ہوتا ہے کبھی اس کے علاوہ یہاں دوسرے معنی میں ہے یعنی ظاہر کا نام اسلام ہے۔ باطنی عقائد کا نام ایمان اسی لئے یہاں شہادۃ واعمال کا ذکر ہوا۔ خیال رہے کہ اب حضور کو ''یا محمد'' کہہ کر پکارنا حرام ہے' رب فرماتا ہے: لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ الخ (۲۴' ۶۳) رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو (کنزالایمان) یہ واقعہ غالبًا اس آیت کے نزول سے پہلے ہوا یا فرشتے اس آیت سے علیحدہ (مرقاۃ) ۷ کلمہ پڑھنے سے مراد سارے اسلامی عقائد کا بیان لینا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ نماز میں الحمد پڑھنا واجب ہے ''یعنی پوری سورۃ فاتحہ'' لہٰذا اس حدیث کی بنا پر اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تمام اسلامی فرقے مرزائی چکڑالوی وغیرہ مسلمان ہیں کیونکہ یہ لوگ اسلامی عقائد سے ہٹ گئے ۸ اس میں بظاہر حضرت جبریل سے خطاب اور درحقیقت مسلمان انسانوں سے ورنہ فرشتوں پر نماز' روزہ' حج وغیرہ اعمال فرض نہیں رب فرماتا ہے: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ (۳' ۹۷) اللہ

https://archive.org/details/@madni_library

کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے۔ (کنزالایمان) خیال رہے کہ یہ اعمال اسلام کا جزو نہیں کہ ان کا تارک کافر ہو جائے یہاں کمال اسلام کا ذکر ہے۔ تارک اعمال مسلمان تو ہے مگر کامل نہیں ۹؎ کیونکہ پوچھنا نہ جاننے کی علامت ہے اور تصدیق کرنا جاننے کی علامت اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گزشتہ تمام آسمانی کتابوں سے واقف ہیں کہ ربّ نے حضور کے بارے میں فرمایا: مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ (۴۱:۲) اس کی تصدیق کرتا ہوا جو تمہارے ساتھ ہے (کنزالایمان) ۱۰؎ خیال رہے کہ عن الایمان میں ایمان اصطلاحی مراد ہے اور ان تومن میں ایمان لغوی یعنی ماننا لہٰذا یہ تعریف الشئی بنفسہ بھی نہیں اور اس میں دور بھی نہیں۔ تمام فرشتوں، نبیوں، کتابوں پر اجمالی ایمان کافی ہے گو قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم پر تفصیلی ایمان لازم ہے۔ ۱۱؎ اس طرح کہ ہر بری بھلی بات جو ہم کر رہے ہیں اللہ کے علم میں پہلے ہی سے ہے اور اس کی تحریر ہو چکی ہے تقدیر کے معنی ہیں اندازہ، تقدیر دو قسم کی ہے مبرم اور معلق، مبرم میں تبدیلی نہیں ہو سکتی، معلق دعاء و اعمال وغیرہ سے بدلی جا سکتی ہے ابلیس کی دعا سے اس کی عمر بڑھ گئی فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ۝ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (۱۵: ۳۷، ۳۸) فرمایا تو ان میں سے ہے جن کو اس معلوم وقت کے دن تک مہلت ہے۔ (کنزالایمان) حضرت آدم کی دعا سے داؤد علیہ السلام کی عمر بجائے ساٹھ سال کے سو برس ہوگئی۔ تقدیر کی پوری بحث ہماری تفسیر نعیمی تیسرے پارے میں ملاحظہ کریں ۱۲؎ یعنی ربّ نے فرمایا: لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی (۱۰: ۲۶) بھلائی والوں کے لئے بھلائی ہے۔ (کنزالایمان) وغیرہ ان آیات میں احسان سے کیا مراد ہے جواب ملا کہ اخلاص عمل ۱۳؎ کہ اگر تو خدا کو دیکھتا ہے تو تیرے دل میں کس درجہ اس کا خوف ہوتا اور کس طرح تو سنبھال کر عمل کرتا، ایسے ہی خوف کے ساتھ دل لگا کر درست عمل کر ۱۴؎ یوں تو ہر وقت ہی سمجھو کہ ربّ تمہیں دیکھ رہا ہے مگر عبادت کی حالت میں تو خاص طور پر خیال رکھو، تو انشاء اللہ عبادت آسان ہوگی، دل میں حضور و عاجزی پیدا ہوگی، آنکھوں میں آنسو آئیں گے اللہ ہم سب کو نصیب کرے آمین ۱۵؎ کہ کس دن کس تاریخ اور کس مہینہ، کس سال ہوگی معلوم ہوتا ہے کہ جبرئیل امین کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور کو اللہ تعالٰی نے قیامت کا علم دیا ہے کیونکہ جاننے والے سے ہی پوچھا جاتا ہے یہاں جبرئیل امین حضور کے امتحان یا اظہار عجز کیلئے تو سوال کر نہیں رہے ہیں، بلکہ یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ حضور کو قیامت کا علم تو ہے مگر اس کا اظہار نہ فرمایا، خیال رہے کہ حضور نے دوسرے موقعوں پر قیامت کا دن بھی بتا دیا، مہینہ بھی تاریخ بھی کہ فرمایا کہ جمعہ کو ہوگی دسویں تاریخ محرم کے مہینہ میں ہوگی ۱۶؎ یہاں علم کی نفی نہیں ورنہ فرمایا جاتا لااعلم۔ میں نہیں جانتا بلکہ زیادتی علم کی نفی ہے یعنی اس کا مجھے تم سے زیادہ علم نہیں، مقصد یہ ہے کہ اے جبریل یہاں لوگوں کا مجمع ہے اور قیامت کا علم اسرار الٰہیہ میں سے ہے۔ یہ راز مجھ سے کیوں فاش کراتے ہو، حق یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضور کو قیامت کا علم بھی دیا، تفسیر صاوی وغیرہ اسی لئے حضرت جبریل نے حضور سے یہ سوال کیا، علم قیامت کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ کرو حضور کے اس جواب سے معلوم ہوا کہ حضور نے یہاں حضرت جبریل کو پہچان لیا تھا ۱۷؎ یعنی اگر قیامت کی خبر دینا خلاف مصلحت ہے تو اس کی خصوصی علامات ہی بتا دیجئے۔ اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کو قیامت کا علم تھا۔ علامتیں واقف ہی سے پوچھی جاتی ہیں ۱۸؎ یعنی اولاد نافرمان ہو بیٹا ماں سے ایسا سلوک کرے گا جیسا کوئی لونڈی سے تو گویا ماں اپنے مالک کو جنے گی، اس کی اور بھی تفسیریں ہیں ۱۹؎ یعنی دنیا میں ایسا انقلاب آوے گا کہ ذلیل لوگ عزت والے بن جائیں گے اور عزیز لوگ ذلیل ہو جائیں گے جیسا آج دیکھا جا رہا ہے۔ سکندر ذوالقرنین نے حکم دیا تھا کہ کوئی پیشہ ور اپنا موروثی پیشہ نہیں چھوڑ سکتا تاکہ عالم کا نظام نہ بگڑ جائے۔ (اشعۃ اللمعات) معلوم ہوا کہ کمینوں کا اپنا پیشہ چھوڑ کر اونچا بن جانا علامت قیامت ہے اور اس سے نظام عالم کی تباہی ہے ۲۰؎ یہ صحابہ کا ادب ہے کہ علم اللہ رسول کے سپرد

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

کرتے ہیں۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور کا ذکر اللہ کے ساتھ ملا کر کرنا شرک نہیں بلکہ سنت صحابہ ہے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ رسول جانیں‘ اللہ رسول فضل کریں‘ اللہ رسول رحم فرمادیں‘ اللہ رسول بھلا کرے‘ دوسرے یہ کہ حضور کو خبر تھی کہ یہ سائل جبریل تھے ورنہ آپ فرمادیتے کہ مجھے بھی خبر نہیں یہ کون تھے۔ ۲۱ یعنی اس لئے آئے تھے کہ تمہارے سامنے مجھ سے سوالات کریں تم جوابات سن کر دین سیکھ لو اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر حضور کی اطاعت واجب ہے نہ کہ جبریل کی کہ یہاں جبریل نے حاضرین سے خود نہ کہہ دیا کہ لوگو! میں جبریل ہوں مجھ سے فلاں فلاں بات سیکھ لو بلکہ حضور سے کہلوایا تاکہ لوگوں کیلئے قابل قبول ہو‘ جبریل کے معنی ہیں ''عبداللہ'' جبر بمعنی عبد‘ ایل‘ اللہ بزبان عبرانی ۲۲ یعنی پانچ چیزیں رب تعالٰی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ قیامت کب ہوگی‘ بارش کب آئے گی‘ ماں کے پیٹ میں کیا ہے اور میں کل کیا کروں گا اور کہاں مروں گا اس میں سورہ لقمان کی آخری آیت کی طرف اشارہ ہے اس آیت و حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ نے کسی کو یہ علم دیئے ہی نہیں کا تب تقدیر فرشتہ اور ملک الموت کو یہ علوم بخشے گئے ہمارے حضور نے بدر کی جنگ سے پہلے زمین پر خطوط کھینچ کر بتایا کہ کل یہاں فلاں فلاں کافر مارا جائے گا‘ بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ علوم خمسہ قیاس تخمینہ حساب سے معلوم نہیں ہوسکتے صرف وحی الٰہی سے ان کا پتا لگ سکتا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ وَالْحَجُّ وَصَوْمُ رَمَضَانَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲) روایت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ۱ فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام پانچ چیزوں پر قائم کیا گیا ۲ اس کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں‘ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ ۳ اور نماز قائم کرنا ۴ زکوٰۃ دینا اور حج کرنا ۵ اور رمضان کے روزے۔ (بخاری ومسلم)

(۲) ۱ آپ کا نام عبداللہ ابن عمر ہے ظہور نبوت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے ۷۳ھ میں شہادت ابن زبیر سے تین ماہ بعد وفات پائی۔ ذی طوی کے مقبرہ مہاجرین میں دفن ہوئے۔ چوراسی سال عمر شریف پائی‘ بڑے متقی اور اعمل بالسنہ تھے رضی اللہ عنہ (مرقات وغیرہ) ۲ یعنی اسلام مثل خیمہ یا چھت ہے اور یہ پانچ ارکان اس کے پانچ ستونوں کی طرح کہ جو کوئی ان میں سے ایک کا انکار کرے گا وہ اسلام سے خارج ہوگا۔ اور اس کا اسلام منہدم ہو جائے گا۔ خیال رہے کہ ان اعمال پر کمال ایمان موقوف ہے اور ان کے ماننے پر نفس ایمان موقوف‘ لہٰذا جو صحیح العقیدہ مسلمان کبھی کلمہ نہ پڑھے یا نماز‘ روزہ کا پابند نہ ہو وہ اگرچہ مومن تو ہے مگر کامل نہیں اور جو ان میں سے کسی کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں‘ نہ اعمال ایمان کے اجزاء ہیں۔ ۳ اس سے سارے عقائد اسلامیہ مراد ہیں جو کسی عقیدے کا منکر ہے وہ حضور کی رسالت ہی کا منکر ہے۔ حضور کو رسول ماننے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کی ہر بات کو مانا جائے ۴ ہمیشہ پڑھنا‘ صحیح پڑھنا دل لگا کر پڑھنا نماز قائم کرنا ہے۔ ۵ اگر مال ہو تو زکوٰۃ و حج ادا کرنا فرض ہے ورنہ نہیں مگر ان کا ماننا بہرحال لازم ہے۔ نماز ہجرت سے پہلے معراج میں فرض ہوئی‘ زکوٰۃ و روزہ ۲ھ میں اور حج ۹ھ میں فرض ہوئے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَةً فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

(۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ۱ فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کی چند اور ستر شاخیں ہیں ۲ ... کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سب

https://archive.org/details/@madni_library

وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

سے ادنیٰ' تکلیف دہ چیز کا راستہ سے ہٹانا ہے[۴] اور غیرت بھی ایمان کی شاخ ہے۔[۵]

[۱] آپ کا نام کفر میں عبدالشمس اور اسلام میں عبدالرحمٰن ابن صخر دوسی ہے۔ خیبر کے سال اسلام لائے چار سال سفر و حضر میں حضور کے ہمراہ سایہ کی طرح رہے آپ کو بلی بڑی پیاری تھی' حتیٰ کہ ایک بار اپنی آستین میں بلی لئے ہوئے تھے۔ حضور نے فرمایا تم ابوہریرہ یعنی بلیوں والے ہو' تب آپ اس کنیت سے مشہور ہو گئے' مدینہ منورہ میں ۵۹ھ میں وفات ہوئی' جنت البقیع میں دفن ہوئے' ۷۸ سال عمر ہوئی' غضب کا حافظہ تھا۔ آپ سے چار ہزار تین سو چونسٹھ حدیثیں مروی ہیں۔[۲] شعبہ درخت کی شاخ کو کہتے ہیں' یہاں خصلت مراد ہے یعنی معمولی کام سے لے کر اعلیٰ کام تک سب اسلامی خصلتیں ہیں کسی کو نہ چھوڑو۔[۳] یعنی کلمہ طیبہ پڑھتے رہنا اس کی عادت ڈال لینا' مردے کو کلمہ طیبہ کا ثواب پہنچانا تیجہ وغیرہ کرنا' اس حدیث سے ماخوذ ہے کہ افضل عبادت کا ثواب بھی افضل ہے۔ یہ ہی بخشنا چاہئے۔[۴] پتھر اینٹ یا لکڑی وغیرہ جس سے لوگ الجھیں یا ٹھوکر کھائیں دور کر دینا ثواب ہے۔ ایسے ہی مخلوق کو فائدہ پہنچانا بڑا ثواب ہے حتیٰ کہ پانی پلانا اسی لئے بعض لوگ سبیلیں لگاتے ہیں۔[۵] غیرت سے ایمانی غیرت مراد ہے' جو گناہوں سے روک دے۔ بندہ مخلوق سے' اللہ کے رسول سے' فرشتوں سے' اللہ تعالیٰ سے شرم کرے' گناہ نہ چھپ کر کرے کہ اللہ رسول فرشتے دیکھتے ہیں۔ نہ علانیہ کرے کہ مسلمان بھی دیکھ رہے ہیں۔ نفسانی یا شیطانی غیرت مراد نہیں جیسے نماز یا غسل سے شرمانا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَانَهَى اللّٰهُ عَنْهُ هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ وَلِمُسْلِمٍ قَالَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرٌ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ

(۴) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے[۱] فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان وہ ہے[۲] جس کی زبان و ہاتھ سے مسلمان[۳] محفوظ رہیں اور مہاجر وہ جو ممنوع چیزوں کو چھوڑ دے۔[۴] یہ بخاری کے الفاظ ہیں اور مسلم میں ہے فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون مسلمان بہتر ہے فرمایا جس کی زبان و ہاتھ سے مسلمان امن میں رہیں۔[۵]

(۴) [۱] آپ عمرو ابن عاص ابن وائل کے بیٹے ہیں۔ اپنے والد سے پہلے ایمان لائے۔ آپ نے ہی حضور کی اجازت سے احادیث لکھیں۔ جن کی تعداد سات سو ہے' بڑے عالم' بڑے متقی عابد تھے' آخر میں نابینا ہو گئے تھے۔ ۶۳ھ طائف یا مصر میں وفات ہوئی (مرقات) [۲] یعنی کامل مسلمان جو لغۃً شرعاً ہر طرح مسلمان ہو وہ مومن ہے جو کسی مسلمان کی غیبت نہ کرے گالی' طعنہ' چغلی وغیرہ نہ کرے کسی کو نہ مارے پیٹے' نہ اس کے خلاف کچھ تحریر کرے یہ حدیث اخلاق کی جامع ہے' مسلمانوں کی سلامتی کا ذکر خصوصیت سے ہے اس لئے فرمایا کہ بعض صورتوں میں کفار سے لڑنا بھڑنا' انہیں برا کہنا عبادت ہے۔ یہاں ظلماً غیبت و اذیت مراد ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ ظالم مسلمان کافر ہے یا رحم دل کافر مسلمان ہے[۳] یعنی کامل مہاجر وہ مسلمان ہے جو ترک وطن کے ساتھ ترک گناہ بھی کرے یا گناہ چھوڑنا بھی لغۃً ہجرت ہے جو ہمیشہ جاری رہے گی۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى

(۵) روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے[۱] فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

تا آنکہ میں اسے ماں باپ اولاد اور سب لوگوں سے پیارا ہو جاؤں۲ (مسلم و بخاری)

(۵)۱؎ آپ انس بن مالک ابن نضر انصاری خزرجی ہیں۔ حضور کے خادم خاص' دس سال صحبت پاک میں رہے۔ سو برس سے زیادہ عمر پائی۔ عہد فاروقی میں بصرہ چلے گئے تھے وہاں سے قریب ہی ۹۳ھ میں آپ کا انتقال ہوا بصرہ میں آخری صحابی کی وفات آپ کی ہوئی' آپ کی قبر انور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔۲؎ یہاں پیارے سے مراد طبعی محبوب ہے نہ کہ صرف عقلی کیونکہ اولاد کو ماں باپ سے طبعی الفت ہوتی ہے یہ ہی محبت حضور سے زیادہ ہونی چاہئے اور بحمدہ تعالیٰ ہر مومن کو حضور جان و مال اور اولاد سے زیادہ پیارے ہیں۔ عام مسلمان بھی مرتد اولاد بے دین ماں باپ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ حضور کی عزت پہ جان نچھاور کر دیتے ہیں۔ غازی عبدالرشید غازی علم دین' عبدالقیوم وغیرہ کی زندہ جاوید مثالیں موجود ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَبِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ يَكْرَهُ اَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يُكْرَهُ اَنْ يُلْقٰى فِي النَّارِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ جس میں تین خصلتیں ہوں وہ ایمان کی لذت پالے گا۱؎ اللہ و رسول تمام ماسوا سے زیادہ پیارے ہوں۲؎ جو بندے سے صرف اللہ کیلئے محبت کرے۳؎ جو کفر میں لوٹ جانا جبکہ رب نے اس سے بچالیا ایسا برا جانے جیسے آگ میں ڈالا جانا۔۴؎

(۶)۱؎ جیسے جسمانی غذاؤں میں مختلف لذتیں ہیں ایسے ہی روحانی غذاؤں ایمان و اعمال میں بھی مختلف مزے ہیں اور جیسے ان غذاؤں کی لذتیں وہی محسوس کر سکتا ہے جس کے حواس ظاہری درست ہوں ایسے ہی ان ایمانی غذاؤں کی لذتیں بھی وہی محسوس کر سکتا ہے جس کی روح درست ہو اور جیسے ظاہری حواس درست کرنے کی مختلف دوائیں ہیں۔ ایسے ہی ان حواس کے درست کرنے والی روحانی دوائیں ہیں۔ اس حدیث میں ان ہی دواؤں کا ذکر ہے۔ حضور جسمانی و روحانی حکیم مطلق ہیں جو ایمان کی حلاوت پالیتا ہے وہ بڑی بڑی مشقتیں خوشی سے جھیل لیتا ہے۔ جاڑوں کی نماز' جہاد خنداں پیشانی سے ادا کرتا ہے' کربلا کا میدان اس حدیث کی زندہ جاوید تفسیر ہے۔ یہ لذت ہی ہر مشکل کو آسان کر دیتی ہے۔ اسی سے رضا بالقضاء نصیب ہوتی ہے۔۲؎ یعنی مال و دولت زن فرزند وغیرہ تمام دنیاوی نعمتیں اس میں قرآن' کعبہ و مدینہ منورہ داخل نہیں کہ ان کی محبت عین اللہ رسول کی محبت ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور سے اللہ والی محبت چاہئے۔ محبت کی بہت قسمیں ہیں' ماں سے محبت اور قسم کی ہے۔ بیوی سے اور طرح کی' اولاد سے اور طرح کی' بہن بھائی سے اور نوعیت کی۔ حضور سے محبت اسی نوعیت کی چاہئے جس نوعیت کی اللہ سے ہو۔ یعنی محبت ایمانی وعرفانی هما فرمانے سے معلوم ہوا کہ اللہ رسول کیلئے ایک ضمیر تثنیہ آسکتی ہے جہاں ممانعت ہے وہاں برابری کے احتمال کے موقع پر ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ خیال رہے کہ یہاں محبت سے طبعی محبت مراد ہے نہ کہ محض عقلی۳؎ یعنی بندوں سے محض اس لئے محبت کرے کہ رب راضی ہو جائے دنیاوی غرض اس میں شامل نہ ہو' استاذ' شیخ' حتی کہ ماں باپ' اولاد سے اس لئے محبت کرے کہ رضاء الٰہی کا ذریعہ ہیں اور سنت اسلام۔ یہ محبت دائمی ہے۔ دنیاوی محبتیں جلد ٹوٹ جانے والی ہیں۔ رب فرماتا ہے: اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ (۴۳'۶۷)

https://archive.org/details/@madni_library

گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار (کنزالایمان) ۴ یعنی کفر اور کفار سے طبعی نفرت ہو جائے اسلام کی توفیق کو ربّ کی نعمت جانے کفار سے ایسے بچے جیسے سانپ سے کہ سانپ دشمن جان ہے اور یہ لوگ دشمن ایمان۔

وَعَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاقَ طُعْمَ الْاِيْمَانِ مَنْ رَّضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۷) روایت ہے عباس ابن عبدالمطلب سے ۱ فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا جو اللہ کے ربّ ہونے اسلام کے دین ہونے، محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نبی ہونے سے راضی ہو گیا ۲

(۷) ۱ آپ حضور کے حقیقی چچا ہیں، حضور سے دو برس عمر میں زیادہ تھے۔ فرماتے تھے بڑے حضور ہیں، عمر میری زیادہ ہے آپ کی والدہ نے کعبہ معظمہ پر اولاً حریر و دیباج کا ریشمی غلاف ڈالا۔ آپ واقعہ فیل سے پہلے پیدا ہوئے اور ۱۲ رجب جمعہ کے دن ۳۲ھ بیاسی سال کی عمر میں وفات پائی جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ فقیر نے قبر انور کی زیارت کی ہے۔ اسلام پہلے لا چکے تھے، بدر میں مجبوراً کفار کے ساتھ آئے تھے۔ اپنی ہجرت کے دن اسلام ظاہر کیا، آپ آخری مہاجر ہیں۔ ۲ اللہ کی ربوبیت سے راضی ہونا یہ ہے کہ راضی بقضا رہے۔ بیمار طبیب کی کڑوی دوا اور آپریشن سے بھی راضی ہوتا ہے۔ اسلام کے دین ہونے پر راضی ہونے کا یہ مطلب ہے کہ احکام اسلام بخوشی قبول کرے۔ کسی حکم پر زبان طعن نہ کھولے۔ حضور علیہ السلام کی نبوت پر رضا یہ ہے کہ آپ کی سنتوں سے محبت کرے۔ آپ کی اولاد، مدینہ منورہ بلکہ جس چیز کو حضور سے نسبت ہو اس سے محبت کرے۔ یہ حدیث گزشتہ کے خلاف نہیں جسے یہ تین اوصاف نصیب ہوں گے اسے گزشتہ تین چیزیں بھی مل جائیں گی۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَا يَسْمَعُ بِيْ اَحَدٌ مِّنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ يَهُوْدِيٌّ وَّلَا نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ يَمُوْتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِيْ اُرْسِلْتُ بِهٖ اِلَّا كَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۸) روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس کی قسم اس امت میں سے کوئی یہودی عیسائی میرا نام سن لے ۱ پھر ایمان لائے بغیر مر جائے اس پر جو مجھے دے کر بھیجا گیا مگر وہ دوزخی ہوگا ۲

(۸) ۱ امت سے مراد امت دعوت ہے۔ یعنی سارے انسان یہودی عیسائی اس کا بیان ہے، مشرکین وغیرہ کفار خود بخود اس میں داخل ہو گئے کہ جب یہود نصاریٰ پر بھی اسلام لانا ضروری ہوا، جو پہلے پیغمبر پر ایمان لا چکے ہیں تو جو سرے سے کسی نبی کو مانتے نہیں ان پر یقیناً اسلام لانا ضروری ہے۔ ۲ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ تمام مخلوق پر حضور کی اطاعت لازم ہے کسی ملک کسی قبیلہ کسی زمانہ کا ہو جو خدا کا بندہ ہے اس پر حضور کی اطاعت لازم ہے دوسرے یہ کہ جسے حضور کی نبوت کی اطلاع نہ پہنچے وہ معذور ہے اس کی نجات کیلئے صرف عقیدہ توحید کافی ہے۔ لہٰذا حضور کے والدین کریمین مغفور و جنتی ہیں کہ وہ حضرات موحد تھے اور حضور کی نبوت سے پہلے وفات پا گئے۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق ہماری تفسیر نعیمی پارہ اول میں دیکھو۔

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَهُمْ

(۹) روایت ہے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں ۱ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین شخص وہ ہیں جنہیں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اَجْرَانِ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اٰمَنَ بِنَبِيِّهٖ وَاٰمَنَ بِمُحَمَّدٍ وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوْكُ اِذَا اَدّٰى حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِيْهِ وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهٗ اَمَةٌ يَطَاُهَا فَاَدَّبَهَا فَاَحْسَنَ تَادِيْبَهَا وَعَلَّمَهَا فَاَحْسَنَ تَعْلِيْمَهَا ثُمَّ اَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهٗ اَجْرَانِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ڈبل ثواب ملتا ہے وہ کتابی جو اپنے نبی پر بھی ایمان لائے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی[۲] غلام مملوک جب اللہ کا حق بھی ادا کرے اور اپنے مولاؤں کا بھی[۳] اور وہ شخص جس کے پاس لونڈی تھی جس سے صحبت کرتا تھا اسے اچھا ادب دیا اور اچھی طرح علم سکھایا پھر اسے آزاد کرکے اس سے نکاح کرلیا اس کیلئے دوہرا ثواب ہے۔[۴]

(۹)[۱] آپ قدیم الاسلام صحابی ہیں، نام عبداللہ ابن قیس ہے، قبیلہ بنی اشعر سے ہیں یمن سے مکہ معظمہ آکر مسلمان ہوئے۔ اولاً حبشہ پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ بصرہ کے حاکم رہے۔ علی مرتضی نے آپ کو اپنا پنچ بنایا صلح امیر معاویہ کے موقع پر۔ ۵۲ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی۔ (رضی اللہ عنہ) آپ کے بہت مناقب ہیں۔ نجف اشرف میں آپ کی قبر کی زیارت کرائی جاتی ہے میں بھی حاضر ہوا مگر یہ درست نہیں [۲] یعنی اہل کتاب اگر حضور پر ایمان لے آئیں تو انہیں اولاً اہل کتاب ہونے پر بھی ثواب ملے گا۔ اگرچہ اس حالت میں وہ اپنے نبیوں پر غلط طریقہ سے ایمان لائے تھے کہ عیسائی حضرت مسیح کو یہود حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے تھے مگر چونکہ ان نبیوں کو سچا، ان کی کتابوں کو برحق تو مانتے تھے۔ اس کا ثواب اب پالیں گے جیسے عبداللہ بن سلام و کعب احبار وغیرہ یہ حکم تاقیامت ہے [۳] اس طرح کہ اگر چند مولاؤں کا مشترکہ غلام تھا پھر ان سب کے حقوق و خدمات بھی ادا کرتا رہا اور فرائض اسلام بھی بجا لاتا رہا، غرضیکہ جس قدر دنیا میں پھنسا وا زیادہ، اسی قدر عبادت پر اجر زیادہ [۴] ایک تو لونڈی کو ادب و تعلیم دینے اور آزاد کرنے کا ثواب دوسرا اس سے نکاح کرلینے کا اجر۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ اِلَّا اَنَّ مُسْلِماً لَّمْ يَذْكُرْ بِحَقِّ الْاِسْلَامِ

(۱۰) روایت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ مجھے حکم دیا گیا کہ لوگوں سے جنگ کروں تاکہ گواہی دیں کہ رب کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں[۱] اور نماز قائم کریں، زکوۃ دیں[۲] جب یہ کرلیں گے تو مجھ سے اپنے خون و مال بچالیں گے۔[۳] سوا اسلامی حق کے[۴] ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ اس میں بخاری مسلم کا اتفاق ہے مگر مسلم نے اسلامی حق کا ذکر نہ کیا۔

(۱۰)[۱] یہاں حتی بمعنی کہ ہے جیسے اسلمت حتی ادخل الجنۃ یعنی مجھے حکم الٰہی ہے کہ ملک گیری یا مال گیری کی نیت سے جہاد نہ کروں بلکہ لوگوں کو ہدایت دینے کی نیت سے کروں۔ اس صورت میں حدیث پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ یہ آیات قرآنیہ کے خلاف ہے اور الناس سے مراد سارے کفار ہیں لہٰذا یہ حتی انتہا کا نہیں۔ خیال رہے کہ مشرکین عرب کیلئے حکم جزیہ نہیں یا وہ ایمان لائیں یا قتل و قید عبدیت وغیرہ رب فرماتا ہے: وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ (۲،۱۹۳) اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے (کنزالایمان) عرب کے اہل کتاب اور عجم کے تمام کفار کیلئے یا ایمان یا جزیہ ورنہ قتل و قید وغیرہ رب فرماتا ہے: حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ (۹،۲۹) جب تک اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں ذلیل ہوکر (کنزالایمان) مرتد کیلئے یا اسلام یا قتل ہے نہ جزیہ نہ قید، رب فرماتا

https://archive.org/details/@madni_library

ہے: تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ (۱۶،۴۸) کہ ان سے لڑو یا وہ مسلمان ہو جائیں۔ (کنزالایمان) باغیوں کیلئے یا قتل یا بغاوت سے توبہ رب فرماتا ہے: فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ (۹،۴۹) تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔ (کنزالایمان) لہٰذا آیات و احادیث متفق ہیں۔۲؎ چونکہ اس وقت تک روزہ، جہاد وغیرہ کے احکام نہ آئے تھے اسی لئے ان کا ذکر نہ ہوا اگر کوئی نماز یا زکوۃ کا انکار کرے تو کافر ہے اس پر کفار کا سا جہاد ہوگا۔ تارکین نماز و زکوۃ کی گوشمالی کرنی ہوگی ۳؎ چونکہ اس زمانہ مبارک میں اسلام میں نئے فرقے نہ بنے تھے۔ کلمہ، نماز و زکوۃ ایمان کی علامت تھی اس لئے فرمایا کہ جو یہ تین کام کرے اس کا جان و مال محفوظ ہے اب بہت مرتد فرقے کلمہ، نماز، زکوۃ پر کاربند ہیں مگر مرتد ہیں ان پر ارتداد کا جہاد ہوگا جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کے معتقدین پر جہاد کیا اب بھی قادیانیوں وغیرہ مرتدین کا یہ ہی حکم ہے ۴؎ یعنی اگر اسلام لاکر قتل، زنا یا ڈکیتی وغیرہ کریں تو قتل کے مستحق ہوں گے کہ یہ اسلام کا حق ہے یہ قتل کفر نہ ہوگا۔ ۵؎ یعنی اگر کوئی زبانی کلمہ ظاہری نماز و زکوۃ ادا کرے تو ہم اس پر جہاد نہ کریں گے اگر منافقت سے یہ کام کرتا ہے تو رب اسے سزا دے گا۔ اسلامی جہاد منافقوں پر نہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِيْ لَهٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰهَ فِيْ ذِمَّتِهٖ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۱) روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ہماری سی نماز پڑھے ہمارے قبلہ کو منہ کرے ہمارا ذبیحہ کھالے تو یہ وہ مسلمان ۱؎ ہے جس پر اللہ رسول کی ذمہ داری ہے لہٰذا تم اللہ کا ذمہ نہ توڑو ۲؎ (بخاری)

(۱۱) ۱؎ خیال رہے کہ مومن کی علامات مختلف زمانوں میں مختلف رہی ہیں اس لحاظ سے ان کے متعلق مختلف احادیث وارد ہوئیں ایک وقت صرف کلمہ پڑھنا مومن کی علامت تھی نماز وغیرہ کوئی احکام نہ آئے تھے۔ تب ارشاد ہوا: مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ جس نے کلمہ پڑھ لیا جنتی ہوگیا پھر وہ وقت آیا جب نماز وغیرہ بھی آگئی تو ارشاد ہوا جو یہاں مذکور ہے مدینہ منورہ میں منافقین بھی تھے جو کلمہ نماز وغیرہ ادا کرتے ہوئے بھی بے ایمان رہے تب اللہ رسول کی محبت علامت ایمان قرار پائی کہ ارشاد ہوا لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ الخ آئندہ کے متعلق خبر دی گئی کہ آخر زمانہ میں ایک قوم ہوگی جو تم سے زیادہ عابد و زاہد ہوں گے مگر اسلام سے خارج ہوں گے غرضیکہ جیسے حالات ویسی علامات آج مرزائی روافض وغیرہم یہ کام کرتے ہیں مگر مومن نہیں ۲؎ یعنی یہ مومن اللہ رسول کی امان میں ہے تم اسے نہ ستاؤ ورنہ اللہ رسول کے خائن ٹھہرو گے اس سے معلوم ہوا کہ حضور کی پناہ اور ذمہ لینا شرک نہیں ایمان کا رکن ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ متقی مسلمان کو ستانا فاسق کو ستانے سے زیادہ برا ہے کہ اس میں ظلم بھی ہے اور اللہ رسول کی خیانت بھی۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَتَى اَعْرَابِيٌّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُهٗ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوْبَةَ وَتُؤَدِّيْ الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا اَزِيْدُ عَلٰى هٰذَا شَيْئًا وَلَا اَنْقُصُ مِنْهُ فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ النَّبِيُّ

(۱۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کرنے لگے کہ مجھے ایسے کام کی ہدایت فرمایئے کہ میں وہ کروں تو جنتی ہو جاؤں فرمایا اللہ کو پوجو اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ نماز قائم کرو اور زکوۃ فرض دو، رمضان کے روزے رکھو ۱؎ وہ بولے قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کبھی اس سے کچھ گھٹاؤں بڑھاؤں گا نہیں ۲؎ پھر

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى هٰذَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

جب وہ چل دیئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو جنتی مرد کو دیکھنا چاہے وہ اسے دیکھ لے۔۳؎ (بخاری ومسلم)

(۱۲)۱؎ یہ جملہ عبادت کی تفسیر ہے چونکہ اس وقت تک جہاد وغیرہ احکام آئے نہ تھے یا اس پر جہاد فرض نہ تھا اس لئے جہاد کا ذکر نہ فرمایا۔۲؎ یعنی ان فرائض میں اپنی طرف سے زیادتی کمی نہ کروں گا کہ فجر چار یا چھ پڑھوں اور ظہر دو یا تین یا روزے چالیس رکھ لوں یا اپنی قوم تک بعینہٖ یہ ہی احکام پہنچا دوں گا تبلیغ میں زیادتی کمی نہ کروں گا یا اب سوال میں زیادتی کمی نہ کروں گا لہٰذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ فطر وقربانی، نماز عیدین، روزہ نذر، وتر ضروری نہ ہوں یہ احکام اس وقت تک آئے ہی نہ تھے بعد میں خود حضور نے احکام میں زیادتی فرمائی لہٰذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں۔۳؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جنتی آدمی کو دیکھنا بھی ثواب بزرگوں کے دیدار سے گناہ بخشے جاتے ہیں

اٹھ جاگ فریدا ستیاوں مسجد دے جا مت کوئی بخشیا مل پوے توں وی بخشیا جا

دوسرے یہ کہ حضور کو لوگوں کے انجام نیک بختی، بدبختی کا علم ہے جانتے ہیں کہ جنتی کون ہے دوزخی کون حضور کو خبر تھی کہ یہ بندہ مومن تقویٰ پر قائم رہے گا ایمان پر مرے گا جنت میں جائے گا۔

وَعَنْ سُفْيَانَ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْ لِّيْ فِي الْاِسْلَامِ قَوْلًا لَااَسْاَلُ عَنْهُ اَحَداً بَعْدَكَ وَفِيْ رِوَايَةٍ غَيْرَكَ قَالَ قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۳) روایت ہے حضرت سفیان ابن عبداللہ ثقفی سے۱؎ کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے اسلام کے متعلق ایسی بات بتائیں کہ آپ کے بعد اس کے متعلق کسی سے نہ پوچھوں۔ دوسری روایت میں ہے (کہ آپ کے سوا) فرمایا کہ کہو کہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر قائم رہو۔۲؎

(۱۳)۱؎ آپ کا نام سفیان ابن عبداللہ ابن ربیعہ ہے کنیت ابوعمرو قبیلہ بنی ثقیف سے ہیں اہل طائف میں سے ہیں زمانہ فاروقی میں طائف کے حاکم رہے۔ کل پانچ حدیثیں آپ سے مروی ہیں بڑے متقی عابد تھے۔۲؎ اللہ پر ایمان لانے سے مراد سارے عقائد اسلامیہ ماننا ہیں لہٰذا اس میں توحید و رسالت حشر ونشر، ملائکہ جنت دوزخ سب پر ایمان لانا داخل ہے جیسے کسی کو اپنا باپ مان کر اس کے سارے اہل قرابت کو اپنا عزیز ماننا پڑتا ہے کہ اس کا باپ ہمارا دادا ہے اس کی اولاد ہمارے بھائی بہن، اس کے بھائی ہمارے چچا، تائے اور استقامت سے مراد سارے اعمال اسلامیہ پر سختی و پابندی سے عمل کرنا ہے لہٰذا یہ حدیث ایمان وتقویٰ کی جامع ہے اور اس پر عامل یقیناً جنتی ہے رب فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (۴۱:۳۰) یہ کلمات جامع سے ہے۔

وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرَ الرَّاسِ نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهٖ وَلَا نَفْقَهُ مَايَقُوْلُ حَتّٰى دَنَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَا يَسْاَلُ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(۱۴) روایت ہے حضرت طلحہ ابن عبیداللہ سے۱؎ ایک نجدی شخص۲؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بال بکھیرے حاضر ہوا جس کی گنگناہٹ تو ہم سنتے تھے مگر سمجھتے نہ تھے کہ کیا کہتا ہے یہاں تک کہ حضور انور کے قریب پہنچ گیا تو اسلام کے بارے میں پوچھنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دن رات میں

https://archive.org/details/@madni_library

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ فَقَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ وَذَكَرَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكٰوةَ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا فَقَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُوْلُ لَا أَزِيْدُ عَلَيَّ هٰذَا وَلَا أَنْقُصُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ الرَّجُلُ إِنْ صَدَقَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

پانچ نمازیں ہیں۔۳ بولا ان کے سوا میرے ذمہ اور نماز بھی ہے فرمایا نہیں ہاں چاہو تو نفل پڑھو۔۴ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ماہ رمضان کے روزے۔ بولا کیا مجھ پر اس کے سوا اور بھی ہیں۔ فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفل ادا کرے فرمایا اس سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے زکوۃ کا ذکر فرمایا بولا کیا میرے ذمہ کچھ اور بھی ہے فرمایا نہیں۵ مگر یہ کہ تو نفل ادا کرے فرمایا اس نے پیٹھ پھیر لی۔ یہ کہتا جاتا تھا کہ میں اس سے نہ زیادہ کروں گا اور نہ کم کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر یہ شخص سچا ہے تو کامیاب ہوگا۔۶

(۱۴) ا؎ آپ کی کنیت ابومحمد ہے قرشی ہیں ابوبکر کے بھتیجے قدیم الاسلام ہیں، تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے، جنگ احد میں حضور کے ڈھال بنے اور چوبیس زخم کھائے۔ آپ کے جسم پر کل ۷۵ زخم تھے جو غزوات میں کھائے تھے۔ جنگ جمل میں ۳۶ھ میں بصرہ میں شہید ہوئے۔ وہاں ہی آپ کا مزار پرانوار ہے فقیر نے مزار پاک کی زیارت کی ہے۔ حضور کی دعوت اور دعوت کے معجزات آپ کے ہاں ظاہر ہوئے جو مشہور ہیں۲ نجد عرب کا ایک صوبہ ہے جو مکہ معظمہ اور عراق کے درمیان واقع ہے اس صوبہ کے متعلق حضور نے دعائے خیر نہ فرمائی اور وہاں سے وہابی فرقے کے نکلنے کی خبر دی جو آخر کتاب میں انشاءاللہ ذکر ہوگا۔۳ یعنی ان پانچ نمازوں کے سوا اور نماز اسلام کا فرض نہیں عیدین اور وتر واجب ہے۔ نماز جمعہ ظہر کی قائم مقام ہے لہٰذا یہ ان ہی پانچ میں شامل ہے۔۴ نفل سے لغوی معنی مراد ہیں فرض پر زائد۔ رب فرماتا ہے: وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ (۱۷-۷۹) اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لئے زیادہ ہے۔ (کنزالایمان) لہٰذا اس میں وتر وعیدین داخل ہیں یا اس وقت تک یہ نمازیں اسلام میں آئی نہ تھیں بہرحال یہ حدیث وتر وعیدین کے وجوب کے خلاف نہیں احناف کے مخالف نہیں۔۵ یہ جملہ بھی فطرے اور قربانی کے وجوب کے خلاف نہیں جیسا کہ نمبر۲ کی تقریر سے واضح ہے۔۶ یعنی اگر صدق دل سے وعدہ کیا ہے تو کامیاب ہوگا یا اگر اس وعدے کو پورا کر دکھائے تو کامیاب ہوگا معلوم ہوتا ہے کہ نجدیوں کا اعتبار نہیں ہوتا کیونکہ اس سے پہلے ایک سائل کے ان ہی الفاظ پر حضور نے فلاح وکامیابی کا قطعی حکم دے دیا اس نجدی کے ان ہی الفاظ پر مشکوک طریقہ سے کامیابی بیان فرمائی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ إِنَّ وَفْدَ عَبْدِالْقَيْسِ لَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ الْقَوْمُ أَوْ مَنِ الْوَفْدُ قَالُوْا رَبِيْعَةُ قَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرَ خَزَايَا وَّلَا نَدَامٰى قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا لَا نَسْتَطِيْعُ أَنْ نَّأْتِيَكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ

(۱۵) روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ قبیلہ عبدالقیس کا نمائندہ وفد۲ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تم کون قوم یا کون وفد ہو عرض کیا ہم ربیعہ ہیں۔۳ فرمایا یہ وفد یا قوم خوب اچھے آگئے کہ نہ رسوا ہوئے نہ شرمندہ۴ عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ تک صرف محترم مہینہ میں آسکتے ہیں۵ کیونکہ ہمارے آپ کے درمیان

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

الْحَرَام وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّار مُضَرَ فَمُرْنَا بِاَمْرٍ فَصْلٍ نُخْبِرْ بِهٖ مَنْ وَّرَآءَ نَاوَنَدْخُلْ بِهِ الْجَنَّةَ وَسَأَلُوْهُ عَنِ الْاَشْرِبَةِ فَاَمَرَهُمْ بِاَرْبَعٍ وَّنَهَاهُمْ عَنْ اَرْبَعٍ اَمَرَهُمْ بِالْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءُ الزَّكٰوةِ وَصِيَامُ رَمَضَانَ وَاَنْ تُعْطُوْا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمُسَ وَنَهَاهُمْ عَنْ اَرْبَعٍ عَنِ الْحَنْتَمِ وَالدُّبَّآءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْمُزَفَّتِ وَقَالَ احْفَظُوْهُنَّ وَاَخْبِرُوْا بِهِنَّ مَنْ وَّرَآءَكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهٗ لِلْبُخَارِيِّ.

کفار مضر کا قبیلہ حائل ہے۔ ۶ لہٰذا ہمیں فیصلہ کن خبر فرما دیں جس کی خبر ہم اپنے پیچھے والوں کو بھی دے دیں اور ہم جنت میں بھی پہنچ جائیں ۷ انہوں نے حضور سے شرابوں کے متعلق پوچھا تو حضور نے انہیں چار چیزوں کا حکم دیا اور چار چیزوں سے منع فرمایا۔ اللہ پر ایمان لانے کا حکم فرمایا کیا جانتے ہو صرف اللہ پر ایمان لانا کیا ہے وہ بولے اللہ رسول جانیں ۸ فرمایا یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم رکھنے، زکوٰۃ دینے، رمضان کے روزے کا ۹ اور فرمایا کہ غنیمت میں سے پانچواں حصہ حاضر کرو ۱۰ اور چار چیزوں سے منع فرمایا ٹھلیا سے، تو نبی سے، لکڑی کی دوری سے اور تارکول والے پیالے سے ۱۱ فرمایا یہ خود بھی یاد کرلو دوسروں کو اس کی خبر دے دو۔ ۱۲ (مسلم بخاری) لفظ بخاری کے ہیں۔

(۱۵) ۱ آپ کا نام عبداللہ ابن عباس ابن عبدالمطلب ہے۔ حضور کے چچازاد ہیں آپ کی والدہ لبابہ بنت حارث یعنی ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ ہیں۔ آپ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے جب تیرہ سالہ تھے تو حضور کی وفات ہوئی۔ آپ کا لقب حبر اُمت ہے یعنی امت اسلامیہ کے بڑے عالم۔ تفسیر قرآن کے امام ہیں آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ ۶۸ ہجری میں بمقام طائف ۷۱ برس عمر شریف میں وصال ہوا طائف میں مزار شریف ہے، فقیر نے زیارت کی ہے۔ ۲ وفد قوم کے وہ نمائندہ کہلاتے ہیں جو اپنی قوم کی طرف سے سلطان یا امیر کی خدمت میں کچھ پیام سلام لے کر حاضر ہوں یا ان کی طرف سے عہد وفاداری کریں۔ یہ چودہ حضرات تھے جو قبیلہ عبدالقیس کی طرف سے ایمان لائے اور حضور سے احکام اسلام معلوم کرنے حاضر ہوئے تھے۔ یہ قبیلہ بحرین قطیف، ہجر وغیرہ بستیوں میں آباد تھا، عبدالقیس ان کے جد کا نام تھا جن کا سلسلہ نسب ربیعہ ابن نزار ابن معد ابن عدنان تک پہنچتا ہے۔ اس لئے اس قبیلہ کو عبدالقیس بھی کہتے ہیں اور ربیعہ بھی۔ ۳ یہ سوال و جواب لوگوں کو سنانے کیلئے ہیں حضور تو واقف تھے مرقات میں اسی جگہ ہے کہ یہ وفد جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچا تو حضور نے حاضرین کو خبر دی کہ وفد عبدالقیس آ رہا ہے جو مشرق کے بہترین لوگوں میں سے ہے ان میں اشج بھی ہے جس کا نام منذر ہے پوچھنا بے علمی سے ہی نہیں ہوتا رب نے پوچھا تھا وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى (۲۰، ۱۷) اور یہ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ! (کنزالایمان) ۴ یہ کلمات یا دعائیہ ہیں یعنی خدا کرے تمہیں کبھی رسوائی وشرمندگی نہ ہو یا خبر ہے یعنی اچھا ہوا تم خوشی سے اسلام لا کر حاضر ہو گئے ورنہ کچھ عرصہ بعد لشکر اسلام تمہارا ملک فتح کرتا پھر تمہیں شرمندگی اور رسوائی ہوتی۔ اب عزت سے ایمان لے آئے۔ ۵ یہاں جنس مہینہ مراد ہے یعنی ہم سال میں صرف چار محترم مہینوں میں ہی سفر کرکے آپ تک پہنچ سکتے ہیں۔ ماہ حرام چار تھے۔ رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم ان مہینوں میں کفار بھی قتل و غارت نہیں کرتے تھے راستوں میں امن رہتا تھا، سفر باآسانی ہوتے تھے اس لئے یہ عرض کررہے ہیں۔ ۶ جو باقی مہینوں میں لوٹ مار کرتے رہتے ہیں جن کی وجہ سے سفر بند رہتے ہیں۔ ۷

https://archive.org/details/@madni_library

یعنی ان عقائد واعمال کی وجہ سے ہم پر اللہ فضل کرے جنت بخشے' خیال رہے کہ جنت اللہ کے فضل سے ملے گی۔ یہ اعمال اسی فضل کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ ۸ یہ ادباً عرض کیا ورنہ یہ لوگ ایمان لا چکے تھے' مومن ایمان سے بے خبر نہیں ہوتا (مرقات) صحابہ کا یہ ادب تھا کہ ان کو علم بھی ہوتا مگر حضور پر پیش قدمی نہ کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ حضور کو اللہ نے بہت علم بخشا ۹ اس سے معلوم ہوا کہ حضور پر ایمان لائے بغیر اللہ تعالٰی پر ایمان غیر ممکن ہے ایمان باللہ کی تفسیر میں رسالت کا ذکر بھی ہوا۔ شہادۃ سے مراد دل کی گواہی ہے یعنی ماننا و قبول کرنا ورنہ زبانی اقرار ایمان کا جزو نہیں بلکہ احکام اسلامی جاری ہونے کی شرط ہے۔ نماز روزہ وغیرہ ایمان کی تفسیر نہیں بلکہ ایمان پر معطوف ہے یعنی انہیں ایمان کا بھی حکم دیا اور نماز روزے وغیرہ کا بھی لہٰذا اقام وغیرہ جبر سے پڑھنا چاہئے کہ ایمان اعمال پر مقدم ہے۔ اس لئے ایمان کے بعد ان کا ذکر ہوا چونکہ ابھی حج فرض نہ ہوا تھا اس لئے اس کا ذکر نہیں۔ حج ۸ ھ میں فرض ہوا۔ ۱۰ چونکہ اس وقت جہاد فرض ہو چکا تھا اور یہ لوگ اہل جہاد سے تھے اسی لئے انہیں جہاد کے احکام ارشاد فرمائے کہ اگر تم کفار مضر سے جہاد کرو تو جو غنیمت کا مال حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ بھیج دیا کرو چار حصے مجاہدین میں تقسیم کیا کرو رب فرماتا ہے: وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ الخ (۸:۴۱) اور جان لو کہ جو کچھ غنیمت لو (کنزالایمان) ۱۱ یہ شراب کے چار برتن ہیں حنتم شراب کی چھوٹی گھڑی دُبا کھکل کیا ہوا پکا کدو جو جگ کی طرح استعمال کیا جاتا تھا۔ نقیر درخت کی جڑ جسے کھکل کرکے اس میں شراب رکھتے تھے۔ مزفت شراب پینے کا پیالہ چونکہ اس وقت شراب نئی نئی حرام ہوئی تھی اگر یہ برتن استعمال ہوتے رہتے تو ممکن تھا کہ انہیں چھوٹی ہوئی شراب پھر یاد آ جاتی اس لئے ان کا استعمال بھی حرام کر دیا گیا پھر کچھ عرصہ بعد یہ حرمت منسوخ ہو گئی جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔ ۱۲ یعنی تم عالم و عامل بھی بنو اور مبلغ بھی تبلیغ کیلئے کامل عالم ہونا شرط نہیں جو صحیح مسئلہ معلوم ہو اس کی تبلیغ کرے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حرام سے بچانے کیلئے اسباب حرام روکنا ضروری ہیں نزلہ روکو تاکہ بخار سے بچو' چوہے فنا کرو تاکہ طاعون نہ پھیلے' گانا اور بیہودگی روکو تاکہ زنا بند ہو۔

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَوْلَهٗ عِصَابَةٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ بَايِعُوْنِىْ عَلٰى اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ وَلَا تَاْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَ اَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوْا فِىْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَفٰى مِنْكُمْ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوْقِبَ بِهٖ فِى الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَهُوَ اِلَى اللّٰهِ اِنْ شَآءَ عَفَا عَنْهُ وَاِنْ شَآءَ عَاقَبَهٗ فَبَايَعْنَاهُ عَلٰى ذٰلِكَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ).

(۱۶) روایت ہے عبادہ ابن صامت سے ۱ فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حالانکہ آپ کے پاس صحابہ کی جماعت تھی ۲ کہ مجھ سے اس پر بیعت کرو ۳ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا نہ چوری کرنا اور نہ زنا' نہ اپنی اولاد کو قتل کرنا' نہ اپنے سامنے گھڑا ہوا بہتان لگانا ۴ اور کسی اچھی بات میں نافرمانی نہ کرنا ۵ تم میں سے جو وفائے عہد کرے گا اس کا ثواب اللہ کے ذمہ کرم پر ہے ۶ اور جو ان میں سے کچھ کر بیٹھے ۷ اور دنیا میں سزا پالے تو وہ سزا کفارہ ہے ۸ اور جو ان میں سے کچھ کرلے۔ پھر رب اس کی پردہ پوشی کرے تو وہ اللہ کے سپرد ہے ۹ اگر چاہے معافی دیدے چاہے سزا دے لہٰذا ہم نے اس پر آپ سے بیعت کی ۱۰۔ (مسلم بخاری)

(۱۶) ۱ آپ کا نام عبادہ' کنیت ابوالولید ہے' آپ نقیب الانصار ہیں۔ پہلی اور دوسری بیعت عقبہ میں شامل ہوئے جمع قرآن کرنے والوں میں آپ بھی تھے۔ بدر اور تمام غزوات میں شریک رہے۔ عہد فاروقی میں شام کے قاضی رہے۔ حمص مقام تھا' فلسطین

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

کے مقام رملہ میں ۷۲ سال کی عمر پا کر ۳۴ ہجری میں وفات پائی۔ ۲؎ عصابہ عصبہ سے بنا بمعنی مضبوطی اب دس سے چالیس تک کی جماعت کوعصابہ کہا جاتا ہے۔ ۳؎ یہ بیعت تقویٰ ہے یعنی آئندہ شرک چوری زنا وغیرہ نہ کرنا۔ ورنہ یہ جماعت صحابہ بیعت اسلام تو پہلے ہی کر چکی تھی۔ آج کل جو مشائخ کے ہاتھ پر بیعت تقویٰ کی جاتی ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے۔ حضور نے صحابہ سے جہاد پر بھی بیعت لی ہے۔ ۴؎ چونکہ عرب میں یہ گناہ زیادہ مروج تھے بلکہ زنا اور لڑکیوں کے زندہ دابنے پر فخر کیا کرتے تھے اس لئے حضور نے ان کی تاکید ممانعت فرمائی چونکہ بہتان سن کر لگایا جاتا ہے اور گھڑ کر بھی گھڑا ہوا زیادہ جرم ہے اس لئے یہ قید لگائی بعض عورتیں دوسروں کا بچہ لے کر اپنے خاوند سے کہتی تھیں کہ یہ تیرا بچہ ہے جو میں نے جنا ہے اس فرمان میں اس جانب بھی اشارہ ہے تو سامنے سے مراد شرمگاہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ نسب بدلنا سخت جرم ہے۔ ۵؎ نہ میری' نہ علماء کی' نہ حکام' نہ ماں باپ' نہ شیخ کی جو بھی اچھی بات کا حکم دے اس کی بات مانو تو خیال رہے کہ حضور جو بھی حکم دیں وہ اچھا ہے اگر نماز چھوڑنے کا حکم دیں تو اس وقت نماز پڑھنا حرام ہو جاتی ہے۔ حضور کے احکام کی اطاعت مطلقاً واجب ہے حضور کے مشورہ اور رائے پر عمل بہتر ہے لازم نہیں یہاں معروف کی قید حضور کیلئے واقعی ہے اور دوسروں کیلئے احترازی کیونکہ بری بات میں بادشاہ وغیرہ کسی کی اطاعت نہیں۔ ۶؎ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ ان اطاعتوں کا بدلہ دنیا میں ہی لوگوں سے نہ چاہو' اخلاص اختیار کرو' انشاء اللہ دنیا اور آخرت میں اجر پاؤ گے۔ ۷؎ کفر کے سوا کوئی اور جرم جس کی سزا شرعاً مقرر ہو جیسے زنا' چوری' شراب خوری یا مقرر نہ ہو' تعزیر بھی ہو جیسے لواطت وغیرہ یا نہ ہو جیسے ترک نماز وغیرہ ۸؎ اکثر علماء فرماتے ہیں کہ حدود اور تعزیرات گناہ کا کفارہ بن جاتے ہیں جس کے بعد اس جرم کی سزا انشاء اللہ آخرت میں نہ ملے گی بعض نے فرمایا یہ سزائیں حق عبد کا کفارہ ہیں حق اللہ توبہ سے ہی معاف ہوگا۔ ربّ فرماتا ہے: وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۴۹:۱۱) اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں (کنزالایمان) مگر حق یہ ہے کہ مجرم کا اپنے کو سزا کیلئے پیش کر دینا ہی توبہ اور کفارہ ہے۔ ۹؎ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ کوئی شخص اپنے چھپے گناہ کو ظاہر نہ کرے حق عبد ضرور ادا کرے۔ ۱۰؎ اس میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (۴:۴۸) بے شک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے (کنزالایمان) یعنی کفر پر مرنے والے کی بخشش نہیں باقی تمام گناہگاروں کیلئے گنجائش ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَضْحٰى اَوْفِطْرٍ اِلَى الْمُصَلّٰى فَمَرَّ عَلَى النِّسَآءِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَا لنِّسَآءِ تَصَدَّقْنَ فَاِنِّيْ اُرِيْتُكُنَّ اَكْثَرَ اَهْلِ النَّارِ فَقُلْنَ وَبِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ مَارَاَيْتُ مِنْ نَّاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّ دِيْنٍ اَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ اِحْدٰ لٰكُنَّ قُلْنَ وَمَا نُقْصَانُ دِيْنِنَا وَعَقْلِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْاَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ

(۱۷) روایت ہے حضرت ابی سعید خدری سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بقرعید یا عیدالفطر میں عیدگاہ تشریف لے گئے ۲؎ عورتوں کی جماعت پر گزرے ۳؎ تو فرمایا کہ اے بیبیو خوب خیرات کرو ۴؎ کیونکہ مجھے دکھایا گیا ہے کہ تم زیادہ دوزخ والی ہو ۵؎ انہوں نے عرض کیا حضور یہ کیوں؟ فرمایا تم لعن طعن زیادہ کرتی ہو۔ ۶؎ خاوند کی ناشکری ہو ۷؎ تم سے بڑھ کر کوئی کم عقل' دین پر کم عاقل' عقلمند آدمی کی مت کاٹ دینے والی میں نے نہیں دیکھی۔ ۸؎ عورتوں نے عرض کیا حضور ہمارے دین و عقل میں کمی کیونکر ہے فرمایا کہ کیا یہ نہیں ہے کہ عورت کی گواہی مرد کی گواہی سے آدھی ہے عرض کیا

https://archive.org/details/@madni_library

قُلْنَ بَلٰى قَالَ فَذٰلِكَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا قَالَ اَلَيْسَ اِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ قُلْنَ بَلٰى. قَالَ فَذٰلِكَ مِنْ نُقْصَانِ دِيْنِهَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ہاں فرمایا یہ عورت کے عقل کی کمی ہے۔۹ فرمایا کہ کیا یہ درست نہیں کہ عورت حیض میں روزہ، نماز ادا نہیں کرسکتی۔ عرض کیا ہاں فرمایا اس کے دین کی کمی ہے۔۱۰ (مسلم بخاری)

(۱۷) ۱ آپ کا نام شریف سعد ابن مالک انصاری ہے خدرہ انصار کا ایک قبیلہ ہے جس کی طرف آپ کی نسبت ہے بڑے عالم احادیث کے ماہر صحابی ہیں۔ غزوہ خندق اور بارہ غزدوں میں آپ حضور کے ساتھ شریک رہے آپ نے چوراسی سال کی عمر پا کر ۶۴ھ میں وفات پائی جنت البقیع میں مدفون ہیں، فقیر نے بھی قبر انور کی زیارت کی ہے۔۲ یعنی شہر سے باہر خیال رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی نماز جنگل میں ادا فرماتے تھے باوجود یکے مسجد نبوی شریف بہترین مسجد ہے معلوم ہوا کہ یہ دو نمازیں جنگل میں ادا کرنا سنت ہے اگرچہ شہر میں بھی جائز ہیں۔۳ جو کہ عیدگاہ میں نماز ادا کرنے گئی تھیں۔ حضور کے زمانہ میں تمام عورتوں کو عیدگاہ کی حاضری کا حکم تھا تاکہ شرعی احکام سنیں اور نماز عید یا کم از کم مسلمانوں کی دعا میں شریک ہو جائیں، مردوں سے علیحدہ بیٹھتی تھیں، سرکار خطبے کے بعد ان کی جماعت میں مخصوص وعظ ارشاد فرماتے تھے۔ عہد فاروقی سے عورتیں اس حاضری سے روک دی گئیں جیسا کہ آئندہ عرض کیا جائے گا۔۴ فی الحال جہاد کیلئے صدقہ دو یا ہمیشہ صدقہ نفل دیا کرو کیونکہ صدقہ فرض میں عورتیں مرد برابر ہیں یہاں صدقہ فطر مراد نہیں کیونکہ یہ عیدگاہ آنے سے پہلے ادا کر دیا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ عورت اپنے مال سے صدقہ بہرحال دے سکتی ہے خاوند کے مال سے اس کی اجازت سے دے خواہ صریحی اجازت سے ہو یا عرفی سے۔۵ معراج میں یا کشف سے، اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور کی نظر اگلے پچھلے واقعات کو مشاہدہ فرماتی ہے کیونکہ دوزخ میں داخلہ قیامت کے بعد ہوگا مگر آج ہی دیکھ رہی ہیں جیسے کہ ہم خواب یا خیال میں اگلی پچھلی باتیں دیکھ لیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ حضور باذن الٰہی جنتیوں اور دوزخیوں کو پہچانتے ہیں ان کی تعداد سے خبردار ہیں حالانکہ یہ علوم خمسہ میں سے ہے۔ تیسرے یہ کہ نیک اعمال خصوصاً صدقہ عذاب کو دفع کرتا ہے۔ اسی لئے میت کو تیجہ دسویں وغیرہ میں ایصال ثواب کیا جاتا ہے کہ اگر اس کی قبر میں آگ ہو تو اس سے بجھ جائے۔۶ غصہ میں، بچوں پر، لڑائی میں، مقابل پر، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زیادہ لعنت کرنا دوزخی ہونے کا سبب ہے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جن کے یہاں صحابہ پر تبرا اور لعنت کرنا عبادت ہے۔ جب نمرود، فرعون، ہامان بلکہ شیطان کو گالیاں دینا اور تبرا کرنا ثواب نہیں تو بزرگوں کو گالیاں دینا کہاں کی انسانیت ہے۔ مسئلہ: کسی معین پر لعنت کرنا جائز نہیں سوا ان کفار کے جن کا کفر پر مرنا نص میں آچکا غیر معین گناہگار پر بھی لعنت جائز ہے۔ مثلاً یہ کہہ سکتے ہیں کہ کافروں پر یا جھوٹوں پر لعنت مگر اس کی عادت مت ڈالو جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے۔۷ کہ اگر عمر بھر خاوند تمہاری ناز برداری کرے اور ایک بار کچھ کوتاہی کر دے تو کہتی ہو کہ تو نے میرے ساتھ کچھ کیا ہی نہیں جو بندے کا ناشکرا ہے خدا کا شاکر نہیں بن سکتا۔۸ اس میں عورتوں کے تین عیب بیان کئے گئے عقل میں کمی، دین پر عمل میں کوتاہی اور مرد کو بیوقوف بنانا، یہ عورتوں کی عام حالت ہے اگرچہ بعض بیبیاں اس سے پاک ہیں خیال رہے کہ مرد جنس عورت سے افضل ہے اگرچہ بعض عورتیں بعض مردوں سے افضل ہیں۔ حضرت آمنہ خاتون، عائشہ صدیقہ، فاطمہ زہرا ہم جیسے کروڑوں مردوں سے افضل، لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔۹ عام حالات میں یا دو مرد گواہ ہوتے ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں بعض صورتوں میں عورت کی گواہی مطلقاً نہیں مانی جاتی جیسے حدود اور قصاص، بعض صورتوں میں صرف ایک عورت کی خبر معتبر جیسے بحالت غبار، رمضان کا انتیسواں چاند یا حیض و نفاس کی یا عدت گزرنے کی خبر یہاں عام حالت مراد ہے۔۱۰

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

کہ کچھ عرصہ نماز کے ثواب سے اور ادائے روزہ کی برکتوں سے محروم رہتی ہے۔ خیال رہے کہ حیض و نفاس کے زمانہ کی نمازیں بالکل معاف ہیں اور روزوں کی ادا معاف قضا واجب' اس سے معلوم ہوا کہ عبادت کی زیادتی کمی دین کے کمال ونقصان کا ذریعہ ہے۔ خیال رہے کہ مسافر و بیمار نماز و روزہ کے اہل ہیں لیکن حائضہ اور نفساء ان کی اہل ہی نہیں لہٰذا وہ دونوں ناقص نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی كَذَّبَنِیْ ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ ذٰلِكَ وَ شَتَمَنِیْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ ذٰلِكَ فَاَمَّا تَكْذِیْبُهٗ اِیَّایَ فَقَوْلُهٗ لَنْ یُّعِیْدَنِیْ كَمَا بَدَاَنِیْ وَلَیْسَ اَوَّلُ الْخَلْقِ بِاَهْوَنَ عَلَیَّ مِنْ اِعَادَتِهٖ وَاَمَّا شَتْمُهٗ اِیَّایَ فَقَوْلُهٗ اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا وَّاَنَا الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ اَلِدْ وَلَمْ اُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لِّیْ كُفُوًا اَحَدٌ وَ فِیْ رِوَایَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَمَّا شَتْمُهٗ اِیَّایَ فَقَوْلُهٗ لِیْ وَلَدٌ وَّ سُبْحَانِیْ اَنْ اَتَّخِذَ صَاحِبَةً اَوْ وَلَدًا۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۱۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ربّ فرماتا ہے۱ انسان مجھے جھٹلاتا ہے۲ یہ اسے مناسب نہ تھا اور مجھے گالی دیتا ہے۳ یہ اسے درست نہ تھا۔ اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ کہتا ہے ربّ مجھے پہلے کی طرح دوبارہ نہ بنا سکے گا۔ حالانکہ پہلی بار پیدا فرمانا دوبارہ بنانے سے آسان تر تو نہیں۴ اس کی گالی اس کی یہ بکواس ہے کہ اللہ تعالٰی نے اولاد اختیار کی۵ میں تو اکیلا بے نیاز ہوں۶ نہ جنا نہ جنا گیا میرا کوئی ہمسر نہیں۔۷ حضرت ابن عباس کی روایت میں یوں ہے کہ انسان کا مجھے گالی دینا اس کی یہ بکواس ہے کہ میں صاحب اولاد ہوں۔ میں اس سے پاک ہوں کہ بیوی بچے اختیار کروں۔۸ (بخاری)

(۱۸)۱ یہ حدیث قدسی ہے جس میں حضور نے فرمایا قَالَ اللّٰهُ حدیث قدسی اور قرآن میں فرق یہ ہے کہ حدیث قدسی خواب' الہام سے بھی حاصل ہوسکتی ہے۔ قرآن بیداری میں آئے گا نیز قرآن کے لفظ بھی ربّ کے ہیں۔ حدیث کا مضمون ربّ کا الفاظ حضور کے خیال رہے کہ ساری حدیثیں برحق ہیں اور قرآن کی طرح لائق عمل صدیق اکبر نے حدیث کی بنا پر حضور کے مال میں تقسیم میراث نہ فرمائی حالانکہ یہ حکم قرآنی تھا مگر حدیث قدسی میں قال اللہ کی تصریح ہوتی ہے۔ اس کی مفصل بحث ہمارے رسالہ ایک اسلام میں دیکھو۔۲ خیال رہے کہ جن وانس کے سوا کسی مخلوق میں کافر نہیں مگر انسان پر اللہ کے احسانات زیادہ ہیں کہ ان ہی میں انبیاء اور اولیاء بھیجے۔ اس لئے خصوصیت سے اس کی شکایت فرمائی گئی۔۳ یعنی قیامت کا منکر ہے اور تمام ان آیتوں کو جھٹلاتا ہے جن میں قیامت کا ذکر ہے۔۴ یعنی ربّ کیلئے ایجاد اور دوبارہ بنانا یکساں آسان ہے۔ لوگوں پر ایجاد مشکل ہوتی ہے۔ دوبارہ بنانا آسان جب کفار ربّ تعالٰی کو عالم کا موجد جانتے ہیں تو قیامت ماننے میں انہیں کیوں موت آتی ہے حالانکہ قیامت میں اٹھانا اعادہ خلق ہوگا نہ کہ ایجاد اس میں روئے سخن ان کافروں کی طرف ہے جو اللہ کی ذات وصفات کے اقراری تھے اور قیامت کے انکاری۔۵ مشرکین عرب کا عقیدہ تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو یہودی عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں اس میں ان تینوں قوموں کی طرف اشارہ ہے' بیوی' بچے اختیار کرنا ہمارے لئے کمال ہے ربّ کے حق میں گالی' ایک ہی چیز ایک کیلئے کمال ہے دوسرے کیلئے نقصان' بلاتشبیہ کنواری لڑکی کو صاحب اولاد کہنا گالی ہے۔ بیاہی کیلئے کمال' ربّ کی شان تو بہت اعلیٰ ہے۔۶ اولاد والا اکیلا بھی نہیں ہوتا اولاد اس کی قومیت نوعیت جنسیت میں شریک ہوتی ہے اور بے نیاز بھی نہیں کیونکہ انسان شہوت کے غلبہ یا دشمنوں کے خوف کی وجہ سے اپنے مرے بعد وراثت کیلئے اولاد اختیار کرتا ہے۔ ربّ تعالٰی ان تمام نیازمندیوں سے پاک ہے۔ دیکھو چاند' سورج وغیرہ کو قیامت سے پہلے فنا نہیں تو ان کی وراثت کیلئے

https://archive.org/details/@madni_library

ان کی اولاد بھی نہیں۔ ۷ حالانکہ اولاد باپ کی ہمسر ہوتی ہے کہ انسان کا بچہ انسان اور شیر کا بچہ شیر ہوتا ہے تو نعوذ باللہ خدا کا بیٹا خدا ہی چاہئے تھا حالانکہ ربّ اس کا خالق وہ مخلوق ربّ مالک وہ مملوک پھر ہمسر کہاں۔ ۸ کیونکہ بیوی خاوند کی ہم جنس ہی ہو سکتی ہے۔ انسان کی بیوی جناتی یا گائے' بھینس نہیں ہو سکتی' اگر نعوذ باللہ ربّ کی بیوی ہوتی تو وہ اس کی ہم جنس بلکہ اس کی ہم قوم بھی ہوتی ربّ جنس و قوم سے پاک ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى یُؤْذِیْنِیْ ابْنُ اٰدَمَ یَسُبُّ الدَّهْرَ وَاَنَا الدَّهْرُ بِیَدِیَ الْاَمْرُ اُقَلِّبُ اللَّیْلَ وَالنَّهَارَ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۱۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے انسان ایذا دیتا ہے ۱ کہ زمانہ کو گالیاں دیتا ہے ۲ حالانکہ زمانہ (مؤثر) تو میں ہوں۔ میں رات و دن کو الٹ پلٹ کرتا ہوں ۔۳ (مسلم بخاری)

(۱۹) ۱ ایذا سے مراد ناراض کرنا ہے یعنی میرے متعلق وہ باتیں کرنا ہے جس سے میں ناراض ہوتا ہوں ورنہ خدا تعالٰی دکھ درد اور تکلیف سے پاک ہے۔ ۲ اس طرح کہ کہتا ہے ہائے زمانے تو نے مجھ پر ظلم کر دیا' میرے فلاں کو مار دیا' ہائے ظالم زمانہ یا آسمان جیسے کہ مولوی محمود حسن دیوبندی نے مرثیہ گنگوہی میں زمانہ کو جی بھر کے کوسا پیٹا ہے' یہ حرام ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی محکوم چیزوں کو برا کہنا ربّ کی ناراضی کا باعث ہے۔ ایسے ہی اللہ کے پیاروں کی توہین۔ ۳ اس طرح کہ دن کو لے جاتا ہوں رات کو لاتا ہوں اور بالعکس نیز انہیں چھوٹا بڑا گرم سرد' مفید و مضر بناتا ہوں لہٰذا انہیں برا کہنا مجھ پر طعن ہے۔ خیال رہے کہ یہاں دہر (زمانہ) سے مراد مؤثر حقیقی اور مسبب الاسباب ہے ورنہ ربّ تعالٰی کو دہر کہنا درست نہیں اور نہ دہر اللہ کا نام ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَى الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَحَدٌ اَصْبَرَ عَلٰى اَذًى یَّسْمَعُهٗ مِنَ اللّٰهِ یَدْعُوْنَ لَهُ الْوَلَدَ ثُمَّ یُعَافِیْهِمْ وَیَرْزُقُهُمْ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۲۰) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تکلیف دہ بات کو سنتے ہوئے صبر کرنے والا خدا سے بڑھ کر کوئی نہیں ۱ لوگ اس کیلئے اولاد کا دعویٰ کرتے ہیں پھر بھی وہ انہیں راحت و رزق دیئے جاتا ہے ۔۲

(۲۰) ۱ یہاں صبر سے مراد حلم ہے۔ اسی معنی سے اللہ تعالٰی کا نام پاک صبور یا صبار ہے نہ کہ وہ صبر جو کہ مجبوری کی وجہ سے ہو۔ اس کی تفسیر اگلا مضمون ہے۔ ۲ یعنی باوجودیکہ لوگ اللہ تعالٰی کو عیب لگاتے ہیں اور ربّ تعالٰی اس سے خبردار بھی ہے ان پر ہر طرح قادر بھی لیکن انہیں فوراً عذاب نہیں دیتا بلکہ دنیا میں انہیں تندرستی' امن' روزی دیتا ہے کیونکہ دنیا اس کی رحمانیت کے ظہور کی جگہ ہے۔ بعد موت نہ انہیں امن دے نہ روزی وغیرہ وہاں اس کی رحیمیت کی جلوہ گری ہوگی۔

وَعَنْ مُّعَاذٍ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حِمَارٍ لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ اِلَّا مُؤْخِرَةُ الرَّحْلِ فَقَالَ یَا مُعَاذُ هَلْ تَدْرِیْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ

(۲۱) روایت ہے حضرت معاذ سے ۱ کہ میں ایک دراز گوش پر حضور کے پیچھے اس طرح سوار تھا کہ میرے آپ کے درمیان پالان کی لکڑی کے سوا کچھ نہ تھا ۲ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معاذ کیا جانتے ہو اللہ کا حق اپنے بندوں پر کیا ہے اور بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے ۳ میں نے عرض کیا اللہ رسول جانیں فرمایا اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اسے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئاً وَّحَقَّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يُعَذِّبَ مَنْ لَّا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئاً قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

پوجیں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۴ اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ جو اس کا شریک نہ ٹھہراتا ہو اسے عذاب نہ دے۵ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ تو کیا میں لوگوں کو یہ بشارت نہ دے دوں فرمایا یہ بشارت نہ دو ورنہ لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے۔۶ (مسلم بخاری)

(۲۱) ۱ آپ کا نام معاذ بن جبل انصاری خزرجی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ بیعت عقبہ کرنے والے ستر انصار میں آپ بھی تھے۔ بدر اور تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یمن کا گورنر بنایا عمر فاروق نے شام کا حاکم مقرر کیا طاعون عمواس میں بعمر ۸۳ سال آپ کی وفات ہوئی شام میں قبر شریف ہے۔ آپ کے فضائل بے حد و بے شمار ہیں۔۲ یعنی خوش نصیبی سے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی قرب نصیب تھا اور ظاہر ہے کہ اتنے قریب سے جو بات سنی جائے گی وہ بالکل درست سنی جائے گی ردیف ردفا سے بنا ہے بمعنی پیچھے' ایک گھوڑے یا اونٹ پر دو شخص سوار ہوں تو پیچھے والا ردیف کہلاتا ہے دو آدمیوں کا جانور پر سوار ہونا جب منع ہے کہ جانور کمزور ہو' دو کا بوجھ نہ اٹھا سکے لہٰذا یہ حدیث ممانعت کی حدیث کے مخالف نہیں۔۳ حق کے معنی اور طرح درست ہوں گے وہ یہ کہ اس کریم نے اپنے ذمہ کرم پر خود لازم فرمالیا کہ عابدوں کو جزا دے کوئی اور اس پر واجب نہیں کرسکتا لہٰذا جن روایتوں میں آیا ہے کہ اللہ پر کسی کا حق نہیں وہ دوسرے معنی میں ہے کہ کوئی اس پر واجب نہیں کرسکتا کیونکہ کوئی اس کا حاکم نہیں وہ سب کا حاکم ہے۔۴ اس طرح کہ نہ تو کسی کو اس کا ہمسر جانیں' نہ اس کی بیوی بچہ لہٰذا اس میں مجوسیت' نصرانیت یہودیت سب ہی داخل ہیں۔ ان ہی تمام دینوں سے علیحدگی ضروری ہے۔۵ یعنی کفر نہ کرتا ہو اسے دائمی عذاب نہ دے ایسے مقامات پر شرک بمعنی کفر ہوتا ہے اور عذاب سے دائمی عذاب مراد ورنہ بعض گنہگاروں کو بھی کچھ عذاب ہو جائے گا۔ (اشعۃ اللمعات) وغیرہ۔۶ اس طرح کہ مقصد کلام سمجھیں گے نہیں اور اعمال چھوڑ دیں گے کہ جب فقط درستی عقیدہ سے ہی عذاب سے نجات مل جاتی ہے تو نماز وغیرہ عبادات کی کیا ضرورت ہے اس سے معلوم ہوا کہ عالم عوام کو وہ مسئلہ نہ بتائے جو ان کی سمجھ سے وراہو۔ خیال رہے کہ حضرت معاذ نے اس وقت بشارت نہ دی بلکہ یہ حدیث بطور خبر بعد میں بعض خواص کو سنادی لہٰذا کوئی اعتراض نہیں اس کا کچھ ذکر اگلی حدیث میں آرہا ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذٌ رَدِيْفُهٗ عَلَى الرَّحْلِ قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ ثَلٰثاً قَالَ مَامِنْ اَحَدٍ يَّشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ صِدْقاً مِّنْ قَلْبِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوْا قَالَ اِذًا يَّتَّكِلُوْا فَاَخْبَرَ بِهَا

(۲۲) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کجاوہ پر تھے معاذ حضور کے ردیف تھے۔ حضور نے فرمایا اے معاذ! عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ خدمت میں' فرمایا اے معاذ عرض کیا حاضر ہوں خدمت میں۱ تین بار' فرمایا ایسا کوئی نہیں جو گواہی دے کہ اللہ کے سوا معبود نہیں اور بے شک محمد اللہ کے رسول ہیں۔ سچے دل سے۲ مگر اللہ اسے آگ پر حرام فرمادے گا۳ عرض کی یا رسول اللہ تو کیا میں لوگوں کو اس کی خبر دے دوں کہ وہ خوش ہو جائیں۴ فرمایا تب تو وہ بھروسہ کر بیٹھیں گے۔ پھر حضرت معاذ نے گناہ سے بچنے کیلئے۵ اپنی

https://archive.org/details/@madni_library

مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهٖ تَاَثُّمًا (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

وفات کے وقت خبر دے دی۔[۶] (مسلم بخاری)

(۲۲)[۱] حضرت معاذ کو تین بار پکارنا کچھ نہ فرمانا زیادتی شوق کیلئے تھا کہ حضرت معاذ کلام سننے کے پورے مشتاق ہو جائیں جو بات انتظار کے بعد سنی جاتی ہے خوب یاد رہتی ہے۔ لبیک وسعدیک کا اردو میں مختصر ترجمہ یہ ہے کہ میں خدمت میں حاضر ہوں چھوٹے کو چاہئے کہ بڑے کا ادب بہر حال کرے۔[۲] اس طرح کہ دل سے اس کو مانے اور زبان سے اقرار کرے لہٰذا منافق اس بشارت سے علیحدہ ہے اور ساتر یعنی دل کا مومن زبان سے خاموش اس پر شریعت میں اسلامی احکام جاری نہ ہوں گے۔ خیال رہے کہ عمر میں ایک بار زبان سے کلمہ شہادت پڑھنا فرض ہے اور مطالبہ کے وقت بھی ضروری۔[۳] اس طرح کہ وہ آگ میں ہمیشہ نہ رہے گا یا آگ اس کے دل و زبان کو نہ جلا سکے گی کیونکہ یہ ایمان اور شہادت کے مقام ہیں کافر کا قلب و قالب دونوں جلائے گی۔ ربّ فرماتا ہے: اَلَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْـئِدَةِ (۱۰۴:۷) وہ جو دلوں پر چڑھ جائے گی (کنزالایمان) یا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو کافر مرتے وقت ایمان لائے اور کسی عمل کا موقع نہ پائے اس کیلئے یہ بشارت ہے بہر حال یہ حدیث نہ قرآن کے خلاف ہے نہ دیگر احادیث کے' کوئی مومن عمل سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔[۴] حضرت معاذ نے اس بشارت کی تبلیغ کی اجازت مانگی یہ معلوم کرنے کیلئے کہ یہ حکم تبلیغی امور میں سے ہے یا اسرار الٰہیہ میں سے۔ شرعی احکام سب کیلئے ہیں طریقت کے اسرار اہل کیلئے۔ خیال رہے کہ عوام بشارت سن کر بے پروا ہو جاتے ہیں مگر خواص بشارت پا کر زیادہ نیکیاں کرنے لگتے ہیں۔ ربّ نے اپنے حبیب سے فرمایا: لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ (۲:۴۸) تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے (کنزالایمان) تو حضور نے نیکیاں اور زیادہ کیں۔ عثمان غنی سے فرمایا تھا کہ جو چاہو کرو تم جنتی ہو چکے تو ان کے اعمال اور زیادہ ہو گئے۔[۵] کہ حدیث شریف میں ہے جو علم چھپائے اسے آگ کی لگام دی جائے گی' قرآن شریف میں بھی علم چھپانے کی برائیاں مذکور ہیں۔[۶] یہ سمجھتے ہوئے کہ مجھے حضور نے اس بشارت سے اس وقت منع کیا تھا جب اکثر لوگ نو مسلم تھے اور حدیث دانی کا ملکہ کم رکھتے' اب حالات بدل چکے ہیں۔ لوگ ذی شعور اور سمجھدار ہو گئے ہیں۔ یہ ہے اجتہاد صحیح۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْهِ ثَوْبٌ اَبْیَضُ وَهُوَ نَائِمٌ ثُمَّ اَتَیْتُهٗ وَقَدِ اسْتَیْقَظَ فَقَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ مَاتَ عَلٰی ذٰلِكَ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَ اِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قَالَ اِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ قَالَ وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ عَلٰی رَغْمِ اَنْفِ اَبِیْ ذَرٍّ وَكَانَ اَبُوْذَرٍّ اِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا قَالَ وَاِنْ رَغِمَ اَنْفُ اَبِیْ ذَرٍّ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۲۳) روایت ہے حضرت ابوذر سے[۱] فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا[۲] حضور پر چٹا سفید کپڑا تھا اور سو رہے تھے کچھ دیر بعد پھر آیا تو آپ جاگ چکے تھے فرمایا کہ نہیں ہے کوئی بندہ جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے پھر اس پر مر جائے[۳] مگر جنت میں جائے گا۔[۴] میں نے عرض کیا اگرچہ زنا اور چوری کرے فرمایا اگرچہ زنا اور چوری کرے[۵] میں نے کہا اگرچہ زنا اور چوری کرے فرمایا اگرچہ زنا اور چوری کرے۔ میں نے کہا اگرچہ زنا و چوری کرے فرمایا اگرچہ زنا و چوری کرے۔[۶] ابوذر کی ناک رگڑنے کے باوجود[۷] حضرت ابوذر جب بھی یہ حدیث بیان کرتے تھے تو کہتے تھے کہ اگرچہ ابوذر کی ناک رگڑ جائے۔[۸] (مسلم بخاری)

(۲۳)[۱] آپ کا نام جندب ابن جنادہ کنیت ابوذر ہے' قبیلہ بنی غفار سے ہیں۔ آپ پانچویں مسلمان ہیں مکہ معظمہ میں آ کر

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

مسلمان ہوئے اور حضور کے حکم سے اپنی قوم میں چلے گئے، پھر غزوہ خندق کے بعد مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے اور حضور کے ساتھ رہے پھر ربذہ میں قیام کیا اور وہیں خلافت عثمانیہ ۳۲ھ میں وفات پائی۔ آپ بڑے زاہد عابد صحابی ہیں۔ مال جمع کرنے کے بڑے مخالف تھے اسلام سے پہلے بھی اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ ۲؎ ایمان لانے کیلئے حضرت علی مرتضٰی کے ساتھ، آپ کے ایمان لانے کا عجیب وغریب واقعہ ہے جو کسی اور موقع پر بیان کیا جائے گا، یہاں کوئی اور حاضری مراد ہے دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔ ۳؎ اس سے مراد سارے عقائد اسلامیہ کا مان لینا جیسے کہا جاتا ہے کہ نماز میں الحمد پڑھنا واجب ہے یعنی ساری سورۃ یا اس وقت کلمہ پڑھنا ہی مومن کی علامت تھی یا مطلب یہ ہے کہ جو کافر مرتے وقت کلمہ پڑھ کر مومن ہو جائے۔ ۴؎ یا اول ہی سے گناہوں کی کچھ سزا پا کر یا شفاعت کے پانی سے صاف ہو کر، کیونکہ مومن کیلئے دوزخ میں ہمیشگی نہیں۔ ۵؎ یعنی انہیں حرام جانتے ہوئے اپنے کو گناہگار سمجھ کر۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ گناہ کبیرہ انسان کو اسلام سے نہیں نکالتے دوسرے یہ کہ گناہ کبیرہ سے نیکیاں ضبط نہیں ہوتیں، کفر سے ہوتی ہیں، تیسرے یہ کہ جس کا خاتمہ ایمان پر ہو جائے وہ یقیناً جنتی ہے خواہ اول سے یا کچھ بعد۔ ۶؎ تعجب کرتے ہوئے کیا اتنے بڑے گناہ پر بھی وہ جنتی رہے گا۔ حضرت ابوذر کو حیرت ہوئی کہ گناہوں کا لتھڑا ہوا پاک وصاف جنت میں قدم کیسے رکھے گا۔ یہ پتا نہ تھا کہ شفاعت ورحمت کا پانی گندوں کو ستھرا کر دیتا ہے۔ ۷؎ رغم رغام سے بنا ہے بمعنی مٹی اور خاک عرب میں یہ لفظ ناپسندیدگی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یعنی اگرچہ تم ناپسندیدگی کی بنا پر سوال کرتے کرتے زمین پر ناک بھی رگڑ دو جب بھی یہی حکم رہے گا۔ ۸؎ تاکہ حدیث کے الفاظ پورے منقول ہوں یا بتقاضائے عشق کہ محبوب کا عتابانہ خطاب بھی عاشق کو پیارا معلوم ہوتا ہے۔ بار بار اسے یاد کر کے نیا لطف حاصل کرتا ہے خیال رہے کہ فاسق مومن آخر کار جنتی ہے، بے دین اور بدمذہب پر جنت حرام ہے۔ اس کیلئے دوزخ میں ہمیشگی ہے۔

وَعَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ وَاَنَّ عِيْسٰى عَبْدُاللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ وَابْنُ اَمَتِهٖ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ حَقٌّ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلٰى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۴) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو گواہی دے کہ اکیلے خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں ۱؎ عیسٰی اللہ کے بندے اور رسول اور اس کی بندی کے بیٹے ۲؎ اللہ کا کلمہ ہیں جو مریم میں ڈالا ۳؎ اور اللہ کی طرف سے روح ہیں ۴؎ اور جنت ودوزخ حق ہے اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا مطابق عمل کے۔ ۵؎ (مسلم بخاری)

(۲۴) ۱؎ بندہ اعلٰی اور رسول اکمل جن کی عبدیت سے اللہ کی ربوبیت چمکی اور جن کی رسالت رب کی الوہیت کا مظہر اتم ہے لہٰذا ان کی بندگی اور دوسروں کی بندگی میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور بندوں کو اس پر ناز ہے کہ ہمارا رب اللہ ہے دست قدرت کو اس پر ناز ہے کہ میرے بندے محمد رسول اللہ ہیں فرماتا ہے هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ (۹'۳۳) وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا (کنزالایمان) اور بندے رب کو راضی کرنا چاہیں۔ رب جناب مصطفٰی کو راضی کرنا چاہے فرماتا ہے وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (۹۳'۵) اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے (کنزالایمان) اور بندے کشتی اسلام میں پار لگنے کو سوار ہوئے جناب مصطفٰی پار لگانے کو جیسے جہاز کے مسافر اور کپتان کہ جہاز مسافروں کو پار لگاتا ہے

https://archive.org/details/@madni_library

اور کپتان جہاز کو اسی لئے مسافر کرایہ دے کر جہاز میں بیٹھتے ہیں' اور کپتان تنخواہ لے کر' سواری ایک ہے مگر سواروں کی نوعیت میں فرق ہے لہذا حضور کے نماز کلمہ پڑھنے' حج و تلاوت قرآن کرنے سے یہ نہ سمجھو کہ حضور ہماری طرح مومن ہیں۔ ان اعمال سے ہماری عزت ہے اور حضور کے اعمال کرنے کی وجہ سے ان اعمال کی عزت افزائی۔ ہمیں فخر ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں' نماز کو فخر ہے کہ حضور نے مجھے پڑھا۔۲؎ یہ فرمان نہایت جامع ہے۔ عیسائی جناب مسیح کو خدا کا بیٹا اور بی بی مریم کو رب کی بیوی کہتے تھے۔ یہودی جناب مسیح کی نبوت کے بھی انکاری تھے اور پاک بتول مریم کو تہمت لگاتے تھے۔ اس ایک کلمہ میں دونوں کی نفیس تردید ہوگئی' زمانہ موجودہ کے قادیانی آپ کو یوسف نجار کا بیٹا کہتے ہیں اور حضرت مریم کا نکاح ان سے ثابت کرتے ہیں اس میں ان کی بھی اعلیٰ تردید ہے کہ اگر جناب مسیح باپ کے بیٹے ہوتے تو اسی طرف آپ کی نسبت ہوتی قرآن نے بھی انہیں عیسیٰ بن مریم فرمایا حالانکہ فرماتا ہے اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ (۳۳:۵) انہیں ان کے باپ ہی کا کہہ کر پکارو (کنزالایمان) ۲؎ اس طرح کہ حضرت جبریل نے باذن الٰہی کن کہہ کر حضرت مریم کے سینہ پر پھونکا جس سے آپ حاملہ ہوگئیں۔ خیال رہے کہ جناب مسیح کا لقب کلمۃ اللہ ہے یا اس لئے کہ آپ کی پیدائش کلمہ کن سے ہے۔ رب فرماتا ہے اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ (۳:۵۹) عیسیٰ کی کہاوت اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے۔ (کنزالایمان) آدم علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اس لئے نہیں کہتے کہ ان کے جسم کی پیدائش مٹی سے ہے' صرف روح پھونکنا کلمہ کن سے رب فرماتا ہے: فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (۱۵:۲۹) تو جب میں اسے ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں (کنزالایمان) مگر جناب مسیح کا جسم اور روح سب کن سے نطفہ علقہ مضغہ کچھ نہیں (ازمرقاۃ) یا اس لئے کہ جناب مسیح ازسرتاپا اللہ کی حجت ہیں گویا سراپا کلمہ ہیں یا اس لئے کہ آپ ایک کلمہ دم کرکے بیماروں کو تندرست' مردوں کو زندہ کرتے تھے (اس سے بزرگوں کی جھاڑ پھونک ثابت ہوئی) یا اس لئے کہ آپ نے پیدا ہوتے ہی کلمہ پڑھا کہ کہا: اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ (۱۹:۳۰) میں ہوں اللہ کا بندہ (کنزالایمان) ۴؎ منہ کی من تبعیضیہ نہیں اور اس کا معنی یہ نہیں کہ اللہ کا ٹکڑا ہیں بلکہ من ابتدائیہ ہے یعنی اللہ کی جانب سے بلاواسطہ نطفہ آپ کی پیدائش ہے۔ آپ کا لقب روح اللہ بھی ہے یا اس لئے کہ آپ روح الامین جبریل کی پھونک سے پیدا ہوئے یا اس لئے کہ آپ مردہ دلوں کو روح بخشتے ہیں۔ ۵؎ کہ اعلیٰ درجہ کے متقی کو جنت کا اعلیٰ مقام عطا فرمائے گا اور ادنیٰ متقی کو وہاں کا ادنیٰ مقام یہ ان لوگوں کیلئے ہے جنہیں جنت کسب سے ملے جو دوسروں کے طفیل جنت میں جائیں گے وہ ان کے ساتھ رہیں گے۔ جیسے مسلمانوں کے شیرخوار بچے اور بیویاں لہذا حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج پاک جنت میں حضور کے ساتھ ہوں گے۔ خیال رہے کہ جنت میں داخلہ ایمان کی بنا پر ہوگا وہاں کے مراتب اعمال کے مطابق۔ جنت کا داخلہ تین طرح کا ہے کسبی' وہبی' عطائی یہاں کسبی کا ذکر ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ ابْسُطْ يَمِيْنَكَ فَلِاُ بَايِعْكَ فَبَسَطَ يَمِيْنَهٗ فَقَبَضْتُ يَدِيْ فَقَالَ مَالَكَ يَا عَمْرُو قُلْتُ اَرَدْتُّ اَنْ اَشْتَرِطَ قَالَ تَشْتَرِطُ مَاذَا قُلْتُ اَنْ [illegible]لِيْ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ يَا عَمْرُو وَاَنَّ الْاِسْلَامَ [illegible] مَا كَانَ قَبْلَهٗ وَاَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ

(۲۵) روایت ہے عمرو ابن عاص سے۱؎ فرماتے ہیں کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا' عرض کیا کہ اپنا ہاتھ بڑھایئے تاکہ آپ کی بیعت کروں۲؎ آپ نے ہاتھ بڑھایا میں نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا فرمایا اے عمرو! یہ کیا؟ میں نے عرض کیا کچھ شرط لگانا چاہتا ہوں فرمایا کیا شرط! میں نے عرض کیا کہ میری بخشش ہوجائے۳؎ فرمایا اے عمرو! کیا تمہیں خبر نہیں کہ اسلام پچھلے گناہ ڈھا دیتا ہے اور ہجرت پچھلے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

قَبْلَهَا وَاَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالْحَدِيْثَانِ مَرْوِيَّانِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَا اَغْنَى الشُّرَكَآءِ عَلَى الشِّرْكِ وَالْاٰخَرُ الْكِبْرِيَآءُ رِدَائِىْ سَنَذْكُرُهُمَا فِىْ بَابَا الرِّيَآءِ وَالْكِبْرِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

گناہ ڈھا دیتی ہے اور حج بھی پچھلے گناہ ڈھا دیتا ہے۔۴ یہ مسلم نے روایت کی اور وہ دو حدیثیں جو حضرت ابوہریرہ سے مروی ہیں۔ فرماتے ہیں فرمایا اللہ تعالٰی نے کہ میں تمام شرکاء میں شرک سے غنی تر ہوں اور دوسری یہ کہ عظمت و بلندی میری چادر ہے ہم انہیں ریا اور کبر کے بابوں میں ذکر کریں گے اگر اللہ نے چاہا۔۵

(۲۵) ا آپ عمرو بن العاص سہمی قرشی ہیں ۵ھ میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور عثمان ابن طلحہ کے ساتھ مدینہ میں آکر اسلام لائے۔حضور نے انہیں عمان کا گورنر مقرر فرمایا۔آپ حضرت عمر و عثمان و معاویہ رضی اللہ عنہم کے عامل رہے۔آپ فاتح مصر ہیں۔مصر ہی میں نوے سال کی عمر پا کر ۴۳ھ میں وفات پائی (اکمال) ۲ یہ بیعت اسلام ہے صحابہ کرام اسلام لاتے وقت حضور سے بیعت بھی کیا کرتے تھے یعنی استقامت کا وعدہ بیعت توبہ بیعت تقوٰی بیعت جہاد بیعت شہادت کسی خاص مسئلے پر بیعت اس کے علاوہ ہیں آج کل علی العموم مشائخ سے بیعت توبہ یا تقوٰی ہوتی ہے۔بیعت کے وقت شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دینا سنت ہے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا ۳ بے ادبی کیلئے نہیں بلکہ بندہ مختار مانتے تھے' دیکھو بخشنا کام اللہ کا ہے اور شرط لگا رہے ہیں رسول اللہ سے' ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہم کو جنت عطا فرمایئے حضور ہمیں دوزخ سے نجات نصیب ہو۔۴ معلوم ہوا کہ ایمان اور نیک اعمال معافیءِ گناہ کا ذریعہ ہیں۔رب فرماتا ہے: اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ (۱۱'۱۱۴) بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں (کنزالایمان) مگر ان سے گناہ مٹتے ہیں نہ کہ حقوق العباد نو مسلم اسلام لا کر زمانہ کفر کے قرض بھی ادا کرے گا اور حدود و قصاص بھی لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں یعنی یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ زمانہ کفر میں ظلماً قتل کرلو' لوگوں کے مال مارلو اور بعد میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاؤ سب معاف یہ ناممکن ہے۔۵ یعنی یہ دو حدیثیں مصابیح میں اسی باب میں تھیں مگر ہم پہلی حدیث باب الریاء میں اور دوسری باب الکبر میں لائیں گے کیونکہ یہ وہاں کے ہی مناسب ہیں یہ فقیر انشاء اللہ ان حدیثوں کی شرح بھی وہیں عرض کرے گا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِىْ

دوسری فصل

عَنْ مُّعَاذٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِىْ بِعَمَلٍ يُّدْخِلُنِى الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِىْ مِنَ النَّارِ قَالَ لَقَدْ سَاَلْتَ عَنْ اَمْرٍ عَظِيْمٍ وَاِنَّهٗ لَيَسِيْرٌ عَلٰى مَنْ يَّسَّرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَّتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِى الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ وَتَحُجُّ الْبَيْتَ ثُمَّ قَالَ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى اَبْوَابِ الْخَيْرِ اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ وَّالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَآءُ النَّارَ وَصَلٰوةُ الرَّجُلِ فِىْ جَوْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ تَلَا

(۲۶) روایت ہے حضرت معاذ (ابن جبل) سے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا ۱ یا رسول اللہ مجھے ایسا کام بتایئے جو مجھے جنت میں داخل اور دوزخ سے دور کردے۔۲ فرمایا تم نے بڑی چیز پوچھی۔۳ ہاں جس پر اللہ آسان کرے اسے آسان ہے ۴ اللہ کو پوجو ۵ اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ جانو' نماز قائم کرو' زکوۃ دو' رمضان کے روزے رکھو' کعبہ کا حج کرو۔۶ پھر فرمایا کیا میں تم کو بھلائی کے دروازے نہ بتا دوں' ۷ روزہ ڈھال ہے ۸ خیرات گناہوں کو ایسا بجھاتی ہے جیسے پانی آگ کو ۹ اور درمیانی رات میں انسان کا نماز پڑھنا ۱۰ پھر یہ تلاوت

https://archive.org/details/@madni_library

تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ حَتّٰی بَلَغَ یَعْمَلُوْنَ ثُمَّ قَالَ اَلَا اَدُلُّكَ بِرَاْسِ الْاَمْرِ وَعُمُوْدِهٖ وَذُرْوَةِ سَنَامِهٖ قُلْتُ بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَاْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ وَعُمُوْدُهُ الصَّلٰوةُ وَذُرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ ثُمَّ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكَ بِمَلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ قُلْتُ بَلٰی یَا نَبِیَّ اللّٰهِ فَاَخَذَ بِلِسَانِهٖ فَقَالَ كُفَّ عَلَیْكَ هٰذَا فَقُلْتُ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ وَاِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهٖ قَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ یَا مُعَاذُ وَهَلْ یَكُبُّ النَّاسَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اَوْ مَنَاخِرِهِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمَذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

کی کہ ان کی کروٹیں بستروں سے الگ رہتی ہیں۔۱۱(یعملون تک) پھر فرمایا کہ میں تمہیں ساری چیزوں کا سر ستون کوہان کی بلندی نہ بتا دوں۱۲ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ۱۳ فرمایا تمام چیزوں کا سر اسلام ہے اور اس کا ستون نماز۱۴ اور کوہان کی بلندی جہاد ہے۱۵ پھر فرمایا کہ کیا تمہیں ان سب کے اصل کی خبر نہ دے دوں۱۶ میں نے عرض کی ہاں یا نبی اللہ پس حضور نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا کہ اسے روکو۱۷ میں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ کیا زبانی گفتگو پر بھی ہماری پکڑ ہو گی۔۱۸ فرمایا تمہیں تمہاری اماں روئے ۱۹ اے معاذ! لوگوں کو اوندے منہ آگ میں نہیں گراتی مگر زبانوں کی کٹوتی ۲۰ یہ حدیث احمد ترمذی ابن ماجہ نے روایت کی۔

(۲۶)۱ غزوہ تبوک میں دوپہر کے وقت جب سخت گرمی تھی جب تمام صحابہ الگ الگ درختوں کے نیچے ٹھہرے اور میں نے حضور کے ساتھ آرام کیا (مرقاۃ) ۲ یہ اسناد مجازی ہے جنت' دنیا' دوزخ سے بچانا ربّ کا کام ہے۔ چونکہ عمل اس کا ذریعہ ہے اس لئے اسے فاعل قرار دیا گیا لہٰذا یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور جنت دیتے ہیں' دوزخ سے بچاتے ہیں ہمارے اعمال سے حضور کا توسل زیادہ قوی ذریعہ ہے۔۳ کیونکہ آگ سے بچنا جنت میں پہنچنا بڑی نعمتیں ہیں تو ان کا ذریعہ بھی بڑا ہی ہوگا۔۴ یعنی یہ ذریعہ بتانا مجھ کو آسان ہے کہ رب نے مجھ کو ہر شے پر مطلع کیا ہے یا وہ اعمال اسی پر آسان ہوں گے جس پر اللہ کرم کرے ڈھیلا خود نیچے گرتا ہے کسی کے اٹھائے سے اوپر ہوتا ہے ہماری پیدائش مٹی سے ہے ہمارا بھی یہی حال ہے۔۵ یعنی اسلام لاؤ جو ساری عبادتوں کی جڑ ہے کیونکہ عبادات کا ذکر تو آگے آرہا ہے یہاں مضارع بمعنی امر ہے نہ کہ بمعنی خبر۶ اس طرح کہ نماز روزانہ پانچ وقت روزہ ہر سال رمضان میں زکوٰۃ ہر سال اگر مال ہو حج عمر میں ایک مرتبہ ظاہر یہ ہے کہ یہاں صرف فرائض مراد ہیں جن پر جنتی ہونا موقوف ہے۔۷ یعنی وہ نیک اعمال جو بہت سی نیکیوں کا ذریعہ ہیں جیسے روزہ نفس توڑنے کا ذریعہ ہے نفس ٹوٹ جانے پر انسان بہت سی نیکیاں کرسکتا ہے کیونکہ روکنے والا نفس ہی ہے۔۸ جس کی برکت سے روزہ دار تک گناہوں کا تیر نہیں پہنچتا اور شیطان کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔۹ چونکہ خیرات میں اللہ کی عبادت بھی ہے اور بندوں کا نفع بھی' غریبوں کی حاجت روائی بھی اس لئے کہ یہ گناہوں کو مٹانے میں اکسیر ہے جو بندوں پر مہربان ہو رب اس پر مہربان ہوتا ہے۔۱۰ یعنی نماز تہجد' نماز پنجگانہ کے بعد یہ نماز بہت اعلیٰ ہے اور نمازوں میں اطاعت غالب ہے اس نماز میں عشق نیز یہ نماز رب نے خاص حضور کیلئے بھیجی حضور کے طفیل سے ہمیں ملی فرماتا ہے: وَمِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ (۷۹؍۱۷) اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لئے زیادہ ہے۔ (کنزالایمان) ۱۱ یعنی عشاء کے بعد کچھ سو لیتے ہیں پھر اٹھ کر تہجد پڑھتے ہیں۔ تہجد کیلئے پہلے سو لینا شرط ہے ورنہ بستروں کا ذکر نہ ہوتا بعد تہجد بھی سونا سنت ہے۔ یہ بھی اسی آیت سے ثابت ہے یعنی بستر بچھے ہوتے ہیں مگر وہ مصلے پر ہوتے ہیں۔۱۲ یہاں دین کو اونٹ سے تشبیہ دی گئی پھر اس کیلئے سر پاؤں اور کوہان ثابت کیا گیا جیسا استعارہ بالکنایہ اور تخلیل میں ہوتا ہے۔۱۳ یہ سوال جواب سائل کو شوق دلانے کیلئے ہیں کیونکہ انتظار کے بعد جو شے حاصل ہو خوب یاد رہتی ہے۔۱۴ چیز سے مراد دین ہے۔ دینداری

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اسلام کے بغیر نہیں قائم رہ سکتی جیسے سر کے بغیر زندگی اور نماز سے دین کو قوت و بلندی ہے جیسے ستون سے چھت کی۔ ۱۵ جہاد چونکہ دشوار ہے اور جہاد ہی سے دین کی زینت و رونق ہے جیسے کوہان سے اونٹ کی زینت اور کوہان تک پہنچنا کچھ مشکل بھی ہوتا ہے جہاد بمعنی مشقت ہے یہ لسان، سنان، اقلام سبھی سے ہوتا ہے کافروں پر جہاد سہل ہے مگر اپنے نفس پر مشکل یہ کلمہ سب جہادوں کو شامل ہے۔ ۱۶ ملاک وہ ہے جس سے کسی چیز کا نظام اور قوام قائم ہو یعنی اصل اصول۔ ۱۷ کہ پہلے تو لو بعد میں بولو زبان کو لگام دو۔ ربّ نے چھونے کیلئے دو ہاتھ، چلنے کیلئے دو پاؤں، دیکھنے کیلئے دو آنکھیں، سننے کیلئے دو کان دیئے مگر بولنے کیلئے زبان صرف ایک دی کہ کلام کم کرو کام زیادہ ۱۸ یعنی بات تو معمولی چیز ہے۔ اس پر کیا پکڑ چوری، زنا، قتل وغیرہ جرم قابل گرفت ہے مگر وہ زبان سے نہیں ہوتے۔ ۱۹ عرب میں یہ لفظ (ماں روئے) محبت و پیار میں بھی کہا جاتا ہے جیسے بچوں سے مائیں پیار میں کہتی ہیں، اے رُڑ جائیں اُڈ پڑ جائیں اردو میں مارنے ہتیارے ارے مٹ گئے وغیرہ یعنی تو گم جائے یا مر جائے اور ماں تجھے رو رو کر ڈھونڈے یا یاد کرے۔ ۲۰ کیونکہ ہاتھ پاؤں سے اکثر گناہ ہی ہوتے ہیں۔ مگر زبان سے کفر، شرک، غیبت، چغلی، بہتان سب کچھ ہوتے ہیں جو دوزخ میں ذلت و خواری کے ساتھ پھینکے جانے کا ذریعہ ہیں۔ حصائد وہ جگہ ہے جہاں کھیت کاٹ کر رکھا جاتا ہے یعنی کھلیان یا کٹوتی انسان کا ہر لفظ نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ وہ دفتر گویا اس کا کھلیان ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ، رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْ مُّعَاذِ ابْنِ اَنَسٍ مَعَ تَقْدِيْمٍ وَّتَاخِيْرٍ وَّفِيْهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ اِيْمَانَهٗ،

(۲۷) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے ۱ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو کوئی اللہ کیلئے محبت و عداوت کرے اور اللہ کیلئے دے اور روکے ۲ اس نے اپنا ایمان کامل کرلیا، یہ حدیث ابوداؤد نے روایت کی۔ ترمذی نے کچھ تقدیم و تاخیر سے حضرت معاذ بن انس سے یوں نقل کی کہ بے شک اس نے اپنا ایمان کامل کرلیا۔ ۳

(۲۷) ۱ آپ کا نام شریف صدی کنیت ابوامامہ ہے۔ قبیلہ بنی باہلہ سے ہیں اولاً مصر میں پھر حمص میں قیام فرمایا اکہتر سال کی عمر پا کر ۸۶ھ حمص ہی میں وفات پائی۔ شام کے سب سے آخری صحابی آپ ہی ہیں (مرقاۃ) ۲ اگرچہ مسلمان کا ہر کام اللہ کیلئے ہی چاہئے مگر یہ چار کام اکثر نفس کیلئے ہوتے ہیں اس لئے ان کا خصوصیت سے ذکر فرمایا جب یہی کام اللہ کیلئے ہو گئے تو باقی اعمال سوا، جاگنا، بولنا اور چپ رہنا وغیرہ سب اللہ کیلئے ہوں گے۔ دیکھا یہ گیا ہے کہ اللہ کیلئے دینے والے تھوڑے نام نمود میں خرچ کرنے والے زیدہ ہیں۔ ربّ تعالیٰ یہ صفتیں نصیب کرے۔ ۳ کیونکہ کمال ایمان اخلاص سے نصیب ہوتا ہے۔ مخلص صدیقین کے زمرہ میں پہنچ جاتا ہے۔ اخلاص کی پہچان یہ ہے کہ کافر بیٹا دشمن معلوم ہو۔ اجنبی مومن پیارا

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد
فدائے یک تن بیگانہ کآشنا باشد

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ الْحُبُّ فِی اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰهِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۲۸) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہترین عمل اللہ کیلئے محبت اور اللہ کیلئے عداوت ہے ۱ (ابوداؤد)

(۲۸) ۱ کیونکہ دوسرے اعمال قالب سے ادا ہوتے ہیں اور اللہ کیلئے محبت و عداوت دل سے وہ سب بدنی عبادات ہیں، یہ دل کی

https://archive.org/details/@madni_library

عبادت کیونکہ اللہ کیلئے محبت جبھی ہوگی۔ جب اللہ سے محبت ہوگی اور اللہ کی محبت اس کے تمام احکام کی محبت کا ذریعہ ہے امام غزالی فرماتے ہیں اگر کوئی شخص باورچی سے اس لئے محبت کرے کہ اس سے اچھا کھانا پکوا کر فقراء کو بانٹے تو یہ اللہ کیلئے محبت ہے اور اگر عالم دین سے اس لئے محبت کرے کہ اس سے علم دین سیکھ کر دنیا کمائے تو یہ دنیا کیلئے محبت ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَیَدِهٖ وَالْمُؤْمِنُ مِنْ اَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰى دِمَائِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَآئِیُّ وَزَادَ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ بِرِوَایَةِ فَضَالَةَ وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِیْ طَاعَةِ لِلّٰهِ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَایَا وَالذُّنُوْبَ

(۲۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچا مسلمان وہ جس کے زبان و ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں[۱] اور سچا مؤمن وہ جس سے لوگ اپنے خون و مال میں مطمئن رہیں[۲] اسے ترمذی و نسائی نے روایت کیا۔ بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت فضالہ[۳] کی روایت سے یہ زیادتی کی کہ غازی وہ جو اللہ کی فرمانبرداری میں اپنے نفس سے مشقت لے[۴] اور سچا مہاجر وہ جو خطا و گناہ چھوڑ دے۔[۵]

(۲۹)[۱] کہ نہ کسی کو بلاوجہ مارے پیٹے نہ ان کی چغلی اور غیبت کرے، حق پر مارنا عین دین ہے جیسے مجرم سے قصاص لینا ضرورت شرعی کی بنا پر غیبت عین عبادت ہے جیسے راویان حدیث کے عیوب بیان کرنا حدیث کی تحقیق کیلئے یہ چیزیں اس حدیث سے خارج ہیں۔[۲] یعنی اس کا برتاؤ ایسا اچھا ہو کہ لوگوں کو قدرتی طور پر اس کی طرف سے اطمینان ہو کہ یہ نہ ہمارے مال مارے گا نہ تکلیف دے گا یہ اطمینانِ مسلمین اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ اسی لئے بزرگ فرماتے ہیں کہ کسی کی قوت ایمانی جانچنے کیلئے اس کے پڑوسیوں اور دوستوں سے پوچھو اس حدیث سے اشارۃً معلوم ہو رہا ہے کہ اسلام اور ایمان میں فرق ہے۔ اسلام کا تعلق ظاہر اعضاء سے ہے اور ایمان کا قلب سے۔[۳] فضالہ ابن عبید اوسی انصاری ہیں۔ یہ حضور کے غلام ہیں۔ احد اور اس کے بعد تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے بیعت رضوان میں شریک تھے۔ حضور کے بعد شام کے جہادوں میں شریک رہے دمشق میں قیام کیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وہاں کے قاضی رہے ۵۳ ہجری میں وہیں وفات پائی (از مرقاۃ و اشعۃ) [۴] کیونکہ ہمارا بدترین دشمن اور مار آستین ہمارا نفس ہے کفار کو مارنا آسان، نفس بدکار کو مارنا مشکل مولانا روم فرماتے ہیں۔

سہل شیرے دانکہ صفہا بشکند | شیر آں باشد کہ خود را بشکند

[۵] کیونکہ وطن جسم کا دیس ہے اور گناہ نفس امارہ کا دیس، وطن عمر میں ایک بار چھوڑنا پڑتا ہے اور یہ ہر لحظہ۔ یہاں خطا سے مراد چھوٹے گناہ ہیں اور ذنوب سے مراد بڑے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَلَّمَا خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَالَ لَااِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهٗ
(رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

(۳۰) روایت ہے حضرت انس سے کہ یہ بہت کم تھا کہ حضور ہمیں اس کے بغیر وعظ فرمائیں کہ جو امین نہیں اس کا ایمان نہیں جو پابند وعدہ نہیں اس کا دین نہیں[۱]۔ یہ حدیث بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی ہے۔

(۳۰)[۱] یعنی امانت داری اور پابندی وعدہ کے بغیر ایمان اور دین کامل نہیں، امانت میں مال و زر لوگوں کی عزت و آبرو حتی کہ عورت

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

کی اپنی عفت سب داخل ہیں بلکہ سارے اعمال صالحہ بھی اللہ کی امانتیں ہیں۔ حضور سے عشق ومحبت حضور کی امانت ہے۔ رب فرماتا ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ (۳۳۔۷۲) بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی (کنزالایمان) عہد میں میثاق کے دن رب سے عہد بیعت کے وقت شیخ سے عہد نکاح کے وقت خاوند یا بیوی سے عہد' جو جائز وعدہ دوست سے کیا جائے یہ سب داخل ہیں۔ ان سب کا پورا کرنا لازم اور ناجائز وعدے توڑنا ضروری اگر کسی سے زنا' چوری' حرام خوری یا کفر کا وعدہ کیا تو اُسے ہرگز پورا نہ کرے کہ یہ رب کے عہد کے مقابلے میں ہے۔ اللہ رسول سے وعدہ کیا ہے ان سے بچنے کا اسے پورا کرے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۱) روایت ہے عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور یقیناً محمد اللہ کے رسول ہیں اللہ تعالٰی اس پر آگ حرام کرے گا۔[۱] (مسلم)

(۳۱) [۱] اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ اس سے مراد تمام اسلامی عقائد قبول کر لینا اور مطلب یہ ہے کہ جس کے عقائد درست ہیں وہ دوزخ میں ہمیشہ نہ رہے گا یا اس سے وہ شخص مراد ہے جو ایمان لاتے ہی فوت ہو جائے یا یہ حدیث اس وقت کی ہے جب احکام شرعیہ بالکل نہ آئے تھے بہرحال یہ حدیث دیگر احادیث کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۲) روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے[۱] فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو جانتے مانتے مر گیا کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔[۲] (مسلم)

(۳۲) [۱] آپ کا نام عثمان ابن عفان ابن ابی العاص ابن امیہ ہے۔ کنیت ابوعبداللہ لقب جامع القرآن اموی ہیں' قرشی ہیں۔ عبد مناف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ شروع اسلام میں ہی ایمان لائے صاحب ہجرتین ہیں پہلی ہجرت حبشہ کی طرف اور دوسری مدینہ پاک کی طرف۔ آپ کا خطاب ذی النورین ہے کیونکہ حضور کی دو صاحبزادیاں رقیہ اور ام کلثوم آگے پیچھے آپ کے نکاح میں آئیں۔ اولاد آدم میں کسی کے نکاح میں نبی کی دو بیٹیاں نہیں آئیں۔ جنگ بدر میں حضور کے حکم سے بی بی رقیہ کی خدمت کیلئے مدینہ میں رہے آپ کو غنیمت کا حصہ دیا گیا۔ صلح حدیبیہ میں آپ حضور کے بھیجے ہوئے مکہ معظمہ گئے تھے۔ حضور نے اپنے بائیں ہاتھ کو فرمایا یہ عثمان کا ہاتھ ہے خود ان کی طرف سے بیعت کی اور لی محرم ۲۴ھ میں تخت خلافت پر جلوہ گر ہوئے۔ ۱۲ سال خلافت کی بیاسی سال کی عمر پا کر اسود تجیبی مصری کے ہاتھ سے مدینہ منورہ میں قرآن پڑھتے ہوئے شہید ہوئے' جنت البقیع میں آپ کی قبر انور زیارت گاہ مخلوق ہے فقیر نے وہاں حاضری دی ہے۔ [۲] یعنی اگرچہ اسے زبان سے اقرار کا بھی موقع نہ ملا۔ کیونکہ زبانی اقرار تو احکام شریعہ جاری کرنے کی شرط ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(۳۳) روایت ہے حضرت جابر سے[۱] فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم

https://archive.org/details/@madni_library

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَانِ مُوْجِبَتَانِ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاالْمُوْجِبَتَانِ قَالَ مَنْ مَّاتَ یُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَیْئاً دَخَلَ النَّارَ وَمَنْ مَّاتَ لَا یُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَیْئاً دَخَلَ الْجَنَّةَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو چیزیں لازم کرنے والی ہیں ۲ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ لازم کرنے والی کیا ہیں فرمایا جو اللہ کا شریک مانتا ہوا۳ مرگیا وہ آگ میں جائے گا۴ اور جو اس طرح مرا کہ کسی کو اللہ کا شریک نہیں مانتا۵ وہ جنت میں جائے۔۶ (مسلم)

(۳۳) ۱ آپ کا نام جابر ابن عبداللہ کنیت ابوعبداللہ ہے۔ انصاری ہیں سلمی ہیں۔ مشہور صحابی' بہت بڑے محدث ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۱۸ غزووں میں شریک رہے۔ بدر میں بھی ساتھ تھے آخر میں شام اور مصر میں قیام رہا نابینا ہو گئے تھے۔ ۹۴ سال عمر پا کر ۷۴ھ میں وفات ہوئی۔ جنت البقیع میں مزار پرانوار ہے۔ آپ مدینہ کے آخری صحابی ہیں۔ ۲ اللہ تعالیٰ کے اذن سے کیونکہ اہل سنت کے نزدیک عمل بذات خود واجب نہیں کرتا بلکہ اللہ کا ارادہ یعنی انسان کی دو صفتیں با ارادہ الٰہی سزا و جزا واجب کرتی ہیں۔ اس کا بیان آگے آتا ہے۔ ۳ یعنی کفر کرتا ہوا جس کی ایک قسم شرک بھی ہے۔ دیکھو دہریہ' موحد' ہندو' آریہ وغیرہ سب جہنمی ہیں اگرچہ مشرک نہیں ایسے مقامات میں شرک سے مراد کفر ہوتا ہے۔ اس کا مقابل ایمان ہے نہ کہ توحید۔ ۴ ہمیشہ کیلئے جیسے بھٹی میں کوئلہ۔ ۵ یعنی مومن مسلمان ہو کر نہ کہ صرف موحد ہو کر ورنہ شیطان مشرک نہیں موحد ہے مگر جنتی نہیں۔ ۶ یا اول ہی سے یا کچھ سزا بھگت کر۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ کُنَّا قُعُوداً حَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَنَا اَبُوْبَکْرٍ وَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِیْ نَفَرٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَیْنِ اَظْهُرِنَا فَاَبْطَأَ عَلَیْنَا وَخَشِیْنَا اَنْ یُّقْتَطَعَ دُوْنَنَا وَفَزِعْنَا فَقُمْنَا فَکُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ اَبْتَغِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اَتَیْتُ حَائِطًا لِّلْاَنْصَارِ لِبَنِی النَّجَّارِ فَدُرْتُ بِهٖ هَلْ اَجِدُ لَهٗ بَابًا فَلَمْ اَجِدْ فَاِذَا رَبِیْعٌ یَدْخُلُ فِیْ حَائِطٍ مِّنْ بِئْرٍ خَارِجَةٍ وَالرَّبِیْعُ الْجَدْوَلُ قَالَ فَاحْتَفَزْتُ فَدَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَاشَانُكَ قُلْتُ کُنْتَ بَیْنَ اَظْهُرِنَا فَقُمْتَ فَاَبْطَاْتَ عَلَیْنَا فَخَشِیْنَا اَنْ تُقْتَطَعَ دُوْنَنَا فَفَزِعْنَا فَکُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَاَتَیْتُ هٰذَا الْحَائِطَ فَاحْتَفَزْتُ کَمَا یَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ وَهٰؤُلَاءِ النَّاسُ وَرَائِیْ فَقَالَ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ

(۳۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس بیٹھے تھے۔ ہمارے ساتھ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ابھی تھے کہ اچانک ہمارے درمیان سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ گئے۔ واپسی میں دیر لگائی ہم ڈر گئے کہ مبادا حضور کو ہماری غیر حاضری میں کوئی ایذا پہنچے۔ ۲ ہم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے گھبرانے والا پہلا میں تھا۔ میں حضور کو ڈھونڈ نے نکل کھڑا ہوا یہاں تک کہ انصار بنی نجار کے ایک باغ میں پہنچا ۳ باغ کے اردگرد گھوما ۴ کہ کوئی دروازہ ملے مگر نہ ملا ۵ ایک نالی تھی جو بیرونی کنوئیں سے باغ میں جاتی تھی ۶ فرماتے ہیں کہ میں سکڑ کر نالی میں گھس کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ ۷ حضور نے فرمایا کیا ابوہریرہ ہے۔ ۸ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟ ۹ میں نے عرض کیا کہ حضور ہم میں تشریف فرما تھے اچانک اٹھ آئے اور واپسی میں دیر ہوئی ہم ڈر گئے کہ مبادا حضور کو ہماری غیر موجودگی میں ایذا پہنچے تو ہم گھبرا گئے ۱۰ پہلے میں ہی گھبرایا تو اس باغ میں آیا ۱۱ اور میں لومڑی کی طرح سکڑ گیا اور باقی یہ لوگ میرے پیچھے ہی ہیں۔ ۱۲ حضور نے فرمایا اے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَاَعْطَانِیْ نَعْلَیْهِ فَقَالَ اذْهَبْ بِنَعْلَیَّ هَاتَیْنِ فَمَنْ لَقِیْكَ مِنْ وَّرَآءِ هٰذَا الْحَائِطِ یَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُسْتَیْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَكَانَ اَوَّلُ مَنْ لَقِیْتُ عُمَرَ فَقَالَ مَاهَاتَانِ النَّعْلَانِ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ فَقُلْتُ هَاتَانِ نَعْلَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبْعَثَنِیْ بِهِمَا مَنْ لَّقِیْتُ یَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُسْتَیْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ بَشَّرْتُهٗ بِالْجَنَّةِ فَضَرَبَ عُمَرُ بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَخَرَرْتُ لِاِسْتِیْ فَقَالَ ارْجِعْ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ فَرَجَعْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَجْهَشْتُ بِالْبُكَاءِ وَرَكِبَنِیْ عُمَرُ وَاِذَا هُوَ عَلٰی اَثَرِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَالَكَ یَا اَبَاهُرَیْرَةَ قُلْتُ لَقِیْتُ عُمَرَ فَاَخْبَرْتُهٗ بِالَّذِیْ بَعَثْتَنِیْ بِهٖ فَضَرَبَ بَیْنَ ثَدْیَیَّ ضَرْبَةً خَرَرْتُ لِاِسْتِیْ فَقَالَ ارْجِعْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا عُمَرُ مَاحَمَلَكَ عَلٰی مَا فَعَلْتَ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ اَبَعَثْتَ اَبَا هُرَیْرَةَ بِنَعْلَیْكَ مَنْ لَقِیَ یَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُسْتَیْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ بَشَّرَهُ بِالْجَنَّةِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ فَاِنِّیْ اَخْشٰی اَنْ یَّتَّكِلَ النَّاسُ عَلَیْهَا فَخَلِّهِمْ یَعْمَلُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَخَلِّهِمْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ابو ہریرہ اور مجھے اپنے نعلین شریف عطا کئے۔۱۳؎ فرمایا ہمارے نعلین لے جاؤ۔ جو تمہیں اس باغ کے پیچھے یقین دل سے یہ گواہی دیتا ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسے جنت کی بشارت دے دو۔۱۴؎ پہلے جن سے ملاقات ہوئی وہ عمر تھے۱۵؎ وہ بولے اے ابوہریرہ یہ جوتے کیسے ہیں میں نے کہا کہ یہ حضور کے نعلین پاک ہے مجھے یہ دے کر حضور نے اس لئے بھیجا ہے کہ جو مجھے یقین دل سے گواہی دیتا ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسے جنت کی بشارت دے دوں۔۱۶؎ جناب عمر نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا۱۷؎ کہ میں چت گر گیا اور فرمایا لوٹ چلو ابوہریرہ تو میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۱۸؎ اور رو رو کر فریاد کی۱۹؎ اور مجھ پر عمر کی ہیبت سوار ہوگئی تھی۲۰؎ دیکھا تو وہ میرے پیچھے ہی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابوہریرہ کیا حال ہے میں نے کہا کہ میں جناب عمر سے ملا اور انہیں وہ ہی پیغام سنایا جو دے کر حضور نے مجھے بھیجا تھا تو انہوں نے میرے سینے پر ایسا مارا کہ میں چت گر گیا اور فرمایا کہ لوٹو ۲۱؎ حضور نے فرمایا اے عمر! اس کام پر تمہیں کس خیال نے ابھارا۲۲؎ وہ عرض کرنے لگے۲۳؎ میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ کیا آپ نے ابوہریرہ کو نعلین پاک دے کر اس لئے بھیجا کہ جو انہیں یقین دل سے یہ گواہی دیتا ملے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسے جنت کی بشارت دے دیں۔۲۴؎ فرمایا ہاں عرض کیا ایسا نہ کیجئے ۲۵؎ میں خوف کرتا ہوں کہ لوگ اس پر بھروسہ کر بیٹھیں گے ۲۶؎ اور انہیں چھوڑ دیں کہ عمل کرتے رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اچھا چھوڑ دو۔۲۷؎ (مسلم)

(۳۴)۱؎ جماعت صحابہ میں یہ دونوں بزرگ ایسا درجہ رکھتے ہیں جیسے تاروں میں چاند و سورج اسی لئے اکثر جگہ ان کا ذکر خصوصیت سے ہوتا ہے خیال رہے کہ صحابہ کے شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ محدثین کے شیخین بخاری و مسلم' فقہاء کے شیخین امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ و ابویوسف رضی اللہ عنہم منطق کے شیخین بوعلی سینا و فارابی ہیں۔۲؎ اس طرح کہ ہم خدمت میں حاضر نہ ہوں حضور کہیں اکیلے ہوں اور کوئی دشمن آپ کو ایذا پہنچائے کیونکہ عرب میں حضور کے بہت دشمن ہیں یہ گھبراہٹ اسباب کے لحاظ سے ہے ورنہ اللہ ہمیشہ حضور کے ساتھ تھا۔۳؎ بنی نجار انصار کا ایک بڑا قبیلہ ہے۔ حائط وہ باغ کہلاتا ہے جس کے آس پاس دیوار ہو اور ایک دروازہ' بستان ہر باغ کو کہہ

https://archive.org/details/@madni_library

سکتے ہیں دیوار سے گھرا ہوا یا نہ ہو۔ ۴؎ اس لئے کہ اندازے سے مجھے پتا لگا کہ حضور اس باغ میں ہیں شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ نسیم جمال نے بوئے محبوب عاشق کے دماغِ محبت میں پہنچائی جیسے بوئے یوسفی مصر سے کنعان پہنچ گئی' مگر عشاق کے حال مختلف ہوتے ہیں کبھی قبض کبھی بسط۔ ۵؎ یعنی دروازہ موجود تھا مگر نظر نہ آیا وارفتگی عشق محبوب کی وجہ سے۔ ۶؎ وہ نظر آ گئی پیاروں کے حال نیارے ہوتے ہیں ان کی کیفیات عقل سے ورا ہیں دیکھو رب کی شان کہ دروازہ نظر نہ آیا اور نالی سوجھ گئی یہ واردات ان لوگوں پر گزرتی ہے جنہیں عشق سے حصہ ملا ہو۔ ۷؎ معلوم ہوتا ہے کہ نالی بہت تنگ تھی جس میں حضرت ابوہریرہ مشکل سے داخل ہوئے۔ خیال رہے کہ بغیر اجازت نالیوں کے ذریعہ کسی کے گھر یا باغ میں چلا جانا ازروئے قانون ممنوع ہے مگر یہ عشق کا کرشمہ تھا خود کو آتش نمرود میں ڈالنا' بے قصور فرزند کو ذبح کرنا سب عشق کی جلوہ گری ہے یہ قانون اس سے کوسوں دور ہے۔ ۸؎ یہ سوال تعجب کی بنا پر ہے کہ دروازہ ہوتے ہوئے نالی کے رستہ پہنچے یا دروازہ بند تھا اور آ گئے۔ ۹؎ یعنی پریشان کیوں ہو' ہانپ کیوں رہے ہو۔ ۱۰؎ اس میں اللہ کی نعمت کا اظہار ہے نہ کہ فخر وریا' یعنی مجھے اللہ نے حضور کا ایسا عشق دیا ہے کہ آپ کے بغیر صبر نہیں کرسکتا۔ ۱۱؎ اس میں اظہار معذرت ہے کہ حضور اس گھبراہٹ میں آداب دربار بجانہ لاسکا بغیر اذن آ گیا سلام بھی کرنا بھول گیا حالانکہ یہ دونوں حکم قرآنی ہیں مگر ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے۔ ۱۲؎ یعنی شعر'

نہ تنہا من دریں میخانہ مستم ‏ ‏ ‏ ‏ ازیں مے ہمچو من بسیار شد مست

ع ‏ ایک میں ہی نہیں عالم ہے طلبگار تیرا

۱۳؎ کیوں عطا کئے عاقل تو یہ کہتے ہیں کہ نشانی کے طور پر تاکہ معلوم ہو کہ حضور کے بھیجے ہوئے ہیں۔ عاشق کہتے ہیں' نہیں صحابی سچے ہیں ان کی ہر بات بغیر نشانی مانی جاتی ہے منشاء یہ ہے کہ آگے صرف لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ذکر ہے ابوہریرہ کو کفش بردار بنا کر یہ بتایا کہ کلمہ اور توحید اس کا معتبر ہے جو ہمارا کفش بردار ہو اس میں تبلیغ قولی کے ساتھ تبلیغ عملی بھی ہے۔ عشق کی تفسیر سے حدیث پر کوئی اعتراض نہ رہا کفش برداری میں سارے عقائد و اعمال آ گئے ان کا نعلین بردار یقیناً جنتی ہے۔ ۱۴؎ سبحان اللہ کیا لطیف اشارہ ہے یعنی یہ بشارت ہر شخص کو نہ دینا کہ ہر کوئی یہ راز سمجھے گا نہیں صرف جناب عمر کو بتانا جو تمہیں اس باغ کے پیچھے ہی مل جائیں گے جو ہمارے راز دار ہیں۔ ۱۵؎ یعنی ان سے کہہ دو کہ تم جنتی ہو' یقیناً اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور کو یہ خبر تھی کہ حضرت ابوہریرہ کو پہلے حضرت عمر ہی ملیں گے دوسرے یہ کہ حضرت عمر یقینی لازمی جنتی ہیں۔ تیسرے یہ کہ حضور کو لوگوں کی سعادت و شقاوت کی خبر ہے۔ چوتھے یہ کہ مسلمان کو زبان سے کلمہ طیبہ پڑھنا ضروری ہے صرف عقیدے پر کفایت نہ کرے' زبان سے اقرار بھی کرے' پانچویں یہ کہ اس قسم کی احادیث عوام تک بغیر شرح نہ پہنچائی جائیں اس لئے حضور نے قید لگا دی کہ جو تمہیں اس باغ کے پیچھے مسلمان ملے صرف اسے بشارت دو۔ ۱۶؎ یہ حضور کے فرمان کا ظہور ہے کہ فرمایا تھا جو تمہیں اس باغ کے پیچھے ملے ملاقاتِ حضرت عمر حضور کے فرمان کی تفسیر ہے۔ ۱۷؎ یہاں تھوڑا مضمون پوشیدہ ہے یعنی مجھ سے فرمایا لوٹ چلو میں نہ مانا تب آپ نے مجھے مارا کیونکہ بغیر کچھ کہے سنے مارنا عقل کے خلاف ہے (مرقاۃ) اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں مارنا مقصود نہ تھا بلکہ آگے جانے سے روکنا اور منہ پھیر کر مجبوراً واپس کرنا تھا۔ حضرت ابوہریرہ کمزور تھے اس تھوڑی سی حرکت دینے سے گر پڑے اور اگر مارا ہی ہو تب بھی حرج نہیں کہ جناب عمر حضرت ابوہریرہ کیلئے مثل استاد یا کم از کم بڑے بھائی کی طرح تھے۔ ۱۸؎ خیال رہے کہ اس فرمان میں حضور کے حکم کی مخالفت نہیں مقصد یہ ہے کہ اے ابوہریرہ! تم تعمیل کر چکے ہو' میں تمہیں مل گیا تم نے مجھے فرمان سنا دیا۔ حدیث اپنی انتہا کو پہنچ گئی اس کی عام اشاعت کی ضرورت نہیں' خیال رہے کہ حدیث کا مبدا نبی صلی اللہ علیہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وسلم ہیں اور حدیث کا منتہی مجتہدین۔ عوام براہ راست حدیث رسول پر عمل نہ کریں بلکہ مجتہد سے سمجھ کر عمل کریں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ (۸۳'۴) تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بعد میں کاوش کرتے ہیں (کنزالایمان) حدیث وقرآن طب روحانی کی دوائیں ہیں۔ کسی طبیب روحانی کے مشورہ سے استعمال کرو ورنہ مارے جاؤ گے یہ حدیث تقلید ائمہ کی قوی دلیل ہے۔ ۱۹ یعنی میں نے حضور کی ایسی پناہ لی جیسے بچہ مادر مہربان کی' خیال رہے کہ ابو ہریرہ یہاں آ کر روئے وہاں نہ روئے تھے کیونکہ مظلوم فریادرس کو دیکھ کر رویا کرتا ہے۔ ۲۰ یہ عرب کا محاورہ ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں پر قرض سوار ہو گیا یعنی غالب آ گیا ۲۱ یعنی اس کام کے لئے یہاں سے آگے نہ بڑھو خواہ حضور کی خدمت میں واپس چلو یا اور کام کیلئے جاؤ۔ ۲۲ ابو ہریرہ کو واپس کرنے پر نہ کہ انہیں مارنے پر جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ شکایت وغیرہ میں اکثر ایک کی خبر معتبر ہے کیونکہ حضور نے حضرت ابو ہریرہ سے گواہی مانگی اور نہ جناب عمر سے اقرار کرایا صرف لوٹانے کی وجہ پوچھی۔ ۲۳ یہ عرض معروض بارگاہ نبوی کے آداب میں سے ہے نہ کہ حضرت ابو ہریرہ پر بدگمانی کی بنا پر کیونکہ سارے صحابہ عادل ہیں ان کی خبریں معتبر جب شاہی کارندے کے کسی کام پر بادشاہ سے عرض معروض کرنا ہو تو پہلے بادشاہ سے تصدیق کر لینی ادب دربار ہے۔ ۲۴ خیال رہے کہ اس جگہ ایک چیز کا ذکر نہیں آیا یعنی اس باغ کے پیچھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جناب عمر راز دار پیغمبر ہیں دلی رازوں سے خبردار ہیں۔ ۲۵ یعنی آئندہ حضرت ابو ہریرہ کو عام لوگوں سے یہ کلام کرنے کی اجازت نہ دیں اس میں حضور کی بارگاہ میں ایک مشورہ کی پیشکش ہے نہ کہ حضور کے حکم سے سرتابی رب فرماتا ہے: وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ (۱۵۹'۳) اور کاموں میں ان سے مشورہ لو (کنزالایمان) اسی لئے حضور نے اس موقع پر عتاب نہ کیا بلکہ آپ کا مشورہ قبول کر لیا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جناب عمر کی عقل و دانائی حضور سے زیادہ ہے۔ اس حدیث کا راز کچھ اور ہی ہے جو ہم پہلے عرض کر چکے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم اپنے موقع پر پہنچ چکا تعمیل ارشاد ہو چکی۔ ۲۶ یعنی وہ نومسلم جو ابھی تک منشا کلام سمجھنے کے لائق نہیں ہیں وہ ظاہر الفاظ سن کر اعمال ہی چھوڑ بیٹھیں گے اور سمجھیں گے کہ نجات کیلئے صرف کلمہ پڑھ لینا کافی ہے اس لئے موجودہ زمانے کے اہل حدیث حضرات کو عبرت پکڑنی چاہئے جو ہر حدیث پر بلا سوچے سمجھے عمل کرنے کے مدعی ہیں۔ آیات قرآنیہ پر بھی اندھا دھند گرنا حرام ہے۔ ربّ فرماتا ہے: وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا (۷۳'۲۵) اور وہ کہ جب کہ انہیں ان کے رب کی آیتیں یاد دلائی جائیں تو ان پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے (کنزالایمان) ۲۷ یعنی تمہاری رائے منظور ہے بہت درست ہے خیال رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے جناب ابو ہریرہ کا نہ قصاص دلوایا نہ ان سے معافی دلوائی۔ کیونکہ حضرت عمر مجتہد ہیں اور ابو ہریرہ محض محدث مجتہد استاد ہے۔ محدث شاگرد استاد پر شاگرد کا قصاص لازم نہیں اگرچہ غلطی سے سزا دے دے۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے خطاءً ہارون علیہ السلام کے بال پکڑ کر کھینچے مگر ربّ نے ان سے قصاص نہ دلوایا (قرآن حکیم) ہماری اس شرح سے حسب ذیل سوالات اٹھ گئے (۱) حضرت ابو ہریرہ کو باغ کا دروازہ نظر کیوں نہ آیا نالی کیوں نظر آئی؟ (۲) آپ دوسرے کے باغ یا مکان میں بلا اجازت کیوں گئے؟ (۳) آپ نے پہلے سلام کیوں نہ کیا؟ (۴) حضور ﷺ نے آپ کو نعلین شریف کیوں عطا فرمائیں؟ (۵) حضرت عمر نے اشاعت حدیث سے جناب ابو ہریرہ کو کیوں روکا؟ (۶) انہیں مارا کیوں؟ (۷) حضور ﷺ سے حضرت ابو ہریرہ کی تصدیق کیوں کرائی؟ (۸) حضور ﷺ کو اس فرمان کے اشاعت نہ کرنے کی رائے کیوں دی؟ (۹) حضور نے ان کی رائے کیوں قبول کر لی؟ (۱۰) حضرت عمر سے ان کا بدلہ کیوں نہ لیا گیا

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَفَاتِیْحُ الْجَنَّةِ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۳۵) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی چابیاں کلمہ شہادت ہے کہ ربّ کے سوا کوئی معبود نہیں؎ اسے احمد نے روایت کیا۔

(۳۵)؎ یعنی بغیر درستی عقیدہ کوئی شخص جنت میں نہیں جا سکتا اور درستی عقائد خود جنت اور وہاں کے تمام مقامات کی چابی ہے اس لئے مفاتیح جمع فرمایا گیا یعنی وہاں کے ہر مقام کی چابی کلمہ طیبہ ہے ہم پہلے عرض کر چکے کہ کلمہ سے مراد سارے عقائد اسلامیہ ہیں لہٰذا منافقین اور مرتدین اگرچہ عمر بھر کلمہ پڑھیں مگر جنتی نہیں۔

وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ نِجَالًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ تُوُفِّیَ حَزِنُوْا عَلَیْهِ حَتّٰی کَادَ بَعْضُهُمْ یُوَسْوِسُ قَالَ عُثْمَانُ وَکُنْتُ مِنْهُمْ فَبَیْنَا اَنَا جَالِسٌ مَرَّ عَلَیَّ عُمَرُ وَسَلَّمَ فَلَمْ اَشْعُرْ بِهٖ فَاشْتَکٰی عُمَرُ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ثُمَّ اَقْبَلَا حَتّٰی سَلَّمَا عَلَیَّ جَمِیْعًا فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ مَا حَمَلَکَ اَنْ لَّا تَرُدَّ عَلٰی اَخِیْکَ عُمَرَ سَلَامَهٗ قُلْتُ مَا فَعَلْتُ فَقَالَ عُمَرُ بَلٰی وَاللّٰهِ لَقَدْ فَعَلْتَ قَالَ قُلْتُ وَاللّٰهِ مَا شَعُرْتُ اَنَّکَ مَرَرْتَ وَلَا سَلَّمْتَ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ صَدَقَ عُثْمَانُ قَدْ شَغَلَکَ عَنْ ذٰلِکَ اَمْرٌ فَقُلْتُ اَجَلْ قَالَ مَا هُوَ قُلْتُ تَوَفَّی اللّٰهُ تَعَالٰی نَبِیَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ نَسْئَلَهٗ عَنْ نَجَاةِ هٰذَا الْاَمْرِ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ قَدْ سَئَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِکَ فَقُمْتُ اِلَیْهِ وَقُلْتُ لَهٗ بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ اَنْتَ اَحَقُّ بِهَا قَالَ اَبُوْبَکْرٍ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا نَجَاةُ هٰذَا الْاَمْرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَبِلَ مِنِّی الْکَلِمَةَ الَّتِیْ عَرَضْتُ عَلٰی عَمِّیْ فَرَدَّهَا فَهِیَ لَهٗ نَجَاةٌ

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۳۶) روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو حضور کے صحابہ میں سے بعض حضرات اس قدر غمگین ہوئے کہ بیماری وہم میں مبتلا ہونے کے قریب ہو گئے؎ حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ میں بھی ان میں تھا۔ ایک مرتبہ میں بیٹھا تھا کہ عمر فاروق گزرے مجھے سلام کہا لیکن مجھے مطلقاً شعور بھی نہ ہوا۔؎ جناب عمر نے ابوبکر سے میری شکایت کی؎ پھر وہ دونوں حضرات میرے پاس تشریف لائے اور دونوں نے مجھے سلام کیا؎ ابوبکر نے مجھ سے فرمایا کہ کیا باعث ہوا کہ تم نے اپنے بھائی عمر کے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے کہا کہ میں نے تو ایسا نہ کیا عمر بولے خدا کی قسم تم نے یہ کیا' میں نے کہا خدا کی قسم مجھے نہ یہ خبر کہ تم گزرے نہ یہ کہ تم نے مجھے سلام کیا۔؎ ابوبکر صدیق نے فرمایا عثمان سچے ہیں اے عثمان! تمہیں کسی الجھن نے پھنسا لیا اس سے بے خبر کر دیا؎ میں نے کہا ہاں فرمایا وہ الجھن کیا ہے میں نے کہا کہ اللہ نے اس سے پہلے ہی اپنے نبی کو وفات دے دی کہ ہم حضور سے اس چیز کی نجات کے متعلق پوچھیں۔؎ ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ میں نے اس کے متعلق حضور سے پوچھ لیا ہے؎ میں آپ کی خدمت میں کھڑا ہو گیا؎ اور کہا اے ابوبکر! تم پر میرے ماں باپ فدا یہ تمہارا ہی حق ہے۔؎ ابوبکر نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس چیز کی نجات کیسے ہو گی۔؎ حضور نے فرمایا جو میری وہ بات مان لے جو میں نے اپنے چچا پر پیش کی تھی؎ انہوں نے رد کر دی تھی' ؎ تو یہ بات اس کی نجات ہے۔ (احمد)

(۳۶)؎ یعنی زیادتی غم کی وجہ سے وہم کی بیماری ہو گئی مت کٹ گئی' عقل ٹھکانے نہ رہی یا یہ وسوسہ دل میں آنے لگا کہ اسلام

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

کیسے باقی رہے گا اس کا والی چلا گیا۔قافلہ سالار رخصت ہو گیا۔اب یہ قافلہ کیسے سنبھلے گا۔ یہ تمام خیالات غیر اختیاری تھے۔خیال رہے کہ حضور کی وفات پر رنج وغم سنت صحابہ ہے مگر پیٹنا ماتم کرنا ممنوع ہے۔۲؎یعنی عمر فاروق نے باآواز بلند سلام کیا مگر میرے کان میں ان کی آواز نہ پہنچی۔زیادتی غم میں سامنے رکھی چیز نظر نہیں آتی۔۳؎کیونکہ آپ یہ سمجھتے تھے کہ شاید حضرت عثمان مجھ سے ناراض ہیں اس لئے انہوں نے سلام کا جواب اتنا آہستہ دیا کہ میں نہ سن سکا۔ یہ خیال نہ کیا کہ جواب ہی نہ دیا کیونکہ جواب سلام فرض ہے اس سے معلوم ہوا کہ حاکم کے سامنے کسی کی شکایت کرنا خصوصاً بغرض اصلاح غیبت نہیں بلکہ سنت صحابہ ہے۔۴؎جناب عمر تو منانے کی نیت سے آئے اور حضرت صدیق اصلاح کے ارادے سے اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی شکایت سن کر دل پر نہ رکھ لے بلکہ دور کرنے کی کوشش کی جائے اگرچہ جماعت میں سے ایک کا سلام کرنا کافی ہوتا ہے لیکن یہاں موقع ہی ایسا تھا کہ دونوں نے الگ الگ سلام کیا یا یہ دونوں حضرات آگے پیچھے عثمان غنی کے پاس گئے ہوں گے۔۵؎یعنی نہ مجھ پر یہ گزرے نہ مجھے سلام کیا اور نہ میں نے ان کے جواب میں کوتاہی کی یہ جھوٹ نہیں بلکہ اپنے علم کی بنا پر ہے۔۶؎یعنی تم کچھ سوچ رہے تھے جس کی وجہ سے نہ دیکھ سکے نہ سن سکے تم دونوں سچے ہو۔۷؎چیز سے مراد یا تو دین ہے یعنی دین اسلام میں دوزخ سے نجات کا مدار کس چیز پر ہے اگرچہ عثمان غنی خود ہی روایت فرما چکے ہیں کہ نجات کا مدار کلمہ طیبہ ہے اس رنج وغم میں اپنی روایت خود بھول گئے یا چیز سے مراد وسوسہ شیطانی ہے کبھی ہمارے دلوں میں بڑے خراب خیالات آتے ہیں۔ایسا کون سا عمل کیا جائے گا جس کی برکت سے یا تو وسوسہ سے ہی نجات ملے یا اس کے نتیجہ سے یہی ظاہر ہے۔۸؎اور مجھے حضور کا جواب بھی یاد ہے۔۹؎یعنی خوشی کی وجہ سے معلوم ہوا کہ خوشی کی خبر سن کر کھڑا ہو جانا سنتِ عثمانی ہے بلکہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ زہرا کو دیکھ کر خوشی میں کھڑے ہو جاتے تھے لہذا میلاد شریف میں ذکر ولادت پر کھڑا ہو جانا سنت سے ثابت ہے یہ قیام فرحت وسرور ہے یہ اس کا ماخذ ہے اسے حرام نہیں کہہ سکتے۔۱۰؎یعنی تم جیسے بزرگوں کے ہی لائق تھا کہ ایسی باتیں حضور سے پوچھ کر ہم تک پہنچاتے کیونکہ تم علم پر حریص ہو اور حضور کے صاحب اسرار ہو۔۱۱؎یعنی شیطانی وسوسہ یا اس کے نتیجہ سے ہم کیسے بچیں یا دینی چیزوں میں نجات کا مدار کس چیز پر ہے۔۱۲؎چچا ابوطالب پر ہمیشہ ہی کلمہ طیبہ پیش فرمایا خصوصیت سے ان کی وفات کے وقت حضور نے فرمایا چچا اب بھی پڑھ لو نجات پاؤ۔خیال رہے کہ ابوطالب حضور کی حقانیت کے قائل تھے۔انہوں نے حضور کی بڑی خدمتیں کیں مگر زبان سے کلمہ نہ پڑھا اس لئے انہیں شرعاً مسلمان نہیں کہا جا سکتا۔۱۳؎یعنی زبان سے نہ پڑھا تھا اگرچہ دل سے اقرار تھا ابوطالب کا کلمہ نہ پڑھنا حضور کی حفاظت کی نیت سے تھا اس وجہ سے کہ کفار مکہ میرا لحاظ کریں اور میرے لحاظ سے حضور کو نہ ستائیں۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابوطالب کی زندگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ چھوڑنے پر مجبور نہ ہوئے ان کی وفات کے بعد ہی ہجرت کرنا پڑی ایمان ابی طالب کی بحث ہماری کتاب تفسیر نعیمی میں دیکھو۔

وَعَنِ الْمِقْدَادِ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَبْقٰى عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ بَيْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ كَلِمَةَ الْاِسْلَامِ بِعِزِّ عَزِيْزٍ وَّذُلِّ ذَلِيْلٍ اِمَّا يُعِزُّهُمُ اللّٰهُ فَيَجْعَلُهُمْ مِّنْ اَهْلِهَا اَوْ يُذِلُّهُمْ فَيَدِيْنُوْنَ لَهَا قُلْتُ فَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۳۷) روایت ہے حضرت مقداد سے۱؎ انہوں نے حضور کو فرماتے سنا کہ روئے زمین پر کوئی ادنیٰ خیمہ کچا گھر نہ رہے گا مگر اللہ اس میں اسلام کا کلمہ پہنچا دے گا۲؎ عزت والوں کی عزت اور ذلیلوں کی ذلت کے ساتھ یا تو اللہ انہیں عزت دے گا کہ انہیں کلمہ والا بنا دے گا یا انہیں ذلیل کر دے گا۔۳؎ وہ دین کی اطاعت کریں گے میں نے دل میں کہا کہ پھر تو سارا دین اللہ کا ہی ہو گا۴؎ (احمد)

https://archive.org/details/@madni_library

(۳۷)۱؎ آپ کا نام مقداد بن عمرو ابن ثعلبہ کندی ہے مگر مشہور ہیں مقداد بن اسود کے نام سے اس لئے کہ آپ اسود کی پرورش میں رہے آپ جلیل القدر صحابی اور چھٹے مؤمن ہیں۔نوے سال کی عمر پا کر ۳۳ھ میں مدینہ منورہ سے تین میل دور مقام جرف میں وفات پائی لوگ آپ کی میت شریف کو کندھوں پر اٹھا کر لائے اور جنت البقیع میں دفن کیا۔۲؎ ظاہر یہ ہے کہ زمین سے مراد عرب کی زمین ہے ادنیٰ گھر سے مراد بدویوں کے خیمے ہیں اور کچے گھر سے مراد عام شہریوں کے مکانات یعنی عرب میں کوئی گاؤں یا شہر ایسا نہ رہے گا جہاں اسلام داخل نہ ہو جائے۔ خدا کے فضل سے یہ پیش گوئی پوری ہو چکی اور اگر ساری دنیا مراد ہو تو اس حدیث کا ظہور قرب قیامت یعنی حضرت مسیح کے نزول اور امام مہدی کے ظہور پر ہوگا کہ سارے مسلمان ہو جائیں گے۔۳؎ یعنی بعض لوگ بخوشی مسلمان ہوں گے وہ عزت پائیں گے اور بعض مجبوراً زبان سے کلمہ پڑھیں گے وہ ذلیل رہیں گے یا یہ مطلب ہے کہ بعض لوگ مسلمان ہو کر عزت پائیں گے اور بعض اسلام سے انکار کر کے مسلمانوں کے باج گزار بنیں گے اس صورت میں پہلی جز کے کچھ اور معنی ہوں گے اس کی تفسیریں اور بھی کی گئی ہیں۔

وَعَنْ وَهْبِ ابْنِ مُنَبِّهٍ قِيْلَ لَهٗ اَلَيْسَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لَيْسَ مِفْتَاحٌ اِلَّا وَلَهٗ اَسْنَانٌ فَاِنْ جِئْتَ بِمِفْتَاحٍ لَهٗ اَسْنَانٌ فُتِحَ لَكَ وَاِلَّا لَمْ يُفْتَحْ لَكَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ تَرْجَمَةِ بَابٍ

(۳۸) روایت ہے حضرت وہب ابن منبہ سے۱؎ کہ ان سے عرض کیا گیا کہ کیا کلمہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ جنت کی چابی نہیں۲؎ فرمایا! ہاں ہے لیکن کوئی چابی دندانہ بغیر نہیں ہوتی تو اگر تم دندانہ والی چابی لے کر آ ؤ گے۳؎ تو تمہارے لئے دروازہ کھلے گا ورنہ نہ کھلے گا۔۴؎ (بخاری ترجمہ باب)

(۳۸)۱؎ آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے وطن فارس قیام گاہ یمن کا علاقہ صنعاء ہے آپ جلیل القدر تابعی ہیں یمن کے قاضی تھے۔ ۱۱۴ھ میں وفات پائی حضرت جابر اور ابن عباس سے ملاقات اور سماعت ثابت ہے۔۲؎ مسلمانوں میں ایک فرقہ مرجیہ تھا جن کے نزدیک عمل کی کوئی ضرورت نہ تھی اسلام لا کر بدترین گناہ بھی برا نہ جانتے تھے۔ سائل ان میں سے کوئی تھا منشاء سوال یہ ہے کہ جب کلمہ طیبہ جنت کی چابی ہے تو نیک اعمال کی کیا ضرورت ہے۔۳؎ سبحان اللہ کیا نفیس مثال ہے یعنی کلمہ طیبہ چابی کی ڈنڈی ہے اور ارکان اسلام روزہ نماز وغیرہ اس کے دندانے جیسے چابی میں دندانوں کی ضرورت ہے ایسے ہی مسلمان کیلئے ارکانِ اربعہ ضروری ہیں۔۴؎ یعنی بدعمل مسلمان اولاً جنت میں نہ جائے گا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ اس مسئلے کی تحقیق پہلے ہو چکی۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَحْسَنَ اَحَدُكُمْ اِسْلَامَهٗ فَكُلُّ حَسَنَةٍ تَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهٗ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ وَّكُلُّ سَيِّئَةٍ يَّعْمَلُهَا تُكْتَبُ بِمِثْلِهَا حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی اپنا اسلام ٹھیک کرے۱؎ تو جو نیکی بھی کرے گا وہ دس گنا لکھی جائے گی سات سو گنا تک۲؎ اور ہر برائی جو کر بیٹھے گا وہ ایک گناہ ہی لکھی جائے گی یہاں تک کہ رب سے ملے۔۳؎ (مسلم و بخاری)

(۳۹)۱؎ اس طرح کہ تمام عقائد اسلامیہ کا دل سے اعتقاد رکھے زبان سے اقرار کرے رب فرماتا ہے: بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ (۲:۱۱۲) ہاں کیوں نہیں جس نے اپنا منہ جھکایا اللہ کے لئے اور وہ نیکوکار ہے۔ (کنزالایمان) ۲؎ یعنی کم از کم دس گنا زیادہ سات سو گنا جیسا اخلاص اور موقع ویسا ثواب قانون ہے فضل کی حد نہیں اس حدیث میں دو آیتوں کی طرف اشارہ ہے۔ ایک فَلَـهٗ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

عَشْرُ اَمْثَالِھَا (۶،۱۶۰) تو اس کے لئے اس جیسی دس ہیں (کنزالایمان) دوسری مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (۲،۲۶۱) ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں (کنزالایمان) خیال رہے کہ یہ ان نیکیوں کا ذکر ہے جو عام کی جائیں ورنہ مدینہ طیبہ کی ایک نیکی کا ثواب پچاس ہزار اور مکہ مکرمہ کی ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں ۳؎ یہ بھی عام گناہوں کا بیان ہے ورنہ مکہ معظمہ کا ایک گناہ ایک لاکھ ہے ایسے ہی موجد گناہ پر تمام گناہگاروں کا عذاب۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا الْاِیْمَانُ قَالَ اِذَا سَرَّتْکَ حَسَنَتُکَ وَسَاءَ تْکَ سَیِّئَتُکَ فَاَنْتَ مُؤْمِنٌ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَمَا الْاِثْمُ قَالَ اِذَا حَاکَ فِیْ نَفْسِکَ شَیْءٌ فَدَعْہُ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

(۴۰) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے ۱؎ فرمایا کہ جب تمہیں اپنی نیکی خوش کرے اور اپنی برائی غمگین کرے تو تم کامل مومن ہو ۲؎ عرض کیا کہ یا رسول اللہ گناہ کیا ہے۔ ۳؎ فرمایا: جو چیز تمہارے دل میں چبھے اسے چھوڑ دو ۴؎۔ (احمد)

(۴۰) ۱؎ یعنی مومن ہونے کی پہچان جس سے میں سمجھ سکوں کہ اب میں مومن ہو گیا۔ ۲؎ سبحان اللہ کیا نفیس پہچان ہے۔ ۳؎ قسم قسم کے لوگ ہیں، غافل، عاقل، کامل، غافل وہ جو گناہوں پر خوش اور نیکی پر مغموم ہو جیسے کفار یا بعض فساق، عاقل وہ جو نیکی کو اچھا اور گناہ کو اپنی عقل سے برا سمجھے مگر عملاً بے پروا ہو، کامل وہ جس کے قلب کا رنگ بدل گیا ہو نیکی پر ایسا خوش ہو جیسے بادشاہت مل گئی۔ گناہ پر ایسا غمگین ہو جیسے سب مال و اولاد تباہ ہو گئے یہ درجہ بہت اعلیٰ ہے اللہ تعالیٰ نصیب کرے۔ ۴؎ یعنی مومن کامل کا دل ہی گناہ و ثواب میں فرق کر لیتا ہے جیسے نفس انسانی مکھی ہضم نہیں کرتا، قے کر لیتا ہے ایسے ہی نفس ایمانی گناہ برداشت نہیں کرتا یہ حدیث ان لوگوں کیلئے ہے جو ان صحابی جیسے کامل مومن ہوں ہم جیسے گناہگاروں کیلئے نہیں ہم تو بہت دفعہ برائیوں کو نیکیاں سمجھ لیتے ہیں۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَۃَ قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ مَّعَکَ عَلٰی ھٰذَا الْاَمْرِ قَالَ حُرٌّ وَّ عَبْدٌ قُلْتُ مَا الْاِسْلَامُ قَالَ طِیْبُ الْکَلَامِ وَاِطْعَامُ الطَّعَامِ قُلْتُ مَا الْاِیْمَانُ قَالَ الصَّبْرُ وَالسَّمَاحَۃُ قَالَ قُلْتُ اَیُّ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ قَالَ قُلْتُ اَیُّ الْاِیْمَانِ اَفْضَلُ قَالَ خُلُقٌ حَسَنٌ قَالَ قُلْتُ اَیُّ الصَّلٰوۃِ اَفْضَلُ قَالَ طُوْلُ الْقُنُوْتِ قَالَ قُلْتُ اَیُّ الْھِجْرَۃِ اَفْضَلُ قَالَ اَنْ تَھْجُرَ مَا کَرِہَ رَبُّکَ قَالَ فَقُلْتُ فَاَیُّ الْجِھَادِ اَفْضَلُ قَالَ مَنْ عُقِرَ جَوَادُہٗ وَاُھْرِیْقَ دَمُہٗ قَالَ قُلْتُ اَیُّ السَّاعَاتِ اَفْضَلُ قَالَ جَوْفُ اللَّیْلِ

(۴۱) روایت ہے حضرت عمرو بن عبسہ سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ حضور اسلام میں آپ کے ساتھ کون کون ہے فرمایا ایک غلام ایک آزاد ۲؎ میں نے عرض کیا اسلام کیا ہے۔ ۳؎ فرمایا اچھی بات کرنا، کھانا کھلانا ۴؎ میں نے پوچھا ایمان کیا ہے۔ ۵؎ فرمایا صبر اور سخاوت فرماتے ہیں۔ ۶؎ میں نے پوچھا کون سا اسلام بہتر ہے فرمایا جس کی زبان و ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں۔ فرماتے ہیں میں نے پوچھا کون سا ایمان افضل ہے فرمایا اچھے عادات فرماتے ہیں ۷؎ میں نے پوچھا نماز کون سی افضل ہے ۸؎ فرمایا لمبا قیام فرماتے ہیں۔ ۹؎ میں نے پوچھا ہجرۃ کون سی بہتر ہے ۱۰؎ فرمایا یہ کہ جو رب کو ناپسند ہو اسے چھوڑ دو۔ ۱۱؎ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کہ جہاد کون سا بہتر ہے فرمایا جس کے گھوڑے کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور اس کا خون بہا

https://archive.org/details/@madni_library

الْاٰخِرِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

دیا جائے۔۱۲ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا گھڑی کون سی بہتر ہے ۱۳ فرمایا آخری رات کا درمیانہ حصہ۔۱۴ (احمد)

(۴۱) ۱ آپ کی کنیت ابوشیخ ہے قبیلہ بنی سلمہ سے ہیں۔ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ چنانچہ آپ چوتھے مسلمان ہیں۔ حضور کے حکم سے اپنی قوم بنی سلمہ میں رہے۔ خیبر کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور وہیں قیام کیا۔ ۲ یعنی اب تک ابوبکر صدیق اور بلال ایمان لا چکے ہیں چونکہ حضرت علی بچے تھے حضرت خدیجہ بی بی تھیں اس لئے ان کا ذکر نہ فرمایا یہ مطلب ہے کہ اسلام میں غلام و آزاد ہر قسم کے لوگ داخل ہیں یہی معنی زیادہ قوی ہیں۔ ۳ یعنی مسلمان کی خصوصی خصلتیں کیا ہیں یا کمال اسلام کیا ہے۔ ۴ یہ اسلامی اخلاق ہیں۔ اچھی عادات میں کلمہ طیبہ، دین کی تبلیغ لوگوں کو برائی سے سختی سے روکنا، نرم کلام سب شامل اور کھلانے میں مہمان نوازی، مسافروں اور بھوکوں کا پیٹ بھرنا، بچوں کو پالنا سب داخل ہیں۔ ۵ یعنی ایمان کا نتیجہ اور پھل اور مومن کی علامت۔ ۶ صبر کی بہت قسمیں ہیں عبادت پر صبر گناہ سے صبر مصیبت میں صبر یعنی ہمیشہ عبادت کرنا، کبھی گناہ نہ کرنا، مصیبت میں گھبرا نہ جانا ایسے ہی علم کی سخاوت، مال کی سخاوت، دین کی سخاوت سب اس میں شامل ہیں۔ ۷ اچھے خلق اللہ کی بڑی نعمت ہیں یہ ہمارے حضور کو بطور معجزہ عطا ہوئے۔ رب فرماتا ہے: اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ (۶۸،۴) بے شک تمہاری خو بو (خُلق) بڑی شان کی ہے (کنزالایمان) خلق حسن وہ عادت ہے جس سے خالق بھی راضی رہے مخلوق بھی یعنی نفس کے معاملے میں درگزر اور معافی، دین کے معاملے میں سخت پکڑ۔ ۸ یعنی نماز کا کون سا رکن یا کون سی صفت افضل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ارکان نماز آپس میں یکساں نہیں۔ ۹ قنوت کے معنی اطاعت، عاجزی، نماز، دعا، خاموشی اور قیام ہے۔ یہاں یا عاجزی یا خشوع مراد ہے یا قیام دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ خیال رہے کہ بعض کے نزدیک سجدہ افضل ہے اور بعض کے ہاں قیام افضل۔ بعض کے خیال میں رات کی نماز میں لمبا قیام افضل اور دن کی نماز میں زیادہ سجدے بہتر مگر امام صاحب کے یہاں لمبا قیام بہتر ہے کیونکہ اس میں مشقت اور خدمت زیادہ ہے یعنی اگر ایک گھنٹہ نوافل پڑھنے ہیں تو بجائے چھوٹی بیس رکعتوں کے لمبی چار رکعتیں پڑھے۔ یہ حدیث امام صاحب کی دلیل ہے جن روایتوں میں زیادتی سجدہ کو افضل کہا گیا وہاں کوئی خاص سبب ہے۔ ۱۰ ہجرتیں بہت سی قسم کی ہیں۔ مکہ سے حبشہ کی طرف، مکہ سے مدینہ کی طرف، کفرستان سے دارالاسلام کی طرف، جہالت کی جگہ سے علم کے مقام کی طرف، علم سیکھنے کیلئے گناہوں سے نیکیوں کی طرف، کفر سے اسلام کی طرف (مرقاۃ) ۱۱ حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی سب سے بچو کہ یہ اعلیٰ ہجرت ہے۔ خیال رہے کہ جو حضور کو پسند نہ ہو خدا کو بھی پسند نہیں۔ ۱۲ یعنی غازی میدان جہاد سے نہ جان سلامت لائے نہ مال، غنیمت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جہاد میں جس قدر مشقت زیادہ اسی قدر ثواب زیادہ۔ ۱۳ یعنی نفل کیلئے کون سا وقت بہتر ہے۔ فرائض کے اوقات کا سوال نہیں ہے جیسا کہ جواب سے معلوم ہو رہا ہے۔ ۱۴ یعنی آخری تہائی رات کے تین حصے کرو اس کے درمیانی حصے میں تہجد پڑھو گویا رات کے چھٹے حصے میں اس ہی وقت سحری کھانا دعائیں مانگنا بلکہ استغفار کرنا افضل ہے کیونکہ اس وقت رحمت الٰہی دنیا کی طرف زیادہ متوجہ ہوتی ہے اور اس وقت جاگنا نفس پر شاق ہے۔

وَعَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَّيُصَلِّي الْخَمْسَ وَيَصُوْمُ رَمَضَانَ

(۴۲) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو اللہ سے اس حال میں ملے کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرتا ہوا پانچوں نمازیں اور رمضان

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

غُفِرَلَهٗ قُلْتُ اَفَلَا اُبَشِّرُهُمْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ دَعْهُمْ یَعْمَلُوْا۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

کے روزے ادا کرتا ہوں وہ بخشا جائے گا۲ میں نے کہا کہ میں لوگوں کو یہ بشارت نہ دے دوں فرمایا انہیں رہنے دو کہ عمل کرتے رہیں۳۔

(۴۲)۱ یعنی سارے عقائد اسلام کے رکھتا ہو نجات کیلئے صرف عقیدہ توحید کافی نہیں ورنہ شیطان بھی موحد ہے اس کی تحقیق پہلے کی جا چکی ہے کہ ان جیسی نصوص میں شرک سے مراد کفر ہے۔۲ اول ہی سے یا آخر کار چونکہ اس وقت تک جہاد، زکوٰۃ و حج فرض نہ ہوئے تھے یا ہر شخص ان کے قابل نہیں لہٰذا ان کا ذکر نہیں ہوا، بخشش سے مراد گناہ صغیرہ کی بخشش ہے ورنہ گناہ کبیرہ بغیر توبہ اور حقوق العباد بغیر ادا معاف نہیں ہوتے (اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ رَبُّنَا) ۳ یعنی عوام میں مجمل حدیث مت پھیلاؤ کہ وہ اس کا مطلب سمجھیں گے نہیں اور عمل میں کوشش چھوڑ دیں گے۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ ان احادیث کا بعد میں اشاعت فرمانا اس لئے تھا کہ علم دین چھپانے کا جرم نہ عائد ہو جائے نیز ایسی حدیثیں مجتہدین کے ذریعہ عوام کیلئے مفید ہیں۔

وَعَنْهُ اَنَّهٗ سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَفْضَلِ الْاِیْمَانِ قَالَ اَنْ تُحِبَّ وَ تُبْغِضَ لِلّٰهِ وَتَعْمَلَ لِسَانَكَ فِیْ ذِكْرِ اللّٰهِ قَالَ وَمَا ذَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاَنْ تُحِبَّ لِلنَّاسِ مَاتُحِبُّ لِنَفْسِكَ وَتَكْرَهَ لَهُمْ مَا تَكْرَهُ لِنَفْسِكَ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۴۳) انہیں سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے کامل ایمان کے متعلق پوچھا۱ فرمایا یہ ہے کہ تم اللہ کیلئے محبت و عداوت کرو اور اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں مشغول رکھو ۲ عرض کیا اور کیا یا رسول اللہ فرمایا کہ لوگوں کیلئے وہ ہی پسند کرو۔ جو اپنے لئے چاہتے ہو اور ان کیلئے وہ ناپسند کرو جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو۔ (احمد)

(۴۳)۱ یعنی مومن کا کون سا حال اور کون سی خصلت بہتر ہے جیسا کہ جواب سے معلوم ہو رہا ہے۔۲ تا کہ ذکر کی برکت زبان تک پہنچے اور اس سے ایمان کو قوت حاصل ہو جو زبان ذکر اللہ سے تر رہے گی وہ انشاء اللہ دوزخ کی آگ سے نہ جلے گی۔

https://archive.org/details/@madni_library

بَابُ الْكَبَآئِرِ وَعَلَامَاتِ النِّفَاقِ بڑے گناہوں اور نفاق کی علامتوں کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

گناہ کبیرہ یا تو وہ ہے جس کی ممانعت دلیل قطعی سے ثابت ہو یا وہ جس پر شریعت نے کچھ سزا مقرر کی ہو یا وہ جس سے دین کی توہین ہو یا گناہ چھوٹے گناہ کے لحاظ سے کبیرہ ہے یا جس چھوٹے گناہ پر ہمیشگی کی جائے وہ کبیرہ ہے یا ایک ہی گناہ ایک کیلئے صغیرہ اور دوسرے کے لحاظ سے کبیرہ، مسلمان کی توہین گناہ صغیرہ ہے۔علماء مشائخ کی توہین گناہ کبیرہ نبی یا قرآن یا کعبہ کی توہین کفر گناہ کبیرہ اور نفاق کی علامت میں موم من وجہ ہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الذَّنْبِ اَكْبَرُ عِنْدَاللّٰهِ قَالَ اَنْ تَدْعُوْ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ قَالَ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ اَنْ يَّطْعَمَ مَعَكَ قَالَ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ اَنْ تَزْنِيَ حَلِيْلَةَ جَارِكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقَهَا وَالَّذِيْنَ لَايَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ الْاٰيَةَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۴) روایت ہے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے[1] فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا حضور کون سا گناہ بہت بڑا ہے اللہ کے ہاں فرمایا[2] یہ کہ تم اللہ کا شریک ٹھہراؤ حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا عرض کیا پھر کون سا گناہ[3] فرمایا یہ کہ اپنی اولاد اس ڈر سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے[4] عرض کیا پھر کون سا گناہ فرمایا یہ کہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔[5] تب اللہ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت اتاری اور وہ جو خدا کے ساتھ دوسرے معبود کو نہیں پوجتے اور نہ اس جان کو ناحق قتل کریں جسے اللہ نے حرام کیا اور نہ زنا کریں۔[6] (بخاری ومسلم)

(۴۴)[1] آپ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن اور ابن ام عبد ہے۔قبیلہ بنی ہذیل سے ہیں، قدیم الاسلام اور جلیل القدر صحابی ہیں۔عمر فاروق سے پہلے اسلام لائے۔صاحب ہجرتین ہیں کہ اول حبشہ کی طرف اور پھر مدینہ پاک کی جانب ہجرت کی۔بدر اور تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے۔حضور کے نعلین بردار اور صاحب اسرار تھے۔سفر میں حضور کی مسواک اور پانی، لوٹا آپ کے ساتھ رہتا تھا۔عہد فاروقی میں کوفہ کے قاضی رہے۔عہد عثمانی میں مدینہ پاک آگئے۔ساٹھ سال سے زیادہ عمر پائی۔۳۲ھ میں مدینہ پاک میں وفات ہوئی جنت البقیع میں دفن ہوئے۔خلفاء راشدین کے بعد بڑے فقیہ اور عالم صحابی آپ ہیں، امام ابوحنیفہ اکثر آپ ہی کی پیروی کرتے ہیں رضی اللہ تعالٰی۔[2] شرعًا بری چیز کا نام گناہ ہے اس کی چار قسمیں ہیں ایک وہ جو بغیر توبہ معاف نہ ہو جیسے کفر وشرک دوسرے وہ جو نیک اعمال کی برکت سے بھی معاف ہو جائے جیسے گناہ صغائر تیسرے وہ کہ جن کے بغیر توبہ معاف ہونے کی بھی امید ہو جیسے حقوق اللہ کے کبیرہ گناہ، چوتھے وہ کہ جن کی معافی کیلئے توبہ کے ساتھ مخلوق کو بھی راضی کرنا پڑے جیسے حقوق العباد (مرقاۃ)[3] یعنی شرک وکفر کہ یہ اکبر الکبائر ہے۔[4] جیسا کہ عرب میں دستور تھا کہ غریب لوگ خرچ کے خوف سے بیٹے اور بیٹیوں دونوں کو قتل کر دیتے تھے چونکہ اس میں بے قصور

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

جان کو قتل کرنا اور اپنے قرابت دار پر ظلم کرنا اور خدا کی رزاقیت پر اعتقاد نہ کرنا۔ تینوں باتیں جمع ہیں اس لئے اس کا درجہ کفر و شرک کے بعد رکھا گیا۔ ۵ کہ زنا خود گناہ کبیرہ ہے اور اس میں پڑوسی کے حق کا برباد کرنا بھی ہے کیونکہ ہر شخص اپنے پڑوسی پر اعتماد کرتا ہے اور اس کے جان و مال آبرو کی حفاظت کو اپنا فرض سمجھتا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں گناہ کبیرہ صرف چار بیان فرمائے گئے۔ ضرورت اور موقع کے لحاظ سے۔ عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ گناہ کبیرہ ۷۰ ہیں اور سعید ابن جبیر فرماتے ہیں کہ ۷۰۰ ہیں (مرقاۃ) یعنی گناہ کبیرہ کی انواع ۷۰ اور افراد ۷۰۰۔ ۶ اس آیت میں حرم اللہ سے مراد مومن کافر ذمی اور مستامن ہیں اِلَّابِالْحَقِّ میں ان جرموں کی طرف اشارہ ہے جن کی سزا قتل ہے جیسے مرتد ہو جانا یا زنا یا ظلماً قتل یعنی اگر مومن ان تین میں سے کوئی جرم کرے گا قتل کیا جائے گا۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَبَائِرُ اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ اَنَسٍ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ بَدَلَ الْيَمِيْنِ الْغَمُوْسِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۵) روایت ہے عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے کہ شرک باللہ ماں باپ کی نافرمانی ۱ جان کا قتل جھوٹی قسم بڑے گناہ ہیں ۲ اسے بخاری نے روایت کیا۔ حضرت انس کی روایت میں بجائے جھوٹی قسم کے جھوٹی گواہی ہے۔ (بخاری مسلم)

(۴۵) ۱ یعنی ان کے حقوق ادا نہ کرنا یا ان کے جائز حکموں کی مخالفت کرنا' ماں باپ کے حکم میں دادا دادی اور نانا نانی بھی ہیں۔ اس ترتیب سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی نافرمانی بدترین جرم ہے کہ شرک کے بعد اس کا ذکر فرمایا گیا۔ اسی لئے رب نے اپنی اطاعت کے ساتھ ماں باپ کی اطاعت کا ذکر کیا کہ فرمایا: لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔ (۸۳/۲) اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو (کنزالایمان) ۲ غموس قسم وہ ہے جو دیدہ دانستہ گزشتہ واقعہ پر جھوٹی کھائی جائے۔ اس میں گناہ ہے کفارہ نہیں یہ قسم انسان کو گناہ میں ڈبو دیتی ہے اس لئے اسے غموس کہتے ہیں چونکہ جھوٹ اور جھوٹی قسم ہزار ہا گناہوں کی جڑ ہے اس لئے یہ گناہ کبیرہ ہے۔ خیال رہے کہ حضور کے جوابات سائلین کے حالات کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبٰوا وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات ہلاکت کی چیزوں سے بچو۔ لوگوں نے پوچھا حضور وہ کیا ہیں فرمایا اللہ کے ساتھ شرک ۱ جادو ۲ اور ناحق اس جان کو ہلاک کرنا جو اللہ نے حرام کی اور سود خوری ۳ یتیم کا مال کھانا ۴ جہاد کے دن پیٹھ دکھا دینا ۵ پاکدامن مومنہ بے خبر بیبیوں کو بہتان لگانا ۶ (بخاری مسلم)

(۴۶) ۱ یعنی مطلقاً کفر کیونکہ کوئی کفر گناہ صغیرہ نہیں سب کبیرہ ہیں۔ ۲ یعنی جادو کرنا یا بلا ضرورت جادو سیکھنا۔ خیال رہے کہ جادو اتارنے کیلئے جادو سیکھنا جائز بلکہ ضروری ہے اگر جادو میں الفاظ کفریہ ہیں تو جادوگر مرتد ہو جاتا ہے۔ ورنہ فقط مفسد دونوں قسم کے جادوگر واجب القتل ہیں۔ پہلا ارتداد اور فساد کی وجہ سے اور دوسرا فقط فساد کی بنا پر (از اشعۃ اللمعات) ۳ یعنی سود لینا خواہ کھائے خواہ پہنے یا کسی اور کام میں لائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سود لینا گناہ کبیرہ ہے نہ کہ دینا۔ ۴ یعنی ظلماً اس کا مال مارنا کیونکہ یتیم رحم کے قابل ہے اس

https://archive.org/details/@madni_library

پر ظلم بدترین گناہ ہے۔ ۵؎ یعنی کفار کے مقابلہ سے بھاگ جانا کیونکہ اس میں غازیوں کو نقصان پہنچانا ہے اور اسلام کی توہین۔ خیال رہے کہ جہاد سے بھاگنا گناہ کبیرہ جب ہے کہ بزدلی سے ہو اگر کفار کا دباؤ بڑھ جانے سے مجبوراً مورچہ چھوڑنا پڑے تو اس کا یہ حکم نہیں ایسے موقع پر ڈٹ جانا اور شہید ہو جانا افضل ہے لیکن پیچھے پھر جانا گناہ کبیرہ نہیں' تدبیر جنگی کی بنا پر پیچھے ہٹنا ثواب ہے۔ ۶؎ زنا کا یعنی جو نیک بخت زنا کو جانتی بھی نہ ہوں انہیں تہمت لگانا صراحۃً' ضمناً لہٰذا کسی عورت کو غصہ میں زانیہ یا بدمعاش کہنا بھی اسی میں داخل ہے۔ خیال رہے کہ نیک مرد اور چالاک عورتوں کو بھی زنا کی تہمت لگانا گناہ ہے مگر غافلہ عورتوں کو تہمت لگانا بہت زیادہ گناہ ہے جس کی سزا دنیا میں اسی کوڑے اور آخرت میں سخت عذاب۔

تتمہ مرقاۃ میں ہے کہ ۷؎ اگناہ کبیرہ بہت سخت ہیں چار دل کے (۱) شرک وکفر (۲) گناہ پر اڑنے کی نیت (۳) اللہ کی رحمت سے مایوسی (۴) عذاب پر امن' چار زبان کے (۱) جھوٹی گواہی (۲) پاک دامنوں کو تہمت (۳) جھوٹی قسم (۴) جادو۔ تین پیٹ کے گناہ (۱) یتیم کا کھانا (۲) شراب پینا' دو شرمگاہ کے (۱) زنا (۲) لواطت' دو ہاتھ کے (۱) چوری (۲) ناحق قتل' ایک پاؤں کا (۱) میدان جہاد سے بھاگ جانا' ایک سارے بدن کا (۱) یعنی والدین کی نافرمانی۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزْنِي الزَّانِيْ حِيْنَ يَزْنِيْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَنْتَهِبُ نَهْبَةً يَرْفَعُ النَّاسُ اِلَيْهِ فِيْهَا اَبْصَارَهُمْ حِيْنَ يَنْتَهِبُهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَغُلُّ اَحَدُكُمْ حِيْنَ يَغُلُّ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاِيَّاكُمْ اِيَّاكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَلَا يَقْتُلُ حِيْنَ يَقْتُلُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ قَالَ عِكْرِمَةُ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ كَيْفَ يُنْزَعُ الْاِيْمَانُ مِنْهُ قَالَ هٰكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ ثُمَّ اَخْرَجَهَا فَاِنْ تَابَ عَادَ اِلَيْهِ هٰكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ وَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ لَا يَكُوْنُ هٰذَا مُؤْمِنًا تَامًّا وَلَا يَكُوْنُ لَهٗ نُوْرُ الْاِيْمَانِ (هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيِّ)

(۴۷) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا نہیں ہوتا کہ زانی زنا کرنے کی حالت میں مومن ہو اور نہ یہ کہ چور چوری کرنے کی حالت میں مومن ہو اور نہ یہ کہ شرابی شراب پینے کی حالت میں مومن ہو اور نہ یہ کہ ڈاکو ڈکیتی کرنے کی حالت میں مومن ہوا کہ لوگ اپنے مال کو ترستی نگاہ اٹھا کر دیکھتے رہ جائیں ۲؎ اور نہ یہ کہ خائن خیانت کرنے کی حالت میں مومن ہو ۳؎ لہٰذا ان سے بچو' ان سے بچو۔ مسلم بخاری۔ حضرت ابن عباس کی روایت یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوتا کہ قاتل قتل کرنے کی حالت میں مومن ہو۔ ۴؎ حضرت عکرمہ ۵؎ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباس سے پوچھا کہ ان سے ایمان کیونکر نکل جاتا ہے آپ نے فرمایا ایسے اور اپنی انگلیوں کو گتھی کر دیا ۶؎ پھر انگلیوں کو نکالا کہ اگر توبہ کرے ۷؎ تو ایمان اس طرح لوٹ آتا ہے پھر انگلیاں گتھی کر دیں ابوعبداللہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ کامل مومن نہیں رہتے اور نہ ان میں نور ایمانی رہتا ہے۔ یہ بخاری کے الفاظ ہیں۔ ۸؎

(۴۷) ان تمام مقامات میں یا تو کمال ایمان مراد ہے یا نور ایمان! یعنی ان گناہوں کے وقت مجرم سے نور ایمان نکل جاتا ہے ورنہ یہ گناہ کفر نہیں نہ ان کا مرتکب' مرتد' اگر اسی حالت میں مارا جائے تو وہ کافر نہ مرے گا۔ حدیث شریف میں ہے ان زنی وان سرق یہی تفسیر اگلی حدیث میں آرہی ہے۔ ۲؎ اس ڈاکو کو یعنی ظاہر ظہور مال لوٹ لے اور مالک دفع پر قادر نہ ہوں یا اپنے مال کو حسرت بھری

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

نگاہوں سے دیکھتے رہ جائیں' کہ ہائے ہمارا مال چل دیا' ڈکیتی میں' تین جرم ہوئے۔ غیر کے مال پر ناجائز قبضہ' ظاہر ظہور دوسرے کا مال چھین لینا' دل کی سختی' کہ لوگوں کی حسرت اور آہ و بکا پر ترس نہ کھائے لہٰذا یہ گناہوں کا مجموعہ ہوئی۔ مومن کی شان کے خلاف ہے۔[۳] غلول مالِ غنیمت میں خیانت کرنے کو کہتے ہیں' کبھی مطلقاً خیانت پر بول دیا جاتا ہے یہاں دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔[۴] قتل سے مراد ظلماً عمداً قتل ہے لہٰذا حدیث واضح ورنہ مجرم کو کبھی قتل کرنا عبادت ہے۔[۵] عکرمہ (ابن ابوجہل) نہیں ہیں بلکہ عبداللہ ابن عباد کے آزاد کردہ غلام آپ کے خادم اور کاتب ہیں (مرقاۃ)[۶] یعنی نور ایمانی مومن کے رگ و ریشہ میں ایسے سرایت کیا ہوتا ہے جیسے گتھی ہوئی انگلیاں مگر ان گناہوں کے وقت وہ نور اور ایمانی حیا بالکل نکل جاتے ہیں۔[۷] ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ ہر گناہ کی توبہ علیحدہ ہے لہٰذا حقوق العبد کی توبہ میں حق کا ادا کر دینا شرط ہے۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ اس قسم کے مجرم اچھے القاب سے نہ پکارے جائیں اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور اَوْلِیَآءَ اور اَلْمُؤْمِنُوْنَ کے خطاب سے محروم ہیں۔ اب ان کے خطاب چور زانی اور فاسق ہیں (مرقاۃ)[۸] یعنی محمد ابن اسماعیل امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اٰیَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ زَادَ مُسْلِمٌ وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰی وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ ثُمَّ اتَّفَقَا اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ

(۴۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافق کی تین علامتیں ہیں۔[۱] مسلم نے یہ زیادتی بھی بیان کی کہ اگر یہ روزہ رکھے' نماز پڑھے' اپنے کو مسلمان سمجھے پھر مسلم بخاری متفق ہو گئے کہ جب بات کرے' جھوٹ بولے' وعدہ کرے تو خلاف کرے امانت دی جائے تو خیانت کرے۔[۲]

(۴۸)[۱] منافق سے اعتقادی مراد ہیں یعنی دل کے کافر' زبان کے مسلم' یہ عیوب ان کی علامتیں ہیں مگر علامت کے ساتھ علامت والا پایا جانا ضروری نہیں' کوے کی علامت سیاہی ہے مگر ہر کالی چیز کوا نہیں۔[۲] یعنی یہ منافقوں کے کام ہیں۔ مسلمان کو اس سے بچنا چاہئے۔ یہ نہیں کہ یہ جرم خود نفاق ہیں۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ تینوں جرم کئے تھے مگر وہ نہ منافق ہوئے نہ کافر لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ مَّنْ كُنَّ فِیْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِیْهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِیْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰی یَدَعَهَا اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ اِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۴۹) روایت ہے عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جس میں چار عیوب ہیں وہ نرا منافق ہے[۱] اور جس میں ایک عیب ہو ان میں سے اس میں منافقت کا عیب ہوگا جب تک کہ اسے چھوڑ نہ دے[۲] جب امانت دی جائے تو خیانت کرے جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب وعدہ کرے تو خلاف کرے' جب لڑے تو گالیاں بکے۔[۳] (بخاری و مسلم)

(۴۹)[۱] یہ حدیث پچھلی حدیث کے خلاف نہیں ایک چیز کی بہت سی علامتیں ہوتی ہیں کبھی ساری بیان کر دی جاتی ہیں کبھی کم و بیش لہٰذا وہ تین بھی نفاق کی علامتیں تھیں اور یہ چار بھی[۲] منافق عملی یعنی منافقوں کے سے کام کرنے والا جیسے ربّ فرماتا ہے: وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (۳۰:۳۱) اور نماز قائم رکھو اور مشرکوں سے نہ ہو (کنز الایمان) یا حضور فرماتے ہیں من ترك الصلوٰة متعمدًا فقد

https://archive.org/details/@madni_library

کفر یعنی بے نمازی ہونا کفر عملی ہے (کافروں کا سا کام) ۳؎ اس سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جن کے ہاں تبرا اور گالیاں بکنا عبادت بلکہ اصل ایمان ہے۔ اسلام میں شیطان، فرعون و ہامان کو بھی گالیاں دینا برا ہے کہ اس میں اپنی ہی زبان گندی ہوتی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُنَافِقِ كَالشَّاةِ الْعَائِرَةِ بَيْنَ الْغَنَمَيْنِ تَعِيْرُ اِلٰى هٰذِهٖ مَرَّةً وَاِلٰى هٰذِهٖ مَرَّةً (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۰) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق اس بکری کی طرح ہے جو دو بکروں کے درمیان گھومے (چکر لگائے) کبھی اس بکرے کے پاس پہنچ جائے کبھی اس بکرے کے پاس ۱؎ (مسلم)

(۵۰) ۱؎ دونوں کو راضی کرنے اور دونوں سے لذت اور نفع حاصل کرنے کیلئے جس سے اس کا بچہ ولد نامعلوم ہو خیال رہے کہ کافر و مومن سب کو راضی کرنے کی کوشش میں رہنا خطرناک بیماری ہے جس سے اس کا خود اپنا کوئی دین نہیں رہتا۔ اسی لئے یہاں ایسی گندی چیز سے تشبیہ دی گئی ہے تاکہ دلوں میں اس سے نفرت پیدا ہو۔ اس بیماری نفاق میں آج کل بہت سے صلح کلی مسلمان مبتلا ہیں بعض عقلمندوں کے ہاں تقیہ کرکے کافر و مومن سب کو خوش کر دینا اور ہر ایک سے نفع حاصل کر لینا عبادت ہے۔ خدا ایسی شیطانی عبادت سے بچائے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ قَالَ يَهُوْدِيٌّ لِصَاحِبِهٖ اذْهَبْ بِنَا اِلٰى هٰذَا النَّبِيِّ فَقَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ لَا تَقُلْ نَبِيٌّ اِنَّهٗ لَوْ سَمِعَكَ لَكَانَ لَهٗ اَرْبَعُ اَعْيُنٍ فَاَتَيَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَئَلَاهُ عَنْ اٰيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا تَمْشُوْا بِبَرِيْءٍ اِلٰى ذِيْ سُلْطَانٍ لِيَقْتُلَهٗ وَلَا تَسْحَرُوْا وَلَا تَاْكُلُوا الرِّبَا وَلَا تَقْذِفُوْا مُحْصَنَةً وَلَا تَوَلَّوْا لِلْفِرَارِ يَوْمَ الزَّحْفِ وَعَلَيْكُمْ خَاصَّةَ نِ الْيَهُوْدُ اَنْ لَّا تَعْتَدُوْا فِي السَّبْتِ قَالَ فَقَبَّلَا يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ وَقَالَا نَشْهَدُ اَنَّكَ نَبِيٌّ قَالَ فَمَا يَمْنَعُكُمْ اَنْ تَتَّبِعُوْنِيْ قَالَ اِنَّ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ دَعَا رَبَّهٗ اَنْ لَّا يَزَالَ مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ نَبِيٌّ وَّاِنَّا نَخَافُ اِنْ تَبِعْنَاكَ اَنْ يَّقْتُلَنَا الْيَهُوْدُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ

(۵۱) روایت ہے حضرت صفوان ابن عسال سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ یہودی اپنے ساتھی سے بولا کہ مجھے ان نبی کے پاس لے چل۔ ساتھی بولا کہ انہیں نبی نہ کہو اگر وہ سن لیں گے تو ان کی چار آنکھیں ہو جائیں گی ۳؎ پھر وہ دونوں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کھلی نشانیوں کے بارے میں پوچھا ۴؎ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ ۵؎ نہ چوری کرو نہ زنا کرو نہ ناحق کسی محترم جان کو قتل کرو نہ کسی بے قصور کو حاکم کے پاس لے جاؤ تاکہ اسے قتل کر دے ۶؎ اور نہ جادو کرو نہ سود کھاؤ ۷؎ نہ پاکدامن کو زنا کا بہتان لگاؤ نہ جہاد کے دن بھاگنے کیلئے پیٹھ پھیرو ۸؎ اور اے یہودیو! تم پر خصوصاً یہ بھی لازم ہے کہ ہفتہ کے بارے میں حد سے نہ بڑھو ۹؎ راوی فرماتے ہیں کہ تب ان دونوں نے حضور کے ہاتھ پاؤں چومے ۱۰؎ اور بولے ہم گواہ ہیں کہ آپ سچے نبی ہیں ۱۱؎ حضور نے فرمایا پھر تمہیں میری پیروی سے کون سی چیز روکتی ہے ۱۲؎ وہ بولے کہ داؤد علیہ السلام نے رب سے دعا کی تھی کہ ان کی اولاد میں نبوت رہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ اگر ہم آپ کی پیروی کر لیں تو ہم کو

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ — یہودی مار ڈالیں گے۔۱۳ (ترمذی' ابوداؤد ونسائی)

(۵۱) ۱ آپ صحابی ہیں کوفہ کے رہنے والے' قبیلہ بنی مراد سے ہیں' بارہ غزووں میں حضور کے ساتھ رہے۔۲ معلوم ہوتا ہے کہ یہود کے دل حضور کی حقانیت کی گواہی دیتے تھے مگر محض ضد سے انکاری تھے۔۳ یعنی وہ خوش ہو جائیں گے اور یہود یہ سے یہ کہہ سکیں گے کہ تمہارے لوگ بھی ہمیں نبی کہتے ہیں۔ سبحان اللہ عظمت وہ جس کی دشمن بھی گواہی دیں۔۴ کھلی نشانیوں سے مراد یا تو وہ نیک اعمال ہیں جو عامل کی نیک بختی کی علامت ہوں اس صورت میں حضور کا یہ جواب سوال کے مطابق ہے یا اس سے موسیٰ علیہ السلام کے کھلے ہوئے نو معجزے مراد ہیں۔ رب فرماتا ہے: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ (۱۷'۱۰۱) اور بے شک ہم نے موسیٰ کو نو روشن نشانیاں دیں (کنزالایمان) اس صورت میں حضور کا جواب حکیمانہ ہے یعنی وہ نہ پوچھو بلکہ اپنی فکر کرو اور کرنے والے اعمال پوچھو' خیال رہے کہ انہوں نے ۹ چیزیں پوچھیں۔ حضور نے دس بتائیں' ۹ وہ جو ہر دین کے احکام ہیں اور دسویں وہ جو دین یہود کے ساتھ خاص ہے یعنی ہفتہ کو شکار نہ کرنا۔۵ ہوسکتا ہے کہ اس میں اشارۃً یہ بتایا گیا ہو کہ یہودی مشرک ہیں کیونکہ وہ حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں اور بیٹا باپ کا شریک ہوتا ہے۔۶ کہ یہ ڈبل جرم ہے حاکم کو دھوکہ دینا اور بے قصور کی جان لینا۔ یہ بھی عام دینوں میں حرام رہا۔۷ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سود کسی نبی کے دین میں جائز نہ ہوا کیونکہ یہ ان اعمال کی فہرست ہے جو تمام دینوں میں مروج تھے۔۸ یہ حکم بھی تمام دینوں میں رہا جن میں جہاد فرض تھا جن میں جہاد ہی نہ تھا وہاں یہ حکم بھی نہ تھا۔۹ اس دن شکار نہ کرو یعنی ہفتہ کو شکار نہ کرنا تمہاری توریت کا حکم ہے یہ تمہارے لئے آیت بینہ تھی اب توریت منسوخ ہو چکی یہ حکم بھی منسوخ ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساری آسمانی کتب سے واقف ہیں اور یہ واقفیت حضور کی نبوت کی دلیل ہے اسی لئے وہ سائل حضور کے قدموں میں گر گئے۔۱۰ ظاہر یہ ہے کہ پاؤں شریف پر بھی منہ لگا کر بوسہ دیا۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے قدم چومنا جائز ہیں اور پابوسی کیلئے جھکنا' نہ سجدہ ہے نہ ممنوع ورنہ حضور علیہ السلام انہیں منع فرما دیتے۔ خیال رہے کہ قرآن کریم' سنگ اسود بزرگوں کے ہاتھ پاؤں' والدین کے ہاتھ پاؤں چومنا ثواب بھی ہے اور باعث برکت بھی۔ بعض بزرگ تو اپنے مشائخ کے تبرکات چومتے ہیں۔ حضرت ابن عمر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منبر چومتے تھے' بوسہ کی بحث اور اس کی قسمیں ہماری کتاب ''جاء الحق وزھق الباطل'' میں دیکھو۔۱۱ کیونکہ نبی کا یہ علم کھلا معجزہ ہے خیال رہے کہ یہ گواہی جاننے پہچاننے کے معنی میں ہے یعنی ہم نے پہچان لیا کہ آپ نبی ہیں لہٰذا وہ اس لفظ سے مومن نہ بنے اسی لئے حضور کا اگلا سوال بھی درست ہوا۔۱۲ یعنی جب تم نے مجھے نبی جان لیا پھر مان کیوں نہیں لیتے اور مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے۔۱۳ ان کی یہ دعا قبول ہے اور آپ ان کے اولاد میں نہیں کہ وہ بنی اسرائیل تھے۔ آپ بنی اسماعیل' یہ ان کا خالص افتراء تھا سارے نبیوں نے ہمارے حضور کی پیش گوئی کی۔ داؤد علیہ السلام یہ دعا کیسے مانگ سکتے تھے۔ تعجب ہے کہ یہ دونوں ابھی تو حضور کی تصدیق کر چکے اور اب یہ بہتان باندھ رہے ہیں۔ بعض یہود یہ بھی کہتے تھے کہ حضور فقط مشرکین عرب کے نبی ہیں ہمارے نہیں۔ شاید ان کا یہ مقصد ہو اور یہ بھی غلط تھا۔ توریت وزبور میں خبر تھی کہ محمد مصطفیٰ سارے عالم کے نبی ہوں گے تمام شریعتوں کے ناسخ۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ مِنْ اَصْلِ الْاِيْمَانِ اَلْكَفُّ عَمَّنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَاتُكَفِّرْهُ بِذَنْبٍ وَلَاتُخْرِجْهُ مِنَ

(۵۲) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین چیزیں ایمان کی بنیاد ہیں ۱ جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے اس سے زبان روکنا ۲ یعنی محض گناہ سے اسے کافر نہ کہے ۳

https://archive.org/details/@madni_library

الْإِسْلَام بِعَمَلٍ وَّالْجِهَادُ مَاضٍ مُذْ بَعَثَنِيَ اللّٰهُ اِلٰى اَنْ يُّقَاتِلَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الدَّجَّالَ لَا يُبْطِلُهٗ جَوْرُ جَائِرٍ وَّلَا عَدْلُ عَادِلٍ وَالْاِيْمَانُ بِالْاَقْدَارِ. (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

اور نہ اسے اسلام سے خارج جانے محض کسی عمل سے اور جہاد جاری ہے جب سے مجھے ربّ نے بھیجا ۵؎ یہاں تک کہ اس امت کی آخری جماعت دجال سے جہاد کرے ۶؎ جہاد کو ظالم کا ظلم منصف کا انصاف باطل نہیں کرسکتا ۷؎ اور تقدیروں پر ایمان ۔ ۸؎ (ابوداؤد)

(۵۲) ۱؎ یعنی جس پر ایمان کی عمارت قائم ہے جن کے بغیر انسان مومن نہیں ہوسکتا۔ ۲؎ کافر نہ کہنا' کلمہ پڑھنے سے مراد سارے اسلامی عقائد کا ماننا ہے جیسے کہ ہم بارہا عرض کرچکے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے اس کا بھی یہی مطلب ہے محض کلمہ پڑھ لینا' کعبہ کی طرف منہ کرلینا ایمان کیلئے کافی نہیں۔ منافقین یہ دونوں کام کرتے تھے مگر کافر تھے۔ حضور نے فرمایا کہ میری امت کے ۷۳ فرقے ہوں گے ایک کے سوا سب جہنمی' خوارج کی خبر دی کہ بڑے نمازی اور قرآن خواں ہوں گے مگر دین سے ایسے دور ہوں گے جیسے چھوٹا ہوا تیر کمان سے اس تفسیر کی تائید اگلے مضمون سے ہورہی ہے۔ ۳؎ اس میں خوارج کی تردید ہے جو گناہ کبیرہ کو کفر اور گناہگار کو کافر کہتے ہیں یہ جملہ پچھلے مضمون کی تفسیر ہے یعنی گناہ بدعملی ہے کفر نہیں۔ خیال رہے کہ بعض گناہ علامت کفر ہیں اس لئے فقہاء انہیں کفر قرار دیتے ہیں جیسے زنار باندھنا' بت کو سجدہ کرنا' قرآن کریم کو گندگی میں پھینکنا' حضور کی کسی چیز کا مذاق اڑانا' بے ادبی کرتے ہوئے حضور کی آواز پر آواز بلند کرنا۔ ربّ فرماتا ہے: لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ (۹؍۶۶) بہانے نہ بناؤ تم کافر ہوچکے مسلمان ہوکر (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ الخ (۴؍۶۵) تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے (کنزالایمان) نیز فرماتا ہے: اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ الخ (۴۹؍۲) کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہوجائیں (کنزالایمان) یہ گناہ اس لئے کفر ہیں کہ کفر کی علامتیں ہیں لہٰذا حدیث وقرآن متعارض نہیں۔ ۴؎ اس میں معتزلہ کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ گناہ کبیرہ والا نہ مومن ہے نہ کافر بلکہ فاسق ہے حالانکہ کفر واسلام کے درمیان کوئی درجہ نہیں۔ ۵؎ مدینہ طیبہ کی طرف کیونکہ ہجرت سے پہلے جہاد فرض نہ تھا۔ ۶؎ یعنی حضرت عیسیٰ اور امام مہدی مسلمانوں کے ساتھ دجال اور اس کی جماعت پر تلوار کا جہاد کریں کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام حضور کے امتی ہوں گے۔ چونکہ دجال کے بعد تمام دنیا مسلمان ہوجائے گی۔ کوئی کافر نہ رہے گا اور حضرت عیسیٰ وامام مہدی کی وفات کے کچھ عرصہ بعد دنیا میں کفر ہی ہوگا کوئی مومن نہ رہے گا اس لئے یہ جہاد آخری ہوگا اس کے بعد کوئی جہاد نہ ہوگا۔ خیال رہے اگرچہ بعض پچھلی شریعتوں میں بھی جہاد تھا مگر اسلامی جہاد اور اس کے قوانین حضور سے شروع ہوکر قتل دجال تک رہیں گے لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۷؎ یعنی ہر منصف اور ظالم بادشاہ کے ساتھ مل کر کفار پر جہاد کرو اس میں اشارۃً دو مسئلے بتائے گئے ایک یہ کہ جہاد کیلئے سلطان اسلام یا امیر المسلمین شرط وجوب ہے دوسرے یہ کہ فاسق فاجر بادشاہ کے ماتحت بھی کفار سے جہاد لازم ہے۔ صحابہ کرام نے حجاج ابن یوسف جیسے فاسق حاکم کے ساتھ کفار پر جہاد کئے ہیں۔ اس میں قادیانیوں کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے جہاد منسوخ کردیا۔ جہاد نماز کی طرح محکم اور ناقابل نسخ عبادت ہے۔ جہاد کے بغیر کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی ربّ فرماتا ہے وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ (۲؍۱۷۹) اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے (کنزالایمان) ۸؎ تقدیر کی پوری بحث ہماری کتاب تفسیر نعیمی پارہ سوم میں ملاحظہ کرو۔ یہاں صرف اتنا ہی سمجھ لو کہ جو کچھ ہورہا ہے۔ وہ اللہ کے علم اور اس کے ارادہ سے ہے ہم اپنے اعمال کے کاسب ہیں' خالق نہیں' لہٰذا ہم کسب میں مختار اور خلق میں مجبور ہیں نہ قادر مطلق' نہ مجبور محض' یہی مذہب اہلسنّت ہے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا زَنَی الْعَبْدُ خَرَجَ مِنْهُ الْاِیْمَانُ فَکَانَ فَوْقَ رَاْسِهٖ کَالظُّلَّةِ فَاِذَا خَرَجَ مِنْ ذٰلِكَ الْعَمَلِ رَجَعَ اِلَیْهِ الْاِیْمَانُ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۵۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی بندہ زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل جاتا ہے اس کے سر پر شامیانہ کی طرح ہو جاتا ہے۱ پھر جب بندہ اس بدعمل سے علیحدہ ہو جاتا ہے تو ایمان بھی اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔۲ (ترمذی ابوداؤد)

(۵۳)۱ اس کی تفسیر پہلے گزر چکی کہ یہاں نور ایمان یا غیرت ایمانی نکلنا مراد ہے نہ کہ اصل ایمان کا نکل جانا۔۲ جب توبہ کر لیتا ہے تو توبہ کی برکت سے ایمان کا نور اور غیرت لوٹ آتے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ مُّعَاذٍ قَالَ اَوْصَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِعَشْرِ کَلِمَاتٍ قَالَ لَا یُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَیْئًا وَاِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَیْكَ وَاِنْ اَمَرَاكَ اَنْ تَخْرُجَ مِنْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ وَلَا تَتْرُکَنَّ صَلٰوةً مَکْتُوْبَةً مُتَعَمِّدًا فَاِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةً مَّکْتُوْبَةً مُّتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَلَا تَشْرَبَنَّ خَمْرًا فَاِنَّهٗ رَاْسُ کُلِّ فَاحِشَةٍ وَاِیَّاكَ وَالْمَعْصِیَةَ فَاِنَّ بِالْمَعْصِیَةِ حَلَّ سَخَطُ اللّٰهِ وَاِیَّاكَ وَالْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ وَاِنْ هَلَكَ النَّاسُ وَاِذَا اَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ وَاَنْتَ فِیْهِمْ فَاثْبُتْ وَاَنْفِقْ عَلٰی عِیَالِكَ مِنْ طَوْلِكَ وَلَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ اَدَبًا وَّاَخِفْهُمْ فِی اللّٰهِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۵۴) روایت ہے حضرت معاذ سے فرماتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں کی وصیت فرمائی۱ فرمایا رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ مانو اگرچہ مار دیئے جاؤ یا جلا دیئے جاؤ۲ اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو اگرچہ وہ تمہیں اپنے گھربار اور مال سے نکل جانے کا حکم دیں۔۳ فرض نماز عمداً ہرگز نہ چھوڑو کیونکہ جو کوئی دانستہ نماز چھوڑ دے اس سے اللہ کا ذمہ وضمان جاتا رہا۴ شراب ہرگز نہ پیو کہ یہ ہر بدکاری کا سر ہے۔۵ گناہ سے اپنے کو بچاؤ کیونکہ گناہ کی وجہ سے اللہ کی ناراضی نازل ہوتی ہے۶ جہاد سے بھاگ جانے سے بچو اگرچہ لوگ ہلاک ہو جائیں۷ اور جب لوگوں کو وبائی موت پہنچے اور تم ان میں ہو تو ثابت قدم رہو۔۸ اپنے بال بچوں پر اپنی کمائی سے خرچ کرو۔۹ اپنی تربیت کی چھڑی ان سے نہ ہٹاؤ انہیں اللہ سے ڈراتے رہو۔۱۰ (احمد)

(۵۴)۱ یعنی تاکیدی حکم دیا، عربی میں تاکیدی حکم کو وصیت کہا جاتا ہے۔ رب فرماتا ہے: یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِکُمْ (۴:۱۱) اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں (کنزالایمان)۲ جان کے وقت جان دے دو مگر دل سے کفر و شرک نہ کرو یہ کسی حال میں جائز نہیں۔ خطرہ جان کے وقت زبان سے کفر بک دینا بشرطیکہ دل میں ایمان ہو جائز۔ رب فرماتا ہے: اِلَّا مَنْ اُکْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ (۱۶:۱۰۶) سوا اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو (کنزالایمان) یہاں دلی کفر مراد ہے۔ لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں نیز جو کوئی جان دے دے اور کلمہ کفر یہ نہ کہے تو اجر کا مستحق ہے۔ جان دے دینا عزیمت ہے اور جان بچانا رخصت اگر حدیث کا مطلب ... حضور نے حضرت معاذ کو عزیمت کا حکم دیا۔۳ حکم استحبابی ہے ... والدین کے حکم پر بیوی کو طلاق

https://archive.org/details/@madni_library

دے دینا مستحب ہے۔ اسماعیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم کا اشارہ پا کر طلاق دے دی یہ مستحب پر عمل تھا مگر باپ کے حکم سے بیوی یا بچوں پر ظلم نہ کرے کہ ظلم سے بچنا اللہ و رسول کا حکم ہے۔ ان کا حکم ماں باپ کے حکم پر مقدم ہے ایسے ہی اگر ماں باپ کفر یا معصیت کا حکم دیں تو نہ مانے' رب فرماتا ہے: وَاِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْ هُمَا (۲۹-۸) اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو تو ان کا کہنا نہ مان (کنزالایمان) ۴؎ یعنی بے نمازی اللہ کی امن میں نہیں رہتا۔ نماز کی برکت سے انسان دنیا میں آفتوں سے' مرتے وقت خرابی خاتمہ سے' قبر میں فیل ہونے سے' حشر میں مصیبتوں سے بفضلہٖ تعالیٰ امن میں رہتا ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ وظیفے' عملیات' تعویذوں کے فائدے حاصل کرنے کیلئے پابندی نماز ضروری ہے' شیخ و مرید دونوں کو۔ ۵؎ شراب سے مراد ہر نشہ والی چیز ہے کیونکہ نشہ سے عقل ہی جاتی رہی تو برائی بھلائی کون بتائے۔ شرابی نشہ والے پیشاب پاخانہ تک کھا پی لیتے ہیں۔ خیال رہے کہ ہر پتلی نشہ والی چیز مطلقاً حرام ہے۔ شراب انگوری قطعی حرام اور دیگر شرابیں ظنی' افیون' بھنگ' تمبا کو نشہ دے تو حرام ہے۔ ۶؎ خیال رہے کہ چھوٹے گناہ کو چھوٹا سمجھ کر مت کرلو۔ چھوٹی نیکی کو حقیر جان کر چھوڑ مت دو' چھوٹا گناہ چنگاری کی طرح ہے جو کبھی مکان جلا دیتی ہے۔ معمولی نیکی تھوڑے پانی کی طرح ہے جو کبھی جان بچا لیتا ہے' شیطان پہلے چھوٹے گناہ کراتا ہے۔ پھر بڑے' پھر کفر شرک' چھوٹا گناہ بھی ہمیشگی سے بڑا بن جاتا ہے لہٰذا حدیث بالکل صحیح ہے یہاں ہر گناہ مراد ہے کہ وہ ناراضی الٰہی کا سبب ہے بالواسطہ یا بلاواسطہ۔ ۷؎ یہ حکم بھی استحبابی ہے اگر کوئی غازی ایسے موقع پر ڈٹا رہے اور شہید ہو جائے تو ثواب پائے گا اور اگر بھاگ جائے تو گنہگار نہ ہوگا رب فرماتا ہے: اَلْاٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ (مرقات) لہٰذا جنگِ اُحد میں جن صحابہ کے قدم اکھڑ گئے وہ گنہگار نہ تھے خطا ان سے ہوئی جو درہ چھوڑ گئے۔ قرآن نے ان کی معافی کا اعلان کر دیا۔ ۸؎ یعنی جہاں تم ہو وہاں طاعون وغیرہ کوئی بیماری پھیل جائے تو وہاں سے بھاگو مت تاکہ وہاں کے مردے بے گور و کفن اور بیمار بے یار و مددگار نہ رہ جائیں اور جہاں نہیں ہو وہاں جاؤ مت۔ رب فرماتا ہے لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (۲-۱۹۵) اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو (کنزالایمان) ۹؎ معلوم ہوا کہ زن و فرزند پانے کیلئے کمائی کرنا بھی عبادت ہے۔ اسلام ترک دنیا نہیں سکھاتا۔ ۱۰؎ یعنی بیوی بچوں کے حالات پر نگاہ رکھو اور ان کی اصلاح کرتے رہو' چھوٹے بچوں کو تو مارے اور بڑوں کی زبانی ڈانٹ ڈپٹ سے۔ قیامت میں تم سے ان کا بھی سوال ہوگا۔ رب فرماتا ہے: قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (۲۸-۶۶) اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ (کنزالایمان)

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ اِنَّمَا النِّفَاقُ كَانَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَّا الْيَوْمَ فَاِنَّمَا هُوَ الْكُفْرُ اَوِ الْاِيْمَانُ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۵۵) روایت ہے حضرت حذیفہ سے[۱] فرماتے ہیں کہ نفاق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھا لیکن آج یا کفر ہے یا ایمان [۲] (بخاری)

(۵۵) ۱؎ آپ کا نام شریف حذیفہ' کنیت ابوعبداللہ عبسی ہے۔ آپ کے والد حسیل ان کا لقب یمان ہے۔ آپ حضور کے صاحب اسرار ہیں۔ ۳۵ھ میں شہادت عثمان غنی کے چالیس دن بعد مدائن میں آپ کا انتقال ہوا' وہیں آپ کا مزار پرانوار ہے۔ ۲؎ یعنی حضور کے زمانہ میں وقتی مصلحتوں کے ماتحت منافقوں کو قتل نہ کیا گیا اگرچہ ان سے علامات کفر ظاہر ہوئیں تاکہ کفار ہماری خانہ جنگی سے فائدہ نہ اٹھائیں اس زمانہ میں تین قسم کے لوگ مانے گئے کافر' مومن اور منافق۔ حضور کے بعد نفاق کوئی چیز نہیں یا کفر ہے یا اسلام اگر کسی سے علامات کفر دیکھی گئیں' قتل کیا جائے گا' کھلا کافر بھی قتل ہوگا چھپا بھی کیونکہ وہ مرتد ہے (لمعات و مرقات وغیرہ)

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بَابٌ فِی الْوَسْوَسَةِ — وسوسہ (برے خیالات) کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

وسوسہ کے لغوی معنی ہیں نرم آواز، اصطلاح میں برے خیالات فاسد فکر کو وسوسہ کہتے ہیں اور اچھے خیالات کو الہام۔ وسوسہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے الہام رب کی طرف سے حق یہ ہے کہ غیر نبی کا الہام شرعی حجت نہیں کیونکہ شبہ ہے کہ وہ شیطانی وسوسہ ہو۔

(از مرقات واشعۃ اللمعات)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِیْ مَاوَسْوَسَتْ بِهٖ صُدُوْرُهَا مَالَمْ تَعْمَلْ بِهٖ اَوْتَتَکَلَّمْ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۵۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یقیناً اللہ تعالیٰ نے میری امت سے ان کے دلی خطرات میں درگزر فرمادی[۱] جب تک کہ اس پر کام یا کلام نہ کریں۔[۲] (مسلم بخاری)

(۵۶)[۱] یعنی برے خیالات پر پکڑ نہیں یہ اس امت کی خصوصیت ہے۔ پچھلی امتوں میں اس پر بھی پکڑ تھی۔ خیال رہے کہ برے خیالات اور ہیں برا ارادہ کچھ اور۔ برے ارادے پر پکڑ ہے حتیٰ کہ ارادہ کفر کفر ہے۔ شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ جو برا خیال دل میں بے اختیار اچانک آجاتا ہے اسے ہاجس کہتے ہیں یہ آنی فانی ہوتا ہے۔ آیا اور گیا یہ پچھلی امتوں پر بھی معاف تھا ہم کو بھی معاف لیکن جو دل میں باقی رہ جائے وہ ہم پر معاف ہے ان پر معاف نہ تھا اور اگر اسکے ساتھ دل میں لذت اور خوشی پیدا ہو اسے ھم کہا جاتا ہے۔ اس پر بھی پکڑ نہیں اور اگر اس کے ساتھ کر گزرنے کا ارادہ بھی ہو تو وہ عزم ہے اس کی پکڑ ہے۔ خیال رہے کہ ارادہ گناہ اگرچہ گناہ ہے مگر اس پر حد نہیں۔ ارادہ زنا گناہ ہے مگر زنا نہیں[۲] یعنی قولی گناہ میں کلام کا اعتبار ہے اور فعلی میں کام کا۔

وَعَنْهُ قَالَ جَآءَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلُوْهُ اِنَّا نَجِدُ فِیْ اَنْفُسِنَا مَایَتَعَاظَمُ اَحَدُنَا اَنْ یَّتَکَلَّمَ بِهٖ قَالَ اَوَقَدْ وَجَدْتُّمُوْهُ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ ذٰلِكَ صَرِیْحُ الْاِیْمَانِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۵۷) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ حضور کے صحابہ میں سے کچھ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے پوچھنے لگے کہ ہم اپنے دلوں میں ایسے خیالات محسوس کرتے ہیں کہ انہیں بیان کرنا بہت بڑا گناہ معلوم ہوتا ہے[۱] فرمایا کہ کیا تم نے یہ بات پائی ہے[۲] عرض کیا ہاں فرمایا یہ کھلا ہوا ایمان ہے۔[۳] (مسلم)

(۵۷)[۱] یہ صحابہ کے کمال ایمان کی دلیل ہے کہ وسوسہ پر عمل کرنا تو کیا معنی اسے زبان پر لاتے بھی گھبراتے ہیں۔[۲] وسوسہ پا اسے بڑا برا سمجھنا۔[۳] یعنی وسوسے آنا کمال ایمان کی دلیل ہے کیونکہ چور بھرے گھر میں ہی جاتا ہے اور شیطان مومن کی فکر میں زیادہ رہتا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ جو نماز وسوسہ سے خالی ہو وہ نماز یہود و نصاریٰ کی ہے (مرقات) یا وسوسوں کو برا سمجھنا عین ایمان ہے کیونکہ کافر تو انہیں اچھا سمجھ کر اس پر ایمان لے آتے ہیں۔

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي الشَّيْطَانُ اَحَدَكُمْ فَيَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ كَذَا مَنْ خَلَقَ كَذَا حَتّٰى يَقُوْلَ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ فَاِذَا بَلَغَهُ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْيَنْتَهِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۸) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے۱؎ تو اس سے کہتا ہے کہ فلاں چیز کس نے پیدا کی اور فلاں کس نے؟ یہاں تک کہ کہتا ہے تمہارے ربّ کو کس نے پیدا کیا۲؎ جب اس حد کو پہنچے تو اعوذ باللہ پڑھ لو اور اس سے باز رہو۔۳؎ (بخاری ومسلم)

(۵۸)۱؎ یا تو خود ابلیس کیونکہ وہ تمام دنیا پر نظر رکھتا ہے اور سب میں چکر لگا تا رہتا ہے یا قرین جو ہر ایک انسان کا الگ الگ شیطان ہے اور ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے یا برا انسان جو ایسی باتیں کرکے لوگوں کو بہکائے۔۲؎ حالانکہ پیدا وہ چیز کی ہے جو نا پید بھی ہو سکے۔ ربّ تعالٰی واجب الوجود ہے اسے کون پیدا کرے' عرضیات کی انتہا ذاتی پر ہے تمام تارے' سورج سے روشن ہیں مگر سورج کسی سے روشن نہیں۔۳؎ یعنی اس کا جواب سوچنے کی کوشش بھی مت کرو ورنہ شیطان سوال در سوال کرے گا اعوذ پڑھ کر اسے بھگا دو ہر سوال کا جواب نہیں دیا جاتا۔ ربّ نے شیطان کے سجدہ نہ کرنے پر اس کے دلائل کا جواب نہ دیا۔ بلکہ فرمایا: فَاخْرُجْ مِنْهَا (۱۵،۳۴) تو جنت سے نکل جا (کنزالایمان) خیال رہے کہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ دفع شیطان کیلئے اکسیر ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَاءَلُوْنَ حَتّٰى يُقَالَ هٰذَا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۹) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے رہیں گے یہاں تک کہ کہا جائے گا کہ یہ مخلوق تو اللہ نے پیدا کی تو اللہ کو کس نے پیدا کیا۔۱؎ تو جو ان میں سے کچھ پائے وہ کہے میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا۔۲؎ (بخاری مسلم)

(۵۹)۱؎ جیسا کہ آج خدا کے منکر دہریئے کہتے ہیں' قربان جاؤں اس عالم غیوب رسول کے' جنہوں نے قیامت تک ہونے والے واقعات کی خبر دے دی مجھ سے کراچی میں بعینہٖ یہ سوال ایک شخص نے کیا تھا۔ میرے منہ سے نکلا صدق رسول اللہ ۲؎ یعنی بلا دلیل عقلی اس کی ذات وصفات کو مان لیا اس حدیث کی بنا پر بعض علماء علم کلام پڑھنا اور پڑھانا ناپسند کرتے ہیں مگر بعض علماء نے حالات زمانہ دیکھتے ہوئے اسے سیکھا اور سکھایا مگر شبہات ڈالنے کیلئے نہیں بلکہ شبہات نکالنے کیلئے۔ دونوں اللہ کو پیارے۔ خیال رہے کہ مسئول تو کافر نہ ہوگا مگر سائل اگر شبہ کی بنا پر یہ پوچھتا ہے تو کافر ہے اور اگر جواب معلوم کرنے کیلئے پوچھتا ہے تو نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهٖ قَرِيْنُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَ قَرِيْنُهٗ مِنَ الْمَلَائِكَةِ قَالُوْا وَاِيَّاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَ اِيَّايَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَعَانَنِيْ عَلَيْهِ فَاَسْلَمَ فَلَا يَأْمُرُنِيْ اِلَّا بِخَيْرٍ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۶۰) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم میں ایسا کوئی نہیں جس پر ایک ساتھی جن۱؎ اور ایک ساتھی فرشتہ مقرر نہ ہو۔۲؎ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ آپ پر بھی فرمایا مجھ پر بھی لیکن ربّ نے مجھے اس پر مدد دی جس سے وہ مسلمان ہوگیا اب وہ مجھے بھلائی ہی کا مشورہ دیتا ہے۔۳؎ (مسلم)

(۶۰)۱؎ یعنی ہر عاقل بالغ انسان کے ساتھ وسوسہ دلانے کیلئے ایک شیطان اور الہام کیلئے ایک فرشتہ ہر وقت رہتا ہے۔ مرقاۃ اور

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اشعۃ اللمعات میں ہے کہ جب کوئی انسان کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہی ابلیس کے ایک شیطان پیدا ہوتا ہے جسے فارسی میں ہمزاد عربی میں وسواس کہتے ہیں۔ظاہر یہ ہے کہ ابلیس کے ہر ہر آن سینکڑوں بچے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔مطابق تعداد اولاد انسان جیسے مچھلی، ناگن سانپ بیک وقت ہزار ہا انڈے دیتی ہے۔طاعونی جراثیم ہر آن بچے دیتے رہتے ہیں۔۲ ایک فرشتہ مقرر ہے ملہم اور ایک شیطان۔۳ ظاہر یہ ہے کہ یہاں اسلام سے مراد ایمان ہی ہے نہ کہ اطاعت اور یہ حضور کی اعلیٰ درجہ کی خصوصیت ہے کہ آپ کا شیطان جس کی فطرت میں کفر داخل ہے وہ بھی ایمان لے آیا۔معلوم ہوا کہ نگاہ کرم سے فطرتیں بدل جاتی ہیں۔مرقاۃ میں ہے کہ ہامہ ابن ابلیس نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ قتل ہابیل کے وقت میں موجود تھا۔سارے انبیاء کے ساتھ رہا ہوں آپ مجھے کچھ قرآن سکھایئے آپ نے اسے سورہ واقعہ، مرسلات، انباء، اخلاص، فلق اور ناس سکھائیں۔جنات کا حضور پر ایمان لانا تو قرآن کی سورہ جن میں مذکور ہے حالانکہ سارے جن ابلیس کی اولاد ہیں۔ربّ فرماتا ہے كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ (۱۸، ۵۰) قوم جن سے تھا تو اپنے رب کے حکم سے نکل گیا (کنز الایمان) لہٰذا چکڑالوی اس حدیث پر اعتراض نہیں کر سکتے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَجْرِىْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۱) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شیطان انسان کے خون کے ٹھکانوں میں گردش کرتا ہے۔۱ (بخاری و مسلم)

(۶۱) ۱ یا تو خود ابلیس اور قرین شیطان چونکہ وہ آتشی ہے اس لئے بلا تکلف انسان کے رگ و پے میں سرایت کر جاتا ہے اور تصرف کرتا ہے یا اس کے وسوسے اور خیالات۔معلوم ہوا کہ کوئی شخص بغیر فضل الٰہی شیطان سے نہیں بچ سکتا۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَا مِنْ بَنِىْ اٰدَمَ مَوْلُوْدٌ اِلَّا يَمَسُّهُ الشَّيْطٰنُ حِيْنَ يُوْلَدُ فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَّسِّ الشَّيْطٰنِ غَيْرَ مَرْيَمَ وَابْنِهَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی آدمی ایسا نہیں ۱ جسے پیدائش کے وقت شیطان چھوتا نہ ہو وہ بچہ شیطان کے چھونے سے ہی چیختا ہے۔۲ سوا مریم اور ان کے فرزند کے۔۳ (بخاری و مسلم)

(۶۲) ۱ یعنی حضرت آدم و حوا کو شیطان مس نہ کر سکا کیونکہ وہ آدمی زادہ نہیں ہیں۔۲ اس سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مستثنیٰ ہیں۔ایسے مقام پر متکلم مستثنیٰ ہوتا ہے۔تحقیق سے ثابت ہے کہ حضور روتے ہوئے پیدا نہ ہوئے (از اشعۃ اللمعات) ۳ عیسیٰ علیہ السلام یعنی ان دونوں بزرگوں کو شیطان نہ چھو سکا جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ پیدائش کے وقت شیطان بچے کی کوکھ میں انگلی مارتا ہے جس کی تکلیف سے بچہ چیختا ہے ان دونوں بزرگوں کی پیدائش کے وقت بھی شیطان نے یہ حرکت کی مگر اس کی انگلی حجاب میں لگی جو ربّ نے ان کے اور اس کے درمیان میں پیدا کر دیا تھا۔اس حدیث کی تائید قرآن پاک کی اس آیت سے ہے: وَاِنِّىْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (۳، ۳۶) اور میں اسے اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں راندے ہوئے شیطان سے (کنز الایمان)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَاحُ الْمَوْلُوْدِ حِيْنَ يَقَعُ نَزْغَةٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۳) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر گرتے وقت بچہ کی چیخ شیطان کی چوکھ سے ہے۔۱ (بخاری و مسلم)

https://archive.org/details/@madni_library

(۶۳)۱؎ کہ وہ بچہ کی کوکھ میں انگلی مارتا ہے اور اس کی تکلیف سے بچہ روتا ہے۔اسی لئے سنت ہے کہ بچہ پیدا ہوتے ہی اس کو غسل دے کر داہنے کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر کہی جائے تاکہ شیطان دفع ہو کہ اذان کی آواز سے شیطان بھاگتا ہے۔بعض کٹھ بگڑے ان احادیث کا انکار کرتے ہیں ان کی ناقص عقل میں نہیں آتی شاید وہ بچے کے کان میں اذان کا بھی انکار کرتے ہوں گے۔تعجب ہے کہ گرم سرد ہوا بچے پر اثر کرسکے اور بچہ اس کی تکلیف سے رو سکے مگر شیطان جو ہوا سے زیادہ لطیف ہے اس کا اثر ان کی سمجھ میں نہ آئے۔یہ جھوٹے ان کی عقلیں کھوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچے' خیال رہے کہ شیطان کی یہ حرکتیں بچے پر ابھی سے قبضہ جمانے کیلئے ہیں (اس کے اپنے خیال میں) ورنہ بہکانا ہوش سنبھالنے کے بعد شروع ہوتا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اِبْلِيْسَ يَضَعُ عَرْشَهُ عَلَى الْمَآءِ ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ يُفْتِنُوْنَ النَّاسَ فَاَدْنَاهُمْ مِّنْهُ مَنْزِلَةً اَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً يَجِيْءُ اَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا فَيَقُوْلُ مَاصَنَعْتَ شَيْئًا قَالَ ثُمَّ يَجِيْءُ اَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ مَاتَرَكْتُهُ حَتّٰى فَرَّقْتُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ امْرَاَتِهِ قَالَ فَيُدْنِيْهِ مِنْهُ وَيَقُوْلُ نِعْمَ اَنْتَ قَالَ الْاَعْمَشُ اُرَاهُ قَالَ فَيَلْتَزِمُهُ(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۶۴) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیطان پانی پر اپنا تخت بچھاتا ہے۱؎ پھر اپنے مختلف لشکر کو لوگوں میں فتنہ ڈالنے کیلئے بھیجتا ہے۲؎ ان میں سے آکر ایک کہتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں فتنہ پھیلایا۔ابلیس کہتا ہے کچھ نہیں۳؎ پھر اور دوسرا آکر کہتا ہے کہ میں نے فلاں کو اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ اس میں اور اس کی بیوی میں جدائی نہ ڈال دی۴؎ فرمایا!ابلیس اسے پاس بٹھاتا ہے اور کہتا ہے تو بہت اچھا ہے۔اعمش فرماتے ہیں مجھے خیال ہے کہ فرمایا اسے چمٹالیتا ہے۔۵؎(مسلم)

(۶۴)۱؎ روزانہ صبح کے وقت سمندر پر اپنا کاروبار شروع کرتا ہے مگر اس کا تخت سمندر میں ڈوبتا نہیں کہ وہ خود بھی آتشی ہے اس کا تخت بھی آتشی' آج کشتیاں اور جہاز ڈوبنے سے محفوظ ہیں۲؎ سرایا سریہ کی جمع ہے بمعنی چھوٹی فوج جن کی تعداد پانچ افراد سے چار سو تک ہو ذریت شیطان کی مختلف جماعتیں ہیں ان کے نام الگ الگ ہیں چنانچہ وضو میں بہکانے والی جماعت کا نام ولہان ہے اور نماز میں ورغلانے والی جماعت کا نام خنزب ہے۔ایسے ہی مسجدوں میں' بازاروں میں' شراب خانوں میں اس کی الگ الگ فوجیں رہتی ہیں۔۳؎ یعنی ابلیس اپنی ذریت میں سے اسے اپنا قرب خصوصی بخشتا ہے جو لوگوں میں بڑی گمراہی یا فتنہ پھیلا کر آئے۔۴؎ اس طرح کہ طلاق واقع کرا دی۔طلاق اگرچہ مباح چیز ہے مگر اکثر بہت فسادات کی جڑ بن جاتی ہے اس لئے ابلیس اس پر خوش ہوتا ہے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابغض الحلال الطلاق حتی الامکان اس سے بچنا بہتر ہے یا مطلب یہ ہے کہ میں نے خاوند بیوی میں جدائی کرا دی کہ خاوند کی عورت کو معلقہ کر دیا نہ چھوڑے نہ بسائے۔یہ سخت جرم ہے۔ربّ نے فرمایا: فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ(۴:۱۲۹) دوسری کو ادھر میں لٹکتی چھوڑ دو(کنزالایمان) اس صورت میں حدیث بالکل واضح ہے۔۵؎ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جو شخص ناحق زوجین میں جدائی کی کوشش کرے وہ ابلیس کی طرح مجرم ہے۔اس سے وہ عامل لوگ عبرت حاصل کریں جو تفریق زوجین کیلئے تعویذ وعملیات کرتے ہیں۔دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ سے ابلیس وغیرہ کوئی چیز چھپی نہیں کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ حضور مشاہدہ ملاحظہ فرما کر یہ ...

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ قَدْ اَئِسَ مِنْ اَنْ يَّعْبُدَهُ الْمُصَلُّوْنَ فِيْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَلٰكِنْ فِي التَّحْرِيْشِ بَيْنَهُمْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۶۵) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شیطان اس سے تو مایوس ہو چکا کہ عرب کے نمازی اسے پوجیں [۱] لیکن انہیں آپس میں بھڑکانے میں مشغول ہے۔[۲] (مسلم)

(۶۵) [۱] یعنی عرب کے عام مسلمان اعمال شرکیہ نہ کریں گے یا علی العموم مرتد نہ ہوں گے ایک آدھ آدمی کا کبھی مرتد ہو جانا اس کے خلاف نہیں۔ عرب کو جزیرہ اس لئے فرمایا کہ اسے بحر فارس و روم اور دجلہ و فرات نے گھیرا ہے۔ عرب کی لمبائی عدن سے شام تک ہے چوڑائی جدہ سے ریف عراق تک۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام اور مولود شریف عرس فاتحہ ختم حضور سے مدد مانگنا وغیرہ شرک نہیں کیونکہ یہ تمام چیزیں عام مسلمانان عرب کا ہمیشہ سے دستور ہیں اگر ان میں سے کوئی چیز شرک ہوتی تو عرب شریف کے مسلمانوں میں کبھی مروج نہ ہوتی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عجم کبھی عرب کی طرح محترم نہیں ہو سکتا ہر جگہ مسلمان علی العموم مرتد ہو سکتے ہیں وہاں کے مسلمان نہیں ہو سکتے۔ خیال رہے کہ اگرچہ مسیلمہ کذاب نے عرب کے بہت مسلمانوں کو مرتد کر لیا مگر اس ارتداد کا بفضلہٖ تعالٰی بقا نہ رہا ایک وقتی چیز تھی جو ختم ہو گئی جس کا اعتبار نہیں۔ [۲] یعنی عرب کو آپس میں لڑاتا بھڑاتا رہے گا چنانچہ آخر زمانہ عثمانی سے جو اختلاف شروع ہوا وہ آج تک ختم ہونے میں نہیں آتا اگرچہ اتحاد عرب کے نعرے لگائے جا رہے ہیں مگر اس کی حقیقت مفقود ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ — دوسری فصل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ اِنِّيْ اُحَدِّثُ نَفْسِيْ بِالشَّيْءِ لَاَنْ اَكُوْنَ حُمَمَةً اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَتَكَلَّمَ بِهٖ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ رَدَّ اَمْرَهُ اِلَى الْوَسْوَسَةِ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۶۶) روایت ہے ابن عباس سے کہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور بولا کہ میں اپنے دل میں ایسے خیالات محسوس کرتا ہوں کہ وہ بولنے سے جل کر کوئلہ ہو جانا زیادہ پسند ہے [۱] فرمایا خدا کا شکر ہے جس نے ان خیالات کو وسوسہ بنا دیا۔[۲] (ابوداؤد)

(۶۶) [۱] یعنی عقائد اسلامیہ ذات و صفات الٰہی یا محامد مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسے برے خیالات آتے ہیں کہ مجھے ان کا قبول کرنا اتنا برا معلوم ہوتا ہے کہ جل کر کوئلہ ہونا منظور ہے مگر ان کا بولنا منظور نہیں۔ سبحان اللہ! یہ ہے وہ خوف الٰہی جو حضور کی صحبت کی برکت سے صحابہ کو نصیب ہوا۔ یہ خوف ایمان کی دلیل ہے۔ [۲] یعنی رب نے ایسے خیالات کو وسوسہ میں داخل فرمایا جن پر کوئی پکڑ نہ رکھی وہ کریم بندے کی مجبوری و معذوری جانتا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلشَّيْطَانِ لَمَّةً بِابْنِ اٰدَمَ وَلِلْمَلَكِ لَمَّةً فَاَمَّا لَمَّةُ الشَّيْطَانِ فَاِيْعَادٌ بِالشَّرِّ وَتَكْذِيْبٌ بِالْحَقِّ وَاَمَّا لَمَّةُ الْمَلَكِ فَاِيْعَادٌ بِالْخَيْرِ

(۶۷) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان میں شیطان کا بھی اثر ہے [۱] اور فرشتہ کا بھی۔ شیطان کا اثر تو مصیبت سے ڈرانا اور حق کا جھٹلانا ہے [۲] لیکن فرشتہ کا اثر خیر کا وعدہ کرنا اور حق کی تصدیق کرنا ہے [۳] جو یہ آخری

https://archive.org/details/@madni_library

وَ تَصْدِيْقٌ بِالْحَقِّ فَمَنْ وَجَدَ ذٰلِكَ فَلْيَعْلَمْ اَنَّهٗ مِنَ اللّٰهِ فَلْيَحْمَدِ اللّٰهِ وَمَنْ وَجَدَ الْاُخْرٰى فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ثُمَّ قَرَأَ اَلشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

بات محسوس کرے وہ جان لے کہ ربّ کی طرف سے ہے خدا کا شکر کرے[۴] اور جو وہ دوسری چیز محسوس کرے وہ مردود شیطان سے اللہ کی پناہ مانگے[۵] پھر یہ تلاوت کی کہ شیطان تمہیں فقیری سے ڈراتا اور بے حیائی کا مشورہ دیتا ہے۔ ترمذی نے روایت کی اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۶۷) [۱] یہاں شیطان سے مراد یا تو ابلیس ہے یا انسان کا قرین جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے جس کا ذکر پہلے گزر چکا۔ دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے اس کا اثر قریباً سارے انسانوں پر ہوتا ہے کسی پر کم کسی پر زیادہ[۲] اس طرح کہ وہ خبیث برائیوں کو خوبیاں اور نیکیوں کو مصیبت بنا کر دکھاتا ہے۔ خیرات کے ارادہ پر فقر سے ڈراتا ہے ناجائز خرچوں کے موقع پر ناموری کا لالچ دیتا ہے بہت دفعہ دیکھا گیا ہے کہ اکثر مسلمان حج و خیرات سے گھبراتے ہیں لیکن شادی بیاہ کے حرام رسوم پر خوب دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔ یہ اسی کا اثر ہے ربّ فرماتا ہے: اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ (۲۶۸/۲) شیطان تمہیں اندیشہ دلاتا ہے محتاجی کا اور حکم دیتا ہے بے حیائی کا۔ (کنزالایمان) اس کا یہی مطلب ہے۔[۳] اس طرح کہ اگر صدقہ اور خیرات سے نفس گھبرائے اور شیطان فقر سے ڈرائے تو یہ فرشتہ دل میں آواز دیتا ہے کہ مت ڈر صدقہ سے مال بڑھتا ہوتا ہے گھٹتا نہیں اور فوراً یہ آیت سامنے آتی ہے۔ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ (۲۷۶/۲) اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو (کنزالایمان) یہ اس فرشتہ کا ہی کام ہے جو شخص جس آواز پر کان دھرتا رہے گا وہی آواز قوی ہوتی رہے گی اور دوسری آواز مدہم' بعض اولیاء سے شیطان مایوس ہوکر انہیں بہکانا ہی چھوڑ دیتا ہے۔[۴] کیونکہ نیک ارادہ اور اچھے خیالات بھی اللہ کی نعمت ہیں شکر سے نعمت بڑھتی ہے نیز نیک ارادہ کو جلد پورا کرے کہ پتا نہیں پھر موقع ملے یا نہ[۵] کیونکہ اعوذ اور لاحول سے شیطان بھاگتا ہے' صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جو کوئی صبح شام ۲۱ بار لاحول شریف پانی پر دم کرکے پی لیا کرے تو انشاء اللہ وسوسہ شیطانی سے بہت حد تک امن میں رہے گا۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَاءَلُوْنَ حَتّٰى يُقَالَ هٰذَا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ فَاِذَا قَالُوْا ذٰلِكَ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُ اَحَدٌ. اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ثُمَّ لِيَتْفُلْ عَنْ يَسَارِهٖ ثَلٰثًا وَّلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ فِىْ بَابِ خُطْبَةِ يَوْمِ النَّحْرِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

(۶۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا لوگ پوچھ گچھ کرتے رہیں گے حتیٰ کہ یہ کہا جائے گا کہ مخلوق کو خدا نے پیدا کیا تو خدا کو کس نے پیدا کیا![۱] جب یہ کہیں تو تم کہہ دینا اللہ ایک ہے' بے نیاز ہے' نہ اس نے جنا نہ جنا گیا' اور نہ کوئی اس کے برابر کا[۲] پھر اپنے بائیں طرف تین بار تھتکار دے اور مردود شیطان سے اللہ کی پناہ مانگے۔[۳] یہ ابوداؤد نے روایت کی ہم عمرو ابن احوص کی حدیث انشاء اللہ تعالیٰ بقرعید کے خطبہ کے باب میں ذکر کریں گے۔

(۶۸) [۱] یعنی ہر موجود کا کوئی موجد چاہئے اور اللہ بھی موجود ہے لہٰذا اس کا موجد بھی ہونا چاہئے یہ شیطانی وسوسہ ہے' خیال رہے کہ شیطان عالموں کے دل میں عالمانہ وسوسے اور صوفیوں کے دل میں عاشقانہ وسوسے' عوام کے دل میں عامیانہ وسوسے ڈالتا ہے۔ ''جیسا

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

شکار و یسا جال'' بہت دفع انسان گناہ کو عبادت سمجھ لیتا ہے۔۲ سبحان اللہ کتنے نفیس منطقی دلائل ہیں۔ اولاد کیلئے ۳ شرطیں ہیں ایک یہ کہ صاحب اولاد میں دوئی ہو سکے کیونکہ اولاد کے باپ کے ساتھ جنساً ایک اور شخصاً دوسری ہوتی ہے۔ ربّ تعالیٰ جنسیت اور شخصیت وغیرہ سے پاک ہے احد میں ادھر اشارہ ہے دوسرے صاحب اولاد اولاد کا حاجت مند ہوتا ہے۔ اپنی وراثت یا زور بازو کیلئے اولاد چاہتا ہے پروردگار بے نیاز' ہے صمد میں یہ فرمایا گیا تیسرے یہ کہ ہر ممکن موجود موجد کا حاجت مند ہے' پروردگار واجب ہے' نیز بیٹا باپ کی مثل ہونا چاہئے۔ ربّ کی مثل کوئی نہیں لم یلد میں اس طرف اشارہ ہے۔۳ یہ تھوک شیطان کے منہ پر پڑے گا جس سے وہ ذلیل ہو کر بھاگے گا کیونکہ شیطان اکثر بائیں طرف سے آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کبھی تھوک سے بھی شیطان بھاگتا ہے بعض صوفیاء دم کر کے تھتکار بھی دیتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ اَنَس قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يُّبْرَحَ النَّاسُ يَتَسَاءَ لُوْنَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا هٰذَا اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَلِمُسْلِمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَ جَلَّ اِنَّ اُمَّتَكَ لَا يَزَالُوْنَ يَقُوْلُوْنَ مَا كَذَا مَا كَذَا حَتّٰى يَقُوْلُوْا هٰذَا اللّٰهُ خَلَقَ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ

(۶۹) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگ پوچھتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ یہ کہہ بیٹھیں گے کہ اللہ نے ہر چیز پیدا کی تو اللہ کو کس نے پیدا کیا۱ یہ بخاری کی روایت ہے اور مسلم کی روایت میں ہے کہ فرماتے ہیں اللہ عزوجل نے فرمایا کہ یقیناً تمہاری امت کہتی رہے گی یہ کیسا یہ کیسا یہاں تک کہ یہ کہہ دیں گے کہ اللہ نے مخلوق پیدا کی اللہ کو کس نے پیدا کیا۔۲

(۶۹) ۱یعنی امت دعوت' دہریے کفار وغیرہ نہ کہ امت اجابت مومنین' یا کہنے سے مراد دلی وسوسہ ہے تو امت اجابت بھی داخل ہے۔۲ یعنی ہر حکم کی وجہ ہر چیز کی کنہ پوچھیں گے۔ قیل قال زیادہ' حال سے خالی' خیال رہے کہ ہمارے پاس ''کیوں'' ہے ان کے پاس کیا تھا۔

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِي الْعَاصِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ حَالَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ صَلٰوتِيْ وَ بَيْنَ قِرَاءَ تِيْ يَلْبَسُهَا عَلَىَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ شَيْطَانٌ يُقَالُ لَهٗ خِنْزَبٌ فَاِذَا اَحْسَسْتَهٗ فَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْهُ وَاتْفُلْ عَلٰى يَسَارِكَ ثَلٰثًا فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ فَاَذْهَبَهُ اللّٰهُ عَنِّيْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۷۰) روایت ہے حضرت عثمان ابن ابی العاص۱ سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ شیطان مجھ میں اور میری نماز اور تلاوت میں حائل ہو گیا نماز مشتبہ کر دی۔۲ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شیطان کو خنزب کہا جاتا ہے۳ جب کبھی تم اسے محسوس کرو تو اس سے اللہ کی پناہ مانگو اور بائیں طرف تین بار تھتکار دو۔۴ میں نے یہی کیا تو اللہ نے اسے دفع فرما دیا۔۵ (مسلم)

(۷۰) ۱ آپ قبیلہ بنی ثقیف کے ہیں آپ کی والدہ حضور کی پیدائش کے وقت آمنہ خاتون کے پاس تھیں۔ حضور نے آپ کو طائف کا حاکم بنایا چنانچہ آپ عہد فاروقی تک وہیں کے حاکم رہے۔ پھر حضرت فاروق اعظم نے اپنی خلافت کے تیسرے سال وہاں کی

https://archive.org/details/@madni_library

حکومت معزول کرکے عمان اور بحرین کا حاکم بنایا۔۱۰ ہجری میں جب وفد بنی ثقیف حضور کی خدمت میں ایمان لانے کیلئے حاضر ہوا تو اس میں آپ بھی تھے۔اس وقت آپ کی عمر ۲۹ سال تھی' آخری عمر میں بصرہ قیام گاہ رہا ۵۱ھ میں وہیں وفات پائی' ۷۰ سال عمر شریف ہوئی۔حضور کی وفات کے بعد جب بنی ثقیف مرتد ہونے لگے تو آپ نے فرمایا اے قوم! تم آخری مومنین ہو۔اب اولین مرتدین کیوں بنتے ہو؟ ۲؎ اس طرح کہ نہ مجھے پڑھی ہوئی رکعتیں یاد رہیں اور نہ یہ کہ رکعت اول میں کیا پڑھا تھا۔معلوم ہوا کہ نماز میں وسوسے بزرگوں کو بھی ہو جاتے ہیں۔۳؎ خنزب خ کے کسرہ یا فتحہ اور ز کے فتحہ سے بمعنی سڑا ہوا گوشت یا دائمی جرم (قاموس) یہ شیطان کی اس ذریت کا نام ہے جو نمازیوں پر نماز مشتبہ کرتی ہے۔۴؎ نماز شروع کرتے وقت تکبیر تحریمہ سے قبل تجربہ ہے کہ جو تحریمہ سے پہلے اس طرح تھتکار کر لاحول شریف پڑھ لے پھر تحریمہ کرے دوران نماز میں نگاہ کی حفاظت کرے کہ قیام میں سجدہ گاہ رکوع میں پشت قدم سجدے میں ناک کے بانسے جلسہ اور قعدہ میں گود میں رکھے تو انشاء اللہ نماز میں حضور نصیب ہوگا۔۵؎ یعنی یہ حدیث میری مجرب بھی ہے محدثین کے نزدیک تجربہ کی تائید سے حدیث قوی ہو جاتی ہے۔دیکھو ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم۔

وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ۱ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَهٗ فَقَالَ اِنِّیْ اَهِمُ فِیْ صَلٰوتِیْ فَیَكْثُرُ ذٰلِكَ عَلَیَّ فَقَالَ لَهٗ امْضِ فِیْ صَلٰوتِكَ فَاِنَّهٗ لَنْ یَّذْهَبَ ذٰلِكَ عَنْكَ حَتّٰی تَنْصَرِفَ وَاَنْتَ تَقُوْلُ مَا اَتْمَمْتُ صَلٰوتِیْ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۷۱) روایت ہے حضرت قاسم ابن محمد سے۱؎ کہ ان سے کسی شخص نے پوچھا (عرض کیا) میں اپنی نماز میں وہم کیا کرتا ہوں اور یہ واردات مجھ پر بہت ہوتی رہتی ہے۔فرمایا اپنی نماز پڑھ گزرو کیونکہ یہ وہم تو جائے گا نہیں حتی کہ تم یہ کہتے ہوئے نماز ختم کرو گے کہ میری نماز مکمل نہ ہوئی۔۲؎ (مالک)

(۷۱) ۱؎ آپ حضرت ابوبکر صدیق کے پوتے ہیں' جلیل القدر تابعی ہیں' مدینہ منورہ کے سات قاریوں میں سے ایک ہیں۔حضرت عائشہ صدیقہ آپ کی پھوپھی ہیں' زین العابدین آپ کے خالہ زاد بھائی اور امام محمد باقر کے آپ خسر' امام جعفر صادق آپ کے نانا ہیں' چونکہ آپ یتیم رہ گئے تھے اس لئے عائشہ صدیقہ نے آپ کی پرورش کی۔آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ وامیر معاویہ سے روایتیں کیں اور آپ سے ایک خلق خدا نے فیض حاصل کیا ۸۰ سال عمر پائی' ۳۲ھ میں وفات ہوئی (اشعہ و مرقاۃ) ۲؎ سبحان اللہ کیا عجیب تعلیم ہے یعنی ان خطرات کی وجہ سے ہر نماز چھوڑو نہ لوٹاؤ یہ آتے ہی رہیں گے جب نفس شیطان اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے تو تم نماز کیوں چھوڑتے ہو' مکھیوں کی وجہ سے کھانا نہیں چھوڑا جاتا۔تم اللہ کے بندے ہو دل کے بندے نہیں' دل لگے یا نہ لگے نماز پڑھے جاؤ' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز مکمل نہ ہونے کا وہم کافی نہیں' ان وہمیات کا خیال نہ کرے' نماز پڑھے جائے۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بَابُ الْاِیْمَانِ بِالْقَدْرِ تقدیر پر ایمان لانے کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

۱؎ عام کے بعد خاص کا ذکر ہے ایمان میں اگر چہ تقدیر بھی آ گئی تھی لیکن چونکہ مسئلہ تقدیر بہت نازک ہے اور اس میں جبریہ اور قدریہ کے بہت اختلافات رہے ہیں اور یہ مسئلہ عوام کی عقل سے وراء ہے اس لئے اس کا علیحدہ باب باندھا گیا' تقدیر کے لغوی معنی اندازہ لگانا ہیں' ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ (۴۹'۵۴) ہم نے ہر چیز ایک اندازے سے پیدا فرمائی (کنزالایمان) کبھی بمعنی قضاء اور فیصلہ بھی آتی ہے۔اصطلاح میں اس اندازے اور فیصلہ کا نام تقدیر ہے' جو ربّ کی طرف سے اپنی مخلوق کے متعلق تحریر میں آ چکا' تقدیر تین قسم کی ہے مبرم' مشابہہ مبرم' معلق پہلی قسم میں تبدیلی ناممکن ہے' دوسری خاص محبوبوں کی دعا سے بدل جاتی ہے اور تیسری عام دعاؤں اور نیک اعمال سے بدلتی رہتی ہے۔ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْکِتَابِ (۳۹'۱۳) اللہ جو چاہے مٹاتا اور ثابت کرتا ہے اور اصل لکھا ہوا اسی کے پاس ہے۔ (کنزالایمان) ابراہیم علیہ السلام کو قوم لوط کیلئے دعا کرنے سے روک دیا گیا کیونکہ ان پر دنیوی عذاب کا فیصلہ' مبرم ہو چکا تھا۔آدم علیہ السلام کی دعا سے داؤد علیہ السلام کی عمر بجائے ساٹھ کے سو سال ہوگئی وہ قضاء مبرم تھی یہ معلق' خیال رہے کہ تقدیر کی وجہ سے انسان پتھر کی طرح مجبور نہ ہوگیا ورنہ قاتل پھانسی نہ پاتا اور چور کے ہاتھ نہ کٹتے کیونکہ ربّ تعالیٰ کے علم میں یہ آ چکا کہ فلاں اپنے اختیار سے یہ حرکت کرے گا' دعائیں' دوائیں' ہماری تدبیریں اور اختیارات سب تقدیر میں داخل ہیں اس کی پوری تحقیق ہماری تفسیر نعیمی پارہ سوم میں دیکھو۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِیْرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِخَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ قَالَ وَکَانَ عَرْشُهٗ عَلَی الْمَآءِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۷۲) روایت ہے عبداللہ بن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اللہ نے مخلوق کی تقدیریں آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے لکھیں۔۱؎ فرماتے ہیں کہ اس کا عرش پانی پر تھا۔۲؎ (مسلم)

(۷۲) ۱؎ یعنی قلم نے لوح محفوظ پر بحکم الٰہی واقعات عالم ازل سے ابد تک ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ لکھ دیا۔خیال رہے کہ یہ تحریر اس لئے نہ تھی کہ ربّ کو بھول جانے کا خطرہ تھا بلکہ اس کا منشاء فرشتوں اور بعض محبوب انسانوں کو اس پر مطلع کرنا تھا (از مرقاۃ) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بعض بندے سارے واقعات عالم پر خبر رکھتے ہیں ورنہ تحریر بےکار جاتی' لوح محفوظ کو قرآن کریم نے کتاب مبین فرمایا یعنی ظاہر کرنے والی کتاب' اگر لوح محفوظ سب کی نگاہوں سے چھپی ہوتی تو مبین نہ ہوتی۔۲؎ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی آسمان و زمین وغیرہ سے پہلے پیدا ہوا عرش کے پانی پر ہونے کا یہ مطلب ہے' کہ ان دونوں کے بیچ میں کوئی آڑ نہ تھی نہ یہ کہ پانی پر رکھا ہوا تھا۔ورنہ عرش تمام اجسام سے بہت بڑا ہے۔(اشعہ)

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ شَيْءٍ بِقَدْرٍ حَتَّى الْعَجْزِ وَالْكَيْسِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۷۳) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر چیز اندازے سے ہے یہاں تک کہ عاجزی اور عقلمندی۔[۱] (مسلم)

(۷۳) [۱] اس حدیث کی تفسیر وہ آیت ہے کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ (۴۹،۵۴) ہم نے ہر چیز ایک اندازے سے پیدا فرمائی۔(کنزالایمان) یعنی انسان کا بس اور بے بسی، علم و جہالت سب پہلے مقرر ہو چکے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَّ اٰدَمُ وَ مُوْسٰى عِنْدَ رَبِّهِمَا فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰى قَالَ مُوْسٰى اَنْتَ اٰدَمُ الَّذِیْ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ وَاَسْجَدَ لَكَ مَلٰٓئِكَتَهٗ وَاَسْكَنَكَ فِیْ جَنَّتِهٖ ثُمَّ اَهْبَطْتَ النَّاسَ بِخَطِيْئَتِكَ اِلَى الْاَرْضِ قَالَ اٰدَمُ اَنْتَ مُوْسَى الَّذِیْ اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهٖ وَبِكَلَامِهٖ وَاَعْطَاكَ الْاَلْوَاحَ فِيْهَا تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ وَّقَرَّبَكَ نَجِيًّا كَمْ وَجَدْتَّ اللّٰهَ كَتَبَ التَّوْرَاةَ قَبْلَ اَنْ اُخْلَقَ قَالَ مُوْسٰى بِاَرْبَعِيْنَ عَامًا قَالَ اٰدَمُ فَهَلْ وَجَدْتَّ فِيْهَا وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى قَالَ نَعَمْ قَالَ اَفَتَلُوْمُنِیْ عَلٰى اَنْ عَمِلْتُ عَمَلًا كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَیَّ اَنْ اَعْمَلَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَنِیْ بِاَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰى۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۷۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے حضرت آدم و موسیٰ نے اپنے رب کے نزدیک۔[۱] مناظرہ کیا تو آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ پر غالب رہے۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ آپ وہ آدم ہیں جنہیں اللہ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور آپ میں اپنی روح پھونکی۔[۲] اور اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا۔[۳] آپ کو جنت میں رکھا۔[۴] پھر آپ نے اپنی لغزش کی وجہ سے لوگوں کو نیچے اتار دیا۔[۵] حضرت آدم نے فرمایا کہ آپ ہی وہ موسیٰ ہیں جنہیں اللہ نے اپنی پیغمبری اور ہمکلامی کیلئے چنا۔[۶] اور آپ کو تختیاں بخشیں جن میں ہر چیز کا کھلا بیان ہے۔[۷] اور آپ کو خصوصی ہمکلامی سے قرب بخشا فرمایئے کہ آپ نے میری پیدائش سے کتنے پہلے توریت کو پایا کہ رب نے لکھ دیا تھا۔[۸] حضرت موسیٰ نے فرمایا چالیس سال پہلے۔[۹] حضرت آدم نے فرمایا تو کیا آپ نے توریت میں یہ بھی دیکھا[۱۰] کہ آدم نے اپنے رب کی فرمانبرداری سے لغزش کی تو کامیاب نہ ہوئے فرمایا ہاں آپ نے فرمایا تو کیا آپ اس لغزش پر ملامت کرتے ہیں۔[۱۱] جس کا کر لینا میرے مقدر میں میری پیدائش سے چالیس سال پہلے لکھا جا چکا تھا۔[۱۲] فرمایا نبی ﷺ نے کہ حضرت آدم موسیٰ علیہ السلام پر غالب رہے۔[۱۳] (مسلم)

(۷۴) [۱] یا تو عالم ارواح میں یا موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں آدم علیہ السلام کو زندہ فرما کر ان سے ملاقات کرا کے یا اس طرح کہ حضائر قدس میں ان کی ملاقات ہوئی۔ مرقات میں ہے کہ انبیائے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، دیکھو ہمارے حضور نے معراج میں تمام نبیوں سے ملاقات کی اور انہیں نماز پڑھائی، اس سے معلوم ہوا کہ حضور کی نگاہ عالم ارواح پر بھی ہے کہ وہاں کے حالات ملاحظہ فرماتے اور لوگوں کو سناتے ہیں کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ حضور یہ دیکھا ہوا واقعہ بیان فرما رہے ہیں۔[۲] یعنی آپ کا جسم شریف بالواسطہ فرشتہ اور بغیر توسل ماں باپ دست قدرت سے بنایا اور اپنے تمام کمالات کا مظہر کیا اور اپنی پیدا کی ہوئی روح آپ کے جسم میں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

جاری فرمائی' یہاں اضافت شرافت کی ہے ورنہ خدائے تعالٰی خود روح سے پاک ہے۔ حقیقت روح ربّ ہی جانے مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ پھونکنے کے قابل چیز ہے کیونکہ ہر جگہ اس کیلئے پھونکنے کا لفظ ہی آتا ہے اولیاء اللہ کا جھاڑ پھونک ان جیسی احادیث اور آیات سے ماخوذ ہے۔ ۳؎ سارے فرشتوں سے مقربین ہوں یا مدبرات امر زمین کے ہوں یا آسمان کے تعظیمی سجدہ زمین پر پیشانی رکھ کر نہ فقط رکوع اور نہ صرف جھکنا' ربّ تعالٰی فرماتا ہے: فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ (۱۵،۲۹) تو اس کے لئے سجدے میں گر پڑنا (کنزالایمان) یہ سجدہ عبادت نہ تھا کہ خدا کو ہوتا اور آدم علیہ السلام قبلہ ہوتے' جیسا کہ لَکَ کے لام سے معلوم ہوا' ورنہ شیطان کبھی اس سے انکار نہ کرتا۔ ۴؎ عارضی طور تربیت دینے کیلئے تاکہ زمین کو اس طرح آباد کریں ورنہ آپ کی پیدائش زمین کی خلافت کیلئے تھی اس کی تحقیق ہماری تفسیر نعیمی میں دیکھو۔ ۵؎ یعنی خطاء اجتہادی اور بھول سے گندم کھالیا جس کی وجہ سے آپ زمین پر تشریف لائے اور نسل یہاں چلی' اگر آپ وہیں رہتے تو ہم سب وہیں پیدا ہوتے۔ لطیفہ: ایک گستاخ نے کسی عالم سے کہا کہ دادا کا گناہ ہم بھگت رہے ہیں گندم انہوں نے کھایا سزا ہمیں ملی۔ وہ ہمیں نیچے اتار لائے' عالم نے کہا غلط بلکہ تجھ جیسے مردودوں نے انہیں نیچے اتارا۔ ربّ جانتا تھا کہ ان کی پشت میں تجھ جیسے بے ایمان بھی ہیں حکم دیا کہ اے آدم! ان خبیثوں کو زمین پر پھینک آؤ پھر واپس آجانا' موسیٰ علیہ السلام کی یہ عرض ومعروض گستاخی کے طور پر نہیں انبیاء جد امجد کی گستاخی سے معصوم ہیں۔ ۶؎ زمین پر رہ کر بلا واسطہ فرشتہ ربّ تعالٰی سے کلام کرنا موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت ہے' اسی لئے آپ کا لقب کلیم اللہ ہے لامکاں میں پہنچ کر ربّ کا دیدار اور اس سے کلام ہمارے حضور کی خصوصیت ہے' کیونکہ آپ حبیب اللہ ہیں۔ ۷؎ یعنی توریت شریف جو زبرجد کی تختیوں پر لکھی ہوئی عطا فرمائی گئی اس میں احکام شرعیہ اور سارے علوم غیبیہ کا کھلا بیان تھا۔ خیال رہے کہ بوقت عطا توریت میں ہدایت بھی تھی اور ہر چیز کا بیان بھی مگر جب موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے قوم کی بچھڑا پرستی پر غصہ کی وجہ سے زمین پر گر گئیں تو ہدایت ورحمت تو رہ گئی تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ اس میں سے اٹھالی گئی' ربّ تعالٰی فرماتا ہے: وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ وَفِیْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ یَرْهَبُوْنَ (۷،۱۵۴) اور جب موسیٰ کا غصہ تھما تختیاں اٹھالیں اور ان کی تحریر میں ہدایت اور رحمت ہے ان کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ (کنزالایمان) دیکھو یہاں تبیان کا ذکر نہیں' خلاصہ یہ کہ توریت میں سارے علوم غیبیہ تھے مگر باقی نہ رہے لیکن قرآن شریف میں سارے علوم غیبیہ تھے اور باقی بھی رہے۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ (۱۶،۸۹) اور ہم نے تم پر یہ قرآن اُتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ (کنزالایمان) لہٰذا موسیٰ علیہ السلام کا علم ہمارے حضور کے برابر نہیں ہوسکتا۔ ۸؎ یعنی آپ کو تو خبر ہے کہ میری پیدائش سے کتنا عرصہ پہلے توریت شریف لوح محفوظ میں یا فرشتوں کے صحائف میں یا ان تختیوں میں لکھی جاچکی تھی تیسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ اس عالم کی پیدائش سے پہلے واقعات کو بھی دیکھتی ہے کہ جو واقعہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے قبل ہو چکا وہ موسیٰ علیہ السلام کی نگاہ میں ہے جیسا کہ وَجَدْتُّ سے معلوم ہوتا ہے۔ ۹؎ اگر تختیوں میں لکھنا مراد ہے تو سال سے اس دنیا کے سال مراد ہوں گے اور اگر لوح محفوظ میں لکھنا مراد ہے تو ربّ تعالٰی کے سال مراد ہوں گے جو ایک سال یہاں کے ہزار سال سے بھی زیادہ ہے لہٰذا یہ حدیث پچھلی حدیث کے خلاف نہیں کہ لوح محفوظ کی تحریر آسمان زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے ہوئی (از اشعہ ومرقاۃ) توریت کلام الٰہی قدیم ہے اس کے نقوش کا لکھنا حادث اسی کا یہاں ذکر ہے۔ ۱۰؎ یعنی غلط فہمی سے جس مقصد کیلئے گندم کھایا تھا انہیں وہ حاصل نہ ہوا ہمیشگی اور موت سے بچ جانا' خیال رہے کہ انبیائے کرام نبوت سے پہلے اور بعد گناہ صغیرہ اور کبیرہ سب سے معصوم ہیں

https://archive.org/details/@madni_library

(مرقاۃ) ہاں خطاء، لغزش اجتہادی، غلطی ہوسکتی ہے اور عتاب الٰہی جو ان کی لغزشوں پر آتا ہے اس میں ہزار ہا حکمتیں ہوتی ہیں لہٰذا یہاں "عصے" اور غویٰ کے وہی معنے ہیں جو فقیر نے عرض کئے۔ ۱۱ یعنی ملامت کے انداز میں گفتگو کر رہے ہو ورنہ موسیٰ علیہ السلام آپ کو نہ ملامت کر سکتے تھے نہ کی، بیٹے کو باپ پر، شاگرد کو استاد پر ملامت کرنے کا حق نہیں۔ ۱۲ اور رب تعالٰی نے بھی اس کی معافی کا اعلان فرما دیا۔ خیال رہے کہ یہاں موسیٰ علیہ السلام کی نظر ظاہر پر تھی اور آدم علیہ السلام کا جواب حقیقت پر مبنی ہے آج ہم جیسے گناہگار تقدیر کی آڑ لے کر اپنے گناہوں سے بری نہیں ہوسکتے یعنی اے موسیٰ میری یہ خطا اور جنت سے زمین پر آنا یہاں یہ باغ و بہار لگانا سب ربّ تعالٰی کے ارادہ اور اس کی مرضی سے تھا جس میں ہزاروں اسرار تھے تم صاحب اسرار ہو کر مجھ سے یہ سوال کیوں کرتے ہو؟ ۱۳ کیونکہ حضرت موسیٰ کا سوال شریعت پر اور حضرت آدم کا جواب حقیقت پر مبنی ہے حقیقت غالب رہتی ہے، حقیقت والے خضر علیہ السلام نے بچے کو بلا گناہ قتل کر دیا اور ان پر کوئی فتویٰ جاری نہ ہوا۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ اِنَّ خَلْقَ اَحَدِكُمْ يُجْمَعُ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِيْنَ يَوْماً نُّطْفَةً ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مَضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ اِلَيْهِ مَلَكًا بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ فَيَكْتُبُ عَمَلَهٗ وَاَجَلَهٗ وَرِزْقَهٗ وَشَقِيٌّ اَوْ سَعِيْدٌ ثُمَّ يَنْفُخُ فِيْهِ الرُّوْحَ فَوَالَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ اِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى مَايَكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا وَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَايَكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۷۵) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ سچے مصدوق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ۱ کہ تم میں سے ہر ایک کا مادہ پیدائش ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ رہتا ہے پھر اسی قدر خون کی پھٹک پھر اسی قدر لوتھڑا ۲ پھر اللہ تعالٰی ایک فرشتہ چار باتیں بتا کر بھیجتا ہے ۳ تو وہ فرشتہ اس کے کام، اس کی موت اس کا رزق اور بدبخت ہے یا نیک بخت ہے سب کچھ لکھ لیتا ہے۔ ۴ پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے تو اس کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم میں بعض جنتیوں کے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اس میں اور جنت میں صرف ایک ہاتھ فاصلہ رہ جاتا ہے۔ ۵ کہ اچانک نوشتہ تقدیر اس کے سامنے آتا ہے اور دوزخیوں کے کام کر لیتا ہے۔ ۶ پھر وہاں ہی پہنچتا ہے اور تم میں بعض دوزخیوں کے کام کرتے ہیں یہاں تک کہ اس میں اور دوزخ میں صرف ایک ہاتھ رہ جاتا ہے کہ اس کا نوشتہ سامنے آتا ہے اور جنتیوں کے کام کرتا ہے پھر اس میں داخل ہو جاتا ہے۔ ۷ (مسلم، بخاری)

(۷۵) ۱ صادق وہ جس کے سارے اقوال سچے ہوں، مصدوق وہ جس کے سارے اعمال سچے ہوں، یا صادق وہ جو ہوش سنبھال کر سچ بولے اور مصدوق وہ جو پہلے ہی سے سچا ہو یا صادق وہ جو واقعہ کے مطابق خبر دے اور مصدوق وہ کہ جو وہ اپنی زبان مبارک سے کہہ دے، واقعہ اس کے مطابق ہو جائے حضور میں یہ سارے اوصاف جمع ہیں۔ ۲ یعنی ماں کے رحم میں منی چالیس دن تک اسی حالت میں سفید رنگ کی رہتی ہے۔ پھر سرخ رنگ کا خون بن جاتی ہے، پھر چالیس روز کے بعد جم کر گوشت، صوفیائے کرام فرماتے ہیں چونکہ آدم علیہ السلام کا خمیر چالیس اور موسیٰ علیہ السلام کا قیام طور پر چالیس دن رہا اس لئے نطفہ پر ہر چلہ کے بعد انقلاب آتا ہے پھر بعد پیدائش

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

نفاس کی مدت چالیس دن ہے' کمال عقل چالیس سال میں ہوتا ہے' یہ حدیث صوفیاء کے چلوں کی دلیل ہے' اہل سنت میت کا چالیسواں اسی بنا پر کرتے ہیں کہ چالیس میں انقلاب ہے۔ ۳؎ یعنی کاتب تقدیر فرشتہ جو رحموں پر معین ہے ایک ہی فرشتہ ہے جو سارے عالم کی حاملہ عورتوں کا نگران ہے' معلوم ہوا کہ وہ حاضر و ناظر ہے۔ ۴؎ کہ یہ کیا کرے گا' کب اور کہاں مرے گا' کیا کیا کھائے گا اور کیا پئے گا' اس کا خاتمہ کفر پر ہوگا یا ایمان پر۔ خیال رہے کہ یہ چیزیں وہ علوم خمسہ ہیں جس کے بارے میں فرمایا گیا وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ یہ فرشتہ بتعلیم الٰہی سارے انسانوں کی یہ ساری چیزیں جانتا ہے' مرقاۃ میں ہے کہ یہ باتیں ایک تختی میں لکھ کر بچے کے گلے میں ڈال دیتا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ (۱۷'۱۳) اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اس کے گلے سے لگا دی۔ (کنز الایمان) غور کرو جب اس فرشتہ کا اس قدر علم ہے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اعلم الخلق ہیں ان کا علم تو ہمارے خیالات سے وراء ہے اور یہ تختی پر لکھنا اور گلے میں ڈالنا اسی لئے ہے کہ حقیقت بین نگاہیں اسے پڑھ سکیں۔ خیال رہے کہ تحریر لوح محفوظ میں بھی ہوتی ہے اور شب قدر میں فرشتوں کے صحائف میں بھی ہے اور بچے کی پیشانی یا گلے کی تختی یا ہاتھ میں بھی ہے مگر یہ تحریریں مختلف ہیں۔ ۵؎ یعنی صرف موت کا کہ مرے اور وہاں پہنچ جائے ایک ہاتھ تشبیہ کیلئے فرمایا۔ ۶؎ یعنی کافر بن جاتا ہے اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ رب بدعملی کے بغیر کسی کو دوزخ میں نہیں بھیجتا لہٰذا ظاہر یہ ہے کہ کفار کے بچے جہنمی نہیں واللہ اعلم۔ ۷؎ یعنی ایمان لا کر متقی بن کر مرتا ہے لہٰذا کوئی بدکار رب تعالیٰ سے مایوس نہ ہو اور کوئی نیک کار اپنے تقویٰ پر فخر نہ کرے اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ نصیب کرے خیال رہے کہ جنت کسباً' عطاءً اور وہباً ملے گی یہاں کسبی جنت کا ذکر ہے ورنہ مسلمانوں کے بچے جنتی ہیں' رب فرماتا ہے: اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (۵۲'۲۱) ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی۔ (کنز الایمان)

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ اَهْلِ النَّارِ وَاِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَيَعْمَلُ عَمَلَ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَاِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيْمِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۷۶) روایت ہے سہل ابن سعد سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بعض بندے کرتوت تو دوزخیوں کے سے کرتے ہیں لیکن ہوتے ہیں جنتی اور بعض عمل تو جنتیوں کے سے کرتے ہیں لیکن ہوتے ہیں دوزخی اعمال کا اعتبار صرف انجام سے ہے ۲؎ (مسلم بخاری)

(۷۶) ۱؎ آپ ساعدی ہیں' انصاری ہیں' آپ کا نام پہلے حزن تھا' حضور نے سہل رکھا' کنیت ابوالعباس یا ابویحییٰ ہے' خود بھی صحابی اور والد ماجد بھی صحابی ہیں۔ حضور کی وفات کے وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی۔ ۹۱ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی' مدینہ طیبہ میں سب سے آخری صحابی آپ ہی ہیں کہ ان کی وفات سے مدینہ طیبہ صحابہ سے خالی ہوگیا۔ ۲؎ یعنی مرتے وقت جیسا کام ہوگا ویسا ہی انجام ہوگا لہٰذا چاہئے کہ بندہ ہر وقت ہی نیک کام کرے کہ شاید وہی اس کا آخری وقت ہو۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دُعِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى جَنَازَةِ صَبِيٍّ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ طُوْبٰى لِهٰذَا عُصْفُوْرٌ مِّنْ عَصَافِيْرِ الْجَنَّةِ لَمْ يَعْمَلِ السُّوْٓءَ وَلَمْ يُدْرِكْهُ

(۷۷) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ۱؎ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک انصاری بچہ کے جنازے کی دعوت دی گئی میں نے عرض کیا اسے خوشخبری ہو کہ وہ جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے۔ ۲ جس نے نہ تو گناہ کیا نہ گناہ کا وقت پایا۔

https://archive.org/details/@madni_library

فَقَالَ اَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ يَا عَائِشَةَ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ لِلْجَنَّةِ اَهْلًا خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِيْ اَصْلَابِ اٰبَائِهِمْ وَخَلَقَ لِلنَّارِ اَهْلًا خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِيْ اَصْلَابِ اٰبَائِهِمْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

فرمایا اے عائشہ اس کے سوا بھی ہو سکتا ہے۔۳ اللہ نے کچھ جنت والے پیدا کئے ہیں جنہیں ان کے باپ کی پیٹھوں میں جنت کیلئے بنایا کچھ آگ والے پیدا کئے جنہیں ان کے باپ کی پیٹھوں میں دوزخ کیلئے بنایا۔۴ (مسلم)

(۷۷) ۱ ام المومنین ہیں، ابوبکر صدیق کی صاحبزادی آپ کی والدہ ام رومان بنت عامر ابن عویمر ہیں۔ نبوت کے دسویں سال شوال کے مہینہ میں ہجرت سے تین سال قبل حضور کی زوجیت میں آئیں، سات برس کی عمر میں، ہجرت سے ۱۸ ماہ کے بعد شوال کے مہینہ میں نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی، نو سال تک حضور کے ساتھ رہیں۔ حضور کی وفات کے وقت آپ کی عمر شریف اٹھارہ سال کی تھی حضور نے آپ کے سوا کسی کنواری بیوی سے نکاح نہیں فرمایا۔ آپ فقیہ فصیحہ حدیث کی حافظہ قرآن کی بہترین مفسرہ تھیں حضور نے آپ کے سینہ پر وفات پائی اور آپ کے حجرہ میں دفن ہوئے، جب آپ کو تہمت لگائی گئی تو آپ کی بریت میں ۱۹ آیات اتریں۔

شعر۔ یعنی ہے سورہ نور جن کی گواہ ان کی پرنور صورت پہ لاکھوں سلام

آپ سے ۱۲۱۰ احادیث مروی ہیں، آپ نے ۱۷ رمضان منگل کی شب ۵۷ ہجری میں ۶۳ سال کی عمر پا کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ امارت میں وفات پائی۔ حضرت ابوہریرہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، جنت البقیع میں دفن ہیں، فقیر نے قبر انور کی زیارت کی ہے۔۲ کہ جہاں چاہے وہاں کے باغات میں سیر کرے شہداء کی طرح۔۳ یعنی اس کے جنتی ہونے کا یقین نہیں، ہو سکتا ہے کہ یہ کسی اور چیز کیلئے پیدا کیا گیا ہو۔ خیال رہے کہ یہ حدیث اس آیت سے منسوخ ہے اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ الآیہ (۵۲:۲۱) مسلمانوں کے بچے اپنے ماں باپ کے ساتھ ہی رہیں گے۔ کفار کے بچوں میں اختلاف ہے اس کی تحقیق کیلئے ہمارا حاشیۃ القرآن دیکھو۔۴ یعنی جو جہاں کیلئے بنایا گیا ہے وہیں پہنچے گا عمل کرے یا نہ کرے اس کے متعلق ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ بغیر عمل جنت عطائی یا وہبی طریقہ سے مل جائے گی مگر اللہ کے فضل وکرم سے یہ بعید ہے کہ بغیر گناہ کسی کو جہنم میں بھیجے فرماتا ہے وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۳۹:۳۷) ابن حجر فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے بچوں کے جنتی ہونے پر اجماع ہے اور کفار کے بچوں کا جنتی ہونا قول جمہور ہے اور یہ حدیث منسوخ ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهٗ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهٗ مِنَ الْجَنَّةِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نَتَّكِلُ عَلٰى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ قَالَ اعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُّيَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَهٗ اَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ وَ اَمَّا مِنْ اَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ الشَّقَاوَةِ ثُمَّ قَرَاءَ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى الْاٰيَةُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۷۸) روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ ۱ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں ایسا کوئی نہیں جس کا ایک ٹھکانہ دوزخ میں ۲ اور ایک ٹھکانہ جنت میں نہ لکھا جا چکا ہو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اپنی تحریر پر بھروسہ کیوں نہ کرلیں اور عمل چھوڑ دیں۔۳ فرمایا عمل کئے جاؤ ہر ایک کو وہی اعمال آسان ہوں گے جس کیلئے پیدا ہوا ۴ اگر خوش نصیبوں سے ہے تو اسے خوش نصیبی اعمال آسان ہوں گے اور اگر بدنصیبوں سے ہے تو اسے بدنصیبی کے اعمال میسر ہوں گے۔۵ پھر حضور نے یہ آیت تلاوت کی لیکن جو خیرات کرے اور پرہیزگار اور ایماندار ہوا الآیہ ۶ (مسلم بخاری)

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(۷۸) ا آپ کا نام شریف علی ابن ابی طالب' کنیت ابوالحسن اور ابوتراب لقب حیدر کرار ہے' قرشی ہیں' ہاشمی ہیں' مطلبی ہیں' اسلام کے خلیفہ چہارم ہیں اور بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے کہ آٹھ یا دس سال کی عمر میں ایمان لائے۔حضور کے ساتھ سواء غزوہ تبوک کے باقی تمام غزووں میں شریک رہے' آپ کے فضائل حد وشمار سے زیادہ ہیں۔آپ ہی نسل جناب مصطفٰی کی اصل ہیں۔اخی الرسول زوج بتول ہیں یعنی آپ کا ایک ہاتھ چار یار میں ہے دوسرا پنجتن پاک میں۔شاہ خیبر شکن ہیں' شعر:

شیر شمشیر زن شاہِ خیبر شکن پرتو دست قدرت پہ لاکھوں سلام

آپ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ بروز جمعہ یعنی عین شہادت عثمان کے دن خلیفہ ہوئے۔چار سال نو مہینہ خلافت کی اور ۶۳ سال کی عمر پا کر ۱۸ رمضان ۴۰ھ جمعہ کے دن کوفہ کی جامع مسجد میں آپ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا' عبدالرحمٰن ابن ملجم مرادی نے ایک عورت قطام کے عشق میں مبتلا ہو کر اسی کے کہنے پر حملہ کیا حملۂ شہادت سے تیسرے دن وفات پائی' امام حسن وحسین وعبداللہ ابن جعفر نے آپ کو غسل دیا' امام حسن نے نماز پڑھائی' کوفہ کے قبرستان نجف میں دفن ہوئے' قبر انور زیارت گاہ خلق ہے' فقیر نے بھی زیارت کی ہے' آپ کی نو بیویاں ہوئیں۔فاطمہ زہرا' ام بنین' لیلیٰ بنت مسعود' اسماء بنت عمیص' امامہ بنت ابی العاص' خولہ بنت جعفر' صہبا بنت ربیعہ' ام سعید بنت عروہ' محیاء بنت امرؤالقیس ان بیویوں سے ۱۲ بیٹے اور نو لڑکیاں ہوئیں جن میں سے حسن حسین زینب ام کلثوم حضرت فاطمہ زہرا سے ہیں۔۲ یہاں ''وْ'' بمعنی اوَ ہے یعنی لوح محفوظ میں ہر شخص کے متعلق پہلے ہی لکھا جا چکا ہے کہ جنتی ہے یا دوزخی' جنتی ہے تو کس درجہ کا اور دوزخی ہے تو کس طبقہ کا' یہاں یہی مراد ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے واضح ہے۔۳ کیونکہ ہوگا وہی جو لکھا جا چکا عمل خواہ کیسے ہی کرے فیصلہ الٰہی نہیں بدلتا۔۴ یعنی دنیا میں اعمال عموماً انجام کی علامتیں ہیں جنتی کو نیکیاں آسان اور گناہ بھاری معلوم ہوتے ہیں۔دوزخی کو اس کا الٹا' مگر یہ قاعدہ اکثریہ ہے کلیہ نہیں' کبھی عمر بھر کا مجرم جنتی ہو کر مرتا ہے اور کبھی اس کے برعکس بھی لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث سہل ابن سعد کے خلاف نہیں۔۵ یعنی لوح محفوظ میں کام اور انجام دونوں لکھے جا چکے ہیں کہ فلاں نیکیاں کرے گا اور جنت میں جائے گا اور فلاں کفر وغیرہ کرے گا لہٰذا جہنمی ہوگا۔بندوں پر ربّ تعالٰی کی اطاعت فرض ہے نیز کوئی شخص دوزخی اور جنتی ہونے پر مجبور نہیں۔۶ یہ آیت اگرچہ ابوبکر صدیق کے ایمان اور سخاوت کے متعلق نازل ہوئی لیکن چونکہ عبارت عام ہے اس لئے ہر جگہ منطبق ہوسکتی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلٰى ابْنِ اٰدَمَ حَظَّهٗ مِنَ الزِّنَا اَدْرَكَ ذٰلِكَ لَا مُحَالَةَ فَزِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ وَزِنَا اللِّسَانِ الْمَنْطِقُ وَالنَّفْسُ تَمَنّٰی وَ تَشْتَهِیْ وَالْفَرْجُ یُصَدِّقُ ذٰلِكَ وَیُكَذِّبُهٗ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ كُتِبَ عَلَی ابْنِ اٰدَمَ نَصِیْبُهٗ مِنَ الزِّنَا مُدْرِكٌ ذٰلِكَ لَا مُحَالَةَ اَلْعَیْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ وَالْاُذُنَانِ زِنَاهُمَا الِاسْتِمَاعُ وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ وَالْیَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطٰی وَالْقَلْبُ

(۷۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی نے ہر آدمی پر اس کا زنا کا حصہ لکھا ہے۔ا جسے وہ یقیناً پائے گا لہٰذا آنکھ کا زنا نظر بد ہے۔۲ اور زبان کا زنا گفتگو۳ ہے دل تمنا اور خواہش کرتا ہے۔شرمگاہ اس خواہش کو سچا جھوٹا کر دیتی ہے (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ اولاد آدم پر زنا کا حصہ لکھا جا چکا ہے جسے وہ یقیناً پائے گا آنکھوں کا زنا دیکھنا اور کانوں کا زنا سننا۴ اور زبان کا زنا گفتگو ہے۔ہاتھ کا زنا چھونا پکڑنا پاؤں کا زنا قدم سے چلنا۔۵ دل چاہتا ہے اور تمنا کرتا

https://archive.org/details/@madni_library

یَھْوٰی وَیَتَمَنّٰی وَیُصَدِّقُ ذٰلِكَ الْفَرْجُ وَیُکَذِّبُہٗ ہے شرمگاہ اسے سچا جھوٹا کر دیتی ہے۶

(۷۹)۱یہاں ہر آدمی سے عام انسان مراد ہے جس سے بچپن میں فوت ہو جانے والے بچے خاص اولیاء سارے انبیائے کرام خصوصاً یحیٰ و عیسیٰ علیہم السلام علیحدہ ہیں جو حضرات انبیاء کو اس میں داخل مانے وہ بے دین ہے مطلب یہ ہے کہ عموماً انسان زنا یا مقدمات زنا میں پھنستے ہیں۔ رب تعالیٰ کا فضل ہے کہ اعضاء کی غیر اختیاری حرکتوں اور گندے خیالات پر پکڑ نہیں فرماتا۔ حضرت شیخ نے اشعہ میں فرمایا کہ زنا کے حصے سے مراد اسباب زنا ہیں اس طرح کہ انسان میں شہوت اور عورتوں کی طرف میلان قدرتی طور پر پیدا کیا گیا ہے مگر جسے اللہ چاہے اس سے بچائے خیال رہے کہ یوسف علیہ السلام کے قلب پاک میں اسی خاص موقع پر زلیخا کی طرف میلان بھی نہ پیدا ہوا رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَھَمَّ بِھَا لَوْ لَآ اَنْ رَّاٰبُرْھَانَ رَبِّہٖ (۱۲،۲۴) اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا (کنز الایمان) یعنی وہ بھی مائل ہو جاتے اگر رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے۔۲ غیر عورتوں پر شہوت سے خیال رہے کہ اچانک نگاہ معاف ہے عمداً دیکھنے پر پکڑ ہے یہاں دوسری نظر مراد ہے۔۳ اجنبی عورتوں کے حسن و جمال کی تعریف زبان کا زنا ہے اسے شوق سے سننا لذت کیلئے کان کا زنا ہے۔ بعض عورتیں اپنے خاوندوں سے دوسری عورتوں کا حسن بیان کرتی ہیں یہ سخت جرم ہے۔۴ کان لگا کر توجہ سے اسی لئے یہاں استماع باب افعال سے فرمایا گیا۔۵ خلاصہ یہ کہ ایک زنا بہت سے چھوٹے چھوٹے زناؤں کا مجموعہ ہے ہر عضو کا زنا علیحدہ ہے زانی بوقت زنا آنکھ کان زبان ہاتھ پاؤں شرمگاہ سب ہی کا زنا کرتا ہے اسی لئے سنگسار کیا جاتا ہے صرف خصی نہیں کیا جاتا۔۶ لہٰذا انسان کو چاہئے کہ مقدمات زنا سے بھی بچے سینما مروجہ ریڈیو پر فلمی گیتوں کی نشر و اشاعت کا انجام دیکھا جا رہا ہے۔ مرقات میں ہے کہ اجنبیہ عورتوں کو ناجائز خطوط لکھنا یا پہنچانا ادھر کنکر پھینکنا اشارے کرنا سب ہاتھ کے زنا ہیں۔

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ اَنَّ رَجُلَیْنِ مِنْ مُّزَیْنَةَ قَالَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَءَیْتَ مَا یَعْمَلُ النَّاسُ الْیَوْمَ وَیَکْدَحُوْنَ فِیْهِ اَشَیْءٌ قُضِیَ عَلَیْهِمْ مَضٰی فِیْهِمْ مِّنْ قَدْرٍ سَبَقَ اَوْفِیْمَا یَسْتَقْبِلُوْنَ بِهٖ مِمَّا اَتَاھُمْ بِهٖ نَبِیُّھُمْ وَثَبَتِ الْحُجَّةُ عَلَیْهِمْ فَقَالَ لَا بَلْ شَیْءٌ قُضِیَ عَلَیْهِمْ وَمَضٰی فِیْهِمْ وَتَصْدِیْقُ ذٰلِكَ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَھَا وَ تَقْوٰھَا (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۸۰) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے۱ کہ مزینہ کے دو شخصوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ فرمایئے تو کہ جو کچھ لوگ آج کل عمل کر رہے ہیں اور جن میں مشغول ہیں کیا یہ ایسی چیز ہے جس کا ان پر فیصلہ ہو چکا ہے اور جس چیز کی تقدیر ان میں گزر چکی ہے یا اس میں ہے جسے آئندہ کریں گے جو ان کے پاس پیغمبر لائے جو دلیل ان پر قائم ہو چکی۲ حضور نے فرمایا نہیں بلکہ عمل وہ چیز ہے جس کا ان پر فیصلہ ہو چکا اور تقدیر گزر چکی۳ اس کی تائید اللہ کی کتاب میں بھی موجود ہے۔ قسم جان کی اور اس کے درست فرمانے کی اور اس کی کہ اس کے دل میں ڈال دی بدکاری و پرہیزگاری۔۴ (مسلم)

(۸۰)۱ آپ کی کنیت ابونجید ہے خزاعی ہیں کعبی ہیں خیبر کے سال حضرت ابوہریرہ کے ساتھ ایمان لائے بصرہ میں قیام رہا ۵۲ھ میں وہیں انتقال ہوا جلیل القدر صحابی ہیں آپ ۳۰ سال بیمار رہے اس زمانے میں آپ کو فرشتے سلام کرنے آتے تھے۔ (مرقات و اشعہ)۲ خلاصہ سوال یہ ہے کہ آیا تحریر پہلے ہے اور تقصیر بعد میں یا اس کا عکس کہ پہلے ہم خود کام کر لیتے ہیں پھر آئندہ لکھا جاتا ہے تحریر سے مراد تحریر تقدیر ہے نہ کہ نامہ اعمال کی تحریر کہ یہ لکھائی تو یقیناً عمل کر لینے کے بعد ہی ہوتی ہے۔ خیال رہے کہ قدریہ کا عقیدہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

یہ ہے کہ قضا و قدر کچھ چیز نہیں، نہ پہلے کچھ لکھا گیا ہے ہم مستقلاً قادر مطلق ہو کر اعمال کرتے ہیں پھر ان کی تحریر ہوتی ہے یہ سخت بے دینی ہے۔ ۳؎ یعنی ہمارے اعمال اس تحریر و تقدیر کے بعد اس کے مطابق ہیں اس کا عکس نہیں یہی مذہب اہل سنت ہے۔ ۴؎ وجہ استدلال یہ ہے کہ یہاں الھم ماضی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ الہام عمل سے کہیں پہلے ہو چکا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ رَجُلٌ شَابٌّ وَاَنَا اَخَافُ عَلٰى نَفْسِیَ الْعَنَتَ وَلَا اَجِدُمَا اَتَزَوَّجُ بِهِ النِّسَآءَ كَاَنَّهٗ يَسْتَأْذِنُهٗ فِي الْاَخْتِصَاءِ قَالَ فَسَكَتَ عَنِّیْ ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَسَكَتَ عَنِّیْ ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَسَكَتَ عَنِّیْ ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا اَنْتَ لَاقٍ فَاخْتَصِ عَلٰى ذٰلِكَ اَوْذَرْ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۸۱) روایت ہے ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں جوان آدمی ہوں اور اپنے نفس پر زنا سے ڈرتا ہوں اور نکاح کرنے کی قدرت نہیں پاتا ہوں ۱؎ شاید وہ حضور سے خصی ہونے کی اجازت چاہتے تھے۔ ۲؎ فرماتے ہیں کہ حضور خاموش رہے میں نے پھر وہی کہا پھر سرکار خاموش رہے۔ ۳؎ میں نے پھر اسی طرح کہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ! قلم قدرت وہ چیز لکھ کر سوکھ بھی چکا جو تم پانے والے ہو خواہ اب خصی ہو یا رہنے دو۔ ۴؎ (بخاری)

(۸۱) ۱؎ یعنی بیوی کے نان نفقہ اور مہر پر بھی قادر نہیں ہوں چہ جائیکہ لونڈی خرید سکوں **مسئلہ**: جو شخص حقوق زوجیت ادا کرنے پر قادر نہ ہو اسے نکاح منع ہے حقوق میں قوت اور قدرت مال سبھی داخل ہیں۔ ۲؎ یہ کسی راوی کا قول ہے یعنی ابوہریرہ کی یہ عرض و معروض اس لئے تھی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو خصی ہو جانے کی اجازت دے دیں تاکہ زنا کا احتمال ہی باقی نہ رہے، صحابہ کرام کا یہ انتہائی تقویٰ ہے کہ معصیت پر مصیبت کو ترجیح دیتے ہیں خصی ہو کر اپنے کو ناقص و فاسد کر لینا منظور ہے مگر فاسق بننا منظور نہیں۔ ۳؎ یہ بار بار خاموشی یا تو اہتمام مسئلے کیلئے تھی تاکہ ابوہریرہ اس کا جواب غور سے سنیں یا انہیں سوال سے روکنے کیلئے یعنی خصی ہونا تو کیا ذکر بھی نہ کرو۔ ۴؎ یعنی اگر تمہاری تقدیر میں زنا لکھا جا چکا ہے تو خصی ہونے کے بعد بھی کر لو گے ورنہ بغیر خصی ہوئے بھی نہ کر پاؤ گے، اس کلام میں خصی ہونے کی اجازت نہیں دی جا رہی، بلکہ اچھے طریقہ سے روکا جا رہا ہے کیونکہ انسان کا خصی ہونا مثلہ ہے یعنی بدن بگاڑنا اور مثلہ اسلام میں حرام ہے یعنی بے کار چیز کیلئے حرام کا ارتکاب کیوں کرتے ہو۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ اٰدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ كَقَلْبٍ وَّاحِدٍ يُصَرِّفُهٗ كَيْفَ يَشَآءُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۸۲) روایت ہے عبداللہ بن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگوں کے سارے دل ۱؎ اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں ۲؎ ایک دل کی طرح، جیسے چاہتا ہے انہیں پھیرتا ہے۔ ۳؎ پھر فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اے اللہ اے دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دل اپنی فرمانبرداری کی طرف پھیر دے۔ ۴؎ (مسلم)

(۸۲) ۱؎ اس میں انبیاء و اولیاء، مومنین، کفار سبھی داخل ہیں کوئی بھی رب کے قبضہ سے خارج نہیں، چونکہ عام احکام شرعیہ کے مکلّف صرف انسان ہیں اس لئے خصوصیت سے انسانوں کے دل کا ذکر ہوا، ورنہ فرشتوں اور جنات وغیرہم کے دل بھی رب کے قبضہ میں

https://archive.org/details/@madni_library

ہیں۔۲؎ یہ عبارت متشابہات میں سے ہے کیونکہ ربّ تعالٰی انگلیوں ہاتھوں وغیرہ اعضاء سے پاک ہے مقصد یہ ہے کہ تمام کے دل اللہ کے قبضہ میں ہیں کہ نہایت آسانی سے پھیر دیتا ہے جیسے کہا جاتا ہے تمہارا کام میری انگلیوں میں ہے یا میں سوالات کا جواب چٹکیوں سے دے سکتا ہوں متشابہات کی پوری بحث ہماری تفسیر نعیمی کے تیسرے پارے میں دیکھو۔۳؎ برائی یا بھلائی کی طرف کہ بندہ اپنے ارادہ سے اچھے یا برے کام کرنے لگتا ہے لہٰذا بندہ مجبور نہیں کام ارادہ سے ہیں ارادہ ربّ کی طرف سے ورنہ سزا جزا کا مستحق نہ ہوتا اور اختیاری اور غیر اختیاری افعال میں فرق نہ ہوتا رعشہ میں ہاتھ بے اختیار ہلتا ہے اور لکھتے وقت اختیار سے کتے کو پتھر مارو تو کتا تمہیں کاٹتا ہے نہ کہ پتھر کو حالانکہ لگتا پتھر ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ پتھر غیر مختار ہے مارنے والا مختار ہے اگر ہم اپنے کو پتھر کی طرح مجبور سمجھیں تو جانور سے بڑھ کر بے وقوف ہیں بہرحال اس حدیث سے جبر ثابت نہیں ہوتا۔۴؎ یہ دعا کفار و مومن نیک کار و بدکار سب ہی کیلئے ہے یعنی بدکاروں کے دل نیکی کی طرف پھیر دے اور نیک کاروں کے دل نیکی پر قائم رکھ خیال رہے کہ یہ دعا درحقیقت دوسروں کیلئے ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید المعصومین ہیں ان سے گناہ ناممکن ہے ان کیلئے ہدایت ربّ تعالٰی نے ایسی لازم کردی ہے جیسے سورج کیلئے روشنی یا آگ کیلئے گرمی ان کی شان تو بہت بلند ہے۔ان کے خاص غلاموں سے ہدایت اور تقویٰ لازم ہے ربّ تعالٰی صحابہ کرام کے بارے میں فرماتا ہے:وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى (۴۸،۲۶) اور پرہیزگاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا (کنزالایمان) عصمت انبیاء کی بحث ہماری کتاب جاء الحق اور عظمت صحابہ کی بحث ہماری کتاب ''امیر معاویہ'' میں دیکھو۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَّوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ كَمَا تُنْتِجُ الْبَهِيْمَةُ بَهِيْمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّوْنَ فِيْهَا مِنْ جَدْعَاءَ ثُمَّ يَقُوْلُ فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۸۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر بچہ دین فطرت پر ہی پیدا ہوتا ہے۔۱؎ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔۲؎ جیسے جانور بے عیب بچہ جنتا ہے کیا تم اس میں کوئی ناک کان کٹا پاتے ہو۔۳؎ پھر فرماتے تھے کہ اللہ کی فطرت ہے جس پر لوگوں کو پیدا فرمایا اللہ کی خلق میں تبدیلی نہیں۔۴؎ یہ ہی سیدھا دین ہے۔ (مسلم و بخاری)

(۸۳)۱؎ بچے سے مراد انسان کا بچہ ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے فطرت کے لفظی معنی ہیں چیرنا اور ایجاد کرنا یہاں اصلی اور پیدائشی حالت مراد ہے یعنی ہر انسان ایمان پر پیدا ہوتا ہے عالم ارواح میں ربّ تعالٰی نے تمام روحوں سے اپنی ربوبیت کا اقرار کرایا سب نے بلٰی کہہ کر اقرار کیا اس اقرار پر قائم رہتے ہوئے دنیا میں آئے یہ اقرار و ایمان سب کا فطری اور پیدائشی دین ہے۔۲؎ یعنی بچہ ہوش سنبھالنے تک دین فطرت توحید و ایمان پر قائم رہتا ہے۔ہوش سنبھالنے پر جیسا اپنے ماں باپ اور ساتھیوں کو دیکھتا ہے ویسا ہی بن جاتا ہے ماں باپ بچے کے پہلے استاد ہیں ان کی صحبت بچے کی طبیعت کیلئے سانچا ہے۔اس لئے ضروری ہے کہ اپنی لڑکیوں کیلئے اچھے خاوند اور لڑکوں کیلئے دیندار نیک بیویاں تلاش کرو تاکہ بچے نیک ہوں اس سے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت ظاہر ہوئی کہ حضور بت پرستوں اور بے علموں میں رہے مگر انہیں سنبھالا خود نہ بگڑے معلوم ہوا کہ طبیعت محمدیہ ڈھلی ڈھلائی پیدا ہوئی تھی۔خیال رہے کہ یہاں یہودیت اور نصرانیت سے مراد یہ بگڑے ہوئے دین ہیں نہ کہ اصلی وہ تو اپنے وقت میں عین ہدایت تھے۔۳؎ روحانیت کو

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

جسمانیت سے تشبیہ دے کر سمجھایا گیا ہے کہ جیسے عام طور پر جانوروں کے بچے صحیح الاعضاء پیدا ہوتے ہیں پھر جسمانی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں' ایسے انسانی ارواح کا حال ہے۔۴ یعنی قانون یہ ہے کہ ہر انسان ایمان اور عقیدہ توحید پر پیدا ہو' یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ کوئی بچہ میثاق کے اقرار کو توڑ کر کافر ہو کر پیدا ہو لہٰذا آیت پر کوئی اعتراض نہیں خیال رہے کہ وہ میثاقی ایمان شرعاً معتبر نہیں اسی لئے کافر کا بچہ کافر مانا جاتا ہے کہ نہ اس کی نماز جنازہ ہو نہ اسلامی کفن و دفن اور نہ اسے بعد میں مرتد کہا جائے جس بچہ کو خضر علیہ السلام نے قتل کیا اور فرمایا انه طبع کافرا وہاں مراد ہے: قدر و جبل یعنی ہوش سنبھال کر کافر ہونا اس کے مقدر میں آچکا ہے لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اور نہ آیات میں تعارض ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنَامُ وَلَا يَنْبَغِيْ لَهٗ اَنْ يَّنَامُ يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَ يَرْفَعُهٗ يُرْفَعُ اِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ وَ عَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ حِجَابُهُ النُّوْرُ لَوْ كَشَفَهٗ لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ مَا انْتَهٰى اِلَيْهِ بَصَرُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۸۴) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں کہ ہم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ چیزیں بتانے کو قیام فرمایا۱ کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نہ سوتا ہے نہ سونا اس کے لائق ہے۔۲ پلہ یا رزق جھکاتا یا اٹھاتا ہے۔۳ اس کی بارگاہ میں رات کے اعمال دن کے اعمال سے پہلے اور دن کے اعمال رات کے اعمال سے پہلے پیش ہو جاتے ہیں۔۴ اس کا پردہ نور ہے۔۵ اگر پردہ کھول دے تو اس کی ذات شعاعیں (تجلیات) تاحد نظر مخلوق کو جلادیں۔۶ (مسلم)

(۸۴) ۱ یعنی آپ وعظ کیلئے کھڑے ہوئے اور وعظ میں پانچ چیزیں بیان فرمائیں۔ وعظ اور خطبہ کھڑے ہو کر کہنا سنت ہے۔ خطبہ خواہ جمعہ کا ہو یا نکاح کا یا کوئی اور (کتب فقہ) ۲ کیونکہ نیند ایک قسم کی موت ہے اسی لئے جنت و دوزخ میں نیند نہ ہوگی۔ ربّ تعالیٰ موت سے پاک ہے' نیز نیند تھکن اتارنے اور آرام کیلئے ہوتی ہے' پروردگار تھکن سے پاک ہے ارشاد فرماتا ہے: وَلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ (۳۵'۳۵) نہ ہمیں اس میں کوئی تکان لاحق ہو (کنزالایمان) اس میں ان مشرکین کا رد ہے جو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ دنیا بنا کر تھک گیا اب دنیا کا کام ہمارے بت چلا رہے ہیں معاذ اللہ۔۳ قسط کے لغوی معنی ہیں حصہ اب رزق کو بھی قسط کہتے ہیں اور ترازو کے پلے کو بھی کیونکہ رزق حصے سے ملتا ہے اور ترازو بھی حصے کرتی ہے ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ (۱۷'۳۵) اور برابر ترازو سے تولو (کنزالایمان) یعنی کسی کو زیادہ روزی دیتا ہے اور کسی کو کم یا ایک شخص کبھی غریب ہوتا ہے کبھی امیر' کبھی مومن کبھی کافر' کبھی متقی کبھی فاجر' ایسے ہی ایک قوم کبھی غالب کبھی مغلوب۔۴ کہ اعمال لکھنے والے فرشتے دنیا بھر کے اعمال دو وقتہ پیش کرتے ہیں۔ یہ پیشی ربّ تعالیٰ کی بے علمی کی وجہ سے نہیں جیسے حضور پر امت کے درود فرشتے پیش کرتے ہیں اس لئے نہیں کہ حضور بے خبر ہیں۔۵ یعنی اللہ تعالیٰ نور ہے مخلوق کثیف' اس لئے مخلوق اسے نہیں دیکھ سکتی' مرقاۃ میں ہے کہ ہمارے حضور نے اپنے ربّ کو دنیا میں اس لئے دیکھ لیا کہ حضور خود نور ہوگئے تھے نیز حضور نے دعا مانگی تھی وَاجْعَلْنِیْ نُوْرًا خدایا مجھے نور بنادے حضور کی دعا قبول ہوئی اور آپ نور ہوگئے۔۶ فرشتوں کو بھی اور دیگر مخلوقات کو بھی نہیں یہ طاقت تو ہمارے حضور کی تھی کہ معراج میں عین ذات کو بغیر حجاب دیکھا اور پلک بھی نہ جھپکایا۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى (۵۳'۱۷) آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔ (کنزالایمان)

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدُاللّٰهِ مَلْاٰی لَا تَغِیْضُهَا نَفَقَةٌ سَحَّاءُ اللَّیْلَ وَالنَّهَارَ اَرَاَیْتُمْ مَّا اَنْفَقَ مُذْخَلَقَ السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ فَاِنَّهٗ لَمْ یُغِضْ مَا فِیْ یَدِهٖ وَکَانَ عَرْشُهٗ عَلَی الْمَآءِ وَبِیَدِهِ الْمِیْزَانُ یَخْفِضُ وَیَرْفَعُ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ یَمِیْنُ اللّٰهِ مَلْاٰی قَالَ ابْنُ نُمَیْرٍ مَلْاٰنُ سَحَّاءٌ لَا یَغِیْضُهَا شَیْءٌ اللَّیْلَ وَالنَّهَارَ

(۸۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا دست کرم بھرا ہے۔[۱] جسے خرچ کم نہیں کرسکتا اس کی عطا پاشی دن رات جاری ہے۔[۲] غور تو کرو جب سے آسمان اور زمین بنا ہے تب سے کتنا خرچ فرمایا لیکن اس خرچ نے اس کے دست کرم میں کوئی کمی نہ کی اس کا عرش پانی پر تھا۔[۳] اس کے قبضہ میں ترازو ہے جسے بلند و پست فرماتا ہے۔ (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ اللہ کا دست کرم بھرا ہوا ہے ابن نمیر نے ملاں سحاء فرمایا اسے رات و دن کی کوئی چیز کم نہیں کرتی۔

(۸۵)[۱] یعنی اللہ بڑا غنی ہے اس کی تائید میں وہ آیت ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ (۲۱،۱۵) اور کوئی چیز نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں (کنزالایمان) ورنہ اللہ تعالٰی ہاتھ سے بھی پاک ہے اور اس کے بھرنے سے بھی۔[۲] اس کی مثال اس نے اپنی بعض مخلوق میں قائم فرمادی ہے سمندر کا پانی، سورج کی روشنی ہمارا علم خرچ کرنے سے نہیں گھٹتے، جنت کے رزق کا بھی یہی حال ہوگا۔ پھر ربّ تعالٰی کے خزانوں کا کیا پوچھنا لہٰذا حدیث واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔[۳] اس کی تفسیر پہلے گزر چکی کہ عرش و پانی کے درمیان کوئی آڑ نہ تھی۔[۴] یونہی لوگوں کا رزق اور ان کے اعمال اللہ تعالٰی کے قبضہ میں ہیں جن میں زیادتی کمی فرماتا رہتا ہے یا قوموں کی تقادیر اس کے قبضہ میں ہیں۔ کسی کو گراتا ہے کسی کو اٹھاتا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَرَارِیِّ الْمُشْرِکِیْنَ قَالَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا کَانُوْا عَامِلِیْنَ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۸۶) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار کے بچوں کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ ربّ جانے وہ کیا اعمال کرتے[۱] (مسلم بخاری)

(۸۶)[۱] یعنی اگر وہ جوان ہوکر کافر ہوتے تو وہ جہنمی ہیں اور اگر مومن ہوتے تو جنتی ہیں۔ خیال رہے کہ کفار کے فوت شدہ بچوں کے متعلق علماء کرام کے چند قول ہیں (۱) وہ جنتی ہیں کیونکہ فطرت پر پیدا ہوئے (۲) وہ جہنمی ہیں اپنے ماں باپ کے تابع ہوکر (۳) وہ اعراف میں رہیں گے کیونکہ ان کے پاس شرعی ایمان یا کفر نہیں (۴) ان میں توقف کرو کیونکہ دلائل مختلف ہیں (۵) وہ بڑے ہوکر جیسے ہوتے ان پر وہی حکم جاری ہے یعنی چونکہ کافر ہوتے لہٰذا وہ جہنمی ہیں یا مومن ہوتے لہٰذا جنتی ہیں، یہ حدیث آخری قول کی دلیل ہے، مرقات میں ہے صحیح یہ ہے کہ وہ جنتی ہیں اور حضور کا یہ فرمان ان آیات کے نزول سے قبل ہے جن میں فرمایا گیا کہ بغیر قصور ہم کسی کو عذاب نہیں دیتے، بعض نے یہ بھی فرمایا کہ یہ جنتی تو ہیں مگر مومن جنتیوں کے خدام۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ

(۸۷) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربّ نے جو چیز پہلے پیدا کی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

الْقَلَمَ فَقَالَ لَهُ اكْتُبْ فَقَالَ مَا اَكْتُبُ قَالَ اكْتُبْ الْقَدْرَ فَكَتَبَ مَا كَانَ وَمَا هُوَ كَآئِنٌ اِلَى الْاَبَدِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِسْنَادًا

وہ قلم تھا۔۱ پھر فرمایا اس کو لکھ بولا کیا لکھوں۔۲ فرمایا تقدیر لکھ تب اس نے جو کچھ ہو چکا اور جو ہمیشہ تک ہو گا لکھ دیا۔۳ (ترمذی) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث سنداً غریب ہے۔

(۸۷)۱ یہ اوّلیت اضافی ہے یعنی عرش، پانی، ہوا اور لوح محفوظ کی پیدائش کے بعد جو چیز سب سے پہلے پیدا ہوئی وہ قلم ہے۔ مرقاۃ میں اس جگہ ہے کہ سب سے پہلے نور محمدی پیدا ہوا، وہاں اولیت حقیقیہ مراد ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ حقیقت محمد یہ ہی قلم ہے اس صورت میں یہاں اولیت حقیقی ہے۔۲ اس عبارت میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں، ہر چیز میں ربّ سے عرض معروض کرنے کی طاقت ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے: وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (۱۷، ۴۴) اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی نہ بولے۔ (کنز الایمان) حضور کے فراق میں لکڑیاں روئی ہیں اور آپ سے لکڑی اور پتھروں نے گفتگو کی ہے۔۳ ہو چکا فرمانا اپنے زمانہ پاک کے لحاظ سے ہے تحریر کے وقت کوئی نہ ہو چکا تھا ہر چیز مستقبل تھی۔ ہمیشہ سے مراد قیامت تک کے واقعات ہیں جو متناہی ہیں مابعد قیامت غیر متناہی، جیسا کہ عبداللہ ابن عباس کی روایت میں ہے یہ تحریر لوح محفوظ پر "قلم" دوات سے ہوئی، اس قلم دوات کی حقیقت ربّ العزت ہی جانتا ہے، یہ لکھنا ربّ کے اپنے یاد رکھنے کیلئے نہ تھا، بلکہ ان مقبولوں کو بتانے کیلئے تھا جن کی نگاہ لوح محفوظ پر ہے جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں، اس سے اولیاء اور انبیاء کا علم غیب ثابت ہوتا ہے۔

وَعَنْ مُّسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سُئِلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ الْاٰيَةُ قَالَ عُمَرُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ عَنْهَا فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً فَقَالَ خَلَقْتُ هٰؤُلَآءِ لِلْجَنَّةِ وَبِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ يَعْمَلُوْنَ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهٗ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً فَقَالَ خَلَقْتُ هٰؤُلَآءِ لِلنَّارِ وَبِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ يَعْمَلُوْنَ فَقَالَ رَجُلٌ فَفِيْمَ الْعَمَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلْجَنَّةِ اسْتَعْمَلَهٗ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَمُوْتَ عَلٰى عَمَلٍ مِّنْ اَعْمَالِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُدْخِلُهٗ بِهِ الْجَنَّةَ وَاِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلنَّارِ اِسْتَعْمَلَهٗ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ حَتّٰى يَمُوْتَ عَلٰى عَمَلٍ مِّنْ اَعْمَالِ اَهْلِ النَّارِ

(۸۸) روایت ہے مسلم ابن یسار سے۱ فرماتے ہیں کہ عمر ابن الخطاب سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا جب آپ کے ربّ نے اولاد آدم کی پیٹھوں سے ان کی ذریت نکالی۔۲ الایہ حضرت عمر نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ سے یہ ہی سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ نے حضرت آدم کو پیدا فرمایا پھر ان کی پیٹھ کو اپنے ہاتھ سے ملا۔۳ تو اس سے ان کی اولاد نکلی۔۴ تو فرمایا کہ انہیں میں نے جنت کیلئے بنایا یہ جنتیوں کے کام کریں گے۔۵ پھر ان کی پشت ملی تو اس سے اولاد نکلی۔۶ تو فرمایا انہیں میں نے آگ کیلئے بنایا یہ لوگ دوزخیوں کے کام کریں گے۔۷ ایک شخص بولا پھر عمل کا ہے میں رہا یا رسول اللہ۔۸ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً اللہ جس بندے کو جنت کیلئے پیدا فرماتا ہے تو اس سے جنتیوں کے کام لیتا ہے یہاں تک کہ وہ جنتیوں کے اعمال میں سے کسی عمل پر مرتا ہے اس بنا پر اسے داخل فرماتا ہے جنت میں۔۹ اور جب بندے کو دوزخ کیلئے پیدا فرماتا ہے تو اس سے دوزخیوں کے کام لیتا ہے۔۱۰ تا آنکہ وہ دوزخیوں کے کاموں میں سے کسی کام

https://archive.org/details/@madni_library

فَيُدْخِلُهُ بِهِ النَّارَ. پر مرتا ہے جس کی وجہ سے اسے دوزخ میں داخل فرماتا ہے۔۱۱

(رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ) (مالک، ترمذی، ابوداؤد)

(۸۸) ۱ آپ جہنی ہیں جلیل القدر تابعی ہیں اولیائے کاملین میں سے ہیں ۱۰۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ حضرت عمر فاروق سے آپ کی ملاقات نہیں ہوئی، آپ تک یہ حدیث پہنچی ہے۔ ۲ کہ اس کا مطلب کیا ہے اور اس نکالنے کی نوعیت کیا تھی۔ ۳ یہ عبارت متشابہات میں سے ہے یعنی ان کی پشت مبارک پر توجہ قدرت فرمائی ورنہ رب ہاتھ کے ظاہری معنی اور داہنے بائیں سے پاک ہے، نطفہ مرد کی پیٹھ میں رہتا ہے اس لئے توجہ پشت فرمائی گئی۔ ۴ اس طرح کہ ہر رونگٹے کی جڑ سے پسینہ کے قطروں کی طرح ظاہر ہوئی۔ یہ واقعہ آدم علیہ السلام کے جنت میں جانے سے پہلے نعمان پہاڑ پر قریب عرفات شریف یا مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ہوا بعض نے فرمایا کہ جنت سے تشریف لانے کے بعد ہوا اور یہ روحیں سفید رنگ کی تھیں۔ ۵ یعنی اپنی خوشی و ارادے سے نیکیاں کریں گے ایمان پر مریں گے، جنت میں جائیں گے لہٰذا وہ لوگ ان اعمال میں مجبور نہیں، خیال رہے کہ یہاں جنت کسبی مراد ہے وہبی، عطائی طور پر بغیر اعمال بھی جنت ملے گی جیسے مسلمانوں کے چھوٹے بچے یا مرتے وقت ایمان قبول کرنے والا۔ ۶ سیاہ رنگ والی یہ کفار کی روحیں تھیں۔ ۷ اس طرح کہ کفر پر مریں گے زندگی خواہ کفر پر گزری ہو یا ایمان پر، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کو اور حاضرین فرشتوں کو تمام جنتی اور دوزخی دکھائے گئے بتادیئے گئے انہی کو بتانے کیلئے یہ واقعہ کیا گیا ہمارے حضور کا علم آدم علیہ السلام سے کہیں زیادہ ہے لہٰذا حضور بھی ہر ایک کا انجام اور سعادت شقاوت جانتے ہیں علوم خمسہ رب نے آپ کو بخشے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کی پشت میں اپنی تمام اولاد کی روحیں اور ان کے اجزاء اصلیہ موجود تھے بعض روایات میں ہے کہ مومنوں کی روحیں سفید تھیں۔ انبیاء کی روحیں نہایت چمکدار۔ ۸ کیونکہ اگر ہم جنتیوں میں سے ہیں تو کچھ بھی کریں جنت ہی پائیں گے۔ جنتی دوزخی ہونا جبری چیز ہوئی نہ کہ اختیاری۔ ۹ یہ قاعدہ اکثر یہ ہے کلیہ نہیں، پہلے گزر چکا کہ بعض لوگ عمر بھر دوزخیوں کے کام کرتے ہیں مرتے وقت نیک اعمال کرتے ہیں۔ ۱۰ کام لینے کے معنی یہ ہیں کہ بندے کے دل کا رجحان برائیوں کی طرف ہوتا ہے جس سے وہ اپنی خوشی اور اختیار سے بدکاریاں کرتا ہے۔ لہٰذا بندہ خلق میں مجبور ہے کسب میں مختار اور مستحق عذاب نار۔ ۱۱ لہٰذا ہمیشہ نیکیاں کرنے کی کوشش کرو۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ يَدَيْهِ كِتَابَانِ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَاهٰذَانِ الْكِتَابَانِ قُلْنَا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا اَنْ تُخْبِرَنَا فَقَالَ لِلَّذِيْ فِيْ يَدِهِ الْيُمْنٰى هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ فِيْهِ اَسْمَاءُ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَسْمَاءُ اٰبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ اُجْمِلَ عَلٰى اٰخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيْهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ اَبَدًا ثُمَّ قَالَ لِلَّذِيْ فِيْ شِمَالِهِ هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ فِيْهِ اَسْمَاءُ اَهْلِ النَّارِ وَاَسْمَاءُ اٰبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ

(۸۹) روایت ہے عبداللہ بن عمرو سے فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کہ دست اقدس میں دو کتابیں تھیں۔ ۱ فرمایا کہ کیا جانتے ہو یہ کیا کتابیں ہیں۔ ۲ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے بغیر بتائے نہیں جانتے۔ ۳ تو داہنے ہاتھ کی کتاب کے بارے میں فرمایا کہ یہ کتاب رب العلمین کے پاس سے آئی ہے۔ ۴ جس میں تمام جنتیوں کے نام اور ان کے باپ دادوں اور قبیلوں کے نام ہیں پھر آخر تک کا ٹوٹل لگا دیا گیا ہے۔ ۵ لہٰذا ان میں کبھی زیادتی کمی نہیں ہوسکتی۔ ۶ پھر بائیں ہاتھ والی کتاب کے متعلق فرمایا کہ یہ کتاب اللہ رب العالمین کی طرف سے آئی ہے۔ ۷ اس میں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

أُجْمِلَ عَلٰى اٰخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ اَبَدًا فَقَالَ اَصْحَابُهٗ فَفِيمَ الْعَمَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كَانَ اَمْرٌ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ فَقَالَ سَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا فَاِنَّ صَاحِبَ الْجَنَّةِ يُخْتَمُ لَهٗ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنْ عَمِلَ اَيَّ عَمَلٍ وَاِنَّ صَاحِبَ النَّارِ يُخْتَمُ لَهٗ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ وَاِنْ عَمِلَ اَيَّ عَمَلٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْهِ فَنَبَذَهُمَا ثُمَّ قَالَ فَرَغَ رَبُّكُمْ مِنَ الْعِبَادِ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

دوزخیوں اور ان کے باپ دادوں اور قبیلوں کے نام ہیں پھر آخر تک کا ٹوٹل لگا دیا گیا اب ان میں کبھی زیادتی اور کمی نہیں ہوسکتی۔۸؎ صحابہ نے عرض کیا عمل کا ہے میں رہا یا رسول اللہ اگر اس معاملہ سے فراغت ہوچکی۔۹؎ فرمایا سیدھے رہو قرب الٰہی حاصل کرو۔۱۰؎ کیونکہ جنتی کا خاتمہ جنتیوں کے عمل پر ہوتا ہے اگرچہ پہلے کوئی بھی کام کرے اور یقیناً دوزخی کا خاتمہ دوزخیوں کے کام پر ہوتا ہے اگرچہ پہلے کوئی عمل کرے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک سے اشارہ فرما کر انہیں جھاڑ دیا۔۱۱؎ پھر فرمایا کہ تمہارا رب بندوں سے فارغ ہوچکا ایک ٹولہ جنتی اور دوسرا ٹولہ دوزخی ہے۔۱۲؎ (ترمذی)

(۸۹)۱؎ یعنی ایک دائیں ہاتھ میں اور دوسری بائیں میں، حق یہی ہے کہ کتابیں حسی تھیں جنہیں صحابہ کرام دیکھ رہے تھے نہ کہ نقطہ خیالی اور وہمی جیسا کہ بعض نے وہم کیا ہے۔ (مرقاۃ واشعۃ اللمعات) اگلی عبارت سے بھی یہی ظاہر ہے۔۲؎ یعنی یہ دونوں کتابیں جو تم میرے ہاتھ میں دیکھ رہے ہو کس مضمون کی ہیں اور ان میں کیا لکھا ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کتابیں نظر آ رہی تھیں ورنہ ھٰذَانِ سے اشارہ نہ فرمایا جاتا۔ نیز پھر صحابہ پوچھتے کہ حضور کون سی کتابیں اور وہ کہاں ہیں۔۳؎ یعنی کتابیں تو دیکھ رہے ہیں مگر اس کے مضمون سے بےخبر ہیں اگر آپ اطلاع بخشیں تو خبردار ہوجائیں۔ معلوم ہوا کہ حضور کتابوں کو بھی دیکھ رہے ہیں اور ان کتابوں کے تفصیلی عالم بھی ہیں اور لوگوں کو وہ کتابیں پڑھا اور بتا بھی سکتے ہیں یہی صحابہ کا عقیدہ تھا۔۴؎ جس میں رب تعالٰی کے خصوصی علم کا اظہار ہے۔۵؎ اس طرح کہ ساری کتاب میں جنتیوں کے نام، پتے، کام تو فہرست میں ہیں اور آخر میں ٹوٹل، کہ کل اتنے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جنتی و دوزخی کا تفصیلی علم بخشا ان کے باپ دادوں، قبیلوں اور اعمال پر مطلع کیا، یہ حدیث حضور کے علم کی تابندہ دلیل ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔۶؎ یعنی رب نے اس میں تقدیر مبرم کی تفصیل فرمائی ہے اور مجھے اس کا علم بخشا تقدیر معلق اور مشابہ معلق میں زیادتی کمی ممکن ہے، خیال رہے کہ لوح محفوظ میں محو و اثبات کی تحریر بھی ہے اور ام الکتاب میں صرف قضائے مبرم کی، لوح محفوظ تک ملائکہ کا علم پہنچتا ہے مگر میرے حضور کا علم ام الکتاب تک ہے (از مرقات) یہاں صحابہ کرام کو اجمالی طور پر بتایا گیا۔۷؎ بلاواسطہ فرشتہ یا بواسطہ فرشتہ ام الکتاب سے نقل ہو کر جہاں کی فرشتوں کو بھی خبر نہیں کیونکہ یہ قضا مبرم ہے جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔۸؎ اس سے پتا لگا کہ اللہ نے اپنی قضا مبرم پر حضور کو مطلع فرمایا۔۹؎ یعنی انجام کا دارومدار رب کی تحریر پر ہے نہ کہ ہمارے عمل پر، پھر اعمال کی ضرورت ہی کیا رہی۔۱۰؎ یعنی اعمال نیک اور عقائد صحیح اختیار کرو تاکہ تمہیں اللہ کا قرب حاصل ہو۔۱۱؎ یعنی ہاتھوں کو جھٹکا دیا جس سے دونوں کتابیں غائب ہوگئیں یا کتابوں کو عالم غیب کی طرف پھینکا، یہ پھینکنا ان کی اہانت کیلئے نہ تھا نہ اس سے وہ کتابیں زمین پر گریں۔۱۲؎ یہ قرآن پاک کی آیت سے اقتباس ہے اور بندوں سے مراد انسان ہیں کیونکہ جنت میں ثواب کیلئے انسانوں کے سوا کوئی نہ جائے گا یہ آدم علیہ السلام کی میراث ہے انہی کی اولاد کو ملے گی۔

وَعَنْ اَبِيْ خُزَامَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ

(۹۰) روایت ہے ابوخزامہ سے وہ اپنے والد سے راوی۱؎ فرماتے ہیں میں

https://archive.org/details/@madni_library

اللّٰهِ اَرَءَيۡتَ رُقًى نَسۡتَرۡقِيۡهَا وَدَوَآءً نَتَدَاوٰى وَتُقَاةً نَتَّقِيۡهَا هَلۡ تَرُدُّ مِنۡ قَدَرِ اللّٰهِ شَيۡئًا قَالَ هِيَ مِنۡ قَدَرِ اللّٰهِ (رَوَاهُ اَحۡمَدُ وَالتِّرۡمِذِيُّ وَابۡنُ مَاجَةَ)

نے عرض کیا یا رسول اللہ مطلع فرمائیے کہ جو منتر ہم کرتے ہیں۔۲ جو دوائیں اور پرہیز ہمارے استعمال میں آتے ہیں۳ کیا یہ اللہ کی تقدیر پلٹ دیتے ہیں فرمایا یہ خود اللہ کی تقدیر سے ہیں۴ (احمد' ترمذی' ابن ماجہ)

(۹۰)۱ ان کے والد کے نام میں اختلاف ہے غالبًا ان کا نام یعمر ہے جو بنی حارث ابن سعد قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں یہ ابوخزامہ خود تابعی ہیں۔ ابوخزامہ صحابی دوسرے ہیں۲ یعنی تعویذ گنڈے دم درود جھاڑ پھونک اگر قرآنی آیات یا حدیث کی دعاؤں یا بزرگوں کے اعمال سے ہوں تو جائز' ورنہ ممنوع' اس کی پوری بحث انشاء اللہ کتاب الطب والرقی میں آئے گی۔۳ یعنی بیماری میں دوائیں استعمال کرتے ہیں اور مضر چیز سے بچتے ہیں یا جنگ میں ڈھال وغیرہ سے دشمن کا حملہ دفع کرتے ہیں۔۴ یعنی ان کا استعمال جائز ہے اور تقدیر میں یہی لکھا جا چکا ہے کہ فلاں بیماری فلاں دوا یا تعویذ سے جائے گی اور فلاں مصیبت اس جھاڑ پھونک یا اس چیز سے دفع ہوگی یعنی مصیبتوں کا آنا اور ان تدابیر سے جانا سب مقدر میں شامل ہے' تدبیر تقدیر کے خلاف نہیں اس سے معلوم ہوا کہ گنڈا' تعویذ' جھاڑ پھونک مثل دوا کے علاج ہیں اور جائز ہیں کہ سنت صحابہ اور سنت رسول اللہ ہیں اس کا پورا ایک باب آنے والا ہے۔

وَعَنۡ اَبِيۡ هُرَيۡرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيۡنَا رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَنَحۡنُ نَتَنَازَعُ فِي الۡقَدۡرِ فَغَضِبَ حَتّٰى احۡمَرَّ وَجۡهُهٗ حَتّٰى كَاَنَّمَا فُقِئَ فِيۡ وَجۡنَتَيۡهِ حَبُّ الرُّمَّانِ فَقَالَ اَبِهٰذَا اُمِرۡتُمۡ اَبِهٰذَا اُرۡسِلۡتُ اِلَيۡكُمۡ اِنَّمَا هَلَكَ مَنۡ كَانَ قَبۡلَكُمۡ حِيۡنَ تَنَازَعُوۡا فِيۡ هٰذَا الۡاَمۡرِ عَزَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ عَزَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ اَنۡ لَّا تَنَازَعُوۡا فِيۡهِ رَوَاهُ التِّرۡمِذِيُّ وَرَوٰى ابۡنُ مَاجَةَ عَنۡ عَمۡرِو بۡنِ شُعَيۡبٍ عَنۡ اَبِيۡهِ عَنۡ جَدِّهٖ

(۹۱) روایت ہے ابوہریرہ سے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے حالانکہ ہم مسئلہ تقدیر پر جھگڑ رہے تھے۔۱ تو آپ ناراض ہوئے حتیٰ کہ چہرۂ انور سرخ ہو گیا گویا کہ رخساروں میں انار کے دانے نچوڑ دیئے گئے ہیں۔۲ اور فرمایا کیا تمہیں اس کا حکم دیا گیا ہے یا میں اسی کے ساتھ تمہاری طرف بھیجا گیا۔۳ تم سے پہلے لوگوں نے جب اس مسئلہ میں جھگڑے کئے تو ہلاک ہی ہو گئے۔۴ میں تم پر لازم کرتا ہوں لازم کرتا ہوں کہ اس مسئلہ میں نہ جھگڑو۔۵ (ترمذی) اس کی مثل ابن ماجہ نے عمرو ابن شعیب سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے ان کے دادا سے روایت کیا۶

(۹۱)۱ کہ جب جو کچھ ہم کرتے ہیں ارادہ الٰہی سے کرتے ہیں' تو ہم مجبور ہوئے' پھر اس پر ثواب اور عذاب کیسا؟ وغیرہ جیسے آج کل کی عام گفتگوئیں۔۲ یعنی غضب کے آثار چہرے پر نمودار ہو گئے' حضور علیہ السلام کا یہ غصہ نفس کیلئے نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کیلئے اور صحابہ کو تعلیم دینے کی غرض سے تھا' یہ غصہ عبادت ہے جس پر بڑا ثواب' اس سے معلوم ہوا کہ استاد شاگردوں پر اور پیر مریدوں پر ناراض ہوسکتا ہے۔۳ یعنی جن چیزوں کی تمہیں ضرورت ہے' اور جن کا سوال تم سے قبر وحشر میں ہوگا ان کے حاصل کرنے کی کوشش کرو' مسئلہ تقدیر میں بحث کرنے کے تم مکلّف نہیں' نہ تم سے اس کا سوال ہوگا۔۴ یہود ونصاریٰ کی بعض جماعتیں یا دیگر انبیاء کی امتیں جو مسئلہ' قضا وقدر میں کج بحثیاں کرکے ایمان کھو بیٹھے اور عذاب الٰہی آ گیا۔۵ اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ تقدیر میں بے سمجھے بوجھے کج بحثیاں کرنا اور عوام کے دل میں اس کے متعلق شبہات پیدا کرنا حرام ہے' ایسے ہی ناسمجھ لوگوں کا اس میں زیادہ غور وفکر کرنا بھی منع لیکن اس مسئلے کی حقانیت پر دلائل قائم کرنا' معترضین کے شبہات دور کرنا منازعت نہیں بلکہ تبلیغ ہے' مگر یہ علماء کا کام ہے عوام کا نہیں' لہٰذا علم کلام میں مسئلہ تقدیر کی بحث اس

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

زد میں نہیں آتی۔ ۶؎ خیال رہے کہ ان کی اسناد میں ارسال ہے کیونکہ ان کا نسب یہ ہے' عمرو ابن شعیب ابن محمد ابن عبداللہ ابن عمرو ابن عاص' عبداللہ ابن عمرو صحابی ہیں' شعیب نے ان سے ملاقات نہیں کی جدہ کی ضمیر شعیب کی طرف لوٹتی ہے' بعض نے فرمایا کہ اس میں ارسال نہیں ہے اور شعیب نے اپنے دادا عمرو ابن عاص سے ملاقات کی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَرْضِ فَجَآءَ بَنُوْ اٰدَمَ عَلٰى قَدْرِ الْاَرْضِ مِنْهُمُ الْاَحْمَرُ وَالْاَبْیَضُ وَالْاَسْوَدُ وَ بَیْنَ ذٰلِكَ وَالسَّهْلُ وَالْحَزْنُ وَالْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ

(۹۲) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی سے پیدا کیا جو تمام روئے زمین سے لی گئی۔ ۱؎ لہٰذا اولاد آدم زمین کے اندازے پر آئی۔ ۲؎ ان میں سرخ سفید اور کالے اور درمیانے۔ ۳؎ اور نرم و سخت پلید و پاک ہیں اسے احمد و ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا۔

(۹۲) ۱؎ اس طرح کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے ہر قسم کی زمین سے تھوڑی تھوڑی مٹی حاصل کی اور اس کو ہر قسم کے پانی میں گوندھا چونکہ حضرت عزرائیل نے ہی یہ مٹی اٹھائی تھی' اس لئے جان نکالنے کا کام بھی انہیں کے سپرد کیا' تاکہ زمین کی امانت وہی واپس کریں' اس سے معلوم ہوا کہ ربّ تعالیٰ کے بندوں کے کام ربّ کی طرف منسوب ہوتے ہیں' دیکھو مٹی جمع کرنے والے حضرت ملک الموت ہیں مگر فرمایا گیا ربّ تعالیٰ نے جمع فرمائی' اس کی پوری تحقیق ہماری تفسیر نعیمی میں دیکھئے۔ ۲؎ یعنی چونکہ مٹیاں مختلف تھیں لہٰذا انسانوں کی صورتیں اور سیرتیں بھی مختلف ہوئیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے' اس سے معلوم ہوا کہ تمام انسانوں کے اجزائے اصلیہ آدم علیہ السلام میں موجود تھے' جیسے تمام کی روحیں آپ کی پشت میں تھیں' انبیاء کرام کے اصلی اجزا نورانی تھے۔ دوسروں کے ظلمانی' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نُـــوْرُ اللّٰهِ اس واسطے کہا جاتا ہے کہ آپ کی روح بھی نور ہے اور جسم بھی نورانی ورنہ صرف روح تو سب کی نور ہے۔ ۳؎ یعنی سانولے یا سفیدی سرخی سے مخلوط یعنی جن کی خلقت میں سفید مٹی کے اجزاء غالب آگئے وہ سفید ہو گئے' کالی مٹی کے اجزاء جن میں غالب آئے وہ کالے' جہاں دونوں برابر رہے وہ سانولے یا سرخ سفید۔ ۴؎ یعنی جیسے انسانوں کی مختلف صورتیں مختلف مٹیوں کی وجہ سے ہیں۔ ایسے ہی ان کی سیرتیں بھی مختلف مٹیوں کے اثرات سے مختلف ہیں کہ جن میں نرم مٹی کے اجزاء غالب ہیں ان کی طبیعت نرم ہے اور سخت مٹی والوں کی طبیعت بھی سخت' جو گندی مٹی سے بنے وہ طبیعت کے گندے ہیں پاک مٹی والے طبیعت کے پاک صاف خیال رہے کہ جیسے جسم کا اصلی رنگ نہیں بدلتا ایسے ہی انسان کی اصلی فطرت نہیں بدلتی اور جیسے پوڈر یا سیاہی کا عارضی رنگ اتر جاتا ہے ایسے ہی طبیعت کی عارضی حالتیں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ ابوجہل کا کفر اصلی تھا نہ ڈھل سکا' عمر فاروق کا عارضی ایک نگاہ مصطفیٰ نے دھو کر پھینک دیا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ خَلْقَهٗ فِیْ ظُلْمَةٍ فَاَلْقٰى عَلَیْهِمْ مِّنْ نُّوْرِهٖ فَمَنْ اَصَابَهٗ مِنْ ذٰلِكَ النُّوْرِ اهْتَدٰى وَمَنْ اَخْطَاَهٗ ضَلَّ

(۹۳) روایت ہے عبداللہ بن عمرو سے فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ نے اپنی مخلوق اندھیرے میں پیدا کی۔ ۱؎ پھر ان پر اپنی شعاع نور ڈالی۔ ۲؎ جسے اس نور سے کچھ پہنچا وہ ہدایت پا گیا۔ ۳؎ جو اس سے رہ گیا گمراہ ہو گیا۔ ۴؎ اس لئے میں

https://archive.org/details/@madni_library

فَلِذٰلِكَ اَقُوْلُ جَفَّ الْقَلَمُ عَلٰى عِلْمِ اللّٰهِ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

کہتا ہوں کہ قلم اللہ کے علم پر سوکھ چکا ۵ (احمد و ترمذی)

(۹۳) ۱یعنی جن و انس نہ کہ فرشتے یہ دونوں فریق پیدائش کے وقت نفسانی اور شہوانی اندھیروں میں تھے۔ ۲یعنی ایمان اور معرفت کی روشنی، معلوم ہوا کہ تاریکی ہماری اصلی حالت ہے روشنی رب کا کرم گناہ ہم خود کرتے ہیں نیکی وہ کرالیتا ہے مٹی کے ڈھیلے کی طرح نیچے ہم خود گرتے ہیں اپنے کرم سے اوپر وہ اٹھالیتا ہے۔ ۳جنت کے راستہ کی، جن پر گہرا چھینٹا پڑا وہ انبیاء یا اولیاء ہوئے جن پر ہلکا پڑا وہ مومن ہوئے۔ ۴یعنی کافر رہا، خیال رہے کہ یہ تاریکی میں پیدائش میثاق والے اقرار سے پہلے ہے سب لوگ پہلے ہی تقسیم ہو چکے تھے معاہدے کے وقت مومنوں نے خوشی سے بَلٰی کہا تھا اور کافروں نے ناخوشی سے اسی اقرار پر ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے وہاں فطرت سے مراد یہ اقرار ہے۔ ۵یعنی جو لکھنا تھا وہ لکھ دیا، خیال رہے کہ اس سے انسان کا جبر لازم نہیں آتا کیونکہ وہاں یہی لکھا جا چکا ہے کہ یہ بندہ اپنی خوشی سے یہ کام کرے گا کام بھی تحریر میں آچکے اور اس کا ارادہ اور خوشی بھی۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِكَ وَبِمَا جِئْتَ بِهٖ فَهَلْ تَخَافُ عَلَيْنَا قَالَ نَعَمْ وَاِنَّ الْقُلُوْبَ بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ اللّٰهِ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَآءُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

(۹۴) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ فرماتے تھے اے دلوں کے پھیرنے والے! میرا دل اپنے دین پر ثابت رکھ۔ ۱میں نے عرض کیا یا نبی اللہ ہم آپ پر اور آپ کی تمام لائی ہوئی چیزوں پر ایمان لا چکے تو کیا اب بھی آپ ہم پر اندیشناک ہیں۔ ۲فرمایا ہاں لوگوں کے دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے بیچ میں ہیں جدھر چاہے انہیں پھیر دے ۳(ترمذی و ابن ماجہ)

(۹۴) ۱یہ دعا تعلیم امت کیلئے ہے تاکہ لوگ سن کر سیکھ لیں ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین حق سے ہٹ جانا ایسے ہی ناممکن ہے جیسے خدا کا شریک بلکہ جس پر وہ نگاہ کرم کردیں وہ نہیں پھسل سکتا۔ عثمان غنی سے فرمادیا کہ جو چاہو کرو مگر وہ گناہ نہ کرسکے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ ۲سبحان اللہ یہ ہے صحابہ کرام کا ایمان وہ دعا سنتے ہی سمجھ گئے کہ یہ دعا ہمارے لئے ہے نہ کہ خود حضور کے اپنے لئے۔ خیال رہے کہ علینا سے مراد تاقیامت عام مسلمان ہیں ورنہ بعض صحابہ حضور کے کرم سے اس سے مستثنیٰ ہیں حضور فرماتے ہیں کہ عمر کے سایہ سے شیطان بھاگتا ہے حضور کی نگاہ سے ڈگمگاتے جم جاتے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۱۰،۶۲) سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم (کنزالایمان) ۳یعنی جن و انس کے دل، اس کی تفسیر پہلے بارہا گزر چکی۔

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْقَلْبِ كَرِيْشَةٍ بِاَرْضٍ فَلَاةٍ يُقَلِّبُهَا الرِّيَاحُ ظَهْرًا لِبَطْنٍ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۹۵) روایت ہے ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کی مثال اس پر کی سی ہے جو میدانی زمین میں ہو جسے ہوائیں ظاہر باطن الٹیں پلٹیں ۱(احمد)

(۹۵) ۱دل گویا پتا ہے دنیا ہرا میدان اور صحبتیں تیز ہوائیں اگر یہ پتا کسی بھاری پتھر کے نیچے آجائے تو ہواؤں کی زد سے محفوظ رہتا

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ہے اگر ہم گناہگار کسی شیخ کی پناہ میں آ جائیں تو انشاء اللہ بے دینی سے محفوظ رہیں گے بیعت مرشد کا یہی منشاء ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِاَرْبَعٍ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ بَعَثَنِيْ بِالْحَقِّ وَيُؤْمِنُ بِالْمَوْتِ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَيُؤْمِنُ بِالْقَدْرِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

(۹۶) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک چار باتوں پر ایمان نہ لائے گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں مجھے اللہ نے حق سے بھیجا اور مرنے اور مرنے بعد اٹھنے[۱] اور تقدیر پر ایمان لائے[۲] (ترمذی وابن ماجہ)

(۹۶)[۱] موت میں دہریوں کا رد ہے کہ وہ شخصی موت کے قائل ہیں مگر عالم کی مجموعی موت کے قائل نہیں اور اٹھنے میں منکرین قیامت کا رد ہے یعنی یہ بھی مانیں کہ سارے عالم کو فنا ہے اور یہ بھی بعد موت سزا و جزا کیلئے اٹھنا ہے اور ممکن ہے کہ موت سے مراد شخصی موت ہو اور اٹھنے سے قبر میں اٹھنا[۲] کہ نہ جبریہ بن کر انسان کو مجبور محض مانے اور نہ قدریہ بن کر تقدیر کا انکار کرے اور اپنے کو قادر مطلق جانے۔

وَعَنْ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِنْفَانِ مِنْ اُمَّتِيْ لَيْسَ لَهُمَا فِي الْاِسْلَامِ نَصِيْبٌ الْمُرْجِئَةُ وَالْقَدَرِيَّةُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

(۹۷) روایت ہے حضرت عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت کے دو گروہ ہیں[۱] جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں مرجیہ اور قدریہ[۲] اسے ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۹۷)[۱] امت سے مراد یا تو امت دعوت ہے جن میں کافر بھی شامل ہیں یا امت اجابت یعنی کلمہ گو جنہیں قومی حیثیت سے مسلمان کہا جاتا ہے دیکھو مسلمانوں کے ۷۲ ناری فرقے قومی مسلمان ہیں اور ایک فرقہ ناجیہ قوماً بھی مسلمان اور مذہباً بھی لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ان کافر گروہوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امت کیوں فرمایا۔[۲] مرجیہ کہتے ہیں کہ جیسے کافر کو کوئی نیکی مفید نہیں ایسے ہی مسلمان کو کوئی گناہ مضر نہیں جو چاہے کرلے اس زمانہ کے دتہ شاہی فقیر اور بعض روافض ان کی یادگار ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ دتہ شاہ کو مان لیا یا محرم میں رو پیٹ لئے پھر جو چاہو کرو قدریہ کہتے ہیں کہ تقدیر کوئی چیز نہیں ہم اپنے اعمال کے خالق اور مختار ہیں اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں فرقے بالکل کافر ہیں مگر علماء فرماتے ہیں کہ ان کا کفر لزومی ہے نہ کہ التزامی لہٰذا ان کی تکفیر میں احتیاط چاہئے کیونکہ ثبوت کفر کیلئے دلیل قطعی چاہئے حدیث قطعی نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ خَسْفٌ وَّمَسْخٌ وَذٰلِكَ فِي الْمُكَذِّبِيْنَ بِالْقَدْرِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ رَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهٗ

(۹۸) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میری امت میں دھنسنا اور صورتیں بگڑنا ہوگا اور یہ تقدیر کے منکروں پر ہوگا۔[۱] اسے ابوداؤد نے روایت کیا ترمذی کی روایت اس کی مثل ہے۔

(۹۸)[۱] ظاہر یہ ہے کہ یہاں خسف اور مسخ کے حقیقی معنی ہی مراد ہیں اور واقعی آخر زمانہ میں بعض منکرین تقدیر قارون کی طرح زمین میں دھنسائے جائیں گے اور بعض ... کی طرح ... بنیں گے ... کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف

https://archive.org/details/@madni_library

آوری کے بعد اس قسم کے عام عذاب تا قیامت بند ہو گئے خصوصی عذاب آئیں گے لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَهُمْ (۸،۳۳) اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے (کنزالایمان) کہ وہاں عمومی عذاب کی نفی ہے اور یہاں خصوصی کا ثبوت، بعض نے فرمایا کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر میری امت میں مسخ اور خسف ہوتا تو قدریوں میں ہوتا (لمعات) بعض نے فرمایا کہ قدریوں کو یہ عذاب قیامت میں ہو گا کہ میدان محشر میں ان کے منہ کالے ہوں گے اور پل صراط سے گرا کر جہنم میں دھنسائے جائیں گے (مرقاۃ) مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْقَدَرِيَّةُ مَجُوْسُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِنْ مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْهُمْ وَاِنْ مَاتُوْا فَلَا تَشْهَدُوْهُمْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ

(۹۹) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قدریہ فرقہ اس امت کا مجوسی ٹولہ ہے۔[۱] اگر بیمار پڑیں تو ان کی مزاج پرسی نہ کرو اور اگر مر جائیں تو ان کے جنازوں میں نہ جاؤ[۲] (احمد، ابوداؤد)

(۹۹)[۱] امت سے مراد امت اجابت یعنی کلمہ گو ہیں (قومی مسلمان) مجوسی کا عقیدہ ہے کہ عالم کے خالق دو ہیں خیر کا خالق یزدان اور شر کا اہرمن یعنی شیطان، ایسے ہی قدریہ اپنے کو اپنے اعمال کا خالق مانتے ہیں لہٰذا مجوس سے بدتر ہوئے کہ وہ صرف دو خالق مانیں اور یہ لاکھوں۔[۲] یعنی ان کا مکمل بائیکاٹ کرو تا کہ وہ تنگ آ کر توبہ کر لیں بائیکاٹ بڑا مکمل علاج ہے رب تعالٰی نافرمان بیویوں کے بارے میں فرماتا ہے: وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ (۴،۳۴) تو نہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ (کنزالایمان) خیال رہے کہ مومن کو بے دین سے ایسی ہی علیحدگی چاہئے کہ موت زندگی میں ان سے الگ رہے جان بچانا ہے تو سانپ سے بھاگو ایمان بچانا ہے تو بے دینوں سے بھاگو قدریہ یا تو کافر ہیں یا گمراہ، بہرحال ان کی صحبت زہر قاتل ہے۔

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُجَالِسُوْا اَهْلَ الْقَدَرِ وَلَا تُفَاتِحُوْهُمْ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۱۰۰) روایت ہے، حضرت عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قدریوں کے ساتھ نشست و برخاست نہ رکھو[۱] نہ ان سے کلام کی ابتداء کرو[۲] (ابوداؤد)

(۱۰۰)[۱] محبت اور میل ملاپ کے طور پر تبلیغ یا مناظرہ کیلئے ٹھوس علماء کا ان کے پاس جانا جائز ہے بلپلے مسلمان بہرحال ان سے بچیں فی زمانہ قادیانیوں، وہابیوں، روافض سب کا یہی حکم ہے اگر مسلمان اس حدیث پر عمل کرتے تو یہ دین پھیلتے ہی نہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (۶،۶۸) تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ (کنزالایمان)[۲] لا تفاتحوا فتح سے بنا بمعنی ابتداء یا فیصلہ ربنا افتح بیننا یعنی انہیں حاکم یا پنچ نہ بناؤ یا ان سے بات چیت اور مناظرہ وغیرہ کی ابتدا نہ کرو تا کہ فتنہ نہ ہو، اس سے پتا لگا کہ بے دینوں کے جلسوں میں جانا ان کی کتب کا مطالعہ کرنا، انہیں دعوتیں کھلانا سب ناجائز ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةٌ لَعَنْتُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَكُلُّ نَبِيٍّ يُجَابُ الزَّائِدُ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ وَالْمُكَذِّبُ بِقَدَرِ اللّٰهِ وَالْمُتَسَلِّطُ بِالْجَبَرُوْتِ لِيُعِزَّ مَنْ اَذَلَّهُ اللّٰهُ

(۱۰۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ آدمی وہ ہیں جن پر میں نے اور اللہ نے لعنت کی۔[۱] اور ہر نبی مقبول الدعاء ہے۔[۲] اللہ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا[۳] اللہ کی تقدیر کا انکاری۔ جبراً قبضہ جمانے والا تا کہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَيُذِلَّ مَنْ اَعَزَّهُ اللّٰهُ وَالْمُسْتَحِلُّ لِحَرَمِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِیْ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ وَالتَّارِكُ لِسُنَّتِیْ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِیُّ فِی الْمَدْخَلِ وَ رَزِيْنٌ فِیْ كِتَابِهٖ)

انہیں ذلیل کرے جنہیں اللہ نے عزت دی اور انہیں عزت دے۔ جنہیں اللہ نے ذلیل کیا۴ اور اللہ کے حرام کو حلال سمجھنے والا۵ اور میری آل کے متعلق وہ باتیں حلال سمجھنے والا جنہیں اللہ نے حرام کیا۶ اور میری سنت کو چھوڑنے والا۷

(۱۰۱) ۱؎ لعنت کے معنی ہیں دوری جب اس کا فاعل بندہ ہو تو معنی ہوتے ہیں دوری رحمت کی بددعا کرنا' اور اگر فاعل رب ہو تو معنی ہوتے ہیں رحمت سے دور کرنا' کسی مسلمان پر نام لے کر لعنت جائز نہیں وصف اجمالی سے لعنت جائز جیسے جھوٹوں اور زانیوں پر خدا کی لعنت' نیز ان کفار پر بھی لعنت جائز ہے جن کا کفر پر مرنا یقینی ہو چکا جیسے ابوجہل وابولہب وغیرہ لعان میں لعنت وصف ہی پر ہے اس حدیث میں بھی یہی لعنت ہے۔ ۲؎ یعنی ہر نبی کی ہر دعا قبول اگر ان کی کوئی دعا خلاف قضاء وقدر ہو جائے تو ان کو دعا مانگنے سے روک دیا جاتا ہے رد وہ بھی نہیں ہوتی' رب نے ابراہیم علیہ السلام سے فرمایایَا اِبْرَاهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا (۱۱،۷۶) اے ابراہیم! اس خیال میں نہ پڑ (کنزالایمان) ۳؎ قرآن ہو یا کوئی آسمانی کتاب لفظی زیادتی کرے یا معنوی اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جنہوں نے آج قرآن کی تفسیر کو کھیل سمجھ رکھا ہے اور آیات کے وہ معانی کر رہے ہیں جو آج تک کسی مومن کے خیال میں بھی نہ تھے' علماء فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی شاذ قرائتیں حدیث کے حکم میں ہیں وہ قرآن نہیں نہ اس کی تلاوت جائز (مرقاۃ) ۴؎ یعنی لوگوں کے خلاف مرضی ان کا ناجائز حاکم بن جانے والا جیسا آج کل علی العموم ہو رہا ہے' خیال رہے کہ قوم یا ملک کے بگڑنے کی صورت میں اس کو سنبھالنے کیلئے زمام حکومت ہاتھ میں لے لینا سنت یوسف علیہ السلام ہے یہاں وہ حکام مراد ہیں جو دین وملک کو بگاڑنے کیلئے حاکم بنیں' فاسقوں کو مرتبے دیں' علماء اولیاء کو ذلیل کرنے کی کوشش کریں۔ ۵؎ یعنی مکہ مکرمہ کے حدود میں فتنہ فساد' شکار اور قطع اشجار وغیرہ وہ کام کرنے والا جو شریعت نے علی العموم وہاں حرام کئے۔ ۶؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی بے حرمتی ان پر ظلم وستم کرنے والا' عترت رسول اللہ اولاد فاطمہ زہرا ہے ان کی تعظیم داخل فی الدین ہے جب قرب کعبہ کی وجہ سے حرم کی زمین کا احترام ہے تو قرابت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے سادات کرام کا احترام یقیناً لازم ہے' یا اس جملے کے معنی یہ ہیں کہ جو میری اولاد ہو اور اللہ کے حرام کو حلال جانے اس پر لعنت ہے (اشعۃ اللمعات) کہ اگرچہ جرم سب کیلئے برا مگر سادات کیلئے زیادہ برا' اس سے سید حضرات کو عبرت پکڑنی چاہئے وہ اپنے باپ دادوں کا نمونہ بنیں صرف سید ہونے پر فخر نہ کریں۔ ۷؎ حقیر جان کر سنت رسول اللہ مؤکدہ ہو یا غیر مؤکدہ زائدہ ہو یا ھدی اس کو حقیر جاننا مذاق اڑانا قطعاً کفر ہے سنت ھدی کا ہمیشہ چھوڑنے والا حضور کی ایک شفاعت سے محروم ہے۔

وَعَنْ مَطَرِابْنِ عُكَامِسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَضَى اللّٰهُ لِعَبْدٍ اَنْ يَّمُوْتَ بِاَرْضٍ جَعَلَ لَهٗ اِلَيْهَا حَاجَةً (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ)

(۱۰۲) روایت ہے مطر بن عکامس سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے متعلق زمین میں مرنے کا فیصلہ فرما دیتا ہے تو اس کیلئے وہاں ضروری کام ڈال دیتا ہے۲؎ (احمد وترمذی)

(۱۰۲) ۱؎ آپ سلمی ہیں' اہل کوفہ سے آپ کا شمار ہے آپ سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے' آپ کی صحابیت میں اختلاف ہے' حق یہ ہے کہ آپ صحابی ہیں صحابیت کیلئے ایک آن صحبت پاک کافی ہے۔ ۲؎ دنیاوی یا دینی چنانچہ بعض لوگ زیارت روضہ کیلئے یا حج

https://archive.org/details/@madni_library

کیلئے مدینہ پاک یا مکہ مکرمہ جاتے ہیں اور وہاں انتقال ہو جاتا ہے ایسی حاجت بھی مبارک اور موت بھی۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَرَارِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ مِنْ اٰبَائِهِمْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِلَا عَمَلٍ قَالَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ قُلْتُ فَذَرَارِيُّ الْمُشْرِكِيْنَ قَالَ مِنْ اٰبَائِهِمْ قُلْتُ بِلَا عَمَلٍ قَالَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۰۳) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مسلمانوں کے بچے۔۱ (کہاں جائیں گے) فرمایا وہ اپنے باپ دادوں سے ہیں۔۲ تو میں بولی یا رسول اللہ بغیر عمل فرمایا اللہ جانتا ہے وہ کیا کرتے۔۳ میں نے عرض کیا تو کفار کے بچے فرمایا وہ اپنے باپ دادوں سے ہیں۔۴ میں بولی بغیر کچھ کئے فرمایا اللہ خوب جانتا ہے جو وہ کرتے۔۵ (ابوداؤ)

(۱۰۳)۱ یعنی جو ہوش سے قبل فوت ہو جائیں وہ کہاں جائیں گے۲ یعنی جنتی ہیں اور جنت میں جو درجہ ان کے باپ دادوں کا ہوگا وہی ان کا لہٰذا حضرت قاسم، ابراہیم وغیرہم حضور علیہ السلام کے ساتھ ہوں گے، اولاد تو بہت اعلیٰ قرب رکھتی ہے انشاء اللہ حضور کو چاہنے والے حضور کے ہمراہ ہوں گے، گلدستہ کی گھاس بھی پھول کے طفیل بادشاہ کے ہاتھ میں پہنچ جاتی ہے۔۳ یعنی جنت کے داخلے کیلئے بالفعل عمل ہی شرط نہیں، تقدیری عمل بھی کافی ہے کہ اگر وہ زندہ رہتے تو مسلمان کے بچے تھے اچھے ہی کام کرتے اس بنا پر جنت میں جائیں گے بلکہ بعض گناہگار نیک کاروں کے طفیل جنتی ہیں جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے۔۴ یعنی ان کے ساتھ دوزخ میں۔۵ کہ اگر وہ زندہ رہتے تو کافر کے بچے تھے کفر ہی کرتے جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ یہ جز وان آیات سے منسوخ ہے جن میں فرمایا کہ بلا جرم دوزخ نہ دی جائے گی یہ بارہا عرض کیا جا چکا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ (۱۵،۱۷) اور ہم عذاب کرنے والے نہیں۔ (کنزالایمان)

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَائِدَةُ وَالْمَوْءُوْدَةُ فِي النَّارِ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۱۰۴) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندہ دفن کرنے والی ماں اور زندہ دفن کی ہوئی بچی دونوں دوزخ میں ہیں۔۱ (ابوداؤد)

(۱۰۴)۱ مالدار کفار عرب اپنی لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ گاڑ دیتے تھے، حدیث کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ یہ ماں اور بچی دونوں جہنمی۔ ماں کفر حقیقی کی وجہ سے اور بچی کفر حکمی کی بنا پر، تب تو اس کی تحقیق وہ ہے جو پہلے گزر چکی۔ ایک احتمال یہ ہے کہ وَائِدَةُ سے مراد وہ جنانے والی دائی جو بچی کو دفن کراتی تھی اور مَوْءُوْدَةُ سے مراد وہ ماں جس کی بچی دفن کی گئی، تو یہ حدیث بالکل ظاہر ہے کہ دونوں عورتیں اپنے اپنے کفر کی بنا پر جہنم میں گئیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فَرَغَ اِلٰى كُلِّ عَبْدٍ مِّنْ خَلْقِهٖ مِنْ خَمْسٍ مِّنْ اَجَلِهٖ وَعَمَلِهٖ وَمَضْجَعِهٖ وَاَثَرِهٖ وَرِزْقِهٖ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۱۰۵) روایت ہے ابوالدرداء سے۱ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں ہر بندہ کے متعلق پانچ چیزوں سے فارغ ہو چکا ہے۔۲ اس کی موت سے اس کے عمل سے۳ جگہ[illegible] سے۴ [illegible] اور [illegible] رزق سے۔ (احمد)

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(۱۰۵)۱؎ آپ کا نام شریف عویمر ابن عامر ہے انصاری ہیں، خزرجی ہیں، درداء ان کی بیٹی کا نام ہے یہ اپنے گھر والوں میں سب سے پیچھے ایمان لائے، فقیہ، عابد صحابی ہیں، شام میں قیام فرمایا ۳۲ھ میں دمشق میں وفات پائی وہیں مدفون ہیں ۲؎ یعنی اٹل فیصلہ فرماچکا ورنہ ربّ تعالٰی مشغولیت اور فراغت سے پاک ہے اگرچہ ربّ تعالٰی کا فیصلہ ہر قسم کا ہو چکا ہے مگر خصوصیت سے ان پانچوں کا ذکر اس لئے فرمایا کہ انسان کو ان کی فکر زیادہ رہتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم ان فکروں میں زندگی برباد کیوں کرتے ہو۔ جو فیصلہ ہو چکا وہ ہو کر رہے گا۔ ۳؎ کہ کیا کرے گا اور کہاں اور کب مرے گا۔ ۴؎ مضجع کے معنی ہیں پہلو رکھنے کی جگہ یعنی خوابگاہ۔ اثر، نشان، قدم کو کہتے ہیں یعنی کہاں رہے گا اور کہاں پھرے گا، کہاں کہاں جائے گا اور کہاں دفن ہو گا یا دفن بھی نہ ہو گا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ تَكَلَّمَ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الْقَدْرِ سُئِلَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ لَّمْ يَتَكَلَّمْ فِيْهِ لَمْ يُسْأَلْ عَنْهُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ

(۱۰۶) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو مسئلہ تقدیر میں بحث کرے گا اس سے قیامت میں اس کی بازپرس ہو گی ۱؎ اور جو اس میں بحث نہ کرے گا اس سے پرسش نہ ہو گی ۲؎ (ابن ماجہ)

(۱۰۶)۱؎ بطور عتاب کہ تو نے اس میں اپنا وقت ضائع کیوں کیا اور اس میں بحث کیوں کی؟ خیال رہے کہ لوگوں کو گمراہ کرنے یا ان کے دلوں میں شک ڈالنے کیلئے یا جو لوگ کم عقل ہوں ان کے سامنے مسئلہ تقدیر چھیڑنا جرم ہے وہی یہاں مراد ہے مگر اس مسئلے کی تحقیق کرنے شک دفع کرنے کیلئے بحث کرنا حق اور باعث ثواب ہے، لہٰذا وہ صحابہ یا علماء معتوب نہیں جنہوں نے اس مسئلہ پر گمراہوں سے مناظرے کئے یا کتابیں تصنیف کیں۔ ۲؎ عوام کیلئے ضروری ہے کہ اس کو مانیں بحث نہ کریں ہم ماننے کے مکلف ہیں نہ کہ بحث کے یہی حکم ربّ تعالٰی کی ذات و صفات کے مسئلے کا بھی ہے۔ شعر:

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا ۔۔۔ پہچان گیا میں تری پہچان یہی ہے

وَعَنِ ابْنِ الدَّيْلَمِيِّ قَالَ اَتَيْتُ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَقُلْتُ لَهٗ قَدْ وَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ شَيْءٌ مِّنَ الْقَدْرِ فَحَدِّثْنِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّذْهِبَهٗ مِنْ قَلْبِيْ فَقَالَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ عَذَّبَ اَهْلَ سَمٰوٰتِهٖ وَاَهْلَ اَرْضِهٖ عَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَّهُمْ وَلَوْ رَحِمَهُمْ كَانَتْ رَحْمَتُهٗ خَيْرًا لَّهُمْ مِّنْ اَعْمَالِهِمْ وَلَوْ اَنْفَقْتَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا قَبِلَهُ اللّٰهُ مِنْكَ حَتّٰى تُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ وَتَعْلَمَ اَنَّ مَا اَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِّيُخْطِئَكَ وَاَنَّ مَا اَخْطَاَكَ لَمْ يَكُنْ لِّيُصِيْبَكَ وَلَوْ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ هٰذَا لَدَخَلْتَ النَّارَ قَالَ ثُمَّ اَتَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ

(۱۰۷) روایت ہے ابن دیلمی سے ۱؎ فرماتے ہیں میں ابی ابن کعب ۲؎ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میرے دل میں تقدیر کے متعلق کچھ شکوک پڑ گئے ۳؎ مجھے کوئی حدیث سنایئے شاید اللہ میرے دل سے وہ دور فرمادے ۴؎ فرمایا اگر اللہ تعالٰی اپنے آسمانی اور زمینی بندوں کو عذاب دے تو وہ ان پر ظالم نہیں ۵؎ اور اگر ان پر رحم فرمادے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہے ۶؎ اور اگر تم احد برابر سونا اللہ کی راہ میں خیرات کرو تو اللہ قبول نہ کرے گا جب تک تم تقدیر پر ایمان نہ لاؤ ۷؎ اور یہ نہ جان لو کہ جو تمہیں پہنچا وہ تم سے بچ سکتا نہ تھا اور جو تم سے بچ گیا وہ تمہیں پہنچ سکتا نہ تھا ۸؎ اور اگر تم اس کے سوا کوئی اور عقیدے پر مرے تو دوزخ میں جاؤ گے۔ فرماتے ہیں پھر میں عبداللہ ابن مسعود کے پاس گیا تو انہوں نے بھی

https://archive.org/details/@madni_library

مِثْلَ ذٰلِكَ قَالَ ثُمَّ اَتَيْتُ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ اَتَيْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَحَدَّثَنِيْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذٰلِكَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ

یہ ہی فرمایا پھر میں حذیفہ ابن یمان کے پاس گیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا پھر میں زید ابن ثابت ۹ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کی ۱۰ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۱۰۷) ۱ آپ کا نام ابوعبداللہ یا ابوعبدالرحمٰن ہے ابن فیروز دیلمی حمیری فارسی النسل ہیں آپ کے والد فیروز نے اسود عنسی کو قتل کیا جو مدعی نبوت تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض وفات شریف میں جب اس قتل کی خبر پہنچی تو فرمایا کہ اسے نیک بندے نے قتل کیا، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ۵۰ ھ میں انتقال ہوا، دیلمی صحابی ہیں اور ان کے بیٹے ابوعبدالرحمٰن تابعی، دیلم ایک پہاڑ کا نام ہے۔ ۲ آپ قرآء صحابہ میں سے ہیں، انصاری ہیں، خزرجی ہیں، کاتب وحی رہے ہیں ان چھ صحابہ میں سے جو حضور کے زمانہ پاک میں حافظ قرآن تھے اور حضور نے آپ کی کنیت ابوالمنذر رکھی تھی اور عمر فاروق نے ابوطفیل، حضور آپ کو سید الانصار اور حضرت عمر سید المسلمین کہتے تھے، مدینہ منورہ میں خلافت فاروقی ۱۹ھ میں وفات پائی۔ ۳ کہ جب ہر چیز لکھی جا چکی اور وہ ہو کے رہے گی، تو شریعت کے احکام کس لئے ہیں اور سزا جزا کیوں ہے شاید یہ شبہات قدریوں کی صحبت سے پیش آئے ہوں۔ ۴ اس سے معلوم ہوا کہ علماء کی خدمت میں جانا ان سے مسائل پوچھنا اپنے شکوک نکالنا سنت صحابہ ہے۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: فَسْئَلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (۱۶، ۴۳) تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں (کنزالایمان) ۵ یعنی کیوں اور کیسے میں غور نہ کرو بلکہ یہ ایمان رکھو کہ ربّ مالک حقیقی ہے اپنی ملکیت میں جو چاہے تصرف کرے، ہم بکری ذبح کر لیتے ہیں، درختوں کو کاٹ کر جلا لیتے ہیں، کمہار ایک مٹی کو پیالہ بناتا ہے جو پانی میں رہے، دوسری کو ہانڈی جو آگ پر جلے، جب یہ کوئی ظلم نہیں، تو اگر ربّ تعالٰی ہمیں بے قصور جہنم میں ڈال دے تو ظالم کیوں ہو؟ خیال رہے کہ یہ فرضی گفتگو ہے جیسے ربّ تعالٰی فرماتا ہے: قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ (۴۳، ۸۱) تم فرماؤ بفرض محال رحمٰن کے کوئی بچہ ہوتا تو سب سے پہلے میں پوجتا۔ (کنزالایمان) ورنہ انبیاء کرام اور جن سے جنت کا وعدہ ہو چکا ان کا عذاب پانا ایسا ہی ناممکن ہے جیسا ربّ کا شریک، ربّ تعالٰی جھوٹ سے پاک ہے، یہاں صرف یہ فرمایا گیا کہ بفرض محال اگر انہیں عذاب دے تو بھی ظالم نہیں کہ ظالم وہ جو دوسرے کی ملک میں بلاوجہ تصرف کرے۔ ۶ یعنی اگر سارے بندوں کفار مرتدین وغیرہم کو بخش دے تو یہ اس کا رحم ہے، یہ کلام بھی فرضی ہے ورنہ ابلیس، فرعون، ابوجہل وغیرہ کا جنتی ہونا ناممکن ہے۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ (۷، ۴۰) اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں جب تک سوئی کے ناکے اونٹ داخل نہ ہو (کنزالایمان) ۷ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ تقدیر کا انکار کفر ہے اور منکر کافر اسی لئے بعض علماء نے قدریوں کو کافر کہا ہے دوسرے یہ کہ کافر کی کوئی نیکی قبول نہیں جیسے بے وضو کی نماز درست نہیں، تیسرے یہ کہ زمانہ صحابہ میں اس قسم کے مسائل چھڑ گئے تھے جن کی تردید صحابہ کبار کرتے تھے۔ ۸ یعنی ہر مصیبت اور راحت ربّ تعالٰی کے ارادہ سے ہے اسباب کچھ بھی ہوں لہٰذا یہ نہ کہو کہ اگر اسے بخار نہ آتا تو نہ مرتا، یا اگر میں فلاں کام کر لیتا تو بیمار نہ ہوتا، موت بھی ربّ کی طرف سے ہے اور بخار بھی، بیماری بھی ربّ تعالٰی کی طرف سے ہے اور وہ کام بھی ۹ آپ انصاری ہیں، کاتب وحی ہیں، علم فرائض کے بڑے عالم ہیں، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قرآن کے جامع عہد عثمانی میں مصحفوں میں قرآن کے ناقلین میں آپ بھی ہیں۔ ۵۶ سال کی عمر پا کر ۴۵ھ میں مدینہ پاک میں وفات پائی۔ ۱۰ لہٰذا یہ حدیث مرفوع

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ہے اگرچہ ان تین صحابہ نے اس رفع کا اظہار نہ فرمایا۔

وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ رَجُلًا اَتٰى اِبْنَ عُمَرَ فَقَالَ اِنَّ فُلَانًا يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ فَقَالَ اِنَّهٗ بَلَغَنِيْ اَنَّهٗ قَدْ اَحْدَثَ فَاِنْ كَانَ قَدْ اَحْدَثَ فَلَا تُقْرِئْهُ مِنِّي السَّلَامَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ اَوْ فِيْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ خَسْفٌ وَّ مَسْخٌ اَوْقَذْفٌ فِيْ اَهْلِ الْقَدَرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

(۱۰۸) روایت ہے حضرت نافع سے[1] کہ ایک شخص حضرت ابن عمر کے پاس آیا بولا کہ فلاں آپ کو سلام کہتا ہے۔[2] فرمایا میں نے سنا ہے وہ بدعتی ہو گیا۔[3] اگر واقعی وہ بدعتی ہو گیا تو اسے میرا سلام نہ کہنا۔[4] میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میری امت میں یا اسی امت میں دھنسنا' صورت بدلنا' پتھر برسنا ہوگا قدریوں میں۔ اسے ترمذی' ابوداؤد اور ابن ماجہ نے نقل کیا۔ ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔[5]

(۱۰۸)[1] آپ نافع ابن سرجس دیلمی ہیں۔ سیدنا عبداللہ ابن عمر کے آزاد کردہ غلام جلیل القدر تابعی ہیں۔ امام مالک اور دیگر ائمہ نے آپ سے روایتیں کیں' بڑے زاہد' عالم' متقی ہیں۔ عبداللہ ابن عمر کی اکثر روایتوں کے آپ ہی راوی ہیں۔ ۱۱۷ھ میں وفات ہوئی۔[2] معلوم ہوا کہ کسی کے ذریعہ سلام کہلا کر بھیجنا جائز ہے اب بھی بعض لوگ حاجیوں کے ذریعہ حضور علیہ السلام کے روضہ انور پر سلام کہلواتے ہیں۔[3] یعنی اس نے دین میں نیا عقیدہ ایجاد یا اختیار کیا ہے کہ تقدیر کا منکر ہو گیا ہے اور قدریہ بن گیا' معلوم ہوا کہ قدریہ مذہب بڑا پرانا ہے' زمانہ صحابہ میں پیدا ہو چکا تھا۔[4] یعنی میری طرف سے جواب سلام نہ پہنچانا' اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بدعت سیئہ ان برے عقائد کا نام ہے جو اسلام میں ایجاد کئے جائیں جس بدعت یا بدعتی کی سخت برائیاں آئی ہیں اس سے یہی مراد ہے۔ دیکھو حضرت ابن عمر نے انکار تقدیر کے عقیدے کو بدعت فرمایا' دوسرے یہ کہ عہد صحابہ میں جو بدعقیدگیاں ایجاد ہوئیں وہ بھی بدعت ہیں کہ قدریہ مذہب' اگرچہ اس خیر القرون میں نمودار ہوا مگر بدعت ہوا' بدعت کیلئے خیر القرون کے بعد ہونا شرط نہیں' حضرت عمر فاروق نے تراویح کی باقاعدہ جماعت کو جو آپ نے ایجاد فرمائی تھی بدعت حسنہ فرمایا۔ تیسرے یہ کہ بدعتی بے دین کو نہ سلام کیا جائے نہ جواب سلام۔[5] یعنی چند اسنادوں سے مروی ہے ایک اسناد سے حسن ہے' دوسری سے صحیح' تیسری سے غریب۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَأَلَتْ خَدِيْجَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَلَدَيْنِ مَاتَا لَهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمَا فِي النَّارِ قَالَ فَلَمَّا رَاَى الْكَرَاهَةَ فِيْ وَجْهِهَا قَالَ لَوْرَاَيْتِ مَكَانَهُمَا لَاَبْغَضْتِهِمَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَوُلْدِيْ مِنْكَ قَالَ فِي الْجَنَّةِ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَوْلَادَهُمْ فِي الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ وَ اَوْلَادَهُمْ فِي

(۱۰۹) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ بی بی خدیجہ نے[1] نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بچوں کے متعلق پوچھا جو زمانہ جاہلیت میں فوت ہو چکے تھے۔[2] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دونوں آگ میں ہیں۔[3] فرماتے ہیں جب حضور علیہ السلام نے ان کے چہرے میں غم کے آثار دیکھے تو فرمایا کہ اگر تم ان کا ٹھکانہ دیکھتیں تو ان سے نفرت کرتیں۔[4] انہوں نے عرض کیا اچھا آپ سے جو میرے بچے[5] ہیں فرمایا وہ جنت میں ہیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان اور ان کی اولاد جنت میں ہے۔[6] اور کفار اور

https://archive.org/details/@madni_library

النَّارِ ثُمَّ قَرَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْھُمْ ذُرِّیَّتُھُمْ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

ان کی اولاد دوزخ میں پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد ان کے تابع ہے ۷ (احمد)

(۱۰۹) ۱ آپ مسلمانوں کی پہلی ماں ہیں، نام شریف خدیجہ، بنت خویلد ابن اسد ہے، قرشیہ ہیں، قصی ابن کلاب میں حضور سے مل جاتی ہیں، اولاً ابو ہالہ ابن زرارہ کے نکاح میں تھیں پھر عتیق ابن عائذ سے نکاح کیا، پھر چالیس سال کی عمر میں حضور کے نکاح میں رہیں۔ حضور نے سب سے پہلے ان ہی سے نکاح کیا اور ان کی موجودگی میں کسی بیوی سے نکاح نہ فرمایا، سب سے پہلے آپ ہی حضور پر ایمان لائیں۔حضور کی ساری اولاد بجز، حضرت ابراہیم آپ ہی سے ہے۔ ۲۵ سال حضور کے نکاح میں رہیں۔ ۶۵ سال کی عمر پا کر ہجرت سے چار سال پہلے مکہ معظمہ میں وفات پائی، جنت معلٰی کے دوسرے حصے میں دفن کی گئیں۔ قبر شریف زیارت گاہ خلق ہے۔ فقیر نے حاضری دی ہے۔ ۲ گزشتہ خاوندوں سے ظہور اسلام سے پہلے ۳ کیونکہ ان کے باپ بھی مشرک تھے اور اے خدیجہ اس وقت تم بھی مشرکہ تھیں لہٰذا نہ وہ خود مومن ہو سکے نہ ماں باپ کے تابع ہو کر جنتی، اس مسئلہ کی تحقیق اسی باب میں بارہا کی جا چکی، خیال رہے کہ یہ خبر نہیں ہے بلکہ بیان قانون ہے یعنی قانوناً تمہارے وہ بیٹے جہنمی ہونے چاہئیں لہٰذا یہ حدیث ان آیات سے منسوخ ہے جن میں فرمایا گیا کہ ہم بغیر جرم کسی کو عذاب نہیں دیتے۔ ۴ یعنی تمہیں ان سے مادری محبت اور ان کے عذاب پر غم جبھی تک ہے جب تک تم نے ان کا ٹھکانہ دیکھا نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ جنتی ماں باپ اور دوزخی اولاد میں قطعاً محبت نہ ہوگی، وہاں محبت رشتہ ایمان سے ہوگی نہ کہ رشتہ جان سے۔ ۵ طیب و طاہر و قاسم جو بچپن میں فوت ہو گئے، ظہور اسلام سے قبل ۶ یہ حدیث اس حدیث کی ناسخ ہے جس میں فرمایا گیا تھا کہ مسلمانوں کے چھوٹے بچے اپنے مقدرہ اعمال کے مطابق جنتی یا دوزخی ہیں۔ ۷ اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اگر ماں باپ میں سے کوئی مسلمان ہو تو بچہ مومن ہوگا، دوسرے یہ کہ بچہ ماں باپ کے ساتھ رہے گا۔ ماں باپ کو کمی نہ دی جائے گی۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰہُ اٰدَمَ مَسَحَ ظَھْرَہٗ فَسَقَطَ عَنْ ظَھْرِہٖ کُلُّ نَسَمَۃٍ ھُوَ خَالِقُھَا مِنْ ذُرِّیَّتِہٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَجَعَلَ بَیْنَ عَیْنَیْ کُلِّ اِنْسَانٍ مِّنْھُمْ وَبِیْصًا مِّنْ نُّوْرٍ ثُمَّ عَرَضَھُمْ عَلٰی اٰدَمَ فَقَالَ اَیْ رَبِّ مَنْ ھٰؤُلَآءِ قَالَ ذُرِّیَّتُكَ فَرَاٰی رَجُلًا مِّنْھُمْ فَاَعْجَبَہٗ وَبِیْصُ مَا بَیْنَ عَیْنَیْہِ قَالَ اَیْ رَبِّ مَنْ ھٰذَا قَالَ دَاوٗدُ فَقَالَ اَیْ رَبِّ کَمْ جَعَلْتَ عُمُرَہٗ قَالَ سِتِّیْنَ سَنَۃً قَالَ رَبِّ زِدْہُ مِنْ عُمُرِیْ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا انْقَضٰی عُمُرُ اٰدَمَ اِلَّا اَرْبَعِیْنَ جَآءَہٗ مَلَكُ الْمَوْتِ فَقَالَ اٰدَمُ اَوَلَمْ یَبْقَ مِنْ عُمُرِیْ

(۱۱۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب اللہ نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو ان کی پشت سے تا قیامت ان کی اولاد کی روحیں نکلیں جنہیں اللہ پیدا فرمانے والا ہے اور ان میں سے ہر انسان کی دو آنکھوں کے بیچ نور کی چمک دی ۱ پھر انہیں آدم پر پیش فرمایا وہ بولے اے رب یہ کون ہیں فرمایا تمہاری اولاد ۲ ان میں ایک شخص کو دیکھا تو ان کی آنکھوں کے درمیان کی چمک پسند آئی۔ ۳ بولے اے ربّ یہ کون ہے فرمایا حضرت داؤد بولے اے رب ان کی عمر کتنی مقرر فرمائی ہے فرمایا ساٹھ سال۔ ۴ عرض کیا مولا میری عمر میں سے چالیس سال انہیں بڑھا دے۔ ۵ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب آدم کی عمر ماسوائے چالیس سال پوری ہوئی تو ان کی خدمت میں فرشتہ موت حاضر ہوا ۶ آدم بولے کیا ابھی میری عمر کے چالیس سال باقی نہیں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اَرْبَعُوْنَ سَنَةً قَالَ اَوَلَمْ تُعْطِهَا ابْنَكَ دَاوٗدَ فَجَحَدَ اٰدَمُ فَجَحَدَتْ ذُرِّيَّتُهٗ وَنَسِيَ اٰدَمُ فَاَكَلَ مِنَ الشَّجَرَةِ فَنَسِيَتْ ذُرِّيَّتُهٗ وَخَطَا اٰدَمُ وَخَطَاَتْ ذُرِّيَّتُهٗ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

فرمایا کیا وہ تم اپنے فرزند داؤد کو نہ دے چکے۔ ۷ حضرت آدم انکاری ہوئے اس لئے ان کی اولاد انکار کرنے لگی۔ ۸ حضرت آدم بھول کر درخت سے کھا گئے لہٰذا ان کی اولاد بھولنے لگی۔ حضرت آدم نے خطا کی تو ان کی اولاد خطائیں کرنے لگی۔ ۹ (ترمذی)

(۱۱۰) ۱ فطری نور یعنی فطرۃ سلیمہ کا نور چہرے پر نمودار ہوا' خیال رہے کہ سقط یعنی گرا ہوا حمل اس میں داخل نہیں' کیونکہ اس میں روح پھونکی ہی نہ گئی' جس بچہ میں روح پھونکی جائے وہ دکھایا گیا' یہ تمام کارروائی حضرت آدم کو مطلع فرمانے کیلئے کی گئی' رب تعالٰی تو ہمیشہ سے علیم و خبیر ہے۔ ۲ اس سے معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام نے اپنی ساری اولاد کو دیکھ بھی لیا' پہچان بھی لیا اور ان کے انجام سے اطلاع بھی پالی کہ فلاں جنتی ہے فلاں دوزخی۔ ۳ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی چمکیں مختلف تھیں اور حضرت آدم کو داؤد علیہ السلام کی چمک پسند آنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی چمک ہمارے حضور کی چمک سے زیادہ یا افضل ہو' حسن واقعی اور چیز ہے۔ پسند آنا کچھ اور لیلٰی سے بڑھ کر حسین عورتیں موجود تھیں مگر عاشق کی آنکھ میں وہی مرغوب تھی (اشعۃ اللمعات) ۴ معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی اپنے مقبولوں کو اپنے خاص علوم عطا فرماتا ہے کیونکہ مقدار عمر علوم خمسہ میں ہے جو رب العالمین نے سیدنا آدم کے پوچھنے پر بتا دی۔ ۵ آدم علیہ السلام کی عمر ایک ہزار سال تھی' آپ نے عرض کیا کہ میری عمر نو سو ساٹھ سال کر دے اور داؤد علیہ السلام کی عمر پورے سو سال' یہ دعا رب نے قبول فرمائی' معلوم ہوا کہ نبی کی دعا سے عمریں گھٹ بڑھ جاتی ہیں' ان کی شان تو بہت ارفع ہے شیطان کی دعا سے اس کی عمر بڑھ گئی' کہ اس نے عرض کیا تھا اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (۷'۱۴) مجھے فرصت دے اس دن تک کہ لوگ اٹھائے جائیں (کنزالایمان) رب تعالٰی نے اس کی دعا قبول کرتے ہوئے فرمایا فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ (۱۵'۳۷) فَاِنَّكَ کی ف سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زیادتی عمر اس کی دعا سے ہوئی' رہی وہ آیت کریمہ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (۷'۳۴) تو جب ان کا وعدہ آئے گا ایک گھڑی نہ پیچھے ہو نہ آگے (کنزالایمان) وہ اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ آیت میں تقدیر مبرم یعنی علم الٰہی کا ذکر ہے اور یہاں تقدیر معلق کی تحریر کا ذکر یا آیت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے اختیار سے اپنی عمر کم و بیش نہیں کر سکتا اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بندوں کی دعا سے عمریں رب گھٹا بڑھا دیتا ہے آخر عیسٰی علیہ السلام مردوں کو زندہ فرماتے تھے انہیں آپ کی دعا سے نئی عمریں مل جاتی تھیں سچ ہے دعا سے تقدیر پلٹ جاتی ہے۔ ۶ یعنی جب آپ کے نو سو ساٹھ سال پورے ہوئے تو حضرت عزرائیل نے حاضر ہو کر آپ کو موت کا پیغام سنایا؟ معلوم ہوا کہ انبیاء کی وفات ہماری طرح جبراً نہیں ہوتی بلکہ فرشتہ موت ظاہر ظہور خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور ان کی اجازت سے جان قبض کرتے ہیں ان کی وفات اختیاری ہے۔ ۷ معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کو اپنی عمر معلوم تھی کہ کل اتنی ہو گی یہ علوم خمسہ میں سے ہے یہ بھی معلوم ہوا انبیاء کرام کی وفات ان کی رضا سے سمجھا بجھا کر ہوتی ہے۔ ہم سے ملک الموت کبھی حساب کتاب نہیں کرتے۔ ۸ یعنی آدم علیہ السلام اپنا یہ عطیہ بھول گئے اس بنا پر کہا کہ مجھے اپنا یہ عطیہ دینا یاد نہیں' یاد کا انکار ہے نہ کہ دینے کا' رب کی خبر کا انکار کفر ہو جاتا ہے لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں' انبیائے کرام کی بھول بھی رب کی طرف سے ہوتی ہے جس میں ہزار ہا حکمتیں ہیں۔ ۹ یعنی آدم علیہ السلام سے درخت کی تعیین میں اجتہادی خطا ہوئی اور سمجھے کہ رب نے خاص اس درخت کے پھل سے منع فرمایا ہے اور میں دوسرے درخت سے پھل کھا رہا ہوں حالانکہ ممانعت جنس درخت سے تھی (مرقات) یا یہ سمجھے کہ مجھے کھانے سے منع نہیں کیا گیا بلکہ قریب جانے سے کچھ بھی ہو

https://archive.org/details/@madni_library

ہوا دھوکہ ہی' وہی خطا اور نسیان آج تک انسانوں میں چلی آ رہی ہے اس حدیث میں یہ نہیں بتایا گیا کہ پھر فیصلہ کیا ہوا۔ ظاہر یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کو بھی ہزار سال عمر دی گئی اور داؤد علیہ السلام کو بھی سو برس' آپ کی زبان خالی نہ گئی' اگر آدم علیہ السلام ویسے ہی فرما دیتے کہ مجھے ہزار سال دنیا میں اور رہنا ہے تو آپ کی بات مان لی جاتی' جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے واقعہ سے معلوم ہو گا۔

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خَلَقَ اللّٰہُ اٰدَمَ حِیْنَ خَلَقَہٗ فَضَرَبَ کَتِفَہُ الْیُمْنٰی فَاَخْرَجَ ذُرِّیَّۃً بَیْضَآءَ کَاَنَّھُمُ الذَّرُّ وَضَرَبَ کَتِفَہُ الْیُسْرٰی فَاَخْرَجَ ذُرِّیَّۃً سَوْدَآءَ کَاَنَّھُمُ الْحُمَمُ فَقَالَ لِلَّذِیْ فِیْ یَمِیْنِہٖ اِلَی الْجَنَّۃِ وَلَا اُبَالِیْ وَقَالَ لِلَّذِیْ فِیْ کَتِفِہِ الْیُسْرٰی اِلَی النَّارِ وَلَا اُبَالِیْ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

(۱۱۱) روایت ہے حضرت ابودرداء سے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جب اللہ نے آدم کو پیدا کیا تو ان کے داہنے کندھے پر دست قدرت لگایا جس سے سفید رنگ کی اولاد چیونٹیوں کی طرح نکالی اور ان کے بائیں کندھے پر مارا تو کالی اولاد کوئلے کی طرح نکالی۔[۱] پھر داہنے والوں کے متعلق فرمایا کہ یہ جنت کی طرف ہیں مجھے پروا نہیں بائیں کندھے والوں کے متعلق فرمایا یہ دوزخ کی طرف ہیں مجھے پروا نہیں[۲]۔ (احمد)

(۱۱۱)[۱] یہ واقعہ کئی بار ہوا ایک بار میں ساری ذریت کی پیشانی میں نور فطری کی چمک تھی اس بار کفار بالکل سیاہ تھے اور مومن سفید' لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں (مرقاۃ) ان کے دل کا حال چہروں پر نمودار تھا ایسا ہی قیامت میں ہو گا کہ کفار کالے اور مومن سفید ہوں گے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ آدم علیہ السلام کی پشت میں تمام انسانوں کی روحیں اور اجزاء اصلیہ موجود تھے۔ داہنی طرف مومنوں کے اور بائیں طرف کافروں کے' دوسرے یہ کہ آدم علیہ السلام کو تمام جنتیوں اور دوزخیوں کا علم دیا گیا۔[۲] یعنی مخلوق کے جنتی ہونے سے ہمارا کچھ نفع نہیں اور جہنمی ہونے سے کچھ نقصان نہیں خود ان کا ہی نفع نقصان ہے نیز اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں نہ اس سے کوئی پوچھ گچھ کر سکتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ نَضْرَۃَ اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَالُ لَہٗ اَبُوْ عَبْدِاللّٰہِ دَخَلَ عَلَیْہِ اَصْحَابُہٗ یَعُوْدُوْنَہٗ وَھُوَ یَبْکِیْ فَقَالُوْا لَہٗ مَا یُبْکِیْکَ اَلَمْ یَقُلْ لَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُذْ مِنْ شَارِبِکَ ثُمَّ اَقِرَّہٗ حَتّٰی تَلْقَانِیْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ قَبَضَ بِیَمِیْنِہٖ قَبْضَۃً وَّاُخْرٰی بِالْیَدِ الْاُخْرٰی وَقَالَ ھٰذِہٖ لِھٰذِہٖ وَھٰذِہٖ لِھٰذِہٖ وَلَا اُبَالِیْ وَلَا اَدْرِیْ فِیْ اَیِّ الْقَبْضَتَیْنِ اَنَا (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

(۱۱۲) روایت ہے حضرت ابی نضرہ سے[۱] کہ حضور کے صحابہ میں سے ایک صاحب جنہیں ابوعبداللہ کہا جاتا تھا ان کی بیمار پرسی کیلئے ان کے دوست گئے وہ رو رہے تھے۔[۲] تو یہ حضرت بولے کیوں روتے ہو؟ کیا تم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا تھا اپنی مونچھیں کٹواؤ پھر اس کے پابند رہو یہاں تک کہ مجھے ملو۔[۳] وہ بولے ہاں لیکن میں نے رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو فرماتے سنا کہ اللہ عزوجل نے اپنے داہنے ہاتھ میں ایک مٹھی لی اور دوسری دوسرے ہاتھ میں[۴] اور فرمایا کہ یہ اس کیلئے ہے اور یہ اس کیلئے[۵] اور مجھے پروا نہیں اور مجھے خبر نہیں کہ میں کون سی مٹھی میں تھا[۶] (احمد)

(۱۱۲)[۱] آپ نضرہ ابن منذر ابن مالک جو عبدی ہیں جلیل القدر تابعی ہیں خواجہ حسن بصری سے کچھ پہلے بصرہ میں پیدا ہوئے۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

۱۰۷ھ میں وہیں وفات پائی۔ ۲؎ موت کے خوف یا بیماری کی تکلیف سے نہیں بلکہ خوف خدا سے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے اس وقت یہ حالت اللہ کی خاص رحمت ہے ان صحابی کا نام معلوم نہ ہوسکا۔ ظاہر ہے کہ عیادت کرنے والے حضرات صحابہ کرام بھی تھے اور تابعین بھی۔ ۳؎ یعنی اے صحابی رسول تمہیں آئندہ کا کیا کھٹکا ہے تمہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوخوشخبریاں دی ہیں ایک یہ کہ تم جنتی ہو، دوسرے یہ کہ تم جنت میں حضور کے قرب کے مستحق ہو، خیال رہے کہ داڑھی بڑھانا اور مونچھ کتروانا اتنا کہ اوپر کے ہونٹ کا سارا کنارا کھل جائے سنت موکدہ بلکہ واجب ہے اور اس کی پابندی جنتی ہونے اور حضور کے قرب ملنے کا ذریعہ ہے جیسے کہ ترک سنت کی عادت حضور علیہ السلام سے دوری کا سبب ہے۔ ۴؎ دست قدرت کی ان مٹھیوں میں انسانوں کی روحیں تھیں یہ حدیث متشابہات میں سے ہے۔ ربّ تعالیٰ مٹھی کے ظاہری معنی سے پاک ہے۔ ۵؎ یعنی داہنی مٹھی والے جنت کیلئے ہیں اور بائیں والے دوزخ کیلئے۔ ۶؎ داہنی میں یا بائیں میں لہٰذا میں جنتی ہوں یا دوزخی، یہاں علم کی نفی نہیں بلکہ درایت کی نفی ہے، درایت اٹکل اور قیاس سے جاننے کو کہتے ہیں۔ حضور کی بشارت سے ان کو اپنے جنتی ہونے کا علم یقینی حاصل ہو چکا تھا، آج صدیق اور فاروق کے جنتی ہونے پر ہمارا ایمان ہے جو ان کے جنتی ہونے میں شک کرے وہ بے ایمان ہے آپ کے جواب کا مقصد یہ ہے کہ اس مٹھیوں والی حدیث میرے سامنے ہونے کی وجہ سے میری نظر اس بشارت پر رہی ہی نہ تھی اس لئے میں رو رہا تھا، خیال رہے کہ ان صحابہ کا یا خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خوف، خوف جلال ہے نہ کہ خوف عتاب، انہیں خدا کے وعدوں پر بے اعتباری نہ تھی جیسے وزیراعظم کو دربار شاہی کی ہیبت ہوتی ہے جو خدا کے وعدوں پر اعتماد نہ کرے وہ کافر ہے، خوف جلال، قوت ایمانی کی دلیل ہے، موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے ایذاء کا خوف تھا اگرچہ رب نے ان کی حفاظت کا وعدہ فرما لیا تھا لہٰذا اس حدیث سے مسئلہ امکان کذب ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَخَذَ اللّٰهُ الْمِيْثَاقَ مِنْ ظَهْرِ اٰدَمَ بِنَعْمَانَ يَعْنِيْ عَرَفَةَ فَاَخْرَجَ مِنْ صُلْبِهٖ كُلَّ ذُرِّيَّةٍ ذَرَاَهَا فَنَثَرَهُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ كَالذَّرِّ ثُمَّ كَلَّمَهُمْ قُبُلًا قَالَ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غَافِلِيْنَ اَوْتَقُوْلُوْا اِنَّمَا اَشْرَكَ اٰبَآءُ نَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۱۱۳) روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے پشت آدم سے نعمان یعنی عرفات میں عہد لیا ۱؎ اس طرح کہ ان کی پشت سے ساری اولاد نکالی۔ انہیں حضرت آدم کے سامنے چیونٹیوں کی طرح بکھیر دیا ۲؎ پھر ان کے آمنے سامنے گفتگو فرمائی۔ فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب بولے ہاں ہم گواہ ہیں ۳؎ کہ کہیں قیامت کے دن یہ کہہ دو کہ ہم اس سے غافل تھے یا کہہ دو کہ شرک تو صرف ہمارے باپ دادوں نے کیا ہم تو ان کے بعد کی پیداوار تھے تو کیا تو ہم کو جھوٹوں کے جرموں سے ہلاک فرماتا ہے ۴؎ (احمد)

(۱۱۳) ۱؎ نعمان پہاڑ مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان سے شروع ہو کر عرفات تک پہنچتا ہے اس پہاڑ پر یہ واقعہ ہوا لہٰذا یہ حدیث بھی درست ہے کہ عرفات میں یہ عہد لیا گیا اور یہ بھی کہ طائف کے قریب لیا گیا ۲؎ تاکہ آدم علیہ السلام سب کو جان پہچان لیں اور یہ معاہدہ سن لیں اور دیکھ لیں ۳؎ رب اور بندوں کی یہ گفتگو بلاواسطہ اس طرح ہوئی کہ بندوں نے ربّ کو دیکھا جیسا کہ قُبُلًا سے معلوم ہوا، یہ اقرار ربوبیت سارے بندوں سے لیا گیا جن میں انبیاء، اولیاء، مومنین، کفار سب شامل تھے، حضور علیہ السلام کی اتباع کا عہد صرف انبیاء سے لیا

https://archive.org/details/@madni_library

گیا اور تبلیغ کا معاہدہ علمائے بنی اسرائیل سے، یہ تینوں عہد قرآن حکیم میں موجود ہیں ۲؎ یعنی توحید سے مراد تمہیں یہاں خبردار کر دیا گیا تم سے اس کا اقرار لے لیا گیا، اس کی یاددہانی کیلئے انبیاء اور کتابیں بھیجی جائیں گی، لہٰذا اب کوئی بھی معذور نہ ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ عقیدہ توحید ہر شخص پر لازم ہے اور کفار کے چھوٹے فوت شدہ بچے دوزخی نہیں۔

وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ قَالَ جَمَعَهُمْ فَجَعَلَهُمْ اَزْوَاجًا ثُمَّ صَوَّرَهُمْ فَاسْتَنْطَقَهُمْ فَتَكَلَّمُوْا ثُمَّ اَخَذَ عَلَيْهِمُ الْعَهْدَ وَ الْمِيْثَاقَ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ فَاِنِّيْٓ اُشْهِدُ عَلَيْكُمُ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَالْاَرَضِيْنَ السَّبْعَ وَاُشْهِدُ عَلَيْكُمْ اَبَاكُمْ اٰدَمَ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَمْ نَعْلَمْ بِهٰذَا اعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ غَيْرِيْ وَلَا رَبَّ غَيْرِيْ وَلَا تُشْرِكُوْا بِيْ شَيْئًا اِنِّيْ سَاُرْسِلُ اِلَيْكُمْ رُسُلِيْ يُذَكِّرُوْنَكُمْ عَهْدِيْ وَمِيْثَاقِيْ وَاُنْزِلُ عَلَيْكُمْ كُتُبِيْ قَالُوْا شَهِدْنَا بِاَنَّكَ رَبُّنَا وَاِلٰهُنَا لَا رَبَّ لَنَا غَيْرُكَ فَاَقَرُّوْا بِذٰلِكَ وَرُفِعَ عَلَيْهِمْ اٰدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ فَرَاٰى الْغَنِيَّ وَالْفَقِيْرَ وَحَسَنَ الصُّوْرَةِ وَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَقَالَ رَبِّ لَوْلَا سَوَّيْتَ بَيْنَ عِبَادِكَ قَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ اَنْ اُشْكَرَ وَرَاَى الْاَنْبِيَآءَ فِيْهِمْ مِثْلُ السُّرُجِ عَلَيْهِمُ النُّوْرُ خُصُّوْا بِمِيْثَاقٍ اٰخَرَ فِي الرِّسَالَةِ وَالنُّبُوَّةِ وَهُوَ قَوْلُهٗ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ اِلٰى قَوْلِهٖ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ كَانَ فِيْ تِلْكَ الْاَرْوَاحِ فَاَرْسَلَهٗ اِلٰى مَرْيَمَ عَلَيْهَا السَّلَامُ فَحُدِّثَ عَنْ اُبَيٍّ اَنَّهٗ دَخَلَ مِنْ فِيْهَا رَوَاهُ اَحْمَدُ

(۱۱۴) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے ربّ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق جب آپ کے ربّ نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد نکالی فرمایا انہیں جمع کیا انہیں جوڑے بنایا۱؎ پھر انہیں صورت و گویائی دی۲؎ تو وہ بولے پھر ان سے عہد میثاق لیا اور انہیں خود ان کی ذات پر گواہ بنایا۳؎ کہ کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں بولے ہاں۔ فرمایا میں تم پر سات آسمانوں اور سات زمینوں کو اور تمہارے والد آدم کو گواہ بناتا ہوں۔۴؎ کہیں قیامت میں کہہ دو کہ ہم کو خبر نہ تھی جان لو میرے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ کوئی ربّ کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرانا۔ ۵؎ عنقریب تم تک اپنے پیغمبر بھیجوں گا جو تمہیں میرا عہد میثاق یاد دلائیں گے۔ ۶؎ اور تم پر اپنی کتابیں اتاروں گا ۷؎ بولے ہم اس کے گواہ ہیں کہ تو ہمارا ربّ ہمارا معبود ہے تیرے سوا نہ کوئی ہمارا ربّ ہے نہ معبود۔ ۸؎ پھر سب نے اس کا اقرار کیا ان پر آدم علیہ السلام کو انہیں دیکھنے کیلئے اٹھایا گیا۔ ۹؎ تو آپ نے امیر فقیر حسین وغیرہ دیکھے۔ ۱۰؎ تو عرض کیا اے ربّ تو نے اپنے بندوں میں برابری کیوں نہ کی فرمایا میں نے چاہا کہ شکر کیا جاؤں۔ ۱۱؎ ان میں نبیوں کو چراغوں کی طرح دیکھا جن پر نور تھا۔ ۱۲؎ ان سے دوسرا خصوصی عہد رسالت اور نبوت کے متعلق لیا گیا وہ ربّ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے اور جب ہم نے نبیوں سے ان کا عہد لیا الخ عیسیٰ ابن مریم کے قول تک ۱۳؎ حضرت عیسیٰ بھی ان روحوں میں تھے انہیں بی بی مریم کی طرف بھیجا حضرت ابی سے خبر ملی کہ آپ حضرت مریم کے منہ سے داخل ہوئے ۱۴؎ (احمد)

(۱۱۴) ۱؎ یعنی نر اور مادہ یا ان کی علیحدہ قسمیں کیں کافر، مومن، منافق سب الگ الگ۔ ۲؎ یعنی جس شکل وصورت پر دنیا میں ہوں گے وہی شکل انہیں دی گئی یا کافر کالے مومن سفید اور انبیاء نورانی بنائے گئے۔ آدم علیہ السلام کی پہچان کیلئے۔ ۳؎ ایک کو دوسرے پر گواہ یا ہر ایک کے اعضاء کو اس کے نفس پر گواہ۔ ۴؎ یعنی آسمان و زمین کی مخلوق کو یا خود آسمان و زمین کو دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں کیونکہ ان میں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

سے ہر چیز میں سمجھ بوجھ ہے اب دریاؤں کے قطرے زمین کے ذرے نیک و بد کو پہچانتے ہیں۔ قیامت میں زمین لوگوں کے اعمال کی گواہی دے گی' اس سے معلوم ہوا کہ سارے انبیاء خصوصاً آدم علیہ السلام اپنی اولاد کے اعمال کی قیامت میں گواہی دیں گے' پتا لگا کہ وہ حضرات ہماری ہر حرکت پر مطلع ہیں۔ اس حدیث کی تفسیر وہ آیت ہے وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (۲'۱۴۳) اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ (کنزالایمان) ۵؎ یعنی تمہارے لئے قیامت میں کوئی عذر باقی نہ چھوڑا تمہارے اس اقرار کے بھی صدہا گواہ ہیں اور دنیا کے سارے اعمال کے بھی بہت گواہ ہوں گے اب تم نہ یہ کرسکو گے کہ ہمیں یہ اقرار یاد نہ رہا تھا نہ یہ کہ ہمیں خبر نہ تھی کہ ہماری ڈائری لکھی جا رہی ہے اور انبیائے کرام زمین آسمان ہمارے اعمال کو دیکھ کر ہمارے گواہ بن رہے ہیں۔ ۶؎ رب نے اپنا یہ وعدہ پورا فرما دیا کہ از آدم علیہ السلام تا روز قیامت دنیا ایک آن نبوت سے خالی نہ رہی۔ خیال رہے کہ زمانہ نبی اور ہے زمانہ نبوت کچھ اور پیغمبر کی ظاہری زندگی کا زمانہ زمانہ نبی ہے اور ان کے دین کی بقا کا زمانہ زمانہ نبوت ہے چنانچہ قیامت تک ہمارے حضور علیہ السلام کا زمانہ ہے۔ ۷؎ انبیائے کرام کے ذریعہ سے' یہاں کتب سے مراد کلام الٰہی ہے خواہ صحیفے ہوں یا باقاعدہ کتابیں' چنانچہ آسمان سے سو صحیفے آئے اور چار کتابیں اور کوئی زمانہ کلام الٰہی سے بھی خالی نہ رہا کس نبی پر کتنے صحیفے نازل ہوئے یہ ہماری تفسیر نعیمی میں دیکھئے۔ ۸؎ مرقاۃ میں فرمایا کہ یہاں شہادت بمعنی علم ہے یعنی ہم نے مشاہدے سے تیری ربوبیت اور معبودیت جان پہچان لی یا بمعنی گواہی یعنی ہم ایک دوسرے کے اس اقرار توحید پر گواہ بن گئے۔ ۹؎ اس طرح کہ آدم علیہ السلام نے اونچے مقام پر کھڑے ہوکر ان سب کو جھانک کر دیکھا اور ایک ایک کو پہچان لیا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے اس سے معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام اپنی ساری اولاد کو جانتے پہچانتے ہیں پھر ہمارے حضور کے علم کا کیا پوچھنا' حضرت آدم کا علم علم مصطفوی کے سمندر کا قطرہ ہے۔ ۱۰؎ غنی وفقیر سے مال' اعمال ایمان سب کے غنی فقیر مراد ہیں یعنی آپ نے دل کے غنی وفقیر' مومن' کافر' متقی فاجر اور مال کے غنی وفقیر' مالدار اور محتاج' شاہ و گدا' ایسے ہی خوبصورت اور بدصورت دیکھ لئے (مرقاۃ) خیال رہے کہ غنا اور فقیری دل کے اوصاف ہیں' حسن و جمال صورت کے حالات' اللہ تعالٰی نے اس دن تمام کی صورتوں پر ظاہری و باطنی حالات نمودار کر دیئے تھے جس سے آدم علیہ السلام بے تکلف ہر شخص کے ہر حال کو ملاحظہ فرمارہے تھے۔ خیال رہے کہ حضور اس سے پہلے ہی یہ سب کچھ مشاہدہ فرما چکے تھے جیسا کہ صحیح احادیث میں وارد ہے کیوں نہ ہوتا کہ حضور علیہ السلام اللہ تعالٰی کے گواہِ اعظم اور ساری مخلوق کے شاہد اکبر ہیں۔ ۱۱؎ یعنی لوگوں کے حالات کا اختلاف ان کی شاکریت اور میری شکوریت کا ذریعہ ہے اس طرح کہ ہر شخص اپنے سے ادنٰی کو دیکھ کر میرا شکر کرے کہ خدایا تیرا شکر ہے میں اس سے بہتر ہوں مثلاً غنی فقیر کی محتاجی کو دیکھ کر سجدہ شکر کرے اور فقیر غنی کے الجھاوے زیادتی حساب میں غور کرے تو شکر کرے۔ ایسے ہی حسین بدصورت کی قباحت کو دیکھ کر شکر کرے اور بدصورت حسن کی بلاؤں کو دیکھ کر حسن نہ ملنے پر شکر کرے' بادشاہ رعایا کی دست نگری کو دیکھے' شکر کرے اور رعایا بادشاہ کی فکروں' محنتوں وغیرہ مصائب کو دیکھ کر شکر کرے' شکر اعلٰی درجے کی عبادت بلکہ ساری عبادات کی اصل ہے۔ ۱۲؎ نبی رسول سے عام ہے جس پر وحی آئے وہ نبی اور جن کو تبلیغ کا بھی حکم ہو وہ رسول' جو نبی شریعت بھی رکھتے ہوں وہ مرسل' نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں رسول ۳۱۳' مرسل ۴ ہر رسول نبی ہے اس کا عکس نہیں' آدم علیہ السلام نے تمام انبیاء کو ان کی شانوں اور کمالوں کے ساتھ دیکھا بعض مثل چراغوں کے بعض لالٹین' بعض گیس' بعض بجلی' بعض چاند اور ہمارے حضور سورج کی طرح تھے' کسی کی روشنی چاند کی طرح جمالی تھی اور کسی کی دھوپ کی طرح جلالی' سُورج ان سب کو شامل ہے۔ ۱۳؎ انبیائے کرام سے خصوصی عہد دو لئے گئے تھے ایک ادائے رسالت اور تبلیغ نبوت کا عہد' اس عہد میں ہمارے حضور بھی شامل تھے

https://archive.org/details/@madni_library

'اس کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے اور دوسرا نبی آخر الزمان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا' اس میں ہمارے حضور شامل نہ تھے سب سے ہمارے حضور پر ایمان لانے کا معاہدہ لیا گیا اس کا ذکر اس آیت کریمہ میں ثُمَّ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ (۸۱،۳) پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول (کنزالایمان) ۱۴یعنی تمام روحیں اپنے باپوں کی پشتوں میں واپس گئیں مگر عیسیٰ علیہ السلام کی روح حضرت مریم کے شکم میں آپ کے منہ شریف کے راستے داخل ہوئی کیونکہ آپ کی ولادت بغیر والد کے ہونے والی تھی۔

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَتَذَاکَرُ مَایَکُوْنُ اِذْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتُمْ بِجَبَلٍ زَالَ عَنْ مَکَانِہٖ فَصَدِّقُوْہُ وَاِذَا سَمِعْتُمْ بِرَجُلٍ تَغَیَّرَ عَنْ خُلُقِہٖ فَلَا تُصَدِّقُوْا بِہٖ فَاِنَّہٗ یَصِیْرُ اِلٰی مَا جُبِلَ عَلَیْہِ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

(۱۵۵) روایت ہے حضرت ابودرداء سے فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھے اور جو کچھ ہوتا ہے اس کا تذکرہ کر رہے تھے۔ا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا تو مان لو اور اگر یہ سنو کہ کوئی آدمی جبلی عادت سے بدل گیا تو نہ مانو وہ پھر اسی طرف لوٹ جائے گا جس پر پیدا ہوا۲(احمد)

(۱۱۵)اِکہ واقعات عالم گزشتہ فیصلے کے مطابق ہو رہے ہیں یا اتفاقاً مگر یہ تذکرہ مناظرانہ رنگ میں نہ تھا بلکہ تحقیق کیلئے' اسی لئے حضور اکرم سنتے رہے منع نہ فرمایا بلکہ ایک مسئلے کی وہ تحقیق فرمادی' معلوم ہوا کہ علم کلام پڑھنا ممنوع نہیں۔ مسئلہ تقدیر میں جھگڑنا منع ہے۔ جیسا کہ گزشتہ احادیث سے معلوم ہوا۲خلاصہ مسئلہ یہ ہوا کہ واقعات عالم گزشتہ فیصلے کے مطابق ہو رہے ہیں اور وہ فیصلے اٹل ہیں جن کی تبدیلی ناممکن ہے' خیال رہے کہ انسان کی دو حالتیں ہیں ذاتی اور وصفی' وصفی حالات دن رات بدلتے رہتے ہیں۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَا یَزَالُ یُصِیْبُکَ فِیْ کُلِّ عَامٍ وَّجْعٌ مِّنَ الشَّاۃِ الْمَسْمُوْمَۃِ الَّتِیْ اَکَلْتَ قَالَ مَا اَصَابَنِیْ شَیْءٌ مِّنْہَا اِلَّا وَھُوَ مَکْتُوْبٌ عَلَیَّ وَاٰدَمُ فِیْ طِیْنَتِہٖ (رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ)

(۱۱۶) روایت ہے حضرت ام سلمہ سےاانہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو ہر سال اس زہریلی بکری کی تکلیف ہوتی ہے جو آپ نے (خیبر میں) کھائی تھی۲فرمایا مجھے اس کے سوا کچھ نہیں پہنچی جو میرے مقدر میں اس وقت لکھ دی گئی جب حضرت آدم اپنے خمیر میں تھے۳(ابن ماجہ)

(۱۱۶)اآپ کا نام ہند بنت ابی امیہ ہے پہلے ابوسلمہ کے نکاح میں تھیں ۴ھ میں بیوہ ہوئیں۔ اسی ۴ھ اواخر ماہ شوال میں حضور کے نکاح میں آئیں' ۵۹ھ میں مدینہ پاک میں وفات ہوئی جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ ۸۴ سال عمر ہوئی' بہت صحابہ اور تابعین نے آپ سے احادیث روایت کیں۔۲کہ ایک یہودیہ نے خیبر میں دھوکہ سے بکری کا زہر آلودہ گوشت حضور کو کھلا دیا تھا بعض صحابہ نے بھی کھا لیا تھا جو شہید ہوگئے خدا کے فضل سے حضور محفوظ رہے مگر ہر سال زہر کی تکلیف عود کرتی تھی حتیٰ کہ وفات کے وقت بھی اس زہر کا اثر نمودار ہو گیا تھا انشاء اللہ اس کا مفصل ذکر باب المعجزات میں آئے گا۔۳لہذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اگر ہم خیبر نہ جاتے تو زہر نہ کھاتے' خیبر جانا وہاں زہر کھالینا سب کچھ لکھا جا چکا تھا۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بَابُ اِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ
عذاب قبر کا ثبوت

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

عذاب قبر کے متعلق چند مسائل یاد رکھنے چاہئیں (۱) یہاں قبر سے مراد عالم برزخ ہے جس کی ابتداء ہر شخص کی موت سے ہے انتہا قیامت پر عرفی قبر مراد نہیں لہٰذا جو مردہ دفن نہ ہوا بلکہ جلا دیا گیا یا ڈبو دیا گیا یا اسے شیر کھا گیا اسے بھی قبر کا حساب و عذاب ہے (۲) عذاب قبر کا ثبوت بہت سی آیات اور بے شمار احادیث سے ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ (۱۴،۲۷) اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر (کنزالایمان) فرمایا ہے: اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا (۷۱،۲۵) ڈبوئے گئے پھر آگ میں داخل کئے گئے (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا (۴۰،۴۶) آگ جس پر صبح وشام پیش کئے جاتے ہیں (کنزالایمان) یہ سب آیتیں عذاب قبر کے متعلق ہیں دیکھو ہماری فہرست القرآن اور فتاوٰی نعیمیہ لہٰذا عذاب قبر کا منکر گمراہ ہے۔ (۳) قبر میں صرف ایمان کا حساب ہے حشر میں ایمان و اعمال دونوں کا (۴) حساب قبر ہمارے حضور کے زمانہ سے شروع ہوا پچھلی امتوں میں نہ تھا نہ ان سے اپنے نبی کی پہچان کرائی جاتی تھی (۵) حساب قبر آٹھ شخصوں سے نہیں ہوتا نبی، شہید، جہاد کی تیاری کرنے والا، طاعون میں مرنے والا، طاعون میں صابر، چھوٹے بچے، جمعہ کے دن یا رات میں مرنے والا، ہر رات سورہ ملک پڑھنے والا، مرض موت میں قل ھو اللہ پڑھنے والا (شامی) (۶) حساب قبر اور ہے اور عذاب قبر کچھ اور بعض لوگ حساب قبر میں کامیاب ہوں گے مگر بعض گناہوں کی وجہ سے عذاب میں مبتلا جیسے چغل خور اور گندا (۷) کافر کو عذاب قبر دائمی ہوگا، گنہگار مومن کو عارضی حتیٰ کہ بعض کا عذاب جمعہ کی شب آتے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اسی لئے بعد دفن سے شب جمعہ تک قبر پر تلاوت قرآن کرائی جاتی ہے۔ (۸) حشر کے بعد بندوں کو جنت یا دوزخ میں داخل فرما کر ثواب یا عذاب دیا جائے گا۔ برزخ میں جنت دوزخ کا ثواب و عذاب قبر میں پہنچتا ہے جسم میت وہاں نہیں پہنچتا، لہٰذا دونوں عذابوں ثوابوں میں فرق ہے۔ (۹) عذاب قبر روح کو ہے جسم اس کے تابع مگر حشر کے بعد والا عذاب وثواب روح وجسم دونوں کو ہوگا۔

عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ اِذَا سُئِلَ فِی الْقَبْرِ یَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ وَفِیْ رِوَایَةٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ نَزَلَتْ فِیْ عَذَابِ الْقَبْرِ

(۱۱۷) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے[۱] وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا مسلمان سے جب قبر میں پوچھ گچھ ہوتی ہے تو وہ گواہی دے اٹھتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں۔[۲] تو یہ ہی رب کا فرمان ہے کہ اللہ مومنوں کو مضبوط بات پر قائم رکھتا ہے دنیاوی زندگی میں اور آخرت میں[۳] اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت یہ ہے کہ فرمایا کہ یہ آیت عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی[۴] مردے سے کہا جاتا ہے کہ تیرا

https://archive.org/details/@madni_library

يُقَالُ لَهُ مَنْ رَّبُّكَ فَيَقُوْلُ رَبِّىَ اللّٰهُ وَنَبِيِّ مُحَمَّدٌ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ربّ کون تو وہ کہتا ہے میرا ربّ اللہ اور میرے نبی محمد ہیں۔ (مسلم و بخاری)

(۱۱۷) ۱؎ آپ کا نام براء کنیت ابوعمارہ ہے' انصاری حارثی ہیں' خندق اور غزوہ احد وغیرہ غزوؤں میں حضور کے ساتھ رہے۔ عہد فاروقی میں کوفہ میں قیام فرمایا۔ ۲۴ھ میں رے آپ ہی نے فتح کیا' عہد مرتضوی میں جنگ جمل' صفین اور نہروان میں حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ تھے' کوفہ میں وفات ہوئی۔ ۲؎ پوچھنے والے منکر نکیر دو فرشتے ہیں جو توحید و رسالت اور دین کا امتحان لیتے ہیں یہ جواب عام مومنوں کا ہے جو یہاں ارشاد ہوا بعض عاشق جمال' مصطفوی دیکھتے ہی اٹھ کر فدا ہو جاتے ہیں اور ایسا طواف کرتے ہیں جیسا پروانہ شمع کا یا حاجی کعبہ کا جیسا کہ بزرگوں کی تواریخ سے ثابت ہے کہ انہوں نے خواب میں لوگوں کو اپنے سوال کی تفصیل وجد انگیز طریقہ سے بتائی۔ ۳؎ یہاں آخرت سے مراد قبر ہے یعنی قبر میں کوئی شخص اپنی کوشش سے کامیاب نہیں ہو سکتا محض ربّ کے کرم سے کامیابی ملے گی۔ یعنی مومنوں کو زندگی اور قبر میں کلمہ شہادت پر اللہ تعالیٰ ہی ثابت قدم رکھتا ہے ورنہ دنیا کے بہت سے حالات اور قبر کے سخت سوالات اسے پھسلانے والے ہیں قول ثابت سے مراد کلمہ طیبہ ہے چونکہ قبر میں صرف عقائد کا امتحان ہے اس لئے اعمال کا ذکر نہ ہوا ۳؎ یعنی قبر کے عذاب وثواب کے ثبوت میں ورنہ یہ آیت مومنوں کے بارے میں آئی ہے جو عذاب قبر سے محفوظ ہیں لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۴؎ دنیا میں امتحان کے سوالات پہلے چھپائے جاتے ہیں تاکہ کوئی جواب سوچ نہ لائے۔ ہمارے حضور نے اس امتحان کے سوالات بھی آؤٹ کر دیئے ان کے جوابات بھی بتا دیئے خدا کرے اس وقت اوسان ٹھکانے رہیں اور یہ بتائے ہوئے جوابات یاد آ جائیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِىْ قَبْرِهٖ وَتَوَلّٰى عَنْهُ اَصْحَابُهٗ اَنَّهٗ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ اَتَاهُ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِىْ هٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنَّهٗ عَبْدُاللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ فَيُقَالُ لَهُ انْظُرْ اِلٰى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ قَدْ اَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ مَقْعَدًا مِّنَ الْجَنَّةِ فَيَرَاهُمَا جَمِيْعًا وَاَمَّا الْمُنَافِقُ وَالْكَافِرُ فَيُقَالُ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِىْ هٰذَا الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ لَا اَدْرِىْ كُنْتُ اَقُوْلُ مَا يَقُوْلُ النَّاسُ فَيُقَالُ لَهُ لَا دَرَيْتَ لَا تَلَيْتَ وَيُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِيْدٍ ضَرْبَةً فَيَصِيْحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيْهِ غَيْرُ الثَّقَلَيْنِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَلَفْظُهٗ لِلْبُخَارِىِّ

(۱۱۸) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے ۱؎ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں ۲؎ پھر کہتے ہیں کہ تو ان صاحب کے متعلق کیا کہتا تھا یعنی محمد ۳؎ تو مومن کہہ دیتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں ۴؎ تب اس سے کہا جاتا ہے کہ اپنا دوزخ کا ٹھکانہ دیکھ جسے اللہ نے جنت کے ٹھکانے سے بدل دیا۔ ۵؎ تو وہ ان دونوں کو دیکھتا ہے۔ ۶؎ لیکن منافق اور کافر' اس سے کہا جاتا ہے کہ ان صاحب کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا جو لوگ کہتے تھے وہ ہی میں کہتا تھا۔ ۸؎ تو اس سے کہا جاتا ہے کہ تو نے نہ پہچانا قرآن نہ پڑھا' ۹؎ اور لوہے کے ہتھوڑوں سے مار ماری جاتی ہے جس سے وہ ایسی چیخیں مارتا ہے کہ سواء جن و انس تمام قریبی چیزیں سنتی ہیں ۱۰؎ (مسلم بخاری) الفاظ بخاری کے ہیں۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(۱۱۸) اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مردے سنتے ہیں مردوں کا سننا قرآنی آیات اور بے شمار احادیث سے ثابت ہے۔ حضرت شعیب و صالح علیہ السلام نے عذاب یافتہ قوم کی نعشوں پر کھڑے ہو کر فرمایا وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّىْ (۷۹۰۷) اور کہا اے میری قوم بے شک میں نے تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچادی (کنزالایمان) رب فرماتا ہے: وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ (۴۳۰۴۵) اور ان سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے (کنزالایمان) یعنی اے محبوب پچھلے پیغمبروں سے پوچھو بلکہ ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا گیا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا (۲۶۰۰۲) پھر انہیں بلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے (کنزالایمان) کٹے ہوئے جانوروں کو پکارو دوڑتے ہوئے آجائیں گے، یہ حدیث سماع موتیٰ کیلئے نص صریح ہے، ہمارے حضور علیہ السلام نے بدر میں مقتول کفار کی لاشوں پر کھڑے ہو کر ان سے کلام کیا، خیال رہے کہ مردے کا یہ سننا ہمیشہ رہتا ہے اس لئے حکم ہے کہ قبرستان میں جا کر مردوں کو سلام کرو، حالانکہ نہ سننے والوں کو سلام کیسا، جن آیتوں میں سماعِ موتیٰ کی نفی ہے وہاں مردوں سے مراد دل کے مردے یعنی کافر ہیں اور سننے سے مراد قبول کرنا ہے اسی لئے جہاں قرآن نے یہ فرمایا اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (۲۷۰۸۰) بے شک تمہارے سنائے نہیں سنتے مردے (کنزالایمان) وہاں ساتھ میں یہ بھی فرمادیا: اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا (۲۷۰۸۱) تمہارے سنائے تو وہی سنتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں (کنزالایمان) جس سے معلوم ہوا کہ وہاں مردوں سے مراد کافر تھے، مرقات نے یہاں فرمایا کہ میت اپنے دینے والوں، نماز پڑھنے والوں، اٹھانے والوں اور دفن کرنے والوں کو جانتا پہچانتا ہے، حضرت عائشہ صدیقہ گنبد خضریٰ میں حضرت عمر کے دفن ہونے کے بعد پردے کے ساتھ اندر جاتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ میں عمر سے حیا کرتی ہوں، معلوم ہوا کہ میت دیکھتی بھی ہے، امام صاحب نے میت کے سننے میں توقف نہیں کیا بلکہ سننے کی نوعیت میں جیسا کہ اسی مرقاۃ میں ہے دوسرے یہ کہ بعد موت قوتیں بڑھ جاتی ہیں کہ ہزار ہا من مٹی میں دفن ہونے کے باوجود میت لوگوں کے جوتوں کی آہٹ سن لیتی ہے تو جو انبیاء اور اولیاء زندگی میں مشرق و مغرب دیکھتے ہوں وہ بعد وفات فرش و عرش کی یقیناً خبر رکھتے ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ ہر جمعرات کو میت کی روح اپنے عزیزوں کے گھر پہنچ کر ان سے ایصال ثواب کی درخواست کرتی ہے (اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور) معراج کی رات سارے نبی بیت المقدس میں اور پھر آناً فاناً آسمانوں پر موجود تھے یہ ہے روح میت کی رفتار۔ ۲؎ اس عبارت سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حساب قبر سب لوگوں کے لوٹ آنے کے بعد شروع ہوتا ہے لہٰذا اگر کوئی شخص قبر پر ہی رہے تو اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ میت سے حساب نہ ہوگا اسی لئے بعض لوگ بعد دفن سے جمعہ کی شب تک قبر پر حافظ قرآن بٹھالیتے ہیں کہ شاید ان کی موجودگی کی وجہ سے حساب اور تلاوت قرآن کی برکت سے عذاب نہ ہو، دوسرے یہ کہ منکر نکیر فرشتوں میں یہ طاقت ہے کہ بیک وقت ہزاروں جگہ جا سکتے ہیں۔ ہزار ہا قبروں میں ایک آن میں موجود ہو کر سب مردوں سے حساب کر لیتے ہیں اسی کو حاضر ناظر کہا جاتا ہے لہٰذا اگر انبیاء اولیاء بیک وقت چند جگہ موجود ہوں تو کوئی قباحت نہیں اور نہ یہ عقیدہ شرک ہے۔ خیال رہے کہ منکر نکیر مردے میں روح ڈالتے ہیں جس سے وہ زندہ ہو کر بیٹھتا ہے اور کلام کرتا ہے مگر یہ زندگی ہمیں محسوس نہیں ہو سکتی اور جنہیں جلا دیا گیا شیر کھا گیا ان کے اجزاء اصلیہ سے روح متعلق کر دی جاتی ہے اور اس سے حساب ہو جاتا ہے۔ حدیث میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ماں کے پیٹ میں فرشتہ بچہ بنا جاتا ہے۔ تقدیر لکھ جاتا ہے ماں کو خبر نہیں ہوتی عالم امر کی چیزیں ان آنکھوں سے نہیں دیکھی جاسکتیں۔ ۳؎ یہ ھذا الرجل کی تفسیر ہے جو حضور نے خود فرمائی کسی راوی کی تفسیر نہیں ورنہ وہ رسول اللہ یا نبی اللہ فرماتے (مرقاۃ) اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حساب قبر حضور

https://archive.org/details/@madni_library

سے نہیں لیا گیا کیونکہ حضور ہی کی پہچان کا تو حساب ہے پھر آپ سے کیسے ہوتا۔ دوسرے یہ کہ قبر میں ہر مردے کو قریب سے حضور کی زیارت کرائی جاتی ہے جیسا کہ ھذا سے معلوم ہوا ھذا وہاں بولتے ہیں۔ جہاں چیز نظر بھی آ رہی ہو اور قریب بھی ہو تیسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت سب کی قبور میں پہنچ سکتے ہیں یا سب کو بیک وقت نظر آ سکتے ہیں جیسے سورج کی شعاعیں بیک وقت لاکھوں جگہ موجود اور بیک وقت خود ہر جگہ سے نظر آتا ہے اس سے حاضر ناظر کا مسئلہ حل ہوا۔ چوتھے یہ کہ فرشتے خود حضور ہی کی زیارت کراتے ہیں نہ کہ آپ کے فوٹو کی کیونکہ فوٹو نہ رجل ہے نہ اس فوٹو کا نام محمد ہے نہ وہ فوٹو نبی ہے جیسے پتھر کو خدا کہنا شرک ہے ایسے ہی کسی فوٹو کو نبی بتانا بھی کفر ہے۔ عشاق اس دیدار قبر کی بنا پر موت کی تمنا کرتے ہیں اور عاشقوں کی موت کو عرس کہا جاتا ہے یعنی برات کا دن یا دولہا کی دید کا اور عید کا دن۔ ۴؎ یعنی جس کا خاتمہ ایمان پر ہوا اس نے حضور کو دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو نور ایمانی سے پہچان لیتا ہے اور تڑپ کر پکارتا ہے کہ یہی وہ ہیں جن کا میں نے کلمہ پڑھا تھا۔ بعض عشاق کہہ بیٹھتے ہیں کہ میں نے عمر بھر ان کو رسول مانا اب ان سے پوچھو مجھے اپنا امتی کہتے ہیں یا نہیں جیسا کہ بعض صوفیاء کے کشف سے ثابت ہے۔ ۵؎ اللہ نے ہر بندے کے دو ٹھکانے رکھے ہیں ایک جنت میں ایک دوزخ میں۔ کافر اپنے ٹھکانے پر بھی قبضہ کرتا ہے اور مومن کے دوزخی ٹھکانے پر بھی اور مومن جنت میں اپنا اور کافر کا جنتی ٹھکانا سنبھالتا ہے۔ ربّ فرماتا ہے: وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ (۳۹،۷۴) اور ہمیں اس زمین کا وارث کیا (کنز الایمان) وہی اس حدیث کا مقصد ہے یعنی اگر تو جناب مصطفیٰ کو یہاں نہ پہچانتا تو دوزخ میں یہاں رہتا' یہ اس لئے کہا جاتا ہے تاکہ مومن کی خوشی دوبالا ہو جائے۔ ۶؎ یعنی میت اپنی قبر میں سے دوزخ و جنت کو آنکھوں سے دیکھتا ہے حالانکہ یہ دونوں اس کی قبر سے کروڑوں میل دور ہیں جب مردے کی دور بینی کا یہ عالم ہے تو اگر وہ ساری زمین اور زمین والوں کو دیکھے تو کیا بعید ہے' آج حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر امتی کے ہر حال کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی ہر بات سن رہے ہیں اسی لئے ہر نمازی ہر جگہ سے انہیں نماز میں سلام کرتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ ۷؎ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر یہ اشارہ حسیہ ہوتا ہے نہ کہ عقلیہ اور وہمیہ یعنی فرشتے جمال محمدی دکھا کر پوچھتے ہیں محض ذہنی' وہمی چیز کی طرف اشارہ نہیں کرتے کیونکہ کافر حضور سے خالی الذہن ہے اگر اس کے سامنے جمال محمدی نہ ہوتا تو وہ تعجب سے کہتا کسے پوچھتے ہو؟ یہاں تو کوئی بھی نہیں یہ حدیث حضور کے حاضر ناظر ہونے کی ایسی قوی دلیل ہے کہ منکرین سے انشاء اللہ اس کا جواب نہ بنے گا سورج بیک وقت لاکھوں آئینوں میں جلوہ گری کر سکتا ہے تو نبوت کا سورج بھی لاکھوں قبروں کو بیک وقت چمکا سکتا ہے۔ ۸؎ اگرچہ کافر نے عمر بھر حضور کو دیکھ' ہوگا۔ قبر میں نہ پہچان سکے گا جیسے ابوجہل' ابولہب وغیرہ کیونکہ وہاں حضور کی پہچان رشتہ ایمانی سے ہے۔ لطف تو یہ ہے کہ کافر وہاں اپنا کفر بھی بھول جائے گا یہ نہ کہہ سکے گا کہ میں انہیں اپنے جیسا بشر یا بڑا بھائی یا جادوگر مجنون کہتا تھا' بلکہ گھبرا کر کہے گا کہ مجھے نہیں کہ میں نے انہیں کیا کہا تھا جو اور لوگ کہتے تھے وہی میں نے بھی کہا ہوگا۔ ۹؎ تَلَيْتَ اصل میں تَلَوْتَ تھا دَرَيْتَ کی وجہ سے اس کی و بھی ے سے بدل گئی یعنی ان کی نبوت پر تو عقلی دلائل بھی قائم تھے ان کے معجزات وغیرہ' اور نقلی دلائل بھی آیات قرآنیہ' تو نے زندگی میں نہ تو انہیں عقل سے پہچانا نہ قرآن کے ذریعہ مانا' نہ علماء کی پیروی کی' ظاہر یہ ہے کہ گفتگو سارے ہی کافروں اور منافقوں سے ہے اس میں کسی تاویل وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ ۱۰؎ یعنی چونکہ جن و انس ایمان اور شرعی احکام کے مکلف ہیں اور ایمان بالغیب چاہئے اس لئے قبر کا عذاب اور کافر مردے کی چیخ و پکار ان دونوں سے مخفی رکھی گئی تاکہ یہ غیب شہادت نہ بن جائے۔ ان کے علاوہ باقی تمام قریبی حیوانات بلکہ درخت و پتھر وغیرہ بھی یہ آواز سنتے ہیں' خیال رہے کہ ہر قبر میں سوال جواب کرنے والے دو فرشتے جاتے ہیں تاکہ یہ گواہ بھی بن جائیں مگر

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ہتھوڑوں سے مارنے والے دوسرے فرشتے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهٗ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ اِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَمِنْ اَهْلِ النَّارِ فَيُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى يَبْعَثَكَ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۱۹) روایت ہے عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے جب کوئی مر جاتا ہے تو صبح شام اس پر اس کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا رہتا ہے۔۱؎ اگر جنتی ہے تو جنت کا ٹھکانہ اور اگر دوزخیوں میں سے ہے تو دوزخ کا ٹھکانہ۲؎ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے تا آنکہ قیامت کے دن اللہ تجھے ادھر بھیجے گا۳؎ (مسلم بخاری)

(۱۱۹) یہاں صبح شام سے مراد ہمیشگی ہے یعنی میت قبر سے ہر وقت اپنے جنتی یا دوزخی ٹھکانے کو دیکھتا رہتا ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں اس کی تائید اس آیت سے ہے۔ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا (۴۰:۴۶) آگ جس پر صبح شام پیش کئے جاتے ہیں (کنزالایمان) (ازمرقاۃ) ۲؎ دیکھتا رہتا ہے اور قبر میں جنت کی خوشبوئیں، وہاں کی ٹھنڈی ہوائیں بلکہ وہاں کے پھل بھی آتے رہتے ہیں ایسے ہی کافر کی قبر میں کہ دوزخ کی لو وہاں کی بدبو اور سانپ، بچھو وغیرہ قبر میں پہنچتے رہتے ہیں، خیال رہے کہ قبر میں جنت کا آرام یا دوزخ کی تکلیف پہنچ جاتی ہے مگر جسم کا جنت میں ثواب کیلئے پہنچنا بعد قیامت ہوگا ہاں شہداء کی روحیں مرتے ہی جنت میں پہنچ جاتی ہیں۔ جسمانی داخلہ ان کا بھی بعد قیامت ہے۔۳؎ خیال رہے کہ مومن کی روح قبر میں یا کسی اور مقام پر قید نہیں ہوتی بلکہ بعض ارواح تو تمام عالم میں چکر لگاتی ہیں جیسا کہ مرقاۃ وغیرہ میں ہے مگر ہیڈ کوارٹر قبر ہی ہوتی ہے اور تعلق وہاں سے ہر وقت رہتا ہے جیسے سونے کی حالت میں سیلانی روح کا تعلق جسم سے، اسی لئے زیارت قبور کی جاتی ہے اور وہاں میت کو ایصال ثواب اور عرض معروض کیا جاتا ہے۔ هٰذَا مَقْعَدُكَ سے یہی مراد ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ يَهُوْدِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَهَا اَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَقَالَ نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ صَلّٰى صَلٰوةً اِلَّا تَعَوَّذَ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۲۰) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ ایک یہودی عورت ان کی خدمت میں حاضر ہوئی۔۱؎ اور اس نے عذاب قبر کا ذکر کیا۔۲؎ اور آپ سے عرض کیا اللہ تمہیں عذاب قبر سے بچائے تب حضرت عائشہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبر کے عذاب کے متعلق پوچھا۔۳؎ آپ نے فرمایا ہاں عذاب قبر حق ہے۔۴؎ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے کبھی نہ دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز پڑھی ہو اور عذاب قبر سے رب کی پناہ نہ مانگی ہو۵؎ (مسلم بخاری)

(۱۲۰) ۱؎ ملنے یا کسی اور کام کیلئے نہ کہ محبت وغیرہ کی بنا پر، مسلمہ عورت کا بدکار عورتوں سے پردہ لازم ہے نہ کہ کافرہ عورتوں سے لہٰذا قول فقہاء اس حدیث کے خلاف نہیں۔۲؎ کیونکہ توریت شریف میں پڑھا تھا یا اپنے پادریوں سے سنا تھا معلوم ہوا کہ یہود و نصاریٰ بھی عذاب قبر کے قائل ہیں جو مسلمان اسلام کا دعویٰ کر کے اس کا انکار کرے وہ ان سے بھی بدتر ہے تمام آسمانی کتب میں ان کا ذکر تھا معتزلہ

https://archive.org/details/@madni_library

روافض اور اس زمانہ کے بعض نئی روشنی کے دلدادہ اس کے انکاری ہیں ۳؎ کیونکہ اب تک آپ کو اس کی خبر نہ تھی اور یہود کی بات پر اعتبار نہ کیا اس سے معلوم ہوا کہ کفار کی بتائی بات پر اعتبار نہ کیا جائے جب تک کہ اس کی تصدیق علمائے اسلام سے نہ ہو جائے۔۴؎ کہ تمام آسمانی دین اس کے قائل ہیں خیال رہے کہ کفار کا عذاب قبر کسی صورت سے دفع نہیں ہوسکتا۔مگر گناہگار مومنوں کا یہ عذاب سبزہ کی تسبیح بزرگوں کی دعا ایصال ثواب وغیرہ سے ختم یا کم ہو جاتا ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں میں کھجور کی ترشاخیں گاڑ دیں‘ اب قبروں پر پھول ڈالنے‘ گھاس اگانے کا بھی یہی منشاء ہے۔۵؎ ہرنماز کے بعد بلند آواز سے‘ اس سے پہلے آہستہ دعا مانگتے تھے یہ دعا امت کی تعلیم کیلئے ہے تاکہ لوگ سیکھ لیں ورنہ انبیاء کرام سے نہ سوال قبر ہے نہ عذاب ان کی برکت سے لوگوں کے عذاب دور ہوتے ہیں۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَائِطٍ لِبَنِي النَّجَّارِ عَلٰى بَغْلَةٍ لَهٗ وَنَحْنُ مَعَهٗ إِذْ حَادَتْ بِهٖ فَكَادَتْ تُلْقِيْهِ وَإِذَا أَقْبُرٌ سِتَّةٌ أَوْ خَمْسَةٌ فَقَالَ مَنْ يَعْرِفُ أَصْحَابَ هٰذِهِ الْأَقْبُرِ قَالَ رَجُلٌ أَنَا قَالَ فَمَتٰى مَاتُوْا قَالَ فِي الشِّرْكِ فَقَالَ إِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ تُبْتَلٰى فِيْ قُبُوْرِهَا فَلَوْلَا أَنْ لَّا تَدَافَنُوْا لَدَعَوْتُ اللّٰهَ أَنْ يُّسْمِعَكُمْ مِّنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِيْ أَسْمَعُ مِنْهُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۲۱) روایت ہے حضرت زید ابن ثابت سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجار کے باغ میں اپنے خچر پر سوار تھے ۲؎ اور ہم حضور کے ساتھ تھے کہ اچانک آپ کا خچر بدکا ۳؎ قریب تھا کہ آپ کو گرا دیتا ناگاہ وہاں پانچ چھ قبریں تھیں حضور نے فرمایا کہ ان قبروں کو کوئی پہچانتا ہے؟ ۴؎ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں حضور نے فرمایا یہ کب مرے عرض کیا زمانہ شرک میں ۵؎ تب حضور نے فرمایا کہ یہ گروہ ۶؎ اپنی قبروں میں عذاب دیئے جاتے ہیں ۷؎ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ اس عذاب سے کچھ تمہیں بھی سنا دے جو میں سن رہا ہوں ۸؎ پھر ہماری طرف چہرہ کر کے فرمایا کہ دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو سب نے کہا ہم دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔فرمایا عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو سب بولے ہم عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ۹؎ فرمایا کھلے چھپے فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگو سب بولے ہم کھلے چھپے فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ۱۰؎ فرمایا دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ مانگو سب بولے کہ ہم دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ۱۱؎ (مسلم)

(۱۲۱) ۱؎ آپ انصاری ہیں‘ مدنی ہیں‘ کاتب وحی‘ علم فرائض کے امام ہیں‘ آپ کے حالات پہلے ذکر کئے جا چکے ہیں۔۲؎ بنی نجار انصار کا ایک بڑا قبیلہ ہے‘ انہی کی چھوٹی بچیاں ہجرت کے دن حضور کی تشریف آوری پر دف بجاتی اور گا گا کر خوشیاں مناتی تھیں۔۳؎ عذاب قبر دیکھ کر معلوم ہوا کہ جس خچر پر حضور سوار ہو جائیں اس کی آنکھ سے غیبی حجاب اٹھ جاتے ہیں کہ وہ قبر کے اندر کا عذاب دیکھ لیتا

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ہے، تو جس ولی پر حضور کا دست کرم پڑ جائے وہ عرش و فرش دیکھ لیتا ہے خیال رہے کہ جانور قبر والوں کی چیخ و پکار سن لیتے ہیں جیسا کہ پچھلی حدیث میں گزر چکا مگر عذاب قبر کا دیکھنا حضور کی برکت سے تھا ورنہ ہمارے گھوڑے دن رات قبروں پر گزرتے ہیں نہ بدکتے ہیں نہ اچھلتے ہیں۔ ۴؎ یہ سوال اپنی بے علمی کی بنا پر نہیں بلکہ دوسرے کی زبان سے یہ حالات سنوانے کیلئے ہیں۔ حضور اپنے صحابہ اور ان کی قبروں کو پہچانتے ہیں، ہر ایک دفن میں شرکت فرماتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ حالانکہ رب تعالیٰ علیم وخبیر ہے حضور تو قبر کا عذاب ملاحظہ فرما رہے ہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ ان سے بے خبر ہوں۔ ۵؎ آپ کی تشریف آوری سے پہلے یا بعد آپ کا انکار کر کے، اس سے معلوم ہوا کہ ظہور اسلام سے پہلے جو مشرک ہو کر مرا اسے بھی عذاب قبر ہوگا اور کفار کا عذاب کبھی ختم نہیں ہوتا نہ اس کیلئے دعائے مغفرت کی جائے۔ نہ ایصال ثواب وغیرہ، مردے کو کوئی دوا مفید نہیں، کافر کو کوئی دعا فائدہ مند نہیں۔ اسی لئے حضور نے ان کیلئے دعا بھی نہ فرمائی اور سبزہ وغیرہ بھی نہ ڈالا جیسا کہ گناہگاروں کی قبروں پر کھجور کی شاخ گاڑی تھی جس کا ذکر آگے آئے گا۔ بعض مسلمان مشرکوں کو خوش کرنے کیلئے گاندھی کی سمادھی پر پھول ڈالتے ہیں، سخت ناجائز ہے۔ ۶؎ مشرکین و کفار کا، امت یعنی جماعت جو دین یا زمانہ یا جگہ میں جمع ہو (مرقاۃ) ۷؎ پہلے گزر چکا کہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے مشرکین ہند کے مردے جلا دیئے جاتے ہیں انہیں بھی عذاب برزخ ہوتا ہے ۸؎ ظاہر یہ ہے کہ عذاب قبر ایسی دہشتناک چیز ہے کہ اگر عوام اسے دیکھ لیں تو دہشت سے دیوانے ہو جائیں اور اپنے مردوں کو دفن کرنا بھول جائیں یہ مطلب نہیں کہ دفن نہ کرنے سے عذاب نہیں ہوتا لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، کوئٹہ کا زلزلہ دیکھ کر لوگوں کے ہوش اڑ گئے تھے اور بہت سے دیوانے ہو گئے تھے۔ ۹؎ اگرچہ عذاب قبر پہلے ہے اور عذاب دوزخ بعد میں لیکن چونکہ عذاب دوزخ سخت ہے اور عذاب قبر ہلکا کہ دوزخ میں آگ ہے اور قبر میں آگ کا اثر اس لئے دوزخ کا ذکر پہلے فرمایا اور قبر کا بعد میں۔ ۱۰؎ کھلے فتنے بداعمالیاں ہیں یعنی جسم کے گناہ اور چھپے فتنے بدعقیدگیاں، حسد، کینہ وغیرہ ہیں یعنی دل کے گناہ، مطلب یہ ہے کہ ان تمام برائیوں سے پناہ مانگو جو عذاب دوزخ یا عذاب قبر کا سبب ہیں چونکہ بظاہر یہ تکلیف دہ نہیں ہوتے اس لئے ان کا ذکر بعد میں کیا گیا۔ ۱۱؎ یہ دعا آئندہ نسلوں کی تعلیم کیلئے اور صحابہ کرام کے دلوں میں فتنہ دجال کی ہیبت قائم کرنے کیلئے ہے ورنہ حضور کو علم تھا کہ صحابہ کے زمانہ میں نہ دجال آئے گا نہ اس کے فتنے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقْبِرَ الْمَیِّتُ اَتَاهُ مَلَكَانِ اَسْوَدَانِ اَزْرَقَانِ یُقَالُ لِاَحَدِهِمَا الْمُنْكَرُ وَلِلْاٰخَرِ النَّكِیْرُ فَیَقُوْلَانِ مَاكُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ فَیَقُوْلُ هٰذَا عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ فَیَقُوْلَانِ قَدْكُنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْلُ هٰذَا ثُمَّ یُفْسَحُ لَهٗ فِیْ قَبْرِهٖ سَبْعُوْنَ

(۱۳۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میت دفن کی جاتی ہے ۱؎ تو اس کے پاس دو سیاہ رنگ نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں ۲؎ ایک کو منکر دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے ۳؎ وہ کہتے ہیں کہ تو ان صاحب کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ ۴؎ تو میت کہتا ہے اللہ کے بندے ہیں اور اس کے رسول میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ ۵؎ تب وہ کہتے ہیں ہم تو جانتے تھے کہ تو یہ کہے گا ۶؎ پھر

https://archive.org/details/@madni_library

ذِرَاعاً فِیْ سَبْعِیْنَ ثُمَّ یُنَوَّرُ لَهٗ فِیْهِ ثُمَّ یُقَالُ لَهٗ نَمْ فَیَقُوْلُ اَرْجِعُ اِلٰی اَهْلِیْ فَاُخْبِرُهُمْ فَیَقُوْلَانِ نَمْ کَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ الَّذِیْ لَا یُوْقِظُهٗ اِلَّا اَحَبُّ اَهْلِهٖ اِلَیْهِ حَتّٰی یَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَّضْجَعِهٖ ذٰلِكَ وَاِنْ کَانَ مُنَافِقًا قَالَ سَمِعْتُ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ قَوْلًا فَقُلْتُ مِثْلَهٗ لَا اَدْرِیْ فَیَقُوْلَانِ قَدْ کُنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْلُ ذٰلِكَ فَیُقَالُ لِلْاَرْضِ الْتَئِمِیْ عَلَیْهِ فَتَلْتَئِمُ عَلَیْهِ فَتَخْتَلِفُ اَضْلَاعُهٗ فَلَا یَزَالُ فِیْهَا مُعَذَّبًا حَتّٰی یَبْعَثَهُ اللّٰهُ مِنْ مَّضْجَعِهٖ ذٰلِكَ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اس کی قبر میں فراخی دی جاتی ہے' ستر گز میں ےپھر اس کیلئے وہاں روشنی کر دی جاتی ہے۸ پھر اسے کہا جاتا ہے سو جا وہ کہتا ہے میں اپنے گھر جاؤں تا کہ انہیں یہ خبر دوں۹ تو وہ کہتے ہیں دلہن کی طرح سو جا جسے اس کے پیارے خاوند کے سوا گھر کا کوئی نہیں جگاتا ۱۰ تا آنکہ اللہ اسے اس کی خواب گاہ سے اٹھائے گا اور اگر مردہ منافق ہو تو کہتا ہے کہ میں نے لوگوں سے کچھ کہتے سنا تھا اسی طرح میں بھی کہہ دیتا تھا میں نہیں پہچانتا ۱۱ تب وہ کہتے ہیں کہ ہم تو جانتے تھے کہ تو یہ کہے گا ۱۲ پھر زمین سے کہا جاتا ہے کہ اس پر تنگ ہو جاؤ اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ مردے کی پسلیاں ادھر ادھر ہو جاتی ہیں۔۱۳ پھر وہ قبر کے عذاب میں ہی رہتا ہے تا آنکہ اللہ اسے اس ٹھکانے سے اٹھائے ۱۴ (ترمذی)

(۱۲۲) ۱ دفن کا ذکر اتفاقی ہے چونکہ عرب میں عام مردے دفن ہی ہوتے تھے اس لئے فرمایا گیا ورنہ جو مردہ دفن نہ بھی ہو بلکہ اسے جلا کر خاک کیا گیا ہو یا شیر و مچھلیاں کھا گئی ہوں اس کے اجزائے اصلیہ سے روح متعلق کر دی جاتی ہے اور سوال جواب ہو جاتے ہیں اگرچہ وہ اجزاء دنیا میں بکھرے ہوں (مرقات ولمعات وغیرہ) ۲ یہ دونوں فرشتے وہ ہیں جو حساب قبر پر مقرر ہیں یہ انسانی شکل بنا کر اس رنگ میں اس لئے آتے ہیں تا کہ ان کی ہیبت سے کفار تو گھبرا جائیں اور حیرانی سے جواب نہ دے سکیں اور مومن مطمئن رہیں اور باآسانی جواب دیں' یہ گھبراہٹ اور اطمینان کافر و مومن میں فرق کرنے کیلئے ہے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نورانی مخلوق میں بیک وقت ہزار ہا جگہ موجود ہو جانے کی طاقت ہے۔ دو فرشتے ایک آن میں ہزار قبروں میں پہنچ جاتے ہیں لہذا بعض اولیاء کا بیک وقت چند جگہ پایا جانا ممکن ہے' دوسرے یہ کہ جب نور شکل انسانی میں آئے تو جسم انسانی کے لوازمات اس میں پائے جائیں گے' فرشتے نور ہیں اور نور نہ کالا ہو نہ نیلا مگر جب شکل انسانی میں آئے تو ان کے چہرے کا رنگ کالا بھی ہو گیا' آنکھیں نیلی بھی۔ موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی جب سانپ بنتی تو کھاتی پیتی بھی تھی تَلْقَفُ مَایَاْفِکُوْنَ (۷/۱۱۷) ناگاہ ان کی بناوٹوں کو نگلنے لگا (کنز الایمان)

ہاروت ماروت فرشتے جب شکل انسانی میں آئے تو کھاتے پیتے بلکہ صحبت بھی کر سکتے تھے' اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ اگر حضور نور تھے' تو کھاتے پیتے کیوں تھے؟ ۳ ان لفظوں کے معنے ہیں' اجنبی جس کو دیکھ کر گھبراہٹ ہو چونکہ میت نے انہیں کبھی دیکھا نہیں ہوتا ان کی شکل ہیبت ناک بھی ہوتی ہے اس لئے ان کا یہ نام ہے۔ شیخ نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ کافروں کے سوال کرنے والے فرشتوں کا یہ نام ہے اور مومنوں کے ممتحنوں کا نام مبشر اور بشیر ہے مگر ناموں کا فرق ہے ذات ایک ہی ہے۔ ۴ مرقاۃ میں فرمایا کہ شکل پاک مصطفیٰ ہر قبر میں جلوہ گر ہوتی ہے جیسے آئینہ میں سورج' بعض علماء فرماتے ہیں کہ قبر سے روضہ اطہر تک کے حجاب اٹھا دیئے جاتے ہیں جس سے میت بے تکلف جمال جہاں آرا کا نظارہ کرتا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ مومن سے پھر یہ جمال تا قیامت غائب نہیں ہوتا اسی لئے بعض عشاق موت کی تمنا کرتے ہیں حضور نے حضرت فاطمہ زہرا سے فرمایا کہ میرے اہل بیت میں پہلے تم مجھ سے ملو گی یا ازواج پاک سے فرمایا کہ تم میں جو زیادہ سخی ہو گی وہ مجھ سے پہلے ملے گی۔ اس کا یہی مطلب ہے' خیال رہے کہ ان فرشتوں کا حضور

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

انور کو رجل فرمانا توہین کیلئے نہیں کہ یہ کفر ہے بلکہ امتحان کی تکمیل کیلئے ہے کہ اگر وہ نبی یا رسول کہہ دیتے تو امتحان ہی کیا ہوتا۔ ۵؎ قبر میں سوال بھی تین ہوتے ہیں اور جواب بھی تین، مگر یہاں سوال تو ایک فرمایا گیا جو سب کو جامع تھا اور جواب تینوں کا، توحید کا بھی دین کا اور رسالت کا بھی، اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ بندہ حضور ہی کو دیکھتا ہے نہ کہ آپ کے فوٹو کو ورنہ یہ جواب عین کفر ہوتا کیونکہ حضور کے فوٹو کو نبی کہنا ایسے ہی کفر ہے جیسے ربّ کے نام کا پتھر گھڑ کر اسے خدا کہنا۔ ۶؎ یعنی یہ سوال جواب قانونی طور پر ہے ہم تیرے ایمان سے بے خبر نہ تھے، معلوم ہوا کہ فرشتے ہر شخص کی سعادت اور شقاوت، کفر و ایمان سے خبردار ہیں ہمارے حضور جو اعلم الخلق ہیں ان کا علم کیا پوچھنا، مرقات میں فرمایا کہ فرشتے مومن میت کی پیشانی میں نور ایمان کی شعاع، عبادت کا اثر اور سعادت کی علامتیں دیکھتے ہیں۔ جیسے قیامت میں ہر شخص مومن و کافر کو پہچان لے گا ربّ فرماتا ہے: یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ (۳:۱۰۶) جس دن کچھ منہ اونجالے (روشن) ہوں گے اور کچھ منہ کالے (کنزالایمان) ۷؎ یعنی چار ہزار نو سو گز جو ستر کی ضرب ستر میں دینے سے حاصل ہے یعنی ستر گز لمبی ستر گز چوڑی، کل رقبہ چار ہزار نو سو، یہ بیان وسعت کیلئے ہے نہ کہ حصر کیلئے بعض روایتوں میں ہے تاحد بصر، وہ اس کی تفسیر ہے۔ ۸؎ یہ روشنی چاند سورج وغیرہ کی نہیں ہوتی بلکہ نور الٰہی یا نور مصطفوی کی جگمگاہٹ ہوتی ہے ممکن ہے کہ ایمان قلبی کا نور ہو تب بھی وہی ہے ۹؎ کہ میں کامیاب ہو گیا اور نہایت آرام سے ہوں، معلوم ہوا کہ میت اپنے گھر والوں کو پہچانتا ہے اور وہاں پہنچنے کی بھی طاقت رکھتا ہے کیونکہ وہ یہ نہیں کہتا کہ تم مجھے لے چلو یا سواری لاؤ بلکہ کہتا ہے میں جاتا ہوں اگرچہ اس کے گھر والے صدہا کوس ہوں۔ ۱۰؎ مرقات میں فرمایا کہ یہاں سونے سے مراد آرام کرنا ہے یعنی یہ برزخی زندگی آرام سے گزار کہ تجھ تک سوا خدا کی رحمت کے کوئی آفت یا بلا نہیں پہنچ سکے گی جیسے کہ عروس دلہن کے پاس دلہا کے سوا کوئی نہیں پہنچتا، یہ نیند غفلت والی مراد نہیں ربّ فرماتا ہے فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ (۳:۱۷۰) شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منارہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہ ملے (کنزالایمان) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول قبر میں جنتی روزی کھاتے ہیں، خوش و خرم رہتے ہیں اور دنیا کے لوگوں کی خبر رکھتے ہیں اگر وہ سو گئے ہوتے تو پھل کیسے کھاتے یہاں کی خبر کیسے رکھتے نیز قبرستان میں پہنچ کر سلام کرنا سنت نہ ہوتا کیونکہ سوتوں کو سلام کرنا منع ہے لہٰذا اس حدیث سے وہابی دلیل نہیں پکڑ سکتے، یہ حدیث بزرگوں کے عرس کا ماخذ ہے چونکہ فرشتوں نے اس دن صاحب قبر کو عروس کہا ہے لہٰذا اس دن کا نام روز عرس ہے، موت مومن کی شادی کا اور کافر کی گرفتاری کا دن ہے۔ ۱۱؎ معلوم ہوا کہ دلی ایمان قبر میں ساتھ جائے گا نہ کہ زبانی اسلام اس کی تحقیق پہلے کی جا چکی ۱۲؎ کیونکہ لوح محفوظ ہمارے سامنے ہے تیرا کفر پر مرنا ہمیں معلوم ہے تیری پیشانی میں کفر کی تاریکی دیکھ رہے ہیں یہ سوال جواب محض قانون کیلئے ہے۔ ۱۳؎ یعنی دائیں پسلیاں بائیں طرف اور بائیں پسلیاں دائیں طرف لیکن اس کی یہ حالت ہماری حس سے بالا ہے اگر ہم کافر کی لاش دیکھیں تو ویسی ہی صحیح معلوم ہوگی، خیال رہے کہ اگر ایک ہی قبر میں کافر و مومن دفن ہو گئے تو وہ ہی قبر مومن کیلئے فراخ ہوگی اور کافر کیلئے تنگ، مومن کیلئے روشن اور کافر کیلئے اندھیری، مومن کیلئے ٹھنڈی کافر کیلئے گرم اور مومن کیلئے مہکی ہوئی، کافر کیلئے بدبودار جیسے ایک بستر میں دو آدمی سو رہے ہوں ایک اچھی اور دل خوش کن خواب دیکھے دوسرا پریشان کن اور ہیبتناک خواب دیکھے، بستر ایک ہے مگر دونوں کی حالتیں مختلف خواب برزخ کی تمثیل ہے، خواب اکثر خیال ہوتی ہے۔ برزخ میں حقیقت ہوگی، پسلیاں فرمانا سمجھانے کیلئے، ورنہ جن کفار کی پسلیاں راکھ بنا دی گئیں یا جانوروں نے ہضم کرلیں ان کی روح پر بھی تنگی ایسی ہی ہوگی اس کیلئے قبر ایک شکنجہ ہے۔ ۱۴؎ یعنی قیامت تک، معلوم ہوا کہ کافر کا عذاب کسی تدبیر سے بھی ختم یا ہلکا نہیں ہو سکتا گنہگار مومن کا عذاب قبر بزرگوں کے قدم، زندوں کے ایصال ثواب وغیرہ سے ہلکا ہو جاتا ہے۔

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَأْتِیْہِ مَلَکَانِ فَیُجْلِسَانِہٖ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ مَنْ رَّبُّکَ فَیَقُوْلُ رَبِّیَ اللّٰہُ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ مَادِیْنُکَ فَیَقُوْلُ دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ فَیَقُوْلَانِ مَا ھٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْکُمْ فَیَقُوْلُ ھُوَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ وَمَا یُدْرِیْکَ فَیَقُوْلُ قَرَأْتُ کِتَابَ اللّٰہِ فَاٰمَنْتُ بِہٖ وَصَدَّقْتُ فَذٰلِکَ قَوْلُہٗ یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ الْاٰیَۃَ قَالَ فَیُنَادِیْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ اَنْ صَدَقَ عَبْدِیْ فَاَفْرِشُوْہُ مِنَ الْجَنَّۃِ وَاَلْبِسُوْہُ مِنَ الْجَنَّۃِ وَافْتَحُوْا لَہٗ بَابًا اِلَی الْجَنَّۃِ فَیُفْتَحُ قَالَ فَیَاْتِیْہِ مِنْ رَّوْحِھَا وَطِیْبِھَا وَ یُفْسَحُ لَہٗ فِیْھَا مَدَّ بَصَرِہٖ وَاَمَّا الْکَافِرُ فَذَکَرَ مَوْتَہٗ قَالَ وَ یُعَادُ رُوْحُہٗ فِیْ جَسَدِہٖ وَیَاْتِیْہِ مَلَکَانِ فَیُجْلِسَانِہٖ فَیَقُوْلَانِ مَنْ رَّبُّکَ فَیَقُوْلُ ھَاہْ ھَاہْ لَا اَدْرِیْ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ مَادِیْنُکَ فَیَقُوْلُ ھَاہْ ھَاہْ لَا اَدْرِیْ فَیَقُوْلَانِ مَا ھٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْکُمْ فَیَقُوْلُ ھَاہْ ھَاہْ لَا اَدْرِیْ فَیُنَادِیْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ اَنْ کَذَبَ فَاَفْرِشُوْہُ مِنَ النَّارِ وَاَلْبِسُوْہُ مِنَ النَّارِ وَافْتَحُوْا لَہٗ بَابًا اِلَی النَّارِ قَالَ فَیَاْتِیْہِ مِنْ حَرِّھَا وَ سَمُوْمِھَا قَالَ وَ یُضَیَّقُ عَلَیْہِ قَبْرُہٗ حَتّٰی تَخْتَلِفَ فِیْہِ اَضْلَاعُہٗ ثُمَّ یُقَیَّضُ لَہٗ اَعْمٰی اَصَمُّ مَعَہٗ مِرْزَبَۃٌ مِّنْ حَدِیْدٍ لَوْ ضُرِبَ بِھَا جَبَلٌ لَّصَارَ تُرَابًا فَیَضْرِبُہٗ بِھَا ضَرْبَۃً یَّسْمَعُھَا مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اِلَّا الثَّقَلَیْنِ فَیَصِیْرُ تُرَابًا ثُمَّ یُعَادُ فِیْہِ الرُّوْحُ

(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۱۲۳) روایت ہے براء ابن عازب سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ مردے کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں۱ پھر اس سے کہتے ہیں تیرا رب کون؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پھر کہتے ہیں تیرا دین کیا وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے۲ پھر وہ کہتے ہیں یہ کون صاحب ہیں جو تم میں بھیجے گئے تو وہ کہتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں فرشتے کہتے ہیں تجھے یہ کیسے معلوم۳ وہ کہتا ہے میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا اسے سچا جانا۴ یہی اس آیت کی تفسیر ہے یثبت اللہ الآیہ فرمایا حضور نے پھر آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے۵ لہٰذا اس کیلئے جنت کا بستر بچھاؤ‘ اسے جنت کا لباس پہناؤ اور اس کیلئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو پس کھول دیا جاتا ہے فرماتے ہیں کہ اس تک جنت کی ہوا اور وہاں کی خوشبو آتی ہے۶ اور تاحد نظر قبر میں فراخی کر دی جاتی ہے۷ رہا کافر حضور نے اس کی موت کا ذکر فرمایا۸ فرمایا کہ اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں پھر وہ اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا۹ پھر اس سے پوچھتے ہیں تیرا دین کیا؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا۱۰ پھر وہ کہتے ہیں کہ یہ کون صاحب ہیں جو تم میں بھیجے گئے۱۱ وہ کہتا ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا۱۲ تب پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے۱۳ لہٰذا اس کیلئے آگ کا بچھونا بچھاؤ‘ آگ کا لباس پہناؤ اور اس کیلئے آگ کی طرف دروازہ کھول دو فرمایا پھر اس تک وہاں کی گرمی اور لو آتی ہے۔۱۴ فرمایا اس پر اس کی قبر تنگ ہو جاتی ہے حتیٰ کہ وہاں اس کی پسلیاں ادھر کی ادھر ہو جاتی ہیں۔۱۵ پھر اس پر اندھے بہرے فرشتے مسلط ہوتے ہیں۱۶ جن کے پاس لوہے کے ہتھوڑے ہوتے ہیں اگر ان سے پہاڑ کو مارا جائے تو وہ بھی مٹی ہو جائے اس سے اسے مارتے ہیں ایسی مار جس سے جن و انس کے سوا پورب پچھم کی مخلوق سنتی ہے۱۷ جس سے وہ مٹی ہو جاتا ہے پھر اس میں روح لوٹائی جاتی ہے۱۸

(احمد‘ ابوداؤد)

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(۱۲۳)۱؎خیال رہے کہ لیٹے ہوئے کا بیٹھنا جلوس ہے اور کھڑے ہوئے کا بیٹھنا قعود کبھی مجازاً ایک کو دوسرے کے معنے میں استعمال کر لیتے ہیں یہاں حقیقی معنے میں ہے۔ یہاں بٹھالینا بھی غیر حسی ہے' مردے خانہ میں کافر کی لاشیں ہمارے سامنے پڑی رہتی ہیں مگر فرشتے اسے بٹھا کر امتحان لے کر عذاب میں گرفتار کر جاتے ہیں اور ہمیں پتا بھی نہیں لگتا ہمارے سامنے سونے والا بدخوابی میں تکلیف پا رہا ہے' گھبرا رہا ہے' مگر ہمیں خبر نہیں۔۲؎ یہ سوال جواب سب عربی زبان میں ہوتے ہیں بعد موت سب کی زبان عربی ہو جاتی ہے(مرقاۃ) لیکن مردہ اپنی زندگی کی زبان بھی سمجھتا ہے۔ ہمارے حضور زندگی شریف میں تمام زبانیں جانتے ہیں حتیٰ کہ لکڑی و پتھر کی زبانیں' جانور حضور سے فریادیں کرتے تھے اور اب بھی ہر زبان سے واقف ہیں' حضور کے روضہ پر ہر فریادی' اپنی زبان میں عرض ومعروض کرتا ہے وہاں ترجمہ کی ضرورت نہیں پڑتی۔۳؎ یہ سوال خوشی کا ہے یعنی اے بندے اس نازک موقع پر تو نے انہیں کیسے پہچان لیا اور تو امتحان میں کامیاب کیسے ہو گیا؟ ۴؎ یعنی بلا واسطہ میں نے قرآن شریف خود سیکھا یا علماء کے ذریعہ اس سے عقائد اور اعمال حاصل کئے لہٰذا یہ جواب علماء کیلئے بھی درست ہے اور جاہلوں کیلئے بھی' اس جواب سے معلوم ہوا کہ قبر میں حضور کی پہچان ایمانی رشتہ سے ہوگی خواہ حضور کو دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو۔ خیال رہے کہ مومن ایک لحاظ سے حضور سے قرآن کو جانتا ہے اور دوسرے لحاظ سے قرآن سے حضور کو پہچانتا ہے۔۵؎ عَبۡدِیۡ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام رب کا ہے جسے بندہ آج پہلی بار اپنے کان سے سنتا ہے اس کلام کو سن کر جو خوشی بندے کو ہوتی ہے وہ بیان نہیں ہوسکتی' سچا ہے کہ یہ معنی ہیں کہ دنیا میں بھی سچا رہا اور آج بھی سچ بولا۔۶؎ یہ حدیث ستر گز فراخی کی تفسیر ہے۔۸؎ کہ کس مصیبت سے اس کی جان نکلتی ہے نیز اسے دنیا چھوٹنے کا صدمہ' عذاب کے فرشتوں کی ہیبت' آئندہ عذاب کا ڈر سب جمع ہو جاتے ہیں مومن کو اس میں سے کچھ بھی نہیں ہوتا۔۹؎ معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے دنیا میں حضور سے رشتہ غلامی نہ جوڑا اگرچہ وہ توحید کے قائل رہے مگر قبر میں توحید وغیرہ سب کا سب بھول جائیں گے کیونکہ یہ جواب ہر کافر کا ہوگا۔ دہریہ ہو یا مشرک ہو یا شیطانی توحید والا موحد۱۰؎ یعنی اسے یہ بھی یاد نہ رہا کہ دنیا میں میں نے اسلام کے سوا کون سا دین اختیار کیا تھا کیونکہ سارے کفر شیطانی دین ہیں' جن کی بنیاد نفسانی ہے مرتے ہی شیطان ساتھ چھوڑ گیا' نفس ٹوٹ گیا' جب جڑ ہی کٹ گئی شاخیں کیسے باقی رہیں۔۱۱؎ معلوم ہوا کہ کافر میت کو بھی حضور کا دیدار کرایا جاتا ہے مگر وہ پہچان نہیں سکتا کیونکہ ان کی پہچان بصارت سے نہیں ہوتی بلکہ دل کی بصیرت سے ہوتی ہے نابینا صحابہ نے حضور کو دیکھ لیا آنکھ والے کافر حضور کو نہ دیکھ سکے' بصارت سرمہ سے تیز ہوتی ہے' بصیرت مقبولین کے آستانوں کی خاک سے۔۱۲؎ اس جواب سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر اور بڑا بھائی کہنے کو ایمان سمجھتے ہیں اگر اس سے ایمان مل جاتا تو یہ کافر کہہ سکتا تھا کہ یہ بشر ہیں یا میرے بھائی ہیں بشریت مصطفوی پہچاننے پر نجات نہیں نبوت کے پہچاننے پر نجات ہے۔ بشریت تو ابوجہل بھی مانتا تھا۔۱۳؎ کیونکہ یہ کہتا ہے کہ میں انہیں جانتا ہی نہیں حالانکہ زندگی میں انہیں جادوگر' شاعر' اپنے جیسا بشر' بڑا بھائی کہتا تھا اور یہاں کہتا ہے میں جانتا ہی نہیں جس کو واقعی حضور کی نبوت کی اطلاع نہ پہنچی ہو اس کیلئے صرف عقیدہ توحید کافی ہے اور اس سے یہ سوال جواب بھی نہیں نیز حضور کی نبوت مشرق ومغرب میں پھیل چکی اب جو دانستہ اس سے غافل رہے وہ بھی مجرم ہے اور لَا اَدۡرِیۡ کہنے میں جھوٹا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں عبدی نہ فرمایا کیونکہ یہ لفظ رحمت کا ہے اور کفر مستحق لعنت۔۱۴؎ یعنی آگ کے شعلے دھواں بلکہ وہاں کے سانپ' بچھو بھی اور گرم ہوا بھی بعض قبروں میں یہ چیزیں دیکھی بھی گئیں اللہ کی پناہ ۱۵؎ یہ تنگی بھی تاقیامت رہتی ہے جیسے کہ گرمی اور آگ۔۱۶؎ ان عذاب کے فرشتوں کا نام زبانیہ ہے اندھے بہرے سے مراد سخت دل' بے رحمی اور لاپروائی ہے کہ اس کی تکلیف دیکھ کر رحم نہیں کرتے آہ۔

https://archive.org/details/@madni_library

بکا سن کر کان نہیں دھرتے (اشعۃ) ورنہ اندھا بہرہ ہونا عیب ہے، جس سے فرشتے پاک ہیں۔ رب قیامت میں کافر سے فرمائے گا
وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنسٰى حالانکہ رب بھول سے پاک ہے۔ ۷؎ حدیث بالکل ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں جن وانس سے عوام
مراد ہیں۔مقبولین یہ آہ وبکا سنتے بھی ہیں بلکہ عذاب قبر دیکھتے بھی ہیں۔ ۸؎ یعنی جیسے دنیا میں سخت تکلیف میں جان نکل جاتی تھی ایسے ہی
وہاں بھی ہوگا کہ ہتھوڑے کی ہر چوٹ پر جان نکلے گی پھر ڈالی جائے گی اسی لئے قیامت میں کافر عرض کریں گے رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ
وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ (۴۰،۱۱) اے ہمارے رب تو نے ہمیں دوبار مردہ کیا اور دوبارہ زندہ کیا۔ (کنزالایمان) خدایا تو نے ہمیں بار بار موت و
زندگی دی، اس آیت میں اثنتین سے بار بار مراد ہے جیسے ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ (۶۷،۴) پھر دوبارہ نگاہ اُٹھا (کنزالایمان) غرض کہ یہ
آیت اس حدیث کی تفسیر ہے اس آیت کی اور تفسیریں بھی کی گئی ہیں۔

وَعَنْ عُثْمَانَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا وَقَفَ عَلٰى قَبْرٍ بَكٰى حَتّٰى يَبُلَّ لِحْيَتَهٗ فَقِيْلَ لَهٗ تَذْكُرُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ فَلَا تَبْكِيْ وَتَبْكِيْ مِنْ هٰذَا فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْقَبْرَ اَوَّلُ مَنْزِلٍ مِّنْ مَّنَازِلِ الْاٰخِرَةِ فَاِنْ نَجٰى مِنْهُ فَمَا بَعْدَهٗ اَيْسَرُ مِنْهُ وَاِنْ لَّمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهٗ اَشَدُّ مِنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَاَيْتُ مَنْظَرًا قَطُّ اِلَّا وَالْقَبْرُ اَفْظَعُ مِنْهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

(۱۲۴) روایت ہے حضرت عثمان سے کہ آپ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ آپ کی داڑھی تر ہو جاتی ۱؎ عرض کیا گیا کہ آپ جنت دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو نہیں روتے اس سے روتے ہیں تو فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قبر آخرت کی منزلوں سے پہلی منزل ہے اگر اس سے نجات پا گیا تو بعد والی منزلیں اس سے آسان تر ہیں۔ ۲؎ اور اگر اس سے ہی نجات نہ پائی تو بعد والی منزلیں اس سے سخت ہیں۔ ۳؎ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں نے کوئی منظر نہ دیکھا مگر قبر اس سے زیادہ وحشت ناک ہے ۴؎ اسے ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۱۲۴) ۱؎ مردے کی یاد میں نہیں بلکہ قبر کی ہیبت میں اور عذاب قبر کے خوف سے اگرچہ آپ ہر قسم کے عذاب سے محفوظ تھے زبان
مصطفوی سے جنت کی بشارت پا چکے تھے لیکن ہیبت دل میں موجود تھی جو ایمان کا تقاضا ہے جو محفوظین کا یہ خوف ہے تو ہم گنا ہگاروں کو
کتنا خوف چاہئے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہیں حضور کی بشارت پر یقین نہ تھا یا رب تعالیٰ کے جھوٹ کا احتمال تھا۔ رب نے فرمایا
تھا: مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (۸،۳۳) اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب! تم ان میں تشریف فرما ہو۔
(کنزالایمان) اس کے باوجود آندھی دیکھ کر حضور کے چہرۂ انور پر آثار خوف نمودار ہوتے تھے۔ ۲؎ یعنی مرنے کے بعد قبر، حشر، میزان، پل
صراط وغیرہ بہت سی منزلوں سے ہمیں گزرنا ہے لیکن تمام منزلوں کا پتا قبر سے چل جاتا ہے یہاں بچ گیا تو انشاء اللہ آگے بھی محفوظ رہے گا
بلکہ گنا ہگار مومن کیلئے قبر کا عارضی عذاب اس کے گناہوں کا کفارہ ہوگا جیسے کہ مرقاۃ میں ہے۔ سبحان اللہ مومن کیلئے وہ سختی بھی رحمت۔ ۳؎
یعنی قبر کا دائمی عذاب کفار کیلئے ہے اس کیلئے حشر و پل صراط قبر سے زیادہ خطرناک ہے۔ ۴؎ یعنی دنیا کی بڑی سے بڑی مصیبت قبر کے
معمولی عذاب سے بھی آسان ہے، عیش میں رہنے والے کافر کو قبر کی ایک گرم ہوا دے کر پوچھیں گے کہ کیا تو نے کبھی عیش دیکھا تھا وہ
کہے گا میں جانتا بھی نہیں کہ عیش کیا چیز ہے، دنیا میں مصیبت زدہ اپنے مال اولاد ساتھیوں کو دیکھ کر تسلی پالیتا ہے، قبر میں کسے دیکھے گا، یا مٹی
کو یا عذاب کے فرشتوں کو۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِاَخِيْكُمْ ثُمَّ سَلُوْا لَهٗ بِالتَّثْبِيْتِ فَاِنَّهُ الْاٰنَ يُسْأَلُ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۱۲۵) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو وہاں کچھ ٹھہرتے اور فرماتے اپنے بھائی کیلئے دعائے مغفرت کرو پھر اس کیلئے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو[۱] کہ اس سے اب سوالات ہو رہے ہیں[۲] (ابوداؤد)

(۱۲۵) ہمارے ہاں رواج ہے کہ بعد دفن فوراً واپس نہیں ہوتے بلکہ قبر کے آس پاس حلقہ بنا کر کھڑے ہوتے ہیں کچھ پڑھ کر بخشتے ہیں اور میت کیلئے دعا کرتے ہیں' ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے' یہ تمام فعل سنت ہیں' بعض جگہ بعد دفن قبر پر اذان بھی کہتے ہیں' یہ بھی اسی حدیث سے نکل سکتا ہے کہ اس میں مردے کو تلقین ہے اور اس کے ثبات قدمی کی کوشش ہے' حدیث میں ہے لقنوا موتاکم بلا الٰہ الا اللہ ۲ یعنی ہونے ہی والے ہیں کیونکہ حساب قبر لوگوں کے لوٹنے کے بعد شروع ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ زندوں کی دعا سے مردوں کو فائدہ ہوتا ہے ایسے ہی ان کے صدقات و خیرات میت کو مفید ہیں ابوامامہ کی روایت میں ہے کہ حضور ارشاد فرماتے ہیں دفن کے بعد قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر یہ کہو اے فلاں ابن فلاں اپنا وہ کلمہ یاد کر جسے تو دنیا میں پڑھتا تھا تیرا رب اللہ ہے' تیرا دین اسلام ہے' تیرے نبی محمد مصطفیٰ ہیں (اشعۃ) مرقاۃ نے فرمایا کہ قبر پر ختم قرآن کرنا مستحب ہے' بیہقی نے حضرت ابن عمر سے روایت کی کہ بعد دفن سرہانہ قبر پر سورہ بقر کا پہلا رکوع اور پائنتی پر آخری رکوع پڑھنا مستحب ہے' شیخ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ قبر پر قرآن پڑھنا بہت اعلیٰ ہے' اشعۃ میں ہے کہ اگر اس وقت دو چار فقہی مسائل بیان کر کے ثواب میت کو پہنچائے تو اچھا ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُسَلَّطُ عَلَى الْكَافِرِ فِيْ قَبْرِهٖ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ تِنِّيْنًا تَنْهَسُهٗ وَتَلْدَغُهٗ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ لَوْ اَنَّ تِنِّيْنًا مِنْهَا نَفَخَ بِالْاَرْضِ مَا اَنْبَتَتْ خَضِرًا رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهٗ وَقَالَ سَبْعُوْنَ بَدَلَ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ

(۱۲۶) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر پر اس کی قبر میں ننانوے سانپ مسلط کئے جاتے ہیں[۱] جو اسے قیامت تک نوچتے اور ڈستے رہیں گے[۲] اگر ان میں سے ایک سانپ زمین پر پھونک مار دے تو کبھی سبزہ نہ اگائے[۳] اسے دارمی نے روایت کیا اور ترمذی نے بھی اس کی مثل روایت کی انہوں نے ننانوے کے بجائے ستر فرمائے[۴]

(۱۲۶) [۱] تنین زہر والے اژدھے کو کہتے ہیں چونکہ کافر اللہ کے ننانوے ناموں کا منکر تھا اس لئے اس پر ننانوے سانپ مقرر ہوئے نیز اللہ کی سو رحمتیں ہیں ایک دنیا میں ننانوے مومنوں پر آخرت میں' کافروں پر ان نعمتوں کے عوض سانپ مقرر ہوئے[۲] گوشت نوچنا' زہر نہ پہنچانا نہس ہے اور دانت مار کر زہر چھوڑ دینا لدغ یعنی کوئی نوچے گا کوئی ڈسے گا[۳] اس طرح کہ اس کی گرمی اور زہر کی وجہ سے مٹی پک جائے اور سبزے کے قابل نہ رہے آج جہاں ایٹم بم پڑا ہے وہاں کا علاقہ ناقابل کاشت ہو گیا۔[۴] ستر سے مراد بے شمار لینا یہ ننانوے کے خلاف نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

(۱۲۷) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں جب حضرت سعد

https://archive.org/details/@madni_library

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ حِيْنَ تُوُفِّيَ فَلَمَّا صَلّٰى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ وَسُوِّيَ عَلَيْهِ سَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَّحْنَا طَوِيْلًا ثُمَّ كَبَّرَ فَكَبَّرْنَا فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ سَبَّحْتَ ثُمَّ كَبَّرْتَ قَالَ لَقَدْ تَضَايَقَ عَلٰى هٰذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرُهٗ حَتّٰى فَرَّجَهُ اللّٰهُ عَنْهُ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

ابن معاذ۱ نے وفات پائی تو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی طرف گئے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نماز پڑھ لی اور وہ اپنی قبر میں رکھے گئے اور ان پر مٹی برابر کر دی گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت دراز تسبیح پڑھی ہم نے بھی تسبیح پڑھی پھر تکبیر کہی ہم نے بھی تکبیر کہی۲ عرض کیا گیا یا رسول اللہ اولاً تسبیح پھر تکبیر کیوں کہی؟ فرمایا اس نیک بندے پر ان کی قبر تنگ ہوگئی تھی حتی کہ اللہ نے کشادہ کر دی۳ (اسے احمد نے روایت کیا)

(۱۲۷) ۱ آپ قبیلہ انصار میں اوس کے سردار ہیں بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد مدینہ منورہ میں ایمان لائے آپ کے ایمان سے عبدالاشہل بھی ایمان لائے حضور نے ان کا نام سید الانصار رکھا جلیل القدر صحابی ہیں۔حضور کے ساتھ بدرواحد میں شریک رہے۔خندق کے دن کندھے میں تیر لگا جس سے خون جاری ہوا اور نہ ٹھہرا۔ایک ماہ کے بعد ذیقعد ۵ھ میں وفات ہوئی۔۳۷ سال عمر ہوئی حضور کے ہاتھوں جنت بقیع میں دفن ہوئے۔۲ اس سے معلوم ہوا کہ بعد دفن قبر پر تسبیح وتکبیر پڑھنا سنت ہے کہ اس سے غضب الٰہی دفع ہوتا ہے لگی ہوئی آگ بجھ جاتی ہے۔اس سے قبر پر اذان کا مسئلہ ماخوذ ہے کہ اس میں تکبیر بھی ہے اور تلقین بھی اور یہ دونوں سنت ہیں۳ یہ تنگی قبر عذاب نہ تھی بلکہ قبر کا پیار تھا' قبر مومن کو ایسے دباتی ہے جیسے ماں بچے کو گود میں لے کر مگر میت اس سے ایسی گھبراتی ہے جیسے ماں کے دبانے پر بچہ روتا ہے۔اسی لئے حضور نے عبد صالح فرمایا' عذاب قبر کا فریا گناہگار کو ہوتا ہے' اگلی حدیث اس کی شرح ہے حضور کی برکت اور تکبیر وتہلیل کے ذریعہ یہ تنگی بھی دور ہوگئی' اس سے معلوم ہوا کہ قبر پر تسبیح وتکبیر میت کو مفید ہے' نیز پتا لگا کہ حضور کی نگاہ اوپر سے قبر کے اندر کا حال دیکھ لیتی ہے آپ کیلئے کوئی شے آڑ نہیں' خیال رہے کہ حضور کے قدم کی برکت سے قبر کی مصیبتیں دور ہوتی ہیں یہ تکبیر فرمانا ہم کو تعلیم دینے کیلئے ہے کوئی گستاخ یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضور کے ہوتے ہوئے عذاب کیوں ہوا کیونکہ یہ عذاب تھا ہی نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الَّذِيْ تَحَرَّكَ لَهُ الْعَرْشُ وَفُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَشَهِدَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ لَقَدْ ضُمَّ ضَمَّةً ثُمَّ فُرِّجَ عَنْهُ (رَوَاهُ النَّسَآئِيُّ)

(۱۲۸) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ وہ ہیں جن کیلئے عرش ہل گیا' اور ان کیلئے آسمان کے دروازے کھولے گئے۱ اور ان پر ستر ہزار فرشتے حاضر ہوئے۲ بے شک چپٹائے گئے چپٹایا جانا' پھر اللہ نے ان کیلئے آسانی کر دی۳ (نسائی)

(۱۲۸) ۱ یعنی سعد ابن معاذ کیلئے آسمان کے دروازے کھلے وہاں کے فرشتوں نے ان کی روح کا استقبال کیا اور ان کی روح کے پہنچنے پر عرش اعظم خوشی میں ہلا آسمانوں سے فرشتے اور رحمتیں اتریں' مرقاۃ میں فرمایا کہ مومنین کی ارواح جنت میں رہتی ہیں جو ساتویں آسمان کے اوپر ہے۔۲ اللہ کی رحمتیں لے کر یا ان کے جنازے میں شرکت کرنے کیلئے۳ یہ عبارت گزشتہ حدیث کی تفسیر ہے جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ تنگی عذاب قبر نہ تھی بلکہ قبر کی رحمت تھی اور ان کیلئے وحشت' بلی اپنے بچے کو بھی منہ میں دباتی ہے اور چوہے کو بھی مگر دونوں میں فرق ہے۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَتْ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَطِیْبًا وَ ذَکَرَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ الَّتِیْ یُفْتَنُ فِیْهَا الْمَرْءُ فَلَمَّا ذَکَرَ ذٰلِكَ ضَجَّ الْمُسْلِمُوْنَ ضَجَّةً رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ هٰکَذَا وَزَادَ النَّسَائِیُّ حَالَتْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ اَنْ اَفْهَمَ کَلَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَکَنَتْ ضَجَّتُهُمْ قُلْتُ لِرَجُلٍ قَرِیْبٍ مِّنِّیْ اَیْ بَارَكَ اللّٰهُ فِیْكَ مَا ذَاقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اٰخِرِ قَوْلِهٖ قَالَ قَالَ قَدْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّکُمْ تُفْتَنُوْنَ فِی الْقُبُوْرِ قَرِیْباً مِّنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ

(۱۲۹) روایت ہے اسماء بنت ابوبکر سے[۱] فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وعظ کیلئے کھڑے ہوئے[۲] تو آپ نے فتنہ قبر کا ذکر فرمایا جس میں انسان مبتلا ہوتا ہے[۳] تو جب یہ ذکر کیا تو مسلمانوں نے چیخ ماری[۴] بخاری نے اسی طرح روایت کی نسائی نے یہ اور زیادہ کیا کہ ان کے درمیان چیخ حائل ہوگئی کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سمجھ سکوں جب شور تھما تو میں نے اپنے نزدیکی آدمی سے کہا کہ اللہ تجھے برکتیں دے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر کلام شریف میں کیا فرمایا؟[۵] وہ بولے کہ حضور نے یہ فرمایا کہ مجھے وحی ہوئی ہے کہ تم اپنی قبروں میں فتنہ دجال کے قریب فتنہ میں مبتلا کیے جاؤ گے۔[۶]

(۱۲۹)[۱] آپ کا لقب ذات النطاقین ہے عائشہ صدیقہ کی بڑی بہن زبیر ابن عوام کی زوجہ عبداللہ ابن زبیر کی والدہ ابوبکر صدیق کی صاحبزادی ہیں آپ اٹھارہویں مومنہ ہیں مکہ معظمہ میں ایمان لائیں۔ عائشہ صدیقہ سے دس سال بڑی تھیں آپ کے صاحبزادے عبداللہ ابن زبیر کو حجاج ابن یوسف نے سولی دی تھی چوب سے آپ کی لاش اتارنے کے دس روز بعد حضرت اسماء کا انتقال ہوا۔ مکہ معظمہ میں دفن ہوئیں۔ یہ واقعہ ۷۳ھ میں ہوا۔[۲] مسجد نبوی شریف میں جہاں مردوں اور عورتوں کا اجتماع تھا مرد آگے تھے عورتیں پردے کے ساتھ پیچھے جیسا کہ اس زمانہ میں عام مروج تھا بلکہ عورتوں کو حکم تھا کہ وعظ کی مجالس میں شرکت کریں تاکہ انہیں اپنے احکام و مسائل معلوم ہوں۔ خیال رہے کہ خطبہ اور وعظ کھڑے ہو کر کہنا سنت ہے۔ شامی میں ہے کہ خطبہ نکاح بھی کھڑے ہو کر پڑھا جائے۔[۳] فتنہ قبر سے مراد وہاں کا امتحان ہے اَلْمَرْءُ سے معلوم ہوا کہ حساب قبر صرف انسانوں سے ہے جنات یا جانوروں سے نہیں کیونکہ ان کیلئے نہ جنت ہے نہ وہاں کی نعمتیں، کفار جن کیلئے صرف جہنم ہے جانوروں کیلئے دونوں میں کچھ نہیں بلکہ مظالم کا بدلہ کرا کر انہیں مٹی کر دیا جائے گا اس کی تحقیق ہمارے فتوٰی میں دیکھو۔[۴] ہیبت سے گھبرا کر رو پڑے اور بے اختیاری چیخ نکل گئی، اس میں ریاء کی گنجائش نہ تھی۔ خیال رہے کہ خوف الٰہی میں صرف آنسوؤں سے رونا بہت بہتر ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: تَرٰۤی اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ (۵،۸۳) تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے ابل رہی ہیں (کنز الایمان) لیکن اگر بے اختیاری میں لوگوں کے سامنے چیخ نکل جائے تو بھی عبادت۔[۵] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ عورت اجنبی مرد سے ضرورۃً پردے میں رہ کر کلام کر سکتی ہے بشرطیکہ سادی گفتگو کرے آواز میں شیرینی اور لوچ نہ ہو، رب فرماتا ہے: وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ (۳۳،۵۳) اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر مانگو (کنز الایمان) اور فرماتا ہے: فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ (۳۳،۳۲) دوسرے یہ کہ دعائیں دے کر کوئی بات پوچھنا بہتر ہے تاکہ مخاطب کو خوشی ہو مومن کو خوش کرنا بھی عبادت ہے، تیسرے یہ کہ دینی باتوں میں ایک کی خبر بھی قبول ہے، گواہیوں کی ضرورت نہیں۔[۶] یعنی فتنہ قبر فتنہ دجال کی طرح بڑا ہی خطرناک ہے جیسے دجال کے شر سے وہی بچے گا جسے اللہ بچائے، ایسے ہی حساب قبر میں وہی کامیاب ہوگا جسے اللہ کامیاب کرے ان دونوں جگہ ثابت قدمی اپنی بہادری سے نہیں، دجال دعویٰ خدائی کرے گا اور بہت لوگ

https://archive.org/details/@madni_library

اس کا اقرار کرلیں گے' قبر میں شیطان سامنے آجاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تیرا رب ہوں' مجھے رب مان لے کامیاب ہوجائے گا اس کی ذریت میت کے مرے ہوئے عزیزوں کی شکل میں آکر کہتی ہے کہ بیٹے اسے خدا مان لے' دیکھو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی کتاب ایذان الاجر اور ہماری کتاب جاء الحق' اسی لئے قبر پر اذان کہہ دیتے ہیں تاکہ شیاطین دفع ہوں۔

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اُدْخِلَ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ مُثِّلَتْ لَهُ الشَّمْسُ عِنْدَ غُرُوْبِهَا فَيَجْلِسُ يَمْسَحُ عَيْنَيْهِ وَيَقُوْلُ دَعُوْنِيْ اُصَلِّيْ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۱۳۰) روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ جب میت قبر میں داخل کی جاتی ہے تو اسے سورج ڈوبتا ہوا معلوم ہوتا ہے [۱] تو وہ آنکھیں ملتا ہوا بیٹھتا ہے اور کہتا ہے مجھے چھوڑو میں نماز پڑھ لوں۔ [۲] (ابن ماجہ)

(۱۳۰) [۱] یہ احساس منکر نکیر کے جگانے پر ہوتا ہے' خواہ دفن کسی وقت ہو چونکہ نماز عصر کی زیادہ تاکید ہے اور آفتاب کا ڈوبنا اس کا وقت جاتے رہنے کی دلیل ہے' اس لئے یہ وقت دکھایا جاتا ہے۔ [۲] یعنی اے فرشتو! سوالات بعد میں کرنا عصر کا وقت جارہا ہے۔ مجھے نماز پڑھ لینے دو' یہ وہی کہے گا جو دنیا میں نماز عصر کا پابند تھا اللہ نصیب کرے اسی لئے رب فرماتا ہے: حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (۲۳۸،۲) نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی (کنزالایمان) صوفیاء فرماتے ہیں جیسے جیو گے ویسے ہی مرو گے اور جیسے مرو گے ویسے ہی اٹھو گے' خیال رہے کہ مومن کو اس وقت ایسا معلوم ہوگا جیسے میں سوکر اٹھا ہوں' نزع وغیرہ سب بھول جائے گا ممکن ہے کہ اس عرض پر سوال جواب ہی نہ ہوں اور ہوں تو نہایت آسان کیونکہ اس کی یہ گفتگو تمام سوالوں کا جواب ہوچکی۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَيِّتَ يَصِيْرُ اِلَى الْقَبْرِ فَيُجْلَسُ الرَّجُلُ فِيْ قَبْرِهٖ غَيْرَ فَزِعٍ وَلَا مَشْغُوْبٍ ثُمَّ يُقَالُ فِيْمَ كُنْتَ فَيَقُوْلُ كُنْتُ فِي الْاِسْلَامِ فَيُقَالُ مَا هٰذَا الرَّجُلُ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ جَآءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَصَدَّقْنَاهُ فَيُقَالُ لَهٗ هَلْ رَاَيْتَ اللّٰهَ فَيَقُوْلُ مَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ اَنْ يَّرَى اللّٰهَ فَيُفْرَجُ لَهٗ فُرْجَةٌ قِبَلَ النَّارِ فَيَنْظُرُ اِلَيْهَا يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيُقَالُ لَهٗ اُنْظُرْ اِلٰى مَا وَقَاكَ اللّٰهُ ثُمَّ يُفْرَجُ لَهٗ فُرْجَةٌ قِبَلَ الْجَنَّةِ فَيَنْظُرُ اِلٰى زَهْرَتِهَا وَمَا فِيْهَا فَيُقَالُ لَهٗ هٰذَا مَقْعَدُكَ عَلَى الْيَقِيْنِ كُنْتَ وَعَلَيْهِ مُتَّ وَعَلَيْهِ تُبْعَثُ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَيُجْلَسُ الرَّجُلُ السُّوْءُ فِيْ قَبْرِهٖ فَزِعًا مَشْغُوْبًا فَيُقَالُ لَهٗ فِيْمَ كُنْتَ فَيَقُوْلُ لَا اَدْرِيْ فَيُقَالُ لَهٗ مَا هٰذَا

(۱۳۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ مردہ قبر میں پہنچتا ہے پھر اپنی قبر میں بٹھایا جاتا ہے نہ گھبرایا ہوا نہ پریشان [۱] پھر اس سے کہا جاتا ہے تو کس دین میں تھا؟ وہ کہتا ہے اسلام میں تھا [۲] پھر کہا جاتا ہے یہ کون صاحب ہیں؟ وہ کہتا ہے محمد رسول اللہ ہیں جو ہمارے پاس رب کی طرف سے نشانیاں لائے ہم نے ان کی تصدیق کی [۳] تب کہا جاتا ہے کیا تو نے اللہ کو دیکھا ہے؟ [۴] وہ کہتا ہے کوئی خدا کو نہیں دیکھ سکتا [۵] پھر دوزخ کی طرف کھڑکی کھولی جاتی ہے وہ ادھر دیکھتا ہے کہ بعض بعض کو کچل رہی ہے [۶] پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ ادھر دیکھ جس سے تجھے اللہ نے بچالیا [۷] پھر جنت کی طرف کھڑکی کھولی جاتی ہے تو وہ اس کی تروتازگی کی طرف اور جو اس میں ہے دیکھتا ہے [۸] پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے تو یقین پر تھا اسی پر مرا اور انشاء اللہ اسی پر اٹھے گا [۹] برا آدمی اپنی قبر میں بٹھایا جاتا ہے حیران پریشان [۱۰] اس سے کہا جاتا ہے تو کس دین میں تھا۔ وہ کہتا ہے مجھے نہیں خبر پھر

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

الرَّجُلُ فَيَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ قَوْلًا فَقُلْتُهٗ فَيُفَرَّجُ لَهٗ فُرْجَةٌ قِبَلَ الْجَنَّةِ فَيَنْظُرُ اِلٰى زَهْرَتِهَا وَمَا فِيْهَا فَيُقَالُ لَهُ انْظُرْ اِلٰى مَا صَرَفَ اللّٰهُ عَنْكَ ثُمَّ يُفَرَّجُ لَهٗ فُرْجَةٌ اِلَى النَّارِ فَيَنْظُرُ اِلَيْهَا يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيُقَالُ لَهٗ هٰذَا مَقْعَدُكَ عَلَى الشَّكِّ كُنْتَ وَعَلَيْهِ مُتَّ وَعَلَيْهِ تُبْعَثُ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ

کہا جاتا ہے یہ صاحب کون ہیں؟ وہ کہتا ہے میں نے لوگوں کو کچھ کہتے سنا وہ میں نے بھی کہا تھا۱۱ تب اس کے سامنے جنت کی طرف کھڑکی کھولی جاتی ہے وہ وہاں کی تروتازگی اور جو کچھ اس میں ہے دیکھتا ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے وہ دیکھ جو اللہ نے تجھ سے پھیر دیا پھر دوزخ کی طرف کھڑکی کھولی جاتی ہے دیکھتا ہے کہ بعض بعض کو کچل رہی ہے پھر کہا جاتا ہے یہ ہے تیرا ٹھکانہ۱۲ تو شک پر تھا اس پر مرا اسی پر انشاء اللہ اٹھے گا۔۱۳ (ابن ماجہ)

(۱۳۱)۱؎ یہ مومن کا حال ہوگا اسی اطمینان کی وجہ سے سوالات کا جواب آسانی سے دے گا وہ دنیا میں کافی گھبرایا اور ڈر چکا اب اس کے اطمینان کا زمانہ آ گیا۲؎ یعنی وہ زندگی میں بھی اسلام پر تھا اور اب بھی لیکن چونکہ سزا و جزا کا دارومدار زندگی کے ایمان و اعمال پر ہے‘ اس لئے یہاں اسی کا ذکر کیا گیا بعض صالحین قبر میں تلاوت قرآن بلکہ نماز بھی ادا کرتے ہیں مگر انہیں اس کا کوئی ثواب نہیں‘ لذت روحانی ہے اسی لئے بزرگوں کی ارواح کو بھی نیکیوں کا ثواب بخشا جاتا ہے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ کُنْتَ کیوں فرمایا۔۳؎ خیال رہے کہ اگرچہ اسلام میں توحید رسالت اور سارے عقائد آ گئے تھے لیکن پھر بھی آخری سوال حضور کے بارے میں ہوتا ہے‘ کلمہ ختم ہوتو ان کے نام پر‘ نماز ختم ہوتو ان کے سلام پر‘ امتحان قبر ختم ہوتو ان کی پہچان پر‘ خاتمیت کا سہرا انہی کے سر ہے ہر جگہ نجات انہی کے سہارے ہے۔۴؎ یعنی تو جو کہتا ہے وہ اللہ کے پاس سے نشانیاں لائے کیا تو نے خدا کو انہیں نبی بنا کر بھیجتے‘ نشانیاں دیتے دیکھا تھا؟ وہ کہتا ہے کہ خود تو نہیں دیکھا‘ دیکھنے والے محبوب سے سنا تھا‘ مجھے ان کے کلام پر اپنی آنکھوں سے زیادہ اعتماد ہے‘ میری آنکھیں جھوٹی ہو سکتی ہیں ان کا کلام غلط نہیں ہو سکتا‘ خیال رہے کہ یہ گفتگو امتحان کے علاوہ ہے۔ فرشتے خوش ہو کر اس سے یہ باتیں کرتے ہیں۵؎ دنیا میں ان آنکھوں سے سبحان اللہ جاہل مسلمان بھی مرتے ہی عقائد کا عالم بن جاتا ہے۶؎ خیال رہے کہ مومن کو اس وقت دوزخ کی آگ نظر آتی ہے تکلیف بالکل نہیں پہنچاتی‘ کچلنے کا یہ مطلب ہے کہ اس قدر زیادہ آگ ہے گویا آگوں کی بھیڑ ہوگئی ہے کہ بعض بعض کو کچلے دیتی ہے۷؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ دوزخ سے بچنا محض اپنے عمل سے نہیں بلکہ رب تعالٰی کے فضل سے ہے کہ اسی کے کرم سے قبر میں کامیابی ہوتی ہے‘ دوسرے یہ کہ ہر شخص کی جگہ جنت میں بھی ہے اور دوزخ میں بھی‘ مومن جنت میں اپنی جگہ بھی سنبھالتا ہے اور کافر کی بھی‘ مومن کو دوزخ کی جگہ پہلے دکھانا اسے زیادہ خوش کرنے کیلئے ہے۸؎ صرف دیکھتا ہی نہیں بلکہ اس سے فائدہ بھی اٹھاتا ہے اور دوزخ کی کھڑکی فوراً بند کر دی جاتی ہے مگر یہ کھڑکی تا قیامت کھلی رہتی ہے۔۹؎ یعنی دنیا میں تجھے اپنے عقائد کا علم الیقین تھا جو سن کر حاصل ہوا‘ قبر میں ان سب چیزوں کو دیکھ کر عین الیقین حاصل ہوا اور بعد حشر وہاں پہنچ کر حق الیقین نصیب ہوگا‘ یقین دائمی رہا اس کے مرتبوں میں ترقی ہوتی رہی یاد رکھو کہ جیسے جیو گے ویسے ہی مرو گے انشاء اللہ فرمانا برکت کیلئے ہے نہ کہ شک کیلئے‘ رب تعالٰی نے فرمایا: لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْشَآءَ اللّٰهُ (۴۸:۲۷) بے شک تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے اگر اللہ چاہے۔ (کنزالایمان)۱۰؎ کیونکہ کافر دنیا میں خدا سے بے خوف رہا اب اس کا خوف شروع ہو گیا۱۱؎ منافق نے فقط زبان سے لوگوں کی دیکھا دیکھی رسول اللہ کہہ دیا تھا‘ کافر اپنے دوستوں سے سن کر انہیں جادوگر وغیرہ کہتے تھے‘ غرض تسلی بخش جواب نہ دے سکے گا۔۱۲؎ یہاں بھی گزشتہ تقریر یاد رہے کہ کافر جنت کو صرف دیکھتا ہے‘ اس

https://archive.org/details/@madni_library

سے فائدہ بالکل نہیں اٹھاتا اور جنت کی کھڑکی فوراً بند بھی کر دی جاتی ہے یہ دکھانا زیادتی حسرت کیلئے ہے' دوزخ کو دیکھتا بھی ہے اور اس کی گرمی سے تکلیف بھی پاتا ہے' اور یہ کھڑکی کبھی بند بھی نہیں ہوتی۔ ۱۳؎ عام کافروں کو اپنے دین پر جزم نہیں ہوتا' ذرا سی مصیبت میں دین چھوڑ دیتے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے: دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (۱۰'۲۲) اس وقت اللہ کو پکارتے ہیں نرے اس کے بندے ہو کر (کنزالایمان) ۱۴؎ ہم نے ہندوؤں کو مسجدوں کے دروازوں پر نمازیوں کے جوتوں کی خاک چومتے دیکھا ہے' مشائخ کرام کے تلوؤں کو چومتے دیکھا ہے اور جن خاص کافروں کو اپنے مذہب پر جزم اور اعتماد ہے وہ بھی یقین نہیں کہلاتا بلکہ جہل مرکب یعنی جھوٹی بات کو سچا جان لینا' نیز اس کا یہ اعتماد مرتے ہی ختم ہو جاتا ہے' اب اسے مرنے کے بعد سمجھ میں نہیں آتا کہ دین برحق کیا ہے لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بہت سے کافروں کو اپنے مذہب پر یقین ہوتا ہے پھر یہ حدیث کیونکر صحیح ہوئی۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بَابُ الْاِعْتِصَامِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ قرآن وسنت کومضبوطی سے پکڑنے کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

اعتصام عصم سے بنا معنے منع اور روک' پاک دامنی کو اسی لئے عصمت کہتے ہیں کہ وہ گناہوں سے روک دیتی ہے اس کے لغوی معنے ہیں مضبوط پکڑنا' چھوٹنے اور بھاگنے سے روک لینا' اصلاح شریعت میں حقانیت پر اعتقاد اور اس پر ہمیشہ عمل کرنے کو اعتصام کہا جاتا ہے۔ کتاب سے مراد قرآن شریف ہے اور سنت سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے فرمان اور وہ افعال واحوال ہیں جو مسلمانوں کیلئے قابل عمل ہیں' حضور کے یہ افعال شریعت کہلاتے ہیں اور احوال شریف طریقت' صوفیاء کے نزدیک حضور کے جسم شریف کے حالات شریعت ہیں۔ قلب کے حالات طریقت' روح کے احوال حقیقت اور سر کے حالات معرفت' سنت ان سب کو شامل ہے۔ خیال رہے کہ حضور کی خصوصیات سنت نہیں لہٰذا نو بیویاں نکاح میں رکھنا' اونٹ پر طواف کرنا' منبر پر نماز پڑھانا وغیرہ اگرچہ حضور کے افعال کریمہ ہیں لیکن ہمارے واسطے نا قابل عمل ہر سنت حدیث ہے' ہر حدیث سنت نہیں' اسی لئے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں سنت فرمایا حدیث نہ فرمایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **علیکم بسنتی** یہ نہ فرمایا **بحدیثی** نیز ہمارا نام بحمدہ تعالیٰ اہل سنت یعنی ساری سنتوں پر عامل اہل حدیث نہیں کیونکہ ساری حدیثوں پر کوئی عمل نہیں کرسکتا اور نہ ہی کوئی اہل حدیث ہوسکتا ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ شریعت کے دلائل چار ہیں قرآن' سنت' اجماع امت اور قیاس مجتہد' لیکن کتاب وسنت اصل اصول ہیں اور اجماع وقیاس ان کے بعد کہ اگر کوئی مسئلہ ان دونوں میں نہ مل سکے تو ادھر رجوع کرو' نیز قیاس قرآن وسنت کا مظہر ہے اس لئے مصنف نے صرف کتاب وسنت کا ذکر کیا ان دونوں کا ذکر نہیں کیا ورنہ وہ دونوں بھی اشد ضروری ہیں۔ خلافت صدیقی اور فاروقی اجماع امت سے ہی ثابت ہے اور ان کا انکار کفر باجرہ اور چاولوں میں سود حرام ہے مگر کتاب وسنت میں اس کا ذکر نہیں' قیاس سے حرمت ثابت ہے اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول ودوم میں دیکھو۔ کتاب وسنت سمندر ہے کسی امام کے جہاز میں بیٹھ کر اس کو طے کرو۔ کتاب وسنت طب ایمانی کی دوائیں ہیں کسی طبیب روحانی یعنی امام مجتہد کے مشورے سے انہیں استعمال کرو۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۳۲) روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایجاد کرے ہمارے دین میں وہ طریقہ جو اس دین سے نہیں وہ مردود ہے!(بخاری مسلم)

(۱۳۲) یعنی وہ ایجاد کرنے والا مردود ہے یا اس کی یہ ایجاد مردود ہے۔ خیال رہے کہ اَمْر سے مراد دین اسلام اور مَا سے مراد عقائد یعنی جو شخص اسلام میں خلاف اسلام عقیدے ایجاد کرے وہ شخص بھی مردود اور وہ عقائد بھی باطل لہٰذا روافض' قادیانی' وہابی وغیرہ بہتر فرقے جن کے عقائد خلاف اسلام ہیں' باطل ہیں اسلام سے مراد دین ہے اور ما سے مراد اعمال ہیں اور لَيْسَ مِنْهُ سے مراد قرآن و

https://archive.org/details/@madni_library

حدیث کے مخالف یعنی جو کوئی دین میں ایسے عمل ایجاد کرے جو دین یعنی کتاب وسنت کے مخالف ہوں جس سے سنت اُٹھ جاتی ہو اور ایجاد کرنے والا بھی مردود اور ایسے عمل بھی باطل جیسے اردو میں خطبہ ونماز پڑھنا فارسی میں اذان دینا وغیرہ اس کی تفسیر وہ حدیث ہے جو آگے آرہی ہے کہ جو کوئی بدعت ایجاد کرے تو اللہ سنت کو اٹھالیتا ہے ہماری اس تفسیر کی بنا پر یہ حدیث اپنے عموم پر ہے اس میں کوئی قید لگانے کی ضرورت نہیں مرقاۃ نے فرمایا لیس منه سے معلوم ہوا کہ دین میں ایسے کام کی ایجاد جو کتاب وسنت کے خلاف نہ ہو بری نہیں۔

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْىِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ وَّ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۳۳) روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حمد وصلوٰۃ کے بعد یقیناً بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد مصطفیٰ کا طریقہ ہے[۱] اور بدترین چیز دین کی بدعتیں ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔[۲] (مسلم)

(۱۳۳) [۱] یہ کلام حضور نے وعظ میں خطبہ کے بعد ارشاد فرمایا اسی لئے فرمایا امـا بـعـد حدیث کے معنی مطلقاً بات اور کلام ہے لہٰذا اس معنے سے قرآن بھی حدیث ہے اور لوگوں کے کلام بھی مگر اصطلاح میں صرف حضور کے فرمان اور کام کو حدیث کہا جاتا ہے یہاں لغوی معنے میں ہے اللہ کا کلام تمام کلاموں پر ایسا ہی بزرگ ہے جیسے خود پروردگار اپنی مخلوق پر ھـدی کے معنی ہیں اچھی خصلت حضور کی سیرت اچھی ہے کیونکہ رب کی طرف سے ہے ہمارے کام اور کلام نفسانی اور شیطانی بھی ہوتے ہیں حضور کا ہر قول وفعل رحمانی ہے اسی لئے حضور کے کسی فعل پر اعتراض کفر ہے کہ وہ رب پر اعتراض ہے لوگوں نے آپ کے ایک نکاح پر اعتراض کیا تو رب نے فرمایا زوجـنـکھا ہم نے تمہارا نکاح کرایا [۲] مُحدَث کے معنی ہیں جدید اور نو پید چیز یہاں وہ عقائد یا برے اعمال مراد ہیں جو حضور کی وفات کے بعد دین میں پیدا کئے جائیں بدعت کے لغوی معنے ہیں نئی چیز رب فرماتا ہے: بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۱۰۱:۶) بے کسی نمونہ کے آسمانوں اور زمین کا بنانے والا (کنزالایمان) اصطلاح میں اس کے تین معنی ہیں (۱) نئے عقیدے اسے بدعت اعتقادی کہتے ہیں۔ (۲) وہ نئے اعمال جو قرآن وحدیث کے خلاف ہوں اور حضور کے بعد ایجاد ہوں (۳) ہر نیا عمل جو حضور کے بعد ایجاد ہوا پہلے دو معنے سے ہر بدعت بری ہے کوئی اچھی نہیں تیسرے معنی کے لحاظ سے بعض بدعتیں اچھی ہیں بعض بری یہاں بدعت کے پہلے معنی مراد ہیں یعنی برے عقیدے کیونکہ حضور نے اسے ضلالت یعنی گمراہی فرمایا۔ گمراہی عقیدے سے ہوتی ہے عمل سے نہیں بے نماز گنہگار ہے گمراہ نہیں اور رب کو جھوٹا یا حضور کو اپنی مثل بشر سمجھنا بدعقیدگی اور گمراہی ہے اور اگر دوسرے معنی مراد ہوں تب بھی یہ حدیث اپنے اطلاق پر ہے کسی قید لگانے کی ضرورت نہیں اور اگر تیسرے معنی مراد ہیں یعنی نیا کام تو یہ حدیث عام مخصوص البعض ہے کیونکہ یہ بدعت دو قسم کی ہے بدعت حسنہ اور سیئہ یہاں بدعت سیئہ مراد ہے۔ بدعت حسنہ کیلئے کتاب العلم کی وہ حدیث ہے جو آگے آرہی ہے مـن سـن فـي الاسلام سنة حسـنـة الحدیث یعنی جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے وہ بڑے ثواب کا مستحق ہے۔ بدعت حسنہ کبھی جائز کبھی واجب کبھی فرض ہوتی ہے اس کی نہایت نفیس تحقیق اسی جگہ مرقاۃ اور اشعۃ اللمعات میں دیکھو نیز شامی اور ہماری کتاب جاء الحق میں بھی ملاحظہ کرو بعض لوگ اس کے معنی یہ کرتے ہیں کہ جو کام حضور کے بعد ایجاد ہو وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی مگر یہ معنی بالکل فاسد ہیں کیونکہ تمام دینی چیزیں چھ کلمے قرآن شریف کے ۳۰ پارے علم حدیث اور حدیث کی اقسام اور کتب شریعت وطریقت کے چار سلسلے حنفی شافعی یا قادری

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

پشتی وغیرہ زبان سے نماز کی نیت' ہوائی جہاز کے ذریعہ حج کا سفر اور جدید سائنسی ہتھیاروں سے جہاد وغیرہ اور دنیا کی تمام چیزیں پلاؤ' زردے' ڈاکخانہ' ریلوے وغیرہ سب بدعتیں ہیں جو حضور کے بعد ایجاد ہوئیں' حرام ہونی چاہئیں حالانکہ انہیں کوئی حرام نہیں کہتا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْغَضُ النَّاسِ اِلَى اللّٰهِ ثَلٰثَةٌ مُلْحِدٌ فِي الْحَرَمِ وَ مُبْتَغٍ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَ مُطَّلِبُ دَمِ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ لِيُهْرِيْقَ دَمَه' (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۳۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی بارگاہ میں تین شخص ناپسند ترین ہیں حرم میں بے دینی کرنے والا[۱] اسلام میں جاہلیت کے طریقے کا متلاشی[۲] مسلمان کے خون ناحق کا جویاں تاکہ اس کی خونریزی کرے[۳] (بخاری)

(۱۳۴)[۱] الحاد کے معنی ہیں میلان اور جھکنا شریعت میں باطل کی طرف جھکنے والے کو ملحد کہتے ہیں' بدعقیدہ اور گناہگار دونوں ملحد ہیں یعنی حدود مکہ مکرمہ میں گناہ کرنے والا یا گناہ پھیلانے والا یا بدعقیدگی اختیار کرنے والا یا رائج کرنے والا کہ اگرچہ یہ حرکتیں ہر جگہ ہی بری ہیں مگر حرم شریف میں بہت زیادہ بری کہ اس مقام کی عظمت کے بھی خلاف ہے اور جیسے حرم میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ایسے ہی ایک گناہ کا عذاب بھی ایک لاکھ ہے اسی لئے حضرت ابن عباس نے مکہ چھوڑ کر طائف میں قیام کیا[۲] یعنی مسلمان ہو کر مشرکانہ رسوم کو پسند کرے اور پھیلائے جیسے نوحہ' سینہ کوبی' فال نکالنا وغیرہ اس سے روافض کو عبرت چاہئے کہ انہوں نے جاہلیت کی رسموں کو عبادت سمجھ رکھا ہے۔[۳] یعنی مسلمان کو ظلماً قتل کرنا تو بڑا گناہ ہے قتل کی کوشش بھی بدترین جرم ہے اس میں وہ سب لوگ داخل ہیں جو بےقصور کو قتل کریں' کرائیں' مشورہ دیں اور قتل کے بعد قاتل کو ناحق چھڑانے کی کوشش کریں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ اُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى قِيْلَ مِنْ اَبٰى قَالَ مَنْ اَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ اَبٰى (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۳۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ منکر کے سوا میری ساری امت جنت میں جائے گی[۱] عرض کیا گیا منکر کون ہے؟ فرمایا جس نے میری فرمانبرداری کی' بہشت میں گیا جس نے میری نافرمانی کی منکر ہوا[۲] (بخاری)

(۱۳۵)[۱] یہاں امت سے مراد امت اجابت ہے' جنہوں نے حضور کی تبلیغ کو قبول کرکے کلمہ پڑھ لیا ورنہ حضور کی امت دعوت تو ساری خلقت ہے[۲] انکار سے مراد عملی انکار ہے اور اس میں گناہگار مسلمان داخل ہیں اور جنت میں داخلے سے مراد اولی داخلہ ہے یعنی متقی مومن اولی داخلہ کے مستحق ہیں۔ فاسق اس کے مستحق نہیں لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے اور اگر انکار سے اعتقادی انکار مراد ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ مسلمان جنت کا مستحق ہے کافر نہیں مگر پہلے معنے زیادہ صحیح ہیں۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ جَاءَتْ مَلٰئِكَةٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَائِمٌ فَقَالُوْا اِنَّ لِصَاحِبِكُمْ هٰذَا مَثَلًا فَاضْرِبُوْا لَه مَثَلًا قَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّه نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَّالْقَلْبَ يَقْظَانُ

(۱۳۶) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ حضور کی بارگاہ میں فرشتے حاضر ہوئے جبکہ آپ سو رہے تھے[۱] تو بولے کہ تمہارے ان صاحب کی ایک کہاوت ہے ان سے بیان کردو۔[۲] تو بعض بولے کہ وہ سو رہے ہیں اور بعض نے کہا کہ ان کی آنکھیں سو رہی ہیں اور

https://archive.org/details/@madni_library

فَقَالُوْا مَثَلُهٗ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى دَارًا وَّجَعَلَ فِيْهَا مَأْدُبَةً وَّبَعَثَ دَاعِيًا فَمَنْ اَجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَاَكَلَ مِنَ الْمَأْدُبَةِ وَمَنْ لَّمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَاْكُلْ مِنَ الْمَأْدُبَةِ فَقَالُوْا اَوِّلُوْهَا لَهٗ يَفْقَهْهَا قَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّهٗ نَائِمٌ وَّقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَّالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوْا الدَّارُ الْجَنَّةُ وَالدَّاعِيْ مُحَمَّدٌ فَمَنْ اَطَاعَ مُحَمَّدًا فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصٰى مُحَمَّدًا فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمُحَمَّدٌ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

دل شریف بیدار ہے۳؎ تو بولے تمہارے ان محبوب کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص گھر بنائے وہاں دسترخوان رکھے اور بلانے والے کو بھیج دے تو جو اس بلانے والے کی بات مان لے وہ گھر میں آئے گا دسترخوان سے کھائے گا اور جو نہ مانے وہ نہ گھر میں داخل ہوا اور نہ اس دسترخوان سے کچھ کھا سکے۴؎ پھر بولے کہ اس کا مطلب بھی عرض کردو تاکہ خوب سمجھ لیں ۵؎ تو بعض بولے کہ وہ تو سو رہے ہیں بعض نے کہا کہ آنکھیں سو رہی ہیں اور دل جاگتا ہے ۶؎ تو بولے کہ گھر تو ہے جنت اور بلانے والے ہیں محمد مصطفیٰ ۷؎ جو حضور کی اطاعت کرے وہ اللہ کا مطیع ہے اور جس نے حضور کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی ۸؎ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں میں طرہ امتیاز ہیں ۹؎ (بخاری)

(۱۳۶) غالب یہ ہے کہ یہ واقعہ حضرت جابر سے خود حضور نے بیان فرمایا جیسا کہ ترمذی کی روایت میں ہے۔ ملائکہ سے مراد فرشتوں کی بعض جماعت ہے جن میں حضرت جبرئیل و میکائیل بھی داخل ہیں حضرت جبریل آپ کے سرہانے تھے اور میکائیل پائنتی' جیسا کہ اسی ترمذی میں ہے اور ہوسکتا ہے کہ حضرت جابر نے خود یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو اور یہ گفتگو اپنے کانوں سے سنی ہو جیسا کہ اسی ترمذی میں حضرت ابن مسعود کی روایت سے ثابت ہے۔ صحابہ فرشتوں کو کبھی دیکھتے بھی تھے اور ان کا کلام بھی سنتے تھے (مرقاۃ) ۲؎ تاکہ وہ سن کر اپنی امت کو پہنچادیں کیونکہ نبی کی خواب بھی وحی ہے۔ ۳؎ یعنی بعض فرشتوں نے تو کہا کہ سوتے ہوئے کے سامنے گفتگو بیکار ہے جاگنے کے بعد بیان کرنا مگر بعض نے جواب دیا کہ ان کی نیند اوروں کی سی نہیں یہ سوتے میں بھی دوسرے جاگنے والوں سے زیادہ ہوش رکھتے ہیں۔ خیال رہے کہ فرشتوں کی یہ گفتگو بھی ہمیں سنانے کیلئے ہے تاکہ ہم نبی کی نیند کے بارے میں یہ عقیدہ رکھیں ورنہ اس مسئلے سے سارے فرشتے واقف ہیں۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ قوت قدسیہ والے سونے میں زیادہ قوی احساس رکھتے ہیں اسی لئے انبیاء کرام کی نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا کہ وہ بے خبر نہیں ہوتے' تعریس کی رات حضور کا فجر کے وقت نہ اٹھنا اور نماز قضا ہو جانا غفلت سے نہ تھا بلکہ رب تعالٰی نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرکے نماز قضا کرادی تاکہ امت کو قضائے نماز کے احکام معلوم ہوں۔ ۵؎ مادبہ اَدَبٌ سے بنا بمعنی کھانے کی دعوت جیسے معتبہ عَتَبٌ سے' اصطلاح میں عام کھانے کو مادبہ کہا جاتا ہے جیسے ولیمہ وغیرہ اس تمثیل سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ موڑ کر عبادتیں کرنے والا نہ جنت میں جاسکتا ہے نہ وہاں کی نعمتیں کھا سکتا ہے نہ رب تعالٰی اس سے راضی' کیونکہ داعی الی اللہ حضور علیہ السلام ہی ہیں اس کی مثالیں تو ملتی ہیں کہ صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مان کر بغیر اعمال لوگ جنتی ہو گئے۔ شروع اسلام میں معراج سے پہلے تیرہ برس تک کوئی عبادت نہ تھی صرف حضور علیہ السلام کو ماننا عبادت تھا اس وقت فوت ہونے والے مومن سب جنتی تھے بارہا ایسا ہوا کہ برسوں کا کافر ایمان قبول کرتے ہی مرگیا جنتی ہوا' مگر ایسی مثال نہ ملے گی کہ حضور علیہ السلام کا انکار کرکے بقیہ عبادتیں کرکے کوئی جنتی ہو گیا ہو۔ ۶؎ یعنی یہ خواب بھی وحی ہے اور خواب کی تعبیر بھی وحی سے سمجھائی جائے ورنہ حضور کا سمجھنا اس بیان پر موقوف نہ تھا ان کا دوبارہ گفتگو فرمانا تاکید کیلئے ہے تاکہ کوئی مسلمان اس میں شک نہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

کرے کہ نبی کی نیند غفلت کا باعث نہیں۔ ۸؎حضور مخلوق کو اللہ کی طرف بلانے والے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے: دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ (۴۶،۳۳) اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا (کنزالایمان) مگر چونکہ دیدار الٰہی جنت ہی میں ہوگا اس لئے حضور کو یہاں جنت کا داعی کہا گیا لہٰذا یہ حدیث قرآن کے خلاف نہیں ۹؎اس کی تفسیر وہ آیت ہے مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (۸۰،۴) جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا (کنزالایمان) سبحان اللہ عجیب معما ہے فقط اللہ کا مطیع حضور کا مطیع نہیں بلکہ حقیقۃً خدا کا بھی مطیع نہیں مگر حضور کا مطیع اللہ کا مطیع ہے۔ شیطان اللہ کا مطیع تو تھا نبوت کے انکار سے خدا کا مطیع نہ رہا۔ ۱۰؎یعنی کفر و ایمان' کافر و مومن میں فرق صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے ہے کہ ان ہی کا ماننے والا مومن ہے ان کا منکر کافر' توحید' جنت دوزخ کا اعتقاد' فرشتوں کو مان لینا ایمان نہیں کہ شیطان ان سب کو مانتا تھا مگر کافر ہوا اسی طرح قومیت' برادری کا ایک یا الگ ہونا حضور کے دم سے ہے۔ حضور کا ماننے والا ہمارا ہم قوم ہے' بھائی ہے' ہماری برادری ہے اگر چہ کسی ملک کا ہو حضور کا منکر نہ ہماری قوم نہ ہماری برادری نہ ہم وطن اگر چہ رشتہ میں سگا بھائی ہو جس کا رشتہ حضور سے ٹوٹا اس کا رشتہ خلقت سے بھی ٹوٹا خالق سے بھی' توریت شریف میں حضور کا نام فارقلیط ہے۔ حضرت مسیح نے حواریوں سے فرمایا تھا کہ میرے بعد فارقلیط آئے گا' یوحنا کی انجیل میں ہے کہ حضرت مسیح نے فرمایا کہ جب تک میں نہ جاؤں فارقلیط نہ آئے وہ آکر تمہیں غیب کی خبریں دے گا چھپے راز بتائے گا۔ (اشعۃ اللمعات و کتاب الوفا باخبار المصطفٰی)

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَآءَ ثَلٰثَةُ رَهْطٍ اِلٰى اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْئَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اُخْبِرُوْا بِهَا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوْا اَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ فَقَالَ اَحَدُهُمْ اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّي اللَّيْلَ اَبَدًا وَقَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَصُوْمُ النَّهَارَ اَبَدًا وَلَا اُفْطِرُ وَقَالَ الْاٰخَرُ اَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ اَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَخْشَاكُمْ وَاَتْقَاكُمْ لَهٗ لٰكِنِّيْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاُصَلِّيْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَآءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۳۷) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ تین ٹولے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی خدمت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت معلوم کرنے کیلئے حاضر ہوئے ۱؎جب انہیں عبادات کی خبر دی گئی تو غالبًا انہوں نے اسے کچھ کم سمجھا ۲؎تو بولے کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا نسبت رب تعالٰی نے ان کی اگلی پچھلی سب لغزشیں بخش دیں ۳؎لہٰذا ان میں ایک بولا کہ میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا ۴؎دوسرا بولا میں ہمیشہ دن میں روزہ دار رہوں گا کبھی افطار نہ کروں گا ۵؎تیسرا بولا کہ میں عورتوں سے الگ رہوں گا کبھی نکاح نہ کروں گا ۶؎پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم ہی وہ ہو جنہوں نے ایسا ایسا کہا خبردار رہو کہ خدا کی قسم میں تم سب میں اللہ سے زیادہ ڈرنے والا اور خوف کرنے والا ہوں لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں' نماز بھی پڑھتا ہوں' سوتا بھی ہوں' بیویوں سے نکاح بھی کرتا ہوں ۷؎جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں ۸؎(مسلم بخاری)

(۱۳۷) ۱؎رھط دس سے کم کی جماعت کو کہا جاتا ہے' یہاں غالبًا بمعنی فرد ہے یعنی ۳ صحابہ حضرت علی' عثمان ابن مظعون اور عبداللہ ابن رواحہ یا مقداد ابن اسود' حضور کی رات کی عبادتوں کو معلوم کرنے کیلئے کسی بیوی پاک کے پاس حاضر ہوئے ورنہ دن کی عبادات تو وہ

https://archive.org/details/@madni_library

جاگتے ہی تھے (مرقاۃ) ۲؎ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ حضور ساری رات جاگتے ہی ہوں گے اور سوا عبادت کے کوئی کام نہ کرتے ہوں گے مگر بتایا یہ گیا کہ شب میں سوتے بھی ہیں، جاگتے بھی ہیں اور جاگتے میں عبادت بھی کرتے ہیں، دنیاوی کام بھی تب انہیں یہ خیال گزرا ۳؎ سبحان اللہ کیا ادب ہے کہ اس کمی عبادت کو حضور کی عظمت شان کی دلیل بنایا اور یہ توجیہ کی کہ عبادت کی زیادتی گناہ معاف کرانے کیلئے چاہئے۔حضور بے گناہ ہیں اگر بالکل عبادت نہ کریں تو بھی درست ہے۔خیال رہے کہ یہ کلام قرآن کریم سے ماخوذ ہے لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (۲۶۸) تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے (کنزالایمان) اس آیت کی بہت توجیہیں کی گئی ہیں مگر قوی بات یہ ہے کہ ذنب سے مراد لغزش ہے نہ کہ گناہ عشق کہتا ہے کہ ذنبك سے مراد امت کے گناہ ہیں جن کا بخشوانا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ذمہ ہے جیسے پیروی کرنے والا وکیل کہتا ہے کہ آج میرا مقدمہ ہے۔ ۴؎ یعنی ہر رات تمام شب بیدار رہ کر ۵؎ سوا ممانعت کے پانچ دنوں کے شوال کی پہلی اور بقرعید کی دسویں، گیارہویں، بارہویں، تیرہویں تاریخ کہ ان میں روزے رکھنا حرام ہیں ۶؎ کہ نکاح ہی رب سے غفلت، دنیا میں پھنسنے کا ذریعہ ہے اسی وجہ سے طلب معاش کی فکر ہوتی ہے۔ ۷؎ سبحان اللہ کیا نفیس تعلیم ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ہم کو عیسائیوں اور سادھوؤں کی طرح تارک الدنیا نہ بنایا بلکہ دنیا کو دین بنایا کیونکہ حضور کا ہر کام سنت لہٰذا افطار بھی سنت، رات کو تہجد پڑھنا اور سونا بھی سنت، نکاح کرنا، اولاد حاصل کرنا، دنیوی کاروبار کرنا سبھی سنت اور عبادت ہے جس پر ثواب ملتا ہے انشاء اللہ مومن کو ان سب کاموں پر ثواب ہے اس جگہ مرقاۃ نے خوف صحابہ کا بہت بڑا قصہ بیان کیا ہے۔ ۸؎ یعنی جو کسی سنت کو برا جانے وہ اسلام سے خارج ہے یا جو بلا عذر ترک سنت کا عادی ہو جائے وہ میرے پرہیزگاروں کی جماعت سے خارج ہے لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، خیال رہے کہ نکاح اکثر سنت ہے کبھی فرض اور کبھی حرام بھی ہو جاتا ہے چنانچہ نامرد کو نکاح منع ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ہر سنت پر عمل کی کوشش کرنی چاہئے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئاً فَرَخَّصَ فِيْهِ فَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُوْنَ عَنِ الشَّيْءِ اَصْنَعُهٗ فَوَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ وَاَشَدُّهُمْ لَهٗ خَشْيَةً (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۳۸) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی کام کیا پھر اس کی اجازت ہوگئی ۱؎ مگر ایک گروہ نے اس سے پرہیز کیا ۲؎ یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے خطبہ پڑھا اور اللہ کی حمد کی پھر فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے کہ ان چیزوں سے بچتے ہیں جو میں کرتا ہوں اللہ کی قسم میں ان سب سے اللہ کو زیادہ جانتا ہوں اور سب سے زیادہ اللہ سے خوف والا ہوں ۳؎ (مسلم بخاری)

(۱۳۸) ۱؎ یعنی حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کوئی مباح دنیوی کام کیا جس کی وجہ سے لوگوں کیلئے مباح ہی نہیں بلکہ سنت بن گیا۔ حدیث میں ذکر نہ ہوا کہ وہ کون سا کام تھا شاید روزے دار کیلئے بیوی کو بوسہ تھا یا سفر میں روزۂ رمضان کا چھوڑنا (مرقاۃ) ۲؎ یہ سمجھ کر کہ اگرچہ جائز یہ بھی ہے مگر اس کا نہ کرنا تقویٰ ہے حضور کا یہ فعل فقط بیان جواز کیلئے ہے۔ ۳؎ کہنا کہ نہیں تقویٰ اور پرہیزگاری میری اطاعت میں ملے گی جیسے رات کو خوف خدا میں رونا سنت اور عبادت ہے، ایسے ہی آرام سے سونا بھی سنت اور عبادت ہے کیونکہ دونوں میرے طریقے ہیں۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ قَدِمَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يُاَبِّرُوْنَ النَّخْلَ فَقَالَ مَاتَصْنَعُوْنَ قَالُوْا كُنَّا نَصْنَعُهٗ قَالَ لَعَلَّكُمْ لَوْ لَمْ تَفْعَلُوْا كَانَ خَيْراً فَتَرَكُوْهُ فَنَقَصَتْ قَالَ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ اَمْرِ دِيْنِكُمْ فَخُذُوْا بِهٖ وَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ رَّاْيِيْ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۳۹) روایت ہے رافع ابن خدیج سے ۱؎ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے اہل مدینہ کھجوروں کی شادی کرتے تھے ۲؎ تو فرمایا تم یہ کیا کرتے ہو وہ بولے ہم پہلے سے ایسا کرتے آئے ہیں فرمایا ممکن ہے کہ تم یہ نہ کرو تو اچھا ہو ۳؎ لوگوں نے یہ شادی چھوڑ دی پھل کم ہو گئے۔ فرماتے ہیں کہ انہوں نے یہ واقعہ آپ سے عرض کیا ۴؎ تو فرمایا کہ میں ایک بشر ہوں جب تم کو کسی دینی کام کا حکم دوں تو اسے لے لو اور جب اپنی رائے سے کچھ کہوں تو میں بشر ہی ہوں ۵؎ (مسلم)

(۱۳۹) ۱؎ آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے، حارثی ہیں، انصاری ہیں، غزوہ احد میں تیر لگا تھا مگر زخم مہلک نہیں ہوا بھر گیا تھا، عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں وہ زخم پھر بہا، اسی سے آپ کی وفات ہوئی، سوا غزوہ بدر کے کہ اس وقت آپ بچے تھے باقی تمام غزوات میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ رہے۔ چھیاسی سال کی عمر پا کر ۷۳ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی، وہیں دفن ہوئے۔ ۲؎ اس طرح کہ نر کھجور کی شاخ مادہ کھجور میں پیوند کر دیتے تھے جس سے پھل زیادہ اور اچھے ہوتے تھے ہمارے ہاں اسے درخت یا باغ کی شادی کہا جاتا ہے اس موقع پر باغ والے بڑی خوشی مناتے ہیں۔ خیال رہے کہ درختوں میں بھی نر اور مادہ ہیں بعض کو لوگ جانتے ہیں، بعض کو نہیں، نر درخت سے ہوا مس کر کے جب مادہ میں لگتی ہے تو اس سے پھل آتے ہیں مرقاۃ میں فرمایا کہ آدم علیہ السلام کی بچی ہوئی مٹی سے کھجور کا درخت پیدا ہو گیا اس لئے اس میں نر مادہ کا اجتماع ضروری ہے۔ ۳؎ کہ تم اس مشقت سے بچ جاؤ اور پھل بھی جو مقدر میں ہیں ملیں اور تمہیں توکل کا درجہ نصیب ہو۔ ۴؎ بعض علماء نے فرمایا کہ ان حضرات نے صبر سے کام نہ لیا بلکہ جلد ہی شکایت کر دی اگر توکل کر کے کچھ روز نقصان برداشت کرتے تو بڑی برکت دیکھتے حضور کی رائے بھی مبارک ہے۔ خیال رہے کہ حضور باغ کے اس رمز سے بے خبر نہ تھے بلکہ انہیں توکل کا سبق دیا تھا، بے خبری کیسے ہو سکتی ہے حضور اعلم الاولین والاخرین ہیں، کیسے ہو سکتا ہے کہ باغ والے تو اس چیز کو جانیں اور حضور نہ جانیں، یوسف علیہ السلام نے کبھی کاشتکاری نہ کی مگر بادشاہ مصر سے فرمایا فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖۤ (۱۲:۴۷) تو جو کاٹو اسے اس کی بالی میں رہنے دو (کنز الایمان) گندم بھوسہ سے الگ نہ کرو تا کہ خراب نہ ہو اور قحط میں کام آئے نیز آپ نے کبھی سلطنت نہ کی تھی مگر بادشاہ مصر سے فرمایا کہ مجھے خزانوں کا حاکم بنا دے اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ (۱۲:۵۵) بے شک میں حفاظت والا علم والا ہوں (کنز الایمان) میں سب کچھ جانتا ہوں سب قحط والوں کو سنبھال لوں گا جب یوسف علیہ السلام کے علم کا یہ عالم ہے تو ہمارے حضور علیہ الصلوۃ والسلام اس معمولی بات سے کیسے بے خبر ہو سکتے ہیں اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھو۔ ۵؎ یعنی ہمارے فرمان دو قسم کے ہیں شرعی احکام اور دنیوی رائے شریف، شرعی احکام لازم العمل ہیں کیونکہ وہاں نبوت اور نورانیت کا لحاظ ہے مگر رائے مبارک کا قبول کرنا مستحب ہے نہ ماننے کا بھی اختیار ہے لیکن بڑا یا حقیر جاننا اس کا بھی کفر ہوگا۔ یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے اور یہی اس حدیث کا مطلب ہے کہ میرا کلام قرآن کو منسوخ نہیں کر سکتا یعنی رائے اور مشورے کیونکہ رائے میں حضور کی بشریت کی جلوہ گری ہے خیال رہے کہ حضور کا اپنے کو بشر فرمانا آپ کا کمال ہے ہم اگر یہ لفظ اہانت یا برابری کے دعوی سے کہیں تو کافر ہو جائیں گے۔ شیطان نبی کی

https://archive.org/details/@madni_library

حقارت کرے اور انہیں بشر کہہ کر ہی کافر ہوا کہ کہا لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ (۱۵'۳۳) مجھے زیبا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں (کنزالایمان) (کنزالایمان) یونس علیہ السلام نے اپنے کو ظالم کہا اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (۲۱'۸۷) بے شک مجھ سے بے جا ہوا (کنزالایمان) کوئی اور شخص نبی کو ظالم کہے تو خود ظالم ہو جائے۔ بادشاہ کہے میں آپ کا خادم ہوں اس کا کمال ہے لیکن اور کوئی کہے تو سزا پائے گا خیال رہے کہ حکم اور مشورے کا فرق قرآن کریم میں موجود ہے فرماتا ہے: اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ (نماز قائم کرو) یہ حکم ہے جس کا تارک گناہگار ہے اور فرماتا ہے: اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ (۲'۲۸۲) جب تم ایک مدت تک کسی دین کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو (کنزالایمان) جب کسی کو وقت مقرر تک قرض دو تو لکھ لو' یہ قرآن کا مشورہ ہے جس پر عمل نہ کرنا گناہ نہیں' دنیاوی سلاطین بھی اپنی رعایا کو کبھی حکم دیتے ہیں کبھی مشورہ' احکام قرآنیہ میں رب تعالیٰ کی سلطنت اور قدرت کا ظہور ہے اور اس کے مشوروں میں رب کی رحمانیت کی جلوہ گری۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا مَثَلِیْ وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰهُ بِهٖ كَمَثَلِ رَجُلٍ اَتٰى قَوْماً فَقَالَ یَا قَوْمِ اِنِّیْ رَاَیْتُ الْجَیْشَ بِعَیْنَیَّ وَاِنِّیْ اَنَا النَّذِیْرُ الْعُرْیَانُ فَالنَّجَاءَ النَّجَاءَ فَاَطَاعَهٗ طَائِفَةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ فَاَدْلَجُوْا فَانْطَلَقُوْا عَلٰى مَهْلِهِمْ فَنَجَوْا وَكَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ فَاَصْبَحُوْا مَكَانَهُمْ فَصَبَّحَهُمُ الْجَیْشُ فَاَهْلَكَهُمْ وَاجْتَاحَهُمْ فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ اَطَاعَنِیْ فَاتَّبَعَ مَاجِئْتُ بِهٖ وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِیْ وَكَذَّبَ مَاجِئْتُ بِهٖ مِنَ الْحَقِّ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۱۴۰) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری اور جو کچھ مجھے اللہ نے دے کر بھیجا اس کی کہاوت اس شخص کی سی ہے جس نے کسی قوم کے پاس آ کر کہا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے[۱] میں کھلا ڈرانے والا ہوں[۲] بچو بچو کہ اس کی قوم سے ایک ٹولہ نے اس کی بات مان لی اور اندھیرے منہ اٹھے اور بروقت نکل گئے تو بچ گئے[۳] اور ان کے ایک ٹولہ نے جھٹلا دیا وہ اسی جگہ رہے پھر سویرے ہی لشکر ان پر ٹوٹ پڑا انہیں ہلاک کرکے تہس نہس کر دیا[۴] یہ ہی اس کی مثال ہے جس نے میری اطاعت کی تو میرے لائے ہوئے کی اتباع کی اور اس کی جس نے میری نافرمانی کی اور میرے لائے ہوئے حق کو جھٹلا دیا (مسلم و بخاری)

(۱۴۰) یہ تشبیہ مرکب ہے پورے واقعہ کو پورے واقعہ کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے اس شخص سے مراد وہ امین اور سچا آدمی ہے جس کی بات پر لوگوں کو اعتماد ہو۔ حضور کی سچائی' ظہور نبوت سے پہلے ہی عام خاص میں مشہور ہو چکی تھی اس تشبیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دنیوی اخروی آنے والے عذابوں کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرمایا اور آپ کی بشارت یا ڈرانا مشاہدے سے ہے۔ رب فرماتا ہے: اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا (۳۳'۴۵) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر (کنزالایمان) [۲] عرب میں دستور تھا کہ خطرناک دشمن کی اطلاع دینے والا اپنا کرتہ لاٹھی پر ٹانگ کر لوگوں میں اعلان کرتا تھا کہ ہوشیار ہو جاؤ اسے نذیر عریاں کہا جاتا تھا یعنی ننگا ڈرانے والا[۳] یعنی سننے والے دو ٹولہ بن گئے۔ ایک ٹولہ نے اس نذیر کا اعتبار کیا اور دشمن لشکر کے حملے سے قبل اندھیرے ہی بھاگ گئے یہ نفع میں رہے۔[۴] تو جیسے نجات و ہلاکت کا دارومدار اس اعلان کرنے والے کی تصدیق یا تکذیب ہے ایسے ہی آخرت کے عذاب سے بچنے نہ بچنے کا مدار حضور کے ماننے اور نہ ماننے پر ہے۔ عذاب الٰہی گویا لشکر ہے' موت سے پہلے توبہ کر لینا گویا بروقت خطرناک جگہ سے نکل جانا ہے اور آخر تک گناہوں میں ڈٹا رہنا اور حضور کو جھٹلانا گویا خطرناک جگہ میں رہ کر دشمن کے ہاتھوں مارا جانا ہے۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهَا جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِیْ تَقَعُ فِی النَّارِ یَقَعْنَ فِیْهَا وَجَعَلَ یَحْجُزُهُنَّ وَ یَغْلِبْنَهٗ فَیَتَقَحَّمْنَ فِیْهَا فَاَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِکُمْ عَنِ النَّارِ وَاَنْتُمْ تَقَحَّمُوْنَ فِیْهَا هٰذِهٖ رِوَایَةُ الْبُخَارِیِّ وَلِمُسْلِمٍ نَحْوُهَا وَقَالَ فِیْ اٰخِرِهَا قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلِیْ وَمَثَلُکُمْ اَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِکُمْ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ فَتَغْلِبُوْنِیْ تَقَحَّمُوْنَ فِیْهَا (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۱۴۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری کہاوت اس شخص کی سی ہے[۱] جس نے آگ روشن کی جب آگ نے اردگرد کو چمکا دیا تو پتنگے اور یہ جو آگ میں گرا کرتے ہیں (جانور) اس میں گرنے لگے[۲] اور انہیں روکنے لگا اور وہ جانور اس پر غالب آئے جاتے ہیں' آگ میں گرے جاتے ہیں[۳] چنانچہ میں تمہاری کمر پکڑ کر آگ سے بچاتا ہوں اور تم اس میں گرے جاتے ہو[۴] یہ بخاری کی روایت ہے مسلم کی روایت اسی طرح ہے مگر اس کے آخر میں فرمایا کہ حضور نے فرمایا یہ میری تمہاری مثال ہے میں تمہیں کمر سے پکڑ کر آگ سے بچا رہا ہوں' آگ سے بھاگ آؤ مگر تم مجھ پر غالب آئے جاتے ہو اور اس میں گرے جاتے ہو (مسلم و بخاری)

(۱۴۱)[۱] یہ بھی تشبیہ مرکب ہے کہ ایک پورے واقعہ کو پورے واقعہ سے تشبیہ دی گئی ہے اللہ تعالیٰ نے دنیا اور یہاں کی الجھنوں کو دین کا ذریعہ بنانے کیلئے پیدا فرمایا مگر لوگوں نے انہیں غلط استعمال کر کے ہلاکت کا ذریعہ بنا لیا جیسے کوئی جنگل میں مسافروں کی ہدایت اور روشنی کیلئے آگ جلائے مگر پتنگے اسی آگ کو اپنی ہلاکت کا سامان بنا لیں اور ہلاکت کو اپنی نجات سمجھیں[۲] چنانچہ دنیا کی لذتیں آگ ہیں اور ہم ناسمجھ بندے پتنگے کہ اس کو غلط استعمال کر کے اپنے کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں[۳] خیال رہے کہ تشبیہ میں آگ جلانے والا اور ہے اور بچانے والا اور جن دونوں کو لفظ رَجُل شامل ہے۔ ایسے ہی یہاں دنیا بنانے والا رب ہے اور اس کے غلط استعمال سے بچانے والے حضور ہیں۔[۴] حضور کا اپنی امت کو نرمی گرمی سے سمجھانا بجھانا گویا ان کی کمر پکڑ کر آگ سے روکنا ہے یہ روکنا تا قیامت رہے گا۔ علماء مشائخ کی تبلیغیں' غازیوں کے جہاد حضور ہی کی تبلیغ ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص اپنی دانائی یا اپنی تجویز کردہ عقلی عبادتوں کے ذریعہ دوزخ سے نہیں بچ سکتا جب تک کہ حضور کی ہدایت کو قبول نہ کرے ورنہ ہندو سادھو اور عیسائی راہب ترک دنیا کر کے عمر بھر عبادتیں کرتے ہیں مگر دوزخی ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰی وَالْعِلْمِ کَمَثَلِ الْغَیْثِ الْکَثِیْرِ اَصَابَ اَرْضًا فَکَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَیِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَآءَ فَاَنْبَتَتِ الْکَلَاَ وَالْعُشْبَ الْکَثِیْرَ وَکَانَتْ مِنْهَا اَجَادِبُ اَمْسَکَتِ الْمَآءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا وَاَصَابَ مِنْهَا طَائِفَةً اُخْرٰی اِنَّمَا هِیَ

(۱۴۲) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس ہدایت وعلم کی مثال جو رب نے مجھے دے کر بھیجا[۱] اس بہت سی بارش کی طرح ہے[۲] جو کسی زمین میں پہنچی اس کا کچھ حصہ اچھا تھا جس نے پانی چوسا اور گھاس اور بہت چارہ اگا دیا اور بعض حصہ سخت تھا۔[۳] جس نے پانی جمع کر لیا جس سے اللہ نے لوگوں کو نفع دیا کہ انہوں نے خود پیا پلایا اور کھیتی کی اور ایک دوسرے حصہ میں پہنچا جو چٹیل تھا کہ نہ پانی جمع کرے اور نہ

https://archive.org/details/@madni_library

قِيْعَانٌ لَا تَمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ وَ نَفَعَهُ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

گھاس اگائے۴؎ یہ اس کی مثال ہے جو دینی عالم ہوا اور اسے اس چیز نے نفع دیا جو مجھے رب نے دے کر بھیجا اس نے سیکھا اور سکھایا۔۵؎ اور اس کی مثال ہے جس نے اس پر سر نہ اٹھایا اور اللہ کی وہ ہدایت قبول نہ کی جو مجھے دے کر بھیجا گیا۶؎ (بخاری ومسلم)

(۱۴۲) ۱؎ اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ علم اور ہدایت ایک نہیں کبھی علم ہوتا ہے ہدایت نہیں ہوتی جیسے اس امت کے بے دین علماء کبھی ہدایت نصیب ہو جاتی ہے بہت سا علم نہیں ہوتا۔ جیسے وہ عوام جو بے علم ہیں مگر ایمان دار ہیں، کبھی علم اور ہدایت دونوں جمع ہو جاتے ہیں، جیسے علمائے دین ہیں۔ ہدایت علم سے افضل ہے اسی لئے اس کا ذکر پہلے ہوا، علم کتابوں سے ملتا ہے ہدایت کسی کی نظر سے۔۲؎ اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ حضور کے یہاں علم اور فیضان کی کمی نہیں تمام دنیا فیض لے لے تو گھٹتا نہیں کوئی نہ لے تو بیکار بچتا نہیں جیسے سورج کی روشنی اور بادلوں کا پانی ۳؎ اِجَادِبُ، اَجْدَبَ کی جمع ہے بمعنی وہ سخت زمین جو پانی کو چوس کر ختم نہ کردے اسی لئے قحط کو جدب کہتے ہیں۔ یہاں مراد نشیبی زمینیں ہیں، تالاب بن جاتے ہیں۔۴؎ اس تشبیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور گویا رحمت کا بادل ہیں، حضور کا ظاہری اور باطنی فیض اور نورانی کلام بارش، انسانوں کے دل مختلف قسم کی زمین، چنانچہ مومن کا دل قابل کاشت زمین ہے، جہاں عمل اور تقوی کے پودے اگتے ہیں، علماء اور مشائخ کے سینے گویا تالاب ہیں اور اس خزینہ کے گنجینے ہیں جس سے تاقیامت مسلمانوں کے ایمان کی کھیتیاں سیراب ہوتی رہیں گی، منافقین اور کفار کے سینے کھاری زمین ہیں نہ فائدہ اٹھائیں نہ پہنچائیں۔۵؎ اس تشبیہ سے دو فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ کوئی شخص کسی درجہ پر پہنچ کر حضور سے بے نیاز نہیں ہوسکتا، زمین کیسی اعلیٰ ہو اور کتنا ہی اچھا تخم بویا جائے مگر بارش کی محتاج ہے دین و دنیا کی ساری بہاریں حضور کے دم سے ہیں۔ شعر:

شکر فیض تو چمن چوں کند اے ابر بہار کہ اگر خار و گر گل ہمہ پروردہ تست

دوسرے یہ کہ تاقیامت مسلمان علماء کے حاجت مند ہیں کہ ان کی کھیتیوں کو پانی انہیں تالابوں سے ملے گا حضور کی رحمت انہی کے ذریعہ نصیب ہوگی۶؎ اس میں اشارۃً بتایا گیا کہ اگر بفرض محال کسی کو حضور کی نبوت کی خبر ہی نہ پہنچے تو اسے عقیدہ توحید کافی ہے، خیال رہے کہ مشبہ بہ میں زمین کے تین حصے بیان فرمائے گئے مگر مشبہ میں انسان کی صرف دو جماعتوں کا ذکر ہوا کیونکہ علماء ہدایت میں عالی ہیں اور کفار گمراہی میں عالی، درمیانی لوگ یعنی صالح مؤمن خود سمجھ میں آجاتے ہیں اس لئے ان کا ذکر نہ ہوا۔ خیال رہے کہ تالاب بہت سی قسم کے ہیں بڑے چھوٹے، بہت نافع کم نافع، بعض تالابوں سے نہریں جاری ہو جاتی ہیں جیسے بھوپال کا تالاب، ایسے ہی علماء کے مختلف مراتب ہیں بعض مجتہدین ہیں جیسے چاروں امام، بعض کاملین ہیں بعض راسخین ہیں پھر ان میں بعض محدثین ہیں اور بعض مفسرین، یہ تشبیہ ان سب کو شامل ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَالَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ اٰيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ وَقَرَأَ اِلٰى وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُو الْاَلْبَابِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

(۱۴۳) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی کہ وہ رب وہ ہے جس نے تم پر کتاب اتاری جس میں واضح آیات ہیں۱؎ اور ما یذکر الآیہ تک پڑھی فرماتی ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم (اور مسلم

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَسَلَّمَ فَاِذَا رَاَیْتَ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ رَءَ یْتُمُ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ مَاتَشَابَهَ مِنْهُ فَاُولٰئِكَ الَّذِیْنَ سَمَّاهُمُ اللّٰهُ فَاحْذَرُوْهُمْ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

میں ہے) لوگ انہیں دیکھو جو متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں تو یہ ہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ نے ذکر فرمایا ان سے بچو۔۲ (مسلم و بخاری)

(۱۴۳)۱یہاں محکم سے صریح اور واضح آیات مراد ہیں جیسا کہ متشابہ کے تقابل سے معلوم ہو رہا ہے' اصطلاح اصول میں محکم وہ ہیں' جن میں نہ تاویل کا احتمال ہو نہ نسخ کا اندیشہ جیسے ذات وصفات اور حضور کی نعت وصحابہ کے مناقب کی آیات۲یعنی جو آیتوں کی تاویلات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور فتنہ پھیلانے کیلئے ان کے فاسد معانی بیان کرتے ہیں' ان کے دلوں میں کجی ہے' ان سے دور بھاگو' خیال رہے کہ متشابہ آیات دو قسم کی ہیں ایک متشابہ المعنی جیسے الـم' الـر وغیرہ مقطعات قرآنیہ جن کے معنے ہی سمجھ میں نہیں آتے' دوسرے متشابہ المراد جیسے فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (۲:۱۱۵) ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ) ہے (کنزالایمان) وغیرہ آیات صفات' ان دونوں قسم کی متشابہات میں جرح وقدح اور فتنے کیلئے تاویلیں کرنا حرام ہیں لیکن مناسب تاویلیں اس زمانہ میں گناہ نہیں تاکہ لوگ غلط تاویلوں سے بچیں۔ حدیث میں پہلی قسم کے لوگ مراد ہیں اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا: اِبْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ (۳:۷) گمراہی چاہنے کے لئے (کنزالایمان) یقین رکھو کہ اللہ تعالٰی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کے طفیل بعض مقبولوں کو متشابہات کا علم دیا' رب فرماتا ہے اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (۵۵:۱،۲) رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا (کنزالایمان) اپنے محبوب کو رحمان نے قرآن سکھایا یا ظاہر ہے کہ سارا ہی قرآن سکھایا جس میں متشابہات بھی ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ هَجَّرْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْماً قَالَ فَسَمِعَ اَصْوَاتَ رَجُلَیْنِ اخْتَلَفَا فِیْ اٰیَةٍ فَخَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُعْرَفُ فِیْ وَجْهِهِ الْغَضَبُ فَقَالَ اِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِاخْتِلَافِهِمْ فِی الْكِتَابِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۴۴) روایت ہے عبداللہ بن عمرو سے فرماتے ہیں ایک دن دو پہر میں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے دو شخصوں کی آوازیں سنیں جو کسی آیت میں جھگڑ رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے کہ چہرہ انور میں غصہ معلوم ہوتا تھا فرمایا تم سے پہلے لوگ کتاب اللہ میں جھگڑوں کی وجہ سے ہی ہلاک ہو گئے۱ (مسلم)

(۱۴۴)۱کتاب میں اختلاف کی تین صورتیں ہیں (۱) قرآن کو اپنی رائے کے مطابق کرنے کی کوشش کرنا جیسے آج کل دیکھا جا رہا ہے (۲) خود قرآن کی آیت میں اختلاف کہ یہ آیت کتاب اللہ ہے یا نہیں (۳) قرآن کریم سے مسائل نکالنے میں اختلاف' پہلے ۲ قسم کے اختلاف' حرام بلکہ کفر ہیں' تیسری قسم کا اختلاف عبادت ہے جو صحابہ کرام کے زمانہ سے چلا آ رہا ہے۔ یہ اختلاف ائمہ مجتہدین میں ہو سکتا ہے' یہاں پہلی دو قسم کے اختلاف مراد ہیں اہل کتاب نے بھی آسمانی کتب میں اسی قسم کے اختلاف کئے تھے۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَعْظَمَ الْمُسْلِمِیْنَ فِی الْمُسْلِمِیْنَ جُرْماً مَنْ سَاَلَ عَنْ شَیْءٍ لَمْ یُحَرَّمْ عَلَی النَّاسِ فَحُرِّمَ مِنْ اَجْلِ مَسْئَلَتِهِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۱۴۵) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے۱ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمانوں میں بڑا مجرم وہ ہے جو کسی غیر حرام چیز کے بارے میں پوچھ گچھ کرے۲ اس کی پوچھ گچھ کی وجہ سے وہ چیز حرام کر دی جائے۳ (بخاری ومسلم)

https://archive.org/details/@madni_library

(۱۴۵)۱؎ آپ کا اسم شریف سعد ابن ابی وقاص اور کنیت ابواسحاق ہے' آپ کے والد کا نام مالک ابن وہیب ہے' اور کنیت ابووقاص' آپ زہری ہیں' قرشی ہیں' عشرہ مبشرہ میں سے ہیں' قدیم الاسلام ہیں۔ چنانچہ آپ تیسرے مسلمان ہیں بوقت اسلام آپ کی عمر شریف سترہ برس تھی' بہت شاندار صحابی ہیں کہ حضور نے ان کیلئے فرمایا تم پر میرے ماں باپ فدا' آپ غزوات میں حضور کے ساتھ رہے' بہت بڑے مقبول الدعاء تھے' لوگ آپ کی بددعا سے بہت ڈرتے تھے' عہد فاروقی اور عثمانی میں کوفہ کے گورنر رہے۔ ستر برس سے زیادہ عمر پائی' ۵۵ھ میں مدینہ منورہ سے قریب مقام عقیق میں وصال ہوا۔ وہاں سے آپ کی میت شریف مدینہ منورہ لائی گئی۔ مروان ابن حکم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور مدینہ پاک کے قبرستان جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔۲؎ یہاں روئے سخن ان قیل قال والوں کی طرف ہے جنہیں بلاضرورت ہر بات کریدکرنے کی عادت ہوتی ہے ورنہ مسائل سیکھنے کے سوال اچھی چیز ہیں۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (۱۶:۴۳) تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں (کنزالایمان) لہٰذا یہ حدیث قرآن کے خلاف نہیں اور پوچھ گچھ سے مراد نبی سے پوچھنا ہے کیونکہ حرام وحلال کے احکام اسی بارگاہ سے جاری ہوتے ہیں جیسے حضور نے فرمایا کہ تم پر حج فرض ہے' ایک صحابی نے پوچھا کیا ہر سال؟ فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال ہی فرض ہو جاتا' یہ ہیں مضر سوالات۔۳؎ اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی جس سے شریعت میں خاموشی ہو وہ حلال ہے' حرام وہی ہے جسے شریعت منع کرے جیسا کہ لِمَ یُحَرِّمُ سے معلوم ہوا رب تعالٰی فرماتا ہے قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا (۶:۱۴۵) تم فرماؤ میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی (کنزالایمان) معلوم ہوا جس کی حرمت نہ ملے وہ حلال ہے مگر اس زمانہ میں بعض جہلاء بلادلیل ہر چیز کو حرام کہہ دیتے ہیں اور حلال ہونے کیلئے ثبوت مانگتے ہیں بتاؤ کہاں لکھا ہے میلاد شریف اور گیارہویں شریف حلال ہے' خود نہیں بتاتے کہ حرام کہاں لکھا ہے انہیں اس حدیث اور آیت سے عبرت پکڑنی چاہئے' دوسرے یہ کہ بھی زیادہ پوچھ گچھ پر رب کی طرف سے سختی ہو جاتی ہے دیکھو بنی اسرائیل گائے کے متعلق پوچھ گچھ کرتے رہے پابندیاں بڑھتی رہیں' تیسرے یہ کہ وظیفوں اور احکام میں خود پابندی نہ لگوائے بلکہ ان کے اطلاق سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَكُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ یَاْتُوْنَكُمْ مِّنَ الْاَحَادِیْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَاؤُكُمْ فَاِیَّاكُمْ وَاِیَّاهُمْ لَا یُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَكُمْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۴۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخری زمانہ میں جھوٹے دجال ہوں گے ۱؎ جو تمہارے میں وہ احادیث لائیں گے جو نہ تم نے سنیں' نہ تمہارے باپ دادوں نے ۲؎ ان کو اپنے' اپنے کو ان سے دور رکھو وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں فتنہ میں نہ ڈال دیں ۳؎ (مسلم)

(۱۴۶)۱؎ دجال دجل سے بنا' بمعنی فریب اور دھوکا' دجال بڑا فریبی مکار و دھوکہ باز' آخر زمانہ میں بڑا دجال نکلے گا اس سے پہلے چھوٹے دجال بہت ہوں گے۔۲؎ اس میں اشارہ حدیث گھڑنے والوں کی طرف ہو رہا ہے یہاں خطاب یا صرف صحابہ سے ہے یا قیامت تک کے علماء سے جنہیں حدیث کی واقفیت ہو اگر کوئی جاہل کسی مشہور حدیث کو نہ سنے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں اعلان فرمایا تھا کہ ہم وہی حدیث قبول کریں گے جو زمانہ فاروقی میں شائع ہو چکی کیونکہ آپ کے زمانہ میں بعض چھپے منافقوں نے حضرت علی کے فضائل میں اور بعض نے ان کے خلاف بہت حدیثیں گھڑ لی تھیں جب ہی سے رفض

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وخروج کی بیماریاں مسلمانوں میں پھیلیں معلوم ہوا کہ حدیث گھڑنا سخت جرم ہے اور گھڑنے والا سخت مجرم کہ حضور نے اسے دجال و کذاب فرمایا۳؎ اس سے معلوم ہوا کہ بدمذہبوں سے بچنا ضروری ہے کیونکہ ان کی صحبت دین وایمان کے لئے خطرہ ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ اَهْلَ الْكِتٰبِ يَقْرَءُ وْنَ التَّوْرَاةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَيُفَسِّرُوْنَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَدِّقُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوْهُمْ وَقُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا الاية (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۴۷) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ اہل کتاب مسلمانوں کے سامنے عبرانی زبان میں توریت پڑھ کر عربی میں ترجمہ کرتے تھے تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل کتاب کو نہ سچا کہو نہ جھوٹا۱؎ یہ کہہ دو کہ ہم اللہ پر اور اس پر ایمان لائے جو ہماری طرف اُتارا گیا ہے۲؎ (بخاری)

(۱۴۷)۱؎ یہاں توریت کی وہ آیتیں مراد ہیں جن کا سچ اور جھوٹ ظاہر نہ ہو ورنہ اگر اہل کتاب حضرت مسیح یا حضرت عزیر کی الوہیت کی آیتیں پیش کریں تو یقیناً جھوٹی کہی جائیں گی' منشائے حدیث یہ ہے کہ توریت وانجیل کچھ صحیح بھی تھیں کچھ ملاوٹی بھی لہٰذا ہر آیت میں سچ جھوٹ کا احتمال تھا اس لئے احتیاطاً یہ حکم دیا گیا' خیال رہے کہ اب ان کتابوں کی ایک بھی اصلی آیت موجود نہیں یہ ترجمے کلام الٰہی نہیں ہیں۲؎ تاکہ اصل کتاب کا انکار ہو جائے اور نہ غیر کتاب کا اقرار' خیال رہے کہ یہ حکم اولاً تھا بعد میں تو حضور نے عمر فاروق جیسے صحابی کو توریت پڑھنے سننے سے ہی منع فرمایا اور فرمایا کہ میرے پاس کیا نہیں ہے جو تم توریت میں ڈھونڈتے ہو اگر موسیٰ علیہ السلام بھی موجود ہوتے تو میری پیروی کرتے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۴۸) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان کے جھوٹا ہونے کو یہ ہی کافی ہے کہ ہر سنی بات بیان کردے۱؎ (مسلم)

(۱۴۸)۱؎ یعنی ہرا یرے غیرے کی ہر بات بغیر تحقیق کئے بیان کردے خصوصاً احادیث شریفہ ورنہ محدثین فقہاء علماء ان کی ہر بات پر عوام کو اعتماد کرنا پڑے گا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا (۹'۱۲۲) واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں۔ (کنزالایمان) لہٰذا یہ حدیث فقہاء کے اس قول کے خلاف نہیں کہ دینی باتوں میں ایک کی خبر معتبر ہے' محدثین خبر واحد کا اعتبار کرتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ نَّبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِيْ اُمَّتِهٖ قَبْلِيْ اِلَّا كَانَ لَهٗ فِيْ اُمَّتِهٖ حَوَارِيُّوْنَ وَ اَصْحَابٌ يَأْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهٖ وَيَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ يَقُوْلُوْنَ مَالَا يَفْعَلُوْنَ وَ يَفْعَلُوْنَ مَالَا يُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَآءَ

(۱۴۹) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ نے مجھ سے پہلے ایسا کوئی نبی نہ بھیجا جس کی امت میں سے کچھ لوگ ان کے خاص صاحب اسرار۱؎ اور وہ صحابہ نہ ہوں جو ان کی سنت کو لیں اور ان کے احکام کی پیروی کریں۲؎ پھر ان کے بعد ایسے ناخلف ہوتے تھے' جو کہتے وہ تھے' جو کرتے نہ تھے اور کرتے وہ تھے جس کا انہیں حکم نہ تھا۳؎ تو جو ان پر ہاتھ سے جہاد کرے وہ بھی مومن اور جو زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن اور جو ان پر اپنے دل سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے۴؎ اور

https://archive.org/details/@madni_library

ذٰلِكَ مِنَ الْاِیْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اس کے سوا رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ۵؎ (مسلم)

(۱۴۹)۱؎ حواری حور سے بنا ہے بمعنی صفائی، خلوص، مدد، چونکہ ان مخصوصین کے دل صاف تھے، خاص مومن تھے اور ان کے دین کے مددگار تھے اس لئے انہیں حواری کہا جاتا تھا نیز عیسیٰ علیہ السلام کے حواری کپڑا صاف کرنے والے دھوبی تھے۲؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں شریعت اور تبلیغ والے نبی مراد ہیں جن کی باقاعدہ امتیں تھیں اور یہ اصحاب حواریوں کے علاوہ جماعت ہیں مطلب یہ کہ ہر صاحب شریعت پیغمبر کو اللہ نے عام صحابہ بھی بخشے اور خاص صاحب اسرار بھی ایسے ہی ہمارے حضور کے صحابہ ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں جن میں بعض خاص صاحب اسرار ہیں جیسے خلفائے راشدین وغیرہم لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض نبی وہ بھی ہیں جن کی بات کسی نے نہ مانی اور بعض وہ جن کی ایک دو آدمیوں نے ہی اطاعت کی ۳؎ یعنی ان صحابہ کے بعد ایسے بدعقیدہ اور بدعمل لوگ پیدا ہوتے تھے ایسے ہی میرے صحابہ کے بعد بھی ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ بفضلہ تعالٰی حضور کے صحابہ بدعملی اور بدعقیدگی سے پاک رہے ۴؎ یعنی ایسے بدعقیدہ اور بدعمل لوگوں کی اصلاح تین جماعتیں تین طرح کریں، حکام طاقت سے کہ مجرموں کو سزائیں دیں اہل علم زبان سے کہ انہیں وعظ کریں، عوام مومن دل سے کہ ان سے نفرت کریں اور دور رہیں تا قیامت یہ احکام جاری ہیں ۵؎ یعنی جو انہیں دل سے برا بھی نہ جانے ان کے عقیدوں سے راضی ہو وہ انہیں کی طرح بے ایمان ہے اسی لئے علماء پر فرض ہے کہ اپنی زبان اور قلم سے مسلمانوں کو بے دینوں سے نفرت دلائیں ان کے عقائد بتائیں اور تردید کریں۔ خیال رہے کہ ضعیف ایمان کو رائی کے دانہ سے مثال دینا بیان کیفیت کیلئے ہے نہ کہ بیان مقدار کیلئے کیونکہ ایمان مقدارًا کم وبیش نہیں ہوتا ہر مومن پورا مسلمان ہے آدھا اور چوتھائی مسلمان نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَعَا اِلٰی هُدًی کَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا وَمَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَةٍ کَانَ عَلَیْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اٰثَامِهِمْ شَیْئًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۵۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہدایت کی طرف بلائے اس کو تمام عاملین کی طرح ثواب ملے گا اور اس سے ان کے اپنے ثوابوں سے کچھ کم نہ ہوگا۱؎ اور جو گمراہی کی طرف بلائے تو اس پر تمام پیروی کرنے والے گمراہوں کے برابر گناہ ہوگا اور یہ ان کے گناہوں سے کچھ کم نہ کرے گا۲؎ (مسلم)

(۱۵۰)۱؎ یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صدقہ سے تمام صحابہ ائمہ مجتہدین علماء متقدمین ومتاخرین سب کو شامل ہے مثلًا اگر کسی کی تبلیغ سے ایک لاکھ نمازی بنیں تو اس مبلغ کو ہر وقت ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ہوگا اور ان نمازیوں کو اپنی اپنی نمازوں کا ثواب اس سے معلوم ہوا کہ حضور کا ثواب مخلوق کے اندازے سے وراء ہے۔ ربّ فرماتا ہے: وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ (۶۸:۳) اور ضرور تمہارے لئے بے انتہا ثواب ہے (کنزالایمان) ایسے ہی وہ مصنفین جن کی کتابوں سے لوگ ہدایت پارہے ہیں۔ قیامت تک لاکھوں کا ثواب انہیں پہنچتا رہے گا۔ یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (۳۹:۵۳) آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش (کنزالایمان) کیونکہ یہ ثوابوں کی زیادتی اس کے عمل تبلیغ کا نتیجہ ہے۲؎ اس میں گمراہیوں کے موجدین مبلغین سب شامل ہیں تا قیامت ان کو ہر وقت لاکھوں گناہ پہنچتے رہیں گے۔ یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں وَعَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (۲۸۶:۲) اور اس کا نقصان جو برائی کمائی (کنزالایمان) کیونکہ یہ اس کے اپنے فعل یعنی تبلیغ شر کی سزا ہے۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَاءَ الْإِسْلَامُ غَرِيْباً وَّسَيَعُوْدُ كَمَا بَدَ اَفَطُوْبٰى لِلْغُرَبَآءِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۵۱) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام غریبی سے شروع ہوا اور جیسا شروع ہوا تھا ویسا ہی پھر ہو جائے گا غرباء کو خوشخبری ہو[۱] (مسلم)

(۱۵۱)[۱] غربت کے لفظی معنی ہیں تنہائی اور بے کسی، اسی لئے مسافر اور تنگ دست کو غریب کہا جاتا ہے کہ مسافر سفر میں اکیلا ہوتا ہے اور تنگ دست بے کس یعنی اسلام کو پہلے تھوڑے لوگوں نے قبول کیا اور آخر میں بھی تھوڑے ہی لوگوں میں رہ جائے گا۔ یہ دونوں جماعتیں بڑی مبارک ہیں الحمدللہ تھوڑے مسلمان بہتوں پر غالب آتے رہے اور آتے رہیں گے، تھوڑا سونا بہت سے لوہے پر اور تھوڑا مشک بہت سی مٹی پر غالب ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا کہ غریب مسکین لوگ اسلام پر قائم رہتے ہیں اکثر مالدار بھٹک جاتے ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاِيْمَانَ لَيَأْرِزُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ اِلٰى جُحْرِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ ذَرُوْنِيْ مَاتَرَكْتُكُمْ فِيْ كِتَابِ الْمَنَاسِكِ وَ حَدِيْثَيْ مُعَاوِيَةَ وَجَابِرٍ لَايَزَالُ مِنْ اُمَّتِيْ وَلَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ فِيْ بَابِ ثَوَابِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِنْشَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

(۱۵۲) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یقیناً ایمان مدینہ کی طرف ایسا سمٹ آئے گا جیسے سانپ اپنے بل کی طرف[۱] (مسلم و بخاری) اور ہم حضرت ابوہریرہ کی حدیث ذَرُوْنِیْ الخ کتاب الحج میں اور حضرت معاویہ و جابر کی حدیثیں لَا یَزَالُ مِنْ اُمَّتِیْ الخ اور لَا یَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ اِنْشَاءَ اللّٰهُ بَابُ ثَوَابِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ میں بیان کریں گے[۲]

(۱۵۲)[۱] یہ آخر زمانہ میں ہوگا کہ مسلمانوں کو دنیا میں کہیں امن نہ ملے گا تو وہ اپنا ایمان بچانے کیلئے مدینہ کی طرف بھاگیں گے مدینہ پہلے بھی مسلمانوں کا جائے امن بنا اور آئندہ بھی بنے گا کیوں نہ ہو کہ یہاں دونوں عالم کے پناہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہیں غالباً یہ واقعہ دجال کے قریب ہوگا، سانپ سے تشبیہ دینے میں ادھر اشارہ ہے کہ جیسے سانپ کو کوئی پناہ نہیں دیتا ایسے ہی آخر زمانہ میں لوگ اسلام کو سانپ کی طرح تکلیف دہ سمجھیں گے، اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ مدینہ پاک اسلام سے کبھی خالی نہ ہوگا۔[۲] یعنی وہ تینوں حدیثیں مصابیح میں یہاں ہی تھیں لیکن ہم نے مناسبت کی وجہ سے ان بابوں میں ذکر کیا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ رَبِيْعَةَ الْجُرَشِيِّ قَالَ اُتِيَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيْلَ لَهٗ لِتَنَمْ عَيْنُكَ وَلْتَسْمَعْ اُذُنُكَ وَلْيَعْقِلْ قَلْبُكَ قَالَ فَنَامَتْ عَيْنِيْ وَسَمِعَتْ اُذُنَايَ وَعَقَلَ قَلْبِيْ قَالَ فَقِيْلَ لِيْ سَيِّدٌ بَنٰى دَاراً فَصَنَعَ فِيْهَا مَأْدُبَةً وَّاَرْسَلَ دَاعِياً فَمَنْ اَجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَاَكَلَ مِنَ الْمَأْدُبَةِ وَرَضِيَ عَنْهُ السَّيِّدُ

(۱۵۳) روایت ہے حضرت ربیعہ جرشی سے[۱] فرماتے ہیں حضور کی خدمت میں آنے والا آیا اور حضور سے کہا گیا کہ مناسب ہے کہ آپ کی آنکھیں تو سو جائیں، آپ کے کان سنتے اور دل سمجھتا رہے[۲] فرماتے ہیں کہ میری آنکھیں سو گئیں اور کان سنتے رہے دل سمجھتا رہا[۳] فرماتے ہیں مجھ سے کہا گیا کہ سردار نے گھر بنایا وہاں خوان تیار کیا اور بلانے والا بھیجا تو جس نے بلانے والے کی دعوت قبول

https://archive.org/details/@madni_library

وَمَنْ لَّمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنَ الْمَأْدُبَةِ وَسَخِطَ عَلَيْهِ السَّيِّدُ قَالَ فَاللّٰهِ السَّيِّدُ وَ مُحَمَّدٌ الدَّاعِيْ وَالدَّارُ الْاِسْلَامُ وَالْمَأْدُبَةُ الْجَنَّةُ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

کی وہ گھر میں آیا' خوان سے کھایا اس سے سردار راضی ہوا۴ اور جس نے منادی کی نہ مانی وہ نہ گھر میں آیا نہ اس نے خوان سے کھایا آقا اس پر ناراض ہوئے۵ فرمایا کہ اللہ سید ہے اور محمد بلانے والے گھر اسلام ہے اور خوان جنت۶ (دارمی)

(۱۵۳) آپ کا نام ربیعہ ابن عمرو ہے۔ یمن کے علاقہ میں مقام جرش کے رہنے والے ہیں امیر معاویہ کے زمانہ میں ناسک کے مفتی رہے ہیں' ان کی صحابیت میں اختلاف ہے مگر صحیح یہ ہے کہ آپ صحابی ہیں۔۲ یعنی حضور بیدار تھے ایک فرشتہ نے آ کر یہ عرض کیا۔ ان کلمات سے حضور پر نیند طاری ہوگئی پھر خواب میں وہ کلام ہوا جو آگے آرہا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کے بعض کلمے ہم کو سلا دیتے ہیں بعض کلمے ہم کو موت دیتے ہیں۔ صور کی آواز سب کو زندہ کرے گی۔ حدیث اپنے ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں' یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور کی نیند غفلت نہیں پیدا کرتی اسی لئے سونے سے آپ کا وضو نہیں جاتا اور آپ کی خواب وحی الٰہی ہے' فرشتہ نے سلا کر یہ گفتگو اسی لئے کی تاکہ پتا لگے اور لوگ حضور کی خواب پر ایمان لائیں۔۳ یعنی فرشتے کی اس گفتگو کا مجھ پر یہ اثر ہوا کہ میں سو گیا جیسے ماں کی لوری سے بچے کو نیند آتی ہے یا بعض چیزوں کو دیکھنے سے غشی طاری ہو جاتی ہے۔۴ یعنی منادی کی بات مان لینے سے تین فائدے ہوئے گھر کی سیر' نعمتیں کھانا' بادشاہ کی خوشنودی' یہ ساری بہار اس منادی کے دم سے ہے۔۵ یعنی نہ ماننے والے کا دین بھی تباہ دنیا برباد کھانے سے محرومی رہی' بادشاہ کی مخالفت گلے پڑی۔۶ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اللہ کو سید کہہ سکتے ہیں' بمعنی مالک مولیٰ دوسرے یہ کہ کوئی شخص صرف اعمال سے خدا کو راضی نہیں کرسکتا جب تک کہ حضور کی غلامی نہ کرے تیسرے یہ کہ صرف اسلام ہی ذریعہ نجات ہے۔ بعض جاہلوں نے کہا ہے کہ جس دین میں رہ کر نیکیاں کرلی جائیں' نجات ہو جائے گی وہ اس حدیث کے بھی خلاف ہے اور قرآن کے بھی' رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ (۳:۸۵) اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا (کنزالایمان) کیونکہ اس حدیث میں جنت کو اسلام میں دکھایا گیا ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ رَافِعٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلٰى اَرِيْكَتِهٖ يَأْتِيْهِ الْاَمْرُ مِنْ اَمْرِيْ مِمَّا اَمَرْتُ بِهٖ اَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُوْلُ لَا اَدْرِيْ مَا وَجَدْنَا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ اتَّبَعْنَاهُ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)

(۱۵۴) روایت ہے حضرت ابو رافع سے۱ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کسی کو مسہری پر تکیہ لگائے نہ پاؤں۲ کہ اس کے پاس میرے احکام میں سے جس کا میں نے حکم دیا جس سے میں نے منع کیا کوئی حکم پہنچے اور وہ کہہ دے کہ ہم نہیں جانتے جو قرآن شریف میں پائیں گے ہم تو اس کی پیروی کریں گے۳ اس حدیث کو احمد و ابوداؤد ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا اور بیہقی نے دلائل نبوت میں۔

(۱۵۴) ۱ آپ کا نام ابراہیم یا اسلم ہے' آپ حضور کے آزاد کردہ غلام ہیں' آپ نسلاً قبطی ہیں' حضرت عباس کی ملک میں تھے انہوں نے بطور نذرانہ حضور کی ملک میں دے دیا۔ جب حضرت عباس اسلام لائے تو انہوں نے ہی حضور کو آپ کے اسلام کی خبر دی۔ حضور نے اس خوشی میں ان کو آزاد کر دیا آپ [illegible] جنگ بدر کے باقی تمام غزووں میں حضور کے ساتھ رہے۔ خلافت مرتضوی میں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وفات پائی رضی اللہ تعالٰی عنہ (مرقاۃ واشعۃ اللمعات) ۲؎ سبحان اللہ یہ ہے میرے محبوب کی قوت نظر' انکار حدیث کے موقعوں پر یہ دو کلمے ہمیشہ فرمائے جاتے ہیں کیونکہ قرآنی فرقہ کا موجد عبداللہ چکڑالوی ہے جو چکڑالوی ضلع میانوالی پنجاب میں پیدا ہوا یہ بہت مالدار اور لنگڑا تھا۔ متکیا فرما کر اس کے لنگڑا ہونے کی طرف اور اریکۃ فرما کر اس کی مالداری کی طرف اشارہ کر دیا گیا' یا یہ مطلب ہے کہ اس فرقہ کا موجد آرام طلب ہوگا' گھر میں رہے گا علم دین حاصل کرنے کیلئے سفر نہ کرے گا صرف قرآن کے ترجمے دیکھ کر یہ کہے گا چنانچہ عبداللہ چکڑالوی اور اس کی ساری ذریت کا یہی حال ہے غرضیکہ یہاں یہ ظاہری عیوب کا ذکر ہے یا باطنی کا ۳؎ نہیں جانتے کا مقصد ہے نہیں مانتے یعنی ہم قرآن کے سوا حدیث وغیرہ کے قائل نہیں قرآن میں سب کچھ ہے پھر حدیث کی کیا ضرورت ہے۔ عبداللہ چکڑالوی اور اس کی ذریت کے یہی الفاظ ہوتے ہیں سبحان اللہ مَا وَجَدْنَا فرما کر کیسا نفیس اشارہ فرمایا کہ اگرچہ قرآن تو کامل ہے مگر انسان کا پانا ناقص' قرآن میں سب کچھ ہے مگر ملے گا اسے جسے میں نکال کر دوں گا ہر شخص سمندر سے موتی حاصل نہیں کرسکتا' موتی نکلتے سمندر سے ہیں مگر ملتے جوہری کی دکان پر ہیں۔ اس افصح الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو لفظوں میں ان کے دلائل مع تردید بتا دیئے۔

وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اِنِّيْ اُوْتِيْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ اَلَا يُوْشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلٰى اَرِيْكَتِهٖ يَقُوْلُ عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ فَمَا وَجَدْتُّمْ فِيْهِ مِنْ حَلَالٍ فَاَحِلُّوْهُ وَمَا وَجَدْتُّمْ فِيْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ وَاِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ كَمَا حَرَّمَ اللّٰهُ اَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمُ الْحِمَارُ الْاَهْلِيُّ وَلَا كُلُّ ذِيْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ وَلَا لُقْطَةُ مُعَاهِدٍ اِلَّا اَنْ يَّسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَيْهِمْ اَنْ يَّقْرُوْهُ فَاِنْ لَّمْ يَقْرُوْهُ فَلَهٗ اَنْ يُّعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَى الدَّارِمِيُّ نَحْوَهٗ وَكَذَا ابْنُ مَاجَةَ اِلٰى قَوْلِهٖ كَمَا حَرَّمَ اللّٰهُ

(۱۵۵) روایت ہے حضرت مقدام ابن معدیکرب سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ ہو کہ مجھے قرآن بھی دیا گیا اور اس کے ساتھ اس کا مثل بھی ۲؎ خبردار قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا اپنی مسہری پر کہے ۳؎ کہ صرف قرآن کو تھام لو اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال جانو اور جو حرام پاؤ اسے حرام سمجھو ۴؎ حالانکہ رسول اللہ کا حرام فرمایا ہوا ویسا ہی حرام ہے جیسا کہ اللہ کا حرام فرمودہ ۵؎ دیکھو تمہارے لئے نہ تو پالتو گدھا حلال ہے اور نہ کوئی کیلی والا درندہ جانور نہ عہد والے کافر کی گمی ہوئی چیز مگر جب اس کا مالک اس سے لاپروا ہو جائے ۶؎ اور جو کسی قوم کے پاس مہمان جائے ان پر اس کی مہمانی ہے اگر مہمانداری نہ کریں تو وہ اپنی مہمانی کی بقدر ان سے وصول کرلے ۷؎ اسے ابوداؤد نے روایت کیا' دارمی نے بھی اسی طرح اور ابن ماجہ نے حرم اللہ تک۔

(۱۵۵) ۱؎ آپ صحابی ہیں قبیلہ بنی کندہ سے تعلق رکھتے ہیں' کندی وفد کے ساتھ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے ۸۷ھ میں شام میں وفات پائی ۹۱ سال عمر ہوئی ۲؎ یعنی حدیث شریف جو قرآن کی طرح وحی الٰہی ہے اور اسی کی طرح واجب الاتباع اس حدیث کی تائید قرآن شریف کی اس آیت سے ہے: وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (۲/۱۲۹) اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے (کنزالایمان) کتاب تو قرآن حکیم ہے اور حکمت حدیث شریف' خیال رہے کہ قرآن شریف کی عبارت بھی وحی ہے اور مضامین بھی مگر حدیث شریف کا مضمون وحی ہے۔ الفاظ حضور کے اپنے' اسی لئے الفاظ حدیث پر قرآن کے احکام جاری نہیں کہ اس کی تلاوت نماز میں نہیں ہوسکتی' بے وضو اسے چھو سکتا ہے۔ اسی لئے قرآن کو وحی متلو کہتے ہیں اور حدیث کو غیر متلو' مرقاۃ میں ہے کہ جبریل امین حدیث کو بھی لے کر اترتے

https://archive.org/details/@madni_library

تھے اس کی تحقیق کیلئے ہماری کتاب ایک اسلام دیکھو۔۳؎ یہ کلمہ اَلاَ منکرین حدیث پر اظہار غضب کیلئے ہے اسی لئے امام اعظم فرماتے ہیں کہ حدیث ضعیف کے ہوتے ہوئے قیاس جائز نہیں، حدیث ضعیف کو قیاس قوی پر ترجیح ہے اگر چہ اس منکر حدیث کی پیدائش ۱۳سو برس کے بعد ہوئی مگر حضور کی نگاہوں سے قریب تھا۔ اس لئے یُوْشِكُ فرمایا: شَبْعَانُ (پیٹ بھرا) میں اس کی مالداری اور مسہری میں اس کا لنگڑا ہونا بتایا گیا ہے۴؎ یعنی اپنی تحقیق پر اعتماد کرو صاحب قرآن سے الگ ہو جاؤ یہ بکواس ہی تمام بے دینیوں کی جڑ ہے۵؎ یعنی حرام قطعی واجب الترک، اس لئے صحابہ کرام حضور کے فرمان پر قرآن کی طرح عمل کرتے تھے، ہم پر جیسے نماز فرض ہے ایسے ہی نماز کی تعداد اور مقدار یعنی پانچ نمازیں اور ہر نماز میں مقرر رکعات فرض ہیں ہم جو کبھی حدیث کو ظنی کہتے ہیں اس کی وجہ اسنادیں ہیں۔ جنہوں نے خود حضور سے حدیثیں سنیں ان کیلئے قرآن کی طرح قطعی تھیں، دیکھو صدیق اکبر نے حدیث کی بنا پر حضور کی میراث تقسیم نہیں کی حالانکہ تقسیم میراث حکم قرآنی ہے۶؎ یعنی منکرین حدیث کو چاہیے کہ گدھا بھی کھائیں، کتے، بلوں پر بھی ہاتھ صاف کریں، پڑی ہوئی چیز بھی قبضہ میں کر لیا کریں کیونکہ انہیں قرآن نے حرام نہیں کیا بلکہ حدیث نے کیا ہے انشاء اللہ اس کا جواب قیامت تک ان سے نہ بنے گا **مسئلے** پڑی ہوئی چیز جو ملے اس کے مالک کو تلاش کر کے پہنچا دی جائے مسلمان کی ہو یا کسی ذمہ والے کافر کی، حربی کافر کا مال جو بغیر دھوکہ دہی کے ملے حلال ہے جب مالک کے ملنے سے مایوسی ہو جائے تو خیرات کر دی جائے اور اگر اٹھانے والا غریب ہو تو خود استعمال کرے اس کے بقیہ مسائل کتب فقہ میں ملاحظہ کرو۷؎ یعنی یہ مسئلہ بھی قرآن میں نہیں ہے حدیث میں ہے، خیال رہے کہ اس زمانہ میں دیہاتی کفار سے یہ عہد لیا جاتا تھا کہ اگر لشکر اسلام یا کوئی مسلمان تمہارے گاؤں پر گزرے تو تم اسے ایک دو وقت کا راشن دینا اس معاہدے کے ماتحت لشکر اسلام کو اپنا راشن ان سے وصول کرنے کا حق تھا، حدیث میں اسی کا ذکر ہے اب بھی بعض ہنگامی حالات میں لشکر یا پولیس کا خرچ اہل شہر پر ڈال دیا جاتا ہے۔ اس جملے کی اور تفسیریں بھی کی گئی ہیں مگر یہ تفسیر زیادہ قوی ہے اس صورت میں یہ حدیث غیر منسوخ ہے اب بھی اگر کفار سے یہ معاہدہ ہو جائے تو ان پر اس کی پابندی لازم ہوگی۔

وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيَحْسَبُ اَحَدُكُمْ مُتَّكِئًا عَلٰى اَرِيْكَتِهٖ يَظُنُّ اَنَّ اللّٰهَ لَمْ يُحَرِّمْ شَيْئًا اِلَّا مَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ اَلَا وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ قَدْ اَمَرْتُ وَ وَعَظْتُ وَنَهَيْتُ عَنْ اَشْيَآءَ اِنَّهَا لَمِثْلُ الْقُرْاٰنِ اَوْ اَكْثَرُ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ يُحِلَّ لَكُمْ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا بِاِذْنٍ وَّلَا ضَرْبَ نِسَآئِهِمْ وَلَا اَكْلَ ثِمَارِهِمْ اِذَا اَعْطَوْكُمُ الَّذِيْ عَلَيْهِمْ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ فِيْ اِسْنَادِهٖ اَشْعَثُ بْنُ شُعْبَةَ الْمِصِّيْصِيُّ قَدْ تُكُلِّمَ فِيْهِ

(۱۵۶) روایت ہے حضرت عرباض ابن ساریہ سے۱؎ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرما کر فرمایا کیا تم میں سے کوئی چھپر کھٹ پر تکیہ لگا کر یہ گمان کر سکتا ہے۲؎ کہ اللہ نے بجزان چیزوں کے کوئی چیز حرام نہ کی جو قرآن میں ہیں آگاہ رہو کہ بخدا میں نے احکام دیئے وعظ فرمائے اور بہت چیزوں سے منع کیا جو قرآن کے برابر یا اس سے بھی زیادہ ہیں۳؎ یقیناً اللہ نے تمہارے لئے یہ مباح نہ کیا کہ کتابیوں کے گھروں میں بلا اجازت گھس جاؤ اور نہ ان کی عورتوں کو مار پیٹ اور نہ ان کے پھل کھانا جب وہ اپنے ذمہ کے حقوق تمہیں ادا کریں۴؎ اسے ابوداؤد نے روایت کیا اس حدیث کی اسناد میں اشعث ابن شعبہ مصیصی ہے جس میں کلام کیا گیا ہے۔

(۱۵۶)۱؎ آپ صحابی ہیں آپ کے والد ساریہ کی کنیت ابونجیح تھی، حضرت عرباض اصحاب صفہ میں سے ہیں شوق الٰہی اور خوف الٰہی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اپنے دل میں بہت رکھتے تھے' شام میں قیام کیا اور ۵۷ھ میں وہیں وفات پائی آپ سے ۳۱ احادیث مروی ہیں۔حمص میں آپ کا مزار ہے۔۲؎ اس میں خطاب صرف صحابہ سے نہیں بلکہ قیامت تک کے مسلمانوں سے ہے کیونکہ عہد صحابہ سے قریباً ۱۳ سو برس تک منکر حدیث کوئی نہیں ہوا یہ بیماری چودھویں صدی میں پھیلی اور یہ سوال تعجب کیلئے ہے کہ تم میں بعض ایسے بیوقوف بھی پیدا ہوں گے جو ایسے واہیات عقائد رکھیں گے۔۳؎ یعنی میرے دیئے ہوئے احکام اور میری حلال وحرام کی ہوئی چیزیں مقدار میں قرآنی احکام اور قرآنی حلال وحرام سے کہیں زیادہ ہیں دیکھولو قرآن کریم نے صرف سور کا گوشت حرام کیا کہ فرمایا: **وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ** (۲:۱۷۳) اور سور کا گوشت (کنزالایمان) سور کی کلیجی' گردے' ہڈی' بھیجا اس کے علاوہ کتا بلا حدیث نے ہی حرام کیا اسی طرح تمام احکام کا حال ہے حدیث کا انکار کرکے ان چیزوں کی حرمت کہاں سے ثابت کی جائے گی۔۴؎ یعنی جب ذمی اہل کتاب جزیہ (ٹیکس) ادا کردیں تو نہ تم ان کے گھروں میں جاسکتے ہو نہ ان کا مال کھا سکتے ہو نہ انہیں سزا دے سکتے ہو۔یہ مسئلہ بھی قرآن میں نہیں۔میں ارشاد فرمارہا ہوں اہل کتاب کی قید اس لئے لگائی کہ مشرکین عرب سے جزیہ قبول نہیں کیا جاتا۔انہیں مسلمان ہی ہونا پڑے گا۔خیال رہے کہ اگر ذمی جزیہ دینے سے انکار کردیں تو وہ حربی ہو جائیں گے پھر ان کی جائیداد سامان حکومت اسلامیہ ضبط اور انہیں قید کرسکتی ہے اس لئے جزیہ دینے کی قید لگائی گئی۔

وَعَنْهُ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَاَنَّ هٰذِهٖ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَاَوْصِنَا فَقَالَ اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ كَانَ عَبْداً حَبَشِيًّا فَاِنَّهٗ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِيْ فَسَيَرٰى اخْتِلَافاً كَثِيْراً فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ اِلَّا اَنَّهُمَا لَمْ يَذْكُرَا الصَّلٰوةَ

(۱۵۷) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ ایک دن ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی پھر ہماری طرف چہرہ کیا اور نہایت ہی بلیغ وعظ فرمایا جس سے اشک رواں ہو گئے دل ڈر گئے۱؎ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ شاید یہ الوداعی وعظ ہے۲؎ لہذا کچھ وصیت فرمادیں حضور نے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے' سلطان کی سننے' فرماں برداری کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ حبشی غلام ہی ہو۳؎ کیونکہ میرے بعد تم میں سے جو جیئے گا وہ بڑا اختلاف دیکھے گا۴؎ لہذا تم میری اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت مضبوط پکڑو۵؎ اسے دانت سے مضبوط پکڑ لونئی باتوں سے دور رہو کہ ہرنئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۶؎ اسے احمد' ابوداؤد اور ترمذی وابن ماجہ نے روایت کیا لیکن ان دونوں نے نماز کا واقعہ ذکر نہ کیا۔

(۱۵۷) یوں تو حضور کے تمام وعظ ہی موثر ہوتے ہیں لیکن خصوصیت سے یہ وعظ بہت پرتاثیر تھا جس میں عشق خدا خوف ذات کبریا کا دریا موجیں ماررہا تھا۔عشق سے آنسو بہے اور خوف سے دل ڈرے بلیغ سے پرتاثیر مراد ہے۲؎ یعنی حضور کی وفات قریب ہے اور آپ ایسی باتیں فرمارہے ہیں جیسی رخصت ہوتے وقت کی جاتی ہیں گویا آپ اپنی امت کو چھوڑ کر جارہے ہیں اور آخری نصیحتیں کررہے ہیں۔سبحان اللہ صحابہ کرام کی ذکاوت کے قربان' معلوم ہوتا ہے کہ واقعی حضور کی وفات قریب تھی اس لئے ان کے کلام کی تردید نہ فرمائی گئی بلکہ خواہش پوری کردی گئی' تا لگا کہ حضور اپنے وقت وفات کو جانتے ہیں اور یہ اسلامی جامع کلام ہے کہ سارے احکام اس میں آگئے

https://archive.org/details/@madni_library

تقوی اللہ میں سارے دینی احکام اور سلطان کی اطاعت میں سارے سیاسی احکام شامل ہیں۔ ۳؎ یعنی اگر تمہارا امیر کالا حبشی غلام ہوتب بھی اس کی اطاعت کرو اس کا نسب وشکل نہ دیکھو اس کا حکم سنو۔ خیال رہے کہ خلافت قریش سے خاص ہے مگر امارت ہر مسلمان کومل سکتی ہے لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں الخلافة للقریش نیز امیر کی اطاعت الٰہی احکام میں ہوگی جو خلاف شرع نہ ہوں نیز اس کی اطاعت امیر بن جانے کے بعد ہوگی یزید امیر بنا ہی نہ تھا' حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اسے حاکم مانا ہی نہیں لہٰذا آپ کا عمل اس حدیث کے خلاف نہیں' امیر بنانا اور ہے اور امیر بن چکنے کے بعد اطاعت کرنا کچھ اور۔ ۴؎ سیاسی اختلاف کے ساتھ مذہبی اختلاف بھی رونما ہوگیا کہ جبریہ قدریہ رافضی خارجی پیدا ہو گئے۔ خیال رہے کہ خدا کے فضل سے صحابہ میں دینی اختلاف نہ ہوا۔ سارے صحابہ حق پر رہے حضور کا یہ کلمہ بہت جامع ہے اور آپ کی یہ پیش گوئی ہو بہو صحیح ہوئی۔ ۵؎ ہر سنت لائق اتباع ہے مگر ہر حدیث لائق اتباع نہیں حضور کے خصوصیات' منسوخ احکام اور اعمال حدیث ہیں مگر سنت نہیں اسی لئے یہاں حدیث کو پکڑنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ سنت کو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہم اہل سنت ہیں دنیا میں اہل حدیث کوئی نہیں ہوسکتا۔ صحابہ کرام کے اعمال وافعال بھی لغوی معنے سے سنت ہیں یعنی دین کا اچھا طریقہ اگرچہ ان کی ایجادات بدعت حسنہ ہیں۔ عمر فاروق نے جماعت کی باقاعدہ تراویح کو جو آپ نے جاری کی تھی بدعت فرمایا کہ کہا نعمت البدعة منه آپ کا وہ کلام اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ وہ شرعاً بدعت ہے لغۃً سنت اور مسلمانوں کے واسطے لازم العمل خیال رہے کہ تمام صحابہ ہدایت کے تارے ہیں خصوصاً خلفائے راشدین لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ اصحابی کالنجوم تمام صحابہ کی پیروی باعث نجات ہے ۶؎ یہاں نئی چیز سے مراد نئے عقیدے ہیں جو اسلام میں حضور کے بعد ایجاد کئے جائیں اس لئے کہ یہاں اسے گمراہی کہا گیا۔ گمراہی عقیدہ میں ہوتی ہے نہ کہ اعمال میں لہٰذا یہ حدیث اپنے عموم پر ہے چنانچہ قادیانی چکڑالوی رفض وخروج یہ تمام بدعات اور گمراہی ہیں اور اگر اس سے نئے اعمال مراد لئے جائیں تو یہ حدیث عام مخصوص منه البعض ہے یعنی ہر بری بدعت گمراہی ہے بدعت حسنہ کبھی مباح' کبھی مستحب' کبھی واجب اور کبھی فرض بھی ہوتی ہے۔ حدیث کی کتب اور قرآن کے پارے بدعت ہیں مگر اچھے ہیں' اس کی تحقیق پہلے کی جا چکی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ خَطَّ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا ثُمَّ قَالَ هٰذَا سَبِيْلُ اللّٰهِ ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطًا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَقَالَ هٰذِهٖ سُبُلٌ عَلٰى كُلِّ سَبِيْلٍ مِّنْهَا شَيْطَانٌ يَّدْعُوْا اِلَيْهِ وَقَرَأَ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْماً فَاتَّبِعُوْهُ الْاٰيَةَ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَآئِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

(۱۵۸) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک خط کھینچا پھر فرمایا ۱؎ یہ اللہ کا راستہ ۲؎ پھر اس کے دائیں بائیں اور لکیریں کھینچیں اور فرمایا یہ مختلف راستے ہیں جن میں سے ہر راستہ پر شیطان ہے جو ادھر بلا رہا ہے ۳؎ اور یہ آیت تلاوت فرمائی اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْماً فَاتَّبِعُوْهُ الآیہ اسے احمد نسائی اور دارمی نے روایت کیا۔

(۱۵۸) ۱؎ سبحان اللہ کیا نفیس تعلیم ہے دین حق کو قرآن شریف میں صراط مستقیم فرمایا گیا یعنی سیدھا راستہ جو نہایت آسانی سے رب تک پہنچا دے' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خط کھینچ کر اس کی مثال دکھا دی۔ یہاں سبیل اللہ سے مراد سچے اعتقاد اور نیک اعمال ہیں۔ خیال رہے کہ شریعت اور طریقت کے چاروں سلسلے حنفی' شافعی یا قادری چشتی وغیرہ ایک ہی طریقہ ہیں جنہیں اہل سنت کہا جاتا ہے کیونکہ ان کے عقائد یکساں ہیں۔ اعمال میں فروعی اختلاف جیسا صحابہ کا آپس میں اختلاف ہوا کرتا تھا یہ کعبہ ایمان کے چار راستے ہیں یا سمندر

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

نبوت تک پہنچنے والے چار دریا ان کے علاوہ دیگر مذاہب ٹیڑھے راستے ہیں کہ وہ عقائد میں مختلف ہیں۲ یہاں شیطان سے مراد یا تو ان مذاہب کے موجد ہیں جیسے قادیانیت کیلئے غلام احمد اور چکڑالویت کیلئے عبداللہ یا ان دینوں کے مبلغین یا اس سے مراد خود ابلیس ہی ہے قرآن نے سرکش جنات اور گمراہ کن انسانوں کو شیاطین فرمایا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُوْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَ قَالَ النَّوَوِيُّ فِيْ اَرْبَعِيْنِهٖ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَيْنَاهُ فِيْ كِتَابِ الْحُجَّةِ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ

(۱۵۹) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش میرے لائے ہوئے کے تابع نہ ہو۱ اسے شرح سنہ میں روایت کیا۔نووی نے اپنی چہل حدیث میں۲ فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے جسے ہم نے صحیح اسناد سے کتاب الحج میں روایت کیا۔

(۱۵۹)۱ یعنی مومن وہ ہے کہ جس کا عمل میرے احکام کو پسند کرے اور اس کے علاوہ کو ناپسند۔ لائے ہوئے میں حدیث وقرآن کے سارے احکام داخل ہیں کیونکہ وہ سب ربّ کی طرف سے آئے اور ایمان سے مراد اصل ایمان ہے اور واقعی جو کوئی کسی دینی چیز کو برا جانے وہ کافر ہے اور اس صورت میں حدیث پر نہ کوئی اعتراض ہے اور نہ کسی تاویل کی ضرورت' کوئی گناہگار فاسق بدکار گناہوں کو اچھا اور نیکیوں کو برا نہیں سمجھتا۔اسی وجہ سے وہ مومن رہتا ہے اگرچہ فاسق ہو۲ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو کوئی میری امت تک چالیس حدیثیں پہنچا دے۔قیامت میں اس کی بخشش ہو گی اس لئے علماء محدثین نے چہل حدیثیں لکھیں امام نووی شارح مسلم نے بھی چالیس جمع فرمائیں جس کا یہاں ذکر ہے۔

وَعَنْ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْيٰى سُنَّةً مِّنْ سُنَّتِيْ قَدْ اُمِيْتَتْ بَعْدِيْ فَاِنَّ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ اُجُوْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَّمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً ضَلَالَةً لَا يَرْضٰهَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْئًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ كَثِيْرِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ

(۱۶۰) روایت ہے حضرت بلال ابن حارث مزنی سے۱ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو میری مردہ سنت کو جو میرے بعد فنا کر دی گئی زندہ کرے۲ اسے ان تمام کے برابر ثواب ہوگا جو اس پر عمل کریں اس کے بغیر کہ ان عاملوں کے ثواب سے کچھ کم ہو۳ اور جو گمراہی کی بدعت ایجاد کرے جس سے اللہ رسول راضی نہیں۴ اس پر ان سب کے برابر گناہ ہوگا جو اس پر عامل ہوں اور یہ ان کے گناہوں سے کچھ کم نہ کرے گا۔اسے ترمذی نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے کثیر ابن عبداللہ ابن عمرو سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا۔۶

(۱۶۰)۱ آپ صحابی ہیں ۵ ھ میں وفد مدینہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے' ۸۰ سال کی عمر پا کر ۶۰ ھ میں وفات پائی۔مدینہ منورہ کے پاس مقام سنغری میں قیام تھا۔۲ یعنی جس سنت کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہو اس پر خود بھی عمل کرے اور دوسروں کو بھی عمل کی رغبت دلائے جیسے زمانہ موجودہ میں داڑھی رکھنا۳ کیونکہ اللہ کا بندہ اس سنت کے زندہ کرنے میں لوگوں کے طعنے اور مذاق

https://archive.org/details/@madni_library

برداشت کرتا ہے۔ سنت کی خاطر سب سختیاں جھیلتا ہے لہٰذا بڑا غازی ہے جو بھلائی کے موجد کو ثواب ملتا ہے وہی بھلائی کیلئے پھیلانے والے کو۔۴؎ یہاں بدعت موصوف ہے اور ضلالت صفت اور جب نکرہ نکرے کی صفت ہو تو تخصیص کا فائدہ حاصل ہوتا ہے یہاں ضلالت کی قید بدعت حسنہ کو نکالنے کیلئے ہے (مرقاۃ) یعنی بری بدعتوں کا موجد مجرم ہے جیسے اردو میں نماز واذان اور تمام خلاف سنت کام اور اچھی بدعتوں کا موجد ثواب کا مستحق ہے جیسے علم صرف ونحو کے موجد' اسلامی مدرسے' عرس بزرگان' میلاد شریف اور گیارہویں شریف کی مجالس کے موجد' اس کی بحث پہلے گزر چکی یہ حدیث تقسیم بدعت کی اصل ہے اس کا ذکر کتاب العلم میں بھی آئے گا۔۵؎ کثیر ابن عبداللہ ابن عمرو باتفاق راوی ضعیف ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ بہت جھوٹا آدمی تھا اس کے دادا عمرو ابن عوف صحابی ہیں۔ قدیم الاسلام ہیں انہی کے بارے میں یہ آیت کریمہ اتری: تَرٰۤى اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ (۵ '۸۳) تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے ابل رہی ہیں (کنزالایمان) آپ مدینہ منورہ میں رہے اور حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی جنگ بدر میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ تھے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الدِّيْنَ لَيَأْرِزُ اِلَى الْحِجَازِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ اِلٰى جُحْرِهَا وَ لَيَعْقِلَنَّ الدِّيْنُ مِنَ الْحِجَازِ مَعْقِلَ الْاُرْوِيَّةِ مِنْ رَأْسِ الْجَبَلِ اِنَّ الدِّيْنَ بَدَا غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ كَمَا بَدَ اَفَطُوْبٰى لِلْغُرَبَآءِ وَهُمُ الَّذِيْنَ يُصْلِحُوْنَ مَا اَفْسَدَا لنَّاسُ مِنْ بَعْدِيْ مِنْ سُنَّتِيْ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۱۶۱) روایت ہے حضرت عمرو ابن عوف سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دین حجاز کی طرف ایسا سمٹ آئے گا جیسے سانپ اپنے سورخ کی طرف۱؎ اور دین حجاز سے ایسا بندھ جائے گا جیسے پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی سے۲؎ یقیناً دین غریب ہی شروع ہوا اور جیسا شروع ہوا ویسا لوٹے گا لہٰذا غرباء کو خوشخبری ہو یا غرباء وہ ہیں جو میرے بعد میری اس سنت کو درست کریں گے جسے لوگوں نے بگاڑ دیا ہوگا۔۳؎ (ترمذی)

(۱۶۱) یعنی آخری زمانہ میں مسلمانوں کو حجاز کے سوا کہیں پناہ نہ ملے گی اس لئے سب یہاں ہی جمع ہو جائیں گے۔ حجاز عرب کا وہ صوبہ ہے جس میں مکہ معظمہ مدینہ منورہ طائف وغیرہ ہیں۔ خیال رہے کہ اولاً مسلمان حجاز میں پناہ لیں گے اور پھر وہاں بھی امن نہ پائیں گے تو مدینہ منورہ میں سمٹ آئیں گے لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ دین مدینہ میں سمٹ آئے گا۔ مدینہ منورہ ہی میں نبوت کا آفتاب غروب ہوا اور یہاں سے ہی اس کی کرنیں یعنی شریعت غائب ہوگی۔۲؎ کہ پہاڑی بکریاں دن بھر ہر جگہ پھرتی ہیں اور شام کو اپنے تھان یعنی پہاڑ کی چوٹی پر باندھ دی جاتی ہیں جہاں وہ درندوں سے محفوظ رہتی ہیں۔ حجاز خصوصاً مدینہ منورہ اسلام کا تھان ہیں اس میں اشارۃً یہ فرمایا گیا کہ اسلام حرمین شریفین سے کبھی نہ نکلے گا اور سب مسلمانوں کا تعلق اس سے قائم رہے گا جیسے سانپ کا تعلق اپنے سوراخ سے اور بکری کا تعلق اپنے تھان سے ہر وقت رہتا ہے اس کا وہ مطلب نہیں جو "براہین قاطعہ" وغیرہ نے سمجھا کہ وہاں اسلام قیامت کے قریب پہنچے گا اس سے پہلے دنیا میں اور جگہ اسلام ہوگا حجاز یا مدینہ منورہ میں نہ ہوگا۔۳؎ اس کی شرح پہلے گزر چکی ہے۔ یہ بھی قریب قیامت ہی ہوگا کہ جیسے پہلے تھوڑے مسکین لوگوں نے اسلام قبول کیا ایسے ہی قریب قیامت تھوڑے غریب ہی اسلام پر قائم رہ جائیں گے وہ اگلے غریب بھی مبارک تھے اور یہ پچھلے بھی مبارک ہوں گے باقی دنیا میں کفر ہی کفر ہوگا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسلام میں جو نیا فرقہ نکلے اور اس کے ماننے والے تھوڑے ہوں وہی حق پر ہوں جیسا کہ قادیانیوں اور وہابیوں نے سمجھا' آگے حدیث آرہی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی بڑی جماعت کے ساتھ رہو۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى اُمَّتِيْ كَمَا اَتٰى عَلٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰى اِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَتٰى اُمَّهٗ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ اُمَّتِيْ مَنْ يَّصْنَعُ ذٰلِكَ وَاِنَّ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً تَفْتَرِقُ عَلٰى ثَلٰثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ اَحْمَدَ وَ اَبِيْ دَاوٗدَ عَنْ مُعَاوِيَةَ ثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِي النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ وَاِنَّهٗ سَيَخْرُجُ فِيْ اُمَّتِيْ اَقْوَامٌ تَتَجَارٰى بِهِمْ تِلْكَ الْاَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ بِصَاحِبِهٖ لَا يَبْقٰى مِنْهُ عِرْقٌ وَّلَا مَفْصِلٌ اِلَّا دَخَلَهٗ

(۱۶۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے' فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت پر بعینہ ویسے حالات آئیں گے جیسے بنی اسرائیل پر آئے جیسے جوتی کی جوتی سے برابری ۱؎ حتی کہ اگر کسی نے اپنی ماں سے اعلانیہ زنا کیا تو میری امت میں بھی وہ ہوگا جو ایسا کرے گا ۲؎ یقیناً بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ۳؎ سوا ایک ملت کے سب دوزخی۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ وہ ایک کون فرقہ ہے فرمایا وہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں ۴؎ اسے ترمذی نے روایت کیا اور احمد و ابوداؤد میں معاویہ کی روایت سے یہ ہے کہ بہتر دوزخی اور ایک جنتی ہے اور وہ بڑا گروہ (جماعت مسلمین) ہے ۵؎ میری امت میں ایسی قومیں نکلیں گی جن میں بدعات ایسی سرایت کر جائیں گی جیسے دیوانہ کتے کا زہر کاٹے ہوئے میں کہ جس کی کوئی رگ اور جوڑ سرایت کئے نہیں بچتا ۶؎

(۱۶۲) ۱؎ سبحان اللہ اس مطلع الغیوب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسی صحیح خبر دی اور کیسی نفیس تشبیہ سے سمجھایا کہ جیسے داہنے پاؤں کی جوتی بائیں پاؤں کی جوتی سے لمبائی چوڑائی شکل وصورت میں یکساں ہوتی ہے ایسے ہی میری امت کے ظاہری و باطنی حالات عقائد و اعمال بنی اسرائیل کی طرح ہو جائیں گے ۲؎ یہ اعمال کی برابری کا ذکر ہے کہ بدتر سے بدتر گناہ بھی میری امت کے اندر پایا جائے گا ہم نے دیکھا کہ انگریزوں کی داڑھیاں منڈیں' مونچھیں بڑھیں' مسلمانوں کی بھی ایسی ہی شکل بن گئی پھر انگریزوں نے ناک کے نیچے مونچھ مکھی کی طرح رکھی' مسلمان بھی اس ہی پر عامل ہو گئے پھر دور آیا کہ داڑھی کے ساتھ مونچھ کی بھی بالکل صفائی ہو گئی تو مسلمان بھی ایسے ہی ہو گئے۔ اگر کوئی انگریز ناک کٹا لیتا تو یقیناً مسلمانوں میں صدہا ناک کٹ جاتے۔ یہ اسی حدیث کا ظہور ہے۔ ۳؎ اس طرح کہ بنی اسرائیل کے سارے ۷۲ فرقے گمراہ ہو گئے مگر مسلمانوں میں ۷۲ فرقے گمراہ ہوں گے اور ایک ہدایت پر' خیال رہے کہ جیسے بعض بنی اسرائیل نبیوں کے دشمن ہیں ایسے ہی مسلمانوں میں بعض فرقے دشمن سید الانبیاء ہیں اور جیسے بعض بنی اسرائیل انبیاء کو خدا کا بیٹا مان بیٹھے۔ مسلمانوں میں بھی بعض جاہل فقیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عین خدا' جزو خدا مانتے ہیں غرض اس حدیث کا ظہور یوں پوری طرح ہو رہا ہے۔ ۴؎ یعنی میں اور میرے صحابہ ایمان کی کسوٹی پر ہیں جس کا ایمان ان کا سا ہو وہ مومن ماسوائے بے دین۔ رب فرماتا ہے: فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا (۲،۱۳۷) پھر اگر وہ بھی یوں ہی ایمان لائے جیسا تم لائے جب تو وہ ہدایت پا گئے (کنزالایمان) خیال رہے کہ ما سے مراد عقیدے اور اصول اعمال ہیں نہ کہ فروعی افعال یعنی جن کے عقائد صحابہ کے سے ہوں اور ان کے اعمال کی اصل عہد صحابہ میں موجود ہو وہ جنتی ورنہ فروع اعمال آج لاکھوں ایسے ہیں جو زمانہ صحابہ میں نہ تھے ان کے کرنے والے دوزخی نہیں صحابہ کرام حنفی' شافعی یا قادری نہ تھے ہم [illegible] بخاری مسلم نہیں لکھی تھی [illegible] اسلامی [illegible] بنائے تھے۔ ہوائی جہازوں اور راکٹوں سے

https://archive.org/details/@madni_library

جہاد نہ کئے تھے۔ ہم یہ سب کچھ کرتے ہیں لہٰذا یہ حدیث وہابیوں کی دلیل نہیں بن سکتی کہ عقائد وہی صحابہ والے ہیں اور ان سارے اعمال کی اصل وہاں موجود ہے غرضیکہ درخت اسلام عہد نبوی میں لگا عہد صحابہ میں پھلا پھولا قیامت تک پھل آتے رہیں گے کھاتے رہو۔ بشرطیکہ اسی درخت کے پھل ہوں ۵ اس میں بتایا گیا کہ جنتی ہونے کیلئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ سنت کی پیروی اور جماعت مسلمین کے ساتھ رہنا اسی لئے ہمارے مذہب کا نام اہل سنت والجماعت ہے۔ جماعت سے مراد مسلمانوں کا بڑا گروہ ہے جس میں فقہاء علماء صوفیاء اور اولیاء اللہ ہیں **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ** یہ شرف بھی اہلسنت ہی کو حاصل ہے۔ سوا اس فرقہ کے اولیاء اللہ کسی فرقہ میں نہیں' خیال رہے کہ یہ ۷۳ کا عدد اصولی فرقوں کا ہے کہ اصولی فرقہ ایک جنتی اور ۷۲ جہنمی چنانچہ اہل سنت میں حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی' چشتی' قادری' نقش بندی' سہروردی' ایسے ہی اشاعرہ ترید یہ سب داخل ہیں کہ عقائد سب کے ایک ہی ہیں اور ان سب کا شمار ایک ہی فرقہ میں ہے۔ ایسے ہی بہتر ناری فرقوں کا حال ہے کہ ان میں ایک ایک فرقے کے بہت ٹولے ہیں مثلاً ایک فرقہ روافض کے بہت ٹولے ہیں بارہ امامئے' چھ امامئے' تین امامئے ایسے ہی دیگر فرقوں کا حال ہے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اسلامی فرقے کئی سو ہیں۔ اس کی تفصیل مرقاۃ وغیرہ میں دیکھو۔ ۶ یعنی برے عقیدے اور بدعتیں ان کے خیالات و اعمال میں چھا جائیں گے۔ خیال رہے کہ حضور نے سانپ کاٹے کی تشبیہ نہ دی کیونکہ اس کا زہر دل یا دماغ پر پہنچتے ہی موت واقع ہو جاتی ہے۔ وہ اوروں کو نہیں کاٹتا مگر دیوانہ کتا کا کاٹا ہوا عرصے تک زندہ رہتا ہے جسے یہ کاٹ لے اسے بھی اپنے جیسا کر لیتا ہے یہی بدمذہبوں کا حال ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَجْمَعُ اُمَّتِیْ اَوْقَالَ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ عَلٰی ضَلَالَۃٍ وَّیَدُاللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

(۱۶۳) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یقیناً اللہ میری امت کو یا فرمایا امت محمد مصطفیٰ کو گمراہی پر متفق نہ ہونے دے گا ۱ جماعت پر اللہ کا دست کرم ہے ۲ جو جماعت سے الگ رہا وہ دوزخ میں الگ ہی جائے گا (ترمذی)

(۱۶۳) ۱ یہاں امت سے امت اجابت مراد ہے یعنی حضور پر ایمان لانے والے لوگ یہ حدیث پچھلی حدیث کی گویا تفسیر ہے یعنی اگرچہ میری امت میں بنی اسرائیل سے زیادہ فرقے ہوں گے لیکن فرق یہ ہے کہ وہ سارے گمراہ ہو گئے تھے۔ یہ امت ساری گمراہ نہ ہو گی بلکہ قیامت تک ایک فرقہ اس میں حق پر رہے گا۔ یہ اس امت کی خصوصیت ہے اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ مسلمانوں کا اجماع برحق ہے جس پر سارے علماء' اولیاء متفق ہو جائیں وہ مسئلہ ایسا ہی لازم العمل ہے جیسے قرآن کی آیت اس حدیث کی تائید اس آیت سے ہے **وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ** (۴:۱۱۵) اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے (کنزالایمان) یعنی جو مسلمانوں کے راستہ کے علاوہ کوئی اور راہ چلے گا ہم اسے دوزخ میں بھیجیں گے۔ اجماع امت کا حجت ہونا یہ بھی اس امت کی خصوصیت ہے معلوم ہوا کہ خلافت شیخین برحق ہے۔ ۲ دست کرم سے مراد حفاظت مدد اور رحمت ہے یعنی اللہ تعالیٰ جماعت کو غلطی اور دشمنوں کی ایذا سے بچائے گا۔ ان پر سکینہ اتارے گا وغیرہ۔

وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّہٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ مِنْ حَدِیْثِ اَنَسٍ

(۱۶۴) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بڑے گروہ کی پیروی کرو ۱ کیونکہ جو الگ رہا وہ الگ ہی آگ میں جائے گا ۲ ۳ اسے انس کی حدیث سے ابن ماجہ نے روایت کیا۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(۱۶۴)؎ یعنی ہمیشہ وہ عقیدے اختیار کرو جو مسلمانوں کی بڑی جماعت کے ہوں یہ حدیث منصوص اور غیر منصوص سارے احکام کو شامل ہے۔آیات و احادیث کے جو معنی مسلمانوں کی بڑی جماعت نے سمجھے ہیں وہی حق ہیں۔آج اگر کوئی نئے معنے بتائے تو جھوٹا ہے خاتم النبیین کے معنے آخری نبی،صلوٰۃ و زکوٰۃ کے معنی مروجہ نماز اور صدقہ ہیں جو کہے کہ خاتم النبیین کے معنی اصلی نبی،صلوٰۃ و زکوٰۃ سے کچھ اور مراد لے یہ غلط ہے۔ایسے ہی مسلمانوں کا بڑا گروہ میلاد فاتحہ عرس وغیرہ کو اچھا سمجھتا ہے واقعی یہ کام اچھے ہیں،اگر کچھ لوگ انہیں حرام کہیں جھوٹے ہیں۔حدیث شریف میں ہے جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔رب فرماتا ہے:لِتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (۲،۱۴۳) کہ تم لوگوں پر گواہ ہو (کنزالایمان) حضور فرماتے ہیں تم زمین میں اللہ کے گواہ رہو۔یہ سب حدیثیں اسی مشکوٰۃ شریف میں آئیں گی لہذا جس کام کو عام علماء،صلحاء اور عوام مسلمین اچھا جانیں وہ اچھا ہی ہے۔خیال رہے کہ بڑی جماعت سارے مسلمانوں کی معتبر ہے نہ کہ کسی خاص جگہ اور خاص وقت کی لہذا اگر کسی بستی میں ایک سنی ہے سب بدمذہب تو وہ ایک ہی سواد اعظم ہوگا کیونکہ وہ صحابہ سے اب تک کی جماعت کے ساتھ ہے۔یہ بھی خیال رہے کہ اجتہادی مسائل میں سواد اعظم کا اعتبار نہیں ایک مجتہد جمہور مجتہدین کی مخالفت کرسکتا ہے اور اس کی اتباع جائز ہے۔اس کی پوری بحث مرقاۃ وغیرہ میں دیکھو۔یاد رکھو کہ بعض بدعملیوں میں عام مسلمان پھنس جاتے ہیں جیسے زمانہ موجود میں داڑھی منڈانا لیکن وہ بھی اسے برائی سمجھتے ہیں اور وہ گناہ سمجھ کر اس کو کرتے ہیں لہذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ داڑھی منڈانا بڑی جماعت کا عمل ہے۔؎۲ یعنی جس نے مسلمانوں کی بڑی جماعت کے خلاف عقیدے اختیار کئے تو جماعت تو جنت میں جائے گی اور یہ دوزخ میں،یہ حدیث تاقیامت بدمذہبیت سے بچنے کا بڑا ذریعہ ہے۔اگر مسلمان اس پر کاربند رہیں تو چھوٹے چھوٹے فرقے خود ہی ختم ہوجائیں گے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا بُنَیَّ اِنْ قَدَرْتَ اَنْ تُصْبِحَ وَ تُمْسِیَ لَیْسَ فِیْ قَلْبِكَ غِشٌّ لِاَحَدٍ فَافْعَلْ ثُمَّ قَالَ یَابُنَیَّ وَذٰلِكَ مِنْ سُنَّتِیْ وَمَنْ اَحَبَّ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ كَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّةِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۱۶۵) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے بچے!اگر تم یہ کرسکو کہ صبح اور شام ایسے گزارو کہ تمہارے دل میں کسی کی طرف سے کھوٹ (کینہ) نہ ہو تو کرو؎۱ پھر فرمایا کہ اے میرے بچے!یہ میری سنت ہے اور جو میری سنت سے محبت کرے اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا؎۲ (ترمذی)

(۱۶۵)؎ یعنی مسلمان بھائی کی طرف سے دنیوی امور میں صاف دل ہو سینہ کینہ سے پاک ہو تب اس میں انوار مدینہ آئیں گے۔دھندلا آئینہ اور میلا دل قابل عزت نہیں مگر کفار سے عداوت اصل ایمان ہے۔رب فرماتا ہے:لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ (۵۸،۲۲) تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی (کنزالایمان) ایسے ہی فاسق مسلمان کی بدکاری سے ناراض ہونا عبادت ہے لہذا حدیث صاف ہے؎۲ یعنی جیسے اعمال میں سنتوں کی پابندی باعث ثواب ہے ایسے ہی دل صاف رکھنا اچھے اخلاق ہونا بھی سنت ہے جس سے قرب رسول اللہ حاصل ہوگا۔افسوس کہ اکثر لوگ یہاں پھسل جاتے ہیں۔اتباع سنت کا دعویٰ ہوتا ہے مگر سینے کینوں سے بھرے ہوتے ہیں۔اللہ اس سنت پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِیْدٍ رَوَاهُ

(۱۶۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے میری امت کے بگڑتے وقت میری سنت کو مضبوط تھاما تو اسے سوشہیدوں کا ثواب ہے۔[۱]

(۱۶۶)[۱] کیونکہ شہید تو ایک بار تلوار کا زخم کھا کر پار ہو جاتا ہے مگر یہ اللہ کا بندہ عمر بھر لوگوں کے طعنے اور زبانوں کے گھاؤ کھاتا رہتا ہے۔ اللہ رسول کی خاطر سب کچھ برداشت کرتا ہے اس کا جہاد جہاد اکبر ہے جیسے اس زمانہ میں داڑھی رکھنا' سود سے بچنا وغیرہ۔

وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ اَتَاهُ عُمَرُ فَقَالَ اِنَّا نَسْمَعُ اَحَادِیْثَ مِنْ یَهُوْدَ تُعْجِبُنَا اَفَتَرٰی اَنْ نَكْتُبَ بَعْضَهَا فَقَالَ اَمُتَهَوِّكُوْنَ اَنْتُمْ كَمَا تَهَوَّكَتِ الْیَهُوْدُ وَالنَّصَارٰی لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا بَیْضَاءَ نَقِیَّةً وَلَوْ كَانَ مُوْسٰی حَیًّا مَّا وَسِعَهٗ اِلَّا اِتِّبَاعِیْ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ

(۱۶۷) روایت ہے حضرت جابر سے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی جب حضور کی خدمت میں حضرت عمر آئے فرمایا کہ ہم یہود کی کچھ باتیں سنتے ہیں جو ہمیں بھلی لگتی ہیں کیا حضور اجازت دیتے ہیں کہ کچھ لکھ بھی لیا کریں فرمایا کیا تم یہود اور عیسائیوں کی طرح حیران ہو[۱] میں تمہارے پاس روشن وصاف شریعت لایا[۲] اور اگر حضرت موسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا[۳] اسے احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔

(۱۶۷)[۱] کہ قرآن وسنت کو اپنے لئے کافی نہیں سمجھتے اس لئے دوسروں کے پاس علم و ہدایت لینے جاتے ہیں۔ جیسے یہود و نصاریٰ نے اپنی کتابیں چھوڑ کر پادریوں اور جوگیوں کی پیروی شروع کر دی۔ یہ حدیث دین و ہدایت کے متعلق ہے جو کوئی اسلام کو کافی نہ سمجھے وہ بے ایمان ہے۔ دنیاوی چیزیں ہر جگہ سیکھی جا سکتی ہیں۔ اس کیلئے وہ حدیث ہے کہ کلمہ حکمت مسلمان کی گمی دولت ہے جہاں سے ملے لے لو لہٰذا حدیث متعارض نہیں۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو بے دینوں کے رسالے اور بد مذہبوں کے جلسوں میں جانے سے احتیاط نہیں کرتے فاروق اعظم جیسے مومن کو اہل کتاب کے علماء کی صحبت سے منع فرما دیا[۲] جس میں نہ کوئی کمی ہے نہ کوئی پوشیدگی پھر اور طرف کیوں جاتے ہو[۳] کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سارے نبیوں سے حضور کی اتباع کا عہد لے لیا تھا لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ (۸۱:۳) تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا (کنزالایمان) پھر تم ان کی امت سے میرے ہوتے ہوئے ہدایت لینے کیوں جاتے ہو۔ آفتاب کے ہوتے چراغوں سے روشنی نہیں لی جاتی آج مسلمان اپنے کو بھول گئے اس لئے دوسری قوموں کے اخلاق اور امانت داری کی تعریفیں کرتے ہیں۔ یہ ہماری جیب کے گرے ہوئے موتی ہیں جو اوروں نے اٹھا لئے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَكَلَ طَیِّبًا وَعَمِلَ فِیْ سُنَّةٍ وَّاَمِنَ النَّاسُ بَوَائِقَهٗ دَخَلَ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا الْیَوْمَ لَكَثِیْرٌ فِی النَّاسِ قَالَ وَسَیَكُوْنُ فِیْ قُرُوْنٍ بَعْدِیْ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۱۶۸)[۱] روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو پاک و حلال کھائے سنت پر عمل کرے اور لوگ اس کے فتنوں سے محفوظ رہیں وہ جنت میں جائے گا[۱] ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج کل بہت سے ایسے لوگ ہیں فرمایا میرے بعد والے زمانوں میں بھی ہوں گے۔[۲] (ترمذی)

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(۱۶۸) یہ حدیث درستی عبادات اور معاملات کی جامع ہے۔ دولفظوں میں دونوں جہان سنبھال دیئے گئے فی سنة میں اشارۃً بتایا گیا کہ کسی سنت کو معمولی نہ سمجھے حتی کہ بیٹھ کر پانی پینا راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا کبھی ایک گھونٹ پانی جان بچالیتا ہے اٰمِنَ فرما کر بتایا کہ مسلمان کے اخلاق ایسے پاکیزہ ہوں کہ لوگوں کو قدرتی طور پر اس کی طرف سے امن ہو کہ یہ تکلیف نہیں پہنچاتا یعنی میرا فیضان صرف اس زمانہ سے خاص نہیں بلکہ تاقیامت میری امت میں ایسے پرہیزگار ہوتے رہیں گے انشاء اللہ یہ امت نیکوں سے خالی نہ ہوگی ہاں جس قدر زمانہ دور ہوگا ایسے ہی لوگ کم ہوں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حضور کی یہ پیش گوئی بالکل درست ہوئی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ فِیْ زَمَانٍ مَنْ تَرَكَ مِنْكُمْ عُشْرَ مَا اُمِرَ بِهٖ هَلَكَ ثُمَّ يَأْتِیْ زَمَانٌ مَنْ عَمِلَ مِنْهُمْ بِعُشْرِ مَا اُمِرَ بِهٖ نَجَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۱۶۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم ایسے زمانہ میں ہو کہ جو احکام شرعیہ کا دسواں حصہ چھوڑ دے تو وہ ہلاک ہو جائے گا پھر وہ زمانہ آئے گا کہ جو احکام کے دسویں حصے پر عمل کرے نجات پائے گا۔[1] (ترمذی)

(۱۶۹) [1] خیال رہے کہ یہاں احکام سے مراد تبلیغ اور سنن ونوافل وغیرہ ہیں نہ کہ فرائض و واجبات یعنی آج چونکہ تبلیغ اور ساری نیکیوں کیلئے کوئی رکاوٹ نہیں اب کچھ بھی چھوڑنا اپنا قصور ہے۔ آخر زمانہ میں رکاوٹیں بہت ہوں گی اس وقت آج کے لحاظ سے دسواں حصہ پر عمل کرنا بڑی بہادری ہوگی لہٰذا حدیث صاف ہے اس پر یہ اعتراض نہیں کہ اب ایک ہی نماز اور ہزارواں حصہ زکوۃ اور رمضان کے تین روزہ کافی ہیں یا یہ مناسبت مجموعی احکام کے لحاظ سے ہے چنانچہ آج اسلام جہاد قضاء کے احکام پر پورا عمل ناممکن ہے ہم چور کے ہاتھ نہیں کاٹ سکتے زانی کو سنگسار نہیں کر سکتے وغیرہ۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدًى كَانُوْا عَلَيْهِ اِلَّا اُوْتُوا الْجَدَلَ ثُمَّ قَرَءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ

(۱۷۰) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی قوم ہدایت پر رہنے کے بعد گمراہ نہیں ہوئی مگر اس میں جھگڑے پیدا ہو گئے پھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی کہ وہ لوگ آپ کیلئے مثال نہیں بیان کرتے مگر جھگڑنے کیلئے بلکہ وہ قوم جھگڑالو ہے۔[1]

(۱۷۰) [1] یعنی جو لوگ سچے دین سے بھٹک جاتے ہیں وہ اپنے باطل دین کو پھیلانے کیلئے تعصب اور عناد اور جھگڑوں سے کام لیتے ہیں کیونکہ ربّ کی طرف سے ان کی مدد نہیں ہوتی جیسا کہ آج بھی بے دینوں کے طرز عمل سے ظاہر ہے کہ وہ قرآن و حدیث کو زبردستی اپنے موافق کرنا چاہتے ہیں خود اس کے موافق نہیں ہوتے جو آیت پیش فرمائی گئی ہے اس کا شان نزول یہ ہے کہ جب آیت کریمہ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ (۲۱:۹۸) بے شک تم اور جو کچھ تم اللہ کے سوا تم پوجتے ہو سب جہنم کے ایندھن ہو (کنزالایمان) نازل ہوئی یعنی اے کافرو! تم اور تمہارے سارے معبود دوزخ کا ایندھن ہیں تو کفار نے حضور سے عرض کیا کہ پھر تو حضرت عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام بھی دوزخی ہوئے کہ ان کی بھی اہل کتاب نے پوجا کی تھی۔ تب یہ آیت اتری اور تب ہی حضور نے یہ ارشاد فرمایا یعنی یہ کفار جانتے ہیں کہ مَا بے عقل چیزوں کیلئے آتا ہے پھر وہ انبیاء کرام اس میں کیسے داخل ہوں گے مگر پھر بھی کج بحثی کرتے ہوئے اپنی ہانکے جاتے ہیں۔ آج اس کی مثالیں بہت دیکھنے میں آرہی ہیں

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ لَا تُشَدِّدُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ فَيُشَدِّدَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاِنَّ قَوْمًا شَدَّدُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ فَشَدَّدَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ فَتِلْكَ بَقَايَا هُمْ فِي الصَّوَامِعِ وَالدِّيَارِ رَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۱۷۱) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اپنی جانوں پرسختی نہ کرو۱ ورنہ اللہ تم پرسختی کردے گا۔۲ ایک قوم نے اپنی جانوں پرسختی کی تھی تو اللہ نے بھی ان پر سختی کردی۳ پس گرجوں اور دیروں میں انہی کے بقایا لوگ ہیں انہوں نے خود ترک دنیا ایجاد کی ہم نے ان پر لازم نہ کی تھی۴ (ابوداؤد)

(۱۷۱)۱ یعنی اپنے پر غیرضروری عبادتیں لازم مت کرلو جیسے ہمیشہ کیلئے روزے یا ساری رات جاگنا اور شرعی مباحات کو حرام مت کرلو جیسے نکاح اور لذیذ نعمتوں سے پرہیز کرنا' حلال سے بچنے کا نام تقویٰ نہیں حرام سے بچنے کا نام پرہیزگاری ہے۔ بعض لوگ گوشت سے بچتے ہیں غیبت نہیں چھوڑتے۔ ۲ جیسے کوئی عمر بھر روزے' شب بیداری کی نذر مان لے۔ اب یہ دونوں نذر کی وجہ سے فرض ہو گئے کہ نہ کرے گا تو گنہگار ہو گا۔ اس قسم کی نذروں سے بچو لہٰذا حدیث واضح ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضور کے بعد کوئی نبی آئے گا جس کے ذریعہ وہ سختیاں فرض ہو جائیں گے۔ ۳ جیسے کہ بنی اسرائیل کو ایک موقع پر گائے ذبح کرنے کا حکم دیا وہ جیسی گائے بھی ذبح کر لیتے کافی تھا مگر وہ موسیٰ علیہ السلام سے پوچھتے ہی رہے کہ اس کا رنگ کیسا عمر کتنی وغیرہ وغیرہ جوابات آتے رہے' سختیاں بڑھتی گئیں یا جیسے عیسائی پادریوں نے اپنے لئے ترکِ دنیا کو عبادت بنا لیا پھر وہ نبھا نہ سکے بلکہ حرام کاریوں میں مبتلا ہو گئے۔ ۴ یعنی یہود و نصارے پر راہب یا نن بننا رب کا حکم نہ تھا۔ انہوں نے خود جوش عقیدت میں ایجاد کیا کہ عورتیں بی بی مریم کے نام پر کنواریاں اور مرد عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر کنوارے گرجوں میں رہنے لگے پھر ان کنواروں اور کنواریوں کے اجتماع سے جو نتیجہ نکلا ظاہر ہے دیکھو کتاب ''از بلا'' اس آیت و حدیث سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ بدعت حسنہ کی ایجاد پر ثواب ملتا ہے کیونکہ ربّ تعالیٰ نے ان راہبوں کے متعلق جنہوں نے اپنے یہ عہد نبھا دیئے ثواب کا وعدہ کیا کہ فرمایا: فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ (۵۷:۲۷) تو ان کے ایمان والوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا کیا اور ان میں سے بہتیرے فاسق ہیں۔ (کنز الایمان)

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰى خَمْسَةِ اَوْجُهٍ حَلَالٍ وَّحَرَامٍ وَّ مُحْكَمٍ وَ مُتَشَابِهٍ وَّاَمْثَالٍ فَاَحِلُّوا الْحَلَالَ وَحَرِّمُوا الْحَرَامَ وَاعْمَلُوْا بِالْمُحْكَمِ وَاٰمِنُوْا بِالْمُتَشَابِهِ وَاعْتَبِرُوْا بِالْاَمْثَالِ هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِيْحِ وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَلَفْظُهٗ فَاعْمَلُوْا بِالْحَلَالِ وَاجْتَنِبُوا الْحَرَامَ وَاتَّبِعُوا الْمُحْكَمَ

(۱۷۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قرآن پانچ قسموں پر اترا۱ حلال' حرام محکم اور متشابہ۲ اور مثالیں لہٰذا حلال کو حلال جانو اور حرام کو حرام مانو محکم پر عمل کرو اور متشابہ پر ایمان لاؤ۳ مثالوں سے عبرت پکڑو۴ یہ مصابیح کے الفاظ ہیں اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا جس کی عبارت یوں ہے کہ حلال پر عمل کرو اور حرام سے بچو اور محکم کی اتباع کرو۔

(۱۷۲)۱ بطریق اجمال ان کا ذکر فرمایا گیا جیسے: قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ (۵:۴) تم فرمادو کہ حلال کی گئیں تمہارے لئے پاک چیزیں (کنز الایمان) یا وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (۷:۱۵۷) اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا (کنز الایمان) ان دو آیتوں میں اجمالی طور پر سارے حلال و حرام کا ذکر آ گیا۔ ۲ محکم کے اصطلاحی معنے ہیں ناقابل نسخ آیات مگر یہاں کھلی اور واضح آیتیں مراد ہیں کہ اس کے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

مقابل متشابہ فرمایا گیا۔ متشابہ وہ آیات ہیں جن کے معانی یا مراد سمجھ میں نہ آسکیں' امثال سے گزشتہ امتوں کے قصے یا مثالیں مراد ہیں۔۳؎ کہ جو کچھ متشابہ کی مراد ہے حق ہے ہمیں اگرچہ اس پر اطلاع نہیں۴؎ کہ گزشتہ قوموں پر جن وجوہ سے عذاب آئے وہ تم چھوڑ دو۔ اس سے قیاس شرعی کا ثبوت ہوا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَمْرُ ثَلٰثَةٌ اَمْرٌ بَيِّنٌ رُشْدُهٗ فَاتَّبِعْهُ وَاَمْرٌ بَيِّنٌ غَيُّهٗ فَاجْتَنِبْهُ وَاَمْرٌ اُخْتُلِفَ فِيْهِ فَكِلْهُ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۱۷۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چیزیں تین طرح کی ہیں ایک وہ جس کا ہدایت ہونا ظاہر اس کی تو پیروی کرو ایک وہ جس کا گمراہی ہونا ظاہر اس سے بچو ایک وہ جو مختلف ہے اسے اللہ کے حوالے کرو۱؎ (احمد)

(۱۷۳)۱؎ یعنی احکام شرعیہ تین طرح کے ہیں بعض یقینی اچھے جیسے روزہ نماز وغیرہ بعض یقیناً برے جیسے اہل کتاب کے میلوں ٹھیلوں میں جانا ان سے میل جول کرنا اور بعض وہ ہیں جو ایک اعتبار سے اچھے معلوم ہوتے ہیں اور ایک اعتبار سے برے مثلاً وہ جن کے حلال و حرام ہونے کے دلائل موجود ہیں جیسے گدھے کا جھوٹا پانی جسے شریعت میں مشکوک کہا جاتا ہے یا جیسے قیامت کے دن کا تقرر اور کفار کے بچوں وغیرہ کا حکم' چاہیے یہ کہ حلال پر بے دھڑک عمل کرے' حرام سے ضرور بچے اور مشتبہات سے احتیاط کرے۔ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ ایک حلال چیز کو کوئی شخص اپنی رائے سے حرام کہہ دے تو وہ شے مشتبہ بن جائے گی۔ تمام مسلمان میلاد و عرس وغیرہ کو حلال جانیں اور ایک آدمی اسے حرام جانے تو یہ چیزیں مشتبہ نہ ہوں گی بلکہ بلا دلیل حرام کہنے والے کا قول رد ہوگا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّيْطَانَ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ كَذِئْبِ الْغَنَمِ يَاْخُذُ الشَّاذَّةَ وَالْقَاصِيَةَ وَالنَّاحِيَةَ وَاِيَّاكُمْ وَالشِّعَابَ وَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۱۷۴) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شیطان آدمی کا بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا الگ اور دور اور کنارے والی کو پکڑتا ہے۱؎ تم گھاٹیوں سے بچو۲؎ جماعت مسلمین اور عوام کو لازم پکڑو۳؎ (احمد)

(۱۷۴)۱؎ شاذہ وہ بکری ہے جو اپنی ہم جنس سے متنفر ہو اور گلے سے دور رہے۔ قاصیہ وہ جو متنفر تو نہ ہو چرنے کیلئے ریوڑ سے الگ ہو جائے' ناحیہ وہ جو ریوڑ سے الگ تو نہ ہو مگر کنارے چلے خلاصہ تفسیر یہ ہے کہ دنیا ایک جنگل ہے جس میں ہم لوگ مثل بکریوں کے ہیں' شیطان بھیڑیا ہے جو ہر وقت ہماری تاک میں ہے جو جماعت مسلمین سے الگ رہا شیطان کے شکار میں آ گیا۔۲؎ شعاب شعبہ کی جمع ہے دو پہاڑیوں کے درمیان تنگ راستہ کو شعبہ کہتے ہیں جہاں کیڑوں مکوڑوں' ڈاکوؤں' چوروں بلکہ جنات کا بھی خطرہ رہتا ہے یہاں مسلمانوں کے وہ فرقے مراد ہیں جو اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں۔۳؎ یعنی وہ عقائد اختیار کرلو جو عامۃ المسلمین کے ہوں کہ اسی جماعت میں اولیاء اللہ بھی ہیں جھوٹی جماعتوں اور فرقوں سے الگ رہو اس کی تفسیر گزشتہ حدیث ہے کہ بڑے گروہ کی پیروی کرو اور وہ حدیث کہ جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے الحمدللہ ہمیشہ سے اہل سنت کی اکثریت رہی اور ہے عام مسلمان مقلد

https://archive.org/details/@madni_library

ہیں بزرگوں کے معتقد ہیں میلاد شریف فاتحہ کو اچھا جانتے ہیں ان کے علاوہ ساری جماعتیں مل کر بھی اہل سنت سے آدھی بھی نہیں لہذا اہل سنت ہی برحق ہیں جو ان سے ہٹے گا شیطان کا شکار ہوگا اس کی تفسیر پہلے بھی گزر گئی۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَۃَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَۃَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِہٖ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۱۷۵) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جماعت سے بالشت بھر بچھڑا اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے اتار دی[۱] (احمد وابوداؤد)

(۱۷۵)[۱] یعنی جو ایک ساعت کیلئے اہل سنت والجماعت کے عقیدے سے الگ ہوا یا کسی معمولی عقیدے میں بھی ان کا مخالف ہوا آئندہ اس کے اسلام کا خطرہ ہے بکری وہی محفوظ رہتی ہے جو میخ سے بندھی رہے۔ مالک کی قید سے آزاد ہو جانا بکری کی ہلاکت ہے۔ مسلمانوں کی جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسی ہے جس میں ہر سنی بندھا ہوا ہے یہ نہ سمجھو کہ فرض کا انکار ہی خطرناک ہے بھی مستحبات کا انکار بھی ہلاکت کا باعث بن جاتا ہے۔ سیدنا عبداللہ ابن سلام نے صرف اونٹ کے گوشت سے بچنا چاہا تھا کہ رب نے فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ (۲۰۸/۲) اے ایمان والو اسلام میں پورے داخل ہو اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔ (کنزالایمان)

وَعَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَرَكْتُ فِیْكُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللّٰہِ وَسُنَّةُ رَسُوْلِہٖ رَوَاہُ فِی الْمُؤَطَّا

(۱۷۶) روایت ہے حضرت مالک ابن انس سے مرسلاً[۱] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے تم میں دو چیزیں وہ چھوڑی ہیں جب تک انہیں مضبوط تھامے رہو گے گمراہ نہ ہو گے اللہ کی کتاب اور اس کے پیغمبر کی سنت[۲] یہ روایت مؤطا میں ہے۔

(۱۷۶)[۱] محدثین کے نزدیک مرسل وہ حدیث ہے جس میں صحابی کا ذکر نہ ہو تابعی یہ کہہ دیں کہ حضور نے فرمایا مگر فقہا کے نزدیک وہ حدیث بھی مرسل ہے جس میں تابعی اور صحابی دونوں چھوٹ گئے ہوں، تبع تابعی فرمادیں کہ حضور نے یہ فرمایا یہاں فقہی مرسل مراد ہے کیونکہ امام مالک تابعی نہیں، تبع تابعی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں حضور نے ارشاد فرمایا[۲] کتاب اللہ سے قرآن کریم کی غیر منسوخ آیات مراد ہیں، سنت سے وہ حدیثیں مراد ہیں جو امت کیلئے قابل عمل ہیں، منسوخ آیتیں اور حدیثیں اور ایسے ہی حضور کے خصوصیات پر عمل ناممکن ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دین کے اصل اصول قرآن وسنت ہیں چونکہ حضور کے زمانہ میں اجماع ناممکن تھا اور قیاس مجتہدین کتاب وسنت سے ملحق ہے کہ اگر آیت پر قیاس ہے تو وہ قیاس قرآن سے ملحق اور اگر سنت پر ہے تو سنت سے ملحق اس لئے ان دونوں کا یہاں ذکر نہ ہوا نیز اماموں کی تقلید کتاب وسنت سمجھنے کیلئے ہے انہیں چھوڑنے کیلئے نہیں لہذا یہ حدیث غیر مقلدوں کی دلیل نہیں بن سکتی جب وہ حضرات حدیث کو سمجھنے کیلئے علم صرف ونحو لغت وادب سے مدد لیتے ہیں تو اگر ہم بھی اس کیلئے فقہ سے مدد لیں تو کیا حرج ہے اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو۔

وَعَنْ غُضَیْفِ بْنِ الْحَارِثِ الثُّمَالِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسُّكٌ بِسُنَّةٍ

(۱۷۷) روایت حضرت غضیف بن حارث ثمالی[۱] سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی قوم بدعت نہیں ایجاد کرتی مگر اسی قدر سنت اٹھالی جاتی ہے[۲] لہذا سنت کو پکڑنا بدعت کی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

خَيْرٌ مِّنْ اِحْدَاثِ بِدْعَةٍ (رَوَاهُ اَحْمَدُ) ایجاد سے بہتر ہے۔۳ (احمد)

(۱۷۷)۱؎ آپ کی صحابیت میں اختلاف ہے ابن حبان نے کتاب الثقات میں فرمایا کہ غضیف فرماتے ہیں کہ میں حضور کے زمانہ میں پیدا ہوا اور لڑکپن میں آپ سے مصافحہ اور بیعت کی اگر یہ روایت صحیح ہے تو آپ صحابی ہیں ثمالہ قبیلہ بنی ازد کی ایک شاخ ہے جس سے آپ تعلق رکھتے ہیں اس لئے ثمالی کہے جاتے ہیں۔۲؎ یہ حدیث ان تمام حدیثوں کی تفسیر ہے جس میں بدعت کی برائیاں آئیں یعنی بری بدعت وہی عمل ہے جو سنت کے خلاف ایجاد کیا جائے جس پر عمل کرنے سے سنت چھوٹ جائے مثلاً عربی میں خطبہ نماز واذان سنت ہے اب اردو میں ادا کرنا اس سنت کو مٹادے گا کہ اردو میں اذان دینے والا عربی میں نہ دے سکا ایسے ہی سرڈھک کر پاخانے جانا سنت ہے، ننگے سر پاخانے جانے والا اس سنت میں عمل نہ کرسکا ہر بری بدعت کا یہی حال ہے، معمولی بدعت چھوٹی سنت کو مٹادے گی اور بڑی بدعت بڑی سنت کو مِثْلُهَا سے یہی مراد ہے بدعت حسنہ سنت کو مٹاتی نہیں بلکہ کبھی سنت کو رائج کرتی ہے دیکھو علم دین سکھانا سنت ہے اب اس کیلئے کتابیں چھاپنا، مدرسہ بنانا وہاں تعلیم کے نصاب اور کورس بنانا اگرچہ بدعت ہیں مگر سنت کے معاون نہ کہ مخالف، بزرگوں کی یادگاریں قائم کرنا سنت ہیں اب اس کیلئے میلاد شریف کی محفلیں عرسوں کی مجالس قائم کرنا اس کی معاون ہیں نہ کہ مخالف اسی جگہ مرقاۃ نے فرمایا کہ بدعت حسنہ سنت سے ملحق ہے۔۳؎ یہاں خیر شر کے مقابلے میں ہے یعنی بری بدعتیں ایجاد کرنا برا اور اس کے مقابل سنت پر عمل کرنا اچھا کہ سنت پرنور ہے اور بری بدعت میں تاریکی، یہ مطلب نہیں کہ بری بدعتیں بھی ٹھیک ہیں مگر سنتیں اچھی۔

وَعَنْ حَسَّانَ قَالَ مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِيْ دِيْنِهِمْ اِلَّا نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا ثُمَّ لَا يُعِيْدُهَا اِلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۱۷۸) روایت ہے حضرت حسان سے۱؎ فرمایا کوئی قوم اپنے دین میں بدعت نہیں ایجاد کرتی مگر اللہ تعالٰی اسی قدر ان کی سنت اٹھالیتا ہے پھر اسے تاقیامت ان میں نہیں واپس کرتا۔۲؎ (دارمی)

(۱۷۸)۱؎ آپ کا نام شریف حسان ابن ثابت، کنیت ابوالولید ہے، انصاری ہیں، خزرجی ہیں، شعرائے عرب کے تاج ہیں، حضور کے محبوب شاعر ہیں اور مدح گو ونعت خوان مصطفٰی ہیں۔ آپ ہی کیلئے حضور اپنی مسجد میں منبر بچھواتے تھے جس پر کھڑے ہوکر آپ اشعار پڑھ کر۔۔۔ ہوئے حضور کے نعتیہ قصیدے پڑھتے تھے۔ آپ کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی جن میں سے ساٹھ سال کفر میں گزرے اور پھر ساٹھ سال اسلام میں۔ ۴۰ھ سے کچھ پہلے خلافت حیدری میں وفات ہوئی رضی اللہ تعالٰی عنہ انشاء اللہ تاقیامت سارے نعت گو ونعت خواں حضرت حسان کے جھنڈے تلے ہوں گے۔ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ (۱۷:۷۱) جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے (کنزالایمان) ۲؎ اس کی شرح ابھی گزر گئی دین ۔۔۔ سے معلوم ہوا کہ بدعت سیئہ ہمیشہ دین ہی میں ہوگی دنیوی ایجادات کو بدعت سیئہ نہیں کہا جائے گا جس قدر برائیاں بدعت کی آئی ہیں وہ سب اس بدعت کی ہیں جو دین میں ہو اور سنت کے مٹانے والی اور اگر دین سے مراد عقائد ہیں جیسا کہ ظاہر ہے تو حدیث بالکل صاف ہے۔۳؎ یعنی جس قوم میں بری بدعتوں کی عادت پڑ گئی تو پھر انہیں سنت کی طرف لوٹنے کی توفیق نہیں ملتی، سنت درخت ہے اور یہ بدعتیں اس کا کلہاڑا جب درخت جڑ سے اکھیڑ لیا جائے پھر نہیں لگتا۔

وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ ابْنِ مَيْسَرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰى هَدْمِ الْاِسْلَامِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ

(۱۷۹) روایت ہے حضرت ابراہیم ابن میسرہ سے۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے بدعتی کی تعظیم کی یقیناً اس نے اسلام ڈھانے پر مدد کی۔۲؎ اسے بیہقی نے شعب

https://archive.org/details/@madni_library

شُعَبِ الْإِيْمَانِ مُرْسَلًا

الایمان میں مرسلاً روایت کیا۔

(۱۷۹) آپ تابعی ہیں، طائف شریف کے رہنے والے ہیں، متقی پرہیزگار ہیں لہٰذا یہ حدیث مرسل ہے کہ اس میں صحابی کا ذکر نہیں۔ ۲؎ یہاں بدعت سے مراد دینی بدعت ہے اور صاحب بدعت بے دین شخص اور توقیر سے اس کی بلا ضرورت تعظیم مراد ہے۔ ضروریات کی معافی ہے یعنی بے دینوں کی تعظیم اسلام کو ویران کرنا ہے کہ ہماری تعظیم سے عوام کے دل میں ان کی عقیدت پیدا ہوگی جس سے وہ ان کا شکار ہو جائیں گے جیسے مسلمان کی تعظیم ثواب ہے ایسے ہی بے دین کی توہین ثواب کہ وہ دشمن ایمان ہے باب القدر میں گزر چکا کہ سیدنا عبداللہ ابن عمر نے ایک قدریہ مذہب رکھنے والے کے سلام کا جواب نہ دیا وہ عمل اس حدیث کی تفسیر ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَنْ تَعَلَّمَ كِتَابَ اللّٰهِ ثُمَّ اتَّبَعَ مَا فِيْهِ هَدَاهُ اللّٰهُ مِنَ الضَّلَالَةِ فِي الدُّنْيَا وَوَقَاهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ سُوْءَ الْحِسَابِ وَ فِيْ رِوَايَةٍ قَالَ مَنِ اقْتَدٰى بِكِتَابِ اللّٰهِ لَا يَضِلُّ فِي الدُّنْيَا وَلَا يَشْقٰى فِي الْاٰخِرَةِ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى (رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

(۱۸۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں جس نے قرآن سیکھا ۱؎ پھر اس کی اتباع کی ۲؎ اللہ اسے دنیا میں گمراہی سے بچائے گا اور قیامت کے دن سخت عذاب سے محفوظ رکھے گا ۳؎ ایک روایت ہے کہ فرماتے ہیں جو قرآن کی پیروی کرے گا وہ دنیا میں گمراہ اور آخرت میں بدبخت نہ ہوگا پھر یہ آیت تلاوت کی جو میری ہدایت کی اتباع کرے وہ گمراہ نہ ہو اور نہ بدنصیب ۴؎ (رزین)

(۱۸۰) ۱؎ یعنی قرآن پڑھنا سیکھا اسے حفظ کیا، اس کے احکام سیکھے یا علم تجوید، یہ کلمہ ہر قسم کے قرآنی علم کو شامل ہے۔ خیال رہے کہ فقہ اصول فقہ اور حدیث سیکھنا بھی بالواسطہ قرآن ہی سیکھنا ہے انشاء اللہ اس پر بھی اجر ہے۔ ۲؎ یعنی احکام قرآن پر صحیح عمل کیا حدیث اور فقہ کی روشنی میں لہٰذا اس سے چکڑالوی دلیل نہیں پکڑ سکتے ۳؎ معلوم ہوا کہ علمائے دین اور خدام قرآن کی دنیا بھی کامیاب ہے اور آخرت بھی مگر یہ وہی لوگ ہیں جنہیں قرآن کی صحیح فہم اور اس پر صحیح عمل نصیب ہو چکڑالویوں کی طرح محض عقل سے قرآن سمجھنے والا گمراہ ہوگا۔ رب فرماتا ہے: يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا (۲:۲۶) اللہ بہتیروں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہتیروں کو ہدایت فرماتا ہے۔ ۴؎ خیال رہے کہ جیسے اس حدیث کی بنا پر ہم سنت رسول اللہ سے بے نیاز نہیں ہو سکتے اور فقط قرآن پر کفایت نہیں کر سکتے ایسے ہی پچھلی ہدایت کی بنا پر جس میں کتاب وسنت کا ذکر ہے ہم فقہ اور قیاس مجتہدین سے بے نیاز نہیں ہو سکتے اس سے اہل حدیث حضرات کو عبرت پکڑنی چاہئے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا وَعَنْ جَنْبَتَيِ الصِّرَاطِ سُوْرَانِ فِيْهِمَا اَبْوَابٌ مُّفَتَّحَةٌ وَعَلَى الْاَبْوَابِ سُتُوْرٌ مُّرْخَاةٌ وَّعِنْدَ رَأْسِ الصِّرَاطِ دَاعٍ يَقُوْلُ اسْتَقِيْمُوْا عَلَى الصِّرَاطِ وَلَا تَعْوَجُّوْا وَفَوْقَ ذٰلِكَ دَاعٍ يَدْعُوْ كُلَّمَا هَمَّ عَبْدٌ اَنْ يَّفْتَحَ شَيْئًا مِّنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ قَالَ وَيْحَكَ لَا تَفْ[illegible] فَاِنَّكَ اِنْ تَفْتَحْهُ تَلِجْهُ ثُمَّ فَسَّرَهٗ فَاَخْبَرَ

(۱۸۱) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ نے سیدھے راستہ کی مثال قائم فرمائی ۱؎ اور اس راستہ کے دو طرفہ دو دیواریں ہیں جن میں کھلے ہوئے دروازے ہیں، دروازوں پر پردے لٹکے ہیں، راستہ کے کنارہ پر پکارنے والا کہہ رہا ہے کہ راستہ پر سیدھے چلے جاؤ ٹیڑھے نہ ہونا اس کے اوپر ایک منادی بھی ہے جو پکارتا ہے جب کوئی بندہ ان میں سے کوئی دروازہ کھولنا چاہتا ہے تو داعی کہتا ہے ہائے افسوس! اسے نہ کھول اگر کھولے گا تو اس میں گھس جائے گا ۲؎ پھر اس کی تفسیر یوں فرمائی کہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اَنَّ الصِّرَاطَ هُوَا الْاِسْلَامُ وَ اَنَّ الْاَبْوَابَ لْمُفَتَّحَةَ مَحَارِمُ اللّٰهِ وَاَنَّ السُّتُوْرَ الْمُرْخَاةَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَاَنَّ الدَّاعِیَ عَلٰی رَأْسِ الصِّرَاطِ هُوَالْقُرْاٰنُ وَاَنَّ الدَّاعِیَ مِنْ فَوْقِهٖ هُوَ وَاعِظُ اللّٰهِ فِیْ قَلْبِ کُلِّ مُؤْمِنٍ رَوَاهُ رَزِیْنٌ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ عَنِ النَّوَاسِ ابْنِ سَمْعَانَ وَکَذَا التِّرْمِذِیُّ عَنْهُ اِلَّا اَنَّهٗ ذَکَرَاَ خْصَرَمِنْهُ

راستہ تو اسلام ہے۳ اور کھلے ہوئے دروازے اللہ کے محرمات ہیں اور لٹکے ہوئے پردے اللہ کی حدیں ہیں۴ اور راستے کے کنارے پر پکارنے والا قرآن ہے اور اس کے اوپر بلانے والا اللہ کا واعظ ہے جو ہر مومن کے دل میں ہوتا ہے۔۵ اسے رزین نے روایت کیا احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت نواس ابن سمعان سے نقل فرمایا یوں ہی ترمذی نے انہیں سے لیکن ترمذی نے کچھ مختصر روایت فرمایا۔

(۱۸۱)۱ یہ حدیث قدسی ہے کیونکہ یہ مضمون قرآن شریف میں نہیں آیا' حضور پر وحی ہوا جسے حضور نے رب تعالٰی کی نسبت سے اپنے الفاظ میں بیان فرمایا۔ اسی کو حدیث قدسی کہتے ہیں' سیدھے راستہ سے مراد نبوت کا راستہ ہے رب تک پہنچانے والا اب وہ قرآنی راستہ ہے کہ کوئی شخص اب دین موسوی یا عیسوی میں رہ کر رب تک نہیں پہنچ سکتا' پرانی جنتری گمراہ کرتی ہے۔۲ سبحان اللہ کیا پیاری تمثیل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں سچ اور جھوٹ نقل واصل ملے ہوئے ہیں مگر ان میں امتیاز کرنے کیلئے رب نے بڑے انتظامات فرما دیئے ہیں۔ ڈیری فارم کا دودھ اور خالص دودھ دونوں سفید ہیں' ولایتی اور دیسی سونا دونوں پیلے ہیں' اصلی اور نقلی گھی دونوں یکساں ہیں مگر قدرت نے ان میں فرق کرنے کیلئے کسوٹی اور دوسرے آلے پیدا فرما دیئے ہیں ایسے ہی یہاں نقلی نبی بھی ہیں' نقلی دین بھی' نقلی کتابیں بھی' نقلی مولوی بلکہ نقلی خدا بھی کیونکہ دنیا امتحان گاہ ہے ان میں فرق کیلئے رب نے وہ انتظامات فرمائے جو آگے آرہے ہیں۔۳ کہ اس کے بغیر خدا رسی ناممکن ہے رب فرماتا ہے: وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ (۳'۸۵) اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا (کنزالایمان) ۴ جنہیں رب نے جرم قرار دیا جیسے ارتداد' چوری' زنا وغیرہ لہذا یہ کلمہ بدعقیدگی' بدعملی سب کو شامل ہے۔۵ جس سے آگے بڑھنا جرم ہے اس سے مراد رب تعالٰی کے احکام اور ممانعتیں ہیں بلکہ بعض جرموں پر سزائیں ہیں جیسے ارتداد پر قتل' زنا پر رجم' چوری پر ہاتھ کاٹنا۔۶ یعنی رب نے داخلی اور خارجی دو واعظ عطا فرمائے ہیں' خارجی واعظ قرآن ہے اور داخلی واعظ وہ فرشتہ جو مومن کے دل میں اچھے خیال اور برائیوں سے نفرت پیدا کرتا رہتا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَنْ کَانَ مُسْتَنًّا فَلْیَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْمَاتَ فَاِنَّ الْحَیَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَیْهِ الْفِتْنَةُ اُولٰئِكَ اَصْحٰبُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانُوْا اَفْضَلَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبَرَّهَا قُلُوْباً وَّاَعْمَقَهَا عِلْمًا وَّاَقَلَّهَا تَکَلُّفًا اِخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِیِّهٖ وَلِاِقَامَةِ دِیْنِهٖ فَاعْرِفُوْا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوْ هُمْ عَلٰی اٰثَرِهِمْ وَتَمَسَّکُوْا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ اَخْلَاقِهِمْ وَسِیَرِهِمْ فَاِنَّهُمْ کَانُوْا عَلَی الْهُدَی الْمُسْتَقِیْمِ رَوَاهُ رَزِیْنٌ

(۱۸۲) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں۱ جو سیدھی راہ جانا چاہے وہ وفات یافتہ بزرگوں کی راہ چلے۲ کہ زندہ پر فتنہ کی امن نہیں۳ وہ بزرگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں جو اس امت میں بہترین۴ دل کے نیک علم کے گہرے اور تکلف میں کم تھے۵ اللہ نے انہیں اپنے نبی کی صحبت اور اپنے نبی کا دین قائم رکھنے کیلئے چن لیا۶ ان کی بزرگی مانو ان کے آثار قدم پر چلو بقدر طاقت ان کے اخلاق و سیرت کو مضبوط پکڑو کہ وہ سیدھی ہدایت پر تھے ۷ (رزین)

https://archive.org/details/@madni_library

(۱۸۲)۱؎ یہ حدیث موقوف ہے نہ کہ مرفوع یعنی حضرت ابن مسعود صحابی کا اپنا فرمان ہے صحابی کے قول وفعل حدیث موقوف کہلاتے ہیں۔حضور کا قول وفعل حدیث مرفوع ۲؎ یہ ترجمہ نہایت اعلیٰ ہے اشعۃ اللمعات نے اسی کو اختیار فرمایا اس میں تابعین سے خطاب ہے یعنی تا قیامت جو کوئی سیدھی راہ چلنا چاہے وہ صحابہ کی پیروی کرے خود قرآن وحدیث سے استنباط مسائل پر قناعت نہ کرے اسی لئے مجتہدین ائمہ صحابہ کے پیرو ہیں اس کی تائید وہ حدیث کرتی ہے کہ میرے صحابہ تارے ہیں جن کی پیروی کرو ہدایت پا جاؤ گے اور قرآن کریم کی یہ آیت صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (۱؍۶) راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا (کنزالایمان) خدایا ہمیں ان کی راہ چلا جن پر تو نے انعام کیا سب سے بڑے انعام والے صحابہ ہیں۔خیال رہے کہ یہاں زندوں سے مراد غیر صحابہ ہیں اور وفات پانے والوں سے سارے صحابہ زندہ ہوں یا وفات یافتہ جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے چونکہ اس وقت اکثر صحابہ وفات پا چکے تھے اس لئے ایسا فرمایا لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ مرے ہوئے کافروں کی اتباع کرنی چاہئے زندہ اولیاء علماء بلکہ صحابہ کی بھی اتباع درست نہیں مرقاۃ نے فرمایا یہ کلام حضرت ابن مسعود نے انکسارًا فرمایا ورنہ اس وقت آپ اور تمام زندہ صحابہ قابل اتباع تھے ۳؎ یہاں زندہ سے موجود تابعین مراد ہیں کیونکہ صحابہ سے اللہ رسول کا وعدہ جنت ہو چکا ہے۔رب نے فرمایا: وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى (۴۸؍۲۶) اور پرہیزگاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا (کنزالایمان) اور فرمایا: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى (۴۹؍۳) وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے (کنزالایمان) اور فرمایا وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ (۴۹؍۷) اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی (کنزالایمان) جس سے پتا لگا کہ رب نے صحابہ کیلئے ایمان لازم کر دیا ان کے دلوں میں کفر اور فسق سے نفرت پیدا فرما دی۔خصوصاً حضرت ابن مسعود کو تو جنت کی بشارت دی جا چکی تھی۔خیال رہے کہ مرتد صحابی نہیں رہتا ارتداد سے صحابیت ختم ہو جاتی ہے۔۴؎ یعنی جن کی وفات ایمان پر ہو چکی ان کی صحابیت پختہ ہو گی اس سے معلوم ہوا کہ تمام اولیاء و علماء ایک صحابی کی گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتے پھول کی صحبت میں تل مہک جاتا ہے۔حضور کی صحبت میں دل کیوں نہ مہکے اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب امیر معاویہ میں دیکھو پھر بعض صحابہ بعض سے افضل ہیں۔رب فرماتا ہے: لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ (۵۷؍۱۰) تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا (کنزالایمان) فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے صحابہ بعد کو ایمان لانے والے صحابہ سے افضل ہیں۔خیال رہے کہ صحابی وہ ہے جو بحالت ایمان و ہوش حضور کو دیکھے اور ایمان پر خاتمہ ہو ۵؎ سبحان اللہ یہ صحابہ کی صفات ہیں کہ وہ ہر طرح حضور کے مطیع سارے علوم کے جامع بناوٹ دکھلاوے سے پاک ان میں سے ہر ایک مفسر محدث فقیہ قاری صوفی اور فرائض دان تھے اس کے باوجود ننگے پاؤں پھر لیتے تھے فرش خاک پر سو رہتے تھے، معمولی کھانوں پر گزارا کر لیتے تھے بے علم فتویٰ دینے پر جرأت نہ کرتے تھے، بدن کے فرشی تھے، روح کے عرشی۔ظاہر میں خلق کے ساتھ تھے، باطن میں خالق کے پاس گدڑی میں لپٹے ہوئے لعل تھے، حضور کی صحبت اکسیر کی تاثیر رکھتی ہے اگر ان میں کچھ بھی خرابی ہوتی تو رب اپنے حبیب کو ان کے ساتھ نہ رکھتا۔مہربان باپ اپنے عزیز بیٹے کیلئے اچھے یار تلاش کرتا ہے۔ربّ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی صحبت کیلئے اچھے صحابہ چنے، نیز موتی اچھے ڈبے میں رکھا جاتا ہے۔رب نے قرآن کی امانت اچھے سینوں میں رکھی وہی حضرات قرآن وحدیث کے جامع وہی ہم تک دین پہنچانے والے ہیں۔رب نے ان کو ایمان کی کسوٹی بنایا کہ فرمایا: فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا (۲؍۱۳۷) پھر اگر وہ بھی یونہی ایمان لائے جیسا تم لائے جب تو وہ ہدایت پا گئے (کنزالایمان) اے صحابہ! جو تم جیسا ایمان لائے گا وہ ہدایت پائے گا۔خیال رہے کہ حضور نے مخلصین و منافقین کی چھانٹ خود کر دی تھی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

سورہ توبہ کے نزول کے بعد منافق چھٹ گئے تھے جیسا کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے فرماتا ہے حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ (۳:۱۷۹) جب تک جدا نہ کردے گندے کو ستھرے سے (کنزالایمان) ۷؎ جیسے اللہ کی اطاعت بغیر حضور کی پیروی ناممکن ایسے ہی حضور کی پیروی بغیر صحابہ کی اتباع ناممکن ہے۔حضور آئینہ خدا نما ہیں اور صحابہ آئینہ رسول نما' سبحان اللہ جب حضرت ابن مسعود جیسے عظیم الشان مومن صحابہ کی ایسی تعریف کررہے ہیں تو ان کی افضلیت میں کسے کلام ہوسکتا ہے۔صحابہ کا انکار حقیقت میں حضور کے فیض کا انکار ہے کہ نعوذ باللہ حضور نے ۲۳ سال کی تبلیغ میں صرف چار پانچ صحابی بنائے۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِنُسْخَۃٍ مِنَ التَّوْرَاۃِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذِہٖ نُسْخَۃٌ مِّنَ التَّوْرَاۃِ فَسَکَتَ فَجَعَلَ یَقْرَءُ وَوَجْہُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَغَیَّرُ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ ثَکِلَتْکَ الثَّوَاکِلُ مَاتَرٰی مَا بِوَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ عُمَرُ اِلٰی وَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ غَضَبِ اللّٰہِ وَ غَضَبِ رَسُوْلِہٖ رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَوْ بَدَالَکُمْ مُوْسٰی فَاتَّبَعْتُمُوْہُ وَتَرَکْتُمُوْنِیْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ وَلَوْ کَانَ حَیًّا وَّاَدْرَکَ نُبُوَّتِیْ لَاَ تَبَعَنِیْ (رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ)

(۱۸۳) روایت ہے حضرت جابر سے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں توریت کا نسخہ لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ توریت کا نسخہ ہے۔حضور خاموش رہے ۱؎ آپ پڑھنے لگے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور بدلنے لگا ابوبکر بولے کہ تمہیں رونے والیاں روئیں تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کا حال نہیں دیکھتے۔۲؎ تب حضرت عمر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور دیکھا تو بولے میں اللہ رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں ہم اللہ کی ربوبیت اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفٰی کے نبی ہونے سے راضی ہیں۔۳؎ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جس کے قبضے میں محمد مصطفٰی کی جان ہے اگر حضرت موسیٰ آج ظاہر ہوجائیں اور تم ان کی پیروی کرو اور مجھے چھوڑ دو تو سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے ۵؎ اور میری نبوت پاتے تو میری پیروی کرتے ۶؎ (دارمی)

(۱۸۳) ۱؎ یہ خاموشی ناراضی کی تھی کہ حضرت عمر یہود کے پاس کیوں جاتے ہیں اور توریت میں کیا ڈھونڈتے ہیں لیکن حضرت عمر سمجھے کہ یہ خاموشی اجازت کی ہے اس لئے پڑھنا شروع کردیا لہٰذا فاروق اعظم کے اس فعل شریف پر کوئی اعتراض نہیں خطا اجتہادی معاف ہے۔۲؎ بات یہ تھی کہ حضرت عمر کے ساتھ کاغذ تھے اور آپ پڑھنے میں مشغول تھے۔حضرت صدیق اکبر چہرہ انور کو دیکھ رہے تھے صدیق اکبر کا یہ کلام دعائے موت کیلئے نہ تھا بلکہ محاورہ عرب کے مطابق اظہار غضب کیلئے تھا۔آپ کی یہ ناراضی اس لئے تھی کہ حضرت فاروق کا یہ فعل حضور کی تکلیف کا باعث تھا نفس کیلئے نہ تھی۔حضور کیلئے تھی لہٰذا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ صحابہ آپس میں بغض رکھتے تھے ۳؎ حضرت فاروق اعظم ہمیشہ حضور کو راضی کرنے کیلئے یہ کلمات ہی عرض کرتے تھے جس میں اپنی وفاداری کا اظہار ہے یعنی ہماری یہ خطا معاذ اللہ سرکشی کی بنا پر نہیں ہم تو پرانے آستانہ بوس ہیں۔ بندہ بے زر ہیں۔۴؎ یعنی گمراہ ہوجاؤ گے اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اب تا قیامت ہدایت حضور کی پیروی پر منحصر ہے اگر اصلی توریت وانجیل مل جائے بلکہ خود توریت وانجیل والے نبی تشریف

https://archive.org/details/@madni_library

لے آئیں تب بھی ہدایت حضور ہی کے پاس ملے گی۔ پچھلی آسمانی کتب پہلے ہدایت تھیں اب نہیں، چاند تارے اور چراغ رات کو روشنی دیتے ہیں دن میں نہیں، جوان آدمی گھٹی اور ماں کے دودھ سے زندہ نہیں رہ سکتا۔ دوسرے یہ کہ قرآن و سنت کے سوا اور کتابوں سے ہدایت حاصل کرنا انہیں پڑھنا ممنوع ہے، تیسرے یہ کہ کوئی شخص اپنے ایمان پر نہ اعتماد کرے ہر کتاب نہ پڑھے ہر ایک کا وعظ نہ سنے جب حضرت عمر جیسے صحابی کو توریت جیسی کتاب پڑھنے سے روک دیا گیا تو ہم کس شمار میں ہیں۔ ایمان کی دولت چوراہے میں نہ رکھو ورنہ چوری ہو جائے گی ۵؎ یعنی بظاہر زندہ ہوتے ورنہ حقیقۃً تو وہ زندہ ہیں (مرقاۃ) کیونکہ ان کا دین منسوخ ہو چکا اسی لئے معراج کی رات سارے نبیوں نے ہمارے حضور کے دین کی نماز اقتدائے حضور میں ادا کی۔ موسیٰ علیہ السلام، خضر علیہ السلام کے پاس پہنچ کر توریت کے احکام جاری نہ فرما سکے اگرچہ توریت باقی تھی مگر حضرت خضر پر جاری نہ تھی۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَامِيْ لَا يَنْسَخُ كَلَامَ اللّٰهِ وَكَلَامُ اللّٰهِ يَنْسَخُ كَلَامِيْ وَكَلَامُ اللّٰهِ يَنْسَخُ بَعْضُهٗ بَعْضًا

(۱۸۴) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا ۱؎ اور اللہ کا کلام میرے کلام کو منسوخ کرتا ہے اور اللہ کا کلام بعض بعض کو منسوخ کرتا ہے ۲؎

(۱۸۴) ۱؎ یعنی حدیث سے قرآن کی آیت تلاوۃ منسوخ نہیں ہوسکتی حکماً بہت سی آیتیں احادیث سے منسوخ ہیں۔ چنانچہ حدیث لا وصیة للوارث سے وارث کیلئے جواز وصیت ثابت کرنے والی آیات منسوخ ہیں۔ ایسے ہی حضور کا فرمانا کہ انبیاء کی میراث نہیں بٹتی حضور کے حق میں آیات میراث کی ناسخ ہے۔ سجدہ تعظیمی کا جواز قرآن سے ثابت ہے مگر حدیث سے منسوخ یا یہاں كَلَامِيْ سے مراد حضور کے اجتہادات ہیں یعنی میرا اجتہادی کلام حکم قرآنی کو منسوخ نہیں کرے گا لہٰذا حدیث واضح ہے۔ ۲؎ خیال رہے کہ نسخ کی چار صورتیں ہیں۔ قرآن کی قرآن سے نسخ جیسے کفار پر نرمی کی آیتیں آیات جہاد سے منسوخ ہیں۔ حدیث کا حدیث سے نسخ جیسے زیارۃ قبور ازروئے حدیث پہلے منع تھی پھر حدیث ہی نے اس کو جائز کیا فرماتے ہیں الا فزوروها قرآن کا نسخ حدیث سے جیسے سجدہ تحیت حدیث کا نسخ قرآن سے جیسے بیت المقدس کا قبلہ ہونا حدیث سے تھا اس کا نسخ قرآن سے ہوا کہ رب نے فرمایا فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ (۲،۱۴۴) اپنا منہ اسی کی طرف کرو (کنزالایمان) اس کی پوری تحقیق ہماری تفسیر نعیمی پارہ سوم میں دیکھو۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَادِيْثَنَا يَنْسَخُ بَعْضُهَا بَعْضًا كَنَسْخِ الْقُرْاٰنِ

(۱۸۵) اور روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہماری بعض حدیثیں بعض کو قرآن کی طرح منسوخ کرتی ہیں ۱؎

(۱۸۵) ۱؎ یعنی جیسے آیات کی ناسخ ہیں ایسے ہی بعض احادیث بعض کی۔ خیال رہے کہ نسخ کے معنے ہیں بیان علت نہ کہ تبدیلی یعنی ناسخ یہ بیان کرتا ہے کہ منسوخ حکم کی مدت آج تک تھی جیسے طبیب کا اپنا نسخہ بدلنا۔

وَعَنْ اَبِيْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ فَرَآئِضَ فَلَا تُضَيِّعُوْهَا وَحَرَّمَ حُرُمَاتٍ فَلَا تَنْتَهِكُوْهَا وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَسَكَتَ عَنْ اَشْيَآءَ مِنْ

(۱۸۶) روایت ہے حضرت ابی ثعلبہ خشنی سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ نے کچھ فرائض لازم فرمائے انہیں ضائع نہ کرو ۲؎ کچھ محرمات حرام کئے ان کی حرمت نہ توڑو ۳؎ کچھ حدیں مقرر کیں ان سے آگے نہ بڑھو ۴؎ کچھ چیزوں سے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

غَيْرَ نِسْيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوْا عَنْهَا رَوَى الْاَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ الدَّارَ قُطْنِيُّ (بغیر بھولے) خاموشی کی ان سے بحث نہ کرو۵ ان تینوں حدیثوں کو دارقطنی نے روایت کیا۔

(۱۸۶)۱؎ آپ کا نام جرثوم ابن ناشر ہے۔قبیلہ بنی قزاعہ کے خاندان خشن سے متعلق ہیں۔آپ جلیل القدر صحابی ہیں۔بیعت الرضوان میں حاضر تھے آپ کی وجہ سے آپ کی قوم اسلام لائی شام میں قیام فرمایا' ۷۵ھ میں وفات پائی' آپ سے چالیس احادیث مروی ہیں ۔۲؎ یعنی فرض اعمال قرآن سے ثابت ہوں یا حدیث سے ان پر ضرور پابندی کرو نیز اخلاص سے ادا کرو۔خیال رہے کہ فرض وہ ہے جس کا ثبوت بھی یقینی ہو اور طلب بھی یقینی اس کا تارک فاسق ہے اور منکر کافر۳؎ اس طرح کہ حرام کے قریب بھی نہ جاؤ کرنا تو کجا۴؎ یعنی حلال وحرام کی حدوں کو نہ توڑو' نمازیں پانچ فرض ہیں' چار یا چھ نہ مانو' زکوۃ مال کا ۴۰ چالیسواں حصہ فرض ہے کم وبیش پر عقیدہ مت رکھو' چار عورتوں تک کا نکاح جائز پانچویں کو حلال' چوتھی کو حرام نہ سمجھو وغیرہ ۵؎ یعنی بعض چیزوں کی حلت وحرمت صراحۃً قرآن یا حدیث میں مذکور نہیں ان کی بحث میں نہ پڑو۔وہ مباح ہیں عمل کئے جاؤ ان کے بارے میں رب فرماتا ہے:عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ (۳'۱۵۵) اللہ نے انہیں معاف فرمادیا (کنزالایمان) حضور فرماتے ہیں جس سے خاموشی ہو وہ معاف ہے جیسا کہ کتاب الاطعمہ میں آئے گا۔(ازمرقاۃ وغیرہ)

https://archive.org/details/@madni_library

كِتَابُ الْعِلْمِ — علم کی کتاب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

یعنی علم سیکھنے اور سکھانے کے فضائل، علم سے شرعی علم مراد ہے یعنی قرآن حدیث فقہ وغیرہ۔ خیال رہے کہ علم نور الٰہی ہے جو بندہ کو عطا ہوتا ہے اگر بشر سے حاصل ہو تو کسبی کہلاتا ہے ورنہ لدنی، لدنی کی بہت سی قسمیں ہیں، وحی الہام فراست وغیرہ وحی انبیاء سے خاص ہے الہام اولیاء اللہ سے، فراست ہر مومن کو بقدر ایمان نصیب ہوتی ہے، فراست والہام وہی معتبر ہے جو خلاف شرع نہ ہو، خلاف شرع ہو تو وسوسہ ہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً وَحَدِّثُوْا عَنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۸۷) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ سے لوگوں کو پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو اور بنی اسرائیل سے حکایات لو کوئی حرج نہیں۲ جو عمدا مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنالے۳ (بخاری)

(۱۸۷)۱ آیت کے لغوی معنی ہیں علامت اور نشان، اس لحاظ سے حضور کے معجزات، احادیث، احکام، قرآنی آیات سب آیتیں ہیں۔ اصطلاح میں قرآن کے اس جملے کو آیت کہا جاتا ہے جس کا مستقل نام نہ ہو نام والے مضمون کو سورۃ کہتے ہیں یہاں آیت سے لغوی معنے مراد ہیں یعنی جسے کوئی مسئلہ یا حدیث یا قرآن شریف کی آیت یاد ہو وہ دوسرے کو پہنچادے، تبلیغ صرف علماء پر فرض نہیں، ہر مسلمان بقدر علم مبلغ ہے اور ہوسکتا ہے کہ آیت کے اصطلاحی معنے مراد ہیں اور اس سے آیت کے الفاظ معنے مطلب، مسائل سب مراد ہیں یعنی جسے ایک آیت حفظ ہو اس کے متعلق کچھ مسائل معلوم ہوں، لوگوں تک پہنچائے تبلیغ بھی بڑی اہم عبادت ہے۔۲ یعنی ان سے قصے، خبریں، مثالیں سنو اور لوگوں سے بیان کرو جبکہ وہ اسلام کے خلاف نہ ہوں۔ خیال رہے کہ بنی اسرائیل سے خبریں لینے کی اجازت ہے، توریت وانجیل کے احکام لینے کی ممانعت کیونکہ ان کتابوں کے احکام منسوخ ہو چکے ہیں، نہ کہ خبریں لہٰذا یہ حدیث حضرت عمر فاروق کی اس روایت کے خلاف نہیں جس میں حضور نے انہیں توریت پڑھنے سے منع فرمادیا کیونکہ وہاں احکام لئے جارہے تھے لہٰذا دونوں حدیثیں محکم ہیں کوئی منسوخ نہیں۔۳ یعنی جھوٹی حدیثیں گھڑنے والا دوزخی ہے اس سے معلوم ہوا کہ حدیث گھڑنا گناہ کبیرہ بلکہ کبھی کفر بھی ہے کیونکہ اس میں جھوٹ بھی ہے اور دین میں فتنہ پھیلانا بھی، بعض جاہل صوفیوں نے نماز تہجد اور قرآنی سورتوں کے فضائل میں کچھ حدیثیں گھڑیں وہ اس سے عبرت پکڑیں۔ خیال رہے کہ حدیث موضوع (گھڑی ہوئی) اور ہے حدیث ضعیف کچھ اور حدیث ضعیف فضائل اعمال میں معتبر ہے، حدیث موضوع کہیں معتبر نہیں اسی لئے محدثین نے خدمت حدیث میں اپنی عمریں صرف کردیں۔ الحمد للہ ان کی کوششوں سے موضوع حدیثیں چھٹ گئیں، خیال رہے کہ یہاں عمداً کی قید ہے اگر کوئی بے خبری میں موضوع حدیث بیان کر جائے تو

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

گناہگار نہیں۔نوٹ: یہ حدیث متواتر ہے۔۶۲ صحابہ سے منقول ہے جن میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں اس حدیث کے سوا کسی حدیث میں عشرہ مبشرہ جمع نہیں ہوئے۔(مرقاۃ)

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ وَالْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَدَّثَ عَنِّيْ بِحَدِيْثٍ يَرٰى اَنَّهٗ كَذِبٌ فَهُوَ اَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۸۸) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب اور مغیرہ ابن شعبہ سے[۱] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو میری طرف سے ایسی بات نقل کرے جسے جھوٹ جانتا ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے[۲] (مسلم)

(۱۸۸)[۱] سمرہ قبیلہ بنی نزار سے ہیں۔انصار کے حلیف ہیں بہت احادیث کے حافظ ہیں۔۵۹ھ میں بصرے میں وفات پائی۔ حضرت مغیرہ بنی ثقیف سے ہیں، خندق کے سال اسلام لائے، ہجرت کرکے مدینہ طیبہ آگئے، امیر معاویہ کی طرف سے کوفہ کے حاکم رہے۔ستر سال عمر ہوئی، ۵۰ھ کوفہ میں وفات ہوئی۔[۲] یعنی حدیث گھڑنا گناہ اور دیدہ و دانستہ موضوع حدیث بیان کرنا بھی گناہ بلکہ جس حدیث کے متعلق موضوع ہونے کا گمان غالب ہو اسے بھی بیان نہ کرے فقط موضوعیت کا وہم کافی نہیں ہاں اس کی موضوعیت بتا کر ذکر کرنا جائز ہے تاکہ لوگ بچیں۔

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۸۹) روایت ہے حضرت معاویہ سے[۱] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جس کا بھلا چاہتا ہے اسے دین کا فقیہ بنا دیتا ہے[۲] میں بانٹنے والا ہوں اللہ دیتا ہے[۳] (بخاری،مسلم)

(۱۸۹)[۱] آپ کا نام شریف معاویہ ابن ابوسفیان ابن حرب ابن امیہ ابن عبدالشمس ابن عبدمناف ہے۔آپ پانچویں پشت یعنی عبدمناف میں حضور سے مل جاتے ہیں۔آپ کی والدہ ہند بنت عتبہ ابن ربیعہ ابن عبدالشمس ابن عبدمناف ہیں۔آپ صلح حدیبیہ کے سال اسلام لائے مگر فتح مکہ کے دن اسلام ظاہر کیا۔حضور کے سالے ہیں، کاتب وحی ہیں، عہد فاروقی میں شام کے حاکم بنے، چالیس سال وہاں کے ہی حاکم رہے،امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہما نے آپ کے حق میں خلافت سے دست برداری فرما کر صلح فرمالی۔آپ کی وفات ۴ رجب ۶۰ھ میں لقوہ کی بیماری سے ہوئی۔۷۸ سال عمر پائی، آپ کے پاس حضور کا تہبند، چادر شریف، قمیص مبارک اور کچھ بال و ناخن شریف تھے۔وصیت کی تھی کہ مجھے اس لباس شریف میں کفن دینا اور میرے منہ اور ناک میں ناخن اور بال شریف رکھ دینا، آپ کے پورے حالات شریف ہماری کتاب امیر معاویہ میں دیکھو[۲] یعنی اسے دینی علم دینی سمجھ اور دانائی بخشتا ہے۔خیال رہے کہ فقہ ظاہری شریعت ہے اور فقہ باطنی طریقت اور حقیقت یہ حدیث دونوں کو شامل ہے۔اس حدیث سے دو مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ قرآن و حدیث کے ترجمے اور الفاظ رٹ لینا علم دین نہیں بلکہ ان کا سمجھنا علم دین ہے، یہی مشکل ہے اسی کیلئے فقہاء کی تقلید کی جاتی ہے۔اسی وجہ سے تمام مفسرین و محدثین ائمہ مجتہدین کے مقلد ہوئے۔اپنی حدیث دانی پر نازاں نہ ہوئے۔رب فرماتا ہے: مَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا (۲:۲۶۹) جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی (کنزالایمان) وہاں حکمت سے مراد فقہ ہی ہے قرآن و حدیث کے ترجمے تو ابوجہل بھی جانتا تھا دوسرے یہ کہ حدیث و قرآن کا علم کمال نہیں بلکہ ان کا سمجھنا کمال ہے، عالم دین وہ ہے جس کی زبان پر اللہ رسول کا فرمان ہو اور دل میں ان کا فیضان، فیضان کے بغیر فرمان بکار ہے۔جیسے بجلی کی پاور کے بغیر فٹنگ بیکار[۳] اس سے معلوم ہوا کہ دین دنیا کی

https://archive.org/details/@madni_library

ساری نعمتیں علم، ایمان، مال، اولاد وغیرہ دیتا اللہ ہے بانٹتے حضور ہیں جسے جو ملا حضور کے ہاتھوں ملا کیونکہ یہاں نہ اللہ کی دین میں کوئی قید ہے نہ حضور کی تقسیم میں لہٰذا یہ خیال غلط ہے کہ آپ صرف علم بانٹتے ہیں ورنہ پھر لازم آئے گا کہ خدا بھی صرف علم ہی دیتا ہے۔ خیال رہے کہ حضور کی دین یکساں مگر لینے والوں کے لینے میں فرق ہے۔ بجلی کا پاور یکساں آتا ہے مگر مختلف طاقتوں کے بلب بقدر طاقت پاور کھینچتے ہیں۔ پھر جیسا بلب کا شیشہ ویسا اس کا رنگ، حنفی شافعی ایسے ہی قادری چشتی ہیں، مختلف رنگ کے مگر سب میں پاور ایک ہی ہے، ایک ہی سمندر سے تمام دریا بنے مگر راستوں کے لحاظ سے ان کے نام الگ الگ ہوگئے۔ ایسے ہی قادری چشتی وغیرہ ان سینوں کے نام ہیں جن سے یہ فیض آرہا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ النَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ خِیَارُهُمْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ خِیَارُهُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۹۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگ سونے چاندی کی کانوں کی طرح مختلف کانیں ہیں۱؎ جو کفر میں اعلیٰ تھے وہ اسلام میں بھی اعلیٰ ہیں جبکہ عالم بن جائیں۲؎ (مسلم)

(۱۹۰)۱؎ یعنی صورت میں تمام انسان یکساں مگر سیرت اخلاق اور صفات میں مختلف جیسے ظاہری زمین یکساں اس میں کانیں مختلف نیک سے نیکی ظاہر ہوگی اور بد سے بدی۲؎ یعنی جو زمانہ کفر میں عمدہ اخلاق بہترین صفات کی وجہ سے اپنے قبیلوں کے سردار تھے جب وہ مسلمان ہوکر علم سیکھ لیں تو مسلمانوں میں سردار ہی رہیں گے اسلام سے عزت بڑھتی ہے، گھٹتی نہیں وہ لوگ اسلام سے پہلے کیچڑ میں لتھڑے ہوئے لعل تھے۔ مسلمان ہوکر عالم بنے دھل کر صاف ہوگئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نومسلموں کو حقیر جاننا بہت برا ہے اور کفار کا سردار مسلمان ہوکر مسلمانوں کا سردار ہی رہے گا اس کو گرایا نہ جائے گا۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهٗ عَلٰی هَلَكَتِهٖ فِی الْحَقِّ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ یَقْضِیْ بِهَا یُعَلِّمُهَا (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۱۹۱) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو کے سوا کسی میں رشک جائز نہیں۱؎ ایک شخص جسے اللہ مال دے تو اسے اچھی جگہ خرچ پر لگا دے۔ دوسرا وہ شخص جسے اللہ علم دے تو وہ اس سے فیصلے کرے اور لوگوں کو سکھائے ۲؎ (مسلم بخاری)

(۱۹۱)۱؎ کسی نعمت والے پر جلنا اور اس کی نعمت کا زوال اور اپنے لئے حصول چاہنا حسد ہے۔ جو بہت بڑا عیب ہے جس سے شیطان مارا گیا مگر دوسروں کی سی نعمت اپنے لئے بھی چاہنا غبطہ (رشک) ہے حسد مطلقاً حرام ہے غبطہ دو جگہ جائز ہے یہاں حسد بمعنی غبطہ ہے۲؎ یعنی مالدار سخی جسے خدا اچھے کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق دے ایسے ہی بافیض عالم دین جس کے علم سے لوگ فائدہ اٹھائیں قابل رشک ہے سبحان اللہ بعض علماء کے علم اور بعض سخیوں کے مال سے لوگ تاقیامت فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فقیر کی اس کتاب سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے (آمین) خیال رہے کہ نیکی کی تمنا کرنے والا ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت میں نیکوں کے ساتھ ہی ہوگا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ

(۱۹۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کے عمل بھی ختم

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلٰثَةٍ اِلَّامِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْا لَهٗ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ہو جاتے ہیں۱ سوا تین اعمال کے ایک دائمی خیرات یا وہ علم جس سے نفع پہنچتا رہے یا وہ نیک بچہ جو اس کیلئے دعائے خیر کرتا رہے۲ (مسلم)

(۱۹۲) انسان سے مراد مسلمان ہے عمل سے مراد نیکیوں کا ثواب جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض مقبول قبر میں نماز وقرآن پڑھتے ہیں جیسا کہ احادیث میں ہے کیونکہ ان اعمال پر ثواب نہیں اس لئے ہی مردے زندوں سے ثواب بخشنے کی تمنا کرتے ہیں۔ جیسا کہ روایات میں ہے کیونکہ ثواب زندگی کے اعمال پر ہے۲ یہ تین چیزیں جن کا ثواب مرنے کے بعد خواہ مخواہ پہنچتا رہتا ہے کوئی ایصال ثواب کرے یا نہ کرے صدقہ جاریہ سے مراد اوقاف ہیں جیسے مسجدیں' مدرسے وقف کئے ہوئے باغ جن سے لوگ نفع اٹھاتے رہتے ہیں۔ ایسے ہی علم سے مراد دینی تصانیف' نیک شاگرد جن سے دینی فیضان پہنچتے رہیں' نیک اولاد سے مراد عالم عامل بیٹا۔ مرقاۃ نے فرمایا یدعوا کی قید ترغیبی ہے یعنی بیٹے کو چاہئے کہ باپ کو دعائے خیر میں یاد رکھے حتیٰ کہ نماز میں ماں باپ کو دعائیں پہلے دے بعد میں سلام پھیرے ورنہ اگر نیک بیٹا دعا بھی نہ کرے ماں باپ کو ثواب ملتا رہے گا۔ خیال رہے کہ یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے قیامت تک ثواب ملتا ہے۔ یا فرمایا گیا کہ نمازی کو ہمیشہ ثواب ملتا رہتا ہے کیونکہ وہ سب چیزیں صدقہ جاریہ ہیں یا نفع علم میں داخل ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُّؤْمِنٍ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيْقاً يَّلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ بِهٖ طَرِيْقاً اِلَى الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِّنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَ يَتَدَارَسُوْنَهٗ بَيْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلٰۤئِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنْ عِنْدَهٗ وَمَنْ بَطَّاَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۹۳) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کسی مسلمان کو دنیاوی تکلیف سے رہائی دے تو اللہ اس سے روز قیامت کی مصیبت دور کرے گا۱ اور جو کسی تنگی والے پر آسانی کرے اللہ دین و دنیا میں اس پر آسانی فرمائے گا۲ اور جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ دین و دنیا میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۳ اللہ بندہ کی مدد پر رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد پر رہے۴ جو تلاش علم میں کوئی راستہ طے کرے تو اس کی برکت سے اللہ اس پر جنت کا راستہ آسان کر دے گا۵ اور کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں قرآن پڑھنے اور آپس میں قرآن سیکھنے سکھانے کیلئے نہیں جمع ہوئی۶ مگر ان پر دل کا چین اترتا ہے اور انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے گھیر لیتے ہیں ۷ اور اللہ اسے اس جماعت میں یاد کرتا ہے جو اس کے پاس ہے ۸ جسے عمل پیچھے کر دے اسے نسب نہیں بڑھا سکتا۹ (مسلم)

(۱۹۳)۱ یعنی تم کسی کی فانی مصیبت دفع کرو اللہ تم سے باقی مصیبت دفع فرمائے گا تم مومن کو فانی دنیوی آرام پہنچاؤ اللہ تمہیں باقی آخروی آرام دے گا کیونکہ بدلہ احسان کا احسان ہے۔ یہ حدیث بہت جامع ہے کسی مسلمان کے پاؤں سے کانٹا نکالنا بھی ضائع نہیں جاتا حدیث کا مطلب نہیں ہے کہ صرف قیامت ہی میں بدلہ ملے گا بلکہ قیامت میں بدلہ ضرور ملے گا اگرچہ کبھی دنیا میں بھی مل

https://archive.org/details/@madni_library

جائے۔ ۲؎ یعنی جو مقروض کو معافی یا مہلت دے' غریب کی غربت دور کرے تو انشاء اللہ دین و دنیا میں اس کی مشکلیں آسان ہوں گی۔ مرقاۃ میں فرمایا کہ اس حکم میں مؤمن کافر سب شامل ہیں' کافر مصیبت زدہ کی مصیبت دور کرنے پر بھی ثواب مل جاتا ہے بلکہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک رنڈی نے پیاسے کتے کو پانی پلا کر جان بچائی۔ اللہ نے اسے اسی پر بخش دیا ۳؎ یا تو اس طرح کہ ننگے کو کپڑے پہنائے یا ایسے کہ اس کے چھپے ہوئے عیب ظاہر نہ کرے بشرطیکہ اس ظاہر نہ کرنے سے دین یا قوم کا نقصان نہ ہو ورنہ ضرور ظاہر کر دے۔ کفار کے جاسوسوں کو پکڑوائے' خفیہ سازشیں کرنے والوں کے راز کو طشت از بام کرے ظلماً قتل کی تدبیر کرنے کی مظلوم کو خبر دے' اخلاق اور ہیں' معاملات اور' سیاست کچھ اور ۴؎ یہ الفاظ بہت جامع ہیں جس میں دین و دنیا کی ساری امدادیں شامل ہیں امداد بدن سے ہو یا علم یا مال وغیرہ سے ۵؎ یعنی جو علم دین سیکھنے یا دینی فتویٰ حاصل کرنے کیلئے عالم کے گھر جائے سفر کر کے یا چند قدم تو اس کی برکت سے اللہ دنیا میں اس پر جنت کے کام آسان کرے گا مرتے وقت ایمان نصیب کرے گا' قبر و حشر کے حساب میں کامیابی اور پل صراط پر آسانی عطا فرمائے گا۔ جنت کے راستے میں سب چیزیں داخل ہیں اس سے معلوم ہوا کہ علم کیلئے سفر کرنا بہت ثواب ہے۔ موسیٰ علیہ السلام طلب علم کیلئے خضر علیہ السلام کے پاس سفر کر کے گئے۔ حضرت جابر ایک حدیث کیلئے ایک ماہ کا سفر طے کر کے عبداللہ ابن قیس کے پاس پہنچے (مرقاۃ) ۶؎ یہاں اللہ کے گھر سے مراد مسجدیں' دینی مدرسے اور صوفیاء کی خانقاہیں ہیں جو اللہ کے ذکر کیلئے وقف ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے عبادت خانے اس سے خارج ہیں کہ وہاں تو مسلمان کو بلا ضرورت جانا ہی منع ہے۔ درس قرآن سے مراد قرآن شریف کی تلاوت تجوید احکام سیکھنا ہیں لہٰذا اس میں صرف نحو فقہ حدیث تفسیر وغیرہ کے درس شامل ہیں جیسا کہ مرقاۃ وغیرہ میں ہے اسی لئے تلاوت کے بعد درس کا علیحدہ ذکر فرمایا ۷؎ سکینہ اللہ کی ایک مخلوق ہے جس کے اترنے سے دلوں کو چین نصیب ہوتا ہے کبھی ابر کی شکل میں نمودار ہوتی ہے اور دیکھی بھی جاتی ہے اس کی برکت سے دل سے غیر خدا کا خوف جاتا رہتا ہے رحمت سے خالص رحمت مراد ہے جو بوقت ذکر ذاکر کو ہر طرف سے گھیرتی ہے' فرشتوں سے سیاحین فرشتے مراد ہیں جو ذکر کی مجلسیں ڈھونڈتے پھرتے ہیں ورنہ اعمال لکھنے والے اور حفاظت کرنے والے فرشتے ہر وقت انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جہاں مجمع کے ساتھ ذکر اللہ ہو رہا ہو وہاں یہ تین رحمتیں اترتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ تنہا ذکر سے جماعت کامل کا ذکر کرنا افضل ہے۔ جماعت کی نماز کا درجہ زیادہ کہ اگر ایک کی قبول سب کی قبول ۸؎ یعنی فرشتوں کی جماعت اس کی شرح وہ حدیث ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رب کو اکیلے یاد کرے۔ رب بھی اسے ایسے ہی یاد کرتا ہے جو جماعت میں یاد کرے رب اسے فرشتوں میں یاد کرتا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے: فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (۲:۱۵۲) تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا (کنزالایمان) اس رب کی یاد کا اثر یہ پڑتا ہے کہ مخلوق اس بندے کو یاد کرنے لگتی ہے۔ بزرگوں کے مزارات پر زائرین کا ہجوم وہاں ذکر اللہ کی دھوم اسی یاد کا نتیجہ ہے ۹؎ یعنی نسب کی شرافت عمل کی کمی کو پورا نہ کرے گی۔ شعر:

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی — کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

کیا تمہیں خبر نہیں کہ نوح علیہ السلام کی کشتی میں کتے بلوں کو جگہ تھی مگر ان کے کافر بیٹے کنعان کیلئے جگہ نہ تھی۔ مقصد یہ ہے کہ شریف النسب اعمال سے لاپروا نہ ہو جائیں' یہ منشا نہیں کہ شرافت نسب کوئی چیز ہی نہیں اس کی تحقیق ہمارے رسالہ الکلام القبول فی طہارت نسب الرسول میں دیکھو' مؤمن کو نسب الرسول ضرور فائدہ دے گا تمام دنیا کی عورتیں حضرت فاطمہ زہرا کے قدم پاک کو نہیں پہنچ سکتیں۔ رب نے بنی اسرائیل سے فرمایا: اَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ (۲:۴۷) کہ اس سارے زمانے پر تمہیں بڑائی دی (کنزالایمان)

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بنی اسرائیل کے تمام عالم پر افضل ہونے کی یہی وجہ تھی کہ وہ اولاد انبیاء ہیں لہٰذا یہ حدیث کسی آیت کے خلاف نہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ يُقْضٰى عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَجُلٌ اُسْتُشْهِدَ فَاُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ وَفَرَفَهَا فَقَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا قَالَ قَاتَلْتُ فِيْكَ حَتّٰى اسْتُشْهِدْتُّ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِاَنْ يُّقَالَ جَرِئٌ فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهٗ وَقَرَءَ الْقُرْاٰنَ فَاُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهٗ وَقَرَءْتُ فِيْكَ الْقُرْاٰنَ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ اِنَّكَ عَالِمٌ وَقَرَءْتَ الْقُرْاٰنَ لِيُقَالَ هُوَ قَارِئٌ فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ وَّسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَعْطَاهُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهٖ فَاُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا قَالَ مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيْلٍ تُحِبُّ اَنْ يُّنْفَقَ فِيْهَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِيْهَا لَكَ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ بِهٖ عَلٰى وَجْهِهٖ ثُمَّ اُلْقِيَ فِي النَّارِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۱۹۴) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہلے جس کا فیصلہ قیامت میں ہوگا وہ شہید ہے۱؎ اسے لایا جائے گا تب رب اس سے اپنی نعمتوں کا اقرار کرائے گا فرمائے گا کہ اس کے شکریہ میں کیا عمل کیا۲؎ عرض کرے گا تیری راہ میں جہاد کیا' تاآنکہ شہید ہوگیا' فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے اس لئے لڑائی کی تھی کہ تجھے بہادر کہا جائے وہ کہہ لیا گیا۳؎ پھر حکم ہوگا تو اسے منہ کے بل کھینچا جائے گا یہاں تک کہ آگ میں پھینک دیا جائے گا۴؎ اور وہ جس نے علم سیکھا سکھایا اور قرآن پڑھا اسے لایا جائے گا اپنی نعمتوں کا اقرار کرایا جائے گا وہ اقرار کرلے گا فرمائے گا تو نے شکریے میں کیا کیا عمل کیا عرض کرے گا علم سیکھا سکھایا تیری راہ میں قرآن پڑھا فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے اس لئے علم سیکھا کہ تجھے عالم کہا جائے۵؎ اس لئے قرآن پڑھا تھا کہ قاری کہا جائے وہ کہہ لیا گیا پھر حکم ہوگا اوندھے منہ کھینچا جائے گا حتی کہ آگ میں پھینک دیا جائے گا۶؎ اور وہ مرد جسے اللہ نے وسعت دی اور ہر طرح کا مال بخشا اسے لایا جائے گا' نعمتوں کا اقرار کرائے گا یہ کرلے گا فرمائے گا تو نے شکریہ میں کیا عرض کرے گا میں نے کوئی ایسا راہ نہ چھوڑا جہاں خرچ کرنا تجھے پیارا ہو مگر وہاں تیرے لئے خرچ کیا فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے یہ سخاوت اس لئے کی تھی کہ تجھے سخی کہا جائے وہ کہہ لیا گیا پھر حکم ہوگا تو اسے اوندھے منہ گھسیٹا جائے گا پھر آگ میں جھونک دیا جائے گا۔۷؎

(۱۹۴)۱؎ یہ اولیت اضافی ہے نہ کہ حقیقی یعنی ریاکاروں میں سے پہلے ریاکار شہید کا فیصلہ ہوگا لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ پہلے حساب نماز کا ہوگا یا پہلے ظلماً قتل کا حساب ہوگا' عبادات میں نماز کا معاملات میں قتل کا ریا میں ایسے شہید کا فیصلہ پہلے ہے۔شہید سے وہ مراد ہے جو اللہ کی راہ میں مارا گیا۔۲؎ یعنی میں نے تجھے اندرونی بیرونی کروڑوں نعمتیں دیں تو نے کون سی نیکی کی' معلوم ہوا کہ نیکیاں ربّ کے انعام کا شکریہ بھی ہیں۳؎ یعنی تیرے جہاد اور شہادت کا عوض یہ ہوگیا کہ لوگوں نے تیری واہ واہ کردی کیونکہ تو نے اسی نیت سے جہاد کیا تھا نہ کہ خدمت اسلام کیلئے معلوم ہوا کہ اگر غازی میں اخلاص ہو تو لوگوں کی واہ واہ سے ثواب کم نہیں ہوگا یہ تو ربّ کی طرف سے دنیوی انعام ہے۔صحابہ کرام اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں جہان میں واہ واہ ہو رہی ہے خیال رہے کہ فقط غنیمت یا ملک حاصل کرنے کیلئے جہاد کرنے کا انجام بھی یہی ہے جہاد صرف اللہ رسول کی رضا کیلئے چاہیئے۔۴؎ یعنی نہایت ذلت کے ساتھ مرے ہوئے

https://archive.org/details/@madni_library

کتے کی طرح ٹانگ سے گھسیٹ کر کنارہ جہنم سے نیچے پھینکا جائے گا' جہنم کی گہرائی آسمان و زمین کے فاصلہ سے کروڑوں گنا زیادہ ہے' اللہ کی پناہ تیری یہ ساری محنت خدمت دین کیلئے نہ تھی بلکہ علم کے ذریعہ عزت اور مال کمانے کی تھی وہ تجھے حاصل ہو گئے ہم سے کیا چاہتا ہے اسی حدیث کو دیکھتے ہوئے بعض علماء نے اپنی کتابوں میں اپنا نام بھی نہ لکھا اور جنہوں نے لکھا ہے وہ ناموری کیلئے نہیں بلکہ لوگوں کی دعا حاصل کرنے کیلئے ۔۶ معلوم ہوا کہ جیسے اخلاص والی نیکی جنت ملنے کا ذریعہ ہے ایسے ہی ریاوالی نیکی جہنم اور ذلت حاصل ہونے کا سبب۔ اس جگہ چار مسئلے یاد رکھنے چاہئیں ایک یہ کہ یہاں ریا کار شہید' عالم اور سخی ہی کا ذکر ہوا اس لئے کہ انہوں نے بہترین عمل کئے تھے جب یہ عمل ریا سے برباد ہو گئے تو دیگر اعمال کا کیا پوچھنا ریا کے حج وزکوۃ اور نماز کا بھی یہی حال ہے۔ دوسرے یہ کہ بعض ریا کار وہ ہیں جو ریا ہی کیلئے نیکیاں کرتے ہیں اگر ان کی تعریف نہ ہو تو نیکی کرتے ہی نہیں بعض وہ ہیں کہ ریا کیلئے اچھی طرح عمل کریں' تنہائی میں معمولی بعض وہ ہیں جو خلوت وجلوت میں عمل یکساں کریں مگر نام نمود سے خوش ہوں یہاں پہلی قسم کا ریا کار مراد ہے دوسری دوقسم کے ریا کار اصل نیکی کا ثواب پائیں گے مگر ناقص۔ تیسرے یہ کہ اس حدیث میں قانون اور رب کے عدل کا ذکر ہے۔ فضل دوسری چیز ہے رب فرماتا ہے: فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ (۲۵،۷۰) تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا (کنز الایمان) لہذا یہ حدیث معافی کی آیات واحادیث کے خلاف نہیں۔ شعر:

عدل کرے تو تھر تھر کانپیں' اونچی شانوں والے　　　فضل کرے تو بخشے جائیں مجھ جیسے منہ کالے

چوتھے یہ کہ مومن کی یہ ساری سزائیں تنہائی میں ہوں گی' علانیہ نہیں اللہ اسے ذلت اور رسوائی سے بچائے گا ذلت ورسوائی صرف کافروں کیلئے ہو گی جیسا کہ آیات قرآنیہ سے ثابت ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ریا کے خوف سے عمل نہ چھوڑ دے' عمل کئے جائے' کبھی اخلاص بھی نصیب ہو ہی جائے گا مکھیوں کے ڈر سے کھانا نہ چھوڑ دو۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعاً يَنْتَزِعُهٗ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِماً اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُ وْسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۹۵) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ علم کھینچ کر نہ اٹھائے گا کہ بندوں سے کھینچ لے بلکہ علماء کی وفات سے علم اٹھائے گا۱ حتی کہ جب کوئی عالم نہ رہے گا لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے جن سے مسائل پوچھے جائیں گے وہ بغیر علم فتوے دیں گے گمراہ ہوں گے' گمراہ کریں گے۲ (مسلم بخاری)

(۱۹۵) یہ حدیث کا تتمہ ہے جس میں فرمایا گیا کہ قریب قیامت علم اٹھ جائے گا جہالت پھیل جائے گی یعنی اس کے اٹھنے کا ذریعہ یہ نہ ہو گا کہ لوگ پڑھا ہوا بھول جائیں گے' بلکہ علماء وفات پاتے رہیں گے اور بعد میں دوسرے علماء پیدا نہ ہوں گے جیسا کہ اب ہو رہا ہے کہ ایک خلقت انگریزی کے پیچھے پھر رہی ہے' دین رسول اللہ یتیم ہو کر رہ گیا۔ علم سے علم دین مراد ہے۔۲ پیشوا سے مراد قاضی مفتی امام اور شیخ ہیں جن کے ذمے دینی کام ہوتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ دینی عہدے جاہل سنبھال لیں گے اور اپنی جہالت کا اظہار ناپسند کریں گے مسئلہ پوچھنے پر یہ نہ کہیں گے کہ ہمیں خبر نہیں بلکہ بغیر علم گھڑ کر غلط مسئلے بتائیں گے اس کا انجام ظاہر ہے' بے علم طبیب مریض کی جان لیتا ہے اور جاہل مفتی اور خطیب ایمان برباد کرتے ہیں۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنْ شَقِيْقٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِيْ كُلِّ خَمِيْسٍ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ لَوَدِدْتُ اَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ قَالَ اَمَا اِنَّهُ يَمْنَعُنِيْ مِنْ ذٰلِكَ اَنِّيْ اَكْرَهُ اَنْ اُمِلَّكُمْ وَاِنِّيْ اَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّامَةِ عَلَيْنَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۱۹۶) روایت ہے حضرت شقیق سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ عبداللہ ابن مسعود ہر جمعرات کو وعظ فرماتے تھے ۲؎ ایک شخص نے عرض کیا کہ اے ابوعبدالرحمٰن میری تمنا یہ ہے کہ آپ روزانہ وعظ فرماتے' فرمایا مجھے اس سے رکاوٹ یہ ہے کہ میں ناپسند کرتا ہوں کہ تمہیں ملال میں ڈال دوں ۳؎ میں تمہارا ویسے ہی لحاظ رکھتا ہوں جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا وعظ میں لحاظ رکھتے تھے ملال کے خوف سے ۴؎ (بخاری مسلم)

(۱۹۶) ۱؎ آپ کا نام شقیق ابن ابی سلمہ ہے کنیت ابووائل ہے' قبیلہ بنی اسد سے ہیں' عظیم الشان تابعی ہیں' حضور کا زمانہ پایا مگر زیارت نہ کر سکے' اکابر صحابہ سے ملاقات کی جیسے حضرت عمر' سیدنا ابن مسعود کے خاص ساتھیوں میں سے ہیں' حجاج ابن یوسف کے زمانہ میں وفات پائی رضی اللہ تعالٰی عنہم ۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال کیلئے دن اور وقت مقرر کرنا شرک یا حرام نہیں۔ سنت صحابہ ہے اسی لئے اب دینی مدرسوں کے امتحان و تعطیل کیلئے دن اور مہینے اور تعلیم کیلئے اوقات مقرر کئے جاتے ہیں لہٰذا میلاد شریف فاتحہ عرس وغیرہ کیلئے دن مقرر کرنا جائز ہیں۔ اسے حرام کہنا غلطی ہے۔ مرقاۃ نے اسی جگہ فرمایا کہ حضرت ابن مسعود نے جمعرات کو وعظ کیلئے اس لئے منتخب کیا کہ یہ دن جمعہ کا پڑوسی ہے اس کی برکت جمعہ تک پہنچے گی بعض لوگ ہر جمعرات کو میلاد شریف اور مردوں کی فاتحہ کرتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے ۳؎ یعنی روزانہ وعظ سے تم اکتا جاؤ گے اور یہ ذوق شوق جاتا رہے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اتنا لمبا وعظ بھی نہ کہا جائے کہ لوگ گھبرا جائیں تاکہ علم و وعظ کی بے قدری نہ ہو ۴؎ یعنی حضور بھی ہمیں ہر وقت اور ہر روز وعظ نہیں سناتے تھے تاکہ ہم اکتا نہ جائیں۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جو عالم یا شیخ لوگوں کے سامنے ہر دم اللہ اللہ ہی کرے وہ مکار ہے حضور کی مجلس پاک میں دنیوی تذکرے بھی ہوتے تھے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ اَعَادَهَا ثَلٰثًا حَتّٰى تُفْهَمَ عَنْهُ وَاِذَا اَتٰى عَلٰى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلٰثًا (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۱۹۷) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی لفظ بولتے تو اسے تین بار دہراتے تاکہ سمجھ لیا جائے ۱؎ اور جب کسی قوم پر تشریف لاتے اور انہیں سلام فرماتے تو تین بار سلام کرتے ۲؎ (بخاری)

(۱۹۷) ۱؎ لفظ سے مراد پوری بات ہے یعنی مسائل بیان کرتے وقت ایک ایک مسئلہ تین تین بار فرماتے تاکہ لوگوں کے ذہن میں اتر جائے ہر کلام مراد نہیں اسی لئے صاحب مشکوٰۃ اس حدیث کو کتاب العلم میں لائے۔ ۲؎ ایک سلام اجازت حاصل کرنے کا' دوسرا ملاقات کا' تیسرا رخصت کا لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور بوقت ملاقات ایک سلام کرتے تھے کیونکہ وہاں صرف ملاقات کا سلام مراد ہے اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں داخلے کی اجازت کیلئے شور نہ مچائے' بہت دروازہ نہ پیٹے بلکہ صرف یہ کہے۔ السلام علیکم آ جاؤں یہ بھی معلوم ہوا کہ آنے اور جانے والا سلام کرے اگرچہ بڑا ہو۔

وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى

(۱۹۸) روایت ہے حضرت ابومسعود انصاری سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ

https://archive.org/details/@madni_library

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهٗ اُبْدِعَ بِیْ فَاحْمِلْنِیْ فَقَالَ مَا عِنْدِیْ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا اَدُلُّهٗ عَلٰی مَنْ یَّحْمِلُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ایک شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا کہ میرا اونٹ تھک رہا ہے مجھے سواری دیجئے فرمایا میرے پاس نہیں۲؎ ایک نے کہا یارسول اللہ میں اسے وہ آدمی بتاتا ہوں جو اسے سواری دے دے تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بھلائی پر رہبری کرے اسے کرنے والے کی طرح ثواب ہے۳؎ (مسلم)

(۱۹۸)۱؎ آپ کا نام عقبہ ابن عمرو ہے، کنیت ابومسعود انصاری ہے، بدری ہیں یعنی غزوہ بدر میں شریک ہوئے یا اسی بستی میں کچھ روز رہے۔ عقبہ ثانیہ کی بیعت میں شریک تھے، کوفہ میں قیام رہا، خلافت علی مرتضیٰ میں وفات ہوئی۔۲؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ضرورت کے وقت مانگنا جائز ہے خصوصاً حضور سے مانگنا ہر ایک کیلئے فخر ہے دوسرے یہ کہ جب چیز موجود نہ ہو تو سائل کو انکار کرنا بخل نہیں۔ حضور خلق الٰہی میں بڑے سخی اور داتا ہیں لیکن اس وقت منع فرمانا اظہار مسئلہ کیلئے ہے کہ قرض لے کر سخاوت نہ کرو وہ جو روایات میں ہے کہ حضور نے کبھی ''نہ'' نہیں فرمایا۔ اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ موجود چیز سے منع نہیں فرمایا۔ یا یہ نہیں فرمایا کہ تجھے نہیں دیں گے لہٰذا احادیث متعارض نہیں۔۳؎ یعنی نیکی کرنے والا کرانے والا بتانے والا مشورہ دینے والا سب ثواب کے مستحق ہیں لہٰذا تمہیں بھی ثواب ملے گا۔

وَعَنْ جَرِیْرٍ قَالَ کُنَّا فِیْ صَدْرِ النَّهَارِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءَهٗ قَوْمٌ عُرَاةٌ مُّجْتَابِی النِّمَارِ اَوِ الْعَبَآءِ مُتَقَلِّدِی السُّیُوْفِ عَامَّتُهُمْ مِّنْ مُّضَرَ بَلْ کُلُّهُمْ مِّنْ مُّضَرَ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا رَاٰی بِهِمْ مِّنَ الْفَاقَةِ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ فَاَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ وَاَقَامَ فَصَلّٰی ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَةِ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا وَّالْاٰیَةَ الَّتِیْ فِی الْحَشْرِ اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِّنْ دِیْنَارِهٖ مِنْ دِرْهَمِهٖ مِنْ ثَوْبِهٖ مِنْ صَاعِ بُرِّهٖ مِنْ صَاعِ تَمْرِهٖ حَتّٰی قَالَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ قَالَ فَجَآءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ بِصُرَّةٍ کَادَتْ کَفُّهٗ تَعْجِزُ عَنْهَا بَلْ قَدْ عَجَزَتْ ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتّٰی رَاَیْتُ کَوْمَیْنِ مِنْ طَعَامٍ

(۱۹۹) روایت ہے حضرت جریر سے۱؎ فرماتے ہیں کہ ہم صبح سویرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک قوم آئی جو ننگی اور کمبل پوش تھی، تلواریں گلے میں ڈالے تھے۲؎ ان میں عام بلکہ سارے ہی قبیلہ مضر سے تھے ان کا فاقہ دیکھ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کا رنگ اڑ گیا۳؎ لہٰذا اندر تشریف لے گئے پھر باہر تشریف لائے حضرت بلال کو حکم دیا انہوں نے اذان و تکبیر کہی پھر نماز پڑھی پھر خطبہ فرمایا۴؎ ارشاد فرمایا اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا آخر آیت رَقِیْبًا تک۵؎ اور وہ آیت تلاوت فرمائی جو سورہ حشر میں ہے اللہ سے ڈرو ہر شخص غور کرے کہ اس نے کل کیلئے کیا بھیجا۶؎ انسان اپنے دینار و درہم اپنے کپڑے گندم و جو کے صاع میں سے خیرات کرے حتیٰ کہ فرمایا کھجور کی کھانپ ہی سہی۷؎ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری تھیلی لائے جس کے وزن سے ان کا ہاتھ تھکا جاتا تھا بلکہ تھک ہی گیا۸؎ پھر لوگوں کا تانتا بندھ گیا حتیٰ کہ میں نے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَثِيَابٍ حَتّٰى رَاَيْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَلَّلُ كَاَنَّهٗ مُذْهَبَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَنَّ فِى الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَىْءٌ وَّمَنْ سَنَّ فِى الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَىْءٌ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

کھانے کپڑے کے ڈھیر دیکھے۹ تا آنکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور دیکھا کہ چمک رہا ہے گویا سونے کی ڈلی ہے۱۰ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کرے اسے اپنے عمل اور ان کے عملوں کا ثواب ہے جو اس پر کاربند ہوں۱۱ ان کا ثواب کم ہوئے بغیر اور جو اسلام میں برا طریقہ ایجاد کرے اس پر اپنی بدعملی کا گناہ ہے اور ان کی بدعملیوں کا جو اس کے بعد ان پر کاربند ہوں اس کے بغیر کہ ان کے گناہوں سے کچھ کم ہو۱۲ (مسلم)

(۱۹۹) آپ کا نام جریر ابن عبداللہ بجلی ہے، مشہور صحابی ہیں، نہایت حسین اور خوش اخلاق تھے۔عمر فاروق آپ کو یوسف علیہ السلام سے تشبیہ دیتے تھے، حضور کی وفات کے سال اسلام لائے، بعض روایات میں ہے کہ وفات شریف سے چالیس دن پہلے ایک زمانہ کوفہ میں رہے (مقام قرقیسیا میں) ۵۱ھ میں وفات ہوئی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۲ یعنی غربت کی وجہ سے ان کے پاس سوائے ایک کمبل کے تن ڈھکنے کے کوئی کپڑا نہ تھا اس کے باوجود غزوے اور جہاد کے شوقین تھے کہ تلواریں ہر ایک کے پاس تھیں۳ یعنی ان کی فقیری سے حضور اقدس کو بہت ملال پہنچا جس کے آثار چہرہ انور پر نمودار ہوئے کیوں نہ ہو بے نواؤں فقیروں کے غم خوار جو ہیں ہم غریبوں پر وہ رنج نہ کریں تو کون کرے:شعر

من از بے نوائی نیم روئے زرد　　　　غم بے نوایاں رخم زرد کرد

یہ اس آیت کی تفسیر ہے عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ (۱۲۸،۹) جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے (کنزالایمان) ۴ یہ وعظ لوگوں کو خیرات پر رغبت دینے کیلئے تھا اس وقت دولت خانہ اقدس میں کچھ ہوگا نہیں ۵ یہ آیت حسب موقع تلاوت فرمائی یعنی سارے امیر وفقیر بھائی ہیں کہ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔امیر کو چاہئے کہ فقیر کی مدد کرے مرقاۃ میں اس جگہ ہے کہ حضرت حوا کے بیس بار میں چالیس بچے ہوئے بیس لڑکے بیس لڑکیاں ۶ یعنی قیامت کیلئے نیک اعمال خصوصاً صدقہ وخیرات کیا کرو ۷ کیونکہ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں خیرات کی مقدار نہیں دیکھی جاتی بلکہ دینے والے کا خلاص اس سے معلوم ہوا کہ غریب آدمی اپنی ضروریات میں سے کچھ خیرات کرے تو ثواب کا مستحق ہے بشرطیکہ بال بچوں اور حق داروں کا حق نہ مارے اور بعد میں خود بھی بھیک نہ مانگے ۸ یعنی تھیلی میں اتنا غلہ تھا جو انصاری سے برداشت نہ ہو سکا اور زیادتی بوجھ کے سبب تھیلی ہاتھ سے گر گئی۔ظاہر یہ ہے کہ یہ جو یا گندم وغیرہ کا بڑا تھیلا ہوگا جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے کہ بارگاہ نبوی میں اس وقت غلے اور کپڑے کے ڈھیر لگے بعض شارحین نے لکھا کہ وہ ہمیانی تھی جس میں درہم و دینار بھرے ہوئے تھے مگر یہ خلاف ظاہر ہے۔خیال رہے کہ یہ انصاری سب سے پہلے یہ خیرات لائے پھر ان کو دیکھ کر دوسرے حضرات اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وہ تعریف فرمائی جو آگے بیان ہو رہی ہے۔۹ جو ان فقراء پر تقسیم کیلئے جمع ہو گئے تھے چونکہ ان مساکین کی پوری جماعت تھی اس لئے اتنا صدقہ کیا گیا اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بوقت ضرورت چندہ کرنا جائز ہے دوسرے یہ کہ مسجد میں دوسروں کیلئے سوال جائز ہے جن احادیث میں مسجد میں مانگنے کی ممانعت ہے وہاں اپنے لئے مانگنا مراد ہے لہٰذا یہ

https://archive.org/details/@madni_library

حدیث اس کے خلاف نہیں۔۱۰ فقراء کی حاجت روائی اور صحابہ کی خیرات پر خوشی کی وجہ سے' معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور جو اللہ رسول کو راضی کرنا چاہے وہ فقیروں کی حاجت پوری کرے۔ خیال رہے کہ جس چاندی کے ٹکڑے پر سونے کا ملمع کر دیا جائے یا جس چمڑے یا کپڑے پر طلائی کام کر دیا جائے اسے عربی میں مُذْهَب کہتے ہیں یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ ۱۱یعنی موجد خیر تمام عمل کرنے والوں کے برابر اجر پائے گا لہٰذا جن لوگوں نے علم فقہ فن حدیث میلاد شریف عرس بزرگان ذکر خیر کی مجلسیں اسلامی مدرسے طریقت کے سلسلے ایجاد کئے انہیں قیامت تک ثواب ملتا رہے گا۔ یہاں اسلام میں اچھی بدعتیں ایجاد کرنے کا ذکر ہے نہ کہ چھوڑی ہوئی سنتیں زندہ کرنے کا جیسا کہ اگلے مقابلے سے معلوم ہو رہا ہے اس حدیث سے بدعت حسنہ کے خیر ہونے کا اعلیٰ ثبوت ہوا۱۲ یہ حدیث ان تمام احادیث کی شرح ہے جن میں بدعت کی برائیاں آئیں' صاف معلوم ہوا کہ بدعت سیہ بری ہے اور ان احادیث میں یہی مراد ہے یہ حدیث بدعت کی دو قسمیں فرما رہی ہے' بدعت حسنہ اور سیہ اس میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہو سکتی ان لوگوں پر افسوس ہے جو اس حدیث سے آنکھیں بند کرکے ہر بدعت کو برا کہتے ہیں۔ حالانکہ خود ہزاروں بدعتیں کرتے ہیں بدعت کی تحقیق اور اس کی تقسیم پچھلے باب میں گزر چکی۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا اِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ الْاَوَّلِ كِفْلٌ مِّنْ دَمِهَا لِاَنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ مُعَاوِيَةَ لَا يَزَالُ مِنْ اُمَّتِيْ فِيْ بَابِ ثَوَابِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

(۲۰۰) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی ظلماً قتل نہیں کیا جاتا مگر اس کے خون ناحق میں حضرت آدم کے پہلے فرزند کا حصہ ضرور ہوتا ہے کہ اسی نے پہلے ظلماً قتل ایجاد کیا۱ (بخاری مسلم) ہم حضرت معاویہ کی حدیث لَایَزَالُ الخ اس امت کے ثواب میں انشاء اللہ العزیز بیان کریں گے۲

(۲۰۰) ۱یعنی قابیل جس نے اپنے بھائی ہابیل کو اپنی بہن عقلیمہ کے عشق میں ظلماً قتل کیا خیال رہے کہ غیر مستحق قتل کا قتل کرنا ظلماً قتل ہے۔ قاتل مرتد زانی مفسد وغیرہم جو شرعاً واجب القتل ہیں انہیں حاکم کا قتل کرنا ثواب ہے۔۲ یعنی یہ حدیث مصابیح میں اسی جگہ تھی مگر ہم نے مناسبت کے لحاظ سے اس باب میں بیان کی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنْ كَثِيْرِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ اَبِي الدَّرْدَآءِ فِيْ مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَجَآءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ يَا اَبَا الدَّرْدَآءِ اِنِّيْ جِئْتُكَ مِنْ مَدِيْنَةِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَدِيْثٍ بَلَغَنِيْ اَنَّكَ تُحَدِّثُهٗ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جِئْتُ لِحَاجَةٍ قَالَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(۲۰۱) روایت ہے کثیر ابن قیس سے فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابودرداء کے ساتھ دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا۱ کہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور بولا کہ اے ابودرداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ سے آپ کے پاس صرف ایک حدیث کیلئے آیا ہوں مجھے خبر لگی ہے کہ آپ حضور سے وہ روایت فرماتے ہیں۲ اس کے سوا اور کسی کام کیلئے نہ آیا۳ آپ نے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ سَلَكَ طَرِیْقاً یَطْلُبُ فِیْهِ عِلْماً سَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِیْقاً مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْمَلٰئِكَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا لِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَاِنَّ الْعَالِمِ یَسْتَغْفِرُلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالْحِیْتَانِ فِیْ جَوْفِ الْمَآءِ وَاِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰی سَائِرِ الْكَوَاكِبِ وَاِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَآءِ وَاِنَّ الْاَنْبِیَآءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ وَسَمَّاهُ التِّرْمِذِیُّ قَیْسَ بْنَ كَثِیْرٍ

فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو تلاش علم کرتے ہوئے کوئی راہ طے کرے تو اللہ اسے بہشت کے راہوں سے کوئی راہ چلائے گا۴ اور بے شک فرشتے طالب علم کی رضا کیلئے پر بچھاتے ہیں۵ یقیناً عالم کیلئے آسمانوں اور زمین کی چیزیں اور پانی میں مچھلیاں دعائے مغفرت کرتی ہیں۶ اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں شب میں چاند کی فضیلت سارے تاروں پر ۷ اور علماء نبیوں کے وارث ہیں ۸ پیغمبروں نے کسی کو دینار و درہم کا وارث نہ بنایا انہوں نے صرف علم کا وارث بنایا تو جس نے علم اختیار کیا اس نے پورا حصہ لیا۹ اسے احمد ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ترمذی نے ان کا نام قیس ابن کثیر بتایا۔

(۲۰۱) دمشق شام کا دارالخلافہ ہے کثیر ابن قیس تابعی ہیں حضرت ابوالدرداء کے صحبت یافتہ ہیں۲ ظاہر یہ ہے کہ اس طالب علم نے متن حدیث سن لیا تھا اس شوق میں یہاں آئے کہ صحابی کے منہ سے سنوں تا کہ برکت اور زیادتی یقین حاصل ہو یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے متن حدیث نہیں سنا تھا اجمالاً پتا لگا تھا کہ حضرت ابوالدرداء فلاں بارے میں حدیث بیان فرماتے ہیں چونکہ مدینہ کے معنی مطلقاً شہر کے ہیں اس لئے مدینۃ الرسول فرمایا یعنی میں مدینہ منورہ سے آیا ہوں اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ طلب علم کیلئے سفر بزرگوں کی بلکہ نبیوں کی سنت ہے۔ موسیٰ علیہ السلام طلب علم کیلئے بہت دراز سفر کرکے خضر علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے دوسرے یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فقط الرسول کہہ سکتے ہیں جبکہ علامت سے معلوم ہوا کہ یہاں حضور مراد ہیں ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ (۵،۴۱) اے رسول (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ (۴،۸۰) جس نے رسول کا حکم مانا (کنزالایمان) اسے ناجائز کہنا بے دلیل ہے۳ یعنی سوا حدیث سننے کے اور کسی دینی دنیوی غرض کیلئے سفر نہیں کیا اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ سوائے تین مسجدوں کے اور کسی طرف سفر جائز نہیں حالانکہ خود نوکری تجارت وغیرہ کیلئے سفر کرتے رہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی ملاقات زیارت قبور وغیرہ کیلئے سفر جائز ہے جیسا کہ شامی وغیرہ میں ہے اور انشاء اللہ باب المساجد میں ممانعت سفر کی حدیث کے ماتحت بھی پوری تحقیقات کردی جائے گی نیز اس کیلئے ہماری کتاب جاء الحق کا مطالعہ کرو۵ ظاہر یہ ہے کہ یہ وہ حدیث نہیں ہے جس کے سننے کیلئے وہ صاحب حاضر ہوئے تھے بلکہ ان کی ہمت افزائی اور ان کے سفر کی قبولیت کی بشارت کیلئے یہ حدیث سنائی مطلب یہ ہے کہ جو مسئلہ پوچھنے، علم پڑھنے، حدیث سننے وغیرہ کیلئے سفر کرکے یا بغیر سفر تھوڑا راستہ طے کرکے جائے تو اسے دنیا میں نیک اعمال کی توفیق ملے گی جو جنت ملنے کا سبب ہیں یا آخرت میں پل صراط پر گزر آسان ہوگا اور جنت میں سہولت سے پہنچے گا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ علم دین کی طلب نفلی نماز سے افضل ہے کہ یہ فرض ہے وہ نفل (مرقاۃ)۵ ظاہر یہ ہے کہ یہاں حقیقی معنی ہی مراد ہیں کہ جب طالبعلم علم میں مشغول ہوتا ہے تو اس کا کلام سننے کیلئے ملائکہ نیچے اتر آتے ہیں اور گفتگو سنتے ہیں جیسا تلاوت قرآن کے موقع پر یا قیامت میں

https://archive.org/details/@madni_library

طالبعلم کے قدموں کے نیچے فرشتے اپنے پر بچھائیں گے یا مطلب یہ ہے کہ طالبعلم کیلئے ملائکہ نیازمندی کا اظہار کرتے ہیں اور اس کی مشقتوں کو آسان کرتے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے: وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ (۱۷،۲۴) اور ان کے لئے عاجزی کا بازو بچھا (کنزالایمان) اسی جگہ مرقاۃ نے اس کے متعلق عجیب واقعات بیان فرمائے ہیں۔ ۶ یعنی علماء دین کیلئے چاند، سورج، تارے اور آسمانی فرشتے ایسے ہی زمین کے ذرے سبزیوں کے پتے اور بعض جن و انس اور تمام دریائی جانور، مچھلیاں وغیرہ دعائے مغفرت کرتے ہیں کیونکہ علمائے دین کی وجہ سے دین باقی ہے اور دین کی بقا سے عالم قائم ہے۔ علماء کی ہی برکتوں سے بارشیں ہوتی ہیں اور مخلوق کو رزق ملتا ہے حدیث شریف میں ہے۔ بِهِمْ يُمْطَرُوْنَ وَبِهِمْ يُرْزَقُوْنَ علماء کے اٹھنے سے اسلام اٹھ جائے گا اور قیامت برپا ہو جائے گی علماء دنیا کا تعویذ ہیں (مرقاۃ واشعۃ) خیال رہے کہ علماء میں علمائے شریعت بھی داخل ہیں اور علمائے طریقت بھی بلکہ کوئی شخص علم کے بغیر ولی اللہ نہیں بنتا اللہ جاہلوں کو ولی نہیں بناتا فرماتا ہے: اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (۳۵،۲۸) اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں (کنزالایمان) (از مرقاۃ) ۷ عالم سے مراد وہ عالم ہے جو صرف ضروری اعمال پر قناعت کرے اور بجائے نوافل کے علمی خدمات انجام دے عابد سے وہ شخص مراد ہے جو صرف اپنے ضروری مسائل سے واقف ہو اور اپنے اوقات نوافل میں گذارے، بے دین اور فاسق عالم اور نرا جاہل عابد اس گفتگو سے خارج ہیں۔ خیال رہے کہ چاند آفتاب سے نور لے کر رات میں سارے عالم کو جگمگا دیتا ہے ایسے ہی عالم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض لے کر دینی روشنی پھیلا دیتے ہیں، تارے خود نور ہیں مگر چاند نور بخشنے والا عابد اپنے لئے اور عالم، عالم کیلئے کوشش کرتے ہیں۔ عابد اپنی کمبلی بچاتا ہے، عالم طوفان سے لوگوں کا جہاز نکال لے جاتا ہے۔ لازم سے متعدی افضل ۸ سبحان اللہ جب مورث اتنے اعلیٰ تو وارث کیسے شاندار ہوں گے مرقاۃ نے فرمایا کہ علمائے مجتہدین رسولوں کے وارث ہیں اور علمائے غیر مجتہدین نبیوں کے لفظ علماء و انبیاء ان دونوں کو شامل ہے۔ خیال رہے کہ علمائے اسلام حضور کے وارث اور چونکہ حضور تمام نبیوں کی صفات کے جامع ہیں لہٰذا علماء سارے انبیاء کے وارث ہوئے ۹ خیال رہے کہ بعض انبیاء تارک الدنیا تھے۔ جنہوں نے کچھ جمع نہ کیا جیسے حضرت یحییٰ و عیسیٰ علیہم السلام اور بعض نے بہت مال رکھا۔ جیسے حضرت سلیمان و داؤد علیہ السلام لیکن کسی نبی کی مالی میراث نہ بٹی ان کا چھوڑا ہوا مال دین کیلئے وقف ہوتا ہے اور تاقیامت علماء ان کے وارث، اسی لئے علماء کو وارثین انبیاء کہا جاتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِیِّ قَالَ ذُكِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا عَابِدٌ وَالْاٰخَرُ عَالِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِىْ عَلٰى اَدْنَاكُمْ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَاَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتَّى النَّمْلَةَ فِىْ جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحُوْتُ لَيُصَلُّوْنَ عَلٰى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوَاهُ الدَّارِمِیُّ عَنْ مَكْحُوْلٍ مُرْسَلًا وَلَمْ يَذْكُرْ رَجُلَانِ

(۲۰۲) روایت ہے ابوامامہ باہلی سے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو شخصوں کا ذکر ہوا جن میں سے ایک عابد دوسرا عالم ہے ۱ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر ۲ پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ اور اس کے فرشتے اور آسمان و زمین والے حتیٰ کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں (پانی میں) صلوٰۃ بھیجتے ہیں لوگوں کو علم دین سکھانے والے پر ۳ اسے ترمذی نے روایت کیا اور دارمی نے حضرت مکحول سے مرسلاً نقل کیا اور دو شخصوں کا ذکر نہ کیا اور فرمایا کہ عالم کی عابد پر

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَقَالَ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِيْ عَلٰى اَدْنَاكُمْ ثُمَّ تَلَاهٰذِهِ الْاٰيَةَ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا وَسَرَدَ الْحَدِيْثَ اِلٰى اٰخِرِهٖ

فضیلت ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ شخص پر پھر آیت تلاوت فرمائی کہ اللہ سے صرف علماء ہی ڈرتے ہیں اور حدیث آخر تک بیان کی۔

(۲۰۲)۱ؔ ظاہر یہ ہے کہ ان سے خاص مرد مراد نہیں بلکہ عمومی سوال ہے یعنی اگر دو آدمیوں میں سے ایک عالم اور ایک عابد ہو تو درجہ کس کا زیادہ ہوگا' عالم و عابد کے معنی ہم پہلے بیان کر چکے۲ؔ یہ تشبیہ بیان نوعیت کیلئے ہے نہ کہ بیان مقدار کیلئے یعنی جس قسم کی بزرگی مجھ کو تمام مسلمانوں پر حاصل ہے اس قسم کی بزرگی عالم کو عابد پر یعنی دینی بزرگی نہ کہ محض دنیاوی اگرچہ ان دونوں بزرگیوں میں کروڑ ہا فرق ہیں' بادشاہ کو رعایا پر سلطنت کی' مالدار کو فقیر پر مال کی' جتھے والے کو بے کس پر قوت کی' حسین کو بدشکل پر' جمال کی بزرگی حاصل ہے مگر یہ بزرگیاں' دنیوی اور فانی ہیں نبی کو مخلوق پر دینی بزرگی حاصل ہے جو ابدالآباد تک قائم ہے ایسے ہی عالم کو جاہل پر آج سکندر کو کسی فقیر پر ملکی بزرگی نہیں مگر امام ابوحنیفہ کو تمام مقلدین پر بے پناہ عظمت اب بھی حاصل ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبیوں پر اور درجہ کی بزرگی ہے صحابہ پر اور درجہ کی' اولیاء و علماء پر اور درجہ کی' عوام پر اور درجہ کی' ادنی کم میں اس آخری درجہ کی طرف اشارہ ہے۔ فرماتے ہیں واحشرنی فی زمرة المساكين رب تعالیٰ فرماتا ہے: مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ (۲۴:۳۵) اس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے (کنزالایمان) اس آیت میں نور الٰہی کی مثال نور چراغ سے دی گئی حالانکہ چراغ کے نور کو اس نور سے کیا نسبت؟ ایسے ہی یہ بھی تمثیل ہے۳ؔ ملائکہ سے حاملین عرش فرشتے اور اہل سماوات سے باقی فرشتے مراد ہیں اللہ کی صلوٰۃ سے اس کی خاص رحمت اور مخلوق کی صلوٰۃ سے خصوصی دعائے رحمت مراد ہے ورنہ عام رحمتیں اور عام دعائیں سارے مسلمانوں کیلئے ہیں۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ (۳۳:۴۳) وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (۴۰:۷) اور مسلمانوں کی مغفرت مانگتے ہیں (کنزالایمان) لہٰذا یہ حدیث نہ تو قرآن کے خلاف ہے اور نہ اس سے یہ لازم آیا کہ علماء حضور کے برابر ہو جائیں کیونکہ حضور پر بھی رب تعالیٰ صلوٰۃ بھیجتا ہے اور علماء پر بھی۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ النَّاسَ لَكُمْ تَبَعٌ وَاِنَّ رِجَالًا يَاْتُوْنَكُمْ مِنْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ يَتَفَقَّهُوْنَ فِي الدِّيْنِ فَاِذَا اَتَوْكُمْ فَاسْتَوْصُوْا بِهِمْ خَيْرًا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۲۰۳) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ تمہارے تابع ہیں۱ؔ اور بہت لوگ اطراف زمین سے تمہارے پاس دینی فقہ سیکھنے آئیں گے جب وہ آئیں تو انہیں بھلائی کی وصیت کرو۲ؔ (ترمذی)

(۲۰۳) اس میں خطاب صحابہ خصوصاً ان کے علماء سے ہے یعنی تاقیامت مسلمان تمہارے اخلاق' افعال کی پیروی کریں گے کیونکہ تم نے بلاواسطہ مجھ سے فیض لیا ہے۔ شریعت میرے اقوال ہیں' طریقت میرے افعال' حقیقت میرے احوال تم نے یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھے اور کانوں سے سنے۔ خیال رہے کہ لفظ تابعی اس حدیث سے لیا گیا یعنی صحابہ کے کامل متبعین (مرقاۃ) ۲ؔ یعنی بڑے بڑے کامل لوگ تمہاری شاگردی کرنے مدینہ منورہ کی طرف کھنچے ہوئے آئیں گے تو تم انہیں بے تامل علم سکھانا علم کی رغبت دینا یا میں تم کو ان کی خدمت کی وصیت کرتا ہوں [illegible] دینی طلباء کی خدمتیں کرنا بہت

https://archive.org/details/@madni_library

ضروری ہے۔ کیونکہ وہ حضور کے مہمان ہیں اسی لئے اکثر علماء اپنے دینی شاگردوں کی بہت خدمت کرتے اور کراتے تھے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْحَكِيْمِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَاِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْفَضْلِ الرَّاوِیْ يُضَعَّفُ فِی الْحَدِيْثِ

(۲۰۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علمی بات عالم کی اپنی گمشدہ چیز ہے جہاں پائے وہ ہی اس کا حقدار ہے[۱] اسے ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور ابراہیم ابن فضل راوی حدیث میں ضعیف مانا جاتا ہے[۲]

(۲۰۴)[۱] یعنی سمجھدار آدمی جس سے اچھی اور دینی بات سنے اس سے ہی لے لے یہ نہ دیکھے کہ کون کہہ رہا ہے بلکہ دیکھے کیا کہہ رہا ہے جیسے کہ اپنی گمی چیز جس کے پاس سے ملے لے لی جاتی ہے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ وہ کون ہے اور کیسا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں کلمہ حکمت سے مراد اسلامی اور فقہی مسئلہ ہے یعنی اگر دین کی بات فاسق آدمی کہہ رہا ہے قبول کرلو لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق کو توریت پڑھنے سے منع فرمادیا کیونکہ توریت کے منسوخ احکام اب کلمہ حکمت تھے ہی نہیں، اسی طرح اب مسلمانوں کو کفار کی دینی تصنیفات دیکھنے کی اجازت نہیں ان کے پاس کلمہ حکمت ہیں ہی نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيْهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطٰنِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ

(۲۰۵) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے[۱] (ترمذی اور ابن ماجہ)

(۲۰۵)[۱] حدیث شیطان سے بچنے کا بڑا ذریعہ ہے خیال رہے کہ یہاں عالم سے وہ عالم مراد ہے جس پر اللہ کا فضل ہو اسی لئے فقیہ فرمایا گیا عالم نہ فرمایا گیا یعنی دین کی صحیح سمجھ رکھنے والا۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَوَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَيْرِ اَهْلِهٖ كَمُقَلِّدِ الْخَنَازِيْرِ الْجَوْهَرَ وَاللُّؤْلُؤَ وَالذَّهَبَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى الْبَيْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ اِلٰى قَوْلِهٖ مُسْلِمٍ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ مَتْنُهٗ مَشْهُوْرٌ وَّاِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ وَّقَدْ رُوِیَ مِنْ اَوْجُهٍ كُلُّهَا ضَعِيْفٌ

(۲۰۶) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی تلاش ہر مسلمان پر فرض ہے[۱] اور نااہل پر علم پیش کرنے والا ایسا ہے جیسے سوروں کو موتی جواہرات اور سونے کے ہار پہنانے والا[۲] اسے ابن ماجہ نے روایت کیا اور بیہقی نے شعب الایمان میں مسلم تک نقل فرمایا کہ اس حدیث کا متن تو مشہور ہے اس کی اسناد میں ضعف ہے اور بہت طریقہ سے روایت کیا گیا جو سب ضعیف ہیں[۳]

(۲۰۶)[۱] مسند امام ابوحنیفہ میں ومسلمة ہے یعنی ہر مسلمان مرد عورت پر علم سیکھنا فرض ہے۔ علم سے بقدر ضرورت شرعی مسائل مراد ہیں لہٰذا روزے نماز کے مسائل ضرور یہ سیکھنا ہر مسلمان پر فرض، حیض و نفاس کے ضروری مسائل سیکھنا ہر عورت پر، تجارت کے مسائل سیکھنا ہر تاجر پر، حج کے مسائل سیکھنا حج کو جانے والے پر عین فرض ہیں لیکن دین کا پورا عالم بننا فرض کفایہ کہ اگر شہر میں ایک نے ادا کر دیا تو سب بری ہو گئے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اپنے نفس کے آفات شیطانی اثرات وغیرہ کا جاننا بھی ہر مسلمان کو ضروری ہے تاکہ ان سے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بچ سکے۲؎ یہاں علم سے مراد دقیق و باریک مسائل اور گہرے علمی نکات ہیں جنہیں عوام نہ سمجھ سکیں یعنی وہ عالم جو عوام کے سامنے غیر ضروری اور باریک پیچیدہ مسائل یا قابل شرح آیات واحادیث پیش کرے وہ ایسا ہی بیوقوف ہے جیسے موتیوں کا ہار سوروں کو پہنانے والا کہ جہلاء ایسی چیزیں سن کر انکار کر بیٹھتے ہیں اس لئے سیدنا علی مرتضٰی فرماتے ہیں کہ لوگوں سے ان کی عقل کے لائق کلام کرو ورنہ وہ اللہ رسول کو جھٹلا دیں گے اور اس کا وبال تم پر ہوگا۳؎ یعنی یہ حدیث بہت سی ضعیف اسنادوں سے مروی ہے لہٰذا قوی ہے کیونکہ کثرت اسناد ضعیف کو حسن بنادیتی ہے (مرقاۃ وغیرہ)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَصْلَتَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ فِیْ مُنَافِقٍ حُسْنُ سَمْتٍ وَلَا فِقْهٌ فِی الدِّيْنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ

(۲۰۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو خصلتیں منافق میں جمع نہیں ہوتیں اچھے اخلاق اور دینی فقہ ۱؎ (ترمذی)

(۲۰۷) ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ منافق سے مراد منافق اعتقادی ہے نہ کہ عملی یعنی دل کا کافر زبان کا مومن اور خوش خلقی سے مراد اخلاق محمدی اور دینی فقہ سے دین کی سچی سمجھ ہے۔مطلب یہ ہے کہ نفاق کے ساتھ نہ دینی اخلاق جمع ہوں نہ دینی علم، منافق اسلامی اخلاق سے بھی محروم اور دین سے بھی کیونکہ یہ نور ہیں ظلمت کے ساتھ کیسے جمع ہوجائیں رب تعالٰی فرماتا ہے: لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (۵۶:۷۹) اسے نہ چھوئیں مگر باوضو (کنزالایمان) دل کے گندے قرآن کو چھو بھی نہیں سکتے ان کا یہ حال ہے۔شعر:

کتابیں پڑھیں دینداری نہ آئی بخارا گیا پر بخاری نہ آئی

امام شافعی فرماتے ہیں فان العلم نور من اله و ان النور لا يعطى لعاص علم واخلاق بقدر تقویٰ ملتے ہیں گندے گھر میں بادشاہ نہیں آتا اور گندے دل میں حضور کے اخلاق اور حضور کا علم نہیں سماتے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ

(۲۰۸) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو تلاش علم میں نکلا وہ واپسی تک اللہ کی راہ میں ہے ۱؎

(۲۰۸) ۱؎ یعنی جو کوئی مسئلے پوچھنے کیلئے اپنے گھر سے یا علم کی جستجو میں اپنے وطن سے علماء کے پاس گیا وہ بھی مجاہد فی سبیل اللہ ہے، غازی کی طرح گھر لوٹنے تک۔اس کا سارا وقت اور ہر وقت اور ہر حرکت عبادت ہوگی گھر آجانے کے بعد یہ ثواب ختم ہوجائے گا پھر عمل اور تبلیغ کرنے کا ثواب شروع ہوگا لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ علم صدقہ جاریہ ہے جس کا ثواب بعد موت بھی ملتا رہتا ہے۔

وَعَنْ سَخْبَرَةَ الْاَزْدِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ كَانَ كَفَّارَةً لِّمَا مَضٰى رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِيْثٌ ضَعِيْفُ الْاِسْنَادِ وَاَبُوْدَاوٗدَ الرَّاوِیْ يُضَعَّفُ

(۲۰۹) روایت ہے حضرت سخبرہ ازدی سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے تلاش علم کی تو یہ تلاش اس کے گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہوگی ۲؎ اسے ترمذی و دارمی نے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف الاسناد ہے، ابوداؤد راوی کو ضعیف کہا گیا ۳؎

https://archive.org/details/@madni_library

(۲۰۹)۱؎صحیح یہ ہے کہ آپ صحابی ہیں' کنیت ابوعبداللہ' ازد ابن غوث کی اولاد سے ہیں' آپ سے صرف ایک یہی حدیث منقول ہے ۲؎ طالبعلم سے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں جیسے وضو' نماز وغیرہ عبادات سے لہٰذا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ طالبعلم جو گناہ چاہے کرے یا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نیت خیر سے علم طلب کرنے والوں کو گناہوں سے بچنے اور گزشتہ گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کی توفیق دیتا ہے۳؎ یہ ابوداؤد اور ہیں سلیمان ابن اشعث بجستانی نہیں جن کی مشہور کتاب ابوداؤد شریف ہے۔ان کا نام نقیع ابن حارث ہے' کوفہ کے رہنے والے ہیں ہمدان کے قاضی تھے اور نابینا تھے' حدیث میں ضعیف مانے جاتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَنْ یَّشْبَعَ الْمُؤْمِنُ مِنْ خَیْرٍ یَّسْمَعُہٗ حَتّٰی یَکُوْنَ مُنْتَہَاہُ الْجَنَّۃَ(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

(۲۱۰) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن خیر کے سننے سے کبھی سیر نہ ہوگا تاآنکہ اس کی انتہا جنت ہو جائے۱؎ (ترمذی)

(۲۱۰)۱؎یعنی علم دین کی حرص ایمان کی علامت ہے جتنا ایمان قوی اتنی ہی یہ حرص زیادہ بڑے بڑے علماء علم پر قناعت نہیں کرتے' صوفیاء فرماتے ہیں اطلبوا العلم من المھد الی اللحد یعنی گہوارہ سے قبر تک علم سیکھو' اس حدیث میں علم کے حریص کو جنت کی بشارت ہے' انشاء اللہ علم دین کا متلاشی مرتے ہی جنتی ہے۔علماء فرماتے ہیں کہ کسی کو اپنے خاتمہ کی خبر نہیں سوا عالم دین کے کہ ان کیلئے حضور نے وعدہ فرمالیا کہ اللہ جس کی بھلائی چاہتا ہے اسے علم دین دیتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَہٗ ثُمَّ کَتَمَہٗ اُلْجِمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَرَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ عَنْ اَنَسٍ

(۲۱۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس سے علمی بات پوچھی گئی جسے وہ جانتا ہے پھر اسے چھپائے تو قیامت کے دن اسے آگ کی لگام دی جائے گی۱؎ (احمد' ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ' عن انس)

(۲۱۱) یعنی اگر کسی عالم سے دینی ضروری مسئلہ پوچھا جائے اور وہ بلاوجہ نہ بتائے تو قیامت میں وہ جانوروں سے بدتر ہوگا کہ جانور کے منہ میں چمڑے کی لگام ہوتی ہے اور اس کے منہ میں آگ کی لگام ہوگی۔خیال رہے کہ یہاں علم سے مراد حرام حلال فرائض واجبات وغیرہ تبلیغی مسائل ہیں جن کا چھپانا جرم ہے' عالم پر شرعی مسئلہ بتانا ضروری ہے نہ کہ لکھنا لہٰذا مفتی فتویٰ لکھنے کی اجرت لے سکتا ہے۔خصوصاً وہ فتویٰ جن پر مقدمے چلتے ہیں اور مفتی کو کچہریوں میں حاضری دینی پڑتی ہے رب فرماتا ہے:وَلَا یُضَآرَّ کَاتِبٌ وَّلَا شَہِیْدٌ(۲،۲۸۲) اور نہ کسی لکھنے والے کو ضرر دیا جائے نہ گواہ کو(کنزالایمان)

وَعَنْ کَعْبِ ابْنِ مَالِکٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِیُجَارِیَ بِہِ الْعُلَمَآءَ اَوْلِیُمَارِیَ بِہِ السُّفَہَآءَ اَوْ یَصْرِفَ بِہٖ وُجُوْہَ النَّاسِ اِلَیْہِ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ النَّارَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

(۲۱۲) روایت ہے حضرت کعب ابن مالک سے۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اس لئے علم طلب کرے تاکہ علماء کا مقابلہ کرے یا جہلاء سے جھگڑے یا لوگوں کی توجہ اپنی طرف کرے تو اسے اللہ آگ میں داخل کرے گا۲؎ (ترمذی ابن ماجہ' عن ابن عمر)

(۲۱۲)۱؎آپ انصاری ہیں' خزرجی ہیں' عقبہ ثانیہ کی بیعت میں شریک تھے' اسلام کے نامور شعراء میں سے ہیں' آپ غزوہ تبوک

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

میں پیچھے رہ گئے تھے اس پر آپ کا بائیکاٹ کیا گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد آپ کی اور آپ کے دو ساتھیوں ہلال ابن امیہ اور مرارہ ابن ربیعہ کی توبہ قبول ہوئی۔ ربّ فرماتا ہے: وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا (۹،۱۱۸) اور ان تین پر جو موقوف رکھے گئے (کنزالایمان) آپ آخر میں نابینا ہو گئے تھے' ۷۷ سال عمر ہوئی' ۵۰ھ میں وفات پائی ۲؎ یعنی جو دینی علم دین کیلئے نہ سیکھے بلکہ عزت یا مال حاصل کرنے یا دین میں فساد پھیلانے کیلئے سیکھے تو اول درجہ کا جہنمی ہے' اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو قرآن کا ترجمہ دیکھ کر اور چار حدیثیں پڑھ کر ائمہ مجتہدین اور علماء دین کے منہ آنے کی کوشش کرتے ہیں' اللہ تعالٰی نیت خیر عطا فرمائے۔ خیال رہے کہ علماء کا مناظرہ اور ہے مقابلہ کچھ اور مناظرہ میں تحقیق حق مقصود ہوتی ہے۔ مقابلہ میں اپنی بڑائی کا اظہار بوقت ضرورت مناظرہ اچھا ہے' مقابلہ برا یہاں مقابلہ کی برائی مذکور ہے مناظرے ائمہ مجتہدین بلکہ صحابہ کرام میں بھی ہوئے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ لَا يَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضًا مِّنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَعْنِیْ رِيْحَهَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ

(۲۱۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ' سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوئی وہ علم سیکھے جس سے اللہ کی رضا ڈھونڈی جاتی ہے صرف اس لئے کہ اس سے دنیاوی سامان حاصل کرے ۱؎ وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو نہ پائے گا ۲؎ (احمد' ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۲۱۳) ۱؎ یہ حدیث گزشتہ احادیث کی شرح ہے جس میں فرمایا گیا کہ علم دین رضائے الٰہی کیلئے حاصل کرو اسے صرف دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ' دنیا کے سامان سے روپیہ پیسہ بھی مراد ہے اور دنیوی عزت و جاہ بھی مرقاۃ نے فرمایا کہ علم دین کے ذریعہ دنیا حاصل کرنے کی دو صورتیں ہیں' ایک یہ کہ دنیا اصل مقصود ہو اور علم دین محض اس کا وسیلہ' یہ سخت برا ہے' وہی یہاں مراد ہے دوسرے یہ کہ علم دین سے دین ہی مقصود ہو مگر تبعاً دنیا بھی حاصل کی جائے تا کہ فراغت سے خدمت دین ہو سکے یہ ممنوع نہیں کیونکہ اب دین مقصود ہے اور دنیا اس کا وسیلہ' فقیر عالم کا وعظ دلوں میں موثر نہیں ہوتا۔ حضرات' خلفاء راشدین نے خلافت پر تنخواہیں لیں' جہاد کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر فقط غنیمت کیلئے کرتا ہے تو برا اور اگر تبلیغ دین کیلئے ہے اور غنیمت و ملک اس کا وسیلہ ہے تو اچھا ہے یعنی اولاً اگرچہ ریا کاری کی سزا بھگت کر یا حضور کی شفاعت کے ذریعہ معافی ہو جائے گی۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَاَدَّاهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرُ فَقِيْهٍ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ اِلٰى مَنْ هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ ثَلَاثٌ لَا يَغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ اِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ وَالنَّصِيْحَةُ لِلْمُسْلِمِيْنَ وَلُزُوْمُ جَمَاعَتِهِمْ فَاِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيْطُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ رَوَاهُ الشَّافِعِیُّ وَالْبَيْهَقِیُّ فِی الْمَدْخَلِ وَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ

(۲۱۴) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ اس بندے کو ہرا بھرا رکھے جو میرا کلام سنے' اسے یاد رکھے' خیال رکھے اور پہنچا دے ۱؎ کیونکہ بہت سے فقہ اٹھانے والے خود غیر فقیہ ہیں اور بہت لوگ اپنے سے بڑے فقیہ تک فقہ اٹھاتے ہیں ۲؎ مسلمانوں کا دل تین چیزوں پر خیانت نہیں کرتا ۳؎ اللہ کیلئے عمل خالص کرنا ۴؎ مسلمانوں کی خیرخواہی اور ان کی جماعت کو لازم پکڑنا ۵؎ کیونکہ ان کی دعا ماسوا کو شامل ہے ۶؎ اسے شافعی اور بیہقی نے مدخل میں روایت کیا احمد ترمذی' ابوداؤد'

https://archive.org/details/@madni_library

وَالدَّارِمِیُّ عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ اِلَّا اَنَّ التِّرْمِذِیَّ وَ اَبُوْدَاوُدَ لَمْ یَذْکُرْ اَثَلٰثٌ لَا یَغُلُّ عَلَیْھِنَّ اِلٰی اٰخِرِہٖ

ابن ماجہ اور دارمی نے زید ابن ثابت سے روایت کیا مگر ترمذی اور ابوداؤد نے ثلث لا یغل الخ کا ذکر نہ کیا۔

(۲۱۴)۱؎ یہ حدیث تا قیامت محدثین کو شامل ہے یعنی اللہ تعالٰی حافظ اور مبلغ حدیث کو دنیا میں پھلا پھولا رکھے اور آخرت میں اس کا چہرہ تروتازہ رکھے اور اس زمرے میں داخل کرے وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ حضور کی یہ دعا قبول ہے' خدام حدیث بفضلہٖ تعالٰی دین و دنیا میں شاد و آباد ہیں جیسا کہ تجربہ بتا رہا ہے' حدیث کا ذکر کرنا حفظ ہے اور یاد رکھنا بھول نہ جانا دعاء' بعض محدثین قرآن کی طرح حدیث بھی یاد کرتے ہیں۔۲؎ اس حدیث میں صراحۃً فرمایا گیا کہ محدث براہ راست حدیث پر عمل نہ کرے ورنہ دھوکا کھائے گا بلکہ مجتہد فقیہ پر پیش کرکے اس کی تقلید کرکے اس کے بتائے ہوئے مطالب پر عمل کرے' فقیہ روحانی طبیب اور محدث روحانی عطار (پنساری) عطار اپنی دکان کی دوائیں حکیم سے پوچھ کر ہی استعمال کرتا ہے اسی لئے قریباً سارے محدثین مقلد ہیں۔اسی حدیث پر عامل ہیں اسی سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہئے جو چندہ ریشوں کے تراجم پڑھ کر تقلید سے منہ پھیر لیتے ہیں۔قرآن و حدیث کے سمندر میں خود چھلانگ نہ لگاؤ کسی امام کے جہاز میں بیٹھ کر پار کرو' فقہ سے مراد وہ حدیث ہے جس سے شرعی احکام مستنبط ہوسکیں۔سرکار کا مقصد شریف یہ ہے کہ بہت دفعہ ایسا ہوگا کہ میری حدیث یاد کرنے والے مسائل استنباط نہ کرسکیں گے اور جنہیں حدیث پہنچے گی ان میں استنباط کی قدرت نہ ہوگی لہٰذا محدث حدیث کو قید نہ کریں بلکہ فقہاء تک پہنچائیں۔خیال رہے کہ حدیث کا مبداء حضور کی ذات اقدس ہے اور منتہٰی فقیہ پر پہنچ کر ہی ختم ہوتا ہے۔۳؎ اس جملہ کی دو تفسیریں ہیں ایک یہ کہ علی بمعنی (ب) ہے یعنی جس دل میں ان تین عملوں میں سے کوئی عمل آجائے تو اس دل میں خیانت کینہ حسد نہیں رہتا۔دوسرے یہ کہ علٰے اپنے ہی معنے میں ہے یعنی مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ ان تین کاموں میں کوتاہی نہیں کرتا پہلے معنی زیادہ قوی ہیں' یہ تین چیزیں دلی بیماریوں کی دوائیں ہیں۔۴؎ کہ نیک اعمال نہ دنیا حاصل کرنے کیلئے کرے نہ جنت پانے اور دوزخ سے بچنے کیلئے محض رب کی رضا کیلئے کرے جب رب راضی ہو جائے سب کچھ حاصل ہے اس طرح کہ بقدر طاقت مسلمانوں کی مدد کرے جو اپنے لئے پسند نہ کرے ان کے لئے بھی پسند نہ کرے عقائد اور نیک اعمال میں ان کے ساتھ رہے۔خلوت پر جلوت کو ترجیح دے اسی لئے اسلام نے جمعہ وعیدین وغیرہ میں جماعت فرض کی۔۶؎ یعنی جماعت مسلمین کی دعا لوگوں کو گمراہی شیطان کے فریق سے محفوظ رکھتی ہے۔جماعت سے الگ رہنے والا ان کی دعا سے محروم ہے کہ مسلمانوں کی دعا حفاظتی قلعہ ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ نَضَّرَ اللّٰہُ اَمْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَیْئًا فَبَلَّغَہٗ کَمَا سَمِعَہٗ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰی لَہٗ مِنْ سَامِعٍ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَرَوَاہُ الدَّارِمِیُّ عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ

(۲۱۵) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ اسے ہرا بھرا رکھے جو ہم سے کچھ سنے۱؎ پھر جیسا سنے ویسا ہی پہنچا دے۲؎ کیونکہ بہت سے پہنچائے ہوئے سننے والے سے زیادہ سمجھدار ہوتے ہیں' اسے ترمذی ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور دارمی نے ابودرداء سے۔

(۲۱۵)۱؎ یعنی مجھ سے یا میرے صحابہ سے میرا یا ان کا کوئی قول یا عمل سنے لہٰذا حدیث چار قسم کی ہوئی حضور کا قول اور فعل' صحابہ کا قول اور فعل' اسی لئے مِنَّا جمع اور شَیْئًا نکرہ ارشاد ہوا۔۲؎ اس طرح کہ مضمون نہ بدلے یا حدیث کے الفاظ میں فرق نہ پیدا ہو خیال رہے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

کہ ابن عمر' مالک ابن انس' سیرین وغیرہم کے نزدیک حدیث کی روایت بالمعنی حرام ہے کیونکہ بسااوقات لفظ کے بدلنے سے معنی بدل جاتے ہیں اور راوی کو خبر نہیں ہوتی اور امام حسن' شعبی' نخعی و مجاہد وغیرہم کے نزدیک روایت بالمعنی جائز کہ راوی حدیث کے الفاظ اس طرح بدل دے کہ معنی نہ بدلیں پہلے قول میں احتیاط ہے' دوسرے میں گنجائش' بہتر یہی ہے کہ الفاظ نہ بدلیں دیکھئے۔حضرت وائل ابن حجر نے نماز کی آمین کے بارے میں فرمایا مدبھا صوتہ بعض راویوں نے اسے رفع بھاصوتہ سے روایت کیا وہ سمجھے کہ دونوں کے معنے ایک ہی ہیں مگر بعد والوں کو دھوکہ لگا کہ شاید اس کے معنی ہیں بلند آواز سے آمین کہی حالانکہ اس کا ترجمہ تھا کہ آمین کھینچ کر الف کے مد کے ساتھ کہی۔روایت بالمعنی میں یہ خطرے ہیں اس لئے فرمایا کہ جیسی سنے ویسی پہنچائے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا الْحَدِيْثَ عَنِّيْ اِلَّا مَا عَلِمْتُمْ فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَجَابِرٍ وَلَمْ يَذْكُرِ اتَّقُوا الْحَدِيْثَ عَنِّيْ اِلَّا مَا عَلِمْتُمْ

(۲۱۶) روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری حدیث روایت کرنے سے بچو سوا ان کے جن کو تم جانتے ہو[۱] کیونکہ جو عمداً مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا آگ کا بنا لے[۲] اسے ترمذی نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود اور جابر سے نقل فرمایا اور اِتَّقُوا الْحَدِيْثَ الخ کا ذکر نہ کیا۔

(۲۱۶)[۱] یقین سے یا گمان غالب سے کہ وہ میری حدیث ہے لہٰذا حدیث متواتر بے دھڑک روایت کرو اور حدیث ضعیف کا ضعف بیان کر کے اور حدیث موضوع کو ہاتھ مت لگاؤ وہاں لوگوں کو بچانے کیلئے یہ بتا سکتے ہو کہ یہ حدیث گھڑی ہوئی ہے اسی بنا پر بعض محدثین نے حتی الامکان حدیث ضعیف کی روایت ہی نہ کی جیسے امام بخاری و مسلم اور بعض نے روایت تو کی مگر بیان ضعف لازم کر لیا جیسے امام ترمذی غرضیکہ حدیث میں بڑی احتیاط چاہئے۔مرقاۃ نے فرمایا کہ تحریر پر اعتماد کر کے روایت حدیث جائز ہے۔[۲] اگرچہ ہر ایک پر جھوٹ باندھنا بہتان اور گناہ ہے مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا بہت گناہ ہے کہ اس سے دین بگڑتا ہے مُتَعَمِّدًا کی قید سے معلوم ہوا کہ خطا پر پکڑ نہیں اگر کسی حدیث کے موضوع ہونے کی خبر نہ ہوئی اور روایت کر دی تو مجرم نہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ فِي الْقُرْاٰنِ بِرَأْيِهٖ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ وَفِيْ رِوَايَةٍ مَنْ قَالَ فِي الْقُرْاٰنِ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۲۱۷) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے وہ اپنا ٹھکانہ آگ سے بنائے[۱] اور ایک روایت میں ہے کہ جو قرآن میں بغیر علم کچھ کہے وہ اپنا ٹھکانہ آگ سے بنائے[۲] (ترمذی)

(۲۱۷)[۱] یعنی قرآن کی تفسیر بالرائے کرنے والا جہنمی ہے۔خیال رہے کہ قرآن کی بعض چیزیں نقل پر موقوف ہیں جیسے شان نزول ناسخ منسوخ تجوید کے قواعد انہیں رائے سے بیان کرنا حرام ہے وہی یہاں مراد ہے اور بعض چیزیں شرعی عقل سے بھی معلوم ہو سکتی ہیں جیسے آیات کے علمی نکات اچھی اور صحیح تاویلیں' پیدا ہونے والے اعتراضات کے جوابات وغیرہ ان میں نقل لازم نہیں غرض کہ قرآن کی تفسیر بالرائے حرام ہے اور تاویل بالرائے علمائے دین کیلئے باعث ثواب یا اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق اور مرقاۃ میں اسی مقام پر دیکھو۔ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ (۴/۸۲) تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں (کنزالایمان) معلوم ہوا

https://archive.org/details/@madni_library

کہ قرآن میں تدبر وتفکر کا حکم ہے۲ اس میں اشارۃً فرمایا کہ علماء کو قرآنی تاویلات کی اجازت ہے جہلا کو یہ بھی حرام اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو فقط ترجمہ قرآن سے غلط مسئلے مستنبط کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔حدیث و قرآن کے فقط ترجمے بغیر فقہ کی روشنی کے عوام کیلئے زہر قاتل ہیں۔

وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ فِي الْقُرْاٰنِ بِرَأْيِهٖ فَاَصَابَ فَقَدْ اَخْطَأَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ)

(۲۱۸) روایت ہے حضرت جندب سے۱ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو قرآن میں اپنی رائے سے کہے پھر ٹھیک بھی کہہ دے تب بھی خطا کر گیا۲ (ترمذی وابوداؤد)

(۲۱۸)۱ آپ کا نام جندب ابن عبداللہ ابن سفیان علقی بجلی ہے،علف قبیلہ بجلی کا ایک بطن ہے مشہور صحابی ہیں۔عبداللہ ابن زبیر کی وفات کے چار سال بعد وفات ہوئی ۲ یعنی اگر عالم قرآن کی' رائے سے تفسیر کرے یا جاہل رائے سے تاویل کرے اور اتفاقاً وہ تفسیر و تاویل درست ہو تب بھی دونوں گناہگار ہوں گے کیونکہ انہوں نے ناجائز کام کیا اور ممکن ہے کہ آئندہ اسی پر دلیر ہو کر غلطی بھی کر جائیں۔علماء فرماتے ہیں کہ تفسیر قرآن کیلئے عالم کو پندرہ علموں میں پوری مہارت چاہیئے تب وہ قرآن کو ہاتھ لگائے ایسا عالم اگر تاویل قرآن میں غلطی بھی کرے تب بھی ثواب پائے گا۔مجتہد کی خطا پر ایک ثواب ہے اور صحت پر دو جیسا کہ آئندہ احادیث میں آئے گا۔ تفسیر و تاویل کا فرق ہم اوپر عرض کر چکے ہیں۔تفسیر میں یقین ہوتا ہے جو نقل پر موقوف ہے تاویل میں ظن غالب۔خیال رہے کہ قرآن کی وہ تاویل جو نقل کے خلاف ہو حرام ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمِرَاءُ فِي الْقُرْاٰنِ كُفْرٌ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۲۱۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن میں جھگڑنا کفر ہے۱ (احمد وابوداؤد)

(۲۱۹)۱ یعنی آیات قرآنیہ کے معانی میں ایسا جھگڑا کرنا جس سے لوگ شک میں مبتلا ہو جائیں قریباً کفر ہے کیونکہ لوگوں کے کفر کا ذریعہ ہے یا متشابہات کی تاویلوں میں جھگڑنا کفران نعمت ہے یا قرآنی آیات اور آیات کی متواتر قرأتوں میں یہ جھگڑا کرنا کہ یہ کلام الٰہی ہیں یا نہیں کفر ہے یا قرآن کو اپنی رائے کے مطابق بنانے میں جھگڑنا کہ ہر ایک اپنی رائے اور ایجاد کردہ مذہب کے مطابق اس کا ترجمہ یا تفسیر کرے یہ کفر ہے بہرحال حدیث بالکل واضح ہے اور اسے مفسرین اور مجتہدین کے اختلاف سے کوئی تعلق نہیں وہ جھگڑا نہیں بلکہ تحقیق ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمًا يَتَدَارَءُوْنَ فِي الْقُرْاٰنِ فَقَالَ اِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِهٰذَا ضَرَبُوْا كِتَابَ اللّٰهِ بَعْضَهٗ بِبَعْضٍ وَّاِنَّمَا نَزَلَ كِتَابُ اللّٰهِ يُصَدِّقُ بَعْضُهٗ بَعْضًا فَلَا تُكَذِّبُوْا بَعْضَهٗ بِبَعْضٍ فَمَا عَلِمْتُمْ مِنْهُ فَقُوْلُوْا وَمَا جَهِلْتُمْ

(۲۲۰) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی۱ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو قرآن میں جھگڑا کرتے سنا۲ تو فرمایا کہ اس حرکت سے تم سے پہلے لوگ ہلاک ہو گئے کہ انہوں نے بعض کتاب کو بعض سے ٹکرایا۳ کتاب اللہ تو اس لئے اتری کہ بعض بعض کی تصدیق کرے لہذا تم بعض کو بعض سے جھٹلاؤ نہیں۴ جس قدر کتاب جانو کہو

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

فَكِلُوْهُ اِلٰى عَالِمِهٖ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ ابْنُ مَاجَةَ جو نہ جانو اسے عالم کے سپرد کرو۵ (احمد ابن ماجہ)

(۲۲۰)۱؎ پہلے بیان کیا جا چکا کہ آپ کا نام عمرو ابن شعیب ابن محمد ابن عبداللہ ابن عمرو ابن عاص' عبداللہ ابن عمرو ابن عاص' صحابی ہیں اوران کے بیٹے محمد تابعی اگر جَدِّہٖ کی ضمیر عمرو کی طرف لوٹے تو یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ عمرو کے دادا محمد تابعی ہیں اور اگر شعیب کی طرف لوٹے تو یہ حدیث متصل ہے کیونکہ شعیب کے دادا عمرو ابن عاص صحابی ہیں غرض کہ مدلس ہے (از مرقاۃ) ۲؎ اس طرح کہ ایک شخص اپنا قول ایک آیت سے ثابت کر رہا ہے اور دوسرا اس کے خلاف دوسری آیت سے جس سے سننے والے کو شبہ پیدا ہو کہ قرآنی آیتیں یکساں نہیں ان میں سخت تعارض واختلاف ہے جیسے ایک کہے کہ خیر وشر اللہ کی طرف سے ہے۔ ربّ فرماتا ہے: قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ اور دوسرا کہے کہ نہیں خیر ربّ کی طرف سے ہے شر ہماری طرف سے' ربّ فرماتا ہے: مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ (۴:۷۹) اے سننے والے! تجھے جو بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچے وہ تیری اپنی طرف سے ہے (کنزالایمان) یہ ہے قرآن میں جھگڑا جو حرام بلکہ کبھی کفر ہے ۳؎ یعنی تعارض دکھایا یہ عیسائی و یہودی وغیرہ تھے جو توریت وانجیل کی آیتوں میں مطابقت نہ کر سکے بہت سے فرقے بنا بیٹھے اور ہر فرقہ ان کتابوں کی بعض آیات سے دلیل پکڑنے لگا اللہ محفوظ رکھے ۴؎ کتاب اللہ سے مراد یا قرآن شریف ہے یا ساری آسمانی کتب پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں یعنی قرآنی آیات آپس میں مخالف نہیں بلکہ یکساں ہیں اگر تعارض معلوم ہو تو ہماری سمجھ کا قصور ہے یا ہم تاریخ سے بے خبر ہیں۔ ناسخ منسوخ کو نہیں پہچانتے یا ہم آیتوں کے معانی کو صحیح نہ سمجھے ۵؎ سبحان اللہ کیا نفیس تعلیم ہے کہ جاہل قرآن کی تفسیر کو ہاتھ نہ لگائے جب بے علم مریض کا علاج نہیں کرتا' انجن کی مشین کو ہاتھ نہیں لگاتا بلکہ ناتجربہ کار حجام سر نہیں مونڈتا تو ہر بے خبر تفسیر قرآن کو کیوں ہاتھ لگائے۔

لطیفہ: کسی نے ایک عالم سے کہا کہ قیامت کا دن کتنا بڑا ہے قرآن اسے ایک ہزار سال کا بھی کہتا ہے اور پچاس ہزار سال کا بھی حدیث نے تو غضب ہی کر دیا' وہ فرماتی ہے کہ چار رکعت نماز پڑھنے کے بقدر ہوگا نہ قرآن کا اعتبار نہ حدیث کا العیاذ باللہ۔ عالم نے فرمایا کہ قرآن وحدیث صحیح ہیں تیری سمجھ غلط وہ دن ایک ہزار برس کا ہے لیکن کفار کو تکلیف کی وجہ سے پچاس ہزار سال کا اور مومن کو راحت کی وجہ سے دس منٹ کا محسوس ہوگا جیسے ایک ہی رات بیمار کو لمبی' تندرست کو چھوٹی اور جو محبوب کے پاس گزارے اسے منٹوں کی محسوس ہوتی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ لِكُلِّ اٰيَةٍ مِّنْهَا ظَهْرٌ وَّبَطْنٌ وَلِكُلِّ حَدٍّ مُّطَّلَعٌ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ

(۲۲۱) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قرآن سات طریقوں پر اترا ۱؎ ان میں سے ہر آیت کا ظاہر بھی ہے باطن بھی ۲؎ اور ہر ظاہر و باطن کی ایک حد ہے جہاں سے اطلاع ہے ۳؎ (شرح سنہ)

(۲۲۱)۱؎ طریقوں سے مراد یا تو عربی لغتیں ہیں چونکہ عرب میں سات قبیلے فصاحت و بلاغت میں مشہور تھے قریش ثقیف' طے ہوازن' منديل یمنی تمیم اور ان کی زبانوں کا آپس میں کچھ اختلاف تھا جیسے دہلی اور لکھنؤ والوں کی اردو میں قدرے فرق ہے۔ نزول قرآن قریش کی زبان میں ہوا جو دوسرے قبیلوں پر قدرے بھاری تھی اس لئے ان کو اجازت دی گئی کہ اپنی اپنی زبانوں میں تلاوت کریں۔ زمانہ نبوی میں عام تلاوت قرشی زبان میں ہوتی تھی مگر بعض لوگ دوسری قرأتوں میں بھی تلاوت کرتے تھے۔ حضور کے پردہ

https://archive.org/details/@madni_library

فرمانے کے بعد یہ اختلاف فساد کا باعث بننے لگا عہد عثمانی میں جب قرآن پاک کو کتابی شکل میں جمع کیا گیا تو لغت قریش کو ملحوظ رکھا گیا جس میں قرآن کا نزول ہوا تھا باقی قرأتیں ختم کردی گئیں تاکہ مسلمانوں میں یہود ونصاریٰ کا سا اختلاف نہ ہو اس میں قرآن کی تبدیلی نہ تھی بلکہ فتنہ کا دفع کرنا تھا جیسے فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ (۱۷'۲۳) تو ان سے ہوں نہ کہنا (کنزالایمان) میں لفظ اُفٍّ لغت قریش میں الف کے پیش ف کے شد اور زیروتنوین سے ہے دیگر لغتوں میں الف کے زبر یا زیر ف کا زبر یا زیر بغیر تنوین شد اور بغیر شد کے ہے' معنی ایک ہیں' لفظوں میں اتنا اختلاف یا اس سے مراد سات قرأتیں ہیں یَا مَالِكِ مَلِكِ مَلِيْكِ يَوْمِ الدِّيْنِ وغیرہ یا مطلب یہ ہے کہ سات معانی پر اترا امر' نہی' مثالیں' قصے' وعدے وعیدیں اور نصیحتیں یا سات چیزیں لے کر اترا عقائد' احکام' اخلاق' حرام حلال' محکم' متشابہ اور بھی اس کی بہت سی تفسیریں کی گئی ہیں۲؎ یعنی قرآن کی ہر آیت ظاہری مراد بھی ہے اور باطنی بھی' ظاہری مراد اس کا لفظی ترجمہ ہے باطنی مراد اس کا منشا اور مقصد یا ظاہر شریعت ہے اور باطن طریقت یا ظاہر احکام ہیں اور باطن اسرار یا ظاہر وہ ہے جس پر ہر علماء مطلع ہیں اور باطن وہ ہے جس سے صوفیائے کرام خبردار ہیں یا ظاہر وہ جو نقل سے معلوم ہو' باطن وہ جو کشف سے معلوم ہو جیسے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ (۹'۱۲۳) اے ایمان والو! جہاد کرو ان کافروں سے جو تمہارے قریب ہیں (کنزالایمان) اس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ اپنے قریبی کافروں پر لوہے کی تلوار وغیرہ سے جہاد کرو باطن یہ ہے کہ قریبی کافر اپنے نفس امارہ پر مجاہدے کی تلوار اور اعانت یاد سے جہاد کرو۳؎ حَدٌّ مَّطَّلَعٌ وہ پہاڑ کی چوٹی یا اونچا ٹیلہ ہے جہاں سے دور تک چیزیں دیکھی جاسکیں یعنی قرآن کے ظاہر و باطن معلوم کرنے کے علیحدہ مقامات ہیں چنانچہ اس کا ظاہر علماء سے اور باطن مشائخ سے معلوم ہوتا ہے یا ظاہر قال سے باطن حال سے یا ظاہر نحو سے باطن فنا سے اور محو سے یا ظاہر کتابوں سے باطن کسی کی نظر سے۔شعر:

دین مجو اندر کتب اے بے خبر علم وحکمت از کتب دین از نظر
صد کتاب وصد ورق در نار کن روئے دل را جانب دلدار کن

غرض کہ جیسے قرآن کے ظاہر کے الفاظ میاں جی سے در تجوید قاری سے' حفظ حافظ سے' معنی عالم سے' احکام مجتہد سے سیکھے جاتے ہیں ایسے ہی اس کے اسرار مشائخ سے حاصل کئے جائیں ہر ایک کا حد مطلع علیحدہ ہے۔خیال رہے کہ مشائخ وہ حضرات ہیں جو شریعت و طریقت کے جامع ہوں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانے ہوں' آپ کے دین کے سچے مبلغ ہوں' وہ جاہل صوفی جو فقط میراثی ولی بنے بیٹھے ہیں۔فاسق و فاجر ہیں وہ مراد نہیں۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعِلْمُ ثَلٰثَةٌ اٰيَةٌ مُّحْكَمَةٌ اَوْسُنَّةٌ قَائِمَةٌ اَوْ فَرِيْضَةٌ عَادِلَةٌ وَمَا كَانَ سِوٰى ذٰلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ

(۲۲۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علم تین ہیں' ظاہر آیتیں' ثابت و مضبوط سنت ان کے برابر فریضہ۱؎ جو ان کے سوا ہیں وہ زیادتی ہے۲؎ (ابوداؤد وابن ماجہ)

(۲۲۲)۱؎ یعنی علم دین ان چیزوں کا جاننا ہے' احکام کی غیر منسوخ آیتیں مع تفصیل اور صحیح غیر منسوخ حدیثیں' اجماع امت اور قیاس جو کتاب وسنت کی طرح واجب العمل ہیں۔خیال رہے کہ یہاں فریضہ سے مراد علم فرائض (میراث) نہیں کہ وہ کتاب وہ سنت میں آگیا بلکہ فقہ ہی مراد ہے عَادِلَةٌ بمعنی عدیل ومثل (مرقاۃ واشعہ)۲؎ یعنی ان تین کے علاوہ باقی علوم علم دین نہیں بلکہ زائد یا فضل ہیں۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

خیال رہے کہ صرف ونحو وغیرہ قرآن وحدیث سمجھنے کیلئے ہیں اور اصول حدیث وغیرہ ان علوم کے خدام جو ان کو اپنا مقصود بنا لے بڑا بے وقوف ہے' شعر

علم دین فقہ است تفسیر وحدیث ہر کہ جوید غیر ازیں باشد خبیث

وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَ شْجَعِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُصُّ اِلَّا اَمِيْرٌ اَوْ مَامُوْرٌ اَوْ مُخْتَالٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ وَفِيْ رِوَايَتِهٖ اَوْ مُرَآءٍ بَدَلَ اَوْ مُخْتَالٌ

(۲۲۳) روایت ہے حضرت عوف ابن مالک اشجعی سے۱ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قصہ گوئی نہیں کرتے مگر حاکم یا محکوم یا متکبر۲ اسے ابوداؤد نے روایت کیا اور دارمی نے حضرت عمرو ابن شعیب سے انہوں نے اپنے والد اور انہوں نے اپنے دادا سے اور ان کی روایت میں مختال کی بجائے ریاکار ہے۔

(۲۲۳)۱ آپ مشہور صحابی ہیں' جنگ خیبر میں حضور کے ساتھ فتح مکہ کے دن قبیلہ اشجع کا پرچم آپ کے ہاتھ میں تھا۔ شام میں رہے اور ۷۳ھ میں وہیں وفات ہوئی۔۲ اصطلاح میں سیاسی لیکچر اور عام خطابوں کو قصہ گو کہا جاتا ہے جس میں احکام شرعیہ کی تبلیغ ہوا سے وعظ نصیحت کہتے ہیں آج کل کے عام مروجہ وعظ قصے ہیں اور واعظین قاص' یعنی سیاسی لیکچر یا بادشاہ کرتے ہیں یا ان کے ماتحت حکام یا سیاسی متکبر لیڈر قوم میں اپنا وقار بڑھانے کیلئے' علماء کا یہ کام نہیں علماء کا وعظ شرعی احکام کا چشمہ اور تبلیغ کا منبع ہونا چاہئے یہ حدیث ہدایت کا گنجینہ ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اُفْتِيَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ اِثْمُهٗ عَلٰى مَنْ اَفْتَاهُ وَمَنْ اَشَارَ عَلٰى اَخِيْهِ بِاَمْرٍ يَعْلَمُ اَنَّ الرُّشْدَ فِيْ غَيْرِهٖ فَقَدْ خَانَهٗ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۲۲۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو بے علم فتویٰ دے اس کا گناہ فتویٰ لینے والے پر ہے۱ اور جو اپنے بھائی کو کسی چیز کا مشورہ یہ جانتے ہوئے دے کہ درستی اس کے علاوہ میں ہے اس نے اس کی خیانت کی۲ (ابوداؤد)

(۲۲۴) اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جو شخص علماء کو چھوڑ کر جاہلوں سے مسئلہ پوچھے اور وہ غلط مسئلہ بتائیں تو پوچھنے والا بھی گنہگار ہوگا کہ یہ عالم کو چھوڑ کر اس کے پاس کیوں گیا نہ یہ پوچھتا نہ وہ غلط بتاتا اس صورت میں اُفتِیَ بمعنی استفتی ہے۔ دوسرے یہ کہ جس شخص کو غلط فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے اس صورت میں پہلا افتی مجہول ہے خلاصہ یہ ہے کہ بے علم کو مسئلہ شرعی بیان کرنا سخت جرم ہے۔۲ یعنی اگر کوئی مسلمان کسی سے مشورہ کرے اور وہ دانستہ غلط مشورہ دے تاکہ وہ مصیبت میں گرفتار ہو جائے تو وہ مشیر پکا خائن ہے خیانت صرف مال ہی میں نہیں ہوتی راز' عزت' مشورے تمام میں ہوتی ہے۔

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْاُغْلُوْطَاتِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۲۲۵) روایت ہے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معموں سے منع فرمایا۱ (ابوداؤد)

(۲۲۵)۱ یعنی عوام پر فقہی معمے پیش کرنا اور انہیں حل نہ کرنا یا علماء کا ایک دوسرے کو ذلیل کرنے اور اپنی فوقیت ظاہر کرنے کیلئے شرعی معمے پوچھنا ناجائز ہے کہ یہ مومن کی ایذا کا سبب ہے' طالبعلموں سے ان کا ذہن تیز کرنے کیلئے استاد کا فقہی معمے پوچھنا بالکل جائز ہے جیسے یہ پوچھنا کہ وہ کون سا سفر ہے جس میں قصر نہیں یا وہ کون سی صورت ہے کہ نمازی اپنے گھر میں وقت نماز قصر پڑھے یا وہ کون

https://archive.org/details/@madni_library

سی صورت ہے کہ نماز پڑھی جائے تو نہ ہو بعد میں خود بخود ہو جائے یا وہ کون بزرگ ہیں جن کی اپنی عمر چالیس سال بیٹے کی ایک سو بیس سال اور پوتے کی نوے سال اور تینوں بیک وقت زندہ ہیں اس قسم کے بہت سے معمے علامہ شامی وغیرہ نے ارشاد فرمائے' اس سے ذہن تیز کرنا مقصود ہے نہ کہ کسی کو ذلیل کرنا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَالْقُرْاٰنَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ فَاِنِّیْ مَقْبُوْضٌ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۲۳۶) روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علم میراث اور قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کہ میری وفات ہونے والی ہے[1] (ترمذی)

(۲۳۶)[1] یعنی میں تم میں ہمیشہ رہوں گا نہیں میری وفات سے پہلے قرآن حکیم کے سارے احکام خصوصاً علم میراث مجھ سے سیکھ لو اور تمہارے بعد والے تم سے۔ چونکہ علم میراث سے عدل و انصاف قائم ہے تمام علوم کا تعلق زندگی سے ہے اور اس کا تعلق موت سے' نیز قرب قیامت یہ علم دنیا سے اٹھالیا جائے گا اس لئے خصوصیت سے اس کے سیکھنے کی تاکید فرمائی۔

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَشَخَصَ بِبَصَرِهٖ اِلَی السَّمَآءِ ثُمَّ قَالَ هٰذَا اَوَانٌ یُخْتَلَسُ فِیْهِ الْعِلْمُ مِنَ النَّاسِ حَتّٰی لَا یَقْدِرُوْا مِنْهُ عَلٰی شَیْءٍ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۲۲۷) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ سرکار نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی پھر فرمایا کہ یہ وہ وقت ہے جب علم لوگوں سے اٹھالیا جائے گا حتیٰ کہ کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے[1] (ترمذی)

(۲۲۷)[1] علم سے علم دین مراد ہے اور یہ واقعہ قیامت کے قریب ہوگا' جب مال بڑھ جائے گا' علم دین گھٹ جائے گا بلکہ فنا ہو جائے گا کہ علماء وفات پا جائیں گے اور پیدا نہ ہوں گے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور کی نگاہ صدہا سال بعد آنے والے واقعات کو بھی ملاحظہ فرمالیتی ہے ان کیلئے معدوم موجود کھلی چھپی سب چیزیں یکساں ہیں کہ فرمارہے ہیں هٰذَا اَوَانٌ جیسے ہم خیال اور خواب میں اگلی پچھلی چیزیں شکلوں میں دیکھ لیتے ہیں بادشاہ مصر نے آنے والے قحط کے سال گائے اور بالیوں کی شکل میں خواب دیکھے' انبیاء ان کے طفیل سے بعض اولیاء کی نگاہیں ہمارے خواب و خیال سے زیادہ تیز ہوتی ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں' شعر:

اب بلکہ قبل از زادن تو سالہا　　　　مرا ترا بینند بچندیں حالہا

حضور نے معراج میں دوزخیوں کے وہ عذاب ملاحظہ فرمالئے جو بعد قیامت ہوں گے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رِوَایَةً یُوْشِكُ اَنْ یَّضْرِبَ النَّاسُ اَكْبَادَ الْاِبِلِ یَطْلُبُوْنَ الْعِلْمَ فَلَا یَجِدُوْنَ اَحَدًا اَعْلَمَ مِنْ عَالِمِ الْمَدِیْنَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَفِیْ جَامِعِهٖ قَالَ ابْنُ عُیَیْنَةَ اَنَّهٗ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَمِثْلُهٗ عَنْ عَبْدِالرَّزَّاقِ قَالَ اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسٰی وَسَمِعْتُ ابْنَ عُیَیْنَةَ اَنَّهٗ قَالَ هُوَ الْعُمَرِیُّ الزَّاهِدُ وَاسْمُهٗ عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ

(۲۲۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے[1] کہ لوگ تلاش علم کرتے ہوئے اونٹوں کی سینہ کوبی کریں گے تو مدینہ کے ایک عالم سے بڑا کوئی عالم نہ پائیں گے[2] اسے ترمذی نے روایت کیا اور جامعہ ترمذی میں ہے کہ ابن عیینہ نے فرمایا کہ وہ مالک ابن انس ہیں اور ایسے ہی عبدالرزاق سے روایت ہے۔[3] اسحاق ابن موسیٰ نے فرمایا کہ میں نے ابن عیینہ کو سنا وہ فرماتے ہیں کہ وہ عمری زاہد ہیں ان کا نام عبدالعزیز ابن عبداللہ ہے[4]

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(۲۲۸)۱؎ یعنی یہ قول ان کا اپنا نہیں بلکہ حضور کا فرمان ہے۔ حدیث مرفوع ہے موقوف نہیں ۲؎ یعنی بعد قریب ہی لوگ تلاش علم میں ہر طرف سفر کریں گے اور مدینہ منورہ میں ایک ایسا عالم ہوگا کہ اس کے مقابلے میں اس وقت مدینہ میں بھی کوئی عالم نہ ہوگا چہ جائیکہ اور جگہ ۳؎ یعنی ان دو بزرگوں کی رائے ہے کہ اس عالم سے مراد حضرت امام مالک ہیں کہ آپ امام مذہب ہیں' امام شافعی کے استاذ ہیں۔ خیال رہے کہ یہ اس وقت کے لحاظ سے ہے ورنہ امام مالک سے پہلے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ وغیرہم بڑے بڑے علماء گزرے۔ ۴؎ آپ کا نام عبداللہ ابن حفص ابن خطاب ہے مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ یہ واقعہ قریب قیامت ہوگا جبکہ علم دین مدینہ منورہ میں محدود ہو جائے گا واللہ اعلم۔

وَعَنْهُ فِيْمَا اَعْلَمُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَاْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۲۲۹) روایت ہے انہی سے میری دانست میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ۱؎ کہ فرمایا یقیناً اللہ تعالٰی اس امت کے لئے ہر سو برس پر ایک مجدد بھیجتا رہے گا جو ان کا دین تازہ کرے گا ۲؎ (ابوداؤد)

(۲۲۹)۱؎ یہ کلام کسی نیچے کے راوی کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے یہ حدیث حضور سے روایت کی ان کا اپنا قول نہیں ۲؎ یعنی اس امت کی یہ خصوصیت ہے کہ یوں تو اس میں ہمیشہ ہی علماء اور اولیاء ہوتے رہیں گے لیکن ہر صدی کے اول یا آخر میں خصوصی مصلحین پیدا ہوتے رہیں گے جو سنتوں کو پھیلائیں گے بدعتوں کو مٹائیں گے غلط تاویلوں کو دور کریں گے صحیح تبلیغ کریں گے۔ خیال رہے کہ اس حدیث کی بنا پر بہت لوگوں نے اپنے خیال کے مطابق مجدد گنائے ہیں کہ پہلی صدی میں فلاں دوسری میں فلاں بہت مفسدوں نے بھی اپنے آپ کو مجدد کہا مرزا غلام احمد قادیانی پہلے مجدد ہی بنا تھا پھر نبی' حق یہ ہے کہ اس سے نہ کوئی خاص شخص مراد ہے نہ کوئی خاص جماعت کبھی اسلامی بادشاہ' کبھی محدثین' کبھی فقہاء' کبھی صوفیاء' کبھی اغنیاء' کبھی بعض حکام دین کی تجدید کریں گے کبھی ایک کبھی ان کی جماعتیں' جو دین کی یہ خصوصی خدمت کرے وہی مجدد ہے جیسے ایک زمانہ میں حضرت سلطان محی الدین اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے اسلام سے اکبری بدعات کو دور فرمایا اور جیسے قطب الوقت حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ یا اس زمانہ میں عالم اعلٰی حضرت مولانا شاہ احمد رضا صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کہ انہوں نے اپنی زبان اور قلم سے حق و باطل کو چھانٹ کر دکھا دیا۔

وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعُذْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلْفٍ عُدُوْلُهٗ يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ وَ تَاْوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ كِتَابِ الْمَدْخَلِ مُرْسَلًا وَ سَنَذْكُرُ حَدِيْثَ جَابِرٍ فَاِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالِ فِيْ بَابِ التَّيَمُّمِ اِنْشَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

(۲۳۰) روایت ہے حضرت ابراہیم ابن عبدالرحمٰن عذری سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس علم کو ہر پچھلی جماعت میں سے پرہیزگار لوگ اٹھاتے رہیں گے ۲؎ جو غلو والوں کی تبدیلیاں اور جھوٹوں کی دروغ بیانیاں اور جاہلوں کی ہیر پھیر اس سے دور کرتے رہیں گے ۳؎ اسے بیہقی نے مدخل میں مرسلًا روایت کیا ۴؎ ہم حضرت جابر کی حدیث فانما شفاء العی الخ انشاء اللہ تعالٰی باب التیمم میں ذکر کریں گے۔

https://archive.org/details/@madni_library

(۲۳۰)اِعذری بنی خزاعہ کا ایک قبیلہ ہے جو عذرہ ابن سعد کی اولاد میں ہے غالبًا یہ صحابی ہیں اور اگر تابعی ہیں تو یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ صحابی کا نام رہ گیا۲اس میں غیبی بشارت ہے کہ تاقیامت میرے دین میں علمائے خیر پیدا ہوتے رہیں گے جو علم دین کو پڑھتے پڑھاتے اور تبلیغ کرتے رہیں گے۔ خیال رہے کہ گزشتہ صالحین کو سلف اور پچھلوں کو خلف کہا جاتا ہے لہٰذا ہر جماعت صالحین اگلوں کے لحاظ سے خلف اور پچھلوں کے لحاظ سے سلف ہے۳یعنی مسلمانوں میں بعض جاہل علماء کی شکل میں نمودار ہوکر قرآن و حدیث کی غلط تاویلیں اور معنوی تحریفیں کردیں گے وہ مقبول جماعت ان تمام چیزوں کو دفع کرے گی الحمدللہ آج تک ایسا ہورہا ہے اور آئندہ بھی ایسا ہوگا دیکھ لو علمائے دین کی سرپرستی نہ حکومت کرتی ہے نہ قوم لیکن پھر بھی یہ جماعت پیدا ہورہی ہے اور خدمت دین برابر کررہی ہے۔ بارك الله فيهم ۵معلوم ہوا کہ ابراہیم ابن عبدالرحمٰن تابعی ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَآءَهُ الْمَوْتُ وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لِيُحْيِيَ بِهِ الْاِسْلَامَ فَبَيْنَهُ وَ بَيْنَ النَّبِيِّيْنَ دَرَجَةٌ وَّاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۲۳۱) روایت ہے حضرت حسن سے ۱مرسلًا فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے موت اس حال میں آئے کہ وہ اسلام زندہ کرنے کیلئے علم سیکھ رہا ہو۲تو جنت میں اس کے اور نبیوں کے درمیان ایک درجہ ہوگا۳(دارمی)

(۲۳۱)اِفن حدیث میں جب حسن مطلق بولا جائے تو اس سے خواجہ حسن بصری مراد ہوتے ہیں۔آپ کے والد کا نام ابوسعید ہے وہ زید ابن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ کے غلام تھے ان کے والد یسار کو ربیع بنت نظیر نے آزاد کیا تھا' خواجہ حسن بصری مدینہ منورہ میں عہد فاروقی میں فاروق اعظم کی شہادت سے دو سال پہلے پیدا ہوئے۔حضرت عمر فاروق نے اپنے دست مبارک سے ان کی تحنیک (یعنی پہلا پھیہ) کی آپ کی والدہ ام المومنین حضرت ام سلمہ کی لونڈی تھی' بارہا حضرت ام سلمہ نے ان کی والدہ کی غیر موجودگی میں ان کو اپنا شیر مبارک پلایا ہے اسی کی برکت سے آپ اتنے بڑے عالم اور امام وقت ہوئے' شہادت عثمان کے بعد بصرے آگئے تھے' آپ نے بہت سے صحابہ سے ملاقات کی ہے اپنے وقت کے امام' بڑے متقی پرہیزگار تھے رجب ۱۱۰ھ میں مقام بصرہ میں آپ کا وصال ہوا وہیں مدفون ہیں' آپ کی قبر شریف زیارت گاہ عوام و خواص ہے (اکمال) فقیر نے قبر انور کی زیارت کی ہے۲ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد وہ طالبعلم ہے جو عالم دین نہ بن سکا پہلے ہی موت آگئی جب اس کی یہ فضیلت ہے تو علمائے دین کا کیا پوچھنا یا اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو عالم دین ہیں مگر علم سے سیر نہیں ہوتے ہمیشہ مطالعہ کتب صحبت علماء سے اپنا علم بڑھاتے رہتے ہیں اور ہمیشہ اپنے کو طالبعلم سمجھتے رہتے ہیں اور یہ سب کچھ خدمت دین کی نیت سے کرتے ہیں۳یعنی انہیں انبیاء سے بہت قرب نصیب ہوگا اعلیٰ علیین میں وہ حضرات ان کے نیچے یہ علماء کیونکہ یہ دنیا میں وارثین انبیاء تھے' خیال رہے کہ بعض مومن جنت میں انبیاء کے ساتھ رہیں گے۔رب فرماتا ہے: اُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ الآیہ مگر یہ ہمراہی ایسی ہوگی جیسے بادشاہ کے خدام خاص اس کے ساتھ کوٹھی میں رہتے ہیں کہ یہ بادشاہ نہیں بن جاتے ایسے ہی یہ حضرات نبی کے درجہ پر نہ ہوں گے بلکہ خادم خاص لہٰذا حدیث اور آیات قرآنی بالکل واضح ہیں۔

وَعَنْهُ مُرْسَلًا قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ (۲۳۲) روایت ہے انہی سے مرسلًا فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلَيْنِ كَانَا فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَحَدُهُمَا كَانَ عَالِمًا يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ ثُمَّ يَجْلِسُ فَيُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَيْرَ وَالْاٰخَرُ يَصُوْمُ النَّهَارَ وَيَقُوْمُ اللَّيْلَ اَيُّهُمَا اَفْضَلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ هٰذَا الْعَالِمِ الَّذِيْ يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ ثُمَّ يَجْلِسُ فَيُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَيْرَ عَلَى الْعَابِدِ الَّذِيْ يَصُوْمُ النَّهَارَ وَيَقُوْمُ اللَّيْلَ كَفَضْلِيْ عَلٰى اَدْنَاكُمْ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دوشخصوں کے بارے میں پوچھا گیا جو بنی اسرائیل میں تھے ایک تو عالم تھا۲ جو صرف فرائض پڑھتا تھا پھر بیٹھ جاتا تھا' لوگوں کو علم سکھاتا ۳ اور دوسرا دن کو روزہ رکھتا رات بھر عبادت میں کھڑا رہتا۴ ان دونوں میں بہتر کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عالم جو صرف فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا پھر لوگوں کو علم دین سکھاتا اس کی بزرگی اس عابد پر جو دن کو روزہ اور رات کو قیام کرتا۵ ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر۶ (دارمی)

(۲۳۲)۱ خواجہ حسن بصری صحابی کا ذکر یا تو اس لئے چھوڑتے ہیں کہ حدیث کے راوی بہت صحابہ ہوتے ہیں کس کس کا نام لیں یا اس لئے کہ انہیں حدیث کی صحت پر یقین ہوتا ہے۔ غرض کہ ان جیسے بزرگوں کا ارسال معتبر ہے اور ان کی مرسل روایتیں مقبول (از مرقاۃ)۲ یعنی اس کا علم عبادت پر غالب تھا اور زیادہ اوقات علمی خدمات میں گزارتے تھے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ خیال رہے کہ یا تو ان دو شخصوں کے واقعے عرب میں مشہور تھے یا حضور نے ہی بیان فرمائے ہوں گے۳ علم سے علم دین مراد ہے خواہ پڑھاتا تھا یا دینی کتب تصنیف کرتا تھا یا دونوں کام۴ یعنی صائم الدھر اور قائم اللیل تھا شاید ان کے دین میں یہ جائز ہوگا اسلام میں سال میں پانچ روزے حرام ہیں' شوال کی پہلی اور بقرعید کی دسویں سے تیرہویں تک۵ جواب میں اتنی دراز عبادت کا فرمانا عالم کی شان لوگوں کے ذہن نشین کرانے کیلئے ہے ورنہ اتنا کافی تھا کہ پہلا دوسرے سے افضل ہے۶ اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ یہ مثال نوعیت کے بیان کیلئے ہے یعنی جس قسم کی بزرگی مجھ کو تم پر حاصل ہے اس قسم کی بزرگی عالم کو عابد پر ہے جیسے رب نے فرمایا: مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ (۲۴:۳۵) اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے (کنزالایمان) لہذا اس سے یہ لازم نہیں کہ عالم نبی کے برابر ہو جائے۔ خیال رہے کہ علم دین یا فرض عین ہے یا فرض کفایہ اور زیادہ عبادت نفل ہے نیز عالم کا نفع مخلوق کو ہے اور عابد کا نفع صرف اپنے کو لہذا عالم عابد سے افضل ہے۔ آدم علیہ السلام عالم تھے' فرشتے' لاکھوں سال کے عابد مگر سجدہ عابدوں نے عالم کو کیا۔

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّجُلُ الْفَقِيْهُ فِي الدِّيْنِ اِنِ احْتِيْجَ اِلَيْهِ نَفَعَ وَ اِنِ اسْتُغْنِيَ عَنْهُ اَغْنٰى نَفْسَهٗ (رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

(۲۳۳) روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ عالم دین بہت اچھا ہے اگر اس کی ضرورت پڑے تو نفع پہنچائے اگر اس سے بے پروائی ہو تو اپنے کو بے نیاز رکھے۱ (رزین)

(۲۳۳)۱ یعنی نہ متکبر بنے نہ محتاج' لوگوں کی ضرورت پر دل و جان سے حاضر ہو جائے اور جب لوگ اسے نہ چاہیں ان پر نہ گرے امیر غریب کے دروازہ پر بہتر مگر غریب امیر کے دروازہ پر برا مرقاۃ میں ہے کہ عالم باعمل کا چرچا ملکوت میں ہوتا ہے۔ فرشتے اسے عظیم کہتے ہیں یعنی بڑا آدمی' خیال رہے کہ جس عالم میں تین باتیں جمع ہوں وہ زمانہ کا سردار ہوگا علم دین کامل' قناعت اور استغناء' اعمال صالحہ۔

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنْ عِكْرَمَةَ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ حَدِّثِ النَّاسَ كُلَّ جُمُعَةٍ مَّرَّةً فَاِنْ اَبَيْتَ فَمَرَّتَيْنِ فَاِنْ اَكْثَرْتَ فَثَلٰثَ مَرَّاتٍ وَلَا تُمِلَّ النَّاسَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَلَا اُلْفِيَنَّكَ تَاْتِي الْقَوْمَ وَهُمْ فِيْ حَدِيْثٍ مِّنْ حَدِيْثِهِمْ فَتَقُصُّ عَلَيْهِمْ فَتَقْطَعُ عَلَيْهِمْ حَدِيْثَهُمْ فَتُمِلُّهُمْ وَلٰكِنْ اَنْصِتْ فَاِذَا اَمَرُوْكَ فَحَدِّثْهُمْ وَهُمْ يَشْتَهُوْنَهٗ وَانْظُرِ السَّجْعَ مِنَ الدُّعَاءِ فَاجْتَنِبْهُ فَاِنِّيْ عَهِدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَهٗ لَا يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۳۴) روایت ہے حضرت عکرمہ سے[۱] کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ لوگوں کو ہفتہ میں ایک دفعہ وعظ سناؤ اگر نہ مانو دو دفعہ اگر بہت ہی کرو تو تین بار اس قرآن سے لوگوں کو اکتا نہ دو[۲] میں تمہیں ایسا ہرگز نہ پاؤں کہ تم کسی قوم پر پہنچو جو اپنی کسی بات میں مشغول ہوں تو وعظ شروع کرکے ان کی بات کاٹ دو کیونکہ تم انہیں اکتا دو گے بلکہ خاموش رہو جب وہ خود عرض کریں تو انہیں حدیث سناؤ کہ وہ شوق رکھتے ہوں[۳] اور خیال رکھنا کہ دعا میں قافیہ دار عبارت سے بچنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو ایسا نہ کرتے ہوئے پایا[۴] (بخاری)

(۲۳۴)[۱] آپ کا نام عکرمہ کنیت ابوعبداللہ بربر کے رہنے والے ہیں، حضرت ابن عباس کے آزاد کردہ غلام ہیں مکہ مکرمہ کے فقیہ ترین تابعی ہیں، آپ کی وفات ۱۰۷ھ میں ہوئی، ۸۰ سال عمر پائی (اکمال) عکرمہ ابن ابوجہل اور ہیں جہاں عکرمہ مطلق آتا ہے۔ وہاں آپ ہی مراد ہوتے ہیں[۲] یعنی روزانہ وعظ نہ سناؤ ہفتہ میں ایک یا دو یا تین بار سناؤ پھر بھی اتنی دیر وعظ نہ کہو کہ لوگ سیر ہو جائیں بلکہ ان کا شوق باقی ہو کہ ختم کر دو۔ سبحان اللہ کیا نفیس ٹریننگ ہے ان حضرات کی مجلسیں گویا نارمل سکول بھی تھیں جن میں سیکھنا سکھانا سب بتایا جاتا تھا۔ اس سے بلا ضرورت چار چار گھنٹے وعظ کہنے والے واعظین عبرت پکڑیں۔ خیال رہے کہ یہ ارشاد وہاں ہے جہاں لوگ اکتاتے ہوں لیکن اگر شائق ہیں تو نہ روز وعظ کرنا برا نہ دیر تک، مدرسوں میں تعلیم قرآن کے درس روزانہ ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فجر سے مغرب تک وعظ فرمایا عالم کو چاہئے کہ لوگوں کے شوق کا اندازہ رکھے[۳] یہ دوسری نصیحت ہے جس پر واعظ کو کاربند رہنا چاہئے کہ جہاں لوگ کلام یا کام میں مشغول ہوں تو ان کے کلام و کام بند نہ کر دو، وعظ شروع نہ کر دو کہ اس صورت میں اگرچہ وہ کچھ نہ کہیں مگر دل میں تکلیف محسوس کریں گے نیز اس میں علم اور عالم کی اہانت بھی ہے اس سے وہ واعظین عبرت پکڑیں جو تیز لاؤڈ سپیکروں پر آدھی آدھی رات تک تقریریں کرکے مزدوروں، بیماروں کو پریشان کرتے ہیں، ساری بستی کو جگاتے ہیں، دیکھا گیا ہے کہ پھر عوام حکومت کو درخواستیں دیتے ہیں جس پر دفعہ ۱۴۴ نافذ کی جاتی ہے کتنی بڑی ذلت اور علم کی توہین ہے اگر یہ واعظین اسی فرمان پر عمل کرتے تو یہ نوبت کیوں آتی حکام اور افسران خود ان سے علم سیکھنے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے[۴] یعنی دعاؤں میں بتکلف مقفی عبارت مت استعمال کرو کیونکہ خشوع و خضوع نہ رہے گا، دھیان اچھی عبارت بنانے پر رہے گا اس بارگاہ عالی پر عجز و نیاز دیکھا جاتا ہے نہ کہ زبان کی ادبیت، خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر دعائیں مقفی ہیں مگر یہ تکلف سے نہیں بنائی گئیں بلکہ اس افصح الفصحا کی زبان مبارک سے بے تکلف اور بے بناوٹ ادا ہوئی ہیں لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں یہاں تکلف کی ممانعت ہے۔ شعر:

اس کی پیاری فصاحت پہ بے حد درود — اس کی دل کش بلاغت پہ لاکھوں سلام
بے بناوٹ ادا پر ہزاروں درود — بے تکلف ملاحت پہ لاکھوں سلام
میٹھی میٹھی عبارت پہ شیریں درود — اچھی اچھی اشارت پہ لاکھوں سلام

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمِ فَاَدْرَكَهٗ كَانَ لَهٗ كِفْلَانِ مِنَ الْاَجْرِ فَاِنْ لَّمْ يُدْرِكْهُ كَانَ لَهٗ كِفْلٌ مِّنَ الْاَجْرِ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۲۳۵) روایت ہے حضرت واثلہ ابن اسقع سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جوعلم طلب کرے پھر پا بھی لے تو اسے ثواب کا دوہرا حصہ ہے ۲؎ لیکن اگر نہ پا سکے تو اسے ثواب کا اکہرا حصہ ہے ۳؎ (دارمی)

(۲۳۵) ۱؎ آپ قبیلہ بنی لیث سے ہیں، غزوہ تبوک کے موقع پر اسلام لائے، تین سال حضور کی خدمت کی، اہل صفہ سے تھے، حضور کے بعد اولاً بصرے میں پھر شام کی بستی بلاط میں رہے جو دمشق سے تین کوس دور ہے، سو سال کی عمر میں بیت المقدس میں وفات پائی وہیں دفن ہوئے رضی اللہ عنہ ۲؎ ایک علم طلب کرنے کا دوسرا پا لینے کا کیونکہ یہ دونوں عبادتیں ہیں ۳؎ یا تو زمانہ طالبعلمی میں مر جائے تکمیل کا موقع نہ ملے یا اس کا ذہن کام نہ کرے مگر وہ لگا رہے تب بھی ثواب پائے گا جیسے مجتہد اگر صحیح اجتہاد کرے تو دوہرا ثواب اور اگر غلطی کرے تو ایک اجر۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهٖ وَحَسَنَاتِهٖ بَعْدَ مَوْتِهٖ عِلْمًا عَلَّمَهٗ وَنَشَرَهٗ وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهٗ اَوْ مُصْحَفًا وَرَّثَهٗ اَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ اَوْ بَيْتًا لِّابْنِ السَّبِيْلِ بَنَاهُ اَوْ نَهْرًا اَجْرَاهُ اَوْ صَدَقَةً اَخْرَجَهَا مِنْ مَّالِهٖ فِىْ صِحَّتِهٖ وَحَيٰوتِهٖ تَلْحَقُهٗ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهٖ

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۲۳۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اعمال و نیکیاں مومن کو بعد موت بھی پہنچتی رہتی ہیں ان میں سے وہ علم ہے جسے سکھا گیا اور پھیلایا گیا ۱؎ اور نیک اولاد جو چھوڑ گیا ۲؎ یا قرآن شریف جس کا وارث بنا گیا ۳؎ یا مسجد یا مسافر خانہ جو بنا گیا ۴؎ یا نہر جو جاری کر گیا یا خیرات جسے اپنے مال سے اپنی تندرستی و زندگی میں نکال گیا ۵؎ کہ یہ چیزیں اسے مرنے کے بعد بھی پہنچتی رہتی ہیں ۶؎۔

(ابن ماجہ، بیہقی فی شعب الایمان)

(۲۳۶) ۱؎ زبان سے یا قلم سے کہ اپنے کامل شاگرد اور بہترین تصنیفات چھوڑیں جب تک مسلمان ان سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے اسے ثواب پہنچتا رہے گا ۲؎ خواہ اولاد کو نیک بنا کر گیا یا اس کے مرنے کے بعد اولاد نیک ہوگئی دونوں صورتوں میں اسے ثواب ملتا رہے گا ۳؎ اس طرح کہ اپنے ہاتھ سے قرآن لکھ کر یا خرید کر چھوڑ گیا اسی حکم میں تمام دینی کتب ہیں ۴؎ کوشش سے یا اپنے پیسہ یا اپنے ہاتھ سے اسی حکم میں مدرسے اور خانقاہیں بھی ہیں ۵؎ تندرستی کی اس لئے قید لگائی کہ مرض الموت میں خیرات کرنے کا آدھا ثواب ہے کیونکہ اس وقت خود اپنے کو مال کی حاجت نہیں رہتی اس میں تمام صدقہ جاریہ آ گئے جیسے کنویں کھدوانا، نلکے لگوانا، ہسپتال بنا جانا وغیرہ ۶؎ بعض تا قیامت بعض اس سے کم جس قدر صدقہ کا بقا اسی قدر اس کا اجر۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَوْحٰى اِلَىَّ اَنَّهٗ مَنْ سَلَكَ مَسْلَكًا فِىْ طَلَبِ الْعِلْمِ سَهَّلْتُ لَهٗ طَرِيْقَ الْجَنَّةِ وَمَنْ سَلَبْتُ كَرِيْمَتَيْهِ اَثَبْتُهٗ

(۲۳۷) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ عزوجل نے مجھے وحی فرمائی ۱؎ کہ جو تلاش علم میں ایک راہ چلتا ہے تو میں اس پر جنت کا ایک راہ آسان کر دوں گا ۲؎ اور جس کی دو پیاری چیزیں میں نے لے

https://archive.org/details/@madni_library

عَلَيْهِمَا الْجَنَّةَ وَفَضْلٌ فِيْ عِلْمٍ خَيْرٌ مِّنْ فَضْلٍ فِيْ عِبَادَةٍ وَمِلَاكُ الدِّيْنِ الْوَرَعُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

لوں تو اس کو جنت دوں گا۳ اور علم کی زیادتی عبادت کی زیادتی سے بہتر ہے۴ کارخانہ دین کا نظام پرہیزگاری ہے۵ اسے بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔

(۲۳۷)۱ بطریق الہام یا بذریعہ حضرت جبریل کہ مضمون رب کی طرف سے الفاظ حضور کے اسی کو وحی غیر متلو کہتے ہیں حدیث قدسی اور قرآن میں یہی فرق ہے کہ قرآن کی عبارت اور مضمون سب رب کی طرف سے ہے۲ یعنی جو کسی ذریعہ سے علم طلب کرے خواہ اس کیلئے سفر کرے یا دینی کتابوں کا مطالعہ رکھے وغیرہ اسے دنیا میں عبادت، معرفت وغیرہ جنت کے راستوں کی توفیق ملے گی یا قیامت میں اسے پل صراط سے گزرنا جنت میں پہنچنا آسان ہوگا مرقاۃ نے فرمایا کہ علم کے بغیر جنت کے تمام دروازے بند ہیں، علم دین ان دروازوں کی چابی ہے۳ یعنی میں جس کی آنکھیں بیکار کرکے نابینا کردوں اور وہ اس پر صابر شاکر رہے تو اس صبر پر جنت ملے گی۔ معلوم ہوا کہ دنیوی تکالیف خدا کی رحمتوں کا ذریعہ ہیں بشرط صبر۴ یعنی علم کی تھوڑی زیادتی عبادت کی بہت سی زیادتی پر افضل ہے (اشعہ)۵ خیال رہے کہ زہد اور تقویٰ سے ورع افضل ہے، حرام شبہات طمع اور ریا سے بچنا ہر قسم کی عبادت کرنا ورع ہے صرف حرام سے بچنا تقویٰ غیر متقی آدمی اپنے دین کا انتظام قائم نہیں رکھ سکتا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَدَارُسُ الْعِلْمِ سَاعَةً مِّنَ اللَّيْلِ خَيْرٌ مِّنْ اِحْيَائِهَا (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۲۳۸) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رات میں ایک گھڑی علم کا درس تمام رات بیداری سے افضل ہے۱ (دارمی)

(۲۳۸)۱ ایسے ہی دن میں کچھ دیر علم کا مشغلہ تمام دن کی عبادت سے افضل ہے۔ عبادت سے نفلی عبادات مراد ہیں یہ مطلب نہیں کہ فرائض کو چھوڑ کر علم سیکھے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ عالم دین کی نیند بھی عبادت ہے، علماء فرماتے ہیں کہ تلاوت قرآن سے فقہ سیکھنا افضل ان دونوں کا ماخذ یہ حدیث ہے اس کی وجہ ہم بارہا بیان کرچکے۔ عالم تھوڑی عبادت پر جاہل کی بڑی عبادت سے زیادہ ثواب حاصل کر لیتا ہے۔

لطیفہ: ایک بزرگ پٹنہ سے حج بیت اللہ کیلئے پاپیادہ ہر پانچ قدم پر دو نفل پڑھتے چلے دس سال میں گجرات پہنچے ان کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اگر آپ ہوائی جہاز سے ایک رات میں مکہ معظمہ پہنچ جاتے اور اتنے نوافل وہاں پڑھتے تو ہر رکعت پر ایک لاکھ کا ثواب پاتے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَجْلِسَيْنِ فِيْ مَسْجِدِهٖ فَقَالَ كِلَاهُمَا عَلٰى خَيْرٍ وَّاَحَدُهُمَا اَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهٖ اَمَّا هٰؤُلَاءِ فَيَدْعُوْنَ اللّٰهَ وَيَرْغَبُوْنَ اِلَيْهِ فَاِنْ شَاءَ اَعْطَاهُمْ وَاِنْ شَاءَ مَنَعَهُمْ وَاَمَّا هٰؤُلَاءِ فَيَتَعَلَّمُوْنَ الْفِقْهَ اَوِالْعِلْمَ وَيُعَلِّمُوْنَ الْجَاهِلَ فَهُمْ اَفْضَلُ وَاِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا ثُمَّ جَلَسَ فِيْهِمْ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۲۳۹) روایت ہے عبداللہ ابن عمرو سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد میں دو مجلسوں پر گزرے۱ تو فرمایا کہ یہ دونوں بھلائی پر ہیں مگر ایک مجلس دوسری سے بہتر ہے۲ لیکن یہ لوگ اللہ سے دعا کررہے ہیں اس کی طرف راغب ہیں اگر چاہے انہیں دے چاہے نہ دے۳ لیکن وہ لوگ فقہ و علم خود سیکھ رہے ہیں، ناواقفوں کو سکھا رہے ہیں وہ افضل ہیں۴ میں معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں پھر آپ انہیں میں تشریف فرما ہوئے۵ (دارمی)

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(۲۳۹)؎ یعنی مسجد نبوی شریف میں صحابہ کی دو جماعتیں دو گوشوں میں تھیں ایک گوشہ میں ایک جماعت نوافل و تلاوت وغیرہ عبادت کر رہی تھی دوسرے گوشہ میں دوسری جماعت علمی گفتگو اور سیکھے سبق کی تکرار کر رہی تھی۔حضور نے ان دونوں کو ملاحظہ فرمایا۲؎ یعنی مجلس علم مجلس عبادت سے افضل ہے اس کی وجہ آگے آرہی ہے۳؎ یعنی عابدوں کی محنت اپنی ذات کیلئے ہے جس کی قبولیت اور ثواب یقینی نہیں کیونکہ یہ اللہ کے کرم پر موقوف ہے اس نے ان چیزوں کا وعدہ نہیں فرمایا۔اس حدیث میں معتزلہ کا کھلا ہوا رد ہے کہ وہ عبادت کا ثواب واجب اور ضروری جانتے ہیں۔خیال رہے کہ آیت کریمہ:اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ معنی یہ ہیں کہ تم مجھے پکارو میں جواب دوں گا یا تم مجھ سے دعا کرو،ثواب دوں گا،قبولیت دعا کا وعدہ نہیں لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ۴؎ یعنی اپنے لئے کچھ نہیں مانگتے دین پھیلا رہے ہیں ان کی خدمت یقینی قابل قدر ہے خیال رہے کہ بےعمل عالم اس اندھے چراغ والے کی طرح ہے جو اپنے چراغ سے خود فائدہ نہ اٹھائے مگر لوگ فائدہ اٹھالیں لیکن غیر مقبول عبادت بالکل ہی بیکار جس سے کسی کو فائدہ نہیں لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں بےعمل عالم ایسا ہی ہے جیسے بیمار طبیب اوروں کا علاج کردے۵؎ سبحان اللہ مجلس علم کیسی بابرکت ہے اب بھی سرکار علماء میں تشریف فرما رہتے ہیں انہیں مجلس علم میں ڈھونڈھو۔خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ اول درجہ کے عابد بھی ہیں لیکن حضور کی عبادت عملی تعلیم ہے لہذا آپ نماز پڑھتے ہوئے بھی معلم ہیں اور حضور کی تشریف آوری کا اصل مقصد تعلیم ہے رب فرماتا ہے:وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ(۲،۱۲۹)اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے(کنزالایمان)

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَدُّ الْعِلْمِ الَّذِیْ اِذَا بَلَغَهُ الرَّجُلُ كَانَ فَقِيْهًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَفِظَ عَلٰی اُمَّتِیْ اَرْبَعِيْنَ حَدِيْثًا فِیْ اَمْرِ دِيْنِهَا بَعَثَهُ اللّٰهُ فَقِيْهًا وَ كُنْتُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شَافِعًا وَ شَهِيْدًا

(۲۴۰) روایت ہے حضرت ابودرداء سے فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اس علم کی حد کیا ہے جہاں انسان پہنچے تو عالم ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو میری امت پر چالیس احکام دین کی حدیثیں حفظ کرے اسے اللہ فقیہ اٹھائے گا اور قیامت کے دن میں اس کا شفیع و گواہ ہوں گا۔

(۲۴۰)؎ اس حدیث کے بہت پہلو ہیں،چالیس حدیثیں یاد کرکے مسلمان کو سنانا چھاپ کر ان میں تقسیم کرنا،ترجمہ یا شرح کرکے لوگوں کو سمجھانا،راویوں سے سن کر کتابی شکل میں جمع کرنا سب ہی اس میں داخل ہیں یعنی جو کسی طرح دینی مسائل کی چالیس حدیثیں میری امت تک پہنچادے تو قیامت میں اس کا حشر علمائے دین کے زمرے میں ہوگا اور میں اس کی خصوصی شفاعت اور اس کے ایمان اور تقویٰ کی خصوصی گواہی دوں گا ورنہ عمومی شفاعت اور گواہی تو ہر مسلمان کو نصیب ہوگی اسی حدیث کی بنا پر قریبًا تمام محدثین نے جہاں حدیثوں کے دفتر لکھے وہاں علیحدہ چہل حدیث جسے اربعینیہ کہتے ہیں جمع کیں امام نووی اور شیخ عبدالحق دہلوی کی اربعینیات مشہور ہیں۔فقیر نے بھی اپنی کتاب سلطنت مصطفٰی میں چالیس حدیثیں جمع کی ہیں۔

وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَنْ اَجْوَدُ جُوْدًا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَجْوَدُ

(۲۴۱) روایت ہے انس ابن مالک سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تم جانتے ہو کہ بڑا سخی کون ہے عرض کیا اللہ رسول جانیں۱؎ فرمایا اللہ تعالٰی جو بڑا جواد ہے۲؎ پھر اولاد آدم

https://archive.org/details/@madni_library

جُوْداً ثُمَّ اَنَا اَجْوَدُ بَنِيْ اٰدَمَ وَاَجْوَدُهُمْ مِّنْ بَعْدِيْ رَجُلٌ عَلِمَ عِلْماً فَنَشَرَهٗ يَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمِيْرًا وَّحْدَهٗ اَوْقَالَ اُمَّةً وَاحِدَةً

میں میں بڑا سخی داتا ہوں۳ اور میرے بعد بڑا سخی وہ شخص ہے جو علم سیکھے پھر اسے پھیلائے۴ وہ قیامت میں اکیلا امیر یا فرمایا ایک جماعت ہو کر آئے گا۵

(۲۴۱)۱؎ یہ صحابہ کا ادب ہے کہ نہ تو لا کہا نہ بَلٰی کہ ہاں جانتے ہیں تاکہ حضور پر پیش قدمی نہ ہو جائے اس سے معلوم ہوا کہ حضور کو اللہ سے ملا کر ذکر کرنا اور دونوں ہستیوں کیلئے ایک ہی صیغہ لانا جائز ہے۔ رب فرماتا ہے: اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ (۹،۷۴) اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا (کنزالایمان) لہٰذا یہ کہہ سکتے ہیں اللہ رسول علیم و خبیر ہیں اللہ رسول نے غنی کر دیا اللہ رسول بھلا کریں وغیرہ۲؎ محاورہ عرب میں عموماً سخی اسے کہتے ہیں جو خود بھی کھائے اوروں کو بھی کھلائے جواد وہ جو خود نہ کھائے اوروں کو کھلائے اسی لئے اللہ تعالٰی کو سخی نہیں کہا جاتا ہے۔ سخی کے مقابل بخیل ہے جو خود کھائے اوروں کو نہ کھلائے جواد کا مقابل ممسک ہے جو نہ کھائے نہ کھانے دے۔ اللہ تعالٰی کی تمام دنیوی اخروی نعمتیں دنیا کیلئے ہیں اس کیلئے نہیں۳؎ یہ ارشاد فخراً نہیں شکراً ہے حضور ساری خلقت سے بڑے سخی ہیں چونکہ انسان اشرف الخلق ہے اس لئے اس کا ذکر فرمایا حضور جود الٰہی کے مظہر ہیں رب کی ساری ظاہری و باطنی نعمتیں حضور کے ہاتھوں خلق کو ملتی ہیں۔ خود فرماتے ہیں اللہ دیتا ہے میں بانٹنے والا ہوں اس حدیث میں اللہ تعالٰی اور حضور کی سخاوتیں بغیر قید ذکر ہوئی ہیں اور ظاہر ہے کہ سخی وہی ہو گا جو مالک بھی ہو لہٰذا حضور مالک کونین ہیں۴؎ یہاں رتبہ کی بعدیت مراد ہے نہ کہ زمانہ کی لہٰذا اس میں صحابہ کرام اور تا قیامت علماء داخل ہیں یعنی میری سخاوت کے بعد عالم دین کا درجہ ہے کہ مال کی سخاوت سے علم کی سخاوت افضل ہے اور کیوں نہ ہو کہ حضور ابر رحمت ہیں۔ علمائے دین اس کا تالاب‘ خیال رہے کہ علماء کی سخاوت میں علم کی قید ہے حضور کی سخاوت بے قید علم پھیلانا خواہ درس تدریس کے ذریعہ ہو یا تصنیف کے ذریعہ۵؎ یعنی اس دن عالم دین امام ہو گا اور سارے عابد نمازی شہید وغیرہ اس کے ماتحت کیونکہ جس نے جو نیکی کسی عالم کے بتانے سے کی یا ایک عالم کو سارے مسلمانوں کے برابر ثواب ملے گا سب کے حج جہاد وغیرہم میں اس کا حصہ ہو گا یہ مطلب ہے امت واحدہ ہونے کا رب فرماتا ہے اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً (۱۶،۱۲۰) بے شک ابراہیم ایک امام تھا (کنزالایمان)

وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ مَنْهُوْمٌ فِي الْعِلْمِ لَا يَشْبَعُ مِنْهُ وَمَنْهُوْمٌ فِي الدُّنْيَا لَا يَشْبَعُ مِنْهَا رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ قَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ فِيْ حَدِيْثِ اَبِي الدَّرْدَاءِ هٰذَا مَتْنٌ مَشْهُوْرٌ فِيْمَا بَيْنَ النَّاسِ وَلَيْسَ لَهٗ اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ

(۲۴۲) روایت ہے انہی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو حریص سیر نہیں ہوتے ایک علم کا حریص جو اس سے سیر نہیں ہوتا اور دنیا کا حریص اس سے سیر نہیں ہوتا۱ یہ تینوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں اور فرمایا کہ امام احمد نے ابوالدرداء کی حدیث کے بارے میں فرمایا کہ لوگوں میں اس کا متن مشہور ہے لیکن اس کی اسناد صحیح نہیں۲

(۲۴۲)۱؎ حرص کے معنی ہیں ہمیشہ زیادتی کی خواہش‘ دنیاوی حرص بری ہے‘ دینی حرص اچھی عالم کو علم سے کبھی سیری نہیں ہوتی یہ اللہ کی نعمت ہے۔ رب فرماتا ہے: قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (۲۰،۱۱۴) عرض کرو کہ اے میرے رب مجھے علم زیادہ دے (کنزالایمان) دنیا دار دنیا سے سیر نہیں ہوتا جیسے جلندھر کا بیمار پانی سے۔ خیال رہے کہ یہ سب اپنے لئے ہیں‘ حضور امت کیلئے یہ ان سے لے کر سیر نہیں ہوتے۔ حضور دے کر سیر نہیں ہوتے۔ رب فرماتا ہے: حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ (۹،۱۲۸) تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے (کنزالایمان) لفظ ایک

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ہے معنی علیحدہ ۲؎ امام نووی نے اپنی چہل حدیث میں فرمایا کہ ابوالدرداء کی حدیث بہت اسنادوں سے مروی ہے جو ساری ضعیف ہیں مگر اسنادوں کی کثرت اور علماء کے قبول کر لینے کی وجہ سے حدیث قوی ہوگئی کیونکہ تعدد اسناد سے ضعیف حسن بن جاتی ہے نیز فضائل واعمال میں حدیث ضعیف مقبول ہے (از مرقاۃ واشعۃ اللمعات)

وَعَنْ عَوْنٍ قَالَ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ صَاحِبُ الْعِلْمِ وَصَاحِبُ الدُّنْيَا وَلَايَسْتَوِيَانِ اَمَّا صَاحِبُ الْعِلْمِ فَيَزْدَادُ رَضِيً لِلرَّحْمٰنِ وَاَمَّا صَاحِبُ الدُّنْيَا فَيَتَمَادٰى فِي الطُّغْيَانِ ثُمَّ قَرَأَ عَبْدُاللّٰهِ كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى قَالَ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓاءُ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۲۴۳) روایت ہے حضرت عون سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا حضرت عبداللہ ابن مسعود نے کہ دو حریص سیر نہیں ہوتے علم والا اور دنیا والا مگر دونوں برابر نہیں ۲؎ علم والا تو اللہ کی رضامندی بڑھا لیتا ہے اور دنیا والا سرکشی میں بڑھ جاتا ہے ۳؎ پھر حضرت عبداللہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی خبردار ہو یقیناً انسان سرکشی کرتا ہے اس لئے کہ اپنے کو بے پروا جانتا ہے فرماتے ہیں اور دوسرے کے بارے میں فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں اللہ سے علماء ہی ڈرتے ہیں ۴؎ (دارمی)

(۲۴۳) ۱؎ آپ تابعی ہیں، آپ نے حضرت ابن عباس، ابن مسعود، ابوہریرہ سے روایتیں لیں اور آپ سے امام زہری اور امام ابوحنیفہ نے روایتیں لیں ۲؎ منہوم نہم سے بمعنی کھانے کی زیادہ رغبت یعنی طالب علم اور طالب دنیا حریص دونوں ہیں مگر انجام میں فرق ہے ۳؎ صوفیاء کی اصطلاح میں دنیا وہ ہے جو رب سے غافل کرے منافقوں کی نماز دنیا تھی اور عثمان غنی کا مال عین دین وہی یہاں مراد ہے لہٰذا حضرت سلیمان علیہ السلام، عثمان غنی اور امام ابوحنیفہ جیسے مالداروں کو دنیادار نہیں کہا جا سکتا ان کا مال رضائے رحمان کا ذریعہ ہے۔ ۴؎ یعنی یہ میں محض اپنی رائے سے نہیں کہتا بلکہ رب تعالی نے دنیا دار کے مال کو زیادتی طغیانی اور عالم کے علم کو زیادتی رحمت کا سبب بتایا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُنَاسًا مِّنْ اُمَّتِيْ سَيَتَفَقَّهُوْنَ فِي الدِّيْنِ وَيَقْرَءُ وْنَ الْقُرْاٰنَ يَقُوْلُوْنَ نَاْتِي الْاُمَرَآءَ فَنُصِيْبُ مِنْ دُنْيَاهُمْ وَنَعْتَزِلُهُمْ بِدِيْنِنَا وَلَيَكُوْنُ ذٰلِكَ كَمَا لَا يُجْتَنٰى مِنَ الْقَتَادِ اِلَّا الشَّوْكُ كَذٰلِكَ لَا يُجْتَنٰى مِنْ قُرْبِهِمْ اِلَّا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَاحِ كَاَنَّهٗ يَعْنِي الْخَطَايَا (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۲۴۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت کے کچھ لوگ علم دین سیکھیں گے اور قرآن پڑھیں گے کہیں گے کہ ہم امیروں کے پاس جائیں، ان کی دنیا لے آئیں اپنا دین بچا لائیں ۱؎ لیکن ایسا نہ ہو سکے گا جیسے ببول کے درخت سے کانٹے ہی چنے جاتے ہیں ایسے ہی امیروں کے قرب سے (محمد ابن صباح نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ) خطائیں ہی چنی جائیں گی ۲؎ (ابن ماجہ)

(۲۴۴) ۱؎ یعنی بعض علماء و قاری صاحبان بلاضرورت طمع نفسانی کی خاطر اور مال و عزت حاصل کرنے کیلئے فاسق مالداروں اور حکام کے پاس جانا آنا ونشست و برخاست رکھیں گے محض دنیا کی غرض سے ۲؎ ہماری شرح سے معلوم ہوگیا کہ امیروں سے فاسق اور بے دین امیر مراد ہیں۔ ان کے پاس علماء کا آنا جانا دین کیلئے خطرناک ہے کہ وہ ان سے اپنی مرضی کے مطابق غلط فتوے حاصل کرتے ہیں جیسا کہ آج دیکھا جا رہا ہے کہ فساق مالدار انتخاب کے موقعوں پر ووٹوں کیلئے عالموں اور پیروں کا ناجائز استعمال لیتے ہیں دین دار امیروں کے پاس دینی فائدے کیلئے علماء کا جانا جائز بلکہ بڑا فائدہ مند ہے۔ یوسف علیہ السلام عزیز مصر کے افسر مال رہے آپ کی برکت

https://archive.org/details/@madni_library

سے عزیز کو ایمان اور دنیا کو قحط سے امان مل گئی۔ قاضی امام یوسف ہارون رشید بادشاہ کے قاضی القضاۃ رہے آپ کی برکت سے بادشاہ کو تقوٰی نصیب ہوا اور دنیا علم سے مالا مال ہوگئی۔ یہ واقعات اس حدیث کے خلاف نہیں محمد ابن مسلمہ فرماتے ہیں کہ پاخانے پر بیٹھنے والی مکھی امیروں اور حاکموں کے دروازہ پر جانے والے عالم و قاری سے اچھی ہے کہ وہ نجاست لے کر آتی ہے اور یہ دین دے کر اور ظلم لے کر آتے ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْعِلْمِ صَانُوا الْعِلْمَ وَوَضَعُوْهُ عِنْدَ اَهْلِهٖ لَسَادُوْا بِهٖ اَهْلَ زَمَانِهِمْ وَلٰكِنَّهُمْ بَذَلُوْهُ لِاَهْلِ الدُّنْيَا لِيَنَالُوْا بِهٖ مِنْ دُنْيَا هُمْ فَهَانُوْا عَلَيْهِمْ سَمِعْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ جَعَلَ الْهُمُوْمَ هَمًّا وَاحِدًا هَمَّ اٰخِرَتِهٖ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّ دُنْيَاهُ وَمَنْ تَشَعَّبَتْ بِهِ الْهُمُوْمُ اَحْوَالُ الدُّنْيَا لَمْ يُبَالِ اللّٰهُ فِيْ اَيِّ اَوْدِيَتِهَا هَلَكَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مِنْ قَوْلِهٖ مَنْ جَعَلَ الْهُمُوْمَ اِلٰى اٰخِرِهٖ

(۲۴۵) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ اگر علماء محفوظ رکھتے ۱؎ اور اسے اہل ہی پر پیش کرتے ۲؎ تو اس کی برکت سے اپنے زمانہ والوں کے سردار ہو جاتے ۳؎ مگر انہوں نے علم دنیا داروں کیلئے خرچ کیا تاکہ اس سے ان کی دنیا کمائیں اس سے وہ ان پر ہلکے ہو گئے ۴؎ میں نے تمہارے نبی کو فرماتے سنا کہ جو تمام غموں کو ایک آخرت کا غم بنالے اللہ اسے دنیا کے غموں سے کافی ہو گا اور جسے دنیا کے غم ہر طرف لئے پھریں تو اللہ اس کی پروا بھی نہ کرے گا کہ کون سی جنگ میں ہلاک ہوا ۵؎ اسے ابن ماجہ نے روایت کیا اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمر سے جہاں سے روایت کی من جعل الخ

(۲۴۵) ۱؎ یعنی علم کو ذلت اور اہانت سے بچاتے اس طرح کہ خود طمع اور لالچ میں دنیاداروں کے دروازے پر دھکے نہ کھاتے کہ عالم کی ذلت سے علم کی ذلت ہے اور علم کی بے حرمتی دین کی ذلت ہے ۲؎ یعنی قدردانوں اور شریف الطبع لوگوں کو علم سکھاتے ۳؎ اس طرح کہ بادشاہ ان کے قدموں کے نیچے اور ان کے احکام ان کے قلموں کے نیچے ہوتے۔ ربّ کا وعدہ ہے: وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (۵۸:۱۱) اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا (کنزالایمان) ۴؎ معلوم ہوتا ہے کہ تابعین میں لالچی اور حریص عالم پیدا ہو چکے تھے جنہیں دیکھ کر صحابہ یہ فرما رہے ہیں ۵؎ سبحان اللہ تجربہ بھی اس حدیث کی تائید کرتا ہے اللہ تعالٰی کسی مسلمان کو دو غم اور دو فکریں نہیں دیتا جس دل میں آخرت کا غم و فکر ہے انشاء اللہ اس میں دنیا کا غم و فکر نہیں آتا دنیاوی تکلیفیں اگر آ بھی جائیں تو دل ان کا اثر نہیں لیتا کلوروفارم سونگھا دینے سے آپریشن کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ اللہ تعالٰی غم آخرت نصیب کرے۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ یہی کلوروفارم سونگھے ہوئے تھے جس کی وجہ سے کربلا کی مصیبتیں خندہ پیشانی سے جھیل گئے۔

وَعَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰفَةُ الْعِلْمِ النِّسْيَانُ وَاِضَاعَتُهٗ اَنْ تُحَدِّثَ بِهٖ غَيْرَ اَهْلِهٖ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ مُرْسَلًا)

(۲۴۶) روایت ہے حضرت اعمش سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علم کی آفت بھول جانا ہے اور اس کی بربادی یہ ہے کہ نااہل پر بیان کرو ۲؎ اسے دارمی نے مرسلاً روایت کیا۔

(۲۴۶) ۱؎ آپ کا نام سلیمان کنیت ابومحمد اسدی ہے، کوفی ہیں، عظیم الشان تابعی ہیں، حضرت انس بن مالک سے ملاقات کی ہے، ۱۳۰۰ حدیثیں آپ سے منقول ہیں، ۷۰ سال جماعت کی تکبیر اولی سے نماز پڑھی، امام حسین کی شہادت کے دن پیدائش ہے، ۱۴۸ھ میں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وفات ہوئی۔ آپ کو سید المحدثین کہا جاتا ہے لیکن مائل برفض تھے (اشعۃ اللمعات) ۲؎ یعنی جیسے مال وصحت بعض آفتوں سے برباد ہو جاتے ہیں ایسے ہی علم بھولنے سے برباد ہو جاتا ہے لہٰذا عالم کو چاہئے کہ علم کا مشغلہ رکھے' کتب بینی چھوڑ نہ دے' حافظہ کمزور کرنے والی عادتوں اور چیزوں سے بچے علامہ شامی نے فرمایا کہ چھ چیزیں حافظہ کمزور کرتی ہیں' چوہے کا جھوٹا کھانا' جوں پکڑ کر زندہ چھوڑ دینا' ٹھہرے پانی میں پیشاب کرنا' علک گوند چبانا' کھٹا سیب کھانا' سیب کے چھلکے چبانا (نوٹ) جو کوئی بعد نماز داہنا ہاتھ سر پر رکھ کر اکیس بار یاقوی پڑھ کر دم کرلیا کرے انشاء اللہ اس کا حافظہ قوی ہوگا۔ خیال رہے کہ یہاں نااہل سے وہ لوگ مراد ہیں جو علم کی باریکیاں سمجھ نہ سکیں یہ لوگ علم پڑھ کر دنیا میں فساد ہی پھیلائیں گے جیسا کہ آج مشاہدہ ہو رہا ہے۔

وَعَنْ سُفْيَانَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لِكَعْبٍ مَنْ اَرْبَابُ الْعِلْمِ قَالَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ بِمَا يَعْلَمُوْنَ قَالَ فَمَا اَخْرَجَ الْعِلْمَ مِنْ قُلُوْبِ الْعُلَمَآءِ قَالَ الطَّمَعُ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۲۴۷) روایت ہے حضرت سفیان سے ۱؎ کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب سے ۲؎ فرمایا کہ اہل علم کون لوگ ہیں فرمایا جو اپنے علم پر عمل کرتے ہیں فرمایا کہ علماء کے دل سے علم کس چیز نے نکال دیا فرمایا لالچ نے ۳؎ (دارمی)

(۲۴۷) ۱؎ آپ کا نام سفیان ابن سعید ہے' قبیلہ ثور کے ہیں' کوفی ہیں' جلیل القدر تابعی ہیں' ائمہ مجتہدین اور قطب عالمین میں سے ہیں' ۹۹ھ میں پیدا ہوئے ۱۶۱ھ میں بصرے میں وفات پائی ۲؎ آپ کا لقب کعب احبار ہے' توریت کے بڑے عالم تھے' بنی اسرائیل کے سردار تھے' حضور کا زمانہ پایا مگر دیدار نہ ہوا' عہد فاروقی میں اسلام لائے' حضرت عمر' صہیب و عائشہ صدیقہ سے روایتیں لیں۔ خلافت عثمانیہ میں ۳۲ھ میں مقام حمص میں وفات پائی' وہیں دفن ہوئے شاندار تابعی ہیں ۳؎ حضرت کعب احبار نے یہ دونوں باتیں غالبًا توریت شریف سے دیکھ کر بیان فرمائیں۔ حضرت فاروق اعظم نے یہ ہی پوچھا تھا کہ توریت میں کسے عالم کہا گیا ہے۔ علم نکل جانے سے مراد ہے' علم کے انوار کا نکل جانا طماعی عالم حق بیان نہیں کرسکتا جیسا آج دیکھا جارہا ہے۔

وَعَنِ الْاَحْوَصِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشَّرِّ فَقَالَ لَا تَسْأَلُوْنِيْ عَنِ الشَّرِّ وَسَلُوْنِيْ عَنِ الْخَيْرِ يَقُوْلُهَا ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ اَلَا اِنَّ شَرَّ الشَّرِّ شِرَارُ الْعُلَمَآءِ وَاِنَّ خَيْرَ الْخَيْرِ خِيَارُ الْعُلَمَآءِ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۲۴۸) روایت ہے حضرت احوص ابن حکیم سے ۱؎ وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں کہ کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے برائی کی بابت پوچھا ۲؎ تو فرمایا کہ مجھ سے برائی کی بابت نہ پوچھو بھلائی کے متعلق پوچھو تین بار فرمایا ۳؎ پھر فرمایا آگاہ رہو کہ بدترین شریر برے علماء ہیں اور اچھوں سے اچھے بہترین علماء ہیں ۴؎ (دارمی)

(۲۴۸) ۱؎ تابعی ہیں حضرت انس' عبداللہ ابن یسر سے ملاقات کی ہے' روایات میں ضعیف ہیں' ان کے والد حکیم ابن عمیر صحابی ہیں ۲؎ یعنی گناہ اور اس کے اسباب کیا ہیں اور اس سے بچنے کا ذریعہ کیا۔ خیال رہے کہ نیکیاں کرنے کیلئے جاننا چاہئیں اور گناہ بچنے کیلئے علماء فرماتے ہیں کہ کفریات سیکھنا فرض ہے تاکہ ان سے بچو ۳؎ یعنی صرف برائیاں ہی نہ پوچھا کرو' بھلائی بھی پوچھا کرو ۴؎ کیونکہ عالم کے بگڑنے سے عالم بگڑ جاتا ہے اور عالم کے سنبھلنے سے عالم سنبھل جاتا ہے' عالم مسلمانوں کے جہاز کا کپتان ہے' ترے گا سب کو لے کر اور ڈوبے گا تو سب کو لے کر آج جتنے فرقے مسلمانوں میں بنے سب علماء سوء کی مہربانی سے اور اس کے باوجود اسلام اصلی رنگ میں موجود ہے' علمائے خیر کی برکت سے۔

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ اِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ عِنْدَاللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَالِمٌ لَا يُنْتَفَعُ بِعِلْمِهٖ (رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ)

(۲۴۹) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بدتر درجہ والا وہ عالم ہے جس کے علم سے نفع حاصل نہ کیا جائے ۱؎ (دارمی)

(۲۴۹) ۱؎ یعنی لوگ اس کے علم سے فائدہ نہ اٹھائیں، نہ مسائل بیان کرے نہ کوئی دینی کتاب لکھے یا یہ مطلب ہے کہ خود نفع حاصل نہ کرے یعنی عالم بے عمل، علم درخت ہے عمل اس کا پھل، بڑا بدنصیب وہ شخص ہے جو اپنے درخت کا پھل خود نہ کھائے، جاہل بے عمل کو ایک عذاب ہے اور عالم بے عمل کو سات گنا عذاب جیسا کہ روایت میں ہے۔

وَعَنْ زِيَادِ بْنِ حُدَيْرٍ قَالَ قَالَ لِیْ عُمَرُ هَلْ تَعْرِفُ مَايَهْدِمُ الْاِسْلَامَ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ يَهْدِمُهٗ ذَلَّةُ الْعَالِمِ وَجِدَالُ الْمُنَافِقِ بِالْكِتَابِ وَحُكْمُ الْاَئِمَّةِ الْمُضِلِّيْنَ (رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ)

(۲۵۰) روایت ہے حضرت زیاد ابن حدیر سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمر نے فرمایا کہ کیا جانتے ہو کہ اسلام کو کیا چیز ڈھاتی ہے ۲؎ میں نے کہا نہیں فرمایا اسلام کو عالم کی لغزش منافق کا قرآن میں جھگڑنا اور گمراہ کن سرداروں کی حکومت تباہ کرے گی ۳؎ (دارمی)

(۲۵۰) ۱؎ آپ کی کنیت ابومغیرہ ہے، قبیلہ بنی اسد سے ہیں، کوفہ کے رہنے والے ہیں، تابعی ہیں، حضرت عمر و علی سے احادیث لیں ۲؎ یعنی اسلام کی عزت لوگوں کے دل سے دور کرتی ہے ۳؎ یعنی جب علماء آرام طلبی کی بنا پر کوتاہیاں شروع کر دیں، مسائل کی تحقیق میں کوشش نہ کریں اور غلط مسئلے بیان کریں، بے دین علماء کی شکل میں نمودار ہو جائیں، بدعتوں کو سنتیں قرار دیں، قرآن کریم کو اپنی رائے کے مطابق بنائیں اور گمراہ لوگوں کے حاکم بنیں اور لوگوں کو اپنی اطاعت پر مجبور کریں تب اسلام کی ہیبت دلوں سے نکل جائے گی، جیسا آج ہو رہا ہے بعض نے فرمایا کہ عالم کی لغزش سے مراد ان کا فسق و فجور میں مبتلا ہو جانا ہے، عالم کا عمل بھی تبلیغ ہونا چاہئے۔

وَعَنِ الْحَسَنِ قَالَ الْعِلْمُ عِلْمَانِ فَعِلْمٌ فِی الْقَلْبِ فَذَاكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَعِلْمٌ عَلَی اللِّسَانِ فَذَٰلِكَ حُجَّةُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَلٰی ابْنِ اٰدَمَ (رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ)

(۲۵۱) روایت ہے حضرت حسن سے فرماتے ہیں علم دو طرح کے ہیں، ایک علم دل میں یہ علم فائدہ مند ہے ۱؎ دوسرا علم صرف زبان پر یہ انسان پر اللہ کی حجت ہے ۲؎ (دارمی)

(۲۵۱) ۱؎ یعنی علم دین کی دو نوعیتیں ہیں، ایک وہ جس کا نور عالم کے دل میں اتر جائے جس سے قلب روشن اور قالب مطیع ہو جائے، یہ علم عالم کو نفع دے گا اور دوسروں کو بھی ایسے عالم کا وعظ بلکہ اس کی صحبت اکسیر ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ عالم کے دل میں خوف خدا اور محبت جناب مصطفیٰ، آنکھوں میں تری زبان پر اللہ کا ذکر رہتا ہو۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ علم بغیر تصوف فسق ہے اور تصوف بغیر علم بے دینی ۲؎ یعنی جب عالم صرف باتیں تو اچھی کرے مگر اس کا اپنا دل نور سے اور بدن اثر علم سے خالی ہو یہ علم قیامت میں عالم کے الزام کھا جانے کا ذریعہ ہوگا کہ رب فرمائے گا تو سب کچھ جانتا تھا پھر گمراہ اور بدعمل کیوں بنا؟ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جس علم میں تصوف کی چاشنی نہ ہو وہ علم لسانی وراثت شیطانی ہے آدم علیہ السلام کا علم قلبی تھا شیطان کا لسانی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِعَائَيْنِ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهٗ فِيْكُمْ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهٗ قُطِعَ هٰذَا

(۲۵۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کے دو برتن محفوظ کئے ایک تو تم میں پھیلا دیا اور دوسرا اگر اسے پھیلاؤں تو یہ کاٹ ڈالا جائے یعنی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

الْبُلْعُوْمُ يَعْنِي مَجْرَى الطَّعَامِ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) گلا۱(بخاری)

(۲۵۲)۱یعنی مجھے حضور سے دو قسم کے علم ملے ایک علم شریعت جو میں نے تمہیں بتا دیا' دوسرا علم اسرار وطریقت وحقیقت کہ اگر وہ ظاہر کروں تو عوام نہ سمجھیں اور مجھے بے دین سمجھ کر قتل کر دیں یا ایک علم احکام دوسرے علم اخبار جس میں ظالم حاکموں اور بے دین سرداروں کے نام موجود ہیں اگر میں بتاؤں تو ان کی ذریت مجھے ہلاک کر دے' حضرت ابوہریرہ کبھی کنایۃً اشارۃً کچھ کہہ دیتے تھے چنانچہ دعا مانگا کرتے تھے کہ خدایا مجھے ۶۰ھ کے فتنوں اور لونڈوں کی حکومت سے پناہ دے چنانچہ ۶۰ھ میں امیر معاویہ کی وفات ہوئی' یزید پلید تخت نشین ہوا اس دعا میں ان دو واقعات کی طرف اشارہ تھا آپ کی یہ دعا قبول ہوئی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات سے ایک سال قبل انتقال فرمایا۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ شرعی مسئلے بے دھڑک بیان کئے جائیں مگر تصوف کے اسرار نااہل کو نہ بتائے جائیں دوسرے یہ کہ غیر ضروری چیزیں جن کے اظہار سے فتنہ پھیلتا ہو ہرگز ظاہر نہ کی جائیں۔ تیسرے یہ کہ اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب کو علوم غیبیہ عطا فرمائے حضور کے ذریعہ صحابہ کرام کو بھی جب حضرت ابوہریرہ کے علم کا یہ حال ہے تو حضرات خلفائے راشدین کے علوم تو ہماری سمجھ سے بالا ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ مَنْ عَلِمَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ بِهٖ وَمَنْ لَّمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ فَاِنَّ مِنَ الْعِلْمِ اَنْ تَقُوْلَ لِمَا لَا تَعْلَمُ اللّٰهُ اَعْلَمُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِنَبِيِّهٖ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۲۵۳) روایت ہے حضرت عبداللہ سے فرمایا اے لوگو! جو کوئی کچھ جانتا ہو تو بیان کر دے اور جو نہ جانتا ہو وہ کہہ دے اللہ جانے۱ کیونکہ علم یہ ہی ہے جسے تم نہ جانو تو کہہ دو اللہ جانے۲ اللہ تعالٰی نے اپنے نبی سے فرمایا کہ فرما دو میں نبوت پر تم سے اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں سے ہوں۳ (مسلم' بخاری)

(۲۵۳)۱یہ حدیث موقوف ہے یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعود کا اپنا فرمان مقصد یہ ہے کہ کوئی عالم اپنی بے علمی ظاہر کرنے میں شرم نہ کرے اگر کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو گھڑ کر نہ بتائے ہمارے بے علمی علم سے زیادہ ہے۔ رب فرماتا ہے: وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (۱۷:۸۵) اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا (کنزالایمان) فرشتوں نے عرض کیا تھا لَا عِلْمَ لَنَا حضرت علی سے سرمنبر کوئی مسئلہ پوچھا گیا آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں وہ گستاخ بولا کہ آپ بے علمی کے باوجود منبر پر کیوں کھڑے ہو گئے؟ آپ نے فرمایا کہ میں بقدر علم منبر پر چڑھا ہوں اگر بقدر جہالت چڑھتا تو آسمان پر پہنچ جاتا (مرقاۃ) ۲یعنی اپنی بے علمی جاننا بھی علم ہے' اپنی جہالت سے ناواقف ہونا' جہل مرکب مفتیان کرام فتوے کے آخر میں لکھتے ہیں اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ وہ یہاں سے اخذ ہے۳ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اولین وآخرین سب سے بڑے عالم' تمام جہان کے معلم ہیں' مگر انہیں حکم دیا گیا جس چیز کا علم آپ کو اب تک نہ دیا گیا ہو بتکلف نہ بتائیں چنانچہ حضور سے اصحاب کہف کی تعداد پوچھی گئی نہ بتائی کیونکہ اس کا علم بعد میں عطا ہوا۔ حضرت عمر سے سوال ہوا کہ فَاكِهَةً اور اَبًّا (میوہ اور چارہ) میں کیا فرق ہے؟ فرمایا مجھے خبر نہیں حضرت امام مالک نے چھتیس مسائل میں فرمایا کہ میں نہیں جانتا۔ حضرت امام ابوحنیفہ سے پوچھا گیا کہ دھر کیا چیز ہے فرمایا مجھے خبر نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ اِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَأْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۵۴) روایت ہے حضرت ابن سیرین سے۱ فرماتے ہیں کہ علم دین ہے لہذا غور کرو اپنا دین کس سے حاصل کرتے ہو۲ (مسلم)

https://archive.org/details/@madni_library

(۲۵۴)۱؎ آپ کا نام محمد ابن سیرین ہے، کنیت ابوبکر ہے، شاندار تابعین میں سے ہیں، آپ کے والد سیرین حضرت انس کے آزاد کردہ غلام تھے آپ بڑے عالم فقیہ علم تعبیر کے امام تھے، آپ کی عمر ۷۷ سال ہوئی ۱۱۰ھ میں وصال ہوا بصرہ سے قریباً دس میل دور عشرہ میں خواجہ حسن بصری کے قبہ میں آپ کا مزار ہے، فقیر نے زیارت کی ہے ۲؎ یعنی علم شریعت، علم دین جب بنے گا جب سکھانے والا استاد عالم دین ہوگا، بے دین عالم سے حاصل کیا ہوا علم بے دینی ہی دے گا۔ آج لوگ بے دینوں سے تفسیر و حدیث پڑھ کر بے دین ہو رہے ہیں فرمان کے ساتھ فیضان ضروری ہے۔

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ يَا مَعْشَرَ الْقُرَّآءِ اسْتَقِيْمُوْا فَقَدْ سَبَقْتُمْ سَبْقًا بَعِيْدًا وَاِنْ اَخَذْتُمْ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا لَقَدْ ضَلَلْتُمْ ضَلَالًا بَعِيْدًا (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۲۵۵) روایت ہے حضرت حذیفہ سے۱؎ آپ نے فرمایا اے قاریوں کے گروہ سیدھے رہو کیونکہ تم بہت ہی پہلے ہو۲؎ اگر تم ہی الٹے سیدھے ہوگئے تو تم بڑی گمراہی میں پڑ جاؤ گے۳؎ (بخاری)

(۲۵۵)۱؎ آپ کا نام حذیفہ ابن یمان ہے، کنیت ابوعبداللہ، آپ کے والد یمان کا نام حُسیل تھا، لقب یمان آپ حضور کے صاحب اسرار صحابی ہیں، آپ کو منافقین اور قیامت، ایک ایک فتنہ کا علم تھا، آپ کا وصال ۳۵ھ یا ۳۶ھ میں حضرت عثمان غنی کی شہادت کے بعد مدائن میں ہوا، وہیں آپ کا مزار ہے (اکمال، اشعۃ اللمعات) ۲؎ یعنی اے علماء صحابہ و تابعین تم عقائد اور اعمال میں درست رہو کیونکہ سارے مسلمانوں سے تم پہلے ہو۔ جیسے تم ہو گے ویسے بعد کے مسلمان ہوں گے کہ وہ تمہارے نقش قدم پر چلیں گے اور تمہاری نقل کریں گے خیال رہے کہ اس زمانہ میں علے العموم علماء قاری بھی ہوتے تھے اسی لئے انہیں قراء فرمایا گیا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ایک استقامت ہزار کرامتوں سے بہتر ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ اس کے معنے ہیں اے صحابہ تم سارے مسلمانوں سے افضل ہو کہ کوئی شخص کتنا ہی عمل کرے، تمہارے گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتا، لہٰذا تمہارے اعمال سب سے اعلیٰ چاہئیں ۳؎ یعنی اگر تمہارے عقائد یا اعمال غلط ہو گئے تو تمہیں دیکھ کر ساری امت گمراہ ہو جائے گی لہٰذا تمہاری غلطی بڑی خطرناک ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ جُبِّ الْحُزْنِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا جُبُّ الْحُزْنِ قَالَ وَادٍ فِيْ جَهَنَّمَ تَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ كُلَّ يَوْمٍ اَرْبَعَ مِائَةِ مَرَّةٍ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنْ يَّدْخُلُهَا قَالَ الْقُرَّآءُ الْمُرَآءُوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَكَذَا ابْنُ مَاجَةَ وَزَادَ فِيْهِ وَاِنَّ مِنْ اَبْغَضِ الْقُرَّآءِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى الَّذِيْنَ يَزُوْرُوْنَ الْاُمَرَآءَ قَالَ الْمُحَارِبِيُّ يَعْنِي الْجَوَرَةَ

(۲۵۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غم کے کنویں سے اللہ کی پناہ مانگو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ غم کا کنواں کیا ہے۔ فرمایا دوزخ میں ایک جنگل ہے جس سے خود دوزخ روزانہ چار سو بار پناہ مانگتی ہے۱؎ عرض کیا یا رسول اللہ اس میں کون جائے گا؟ فرمایا اپنے اعمال میں دکھلاوا کرنے والے قاری۲؎ اسے ترمذی نے روایت کیا، یوں ہی ابن ماجہ نے اس میں یہ زیادہ ہے کہ خدا کو بہت ناپسند وہ قاری ہیں جو امیروں کی ملاقاتیں کرتے ہیں۔ محاربی نے فرمایا یعنی ظالم امیروں کی۳؎

(۲۵۶)۱؎ یہ حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے چونکہ وہ جنگل بہت گہرا ہے اور وہاں سوائے غم کے اور کچھ نہیں اس لئے اسے غم کا کنواں فرمایا گیا۔ دوزخ کی چار حدود ہیں، ہر حد روزانہ سو بار اس وادی سے پناہ مانگتی ہے یا وہاں پر مقرر کردہ فرشتہ زبانیہ اس سے پناہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

مانگتے ہیں یا خود دوزخ کی آگ، ہر چیز میں شعور ہے جس سے وہ جانتی و پہچانتی ہے۔ خیال رہے کہ جیسے دنیا کی آگوں کی گرمی مختلف ہے گھاس پھوس کی آگ کم گرم، ببول کی آگ بہت تیز، پٹرول سپرٹ کی آگ اور زیادہ تیز، بعض آگ لوہا و فولاد گلا دیتی ہے، ایسے ہی دوزخ کی آگ بھی مختلف ہے۔ ۲؎ یعنی وہ بے دین علماء جو اچھے اعمال کے لباس میں لوگوں کے سامنے آئیں اور لوگوں کو گمراہ اور بے دین بنائیں ۳؎ تاکہ ان سے دولت لے کر ان کی بدکاریوں کو جائز ثابت کریں اور ظلم میں ان کے مددگار ہوں بلکہ چاپلوس عالم بھی خطرناک ہے جو ہر جگہ پہنچ کر وہاں جیسا بن جائے ہمارا اللہ نبی قرآن و کعبہ ایک دین بھی ایک ہونا چاہئے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ اَنْ يَّأْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُهٗ وَلَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدٰى عُلَمَآءُ هُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيْهِمْ تَعُوْدُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ

(۲۵۷) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنقریب لوگوں پر وہ وقت آئے گا جب اسلام کا صرف نام ۱؎ اور قرآن کا صرف رواج ہی رہ جائے گا ۲؎ ان کی مسجدیں آباد ہوں گی مگر ہدایت سے خالی ۳؎ ان کے علماء آسمان کے نیچے بدترین خلق ہوں گے ان سے فتنہ نکلے گا اور انہیں میں لوٹ جائے گا ۴؎ اسے بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔

(۲۵۷) ۱؎ اس طرح کہ مسلمانوں کے نام اسلامی ہوں گے اور اپنے کو مسلمان کہتے ہوں گے مگر رنگ ڈھنگ سب کافروں کے سے جیسا آج دیکھا جارہا ہے یا ارکان اسلام کے نام و شکل تو باقی رہیں گے مگر مقصد فوت ہو جائے گا، نماز کا ڈھانچہ ہوگا خشوع خضوع نہیں، زکوۃ دیں مگر قوم پروری ختم ہو جائے گی، حج کریں گے مگر صرف سیر کیلئے، جہاد ہوگا مگر صرف ملک گیری کیلئے ۲؎ رسم نقش کو بھی کہتے ہیں اور طریقہ کو بھی یہاں دونوں معنے درست ہیں یعنی قرآن کے نقوش کاغذ میں اور الفاظ زبان پر ہوں گے مگر احترام قلب میں اور عمل قالب میں نہ ہوگا یا رسماً قرآن پڑھایا رکھا جائے، کچہریوں میں جھوٹی قسمیں کھانے کیلئے اور گھروں میں میت پر پڑھنے کیلئے، عمل کیلئے عیسائیوں کے قوانین ہوں گے ۳؎ یعنی مسجدوں کی عمارت عالی شان در و دیوار نقشین بجلی کی فٹنگ خوب مگر نمازی کوئی نہیں یا وہ ان کے امام بے دین گویا مسجدیں بجائے ہدایت کے بے دینیوں کا سرچشمہ بن جائیں گی۔ ہر مسجد سے لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ درس کی آوازیں آئیں گی مگر وہ درس زہر قاتل ہوں گے جن میں قرآن کے [illegible] پر کفر و طغیان پھیلایا جائے گا۔ ۴؎ یعنی بے دین علماء سوء کی کثرت ہوگی جن کا فتنہ سارے مسلمانوں کو گھیر لے گا جیسے دائرے کا خط [illegible] سے شروع ہوتا ہے وہیں پہنچ کر دائرہ کو مکمل بنا دیتا ہے اور ساری سطح کو اپنے گھیرے میں لے لیتا ہے ایسے ہی ان کا فتنہ ہوگا اس کا مطلب یہ نہیں کہ سارے عالم خراب ہو جائیں گے ورنہ دین مٹ جاتا اللہ اس دین کو اور صلحائے حق کو تاقیامت رکھے گا جو دین کو اصلی رنگ میں باقی رکھیں گے جیسا کہ آج بھی دیکھا جارہا ہے۔

وَعَنْ زِيَادِ بْنِ لَبِيْدٍ قَالَ ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَقَالَ ذَاكَ عِنْدَ اَوَانِ ذَهَابِ الْعِلْمِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ يَذْهَبُ الْعِلْمُ وَنَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَنُقْرِئُهٗ اَبْنَاءَنَا وَيُقْرِئُهٗ

(۲۵۸) روایت ہے زیاد ابن لبید سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا کہ یہ علم جاتے رہنے کے وقت ہوگا ۲؎ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ علم کیسے جاسکتا ہے؟ ہم قرآن پڑھتے ہیں اور اپنے بچوں کو پڑھاتے رہیں گے اور

https://archive.org/details/@madni_library

اَبْنَاءُ نَا اَبْنَاءَ هُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَقَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ زِيَادُ اِنْ كُنْتُ لَاُرَاكَ مِنْ اَفْقَهِ رَجُلٍ بِالْمَدِيْنَةِ اَوَلَيْسَ هٰذِهِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى يَقْرَءُوْنَ التَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ لَا يَعْمَلُوْنَ بِشَيْءٍ مِّمَّا فِيْهِمَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ رَوَى التِّرْمِذِيُّ عَنْهُ نَحْوَهٗ وَكَذَا الدَّارِمِيُّ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ

تا قیامت ہماری اولاد اپنی اولاد کو۳؎ تو فرمایا اے زیاد تمہیں تمہاری ماں روئے ہم تو تمہیں مدینہ کے بڑے سمجھداروں میں سے جانتے تھے۴؎ کیا یہ یہود اور نصاریٰ توریت و انجیل نہیں پڑھتے لیکن ان میں جو ہے اس پر بالکل عمل نہیں کرتے ۵؎ روایت کیا احمد ابن ماجہ نے اور ترمذی نے انہیں سے اس طرح روایت کیا ایسے ہی دارمی نے ابوامامہ سے۔

(۲۵۸) ۱؎ آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے انصاری ہیں زرقی ہیں، حضور کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے، ہجرت سے پہلے حضور کے پاس مکہ معظمہ پہنچ گئے تھے۔ پھر مدینہ منورہ ہجرت کرکے آئے اس لئے آپ کو تمام صحابہ مہاجر انصار کہا کرتے تھے۔ حضور نے کوحضرموت کا حاکم مقرر فرمایا امیر معاویہ کے شروع زمانہ امارت میں وفات پائی ۲؎ یعنی یہ نہایت ہولناک واقعات جب ہوں گے جب دنیا سے علم دین اٹھ گیا ہوگا ۳؎ یہاں قرآن پڑھنے پڑھانے سے مراد پورا علم سیکھنا سکھانا ہے یعنی جب تعلیم و تعلم کا مشغلہ قائم رہے گا تو علم کیونکر اٹھ جائے گا۔ مصدر کے ہوتے حاصل مصدر کہاں جاسکتا ہے ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ استاد اپنے شاگرد کو غیر مناسب سوال کرنے پر عتاب کرسکتا ہے یہ الفاظ کہ ہم تمہیں ایسا جانتے تھے اظہار عتاب کیلئے ہوتے ہیں نہ کہ اپنی بے علمی کے اظہار کیلئے جیسا کہ بعض ناسمجھ لوگوں نے اس حدیث سے حضور کے علم کا انکار کیا ۵؎ یعنی علم سے ہماری مراد نتیجہ علم ہے یعنی علم ہوگا عمل نہ ہوگا۔ خیال رہے کہ عیسائیوں کے پادری اور جوگی رشوتیں لے کر عوام کو اعمال سے معافی دے دیتے ہیں اور ان کے گناہ بخشتے رہتے ہیں تو خود کیا نیکی کرتے ہوں گے ہفتہ میں ایک دن گرجے میں گا بجا لینا ان کے عمل ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَعَلِّمُوْهُ النَّاسَ تَعَلَّمُوا الْفَرَآئِضَ وَعَلِّمُوْهَا النَّاسَ تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ وَعَلِّمُوْهُ النَّاسَ فَاِنِّيْ امْرُءٌ مَقْبُوْضٌ وَالْعِلْمُ سَيُنْقَبِضُ وَيَظْهَرُ الْفِتَنُ حَتّٰى يَخْتَلِفُ اثْنَانِ فِيْ فَرِيْضَةٍ لَايَجِدَانِ اَحَدًا يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَالدَّارَ قُطْنِيِّ)

(۲۵۹) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ ۱؎ میں وفات پانے والا ہوں، علم عنقریب اٹھ جائے گا، فتنے ظاہر ہوں گے حتیٰ کہ دو شخص ایک فریضہ میں جھگڑیں گے ایسا کوئی نہ پائیں گے جو ان میں فیصلہ کردے ۲؎ اسے دارمی اور دارقطنی نے روایت کیا۔

(۲۵۹) ۱؎ فرائض سے مراد اسلامی فرائض روزے، نماز وغیرہ کے مسائل ہیں یا علم میراث دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے اگرچہ علم اور قرآن میں یہ بھی آ گیا تھا مگر زیادتی اہتمام کیلئے خصوصیت سے اس کا علیحدہ ذکر فرمایا ۲؎ یعنی ابھی تو تم کو آسانی ہے کہ ہر مسئلہ مجھ سے پوچھ لو میرے بعد ایک وقت دشواری پیش آئے گی کہ علماء اٹھ جائیں گے یہاں تک کہ اگر ایک میت کی میراث بانٹنی ہوگی تو مفتی نہ ملے گا۔ ظاہر یہ ہے یہاں دو سے مراد میت کے دو وارث ہیں اور فریضہ سے مراد مسئلہ میراث اور ہو سکتا ہے کہ فریضہ سے کوئی اور مسئلہ شرعی مراد ہو۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ عِلْمٍ لَا یُنْتَفَعُ بِهٖ كَمَثَلِ كَنْزٍ لَّا یُنْفَقُ مِنْهُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِیُّ

(۲۶۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس علم کی مثال جس سے نفع نہ اٹھایا جائے اس خزانہ کی سی ہے جس سے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جائے ۱ (احمد و دارمی)

(۲۶۰) ۱ سبحان اللہ کیا پاکیزہ مثال ہے یعنی جس علم سے عالم نفع نہ اٹھائے نہ دوسرے وہ اسی مال کی طرح ہے جس سے نہ مالک فائدہ اٹھائے نہ اور لوگ جیسے وہ مال بیکار بلکہ مضر ایسے ہی یہ علم وبال۔

https://archive.org/details/@madni_library

كِتَابُ الطَّهَارَةِ — پاکی کی کتاب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

طہارت کے معنی ہیں گندگی اور ناپاکی دور کرنا' گندگی روحانی بھی ہوتی ہے اور جسمانی بھی' لہٰذا طہارت بھی روحانی اور جسمانی ہے' ان دونوں طہارتوں کی بہت قسمیں ہیں کیونکہ گندگیاں بہت قسم کی ہیں' طہارت جسمانی دو طرح کی ہے طہارت حقیقی اور طہارت حکمی' طہارت حقیقی گندگی حقیقی یعنی خبث کو دور کرنا' اور طہارت حکمی' حکمی گندگی یعنی حدث کو دور کرنا' اس باب میں انہی دو طہارتوں کا ذکر آئے گا۔

عَنْ اَبِیْ مَالِكٍ نِ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاُ الْمِيْزَانَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاٰنِ اَوْتَمْلَاُ مَا بَيْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالصَّلٰوةُ نُوْرٌ وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ وَالْقُرْاٰنُ حُجَّةٌ لَكَ اَوْ عَلَيْكَ كُلُّ النَّاسِ يَغْدُوْا فَبَائِعٌ نَفْسَهٗ فَمُعْتِقُهَا اَوْ مُوْبِقُهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ فِیْ رِوَايَةٍ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ تَمْلَاٰنِ مَابَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَمْ اَجِدْ هٰذِهِ الرِّوَايَةَ فِی الصَّحِيْحَيْنِ وَلَا فِیْ كِتَابِ الْحُمَيْدِیِّ وَلَا فِی الْجَامِعِ وَلٰكِنْ ذَكَرَهَا الدَّارِمِیُّ بَدَلَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ

(۲۶۱) روایت ہے حضرت ابو مالک اشعری سے[۱] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پاکی نصف ایمان ہے[۲] اور الحمد للہ ترازو بھر دے گی[۳] اور سبحان اللہ الحمد للہ آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیتے ہیں[۴] اور نماز روشنی ہے[۵] خیرات دلیل ہے[۶] صبر چمک ہے[۷] قرآن تیری یا تجھ پر حجت ہے[۸] ہر شخص صبح پاتا ہے تو اپنا نفس بیچتا ہے تو یا نفس کو آزاد کرتا ہے یا ہلاک[۹] مسلم نے روایت کی اور ایک روایت میں یوں ہے کہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیتے ہیں میں نے یہ روایت نہ مسلم و بخاری میں پائی نہ کتاب حمیدی میں نہ جامع میں لیکن اسے دارمی نے ذکر کیا اور سبحان اللہ کے بجائے الحمد للہ ذکر کیا[۱۰]

(۲۶۱)[۱] آپ صحابی ہیں حضرت ابوموسیٰ اشعری کے چچا ہیں' عہد فاروقی میں وفات پائی۔[۲] ظاہر یہ ہے کہ طہور سے ظاہری پاکی اور ایمان سے عرفی ایمان مراد ہے چونکہ ایمان بھی گناہوں کو مٹاتا ہے اور وضو بھی لیکن ایمان چھوٹے بڑے سارے گناہ مٹا دیتا ہے اور وضو صرف چھوٹے اس لئے اسے آدھا ایمان فرمایا ایمان باطن کو عیبوں سے پاک فرماتا ہے اور وضو ظاہر کو گندگیوں سے اور ظاہر باطن کا گویا نصف ہے یا ایمان دل کی برائیوں سے پاک اور خوبیوں سے آراستہ کرتا ہے اور طہارت جسم کو فقط گندگیوں سے پاک کرتی ہے لہٰذا یہ نصف ہے اور ممکن ہے کہ ایمان سے مراد نماز ہو۔ رب فرماتا ہے: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ (۲:۱۴۳) اور اللہ کی شان نہیں کہ تمہارا ایمان اکارت کرے (کنزالایمان) مطلب یہ ہے کہ نماز کی ساری شرطیں شرط طہارت کے برابر ہیں غرضیکہ حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ایمان بسیط چیز ہے پھر اس کا آدھا اور تہائی کیسا؟ ۳؎ یعنی جو شخص ہر حال میں الحمد للہ کہا کرے تو قیامت میں میزان عمل کے نیکی کا پلہ اس سے بھر جائے گا اور ایک حمد تمام گناہوں پر بھاری ہوگی کیونکہ یہ ہیں ہمارے کام اور وہ ہے رب کا نام ۴؎ یعنی ان دوکلموں کا ثواب اگر دنیا میں پھیلایا جائے تو اتنا ہے کہ اس سے سارا جہان بھر جائے یا مطلب یہ ہے کہ سبحان اللہ میں اللہ کی بے عیبی کا اقرار ہے اور الحمد للہ میں اسی کے تمام کمالات کا اظہار اور یہ دو چیزیں وہ ہیں جن کے دلائل سے دنیا بھری ہوئی ہے کہ ہر ذرہ اور ہر قطرہ رب کی تسبیح وحمد کر رہا ہے۔ ۵؎ یعنی نماز مسلمان کے دل کی، چہرے کی، قبر کی، قیامت کی روشنی ہے پل صراط پر سجدہ کا نشان بیٹری کا کام دے گا۔ رب فرماتا ہے: نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ (۶۶،۸) ان کا نور دوڑتا ہوگا ان کے آگے (کنزالایمان) اور ممکن ہے کہ صلوٰۃ سے مراد درود شریف ہو کہ یہ بھی ہر طرح نور ہے ۶؎ مومن کے ایمان کی کہ منافق اور کافر کو صحیح خیرات کی توفیق نہیں ملتی یا کل قیامت میں صدقہ محبت پروردگار کی دلیل اور بخشش کا کفیل بنے گا کیونکہ اسے رب نے قرض فرمایا ہے: مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (۲،۲۴۵) ہے کوئی جو اللہ کو قرض حسن دے (کنزالایمان) خیال رہے کہ اس صدقہ میں زکوٰۃ فطرہ وغیرہ تمام فرض ونفلی خیراتیں داخل ہیں ۷؎ صبر کے لغوی معنی ہیں روکنا یعنی نفس کو گناہوں سے روکنا یا عبادت پر قائم رکھنا یا مصیبتوں پر گھبراہٹ سے روکنا، دل کا یا چہرے کا نور ہے۔ خیال رہے کہ نور ہر روشنی کو کہا جاسکتا ہے ہلکی ہو یا تیز مگر ضیا صرف تیز روشنی کو کہتے ہیں۔ رب فرماتا ہے: اَلشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا (۵،۱۰) سورج کو جگمگاتا بنایا اور چاند چمکتا (کنزالایمان) چونکہ صبر ہر عبادت میں ضروری ہے اس لئے نماز کو نور اور اسے ضیا فرمایا گیا۔ ہوسکتا ہے کہ صبر سے مراد روزہ ہو چونکہ روزہ صرف اللہ کا ہے اس لئے ضیا یعنی جگمگاہٹ فرمایا گیا ۸؎ کہ اگر تم نے اس پر عمل کیا تو قیامت میں یہ تیرا گواہ اور تیرے ایمان کی دلیل ہوگا اور اگر اس کے خلاف عامل رہا تو تیرے خلاف گواہ ۹؎ یعنی روزانہ صبح کے وقت ہر شخص اپنی زندگی کی دکان کھولتا ہے سانسیں صرف کرکے اعمال کماتا ہے اگر اچھے اعمال میں سانسیں گزریں تو سودا نفع کا رہا، نفس جہنم سے بچ گیا اور اگر برے کام کئے تو سودا گھاٹے کا رہا، نفس کو ہلاک کر دیا۔ نفس سے مراد ذات، دل اور سانسیں سب کچھ ہو سکتے ہیں۔ سبحان اللہ اس افصح الفصحاء عرب کے قربان جاؤں کیسے جامع کلمات ارشاد فرمائے۔ خیال رہے کہ ہم جیسے گناہگاروں کی دکان زندگی صبح کھل کر سوتے وقت بند ہو جاتی ہے بعض وہ خوش نصیب بھی ہیں جن کی دکان کبھی بند ہی نہیں ہوتی اور ان کا بازار کبھی سونا ہی نہیں ہوتا۔ سوتے میں بھی دکانداری کرتے ہیں کیونکہ ان کا دل جاگتا ہے بلکہ بعد وفات بھی ان کے میلے لگے ہوئے ہیں ۱۰؎ یعنی یہ زیادتی ان میں سے کسی کتاب میں نہ ملی تو مصابیح میں بھی نہ ہونی چاہئے تھی کیونکہ فصل اول میں صحیحین کی روایات آتی ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَايَمْحُوا اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا يَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطٰى اِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ وَفِيْ حَدِيْثِ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ مَرَّتَيْنِ

(۲۶۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جس سے اللہ خطائیں مٹادے، درجے بلند کردے ۱؎ لوگوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ۲؎ فرمایا وضو پورا کرنا مشقتوں میں ۳؎ مسجد کی طرف زیادہ قدم رکھنا ۴؎ نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا ۵؎ یہ ہے سرحد کی حفاظت ۶؎ اور مالک ابن انس کی حدیث میں ہے کہ یہ ہے سرحد کی حفاظت، یہ ہے سرحد کی حفاظت، دوبار۔ اسے مسلم نے روایت کیا

https://archive.org/details/@madni_library

رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّ فِیْ رِوَایَةِ التِّرْمِذِیِّ ثَلٰثًا — ترمذی کی روایت میں تین بار ہے۔

(۲۶۲)۱؎ خطاؤں سے مراد گناہ صغیرہ ہیں' نہ کبیرہ نہ حقوق العباد' محو سے مراد ہے بخش دینا یا نامہ اعمال سے ایسا مٹا دینا کہ اس کا نشان باقی نہ رہے' درجوں سے مراد جنت کے درجے ہیں یا دنیا میں ایمان کے درجے۲؎ یہ سوال و جواب اس لئے ہے کہ تا کہ اگلا فرمان غور سے سنا جائے ورنہ حضور کی تبلیغ ان کی عرض پر موقوف نہیں۳؎ پورا کرنے سے مراد اعضائے وضو کامل دھونا اور تین بار دھونا اور وضو کی سنتوں کا پورا کرنا' مشقت سے مراد سردی یا بیماری یا پانی کی گرانی کا زمانہ ہے یعنی جب وضو مکمل کرنا بھاری ہو تب مکمل کرنا۴؎ یا اس لئے کہ گھر مسجد سے دور ہو یا قدم قریب قریب ڈالے' مطلب یہ کہ ہر وقت نماز مسجد میں پڑھنا' نماز کے علاوہ وعظ وغیرہ کیلئے بھی مسجد میں حاضری دینا' موجب ثواب ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ خواہ مخواہ قریب کی مسجد چھوڑ کر دور جا کر نماز پڑھے۵؎ یعنی ایک وقت کی پڑھ کر دوسری نماز کا منتظر رہنا خواہ مسجد میں بیٹھ کر یا اس طرح کہ جسم گھر میں یا دکان میں ہو اور کان اذان کی طرف اور دل مسجد میں لگا ہوا۶؎ رباط کے لغوی معنی ہیں گھوڑا پالنا' اصطلاح میں جہاد کی تیاری یا سرحد اسلام پر رہ کر کفار کے مقابلے میں ڈٹا رہنا رباط ہے' رباط بڑی عبادت ہے۔ رب فرماتا ہے وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا (۳'۲۰۰) اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو (کنزالایمان) حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دشمن کے مقابل مورچے سنبھالنا' ظاہری رباط ہے اور مذکور بالا اعمال باطنی رباط یعنی نفس شیطان کے مقابل حدود ایمان کی حفاظت۔

وَعَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ خَرَجَتْ خَطَایَاهُ مِنْ جَسَدِهٖ حَتّٰی تَخْرُجُ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِهٖ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۲۶۳) روایت ہے حضرت عثمان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو وضوء کرے تو اچھا وضوء کرے اس کی خطائیں اس کے جسم سے نکل جاتی ہیں تا آنکہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتی ہیں۱؎ (مسلم بخاری)

(۲۶۳)۱؎ یہاں اچھے وضوء سے مراد سنتوں اور مستحبات کے ساتھ وضوء کرنا ہے اور خطاؤں سے گناہ صغیرہ کیونکہ گناہ کبیرہ توبہ کے بغیر اور حقوق العباد صاحب حق کی معافی کے بغیر معاف نہیں ہوتے یعنی جو شخص اچھا وضو کیا کرے تو اس کے سارے اعضا کے گناہ اس پانی کے ساتھ نکل جاتے ہیں۔ لطیفہ ہم گناہگاروں کے وضو کا غسالہ ماء مستعمل ہے جس سے دوبارہ وضوء نہیں ہو سکتا اور اس کا پینا مکروہ کیونکہ یہ ہمارے گناہ لے کر نکل جاتا ہے مگر حضور کے وضو کا غسالہ بلکہ پاؤں شریف کا دھوون متبرک ہے کیونکہ وہ اعضاء طیبہ میں سے نور لے کر نکلا ہے' ہمارا غسالہ بہت سی بیماریاں خصوصاً مرگی پیدا کرتا ہے۔ حضور کا غسالہ بیماریاں دور کرتا ہے رب فرماتا ہے: اُرْکُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ (۳۸'۴۲) ہم نے فرمایا زمین پر اپنا پاؤں مار یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو (کنزالایمان) آب زمزم حضرت اسماعیل کے پاؤں کا گویا دھوون ہے جس میں ہمارے حضور کی کلی پڑی ہوئی ہے ہم سب کیلئے شفا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّاَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ اَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ خَرَجَ مِنْ وَّجْهِهٖ كُلُّ خَطِیْئَةٍ نَظَرَ اِلَیْهَا بِعَیْنَیْهِ مَعَ الْمَآءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ

(۲۶۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب مسلمان بندہ یا مومن وضو کرنے لگتا ہے' اپنا چہرے دھوتا ہے تو اس کے چہرہ سے ہر وہ خطا نکل جاتی ہے جدھر آنکھوں سے دیکھا ہو پانی یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ۱؎

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

قَطْرِ الْمَآءِ فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَآءِ اَوْمَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَ كُلُّ خَطِيْئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَآءِ اَوْ مَعَ اٰخِرِ قَطْرِ الْمَآءِ حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِّنَ الذُّنُوْبِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

پھر جب اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھوں سے وہ ہر خطا نکل جاتی ہے جسے اس کے ہاتھ نے پکڑا تھا' پانی یا پانی کی آخری بوند کے ساتھ۲ پھر جب اپنے پاؤں دھوتا ہے تو ہر وہ خطا نکل جاتی ہے جدھر اس کے پاؤں چلے' پانی یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ حتیٰ کہ گناہوں سے پاک وصاف نکل جاتا ہے۳ (مسلم)

(۲۶۴)۱ اگرچہ انسان کان' ناک' منہ سب سے گناہ کرتا ہے مگر زیادہ گناہ آنکھ سے ہوتے ہیں جیسے اجنبی عورت یا غیر کا مال ناجائز نگاہ سے دیکھنا اس لئے صرف آنکھ کا ذکر فرمایا ورنہ انشاء اللہ چہرے کے ہر عضو کے گناہ منہ دھوتے ہی معاف ہو جاتے ہیں۲ جیسے نامحرم کو چھو لینا یا غیر کی چیز بلا اجازت ٹٹولنا کہ یہ سب گناہ صغیرہ ہیں۳ چلنے سے مراد ناجائز مقام پر جانا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں صرف ان اعضاء کے گناہوں کی ہی معافی مراد نہیں بلکہ سارے گناہ مراد ہیں حتیٰ کہ دل و دماغ کے بھی گناہ' ان اعضاء کا ذکر اس لئے ہے کہ زیادہ گناہ انہیں سے صادر ہوتے ہیں لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث حضرت عثمان کے خلاف نہیں اور ہوسکتا ہے کہ پہلی حدیث میں وضوِ کامل کا ذکر تھا جس سے سارے سنن و مستحبات ادا کئے جائیں۔ وہ تمام گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے اور یہاں وہ وضو مراد ہے جو اتنا کامل نہ ہو اس سے صرف ان اعضاء کے گناہ ہی معاف ہوں گے لہذا دونوں حدیثیں درست ہیں۔

وَعَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنِ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ تَحْضُرُهٗ صَلٰوةٌ مَّكْتُوْبَةٌ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهَا وَخُشُوْعَهَا وَرُكُوْعَهَا اِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِّمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوْبِ مَالَمْ يُؤْتِ كَبِيْرَةً وَّذٰلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۲۶۵) روایت ہے حضرت عثمان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا کوئی مسلمان نہیں کہ جس پر فرض نماز آئے۱ تو اس کا وضو خشوع و رکوع اچھی طرح کرے۲ مگر یہ اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے جب تک کہ گناہ کبیرہ نہ کیا ہو۳ یہ ہمیشہ ہی ہوتا ہے۴ (مسلم)

(۲۶۵)۱ یعنی نماز پنجگانہ اور جمعہ خیال رہے کہ فرض کا ذکر احترازی نہیں کیونکہ نماز تہجد و اشراق و عیدین کے وضو کا بھی یہی حال ہے چونکہ اکثر وضو نماز پنجگانہ کیلئے ہی ہوتے ہیں ان کا ہی ذکر فرمایا نیز اگر کوئی وقت سے پہلے وضو کرے تب بھی یہی ثواب ہوگا۲ نماز کا خشوع یہ ہے کہ اس کا ہر رکن صحیح ادا کرے' دل میں عاجزی اور خوف خدا ہو' نگاہ اپنے ٹھکانے پر رہے کہ قیام میں سجدہ گاہ' رکوع میں پاؤں کی پشت' سجدہ میں ناک کے نتھنے اور قعدہ میں گود میں رہے' خشوع نماز کی روح ہے۔ ربّ فرماتا: هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ (۲'۲۳) اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں (کنز الایمان) صرف رکوع کا اس لئے ذکر فرمایا کہ یہ سجدہ کا پیش خیمہ ہے اور بمقابلہ سجدہ کے اس میں مشقت زیادہ ہے نیز یہ مسلمانوں کی نمازوں کا خاصہ ہے' یہود و نصاریٰ کی نمازوں میں نہ تھا اس کے ملنے سے رکعت مل جاتی ہے نیز رکوع مستقل عبادت نہیں صرف نماز ہی میں عبادت ہے اور سجدہ نماز کے علاوہ بھی عبادت ہے جیسے سجدہ شکر سجدہ تلاوت وغیرہ۳ یعنی اس سے گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے صرف صغیرہ معاف ہوتے ہیں لہذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کی تفسیر ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ گناہ کبیرہ والے کے صغیرہ بھی معاف نہیں ہوتے (لمعات)۴ یعنی یہ ثواب کسی خاص نماز کا نہیں بلکہ عمر میں ہر نماز کا ہے۔

وَعَنْهُ اَنَّهٗ تَوَضَّأَ فَأَفْرَغَ عَلٰى يَدَيْهِ ثَلٰثًا ثُمَّ (۲۶۶) روایت ہے انہی سے کہ آپ نے وضو کیا تو ہاتھوں پر

https://archive.org/details/@madni_library

تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلٰثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى اِلَى الْمِرْفَقِ ثَلٰثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرٰى اِلَى الْمِرْفَقِ ثَلٰثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهٖ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى ثَلٰثًا ثُمَّ الْيُسْرٰى ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَءَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّاَءَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ نَفْسَهٗ فِيْهِمَا بِشَيْءٍ غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهٗ لِلْبُخَارِيِّ

تین بار پانی بہایا پھر کلی کی ناک میں پانی لیا۱ پھر تین بار چہرہ دھویا' پھر کہنی تک داہنا ہاتھ تین بار پھر بایاں ہاتھ تین بار دھویا کہنی تک' پھر سر کا مسح کیا۲ پھر داہنا' پھر بایاں پاؤں تین تین بار دھوئے پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے میرے وضو کی طرح وضو کیا۳ پھر فرمایا جو میری طرح وضو کرے پھر دو نفل پڑھ لے جن میں اپنے دل سے کچھ باتیں نہ کرے تو اس کے پچھلے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۴ (مسلم بخاری) اور لفظ بخاری کے ہیں)

(۲۶۶)۱ اس طرح کہ پہلے تین کلیاں کرلیں پھر تین بار ناک میں پانی لے کر صاف کی جیسے کہ اور اعضاء کی ترتیب میں ہے لہٰذا یہ حدیث حنفیوں کی دلیل ہے' شافعی لوگ ایک چلو کے آدھے سے کلی اور آدھے سے ناک میں پانی لیتے ہیں یعنی ان کے ہاں فرد فرد کے پیچھے ہے ہمارے ہاں نوع نوع سے پیچھے۲ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ہاتھ مع کہنی دھونے چاہئیں دوسرے یہ کہ سر کا مسح صرف ایک بار ہو کیونکہ دھونے میں تین کا ذکر ہے مسح میں نہیں نیز اگر مسح تین بار کیا جائے تو وہ دھونا ہی ہو جائے گا یہی امام اعظم کا مذہب ہے' شوافع کے یہاں مسح بھی تین بار ہوگا۔ یہ حدیث ان کے خلاف ہے۳ چونکہ حضرت عثمان غنی کا وضوان لوگوں کے سامنے تھا اور حضور کا وضوان لوگوں سے مخفی اس لئے آپ نے اس طرح فرمایا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ عثمان کا وضو حضور کے وضو کی مثل تھا نہ کہ حضور کا وضو آپ کے وضو کی مثل ۴ یعنی وضو کے بعد دو نفل تحیۃ الوضو پڑھے جبکہ نفل مکروہ نہ ہوں اور اگر نفل مکروہ ہوں جیسے فجر اور مغرب کا وضو تو وضو کے بعد فرض نماز میں تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد کا بھی ثواب مل جائے گا (مرقاۃ) لَايُحَدِّثُ فرما کر یہ بتایا کہ عمداً اور طرف خیال نہ دوڑائے بلا قصد خطرات معاف ہیں جیسا کہ لمعات اور مرقاۃ میں ہے بشرطیکہ دفع کی کوشش کرتا رہے' گناہ سے مراد گناہ صغیرہ ہیں اور بے گناہ لوگوں کے درجے بلند ہوتے ہیں کیونکہ جو کام گناہ گاروں کیلئے معافی کا ذریعہ ہے وہ نیک کاروں کی ترقی کا سبب۔

وَعَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ مُقْبِلًا عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهٖ وَوَجْهِهٖ اِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۶۷) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے۱ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی مسلمان نہیں جو وضو کرے تو اچھا کرے پھر کھڑے ہو کر دو نفل دل اور منہ سے متوجہ ہو کر پڑھے ۲ مگر اس کیلئے جنت واجب ہو جاتی ہے۳ (مسلم)

(۲۶۷)۱ آپ مشہور صحابی ہیں آپ امیر معاویہ کی طرف سے حاکم مصر تھے' اپنے بھائی عتبہ ابن ابی سفیان کے بعد پھر اگرچہ معزول کردیئے گئے مگر مصر میں ہی قیام رہا' ۵۸ھ میں وہیں وفات ہوئی۲ یعنی ظاہر و باطن یکسو کرکے نہ جسم سے کھیلے نہ ادھر ادھر دیکھے نہ دل کو اور طرف لگائے۳ رب کے فضل و کرم سے اس طرح کہ دنیا میں اسے نیک اعمال کی توفیق ملتی ہے مرتے وقت ایمان پر قائم رہتا ہے قبر و حشر میں آسانی سے پاس ہوتا ہے۔ حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ صرف وضوء کر لینے اور تحیۃ الوضوء کے دو نفل پڑھ لینے سے جنتی ہو گیا اب کسی عمل کی ضرورت نہیں رہی اس قسم کی احادیث کا یہی مطلب ہوتا ہے۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ يَتَوَضَّاءُ فَيُبْلِغُ اَوْ فَيُسْبِغُ الْوُضُوْءَ ثُمَّ يَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ وَ فِيْ رِوَايَةٍ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ اِلَّا فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ اَيِّهَا شَآءَ هٰكَذَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِيْ صَحِيْحِهٖ وَالْحُمَيْدِيُّ فِيْ اَفْرَادِ مُسْلِمٍ وَّكَذَا ابْنُ الْاَثِيْرِ فِيْ جَامِعِ الْاُصُوْلِ وَ ذَكَرَ الشَّيْخُ مُحْيِ الدِّيْنِ النَّوَوِيُّ فِيْ اٰخِرِ حَدِيْثِ مُسْلِمٍ عَلٰى مَا رَوَيْنَاهُ وَزَادَ التِّرْمِذِيُّ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ وَالْحَدِيْثُ الَّذِيْ رَوَاهُ مُحْيِ السُّنَّةِ فِي الصِّحَاحِ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ اِلٰى اٰخِرِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَجَامِعِهٖ بِعَيْنِهٖ اِلَّا كَلِمَةَ اَشْهَدُ قَبْلَ اَنَّ مُحَمَّداً

(۲۶۸) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں ایسا کوئی نہیں جو وضو کرے تو مبالغہ کرے یا پورا وضو کرے۱؎ پھر کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً محمد اس کے بندے اور رسول ہیں اور ایک روایت میں یوں ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۲؎ مگر اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھولے جائیں گے کہ جس سے چاہے گھسے۳؎ ایسے ہی مسلم نے اپنی صحیح میں اور حمیدی نے افراد مسلم میں روایت کی یوں ہی ابن اثیر نے جامع الاصول میں اور شیخ محی الدین نووی نے۴؎ حدیث مسلم کے آخر میں ہماری روایت کے مطابق اور ترمذی نے یہ اور زیادہ فرمایا کہ خدایا مجھے توبہ والوں سے بنا اور مجھے خوب ستھروں سے کر۵؎ اور جو حدیث محی السنہ نے صحاح میں روایت کی کہ جس نے وضو کیا تو اچھا کیا الخ اسے ترمذی نے اپنی جامع میں اسی طرح روایت کیا سوا کلمہ اَشْهَدُ کے اَنَّ مُحَمَّدًا سے پہلے۶؎

(۲۶۸)۱؎ مبالغہ سے مراد ہے کہ اس کی خوبیوں کو انتہا پر پہنچا دے، پورا کرنے سے مراد کہ پورے اعضاء دھوئے، بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہ جائے، منکم فرما کر اشارہ فرمایا کہ سارے نیک اعمال مسلمانوں کو مفید ہیں، گمراہوں، بے دینوں کو نہیں دوائیں زندوں کو فائدہ پہنچاتی ہیں نہ کہ مردوں کو۲؎ یعنی ہر وضو کے بعد دوسرا کلمہ پڑھ لیا کرے۔ بعض روایات میں ہے کہ اِنَّا اَنْزَلْنَا پڑھے بعض میں ہے کہ یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ بہتر یہ ہے کہ یہ سب کچھ پڑھ لیا کرے تو انشاءاللہ ان کی برکت سے جسمانی طہارت کے ساتھ روحانی صفائی بھی نصیب ہوگی۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ بعد غسل بھی یہ دعائیں اور استغفار پڑھنا مستحب ہے۳؎ یعنی اس عمل کی برکت سے اللہ تعالٰی اس کا حشر ابوبکر صدیق کے غلاموں میں فرمائے گا کہ وہ ان سرکار کے ساتھ جنت میں جائے گا اور جیسے انہیں ہر دروازہ سے پکارا جائے گا کہ ادھر سے آؤ ایسے ہی ان کے صدقے میں اسے بھی لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آٹھوں دروازے کھلنا حضرت صدیق اکبر کی خصوصیات میں سے ہے جیسا کہ ان کے فضائل میں آئے گا کیونکہ اس کا یہ داخلہ ان کے صدقے سے ہے۔ خیال رہے کہ اگرچہ ہر جنتی داخل ایک ہی دروازہ سے ہوگا مگر ہر دروازہ سے پکارا جانا اس کی عزت افزائی کیلئے ہے۴؎ محی الدین محمد ابن زکریا نووی شارح مسلم نوا، دمشق کے پاس ایک گاؤں ہے اس کی طرف آپ منسوب ہیں کیونکہ آپ وہاں کے باشندے ہیں۵؎ خیال رہے کہ تَوَّاب وہ ہے جو ہمیشہ ہر حال میں توبہ کرے گناہ کرکے بھی اور بغیر گناہ کئے بھی کبھی ربّ کے دروازے سے نہ ہٹے، نہ مایوس ہو تائب وہ جو ایک

https://archive.org/details/@madni_library

آدھ بار توبہ کرے یونہی مُتَطَہِّر وہ ہے جو ہر ظاہری و باطنی گندگی سے اپنے آپ کو پاک کرے طاہر وہ جو صرف ظاہری گندگی سے پاک ہو بارگاہ الٰہی میں تَوّاب اور مُتَطَہِّر کی قدر ہے۔ رب فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ (۲۲۲،۲) بے شک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو (کنزالایمان) ۶؎ یہ صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ اس نے فصل اول میں وہ حدیث بیان کی جو مسلم و بخاری میں نہیں صرف ترمذی میں ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمَّتِیْ یُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ غُرًّا مُحَجَّلِیْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمْ یُّطِیْلُ غُرَّتَهٗ فَلْیَفْعَلْ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۲۶۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت قیامت کے دن پنج کلیان بلائی جائے گی آثار وضو سے ۱؎ تو جو اپنی چمک دمک دراز کر سکے تو کرے ۲؎ (مسلم بخاری)

(۲۶۹) ۱؎ پنج کلیان وہ سرخ یا سیاہ گھوڑا ہے جس کے چاروں ہاتھ پاؤں اور پیشانی سفید ہوں، یہ بہت قیمتی خوبصورت اور طاقتور ہوتا ہے، امت سے مراد سارے نمازی مسلمان ہیں کہ قیامت میں انکا چہرہ اور ہاتھ پاؤں آثار وضوء سے چمکتے ہوں گے۔ خیال رہے کہ اگرچہ پچھلی امتوں نے بھی وضو کیا مگر یہ نور صرف امت محمدی پر ہوگا نیز جو صحابہ نماز کی فرضیت سے پہلے وفات پا گئے یا اب مسلمانوں کے چھوٹے بچے یا اسلام قبول کرتے ہی فوت ہو جانے والے لوگ جنہیں نماز اور وضو کا وقت ہی نہ ملا ان پر بھی ان شاء اللہ یہ آثار وضو ہوں گے کیونکہ وہ نمازیوں کے گروہ سے تو ہیں ہاں بے نماز فساق جنہوں نے بلاوجہ نماز نہ پڑھنے کی عادت ڈال لی وہ سزاءً اس سے محروم ہوں گے۔ خیال رہے کہ حضور کا اپنی امت کو پہچاننا اس نور پر موقوف نہ ہوگا کیونکہ آپ نیک کار نورانیوں کو بھی پہچانیں گے اور گنہگار ظلمانیوں کو بھی ۲؎ غالبًا یہ آخری جملہ سیدنا ابوہریرہ کا ہے مطلب یہ ہے کہ اعضائے وضو حد مفروض سے زیادہ دھوئے تاکہ روشنی اور چمک لمبی ہو اور ممکن ہے کہ سرکار کا فرمان ہو۔ مطلب یہ ہے اعضائے وضو حد سے کم نہ دھوؤ زیادہ کچھ دھل جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ خیال رہے کہ غُرَّۃ چہرے کی سفیدی کو کہتے ہیں اور تجحیل ہاتھ پاؤں کی سفیدی کو چونکہ اکثر لوگ چہرہ دھونے میں بے احتیاطی کرتے ہیں کہ کنپٹی وغیرہ خشک رہ جاتی ہے لہٰذا اس کا ذکر خصوصیت سے فرمایا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَبْلُغُ الْحِلْیَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَیْثُ یَبْلُغُ الْوُضُوْءُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۷۰) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن کا زیور وہاں تک ہی پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچے ۱؎ (مسلم)

(۲۷۰) ۱؎ حلیہ ح کے کسرہ سے بمعنی رونق وحسن ہے اور ح کے زبر سے بمعنی زیور، حدیث میں دونوں قرأتیں ہیں، وضو واؤ کے پیش سے اس ہی مشہور وضو کو کہتے ہیں اور واؤ کے زبر سے وضو کا پانی، یہاں واؤ کے زبر سے ہے یعنی جہاں تک وضو کا پانی پہنچے گا وہاں تک نور اور رونق و زینت ہوگی یا وہاں تک زیور پہنایا جائے گا دنیا میں مسلمان مرد کو زیور پہننا حرام تاکہ وہ جہاد کی شجاعت نہ کھو بیٹھے، جنت میں زیور وہاں کی نعمتوں میں سے ہوگا۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَقِيْمُوْا وَلَنْ تُحْصُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ خَيْرَ اَعْمَالِكُمُ الصَّلٰوةَ وَلَا يُحَافِظُ عَلَى الْوُضُوْءِ اِلَّا مُؤْمِنٌ رَوَاهُ مَالِكٌ وَّاَحْمَدُ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ

(۲۷۱) روایت ہے حضرت ثوبان سے[۱] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سیدھے رہو مگر تم یہ نہ کرسکو گے[۲] اور جان رکھو کہ تمہارا بہترین عمل نماز ہے[۳] اور وضو کی حفاظت مومن ہی کرتا ہے[۴] اسے مالک احمد ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا۔

(۲۷۱)[۱] آپ کا نام ثوبان ابن بجد کنیت ابوعبداللہ ہے، حضور کے آزاد کردہ غلام ہیں، ہمیشہ سفر و حضر میں حضور کے ساتھ رہے حضور کے بعد اولاً شام میں پھر حمص میں قیام فرمایا، ۵۴ھ میں وفات پائی[۲] یعنی عقائد عبادات اور معاملات میں ٹھیک رہو ادھر ادھر نہ بہکو لیکن پوری درستی طاقت انسانی سے باہر ہے لہٰذا بقدر طاقت درست رہو اور کوتاہیوں کی معافی چاہتے رہو یا یہ مطلب ہے کہ استقامت کا ثواب تم شمار نہ کرسکو گے، احصاء بمعنے کنکریوں پر گننا، تھوڑی چیز پوروں پر اور زیادہ چیز کنکروں پر گنی جاتی ہے۔ جو کنکر پر بھی نہ گنی جائے وہ شمار سے باہر ہوتی ہے[۳] کیونکہ اسلام میں سب سے پہلے نماز ہی فرض ہوئی سارے اعمال فرش پر آئے مگر نماز عرش پر بلا کر دی گئی جس نے نماز درست کرلی۔ انشاء اللہ اس کے سارے اعمال درست ہو جائیں گے نیز نماز بہت سی عبادات کا مجموعہ اور سارے گناہوں سے بچانے والی ہے کہ بحالت نماز جھوٹ، غیبت وغیرہ کچھ نہیں ہوسکتی[۴] یعنی ہمیشہ باوضو رہنا یا ہمیشہ صحیح وضو کرنا کامل مومن کی پہچان ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ عَلٰى طُهْرٍ كُتِبَ لَهٗ عَشْرُ حَسَنٰتٍ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۲۷۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو پاکی پر وضو کرے اس کیلئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں[۱] (ترمذی)

(۲۷۲)[۱] یعنی جس کا پچھلی نماز کا وضو ہو اور پھر اگلی نماز کیلئے وضو کرے تو یہ وضو بیکار و عبث نہیں ہے بلکہ اس پر بہت ثواب ہے۔ خیال رہے کہ وضو پر وضو مستحب ہے جبکہ پہلے وضو کے بعد نماز یا ایسی عبادت کرلی گئی ہو جو وضو پر موقوف ہو ورنہ بار بار وضو کئے جانا مکروہ اور پانی کا اسراف ہے لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں اور نہ فقہ کا مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلٰوةُ وَمِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۲۷۳) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت کی چابی نماز ہے اور نماز کی چابی پاکی ہے[۱] (احمد)

(۲۷۳)[۱] یعنی جنت کے درجات کی چابی نماز ہے لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ جنت کی چابی کلمہ طیبہ ہے کہ وہاں نفس جنت کی چابی مراد ہے اگرچہ نماز کی شرائط بہت ہیں وقت قبلہ کو منہ ہونا وغیرہ لیکن طہارت بہت اہم ہے اس لئے اسے نماز کی چابی فرمایا گیا۔

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنْ شَبِیْبِ بْنِ اَبِیْ رُوْحٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَقَرَاءَ الرُّوْمَ فَالْتَبَسَ عَلَیْهِ فَلَمَّا صَلّٰی قَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ یُصَلُّوْنَ مَعَنَا لَا یُحْسِنُوْنَ الطُّهُوْرَ وَاِنَّمَا یُلَبِّسُ عَلَیْنَا الْقُرْاٰنَ اُولٰئِكَ (رَوَاهُ النَّسَائِیُّ)

(۲۷۴) روایت ہے شیب ابن ابی روح سے۱؎ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی سے راوی۲؎ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر پڑھی سورہ روم کی قرأت کی تو آپ کو متشابہ لگ گیا جب نماز پڑھ چکے تو فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے کہ ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں طہارت اچھی طرح نہیں کرتے۳؎ ہم پر یہ ہی لوگ قرآن مشتبہ کردیتے ہیں۴؎ (نسائی)

(۲۷۴)۱؎ آپ تابعین سے ہیں، حمص کے رہنے والے آپ کے والد کا نام نعیم، کنیت ابوروح ہے، نہ خود صحابی ہیں نہ والد۲؎ چونکہ تمام صحابہ پرہیزگار اور عادل ہیں، کوئی فاسق نہیں اس لئے اس طرح روایت جائز ہے صحابہ کے علاوہ اور راوی کا نام لینا ضروری ہے ورنہ حدیث مجروح ہوگی کیونکہ نامعلوم وہ شخص فاسق ہے یا عادل غالبًا یہ صحابی اغر غفاری ہیں (مرقاۃ) ۳؎ یعنی وضو وغسل کی سنتیں و مستحبات پورے ادا نہیں کرتے کیونکہ وضو میں واجب کوئی نہیں ۴؎ یعنی ان کی کوتاہی کا اثر ہم پر یہ پڑتا ہے کہ تلاوت میں لقمہ لگ جاتا ہے۔ مرقاۃ نے فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ حضور جیسی ہستی کی نماز پر ناقص الوضو کی صحبت کا اثر ہو جاتا ہے تو افسوس ان لوگوں پر جو بدکاروں اور بے دینوں کی صحبت میں رہیں یقینًا ان کا ایمان بھی برا اثر لے گا یہ بیماری اڑ کر لگتی ہے۔

وَعَنْ رَجُلٍ مِّنْ بَنِیْ سُلَیْمٍ قَالَ عَدَّهُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ یَدِیْ اَوْ فِیْ یَدِهٖ قَالَ التَّسْبِیْحُ نِصْفُ الْمِیْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ یَمْلَاُهٗ وَالتَّکْبِیْرُ یَمْلَاُ مَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَالصَّوْمُ نِصْفُ الصَّبْرِ وَالطُّهُوْرُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ

(۲۷۵) روایت ہے بنی سلیم کے ایک صاحب سے۱؎ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے یا اپنے ہاتھ یہ چیزیں گنائیں فرمایا تسبیح آدھی ترازو ہے اور الحمد للہ اسے بھر دے گی۲؎ اور تکبیر آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیتی ہے اور روزہ آدھا صبر ہے۳؎ اور پاکی آدھا ایمان ہے اسے ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔

(۲۷۵)۱؎ ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ سارے صحابہ عادل ہیں لہٰذا ان کا نام معلوم نہ ہونا مضر نہیں۲؎ اس کی شرح گزر چکی کہ نیکیوں کا پلہ ان دو کلموں کے ثواب سے بھر جائے گا اس لئے کہ تسبیح میں اللہ کی بے عیبی کا اقرار ہے اور حمد میں اس کے صفات کمالیہ کا اظہار۳؎ کیونکہ حلق اور شرمگاہ کو روزہ روکتا ہے باقی اعضاء کو دوسرا صبر یا ظاہری گناہوں سے روزہ روکتا ہے باطنی گناہوں سے دوسرا صبر یا ایمان طاعت پھر اور گناہوں سے صبر کراتا ہے جس کا سبب نفس کی شہوت ہے اور روزے سے ٹوٹتی ہے مطلب یہ ہے کہ تمام قسم کے صبر ایک جانب اور روزہ ایک جانب۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ الصُّنَابِحِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّاَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ فَمَضْمَضَ خَرَجَتِ الْخَطَایَا مِنْ فِیْهِ وَاِذَا اسْتَنْثَرَ خَرَجَتِ الْخَطَایَا مِنْ اَنْفِهٖ فَاِذَا غَسَلَ وَجْهَهٗ

(۲۷۶) روایت ہے عبداللہ صنابحی سے۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ مومن جب وضو کرنے لگے تو خطائیں اس کے منہ سے نکل جاتی ہیں۲؎ اور جب ناک میں پانی لے تو خطائیں اس کے ناک سے نکل جاتی ہیں اور جب اپنا منہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ وَجْهِهِ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَشْفَارِ عَيْنَيْهِ فَاِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ يَدَيْهِ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِ يَدَيْهِ فَاِذَا مَسَحَ بِرَأْسِهِ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ رَاْسِهِ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ اُذُنَيْهِ فَاِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتِ الْخَطَايَا مِنْ رِجْلَيْهِ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِ رِجْلَيْهِ ثُمَّ كَانَ مَشْيُهُ اِلَى الْمَسْجِدِ وَصَلٰوتُهُ نَافِلَةً لَهُ
(رَوَاهُ مَالِكٌ وَالنَّسَائِيُّ)

دھوئے تو خطائیں اس کے چہرے سے نکل جاتی ہیں۳ حتی کہ اس کی آنکھوں کی پلکوں کے نیچے سے نکلتی ہیں اور جب اپنے ہاتھ دھوئے تو خطائیں ہاتھوں سے نکل جاتی ہیں حتی کہ ہاتھوں کے ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتی ہیں اور جب اپنے سر کا مسح کرے تو خطائیں اس کے سر سے نکل جاتی ہیں حتی کہ اس کے کانوں سے نکل جاتی ہیں۴ پھر جب پاؤں دھوئے تو خطائیں اس کے پاؤں سے نکل جاتی ہیں حتی کہ پاؤں کے ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتی ہیں۵ پھر اس کا مسجد کی طرف جانا اور نماز پڑھنا زیادتی ہوتی ہے۶
(مالک' نسائی)

(۲۷۶)۱؎ حق یہ ہے کہ آپ کا نام عبدالرحمٰن ابن عسیلہ ہے' کنیت ابوعبداللہ قبیلہ صنابح سے ہیں' جو قبیلہ مراد کا ایک ٹولہ ہے' آپ تابعی ہیں' صحابی نہیں' حضور کی حیات شریف میں ہجرت کرکے مدینہ پاک کی طرف چلے مقام جحفہ پہنچے تھے کہ حضور کی وفات شریف واقع ہوگئی' ابوبکر صدیق سے ملاقات ہوئی لہٰذا یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ صحابی کا نام رہ گیا۲؎ یعنی زبان سے جو غیبت جھوٹ وغیرہ گناہ صغیرہ ہوئے تھے وہ کلی کی برکت سے معاف ہوجاتے ہیں' مومن کی قید اس لئے ہے کہ کافر کے وضو کی یہ تاثیر نہیں ہاں اگر ایمان لانے کیلئے وضو کرے تو شاید مذکور فائدہ اسے بھی حاصل ہوجائے وضو کو مطلق فرمانے سے معلوم ہوا کہ ہر وضو کا یہ فائدہ ہے نماز کیلئے ہو یا اور عبادت کیلئے۳؎ یعنی ناک میں پانی لینے کی برکت سے ناک یا دماغ کے گناہ جھڑ جاتے ہیں جیسے ناجائز خوشبو سونگھنا اور دماغ میں گندے خیالات رکھنا خیال رہے کہ یہاں بھی گناہ صغائر ہی مراد ہیں اور چہرے کے دھونے سے آنکھ کے گناہ جھڑتے ہیں جیسے ناجائز چیزوں کو دیکھنا یا ناجائز اشارے بازیاں۔۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ کانوں کا شمار سر میں ہے نہ کہ چہرے میں کیونکہ حضور نے سر کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا لہٰذا نہ تو کانوں کو چہرے کے ساتھ دھویا جائے گا اور نہ علیحدہ پانی سے اس کا مسح ہوگا بلکہ مسح سر کی تری سے ہی ان کا مسح بھی کیا جائے گا۔ یہی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ یہ حدیث امام صاحب کی دلیل ہے۵؎ یعنی جو قدم ناجائز جگہ پر جانے میں پڑے ان کا گناہ اس کی برکت سے معاف ہوجاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ پیر کا دھونا فرض ہے نہ کہ اس کا مسح جیسا کہ روافض نے سمجھا۶؎ یعنی گناہوں سے معافی تو وضو میں ہوچکی اب یہ اعمال معافی گناہ پر زائد ہیں جن سے درجے بلند ہوتے ہیں یہاں نفل لغوی معنے میں ہے فرماتا ہے: وَوَهَبْنَا لَهُ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً (۲۱'۷۲) اور ہم نے اسے اسحاق عطا فرمایا اور یعقوب پوتا (کنزالایمان)

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَى الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ وَاِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ وَدِدْتُّ اَنَّا قَدْ رَاَيْنَا اِخْوَانَنَا قَالُوْا اَوَلَسْنَا اِخْوَانَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَنْتُمْ اَصْحَابِيْ وَاِخْوَانُنَا الَّذِيْنَ

(۲۷۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے تو فرمایا اے مومن قوم کی جماعت تم پر سلام ہو۱؎ انشاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۲؎ مجھے یہ تمنا ہے کہ اپنے بھائیوں کو دیکھتا۳؎ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں فرمایا تم میرے ساتھی دوست ہو

https://archive.org/details/@madni_library

لَمْ يَأْتُوا فَقَالُوا كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ بَعْدُ مِنْ أُمَّتِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ أَرَءَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَّهٗ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ أَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهٗ قَالُوا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَإِنَّهُمْ يَأْتُوْنَ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنَ الْوُضُوْءِ وَأَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ہمارے بھائی وہ ہیں جو اب تک آئے نہیں ہیں۴ لوگوں نے عرض کیا کیا آپ کے جو امتی اب تک نہیں آئے انہیں حضور کیسے پہچانیں گے؟ ۵فرمایا بتاؤ تو اگر کسی شخص کے گھوڑے پنج کلیان ہوں اور وہ نہایت سیاہ گھوڑوں میں مخلوط ہو گئے ہوں کیا یہ اپنے گھوڑے نہ پہچان لے گا؟ ۶بولے ہاں یا رسول اللہ! فرمایا وہ آثار وضو سے پنج کلیان آئیں گے اور میں حوض پر ان کا پیش رو ہوں گا ۷(مسلم)

(۲۷۶)۱مقبرہ سے مراد مدینہ منورہ کا قبرستان جنت البقیع ہے جہاں حضور زیارت قبور کیلئے تشریف لے جاتے تھے دار کے معنی گھر اور حویلی ہیں، اہل پوشیدہ ہے گھر والے، مرقاۃ نے فرمایا عوام کی قبور پر پہنچ کر سلام کرنا سنت ہے کیونکہ مردے زائرین کو دیکھتے ہیں، پہچانتے ہیں۔ اس کے کلام وسلام کو سنتے اور سمجھتے ہیں کیونکہ نہ سننے والے اور نہ جواب دے سکنے والے کو سلام کرنا منع ہے۔ ربّ فرماتا ہے: وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ (۴،۸۶) اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو (کنزالایمان) اس سے معلوم ہوا کہ مردوں اور زندوں کو سلام یکساں کیا جائے یعنی اس طرح کہ سلام پہلے علیکم بعد میں وہ جو حدیث میں ہے کہ علیکم السلام مردوں کا سلام ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جب مردے آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تب یہ سلام کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۲ یعنی عنقریب وفات پا کر تم سے ملاقات کریں گے، انشاء اللہ برکت کیلئے فرمایا ورنہ موت تو یقینی ہے یا ایمان پر خاتمہ اور کسی خاص جگہ مرنا ہم لوگوں کیلئے مشکوک ہے یعنی اگر اللہ نے چاہا تو ہم ایمان پر مر کر مومنوں سے ملیں گے۔ یہ سب کچھ امت کی تعلیم کیلئے ہے۳ یعنی آئندہ پیدا ہونے والے مسلمانوں سے حیات ظاہری میں ملاقات کرتا ورنہ حضور ساری امت کو دیکھ رہے ہیں ان کو اپنا بھائی فرمانا انتہائی کریمانہ ہے امت کو یہ جائز نہیں کہ حضور کو اپنا بھائی کہے۔ بادشاہ اپنی رعایا سے کہتا ہے کہ میں آپ کا بھائی اور خادم ہوں لیکن اگر رعایا اسے خادم کہہ کر پکارے سزا پائے گی۔ ربّ فرماتا ہے: لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ (۲۴،۶۳) رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو (کنزالایمان) ۴یعنی تم بھائی بھی ہو اور صحابی بھی اور جو لوگ مسلمان آئندہ آنے والے ہیں وہ صرف بھائی ہوں گے، صحابی نہ ہوں گے۔ خیال رہے کہ بھائی ہونا ظاہری لحاظ سے ہے رشتہ ایمانی کی بنا پر ورنہ حضور امت کیلئے روحانی والد ہیں اور ان کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں نہ کہ بھاوجیں، رشتہ ایمانی سے سگا باپ اور دادا اسلامی بھائی ہیں اور حقیقی ماں اور بیوی اسلامی بہنیں مگر اس رشتہ کی بنا پر ان لوگوں کو نہ بھائی بہن کہا جاتا ہے اور نہ ان پر بھائی بہن کے احکام مرتب حتیٰ کہ اگر بیوی کو بہن سے تشبیہ بھی دے تو ظہار ہو جاتا ہے جس کی سزا میں ساٹھ روزے کفارہ واجب ہے تو جو حضور کو بھائی کہے اور سمجھے وہ بھی سخت سزا کا مستحق ہے۵ صحابہ کا یہ سوال حضور کے علم کی نفی کی بنا پر نہیں ذریعہ علم کے متعلق ہے یعنی جن مسلمانوں کو دنیا میں آپ نے زندگی شریف میں ظاہری نگاہ سے نہیں دیکھا انہیں کل قیامت میں کیسے پہچانیں گے اور کیسے شفاعت کریں گے، محض نور نبوت یا وحی سے کچھ ان میں علامتیں بھی ہوں گے جن سے ہم بھی پہچان سکیں ورنہ صحابہ کا تو یہ عقیدہ تھا کہ حضور کو اپنی ساری امت کے کھلے چھپے ایک ایک عمل کی خبر ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے سوال کیا تھا کہ کیا آپ کی امت میں کسی کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر بھی ہیں؟ فرمایا ہاں عمر کی یہ سوال و جواب علیم وخبیر سے ہی ہو سکتے ہیں ۶ سبحان اللہ کیا نفیس تمثیل ہے کہ جیسے پنج کلیان گھوڑا کالے گھوڑوں میں نہیں چھپتا ایسے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ہی میری امت دیگر امتوں میں نہیں چھپے گی اس کا مطلب یہ نہیں کہ پچھلی امتوں کے سارے مومن سیاہ رو ہوں گے' سیاہ روئی تو صرف کفار کیلئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آثار وضو کی خاص چمک صرف امت مصطفوی پر ہوگی ۷؎ حوض سے مراد حوض کوثر ہے جو ہمارے حضور کا ہے اور نبیوں کے بھی حوض ہوں گے مگر کوثر کسی کا بھی نہیں' فرط اسے کہتے ہیں جو آگے پہنچ کر انتظام فرمائے' مطلب یہ ہے کہ کوثر پر ہم تم سے پہلے پہنچ کر تمہارا انتظام اور انتظار فرمائیں گے تمہیں اپنے انتظام سے پانی پلائیں گے' حوض کی پوری تحقیق انشاء اللہ باب حوض میں آئے گی۔

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ یُّؤْذَنُ لَهٗ بِالسُّجُوْدِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یُّؤْذَنُ لَهٗ اَنْ یَّرْفَعَ رَأْسَهٗ فَاَنْظُرُ اِلٰی مَابَیْنَ یَدَیَّ فَاَعْرِفُ اُمَّتِیْ مِنْ بَیْنِ الْاُمَمِ وَمِنْ خَلْفِیْ مِثْلَ ذٰلِكَ وَعَنْ یَّمِیْنِیْ مِثْلَ ذٰلِكَ وَعَنْ شِمَالِیْ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ تَعْرِفُ اُمَّتَكَ مِنْ بَیْنِ الْاُمَمِ فِیْ مَابَیْنَ نُوْحٍ اِلٰی اُمَّتِكَ قَالَ هُمْ غُرٌّ مُّحَجَّلُوْنَ مِنْ اَثَرِ الْوُضُوْءِ لَیْسَ اَحَدٌ کَذٰلِكَ غَیْرُهُمْ وَاَعْرِفُهُمْ اَنَّهُمْ یُؤْتَوْنَ کُتُبَهُمْ بِاَیْمَانِهِمْ وَاَعْرِفُهُمْ تَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ ذُرِّیَّتُهُمْ
(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۲۷۸) روایت ہے حضرت ابودرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں پہلا وہ ہوں جسے قیامت کے دن سجدے کی اجازت ملے گی اور میں ہی پہلا وہ ہوں جسے سر اٹھانے کی اجازت ملے گی ۱؎ تو اپنے سامنے بھیڑ دیکھوں گا تو تمام امتوں میں سے اپنی امت کو پہچان لوں گا اور میرے پیچھے بھی اسی طرح اور میرے داہنے بھی اسی طرح اور میرے بائیں بھی اسی طرح ہوں گے ۲؎ تب ایک صاحب نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ نوح علیہ السلام سے اپنی امت تک کی اتنی امتوں میں اپنی امت کو کیسے پہچانیں گے؟ ۳؎ فرمایا وہ آثار وضو سے پنج کلیان ہوں گے ان کے سوا اور کوئی ایسا نہ ہوگا ۴؎ اور انہیں یوں پہچانوں گا کہ ان کی کتابیں ان کے داہنے ہاتھ میں ہوں گی ۵؎ اور ایسے پہچانوں گا کہ ان کے بچے ان کے آگے دوڑتے ہوں گے ۶؎ (احمد)

(۲۷۸) ۱؎ یہ سجدہ عبادت کا نہ ہوگا بلکہ شفاعت کبریٰ کی اجازت کا ہوگا یہ وہ وقت ہوگا جب سارے انبیاء نفسی نفسی کہہ کر جواب دے چکے ہوں گے اور حضور شفاعت کا دروازہ کھولیں گے اس کی پوری تحقیق انشاء اللہ باب الشفاعت میں کی جائے گی۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ چونکہ اللہ نے سب سے پہلے حضور کا نور پیدا فرمایا اس لئے وہاں بھی پہلے شفاعت آپ ہی کریں گے ہر جگہ اولیت کا سہرا انہی کے سر ہے۔ یہ سجدہ ایک ہفتہ رہے گا جس میں حضور خدا کی ایسی حمد کریں گے جو کبھی کسی نے نہ کی ہوگی۔ اسی لئے حضور کا نام شریف احمد ہے۔ ۲؎ یعنی از آدم تا قیامت ساری خلقت حضور کو ایسے گھیرے ہوگی جیسے دولہا کو براتی کیوں نہ ہو کہ سب کا فیصلہ آج کے دن حضور کی جنبش لب پر ہوگا' ہر آنکھ ان کا منہ تکے گی' ہر سر ان کی طرف جھکے گا' حضور کی جو شان ظاہر ہوگی وہ دیکھ کر ہی معلوم ہوگی' اس بھیڑ میں سارے نبی بھی ہوں گے اور ان کے امتی بھی ۳؎ یعنی اتنی امتوں کی بھیڑ میں آپ کی امت کی پہچان کیا ہوگی' نوح کا ذکر صرف ان کی شہرت کی بنا پر ہے ورنہ ان سے پہلے نبی مع امتوں کے وہاں موجود ہوں گے یا ان سے پہلے کفار کو تبلیغ نوح علیہ السلام نے ہی کی ۴؎ یعنی اگرچہ وضو ساری امتوں نے کئے تھے لیکن اس کا یہ نور صرف اس امت کیلئے ہوگا ۵؎ یعنی میری امت کے نامہ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے کافروں کے بائیں ہاتھ میں' پچھلی امت کے مومنوں کو ابھی نامہ اعمال نہ ملے ہوں گے اس وقت خالی ہاتھ ہوں گے بعد میں انہیں بھی

https://archive.org/details/@madni_library

داہنے ہاتھ میں ہی ملیں گے نیز اس امت کے نامہ اعمال دور سے چمکتے ہوں گے نہ کہ دوسری امتوں کے لہذا اس حدیث پر اعتراض نہیں کہ ہر نبی کے مومنوں کو دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جائیں گے ۶؎ جنت میں لے جانے کیلئے اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹے بچوں کا ماں باپ کے آگے چلنا شفاعت کرنا اس امت کے ساتھ خاص ہے۔خیال رہے کہ ان تینوں علامتوں پر حضور کی پہچان موقوف نہیں حضور تو ہر شخص کے درجہ ایمان سے خبردار ہیں۔ ہر ایک کے ایمان کی نبض پر حضور کا ہاتھ ہے کیوں نہ ہو کہ حضور ہر ایک کی حالت کے گواہ مطلق ہیں وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (۲:۱۴۳) حضور کے نیک امتی گناہگاروں کو دوزخ میں سے نکال کر لائیں گے پہلے انہیں جن کے دل میں ایمان دینار کے برابر ہے پھر آدھے دینار والوں کو حتیٰ کہ آخر میں رائی کے برابر والوں کو جب یہ مومن دل کے ایمان کی مقدار پہچانتے ہیں تو حضور کی پہچان کا کیا پوچھنا۔

غضب کی بھیڑ میں ان کی میں اس پہچان کے صدقے وہ لیں گے چھانٹ اپنے نام لیواؤں کو محشر میں

ورنہ حضور کی امت میں بعض لوگ ان تینوں علامتوں سے خالی ہوں گے کہ نہ انہوں نے وضو کیا نہ کوئی نیک عمل نہ ان کے کوئی اولاد بلکہ یہ علامتیں تو عوام کی پہچان کیلئے ہیں۔اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا کہ ان کے بغیر میں نہ پہچان سکوں گا۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بَابُ مَا یُوجِبُ الْوُضُوْءَ وضوواجب کرنیوالی چیزوں کا باب

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ پہلی فصل

۱؎ آٹھ چیزیں وضوتوڑ دیتی ہیں جو کچھ پیشاب یا پاخانے کی راہ نکلے' منہ بھر قے' بہتا خون' بے ہوشی' نشہ' غفلت کی نیند' رکوع' سجدے والی نماز میں آواز سے ہنسنا' مباشرت۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلٰوةُ مَنْ اَحْدَثَ حَتّٰى یَتَوَضَّأَ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۲۷۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' بے وضو کی نماز قبول نہیں' یہاں تک کہ وضو کرے۱؎ (مسلم بخاری)

(۲۷۹) ۱؎ قبول سے مراد نماز کا جائز ہونا ہے اور وضو سے حقیقی اور حکمی دونوں وضو مراد ہیں یعنی تیمم۔ بے وضو کی نماز بغیر وضو یا تیمم جائز نہیں' احناف کے نزدیک جسے وضو کے لائق پانی اور تیمم کے لائق مٹی نہ ملے وہ نماز قضا کرے اور اگر قضا کا موقع پانے سے پہلے فوت ہوگیا تو اس پر گناہ نہیں' یہ حدیث امام صاحب کی دلیل ہے علماء فرماتے ہیں کہ عمداً بے وضو پڑھنا کفر ہے جبکہ نماز کو ہلکا جانتا ہو۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلٰوةٌ بِغَیْرِ طُهُوْرٍ وَّلَا صَدَقَةٌ مِّنْ غُلُوْلٍ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۸۰) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ بغیر پاکی کے نماز قبول اور نہ خیانت کے مال سے صدقہ وخیرات قبول۱؎ (مسلم)

(۲۸۰) ۱؎ یہاں طہارت سے وضو اور غسل دونوں مراد ہیں اور خیانت سے سارے حرام مال مراد یعنی پاک ہوکر نماز پڑھو اور حلال مال سے خیرات کرو' حرام مال اس کے مالک کو واپس کرو اگر مالک کا پتا نہ چلے تو اس کے مالک کی طرف سے خیرات کردو کہ اس کیلئے یہ حلال ہے۔

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَكُنْتُ اَسْتَحْیِیْ اَنْ اَسْاَلَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِمَكَانِ ابْنَتِهٖ فَاَمَرْتُ الْمِقْدَادَ فَسَئَلَهٗ فَقَالَ یَغْسِلُ ذَكَرَهٗ وَیَتَوَضَّأُ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۲۸۱) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ میں بہت مذی والا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہوئے بھی شرماتا تھا آپ کی صاحبزادی کی وجہ سے۱؎ تو میں نے مقداد سے کہا' انہوں نے حضور سے پوچھا تو فرمایا کہ شرمگاہ دھولیں اور وضو کرلیں۲؎ (مسلم بخاری)

(۲۸۱) ۱؎ شہوت کے وقت جو پتلا لیسدار پانی نکلتا ہے وہ مذی ہے' پیشاب کے بعد جو سفید قطرہ آجاتا ہے وہ ودی کہلاتا ہے۔ ان دونوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے نہ کہ غسل' اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بزرگوں سے حیا وغیرت کرنا کمال ایمان کی دولت ہے ہاں حیا کی وجہ سے مسئلہ ہی نہ پوچھنا بے علم رہنا گناہ ہے' علی مرتضیٰ نے مسئلہ بھی معلوم کرلیا اور حیا بھی قائم رکھی ۲؎ یعنی اس کا حکم پیشاب کا سا ہے کہ

https://archive.org/details/@madni_library

نجاست حکمی بھی ہے اور حقیقی بھی خیال رہے کہ اگر مذی وغیرہ سے روپے کے برابر جگہ لتھڑ جائے تو پانی سے استنجا کرنا واجب ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ تَوَضَّأُوْا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ قَالَ الشَّیْخُ الْاِمَامُ الْاَجَلُّ مُحْیِ السُّنَّةِ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ هٰذَا مَنْسُوْخٌ بِحَدِیْثِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَکَلَ کَتِفَ شَاةٍ ثُمَّ صَلّٰی وَلَمْ یَتَوَضَّأْ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۲۸۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جسے آگ پکائے اس سے وضو کرو[1] (مسلم) بڑے امام شیخ محی السنۃ نے فرمایا کہ یہ حکم حضرت ابن عباس کی حدیث سے منسوخ ہے جو فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کا شانہ کھایا پھر بغیر وضو کئے نماز پڑھ لی[2] (مسلم و بخاری)

(۲۸۲)[1] یہاں وضو لغوی معنی میں ہے وضاءۃ سے مشتق ہے بمعنی صفائی شرعی معنی مراد نہیں مطلب یہ ہے کہ آگ کی پکی چیز کھا کر ہاتھ دھونا اور کلی کرنا بہتر ہے پھر فروٹ کھانے کے بعد اس کی ضرورت نہیں جیسا کہ اگلی احادیث سے ظاہر ہو رہا ہے نیز ایک بار حضور علیہ السلام نے گوشت کھا کر ہاتھ دھوئے کلی کی اور فرمایا آگ کی پکی چیز کا وضو یہ ہے اس صورت میں یہ حدیث منسوخ نہیں کھانا کھا کر ہاتھ دھونا مستحب ہے[2] صاحب مصابیح شیخ محی السنۃ نے شرح سنہ میں اس حدیث کو منسوخ مانا اس لئے کہ انہوں نے وضو شرعی معنے میں لیا اور امر وجوب کیلئے لیکن ہماری پیش کردہ توجیہ پر حدیث منسوخ نہیں نسخ میں تاریخ کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ نیز قولی حدیث فعلی سے منسوخ جب ہو سکتی ہے جب وہ فعل حضور کی خصوصیات میں سے نہ ہو اس لئے مناسب یہی ہے کہ حدیث منسوخ نہ مانی جائے۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُوْمِ الْغَنَمِ قَالَ اِنْ شِئْتَ فَتَوَضَّأْ وَاِنْ شِئْتَ فَلَا تَتَوَضَّأْ قَالَ اَنَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُوْمِ الْاِبِلِ قَالَ نَعَمْ فَتَوَضَّأْ مِنْ لُحُوْمِ الْاِبِلِ قَالَ اُصَلِّیْ فِیْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ قَالَ نَعَمْ قَالَ اُصَلِّیْ فِیْ مَبَارِكِ الْاِبِلِ قَالَ لَا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۸۳) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے[1] کہ ایک صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا ہم بکری کے گوشت سے وضو کریں؟ فرمایا اگر چاہو کرو چاہو نہ کرو عرض کیا کہ کیا ہم اونٹ کے گوشت سے وضو کریں؟ فرمایا ہاں اونٹ کے گوشت سے وضو کرو[2] عرض کیا کہ میں بکریوں کے بارے میں نماز پڑھ سکتا ہوں؟ فرمایا ہاں عرض کیا کہ کیا اونٹوں کے طویلہ میں نماز پڑھ سکتا ہوں؟ فرمایا نہیں[3] (مسلم)

(۲۸۳)[1] آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے قبیلہ بنی عامر سے ہے سعد ابن ابی وقاص کے بھانجے ہیں صحابی اور صحابی زادہ ہیں کوفہ میں رہے ۷۴ھ میں وفات ہوئی۔[2] یہاں بھی وضو کے معنی ہاتھ دھونا اور کلی کرنا ہیں چونکہ اونٹ کے گوشت میں بو اور چکناہٹ زیادہ ہوتی ہے کہ بغیر ہاتھ منہ دھوئے جاتی نہیں بکری کے گوشت میں یہ بات نہیں اس لئے اونٹ کے گوشت پر صفائی کی تاکید فرمائی گئی۔ امام احمد کے نزدیک اونٹ کے گوشت سے بھی وضو واجب ہے اسی حدیث کی بنا پر[3] یعنی جہاں اونٹ بندھے ہوں وہاں نماز نہ پڑھو کیونکہ نماز کو خطرہ رہتا ہے کہ شاید اونٹ کھلے اور مجھ کو روند دے اس لئے حضور قلب حاصل نہ ہوگا بکری میں یہ خطرہ نہیں وجہ فرق یہ ہے ورنہ اونٹ اور بکری دونوں کا پیشاب نجاست خفیفہ ہے اور زمین سوکھ کر پاک ہو جاتی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اونٹ کے پیشاب کی چھینٹیں دور تک جاتی ہیں نہ کہ بکری کے پیشاب کی لہذا نمازی کو وہاں فکر نہ رہے گی نہ کہ یہاں۔ نیز اونٹ والے اونٹوں کی آڑ میں پیشاب کر لیتے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

تھے وہاں زمین زیادہ گندی ہوتی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَجَدَ اَحَدُكُمْ فِیْ بَطْنِهٖ شَیْئًا فَاَشْكَلَ عَلَیْهِ اَخَرَجَ مِنْهُ شَیْءٌ اَمْ لَا فَلَا یَخْرُجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتّٰی یَسْمَعَ صَوْتًا اَوْ یَجِدَ رِیْحًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۸۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے پیٹ میں کچھ پائے تو اس پر مشتبہ ہو جائے کہ کچھ نکلا یا نہیں' تو مسجد سے نہ جائے' تا آنکہ آواز سن لے یا بو محسوس کرے[۱] (مسلم)

(۲۸۴)[۱] یعنی اگر کوئی شخص مسجد میں جماعت سے نماز پڑھ رہا ہے کہ اس کے پیٹ میں گڑگڑاہٹ ہوئی لیکن بو محسوس نہ ہوئی' ہوا کے نکلنے کا یقین نہ ہوا یونہی شبہ سا ہو گیا تو شبہ کا اعتبار نہ کرو وہ باوضو ہے' نماز پڑھے جائے' آواز سننے سے مراد ہے نکلنے کا یقین اس سے معلوم ہوا کہ یقینی وضو مشکوک حدث سے نہیں جاتا' ہمیں یقین ہے کہ ظہر کے وقت ہم نے وضو کیا تھا مگر ٹوٹنے کا صرف شبہ ہے یقین نہیں تو ہمارا وضو باقی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا فَمَضْمَضَ وَقَالَ اِنَّ لَهٗ دَسَمًا (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۲۸۵) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا تو کلی فرمائی اور فرمایا کہ اس میں چکناہٹ ہوتی ہے[۱] (مسلم بخاری)

(۲۸۵)[۱] یہ حدیث کھانے کے وضو کی تفسیر ہے۔ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ چکنی چیز کھا کر یا پی کر کلی کرنی چاہئے اگرچہ آگ کی پکی نہ ہو' ظاہر یہ ہے کہ حضور نے کچا دودھ پیا تھا کیونکہ چکنی چیز کا اثر منہ میں رہتا ہے اگر اسی حال میں نماز پڑھی جائے تو اس کا اثر پیٹ میں پہنچتا رہے گا جو کراہت سے خالی نہیں۔ (مرقاۃ)

وَعَنْ بُرَیْدَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلَّی الصَّلَوَاتِ یَوْمَ الْفَتْحِ بِوُضُوْءٍ وَّاحِدٍ وَّ مَسَحَ عَلٰی خُفَّیْهِ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ لَقَدْ صَنَعْتَ الْیَوْمَ شَیْئًا لَمْ تَكُنْ تَصْنَعُهٗ فَقَالَ عَمْدًا صَنَعْتُهٗ یَا عُمَرُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۸۶) روایت ہے حضرت بریدہ سے[۱] کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ایک وضو سے چند نمازیں پڑھیں اور اپنے موزوں پر مسح فرمایا[۲] تو حضرت عمر نے عرض کیا کہ آج حضور نے وہ کام کیا جو کرتے نہ تھے' فرمایا اے عمر ہم نے قصداً کیا[۳] (مسلم)

(۲۸۶)[۱] آپ بریدہ ابن ابی خصیب اسلمی ہیں' بدر سے پہلے اسلام لائے' بیعت الرضوان میں حاضر ہوئے پہلے مدینہ طیبہ پھر بصرہ میں قیام رہا پھر خراسان میں غازی ہو کر گئے' مقام مرو میں ۶۲ھ میں وفات پائی[۲] فتح مکہ کے دن ایک وضو سے پانچ نمازیں پڑھیں اور وضو میں چمڑے کے موزوں پر مسح فرمایا اس سے پہلے ہر نماز کیلئے وضو کرتے تھے اور پاؤں شریف دھوتے تھے اسی لئے عمر فاروق کو تعجب ہوا[۳] تاکہ اپنے عمل شریف سے امت کو دو مسئلے بتا دیں ایک یہ کہ ایک وضو سے چند نمازیں جائز ہیں دوسرے یہ کہ موزوں پر مسح سنت ہے اگرچہ ہر نماز کیلئے تازہ وضو بہتر ہے۔ خیال رہے کہ حضور کا غیر مستحب کام کرنا بھی ثواب ہے کہ اس میں تبلیغ ہے۔

وَعَنْ سُوَیْدِ بْنِ النُّعْمَانِ اَنَّهٗ خَرَجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَیْبَرَ حَتّٰی اِذَا

(۲۸۷) روایت ہے حضرت سوید ابن نعمان سے[۱] کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کے سال گئے' جب مقام صہباء میں پہنچے'

https://archive.org/details/@madni_library

كَانُوْا بِالصَّهْبَاءِ وَهِيَ مِنْ اَدْنٰى خَيْبَرَ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَعَا بِالْاَزْوَادِ فَلَمْ يُؤْتَ اِلَّا بِالسَّوِيْقِ فَاَمَرَ بِهٖ فَثُرِّيَ فَاَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَكَلْنَا ثُمَّ قَامَ اِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

جو خیبر سے قریب ہے تو حضور نے نماز عصر پڑھی پھر توشہ منگایا صرف ستو لائے گئے۲ پھر آپ کے حکم سے بھگوئے گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کھائے اور ہم نے بھی کھائے۳ پھر نماز مغرب کیلئے کھڑے ہو گئے تو آپ نے بھی کلی کر لی اور ہم نے بھی کر لی، پھر نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۴ (بخاری)

(۲۸۷)۱؎ آپ انصاری ہیں، جنگ احد اور بیعت الرضوان وغیرہ غزوات میں شریک رہے۔ اہل مدینہ میں سے ہیں۲؎ یہ ہے سلطان کونین کا غزوات میں کھانا اور شاہی راشن، جن کے نام لیوا آج دنیا بھر کی نعمتیں کھا رہے ہیں ؎

بوریا ممنون خواب راحتش تاج کسریٰ زیر پائے امتش

دیکھو خیبر کی جنگ ہے اور مجاہدین بلکہ خود حضور سید المرسلین کا کھانا ستو ہیں۳؎ اس زمانہ میں ستو گھول کر پینے کا رواج نہ تھا نیز اس وقت شکر یا گڑ موجود نہ ہوگا تو صرف پانی میں گوندھ لئے گئے تاکہ حلق سے اترنا آسان ہو۴؎ یعنی صرف کلی پر کفایت کی اگرچہ ستو آگ میں بھونے جاتے ہیں یہ حدیث وضو طعام کی تفسیر ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ — دوسری فصل

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وُضُوْءَ اِلَّا مِنْ صَوْتٍ اَوْ رِيْحٍ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۲۸۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وضو نہیں واجب ہوتا مگر آواز یا بو سے۱؎ (احمد و ترمذی)

(۲۸۸)۱؎ یہ حصر ہوا کے لحاظ سے ہے یعنی جب تک کہ ہوا نکلنے کا یقین نہ ہو تب تک وضو نہیں جاتا یہ مطلب نہیں کہ ہوا کے سوا کسی اور چیز سے وضو نہیں جاتا۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَذْيِ فَقَالَ مِنَ الْمَذْيِ الْوُضُوْءُ وَمِنَ الْمَنِيِّ الْغُسْلُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

(۲۸۹) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مذی کے متعلق پوچھا، تو فرمایا کہ مذی سے وضو ہے، اور منی سے غسل۱؎ (ترمذی)

(۲۸۹)۱؎ حضرت علی مرتضٰی کا یہ سوال حضرت مقداد کے ذریعہ تھا بلا واسطہ نہ تھا جیسا کہ پہلے گزر چکا لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں، منی و مذی میں یہ فرق ہے کہ منی شہوت توڑ دیتی ہے اور مذی بڑھا دیتی ہے۔ نیز منی دودھ کی طرح سفید اور گاڑھی لیسدار ہوتی ہے اور مذی پیشاب کی طرح مگر لیسدار۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ وَ تَحْرِيْمُهَا التَّكْبِيْرُ وَتَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

(۲۹۰) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز کی کنجی طہارت ہے۱؎ اور اس کا احرام تکبیر اور اس سے کھلنا سلام ہے۲؎ اسے ابوداؤد، ترمذی اور دارمی نے روایت

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَالدَّارِمِیُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْهُ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ — کیا اور ابن ماجہ نے بھی انہی سے اور ابوسعید سے۔

(۲۹۰)۱؎ کہ جیسے بغیر کنجی قفل نہیں کھلتا' ایسے ہی وضو غسل یا تیمم کے بغیر نماز شروع نہیں ہو سکتی' یہ حدیث امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل ہے کہ جو وضو اور تیمم نہ کر سکے وہ نماز نہ پڑھے۲؎ یعنی حج کا احرام تلبیہ سے بندھتا ہے کہ تلبیہ کہتے ہی حاجی پر صدہا چیزیں حرام ہو جاتی ہیں ایسے ہی نماز کا احرام تکبیر سے بندھتا ہے کہ تکبیر کہتے ہی کلام سلام' کھانا پینا سب حرام نیز جیسے حج کے احرام سے کھلنا' سر منڈانے سے ہوتا ہے۔ ایسے ہی نماز کا احرام سے کھلنا سلام سے ہوتا ہے کہ سلام پھیرتے ہی مذکورہ بالا تمام چیزیں حلال' خیال رہے کہ تکبیر تحریمہ سب کے نزدیک فرض ہے مگر سلام امام شافعی و مالک و احمد رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک فرض اور ہمارے امام صاحب کے یہاں واجب ہے ان بزرگوں کی دلیل یہی حدیث ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ان اعرابی کی دلیل ہے جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی تعلیم دی اس میں سلام کا ذکر نہیں۔ اگر فرض ہوتا تو ضرور ذکر فرمایا جاتا' اس حدیث کی بنا پر ہم سلام کی فرضیت کا انکار کرتے ہیں اس حدیث کی بنا پر سلام کے وجوب کے قائل' ہمارا عمل دونوں حدیثوں پر ہے تکبیر و سلام کے پورے مسائل کتب فقہ میں دیکھو۔

وَعَنْ عَلِیِّ بْنِ طَلْقٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَسَا اَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلَا تَاْتُوا النِّسَاءَ فِیْ اَعْجَازِهِنَّ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۲۹۱) روایت ہے حضرت علی ابن طلق سے۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی بے آواز ہوا نکالے تو وضو کرے اور عورتوں کی دبروں سے نہ جاؤ۲؎ (ترمذی و ابوداؤد)

(۲۹۱)۱؎ آپ حنفی یمامی ہیں' آپ سے ابن سلام نے روایت لیں بعض نے فرمایا کہ آپ کا نام طلق ابن علی ہے اور آپ سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۲؎ کہ یہ پلیدی کی جگہ ہے نہ کہ اولاد کا محل۔ خیال رہے کہ عورتوں کی دبر میں صحبت حرام قطعی ہے جس کا منکر کافر ہے مگر یہ حرمت قطعی قیاس قطعی سے ثابت ہے نہ کہ ان احادیث سے کیونکہ یہ احادیث ظنی ہیں۔

وَعَنْ مُّعَاوِيَةَ بْنِ اَبِیْ سُفْيَانَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا الْعَيْنَانِ وِكَاءُ السَّهِ فَاِذَا نَامَتِ الْعَيْنُ اسْتَطْلَقَ الْوِكَاءُ (رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ)

(۲۹۲) روایت ہے حضرت معاویہ ابن ابی سفیان سے۱؎ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' آنکھیں سرین کا بندھن ہیں تو جب آنکھ سو گئی' تو بندھن کھل گیا۲؎ (دارمی)

(۲۹۲)۱؎ حضرت معاویہ کے حالات پہلے بیان ہو چکے' ان کے والد کا نام حرب کنیت ابوسفیان ابن صخر ہے' اموی ہیں' قرشی ہیں' فیل کے واقعہ سے دس سال قبل پیدا ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش فیل سے چالیس دن بعد ہے۔ فتح مکہ کے دن ایمان لائے' حضور کے ساتھ جنگ حنین میں شریک رہے۔ حضور نے ان کو بڑے بڑے عطیہ عطا فرمائے' جنگ طائف میں آپ کی ایک آنکھ جاتی رہی اور جنگ یرموک میں دوسری آنکھ بھی شہید ہو گئی' ۳۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس۲؎ نے آپ سے روایات لیں (مرقاۃ وغیرہ) ۳؎ لہٰذا سونا وضو توڑ دیتا ہے جیسے موت غسل توڑ دیتی ہے مگر نبی کی نیند سے وضو نہیں جاتا کیونکہ وہ غافل نہیں ہوتے اسی لئے ان کی خواب وحی الٰہی ہوتی ہے۔ نیز شہید کی موت غسل نہیں توڑتی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بے خبری کی نیند وضو توڑے گی بیٹھے بیٹھے اونگھنا وضو نہیں توڑتا کیونکہ اس میں اعضاء ڈھیلے نہیں پڑتے۔

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِكَاءُ السَّهِ الْعَيْنَانِ فَمَنْ نَامَ فَلْيَتَوَضَّأْ رَوَاهُ

(۲۹۳) روایت ہے حضرت علی سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سرین کا بندھن آنکھیں ہیں' تو جو سویا وہ

https://archive.org/details/@madni_library

اَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ الشَّیْخُ الْاِمَامُ مُحْیِ السُّنَّةِ رَحِمَهُ اللّٰهُ هٰذَا فِیْ غَیْرِ الْقَاعِدِ لِمَا صَحَّ عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ اَصْحَابُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْتَظِرُوْنَ الْعِشَاءَ حَتّٰی تَخْفِقَ رُءُوْسُهُمْ ثُمَّ یُصَلُّوْنَ وَلَا یَتَوَضَّئُوْنَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ اِلَّا اَنَّهٗ ذَکَرَ فِیْهِ یَنَامُوْنَ بَدَلَ یَنْتَظِرُوْنَ الْعِشَاءَ حَتّٰی تَخْفِقَ رُءُوْسُهُمْ

وضو کرے ۱؎ اسے ابوداؤد نے روایت کیا' شیخ امام محی السنۃ نے فرمایا کہ یہ اس کیلئے ہے جو بیٹھا نہ ہو' کیونکہ حضرت انس سے روایت صحیح مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نماز عشاء کا انتظار کرتے تھے حتیٰ کہ ان کے سر جھک جاتے تھے پھر نماز پڑھ لیتے اور وضو نہ کرتے تھے ۲؎ اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا مگر ترمذی نے بجائے یَنْتَظِرُوْنَ الْعِشَاءَ الخ کے یہ فرمایا کہ وہ سو جاتے تھے۔

(۲۹۳) ۱؎ یعنی اگر آنکھ کھلی رہے تو ریح نکلنے کی خبر رہتی ہے' سوتے ہی بے خبری ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اب نیند ہی' ناقص مان لی گئی خواہ ریح نکلے یا نہ نکلے' نیند کا جھونکا آیا اور وضو گیا ۲؎ لہٰذا جس نیند میں اعضاء ڈھیلے نہ پڑیں اس سے وضو نہیں جاتا اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اگر عورت سجدے میں سو جائے تو وضو گیا اور اگر مرد سجدے میں سو جائے تو وضو نہیں جاتا کیونکہ مرد سجدے میں غافل نہیں سو سکتا ورنہ گر جائے گا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْوُضُوْءَ عَلٰی مَنْ نَامَ مُضْطَجِعًا فَاِنَّهٗ اِذَا اضْطَجَعَ اسْتَرْخَتْ مَفَاصِلُهٗ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۲۹۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وضو اس پر ہے جو لیٹ کر سوئے' کیونکہ جب وہ لیٹے گا تو اس کے جوڑ ڈھیلے ہو جائیں گے ۱؎ (ترمذی و ابوداؤد)

(۲۹۴) ۱؎ بیٹھے ہوئے ٹیک لگا کر سونا بھی اسی حکم میں ہے کیونکہ وضو ٹوٹنے کی علت اور اعضاء کا ڈھیلا پڑنا خواہ لیٹ کر ہو یا بیٹھے ہوئے ٹیک لگا کر حتیٰ کہ جو کوئی بیٹھے ہوئے اونگھے اور اونگھتے میں گرے' گرنے کے بعد آنکھ کھلے وضو جاتا رہا اور اگر گرنے سے قبل آنکھ کھل گئی پھر گرا تو وضو نہ گیا۔

وَعَنْ بُسْرَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَسَّ اَحَدُکُمْ ذَکَرَهٗ فَلْیَتَوَضَّأْ (رَوَاهُ مَالِكٌ وَّ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ)

(۲۹۵) روایت ہے حضرت بسرہ سے ۱؎ فرماتی ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے عضو خاص کو چھوئے تو وضو کرے ۲؎ اسے مالک' احمد' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا۔

(۲۹۵) ۱؎ آپ بسرہ بنت صفوان ابن نوفل ہیں' قرشیہ ہیں' اسدیہ ہیں ورقہ ابن نوفل کی بھتیجی ہیں۔ مشہور صحابیہ ہیں ۲؎ مس کے معنی چھونا بھی ہیں' لگنا و لگانا بھی اور پہنچنا پہنچانا بھی' رب فرماتا ہے: مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ (۲۱۴:۲) پہنچی انہیں سختی اور شدت (کنزالایمان) یہاں اگر چھونے کے معنی ہوں تو تھوڑی عبارت پوشیدہ ہوگی یعنی جو عضو خاص چھوئے اور وہاں تری پائے تو وضو کرے' چھونے سے نہیں بلکہ تری نکلنے سے جیسے رب فرماتا ہے: اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ (۴۳:۴) یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو (کنزالایمان) یعنی تم میں سے کوئی بیت الخلاء (پاخانہ) سے آئے' ظاہر ہے کہ بیت الخلاء میں ہو کر آنا وضو نہیں توڑتا بلکہ وہاں پیشاب پاخانہ کر کے آنا وضو توڑتا ہے اور اگر مس لگانے یا پہنچانے کے معنی میں ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ جب تم میں اپنی عورت سے کوئی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

مباشرت کرے تب وضو کرے یعنی مس بالید مراد نہیں بلکہ مس بالفرج مراد ہے ان دونوں صورتوں میں یہ حدیث بالکل ظاہر پر ہے اور اگلی حدیث کے خلاف بھی نہیں۔ حضرت امام شافعی اس حدیث کی بنا پر فرماتے ہیں کہ مس عضو خاص وضو توڑ دیتا ہے لیکن اس حدیث سے ان کا مذہب ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ان کے نزدیک صرف ہتھیلی یا انگلیوں کے پیٹ سے بغیر آڑ چھونا وضو توڑتا ہے۔ انگلیوں یا ہتھیلی کی پیٹھ یا کلائی کہنی ران سے لگ جانا وضو نہیں توڑتا حالانکہ اس حدیث میں مس مطلق ہے جس میں یہ قیدیں نہیں نیز یہ حدیث اگلی حدیث کے بھی خلاف ہوگی۔ طحاوی شریف میں ہے کہ یہاں وضو سے مراد ہاتھ دھونا ہے یہی حضرت مصعب ابن سعد کا قول ہے یعنی جو عضو خاص چھوئے مناسب ہے کہ ہاتھ دھوئے جیسے کھانے کے وضو میں تھا (از مرقاۃ' لمعات وغیرہ)

وَعَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مَسِّ الرَّجُلِ ذَكَرَهٗ بَعْدَ مَا يَتَوَضَّأُ قَالَ وَهَلْ هُوَ اِلَّا بَضْعَةٌ مِّنْهُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهٗ وَقَالَ الشَّيْخُ الْاِمَامُ مُحْيِ السُّنَّةِ هٰذَا مَنْسُوْخٌ لِاَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ اَسْلَمَ بَعْدَ قُدُوْمِ طَلْقٍ وَّ قَدْرَوَى اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَفْضٰى اَحَدُكُمْ بِيَدِهٖ اِلٰى ذَكَرِهٖ لَيْسَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَهَا شَيْءٌ فَلْيَتَوَضَّأْ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَالدَّارَ قُطْنِيُّ وَ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ عَنْ بُسْرَةَ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرْ لَيْسَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَهَا شَيْءٌ

(۲۹۶) روایت ہے حضرت طلق ابن علی سے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا گیا کہ جو وضو کے بعد عضو خاص کو چھوئے فرمایا وہ بھی تو جسم انسانی کا ہی حصہ ہے[۱] (ابوداؤد' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ نے اس کی مثل روایت کی اور شیخ امام محی السنۃ نے فرمایا کہ یہ حکم منسوخ ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ طلق کے آنے کے بعد اسلام لائے اور حضرت ابوہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی' حضور نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنا ہاتھ عضو خاص تک پہنچائے کہ بیچ میں آڑ نہ ہو تو وضو کرے[۲] اسے شافعی اور دار قطنی نے روایت کیا' اور نسائی نے حضرت بسرہ سے مگر انہوں نے یہ ذکر نہ کیا کہ بیچ میں آڑ نہ ہو۔

(۲۹۶)[۱] یعنی جیسے ناک انگلی وغیرہ جسم کے اعضاء ہیں کہ ان کے چھونے سے وضو نہیں جاتا ایسے ہی یہ بھی ایک عضو ہے کہ اس کا چھونا وضو نہیں توڑے گا۔ یہ حدیث ہمارے امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ اس عضو کے چھونے سے وضو نہیں جاتا۔ حضرت علی مرتضیٰ' حضرت ابن عباس' عمار ابن یاسر' حذیفہ' سعد' عبداللہ ابن مسعود وغیرہم بہت صحابہ کا یہی مذہب ہے چنانچہ علی فرماتے ہیں کہ میں ناک' کان چھوؤں یا یہ عضو برابر ہی ہے۔ حضرت سعد سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر نجس ہے تو اسے کاٹ ڈالو' اس کی پوری بحث طحاوی شریف اور صحیح البہاری وغیرہ میں دیکھو[۲] چونکہ صاحب مصابیح محی السنہ اور صاحب مشکوٰۃ ولی الدین رحمۃ اللہ علیہما شافعی ہیں اور یہ حدیث ان کے خلاف ہے اس لئے جواب پر مجبور ہوئے اور نسخ کے سوا اور کوئی جواب نہیں بن سکتا کیونکہ یہ حدیث مطابق قیاس کے ہے اور پچھلی حدیث خلاف قیاس لہٰذا ترجیح اس ہی حدیث کو ہوگی جو مطابق قیاس ہے۔ اس لئے حضرت محی السنہ نے نسخ کا دعویٰ فرمایا مگر نسخ کی روایت کوئی نہ ملی۔ صرف اندازے سے منسوخ کہہ دیا یعنی چونکہ حضرت ابوہریرہ کا اسلام پیچھے ہے اور طلق کی حاضری پہلے لہٰذا طلق نے نہ ٹوٹنے کی حدیث پہلے سنی ہوگی اور حضرت ابوہریرہ نے وضو توڑنے والی حدیث بعد میں سنی ہوگی اس لئے حدیث ابوہریرہ ناسخ ہے اور حدیث طلق منسوخ ظاہر ہے کہ یہ بات کتنی کمزور ہے اولًا تو اس لئے کہ ان دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں دونوں جمع ہوسکتی

https://archive.org/details/@madni_library

ہیں جیسا کہ ہم عرض کر چکے پھر بلا وجہ ایک کو منسوخ کیوں مانا جائے' دوسرے اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہ کے اسلام کے بعد حضرت طلق نہ تو وفات پا گئے اور نہ بالکل غائب ہی ہو گئے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے رہے۔ تو ہوسکتا ہے کہ آپ نے یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ کے اسلام کے بہت عرصہ بعد سنی ہو اور حضرت ابو ہریرہ نے اپنی روایت پہلے سن لی ہو' حدیث طلق ناسخ ہو۔ ابو ہریرہ منسوخ بہرحال یہ دعویٰ نسخ بلا دلیل ہے خیال رہے کہ حضرت طلق ہجرت کے سال مسجد نبوی شریف کی تعمیر کے وقت حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور حضرت ابو ہریرہ ۷ ھ خیبر کے سال اسلام لائے نیز حضرت ابو ہریرہ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے حضور کو فرماتے سنا بلکہ حضور سے روایت کی' ہوسکتا ہے کہ یہ حدیث طلق کی تشریف آوری سے بہت پہلے کسی اور صحابی نے سنی ہو' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کی ہو جیسا کہ مرسل صحابہ میں ہوتا ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ بَعْضَ اَزْوَاجِهٖ ثُمَّ يُصَلِّي وَلَا يَتَوَضَّأُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ لَا يَصِحُّ عِنْدَ اَصْحَابِنَا بِحَالٍ اِسْنَادُ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَاَيْضًا اِسْنَادُ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْهَا وَقَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ هٰذَا مُرْسَلٌ وَ اِبْرَاهِيْمُ التَّيْمِيُّ لَمْ يَسْمَعْ عَنْ عَائِشَةَ

(۲۹۷) روایت ہے حضرت عائشہ سے' فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض بیویوں کا بوسہ لیتے' پھر نماز پڑھ لیتے اور وضو نہ کرتے [۱] اسے ابوداؤد' ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا کہ ہمارے ساتھیوں کے نزدیک کسی حالت میں بھی عروہ کی حضرت عائشہ سے اسناد صحیح نہیں [۲] نیز ابراہیم التیمی کی اسناد انہی حضرت عائشہ سے ہے' اور ابوداؤد نے فرمایا کہ یہ حدیث مرسل ہے' ابراہیم تیمی نے حضرت عائشہ سے نہ سنا [۳]

(۲۹۷) [۱] یہ حدیث حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی قوی دلیل ہے کہ عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا' اس کی تائید ان احادیث سے بھی ہوتی ہے جو مسلم نسائی وغیرہ میں ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں' میں حضور کے سامنے لیٹی ہوتی تھی اور آپ تہجد پڑھنے میں مشغول ہوتے تھے جب وہ سجدہ کرتے تو مجھے ہاتھ لگا دیتے' میں پاؤں سمیٹ لیتی۔ آپ سجدہ کر لیتے سجدہ کے بعد میں پاؤں پھیلا لیتی (مسلم بخاری) نیز فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے حضور کو بستر پر نہ پایا میں ٹٹولنے لگی میرا ہاتھ آپ کے قدم شریف سے لگا جو کھڑا ہوا تھا اور آپ سجدہ میں تھے (نسائی) نیز فرماتی ہیں کہ ایک بار آپ نے لمبا سجدہ فرمایا میں سمجھی کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ میں نے آپ کے پاؤں کا انگوٹھا پکڑ کر ہلایا (بیہقی) ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ عورت کا چھونا وضو نہیں توڑتا [۲] کیونکہ اس اسناد میں حبیب ابن ثابت حضرت عروہ حضرت عائشہ سے راوی ہیں عروہ کی سماعت حضرت عائشہ صدیقہ سے ثابت ہے بلکہ وہ ان کے شاگرد ہیں مگر حبیب کی سماعت عروہ سے صحیح نہیں لہٰذا حدیث مرسل ہے ترمذی نے اس واسطے فرمایا کہ مرسل حدیث شوافع کے مذہب میں دلیل نہیں۔ مگر احناف کے نزدیک دلیل ہے [۳] خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت عائشہ سے دو اسنادوں سے مروی ہے عروہ عن عائشہ اور ابراہیم التیمی عن عائشہ اور دونوں مرسل کیونکہ ابراہیم تیمی نے بھی عائشہ صدیقہ سے نہ سنا مگر یہ اعتراض امام صاحب پر نہیں پڑ سکتا کیونکہ ان کے ہاں حدیث مرسل قابل حجت ہے شوافع اپنے اصول سے ہم پر اعتراضات کیسے کر سکتے ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتِفًا ثُمَّ مَسَحَ يَدَهٗ بِمِسْحٍ كَانَ

(۲۹۸) روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھایا' پھر اپنا ہاتھ اس ٹاٹ سے پونچھا

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

تَحْتَهٗ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

جو آپ کے نیچے تھا' پھر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھ لی۱ (ابوداؤد وابن ماجہ)

(۲۹۸)۱ حضور کو بکری کا شانہ یعنی دستی بہت مرغوب تھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور نے گوشت کھا کر ہاتھ بھی نہ دھوئے صرف پونچھ ہی لئے۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ قُرَّبْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَنْباً مَشْوِيًّا فَاَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ رَوَاهُ اَحْمَدُ

(۲۹۹) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے' فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھنی ہوئی پسلیاں پیش کیں' حضور نے اس میں سے کھایا' پھر نماز کی طرف کھڑے ہو گئے اور وضو نہ کیا۱ (احمد)

(۲۹۹) نہ وضو شرعی نہ لغوی یعنی ہاتھ دھونا بلکہ ہاتھ پونچھے بھی نہیں تا کہ معلوم ہو کہ کھانے کے بعد ہاتھ دھونا یا پونچھنا فرض یا واجب نہیں سنت ہے جس کے کرنے پر ثواب' نہ کرنے پر گناہ نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ قَالَ اَشْهَدُ لَقَدْ كُنْتُ اَشْوِيْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَطْنَ الشَّاةِ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۰۰) روایت ہے حضرت ابورافع سے' فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بکری کا پیٹ بھونتا تھا۱ پھر حضور نماز پڑھتے اور وضو نہ کرتے (مسلم)

(۳۰۰)۱ یعنی پیٹ کی چیزیں دل' کلیجی' تلی وغیرہ مگر گردے حضور کو ناپسند تھے کیونکہ ان کا تعلق پیشاب سے ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ اُهْدِيَتْ لَهٗ شَاةٌ فَجَعَلَهَا فِي الْقِدْرِ فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا اَبَا رَافِعٍ فَقَالَ شَاةٌ اُهْدِيَتْ لَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَطَبَخْتُهَا فِي الْقِدْرِ قَالَ نَاوِلْنِي الذِّرَاعَ يَا اَبَا رَافِعٍ فَنَاوَلْتُهُ الذِّرَاعَ ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِي الذِّرَاعَ الْاٰخَرَ فَنَاوَلْتُهُ الذِّرَاعَ الْاٰخَرَ ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِي الذِّرَاعَ الْاٰخَرَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا لِلشَّاةِ ذِرَاعَانِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّكَ لَوْ سَكَتَّ لَنَا وَلْتَنِيْ ذِرَاعًا فَذِرَاعًا مَاسَكَتَّ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَتَمَضْمَضَ فَاهُ وَغَسَلَ اَطْرَافَ اَصَابِعِهٖ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى ثُمَّ عَادَ اِلَيْهِمْ فَوَجَدَ عِنْدَهُمْ لَحْمًا بَارِدًا فَاَكَلَ ثُمَّ دَخَلَ

(۳۰۱) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں' میرے پاس بکری ہدیۃً بھیجی گئی' اسے ہانڈی میں ڈالا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' فرمایا ابورافع یہ کیا ہے؟ عرض کیا' یا رسول اللہ یہ بکری ہے جو ہمیں ہدیۃً ملی' پھر ہم نے ہانڈی میں پکا لیا' فرمایا اے ابورافع ہم کو ایک دستی دو۱ میں نے دستی پیش کی' پھر فرمایا کہ دوسرا دست بھی دو' میں نے دوسری دستی بھی پیش کی۲ پھر فرمایا' اے ابورافع اور دست لاؤ۔ عرض کیا یا رسول اللہ بکری کے دو ہی دست ہوتے ہیں' تب ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اگر تم خاموش رہتے تو تم ہم کو دست پر دست دیتے رہتے' جب تک خاموش رہتے۳ پھر پانی منگایا' پھر منہ کی کلی کی اور اپنے پورے دھوئے۴ پھر کھڑے ہوئے' تب نماز پڑھی' پھر واپس تشریف لائے تو ان کے پاس ٹھنڈا گوشت پایا'

https://archive.org/details/@madni_library

اَلْمَسْجِدَ فَصَلّٰی وَلَمْ یَمَسَّ مَآءً رَوَاہُ اَحْمَدُ وَ رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ عَنْ اَبِیْ عُبَیْدٍ اِلَّا اَنَّہٗ لَمْ یَذْکُرْ ثُمَّ دَعَا بِمَآءٍ اِلٰی اٰخِرِہٖ

کھایا پھر مسجد میں تشریف لائے' نماز پڑھی' پانی چھوا بھی نہیں ۵ اسے احمد نے روایت کیا اور دارمی نے ابوعبید سے روایت کی مگر انہوں نے ثُمَّ دَعَا الخ کا ذکر نہ کیا۔

(۳۰۱) ۱ معلوم ہوا کہ اپنے غلاموں یا دوستوں سے کوئی چیز بے تکلفی سے مانگنا ناجائز نہیں' جس سوال سے منع کیا گیا وہ ذلت کا سوال ہے' حضور کو دست پسند تھا کیونکہ گلتا بھی جلدی ہے' لذیذ بھی ہوتا ہے اس میں ریشہ یعنی دھاگہ بھی نہیں ہوتا ۲ غالباً حضور کے ساتھ صحابہ کی جماعت ہوگی اور سب کے ساتھ یہ گوشت کھایا ہوگا ۳ یعنی ہم مطالبہ کئے جاتے تم دیتے رہتے' اسی ہانڈی میں سے سینکڑوں دست نکل آتے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور کے ارشاد پر ہر قسم کی اشیاء عالم غیب سے مہیا ہو جاتی ہیں۔ حضرت طلحہ کے گھر تین چار سیر گوشت سینکڑوں کو کھلا دیا' بوٹیاں اور شوربے کا پانی اور مصالحہ عالم غیب ہی سے آ رہا تھا دوسرے یہ کہ بزرگوں کے سامنے ایسے موقع پر انکار یا تردد نہ چاہئے بلکہ بے دریغ ان کے حکم پر عمل چاہئے بحث و انکار سے فیض بند ہو جاتا ہے۔ ۴ یعنی پورا ہاتھ تو کیا پوری انگلیاں بھی نہ دھوئیں' بیان جواز کیلئے ورنہ کھانے سے اول اور بعد دونوں ہاتھ دھونا سنت ہے ۵ غالباً پہلی بار نفل پڑھے ہوں گے اور دوبارہ فرائض واللہ اعلم۔

وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ اَنَا وَاُبَیٌّ وَ اَبُوْ طَلْحَةَ جُلُوْسًا فَاَكَلْنَا لَحْمًا وَّخُبْزًا ثُمَّ دَعَوْتُ بِوَضُوْءٍ فَقَالَا لِمَ تَتَوَضَّأُ فَقُلْتُ لِهٰذَا الطَّعَامِ الَّذِیْ اَكَلْنَا فَقَالَ اَتَتَوَضَّأُ مِنَ الطَّیِّبٰتِ لَمْ یَتَوَضَّأْ مِنْهُ مَنْ هُوَ خَیْرٌ مِّنْكَ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

(۳۰۲) روایت ہے حضرت انس بن مالک سے فرماتے ہیں کہ میں اور ابی اور ابوطلحہ ۱ بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے گوشت و روٹی کھائی' پھر میں نے وضو کا پانی منگایا ۲ تو ان دونوں نے فرمایا کہ کیوں وضو کرتے ہو' میں نے کہا اس کھانے کی وجہ سے جو ہم نے کھایا' وہ بولے کیا تم حلال چیزوں سے وضو کرتے ہو؟ ۳ اس سے تو انہوں نے بھی وضو نہ کیا جو تم سے بہتر ہیں (احمد)

(۳۰۲) ۱ آپ کا نام زید ابن سہل ہے' کنیت ابوطلحہ' انصاری ہیں' نجاری ہیں' حضرت انس کے سوتیلے والد ہیں' ۷۷ سال عمر پائی' ۳۱ھ میں سمندر کا سفر کیا' جزیرہ میں وفات ہوئی' نو دن کے بعد وہیں دفن ہوئے' بیعت عقبہ اور بدر وغیرہ تمام غزوات میں شامل رہے ۲ کیونکہ حضرت انس وضو طعام کی حدیث میں وضو کے شرعی معنی سمجھتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ محدث بغیر فقیہ کی رائے کے حدیث پر عمل نہ کرے اسی لئے امام ترمذی وغیرہم مقلد ہوئے ۳ یعنی وضو پاکی ہے کسی ناپاک چیز سے ہونا چاہئے اور کھانا حرام ہے نہ نجس پھر وضو کیسا' اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو چھونے سے بھی وضو نہیں جائے گا کہ وہ بھی نہ حرام ہے نہ نجس۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ كَانَ یَقُوْلُ قُبْلَةُ الرَّجُلِ امْرَاَتَهٗ وَجَسُّهَا بِیَدِهٖ مِنَ الْمُلَامَسَةِ وَمَنْ قَبَّلَ امْرَاَتَهٗ وَجَسَّهَا بِیَدِهٖ فَعَلَیْهِ الْوُضُوْءُ (رَوَاہُ مَالِكٌ وَ الشَّافِعِیُّ)

(۳۰۳) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے تھے' کہ مرد کو اپنی بیوی کا بوسہ لینا اور اسے اپنے ہاتھ سے چھونا مُلَامَسَت ہے' جو اپنی بیوی کو چومے' یا اپنے ہاتھ سے چھوئے' تو اس پر وضو ہے ۱ (مالک و شافعی)

(۳۰۳) ۱ سورہ نساء اور سورہ مائدہ میں آیت کریمہ ہے: اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا (۴:۴۳) یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو یا تم نے عورتوں کو چھوا اور پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمم

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

کرو (کنزالایمان) یعنی اگر کوئی تم میں سے پاخانے سے آئے یا تم عورتوں کو چھوؤ اور نہ پاؤ پانی تو پاک مٹی سے تیمم کرلو' امام شافعی کے نزدیک یہاں لمس کے معنی فقط عورت کو ہاتھ لگانا ہیں کہ اس سے ان کے ہاں وضوٹوٹ جاتا ہے۔ ہمارے ہاں لمس سے مراد صحبت کرنا ہے جس سے غسل واجب ہوتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ مباشرت مراد ہو یعنی ننگا چپٹنا جس سے وضو واجب ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمر چھونے اور بوسہ کو لمس فرمارہے ہیں لہٰذا یہ حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے۔ اس کا جواب انشاء اللہ ہم ابھی آگے دے رہے ہیں۔

وَعَن ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ يَقُوْلُ مِنْ قُبْلَةِ الرَّجُلِ امْرَاتَهُ الْوُضُوْءُ (رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۳۰۴) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے' وہ فرماتے تھے کہ مرد کو اپنی بیوی کا بوسہ لینے سے وضو ہے[۱] (مالک)

(۳۰۴)[۱] یعنی حضرت ابن مسعود کی بھی رائے یہی ہے کہ عورت کا چومنا یا چھونا باعث وضو ہے اس کا جواب آگے آرہا ہے۔

وَعَن ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ الْقُبْلَةَ مِنَ اللَّمْسِ فَتَوَضَّاُوْا مِنْهَا

(۳۰۵) روایت ہے حضرت ابن عمر سے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا' کہ بوسہ لمس سے ہے' لہٰذا اس سے وضو کرو[۱]

(۳۰۵)[۱] خیال رہے کہ ان تینوں بزرگوں کا اپنا قول یہ ہے کہ عورت کو چھونے اور بوسہ سے وضو ہے' اس بارے میں حدیث مرفوع کوئی نہیں بلکہ حدیث مرفوع اس کے خلاف ہے چنانچہ دارقطنی میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کو جب حضرت ابن عمر کا یہ قول پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ بوسے سے وضو کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لیتے تھے اور بغیر وضو کئے نماز پڑھ لیتے تھے۔ نیز مسند ابوعبداللہ میں حضرت حفصہ سے روایت ہے کہ نبی پاک وضو کرکے بعض ازواج کا بوسہ لیتے اور پھر دوبارہ وضو نہ فرماتے نیز جیسے اس بوسہ سے عورت کا وضو نہیں جاتا تو چاہئے کہ مرد کا بھی نہ جائے' مباشرت عورت و مرد دونوں کا وضو توڑتی ہے اور صحبت دونوں کا غسل تو کیسے ہوسکتا ہے کہ بوسہ یا چھونا مرد کا تو وضو توڑے' عورت کا نہ توڑے لہٰذا ان موقوف احادیث کا یہ مطلب ہے کہ عورت کو چھوکر یا بوسہ لے کر وضو کرنا مستحب ہے کیونکہ لغۃً لمس میں یہ بھی داخل ہے اگر چہ یہ قرآن میں مراد نہیں یا ان بزرگوں کو ہماری پیش کردہ روایات پہنچی ہی نہیں۔ بہرحال حدیث مرفوع کے مقابل حدیث موقوف معتبر نہیں حتی الامکان دونوں میں مطابقت کی جائے اگر مطابقت نہ ہوسکے تو موقوف چھوڑ دی جائے' چھونے کی حدیثیں ہم پہلے پیش کرچکے ہیں کہ عائشہ صدیقہ نے حضور کا پاؤں شریف نماز میں چھوا ہے اور عائشہ صدیقہ کو عین نماز میں حضور نے چھوا ہے اور سرکار دونوں موقعوں پر نماز پڑھتے رہے۔ بہرحال مذہب حنفی نہایت قوی ہے اسی کمزوری کی وجہ سے امام شافعی نے آخر میں یہ فرمایا کہ اجنبی عورت کے چھونے سے وضو جاتا ہے نہ کہ اپنی بیوی کو۔ مسند امام ابوحنیفہ میں ہے کہ عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں بوسہ میں وضو نہیں' شیخ عبدالحق نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ یہ تینوں مشکوٰۃ کی موقوف حدیثیں اسناداً صحیح نہیں۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ عَنْ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوُضُوْءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ رَوَاهُمَا الدَّارَقُطْنِيُّ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيْزِ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ وَلَا رَاٰهُ وَيَزِيْدُ بْنُ خَالِدٍ وَيَزِيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ مَجْهُوْلَانِ

(۳۰۶) روایت ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے' وہ تمیم داری سے[۱] راوی فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر بہتے خون سے وضو ہے[۲] ان دونوں حدیثوں کو دارقطنی نے روایت کیا اور فرمایا کہ عمر بن عبدالعزیز نے تمیم داری سے نہ سنا نہ انہیں دیکھا اور یزید ابن خالد اور یزید ابن محمد مجہول لوگ ہیں[۳]

(۳۰۶)[۱] آپ کا نام تمیم ابن اوس ... ہے ... کی کنیت ابورقیہ تھی آپ مشہور صحابی

https://archive.org/details/@madni_library

ہیں۔ ۹ ھ میں ایمان لائے رات کو ایک رکعت میں قرآن ختم کرتے تھے' آپ نے ہی اولاً مسجد نبوی شریف میں چراغاں کیا۔ مدینہ منورہ میں قیام رہا حضرت عثمان کی شہادت کے بعد شام چلے گئے وہیں وفات پائی اور حضرت عمر بن عبدالعزیز ابن مروان ابن حاکم تابعی ہیں۔ آپ کی کنیت ابوحفص ہے۔ آپ کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت عاصم بن عمر ابن خطاب ہے۔ کنیت ام عاصم' سلیمان ابن عبدالملک کی خلافت کے بعد آپ خلیفہ ہوئے۔ ۹۹ ھ میں خلافت سنبھالی اور ۱۰۱ ھ میں ماہ رجب مقام دیر سمعان میں قریب حمص انتقال ہوا۔ چالیس سال عمر ہوئی' دو سال پانچ مہینے خلافت کی' فاطمہ بنت عبدالملک آپ کے نکاح میں تھیں۔ آپ جیسے عابد زاہد خوف خدا میں رونے والے امت مصطفیٰ ﷺ میں کم گزرے۔ آپ عدل وانصاف میں عمر فاروق کا نمونہ تھے' یزید وغیرہ کی بدعتوں کا آپ نے قلع قمع کیا' ۲؎ یعنی جو خون بہہ کر جسم کے اس حصہ کی طرف آجائے جس کا دھونا غسل میں فرض ہے وہ ناقص وضو ہے۔ یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ خون وضو توڑتا ہے۔ حضرت امام شافعی اس کے خلاف ہیں۔ مصنف نے اس حدیث پر دو اعتراض کئے ایک یہ کہ یہ حدیث مرسل ہے کہ بیچ میں ایک راوی چھوٹ گیا ہے دوسرے یہ کہ اس کی اسناد میں دو راوی مجہول ہیں مگر خیال رہے کہ حنفیوں کے نزدیک حدیث مرسل قابل عمل ہے۔ نیز حنفیوں کے اس مسئلے کا مدار صرف اس حدیث پر نہیں' بلکہ بخاری' ابن ماجہ' ترمذی' طبرانی' موطا امام مالک' ابوداؤد وغیرہم کی بہت سی احادیث پر ہے چنانچہ بخاری میں ہے کہ حضور نے فاطمہ بنت ابی حبیش سے فرمایا کہ جب تمہارے حیض کا زمانہ نکل جائے تو استحاضہ کے زمانہ میں ہر نماز کیلئے نیا وضو کرو اگر خون وضو نہیں توڑتا تو استحاضہ والی عورت معذور کیوں قرار دی گئی نیز ابوداؤد' ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ حضور فرماتے ہیں اگر نماز میں کسی کی نکسیر پھوٹ جائے تو نماز چھوڑ کر وضو کرے' پھر نماز پوری کرے اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو' خیال رہے کہ بہتا خون بحکم قرآن نجاست ہے اور نجاست کا نکلنا وضو توڑتا ہے۔ ایسی صحیح مرفوع حدیث فقیر کی نظر سے نہ گزری جس میں ہو کہ خون ناقض وضو نہیں۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بَابُ اٰدَابِ الْخَلَاءِ — پاخانہ کے آداب کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

خلاء لغت میں خالی جگہ کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں آبدست کو چونکہ یہ کام تنہائی میں ہوتا ہے اس لئے اسے خلا کہا جاتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَآ اَتَیْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَۃَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْھَا وَلٰکِنْ شَرِّقُوْا اَوْغَرِّبُوْا مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ قَالَ الشَّیْخُ الْاِمَامُ مُحْیِ السُّنَّۃِ رَحِمَہُ اللّٰہُ ھٰذَا الْحَدِیْثِ فِی الصَّحْرَآءِ وَاَمَّا فِی الْبُنْیَانِ فَلَا بَاسَ لِمَارُوِیَ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ارْتَقَیْتُ فَوْقَ بَیْتِ حَفْصَۃَ لِبَعْضِ حَاجَتِیْ فَرَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْضِیْ حَاجَتَہٗ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَۃِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۳۰۷) روایت ہے ابوایوب انصاری سے[۱] فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم پاخانہ جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ منہ کرو' اور نہ پیٹھ' لیکن یا تو پورب کی طرف ہو جاؤ یا پچھم کی طرف[۲] (مسلم بخاری) فرمایا شیخ امام محی السنۃ نے کہ یہ حدیث جنگل کے متعلق ہے لیکن آبادی میں کوئی حرج نہیں' اس لئے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں حضرت حفصہ کے گھر کی چھت پر کسی کام کیلئے چڑھا' تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ قبلہ کو پیٹھ شام کی طرف منہ کئے قضائے حاجت فرمارہے ہیں[۳] (مسلم بخاری)

(۳۰۷)[۱] آپ کا نام خالد ابن زید ہے انصاری ہیں' خزرجی ہیں۔ بیعت عقبہ میں موجود تھے' تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے' حضور نے ہجرت کے دن اولاً انہی کے گھر قیام فرمایا۔ صحابہ کے اختلاف کے وقت حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ تمام جنگوں میں شامل رہے۔ یزید ابن معاویہ کی سرکردگی میں جو روم پر جہاد ہوئے ان میں آپ غازیانہ شان سے شامل تھے۔ قسطنطنیہ پر حملہ کے وقت بیمار ہو گئے۔ وصیت کی کہ اس جہاد میں میری میت اپنے ساتھ رکھنا اور قسطنطنیہ فتح ہو جائے تو مجاہدین کے قدموں کے نیچے مجھے دفن کرنا' چنانچہ آپ قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے مدفون ہیں' آپ کی قبر زیارت گاہ خواص و عام ہے۔ بیمار ان کی قبر کی مٹی سے شفا پاتے ہیں (مرقاۃ و اکمال)[۲] یعنی پیشاب پاخانہ کے وقت قبلہ کو منہ یا پیٹھ کرنا حرام ہے چونکہ مدینہ منورہ میں قبلہ جانب جنوب ہے اور شام یعنی بیت المقدس جانب شمال' وہاں کے لحاظ سے فرمایا گیا کہ شرق یا غرب کو منہ کرلو چونکہ ہمارے ہاں قبلہ جانب مغرب ہے لہٰذا ہم لوگ جنوب یا شمال کو منہ کریں گے' خیال رہے کہ اس حدیث میں جنگل یا آبادی کی کوئی قید نہیں' بہرحال کعبہ کو منہ یا پیٹھ کرکے استنجا کرنا حرام ہے۔ حنفیوں کا یہی مذہب ہے[۳] امام محی السنۃ کے اس فرمان میں چند طرح گفتگو ہے۔ ایک یہ کہ ممانعت کی حدیث میں جنگل یا آبادی کی قید نہیں' مطلق کو اپنے اطلاق پر رکھنا ضروری ہے۔ حضرت ابن عمر کی یہ روایت حضور کا ایک فعل شریف بیان کر رہی ہے اور جب فعل وقول میں نیز

https://archive.org/details/@madni_library

ممانعت اور اباحت میں تعارض معلوم ہو تو حدیث قولی کو فعلی پر اور ممانعت کو اباحت پر ترجیح ہوتی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض افعال کریمہ آپ کی خصوصیات سے ہوتے ہیں، دوسرے یہ کہ حضور کا یہ فعل شریف ممانعت سے پہلے کا ہوگا' لہٰذا یہ منسوخ ہے اور ممانعت کی حدیث ناسخ تیسرے یہ کہ حضرت عبداللہ ابن عمر کو دیکھنے میں غلطی لگی حضور تھوڑا سا قبلہ سے ہٹے ہوں گے جسے جلدی میں ابن عمر نہ دیکھ سکے کیونکہ ایسے موقع پر انسان جلد ہی آنکھیں بند کر کے لوٹ جاتا ہے۔ تحقیق اور غور سے دیکھتا نہیں چوتھے یہ کہ صحابہ کرام کا بھی یہی مذہب تھا کہ آبادی میں بھی اس رخ کو پیشاب پاخانہ نہ کریں چنانچہ مسلم' ابوداؤد' احمد' بخاری' نسائی' ابن ماجہ' دارمی اور ترمذی نے حضرت ابوایوب انصاری سے روایت کی کہ جب ہم شام میں پہنچے تو ہم نے وہاں کے پاخانوں کو قبلہ رخ بنا پایا تو ہم استغفار پڑھتے تھے اور ان میں مڑ کر بیٹھتے تھے' ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث احسن اور اصح ہے۔ پانچویں یہ کہ قبلہ کے آداب آبادی اور جنگل میں یکساں ہیں۔ قبلہ کی طرف تھوکنا یا پاؤں پھیلانا جنگل میں بھی حرام ہے اور بستی میں بھی تو چاہیے کہ پیشاب پاخانہ کا حکم بھی دونوں جگہ یکساں ہو۔

وَعَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهَانَا يَعْنِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ لِغَآئِطٍ اَوْ اَنْ بَوْلٍ اَوْنَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِيْنِ اَوْاَنْ نَّسْتَنْجِيَ بِاَقَلَّ مِنْ ثَلٰثَةِ اَحْجَارٍ اَوْ اَنْ نَّسْتَنْجِيَ بِرَجِيْعٍ اَوْ بِعَظْمٍ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۰۸) روایت ہے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۱؎ فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ ہم پیشاب پاخانہ کے وقت قبلہ کو منہ کریں' یا داہنے ہاتھ سے استنجا کریں' یا تین پتھروں سے کم سے استنجا کریں۲؎ یا گوبر یا ہڈی سے استنجا کریں۳؎ (مسلم)

(۳۰۸) ۱؎ آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے ایران کے شہر اصفہان کے مضافات میں بستی باجن کے رہنے والے تھے' دین کی تلاش میں پھرتے تھے' ۱۴ جگہ فروخت ہوئے' یہاں تک کہ جوئندہ یابندہ حضور تک مدینہ میں پہنچ گئے۔ ساڑھے تین سو سال عمر پائی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تابعی اور حضور کے صحابی ہیں' ۵۳ھ مقام مدائن میں وفات پائی (مرقاۃ) بعض مورخین نے لکھا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں سے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کریمہ سنے' تو آپ کی تلاش میں نکلے۲؎ خیال رہے کہ قبلہ کو منہ کر کے پیشاب' پاخانہ کرنا مکروہ تحریمہ ہے' داہنے ہاتھ سے چھوٹا یا بڑا استنجا مکروہ تنزیہی اور تین ڈھیلے بڑے استنجے کیلئے عام حالات میں مستحب ہے' اگر اس سے کم وبیش میں صفائی ہو تو کر لے' یہی مذہب حنفی ہے' امام شافعی کے یہاں تین ڈھیلے واجب ہیں۳؎ کیونکہ ہڈی جنات کی غذا ہے اور گوبر ان کے جانوروں کی نیز گوبر خود نجس ہے' تو اس سے پاکی کیسے حاصل ہوگی اور ہڈی کہیں نوکیلی کہیں چکنی ہوتی ہے۔ چکنی طرف سے صفائی نہ ہوگی نوک کی طرف سے زخم کا اندیشہ ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْخَلَآءَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۰۹) روایت ہے حضرت انس سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ میں داخل ہوتے' تو فرماتے کہ اے اللہ میں خبیث جنات اور خبیثہ جناتنیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۱؎ (مسلم' بخاری)

(۳۰۹) ۱؎ یہ دعا پاخانے میں داخل ہونے سے پہلے پڑھ لی جائے کیونکہ گندی جگہ پر اللہ کا ذکر ممنوع ہے اور ننگے ہو کر تو بات کرنا ی منع ہے چونکہ پاخانے میں گندے جنات رہتے ہیں اس لیے یہ دعا پڑھنی چاہیے' خبیث اور خبائث کے بہت معنی ہیں یہاں وہ ہی معنے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

مناسب ہیں جو ہم نے کئے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيْرٍ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَ فِي رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ لَّا يَسْتَنْزِهُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيْمَةِ ثُمَّ اَخَذَ جَرِيْدَةً رَّطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِيْ كُلِّ قَبْرٍ وَّاحِدَةً قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا فَقَالَ لَعَلَّهٗ اَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَالَمْ يَيْبَسَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۱۰) روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر گزرے تو فرمایا کہ یہ دونوں عذاب دیئے جا رہے ہیں اور کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں دیئے جا رہے' ان میں سے ایک تو پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور مسلم کی روایت میں ہے کہ پیشاب سے پرہیز نہ کرتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا پھر آپ نے ایک ہری تر شاخ لی اور اسے چیر کر دو حصے فرمائے' پھر ہر قبر میں ایک گاڑ دی لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے یہ کیوں کیا' تو فرمایا کہ شاید جب تک یہ نہ سوکھیں' تب تک ان کا عذاب ہلکا ہوا (مسلم' بخاری)

(۳۱۰) یہ حدیث بڑے معرکے کی ہے اس سے بے شمار مسائل مستنبط ہو سکتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں (۱) حضور کی نگاہ کیلئے کوئی شے آڑ نہیں کھلی چھپی ہر چیز آپ پر ظاہر ہے کہ عذاب قبر کے اندر ہے' حضور قبر کے اوپر تشریف رکھتے ہیں اور عذاب دیکھ رہے ہیں (۲) حضور خلقت کے ہر کھلے چھپے کام کو دیکھ رہے ہیں کہ کون کیا کر رہا ہے اور یہ کیا کرتا تھا' فرما دیا کہ ایک چغلی کرتا تھا اور ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا (۳) گناہ صغیرہ پر حشر و قبر میں عذاب ہو سکتا ہے۔ دیکھو چغلی وغیرہ گناہ صغیرہ ہیں' مگر عذاب ہو رہا ہے (۴) حضور ہر گناہ کا علاج بھی جانتے تھے' دیکھو قبر پر شاخیں لگائیں تا کہ عذاب ہلکا ہو (۵) قبروں پر سبزہ پھول ہار وغیرہ ڈالنا سنت سے ثابت ہے کہ اس کی تسبیح سے مردے کو راحت ہے (۶) قبر پر قرآن پاک کی تلاوت وہاں حافظ بٹھانا بہت اچھا ہے کہ جب سبزہ کے ذکر سے عذاب ہلکا ہوتا ہے تو انسان کے ذکر سے ضرور ہلکا ہوگا' اشعۃ اللمعات نے جامع الاصول سے روایت کی کہ حضرت بریدہ صحابی نے وصیت کی تھی میری قبر میں دو ہری شاخیں ڈال دی جائیں تا کہ نجات نصیب ہو (۷) اگر چہ ہر خشک و تر چیز تسبیح پڑھتی ہے مگر سبزے کی تسبیح سے مردے کو راحت نصیب ہوتی ہے ایسے ہی بے دین کی تلاوت قرآن کا کوئی فائدہ نہیں کہ اس میں کفر کی خشکی ہے۔ مومن کی تلاوت مفید ہے کہ اس میں ایمان کی تری ہے (۸) گناہگاروں کی قبر پر سبزہ عذاب ہلکا کرے گا بزرگوں کی قبروں پر سبزہ مدفون کا ثواب و درجہ بڑھائے گا۔ جیسے مسجد کے قدم وغیرہ (۹) حلال جانوروں کا پیشاب نجس ہے جس سے بچنا واجب دیکھو اونٹ کا چرواہا' اونٹ کے پیشاب کی چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوا (۱۰) خشک نہ ہونے کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تاثیر صرف حضور کے ہاتھ شریف کی نہ تھی ہم بھی قبر پر سبزہ ڈالیں تو یہی تاثیر ہوگی (۱۱) بزرگوں کے قبرستان میں قدم رکھنے کی برکت سے وہاں عذاب اٹھ جاتا ہے یا کم ہو جاتا ہے (مرقاۃ)

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّقُوا اللَّاعِنَيْنِ قَالُوْا وَمَا اللَّاعِنَانِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الَّذِيْ يَتَخَلّٰى فِيْ

(۳۱۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' دو لعنتی کاموں سے بچو! صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ لعنتی کام کون سے ہیں فرمایا وہ جو لوگوں کی راہ' یا سایہ کی

https://archive.org/details/@madni_library

طَرِیْقِ النَّاسِ اَوْ فِیْ ظِلِّھِمْ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

جگہ پر پاخانہ کرے۲ (مسلم)

(۳۱۱) ۱؎ یعنی جن دو کاموں کی وجہ سے لوگ کرنے والے کو طعن لعن کرتے ہیں ان سے پرہیز کرو ۲؎ یعنی راستہ عام طور پر جہاں مسلمانوں کی گزرگاہ ہو وہاں پاخانہ نہ کرو یوں ہی جس سایہ میں لوگ دھوپ کے وقت عموماً بیٹھتے لیٹتے ہوں وہاں نہ کرو کہ اس سے رب تعالٰی بھی ناراض ہوتا ہے لوگ بھی برا کہتے ہیں' لہٰذا یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں کہ نبی نے نخلستان میں حاجت قضا فرمائی کیونکہ وہ جگہ لوگوں کے آرام کی نہ تھی' مرقاۃ نے فرمایا کہ پانی کے گھاٹ اور گزرگاہ عوام پر پاخانہ نہ کرے اور کسی کی ملک زمین میں اس کی بغیر اجازت نہ کرے۔

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا شَرِبَ اَحَدُکُمْ فَلَا یَتَنَفَّسْ فِی الْاِنَآءِ وَاِذَا اَتَی الْخَلَآءَ فَلَا یَمَسَّ ذَکَرَہٗ بِیَمِیْنِہٖ وَلَا یَتَمَسَّحْ بِیَمِیْنِہٖ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۳۱۲) روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے ۱؎ فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی پئے' تو برتن میں سانس نہ لے ۲؎ اور جب پاخانے جائے تو پیشاب گاہ داہنے ہاتھ سے نہ چھوئے اور نہ داہنے ہاتھ سے استنجا کرے ۳؎ (مسلم بخاری)

(۳۱۲) ۱؎ آپ کا نام حارث ابن ربعی یا ابن نعمان ہے' انصاری' ظفری ہیں' بیعت عقبہ اور تمام غزوات میں شامل ہوئے بدر یا احد میں آپ کی آنکھ نکل پڑی تھی۔ حضور نے اسی جگہ ٹکا کر اپنا لعاب شریف لگا دیا تو دوسری آنکھ سے زیادہ روشن ہو گئی' ابوسعید خدری کے اخیافی یعنی ماں شریکے بھائی ہیں' ستر سال عمر پائی' ۵۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی ۲؎ بلکہ برتن منہ سے علیحدہ کر کے سانس لے تاکہ تھوک یا رینٹ پانی میں نہ پڑے نیز سانس میں اندر کی گرمی اور زہریلا مادہ ہوتا ہے جو پانی میں مل کر بیماری پیدا کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ چائے وغیرہ گرم چیز میں پھونکیں مارنا منع ہے ۳؎ کیونکہ داہنا ہاتھ کھانے پینے اور تسبیح وتہلیل شمار کرنے کیلئے ہے لہٰذا اسے گندے کام میں استعمال نہ کرے' صوفیاء فرماتے ہیں کہ اسی طرح زبان و آنکھ و کان کو گناہوں میں استعمال نہ کرے کہ یہ چیزیں اللہ کا ذکر کرنے قرآن دیکھنے و سننے کیلئے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَلْیَسْتَنْثِرْ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْیُوْتِرْ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۳۱۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو وضو کرے' وہ ناک میں پانی لے اور جو استنجا کرے وہ طاق کرے ۱؎ (بخاری و مسلم)

(۳۱۳) ۱؎ معلوم ہوا کہ وضو میں ناک میں پانی لے کر صاف کرنا سنت ہے اور پاخانہ کے بعد ڈھیلوں سے استنجا کرنا اور طاق ڈھیلے لینا سنت ہے۔ پانی سے استنجا بعض صورتوں میں فرض ہے بعض میں واجب بعض میں سنت ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْخُلُ الْخَلَآءَ فَاَحْمِلُ اَنَا وَغُلَامٌ اِدَاوَۃً مِّنْ مَّآءٍ وَعَنَزَۃً یَسْتَنْجِیْ بِالْمَآءِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۳۱۴) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانے جاتے تو میں اور ایک لڑکا پانی کا برتن اور برچھا لیتے' آپ پانی سے استنجا کرتے ۱؎ (مسلم بخاری)

(۳۱۴) ۱؎ وہ دوسرے صاحب حضرت ابن مسعود تھے یا ابوہریرہ یا بلال رضی اللہ عنہم جن کے ذمہ یہ خدمات تھیں پانی سے تو آپ ڈھیلوں کے بعد استنجا کرتے تھے اور برچھے سے یا زمین سے ڈھیلا نکالتے یا پیشاب کیلئے جگہ نرم کرتے تھے یا پیشاب کے بعد وضو کرتے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

پھر برچھے کو سترہ بنا کر دو نفل وضو کے پڑھتے تھے اب بعض بزرگوں کے ساتھ گولے والا عصاء رہتا ہے انہی مصلحتوں سے اس کا ماخذ یہی حدیث ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ
دوسری فصل

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْخَلَاۤءَ نَزَعَ خَاتَمَهٗ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ وَقَالَ اَبُوْدَاوٗدَ هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ وَفِيْ رِوَايَتِهٖ وَضَعَ بَدَلَ نَزَعَ

(۳۱۵) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانے جاتے تو اپنی انگوٹھی اتار دیتے[۱] اسے ابوداؤد' نسائی اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اور ابوداؤد نے فرمایا کہ یہ حدیث منکر ہے[۲] اور ان کی روایت میں اتارنے کے بجائے رکھنا ہے۔

(۳۱۵)[۱] یعنی حضور انگوٹھی پہنے پاخانہ میں نہ جاتے بلکہ یا تو اتار کر باہر ہی رکھ جاتے یا جیب میں ڈال لیتے تھے کیونکہ اس میں لکھا تھا محمد رسول اللہ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جس چیز میں اللہ تعالٰی یا انبیائے کرام کا نام لکھا ہو اس کا ادب کرے اسے گندگی میں نہ ڈالے پاخانہ میں نہ لے جائے' جیسے تعویذ وغیرہ جس میں اسمائے الٰہیہ یا آیات قرآنیہ ہوں۔ دوسرے یہ کہ اگر یہ چیزیں غلاف میں ہوں تو پھر لے جانا جائز ہے اسی لئے تعویذ کا موم جامہ کر لیتے ہیں اور مقطعات قرآنیہ کی انگوٹھی پر شیشہ یا کانچ لگا لیتے ہیں (مرقاۃ وغیرہ) [۲] کیونکہ اس کی اسناد میں ابوعبداللہ ہمام ابن یحیٰی ابن دینار ازدی ہیں' مگر ہمام کی مسلم و بخاری نے توثیق وتعریف کی اسی لئے ترمذی نے اسے حسن وصحیح فرمایا غرض کہ ہمام میں اختلاف ہے بعض نے ان پر جرح کی بعض نے توثیق تعدیل اور جب جرح وتعدیل میں اختلاف ہو تو تعدیل کا اعتبار ہوتا ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح قابل سند ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ الْبَرَازَ انْطَلَقَ حَتّٰى لَا يَرَاهُ اَحَدٌ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۳۱۶) روایت ہے حضرت جابر سے' فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانے جانے کا ارادہ کرتے تو وہاں جاتے جہاں آپ کو کوئی نہ دیکھتا[۱] (ابوداؤد)

(۳۱۶)[۱] یعنی یا تو درخت یا دیوار کے پیچھے بیٹھتے اور اگر چٹیل میدان ہوتا تو اتنی دور تشریف لے جاتے جہاں کسی کی نگاہ نہ پڑسکتی' بعض نے فرمایا کہ اتنی چھوٹی دیوار کہ جو بیٹھے ہوئے کو چھپا سکے' آڑ کیلئے کافی ہے مگر بعض کے نزدیک قد آدم آڑ کا ہونا مناسب ہے (اشعۃ اللمعات)

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَاَرَادَ اَنْ يَّبُوْلَ فَاَتٰى دَمِثًا فِيْ اَصْلِ جِدَارٍ فَبَالَ ثُمَّ قَالَ اِذَا اَرَادَ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّبُوْلَ فَلْيَرْتَدْ لِبَوْلِهٖ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ

(۳۱۷) روایت ہے حضرت ابوموسٰی سے فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا' حضور نے پیشاب کا ارادہ کیا تو دیوار کی جڑ میں نرم زمین پر گئے' پھر پیشاب کیا پھر فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی بھی پیشاب کرنا چاہے تو پیشاب کیلئے نرم جگہ ڈھونڈے[۱] (ابوداؤد)

(۳۱۷)[۱] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ دوسرے شخص کی دیوار کے پیچھے اس سے بغیر پوچھے ہوئے بھی پیشاب کرنا جائز

https://archive.org/details/@madni_library

ہے بشرطیکہ مکان والے کی بے پردگی نہ ہو اور نہ اسے ایذا پہنچے ورنہ ممنوع ہے چنانچہ اگر مالک نے لکھ کر لگا دیا ہو کہ یہاں پیشاب نہ بیٹھو وہاں نہ بیٹھیں دوسرے یہ کہ نرم زمین میں پیشاب کرنا چاہئے تاکہ اس کی چھینٹیں نہ اڑیں، اگر نرم زمین نہ ہو تو کرید کر نرم کر لی جائے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ الْحَاجَةَ لَمْ يَرْفَعْ ثَوْبَهٗ حَتّٰى يَدْنُوَمِنَ الْاَرْضِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ)

(۳۱۸) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب پیشاب پاخانہ کا ارادہ فرماتے تو جب تک زمین کے قریب نہ ہوتے اپنا کپڑا نہ اٹھاتے۔[۱] (ترمذی، ابوداؤد، دارمی)

(۳۱۸) جیسا کہ پچھلی حدیث سے معلوم ہوا پاخانے کا یہ حکم نہیں خواہ کسی مکان میں ہوتے یا جنگل میں کیونکہ بلاضرورت ستر کھولنا جائز نہیں اسی لئے علماء کہتے ہیں کہ تنہائی بلکہ اندھیرے میں بلاضرورت ننگا نہ رہے، رب تعالیٰ سے شرم کرے، سبحان اللہ کیسی نفیس تعلیم ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهٖ اُعَلِّمُكُمْ اِذَا اَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا وَاَمَرَ بِثَلٰثَةِ اَحْجَارٍ وَنَهٰى عَنِ الرَّوْثِ وَالرِّمَّةِ وَنَهٰى اَنْ يَّسْتَطِيْبَ الرَّجُلُ بِيَمِيْنِهٖ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

(۳۱۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے، فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تمہارے لئے ایسا ہوں جیسے بیٹے کیلئے باپ[۱] تمہیں سکھاتا ہوں جب تم پاخانے جاؤ، تو قبلہ کو منہ نہ کرو، اور نہ پیٹھ[۲] اور تین پتھروں کا حکم دیا، اور لید و ہڈی سے منع فرمایا اور منع فرمایا کہ کوئی شخص داہنے ہاتھ سے استنجا کرے[۳] (ابن ماجہ، دارمی)

(۳۱۹)[۱] یعنی شفقت و محبت اور تعلیم میں، میں تمہارے والد کی مثل ہوں اور ادب اطاعت اور تعظیم میں تم میری اولاد کی مثل ہو، خیال رہے کہ بعض احکام شرعیہ میں بھی حضور ساری امت کے باپ ہیں، تمام جہان کے والد آپ کے قدم مبارک پر قربان اسی لئے ان کی بیویاں بحکم قرآن مسلمانوں کی مائیں ہیں کہ ان سے نکاح ہمیشہ حرام اور کسی عورت کو آپ سے پردہ کرنا فرض نہیں۔ اسی لئے سارے مسلمان بحکم قرآن آپس میں بھائی ہیں کیونکہ اس رحمت والے نبی کی اولاد ہیں۔ حضور کو بھائی کہنا حرام ہے اس کی بحث ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھو[۲] جنگل میں ہو یا آبادی میں، آڑ میں ہو یا کھلے میدان میں بہر حال کعبے کو منہ یا پیٹھ کر کے پیشاب پاخانہ نہ کرو، یہ حدیث امام اعظم کی کھلی ہوئی دلیل ہے۔ چونکہ اس میں کسی جگہ کی کوئی قید نہیں[۳] اس ممانعت کی وجوہ پہلے بیان کی جا چکی ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سواء ان ممنوع چیزوں کے ہر اس چیز سے استنجا جائز ہے جو صفائی کر سکے، لکڑی، ڈھیلہ، پتھر وغیرہ، ہاں کاغذ سے استنجا ممنوع اگرچہ سادہ ہی ہو کیونکہ اس پر اللہ رسول کا نام لکھا جا سکتا ہے۔ لہٰذا محترم ہے (مرقاۃ) نیز نوکیلی وغیرہ چیزوں سے استنجا ممنوع ہے کہ یہ نقصان پہنچاتی ہیں۔ خیال رہے کہ انسان، جنات اور جانوروں کی خوراک سے استنجا ممنوع ہے، جیسا روٹی کے سوکھے ٹکڑے، گھاس بھوسہ، کوئلہ پتے وغیرہ کہ یہ سب قابل حرمت ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيُمْنٰى لِطُهُوْرِهٖ وَطَعَامِهٖ وَكَانَتْ يَدُهُ الْيُسْرٰى لِخَلَائِهٖ وَمَا كَانَ مِنْ اَذًى رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ

(۳۲۰) روایت ہے حضرت عائشہ سے، فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا داہنا ہاتھ طہارت اور کھانے کیلئے تھا اور بایاں ہاتھ استنجا اور مکروہ کام کرنے کیلئے[۱] (ابوداؤد)

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(۳۲۰)۱؎ یعنی داہنے ہاتھ سے وضو، غسل کرتے تھے اور پہلے اسی کو دھوتے تھے، نیز اسی سے کھانا کھاتے اور پانی پیتے تھے اور بائیں ہاتھ سے استنجا، ناک کی صفائی، تھوک کا چھینکنا وغیرہ ہر وہ کام جس سے دل کراہت کرے کرتے تھے لہٰذا ایک ہاتھ کے کام دوسرے سے نہ کرو، مرقاۃ نے فرمایا کہ دینی کتابیں داہنے ہاتھ سے پکڑو اور جوتا بائیں ہاتھ سے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ذَهَبَ اَحَدُكُمْ اِلَى الْغَائِطِ فَلْيَذْهَبْ مَعَهٗ بِثَلٰثَةِ اَحْجَارٍ يَّسْتَطِيْبُ بِهِنَّ فَاِنَّهَا تُجْزِئُ عَنْهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ

(۳۲۱) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی پاخانے جائے تو اپنے ساتھ تین پتھر (ڈھیلے) لے جائے ۱؎ جن سے استنجا کرے، یہ اسے کافی ہوں گے (احمد، ابوداؤد، نسائی، دارمی)

(۳۲۱)۱؎ تین پتھروں کا حکم استحبابی ہے کہ عام حالات میں یہ کافی ہوتے ہیں لیکن دست وغیرہ کے موقع پر پانچ یا سات کی ضرورت ہوتی ہے۔ مقصود صفائی ہے جتنے سے حاصل ہو، ہاں سنت یہ ہے کہ طاق ہوں، پتھر اور ڈھیلے ایسے چاہئیں جو نجاست چوس سکیں، دیکھا گیا ہے کہ ریل کے پتھر کافی نہیں ہوتے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْتَنْجُوْا بِالرَّوْثِ وَلَا بِالْعِظَامِ فَاِنَّهَا زَادُ اِخْوَانِكُمْ مِنَ الْجِنِّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرْ زَادُ اِخْوَانِكُمْ مِنَ الْجِنِّ

(۳۲۲) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ گوبر سے استنجا کرو اور نہ ہڈی سے، کیونکہ یہ تمہارے بھائی جنوں کی خوراک ہے ۱؎ اسے ترمذی اور نسائی نے روایت کیا مگر نسائی نے زَادُ الخ کا ذکر نہ فرمایا۔

(۳۲۲)۱؎ ہڈیاں جنات کی خوراک ہے اور گوبر ان کے جانوروں کی غذا، اسی لئے حضور نے اِنَّهَا واحد فرمایا یہ ضمیر ہڈیوں کی طرف لوٹتی ہے، خیال رہے کہ جب مومن جنات کے جانوروں کی خوراک کا احترام ہے تو ہمارے جانوروں کی خوراک کا بھی ضرور احترام ہوگا، بھائی فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان جن مراد ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ جب جنات ہڈی اٹھاتے ہیں تو اس پر گوشت پاتے ہیں اور جب ان کے جانور گوبر میں منہ لگاتے ہیں تو اس میں دانے پاتے ہیں جن سے وہ گوبر بنا۔

وَعَنْ رُوَيْفِعِ ابْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رُوَيْفِعُ لَعَلَّ الْحَيٰوةَ سَتَطُوْلُ بِكَ بَعْدِيْ فَاَخْبِرِ النَّاسَ اَنَّ مَنْ عَقَدَ لِحْيَتَهٗ اَوْ تَقَلَّدَ وَتَرًا اَوِاسْتَنْجٰى بِرَجِيْعِ دَآبَّةٍ اَوْ عَظْمٍ فَاِنَّ مُحَمَّدًا مِّنْهُ بَرِئٌ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۳۲۳) روایت ہے حضرت رویفع بن ثابت سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے رویفع شاید میرے بعد تمہاری زندگی لمبی ہوگی ۲؎ تو لوگوں کو خبر دے دینا کہ جو اپنی داڑھی میں گرہ لگائے یا تانت باندھے ۳؎ یا کسی جانور کی پلیدی یا ہڈی سے استنجا کرے، تو حضور انور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اس سے بیزار ہیں ۴؎ (ابوداؤد)

(۳۲۳)۱؎ آپ انصاری ہیں، امیر معاویہ کے زمانہ میں طرابلس کے حاکم رہے، افریقہ پر ۴۷ھ میں جہاد کیا، ۵۰ھ میں شام میں وفات پائی، مشہور صحابی ہیں، ۲؎ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی موت و زندگی سے خبردار ہیں، حضور نے جنگ بدر سے ایک دن پہلے میدان میں خطوط کھینچ کر فرمایا کہ کل یہاں فلاں کافر مارا جائے گا اور یہاں فلاں، معلوم ہوا کہ وقت موت اور جگہ موت سے خبردار ہیں ۳؎ جہلائے عرب میدان جنگ میں بہادری دکھانے کیلئے داڑھی میں گرہ لگاتے جیسے اب سے کچھ پہلے لوگ لمبی مونچھوں میں گرہ دیا

https://archive.org/details/@madni_library

کرتے تھے۔ بعض نے فرمایا اہل عرب جس کے ایک بیوی ہوتی وہ داڑھی میں ایک گرہ لگاتا' دو بیویوں والا دو گرہ اس سے منع فرمادیا گیا کیونکہ داڑھی میں کنگھی کرنا سنت ہے نیز نظر بد سے بچنے کیلئے گھوڑوں اور بچوں کے گلے میں تانت یا بتوں کے نام کے دم کئے ہوئے دھاگے باندھتے تھے یہ ممنوع ہے خیال رہے کہ آیات قرآنیہ اور اسمائے الٰہیہ کے تعویذ بھی باندھنا جائز ہے اور گنڈے بھی جیسا کہ انشاء اللہ باب الاستعاذہ میں تحقیق کی جائے گی' صحابہ کرام نے یہ عمل کئے ہیں لہٰذا اس حدیث سے ان تعویذ گنڈھوں کو منع نہیں کر سکتے۔ گنگا کے پانی کی تعظیم اور تعظیماً اس کا پانی پینا کفر ہے۔ آب زمزم کی تعظیم ایمان کا رکن ہے وہ پانی تعظیماً کھڑے ہو کر پینا چاہئے کہ یہ ایک پیغمبر کے قدم کا فیض ہے۔ غرض کہ بتوں کے احکام بزرگوں پر جاری کرنا بڑی بے دینی ہے۔[۲] یعنی اس کام سے متنفر ہیں اور کرنے والے سے ناراض ہیں' یہاں یہ نہ فرمایا گیا کہ میں بیزار ہوں' بلکہ فرمایا کہ حضور محمد مصطفیٰ بیزار ہیں تا کہ پتا لگے کہ حضور ہیں ''محمد'' ہر طرح قابل حمد' جس سے وہ ناراض ہیں وہ ہر طرح برا ہی ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ کبھی گناہ صغیرہ بھی حضور کی ناراضی کا باعث بن جاتے ہیں کیونکہ یہ مذکورہ تین کام گناہ صغیرہ ہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ جاہلیت والوں کے کاموں سے مسلمان کو پرہیز چاہئے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اکْتَحَلَ فَیُوْتِرْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَحْسَنَ وَمَنْ لَّا فَلَا حَرَجَ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْیُوْتِرْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَحْسَنَ وَمَنْ لَّا فَلَا حَرَجَ وَمَنْ اَکَلَ فَمَا تَخَلَّلَ فَلْیَلْفِظْ وَمَالَاكَ بِلِسَانِهٖ فَلْیَبْتَلِعْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَحْسَنَ وَمَنْ لَّا فَلَاحَرَجَ وَمَنْ اَتَی الْغَائِطَ فَلْیَسْتَتِرْ فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ اِلَّا اَنْ یَّجْمَعَ کَثِیْباً مِنْ رَمْلٍ فَلْیَسْتَدْبِرْهُ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَلْعَبُ بِمَقَاعِدِ بَنِیْ اٰدَمَ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَحْسَنَ وَمَنْ لَّا فَلَاحَرَجَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ

(۳۲۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو سرمہ لگائے وہ طاق بار لگائے[۱] اگر کرے تو اچھا ہے نہ کرے تو گناہ نہیں[۲] اور جو استنجا کرے تو طاق سے کرے جو کرے تو اچھا اور نہ کرے تو گناہ نہیں[۳] اور جو کھائے تو جو خلال سے نکالے وہ تھوک دے اور جو زبان سے نکالے وہ نگل لے[۴] جو کرے تو اچھا ہے جو نہ کرے تو گناہ نہیں[۵] اور جو پاخانے جائے تو آڑ کرے اگر آڑ نہ پائے یا بجز اس کے کہ ریت کا ڈھیر جمع کرے تو اس ڈھیر کی طرف پیٹھ کرے[۶] کیونکہ شیطان لوگوں کے پاخانہ کے مقام سے کھیلتا ہے جو یہ کرے تو اچھا ہے جو نہ کرے تو گناہ نہیں ہے۔

(۳۲۴)[۱] ہر آنکھ میں تین سلائیاں اس طرح کہ پہلے داہنی آنکھ میں تین بعض لوگ یوں کرتے ہیں کہ پہلے داہنی میں دو پھر بائیں میں تین پھر دائیں میں ایک تا کہ داہنی پر ابتداء اور انتہا ہو'اس میں بھی حرج نہیں' نبی کریم رات کو سوتے وقت تین تین سلائیاں لگایا کرتے تھے اس پر پابندی کرنے والا انشاء اللہ اندھا نہ ہوگا[۲] یعنی یہ امر وجوب کیلئے نہیں بلکہ استحباب کیلئے ہے اس سے معلوم ہوا کہ مطلق امر وجوب کیلئے ہوتا ہے ورنہ حضور کو امر کے بعد اس فرمان کی ضرورت نہ ہوتی[۳] یعنی بڑے استنجے کیلئے تین یا پانچ یا سات حسب ضرورت ڈھیلے لے اگر چار یا چھ لئے جب بھی مضائقہ نہیں کیونکہ مقصود صفائی ہے۔ خیال رہے کہ سرمے کی تین ہی سلائیاں لگائے پانچ یا سات نہیں کہ یہی سنت ہے[۴] کیونکہ خلال سے نکالے ہوئے میں خون سے مخلوط ہونے کا احتمال ہے لہٰذا احتیاطاً نہ کھائے اور زبان سے نکالے ہوئے میں یہ احتمال نہیں وہاں اس احتیاط کی ضرورت نہیں[۵] یہ اس صورت میں ہے کہ خون سے مخلوط ہونے کا صرف احتمال ہو یقین نہ ہو اگر یقین ہو تو نگلنا حرام ہے کیونکہ بہتا خون حرام بھی ہے اور نجس بھی خواہ دوسرے کا' اس سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ بہتا خون جسم میں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

داخل کرنا ناجائز ہے جیسے پیشاب یا پاخانہ داخل کرنا کہ یہ سب نجس ہیں ۶؎ لوگوں کے سامنے تو آڑ کرنا فرض ہے۔ تنہائی میں آڑ مستحب کیونکہ یہ حیا کا ایک شعبہ ہے اسی لئے تنہائی میں بھی ننگا رہنا ممنوع ہے ڈھیر کی طرف پیٹھ کرنا اس واسطے ہے کہ آگے تو کپڑے وغیرہ سے بھی آڑ کی جاسکتی ہے ورنہ دونوں طرفیں ستر کے لائق ہیں ۷؎ یعنی تنہائی میں یہ پردہ مستحب ہے واجب نہیں، شیطان کے کھیلنے سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو ننگا دیکھ کر ہنستا ہے، وسوسے ڈالتا ہے وغیرہ۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِيْ مُسْتَحَمِّهٖ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيْهِ اَوْ يَتَوَضَّأُ فِيْهِ فَاِنَّ عَامَّةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ اِلَّا اَنَّهُمَا لَمْ يَذْكُرَ اَثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيْهِ اَوْ يَتَوَضَّأُ فِيْهِ

(۳۲۵) روایت ہے عبداللہ ابن مغفل سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی غسل خانہ میں ہرگز پیشاب نہ کرے پھر اس میں غسل یا وضو کرے گا ۲؎ کیونکہ عام وسوسے اسی سے ہوتے ہیں ۳؎ اسے ابوداؤد ترمذی اور نسائی نے روایت کیا مگر ان دونوں نے ثم یغتسل کا ذکر نہ کیا۔

(۳۲۵) ۱؎ آپ صحابی ہیں، قبیلہ مزینہ سے ہیں، بیعت الرضوان میں شریک ہوئے، مدینہ منورہ قیام رہا، شہر تستر فتح ہونے پر اول آپ ہی وہاں داخل ہوئے، عہد فاروقی میں بصرہ میں لوگوں کو علم دین سکھانے کیلئے آپ کو بھیجا گیا، وہیں ۵۹ھ میں وفات ہوئی ۲؎ مستحمہ کے معنی ہیں گرم پانی استعمال کرنے کی جگہ، حمیم گرم پانی، اسی سے حمام بنا، اگر غسل خانہ کی زمین پختہ ہو اور اس میں پانی خارج ہونے کی نالی بھی ہو تو وہاں پیشاب کرنے میں حرج نہیں اگرچہ بہتر ہے کہ نہ کرے لیکن اگر زمین کچی ہو اور پانی نکلنے کا راستہ بھی نہ ہو تو پیشاب کرنا سخت برا ہے کہ زمین نجس ہو جائے گی اور غسل یا وضو میں گندا پانی جسم پر پڑے گا۔ یہاں دوسری صورت ہی مراد ہے۔ اسی لئے تاکیدی ممانعت فرمائی گئی ۳؎ یعنی اس سے وسوسوں اور وہم کی بیماری پیدا ہوتی ہے جیسا کہ تجربہ ہے یا گندی چھینٹیں پڑنے کا وسوسہ رہے گا پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَرْجِسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِيْ جُحْرٍ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۳۲۶) روایت ہے عبداللہ ابن سرجس سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی شخص سوراخ میں ہرگز پیشاب نہ کرے ۲؎ (ابوداؤد نسائی)

(۳۲۶) ۱؎ آپ قبیلہ مزینہ یا قبیلہ بنی مخزوم سے ہیں، بصرہ کے رہنے والے ہیں، آپ کے والد کا نام یا سرجس ہے یا نرجس ۲؎ جُحر سے مراد یا زمین کا سوراخ یا دیوار کی پھٹن، چونکہ اکثر سوراخوں میں زہریلے جانور، چیونٹیاں وغیرہ کمزور جانور یا جنات رہتے ہیں چیونٹیاں پیشاب یا پانی سے تکلیف پائیں گی یا سانپ و جن نکل کر ہمیں تکلیف دیں گے اس لئے وہاں پیشاب کرنا منع فرمایا گیا، چنانچہ سعد ابن عبادہ انصاری کی وفات سے اسی سے ہوئی کہ آپ نے ایک سوراخ میں پیشاب کیا جن نے نکل کر آپ کو ہلاک کر دیا۔ لوگوں نے اس سوراخ سے یہ آواز سنی نحن قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادۃ ورمینا بسهم فلم نخط فؤاده (مرقاۃ واشعۃ اللمعات)

وَعَنْ مُّعَاذٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا الْمَلَاعِنَ الثَّلٰثَةَ الْبَرَازَ فِي الْمَوَارِدِ وَقَارِعَةِ الطَّرِيْقِ وَالظِّلِّ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ

(۳۲۷) روایت ہے حضرت معاذ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین لعنتی چیزوں سے بچو گھاٹوں، درمیانی راستہ اور سایہ میں پاخانہ کرنے سے ۱؎ (ابوداؤد)

https://archive.org/details/@madni_library

(۳۲۷)۱؎ اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ ہر وہ جگہ جہاں لوگ بیٹھتے یا آرام کرتے ہوں وہاں پاخانہ کرنا منع ہے کہ اس سے رب تعالٰی بھی ناراض ہے اور لوگ بھی گالیاں دیتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ مسجد کے غسل خانوں اور استنجا خانوں میں پاخانہ کرنا سخت جرم ہے' بندوں کو ستانے والا رب کے عذاب کا مستحق ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَخْرُجُ الرَّجُلَانِ یَضْرِبَانِ الْغَائِطَ کَاشِفَیْنِ عَنْ عَوْرَتِهِمَا یَتَحَدَّثَانِ فَاِنَّ اللّٰهَ یَمْقُتُ عَلٰی ذٰلِكَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ ابْنُ مَاجَةَ

(۳۲۸) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو شخص پاخانہ کرنے نہ جائیں کہ شرمگاہیں کھولے باتیں کریں کیونکہ اللہ تعالٰی اس پر ناراض ہوتا ہے۔۱؎ (احمد' ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۳۲۸)۱؎ کیونکہ دوسرے کے سامنے ننگا ہونا بھی منع ہے اور پیشاب پاخانہ کرتے ہوئے باتیں کرنا بھی جرم اس وقت باتیں کرنے سے ملائکہ کو تکلیف ہوتی ہے بلکہ اس وقت اللہ کا بھی ذکر نہ کریں اگر چھینک آئے تو زبان سے الحمد للہ بھی نہ کہیں اگر کوئی سلام کرے تو جواب بھی نہ دیں' غرضیکہ پیشاب' پاخانے اور صحبت کے وقت مطلقًا بات کرنا ممنوع ہے۔

وَعَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذِهِ الْحُشُوْشَ مُحْتَضَرَةٌ فَاِذَا اَتٰی اَحَدُکُمُ الْخَلَاءَ فَلْیَقُلْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

(۳۲۹) روایت ہے زید بن ارقم سے فرماتے ہیں۱؎ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ پاخانے جنات کے حاضر رہنے کی جگہ ہیں۲؎ تو جب تم میں سے کوئی پاخانہ جائے تو کہہ لے میں گندے جن اور جناتی سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں۳؎ (ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۳۲۹)۱؎ آپ مشہور صحابی ہیں' آپ کی کنیت ابوعمرو ہے' انصاری ہیں' خزرجی ہیں' کوفہ میں قیام رہا' ۸۵ سال عمر پائی' ۷۸ھ میں کوفہ میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۲؎ کیونکہ یہاں پلیدیاں پڑتی ہیں اللہ کا ذکر ہوتا نہیں' اس لئے وہاں شیطان لوگوں کی تاک میں بیٹھتے ہیں اسی لئے حکم ہے کہ بلاضرورت پاخانہ میں نہ جاؤ اور بلاوجہ وہاں نہ بیٹھو' خیال رہے کہ گرجے' مندر' شراب خانے' سینما' جہاں جواری جوا کھیلیں یہ تمام جگہ شیطانوں کے ٹھکانے ہیں' سرکار نے فرمایا کہ بازاروں میں شیطان رہتا ہے کہ وہاں جھوٹ دھوکے بہت دیئے جاتے ہیں۳؎ مگر یہ کلمات پاخانہ میں جانے سے پہلے کہے' پاخانہ کے اندر اللہ کا ذکر منع ہے کیونکہ وہاں گندگی ہے۔

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سِتْرُ مَا بَیْنَ اَعْیُنِ الْجِنِّ وَعَوْرَاتِ بَنِیْ اٰدَمَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْخَلَآءَ اَنْ یَّقُوْلَ بِسْمِ اللّٰهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَّ اِسْنَادُهٗ لَیْسَ بِقَوِیٍّ

(۳۳۰) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنات کی آنکھوں اور لوگوں کے ستر کے درمیان پردہ یہ ہے کہ جب کوئی پاخانہ میں جائے تو بسم اللہ کہہ لے۱؎ اسے ترمذی نے روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔اس کی سند قوی نہیں۔

(۳۳۰)۱؎ یعنی جیسے دیوار اور پردے لوگوں کی نگاہ سے آڑ بنتے ہیں۔ایسے ہی یہ اللہ کا ذکر جنات کی نگاہوں سے آڑ بنے گا کہ جنات اس کو نہ دیکھ سکیں گے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

(۳۳۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ غُفْرَانَكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ

علیہ وسلم جب پاخانے سے آتے تو فرماتے تیری بخشش (چاہئے)۱ (ترمذی، وابن ماجہ، دارمی)

(۳۳۱)۱ان تمام احادیث میں بیت الخلاء سے پاخانے پھرنے کی جگہ مراد ہے، جنگل میں ہو یا چھت پر یا گھر کے گوشہ میں نہ کہ خاص کوٹھڑیاں، کیونکہ اس زمانہ میں گھروں میں پاخانہ کی کوٹھڑیاں بنانے کا رواج نہ تھا، اور پاخانہ سے فارغ ہو کر مغفرت مانگنے کی دو وجہ ہیں۔ ایک یہ کہ فراغت کا وقت اللہ کے ذکر کے بغیر گزرا کیونکہ حضور سوائے اس حالت کے تمام حالات میں ذکر اللہ کرتے تھے خداوند اس کوتاہی کو معاف کر، دوسرے یہ کہ خیریت سے پاخانہ ہو جانا خدا کی بڑی نعمت ہے جس کے شکریہ سے زبان قاصر ہے۔ خدایا اس قصور کو معاف کر خیال رہے کہ حضور کی استغفارہ امت کی تعلیم کیلئے ہے۔

وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَى الْخَلَاءَ اَتَيْتُهُ بِمَاءٍ فِي تَوْرٍ اَوْ رَكْوَةٍ فَاسْتَنْجٰى ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ اَتَيْتُهُ بِاِنَاءٍ اٰخَرَ فَتَوَضَّاَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ وَ النَّسَائِيُّ مَعْنَاهُ

(۳۳۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ جاتے تو میں آپ کی خدمت میں چھاگل یا پیالہ میں پانی لاتا۱ آپ استنجا کرتے پھر ہاتھ شریف زمین پر رگڑتے۲ پھر میں دوسرا برتن لاتا تو وضو فرماتے۳ اسے ابوداؤد اور دارمی نے روایت کیا۔ نسائی نے بمعنی۔

(۳۳۲)۱اس سے معلوم ہوا کہ نبی امتی سے، پیر مرید سے، استاد شاگرد سے، باپ اپنے بیٹے سے خدمت لے سکتا ہے اور ان لوگوں کا رضا کارانہ طور پر بزرگوں کی خدمت کرنا سعادت مندی ہے۲ تاکہ مٹی سے ہاتھ مانجھ کر بو دفع کر دی جائے لہٰذا استنجے کے بعد صابون وغیرہ سے ہاتھ دھونا سنت سے ثابت ہے۔ خیال رہے کہ حضور کا یہ فعل شریف بھی امت کیلئے ہے ورنہ حضور کے فضلات میں بدبو نہ تھی حتیٰ کہ ایک بی بی نے حضور کا پیشاب دھوکہ میں پی لیا جیسا کہ اس کے موقع پر ذکر کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۳ اکثر نہ کہ ہمیشہ جیسا کہ دوسری روایات سے ثابت ہے، چونکہ برتن چھوٹا تھا استنجے کے بعد وضو کے لائق پانی نہیں بچتا تھا، اس لئے دوسرے برتن سے وضو فرماتے تھے ورنہ استنجے کے بچے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے۔

وَعَنِ الْحَكَمِ بْنِ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا بَالَ تَوَضَّاَ وَنَضَحَ فَرْجَهُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ

(۳۳۳) روایت ہے حکم ابن سفیان سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب پیشاب کرتے تو وضو فرماتے اور شرمگاہ (رومالی) پر چھینٹا دیتے۱ (ابوداؤد، نسائی)

(۳۳۳)۱سفیان ابن حکم کی صحابیت میں اختلاف ہے نیز ان کا نام یا حکم ابن سفیان ہے یا سفیان ابن حکم، رومالی پر چھینٹا مارنا دفع وسوسہ کیلئے اکسیر ہے، بعض علماء ہر وضو کے بعد اس کے چھینٹے کو مستحب کہتے ہیں، بعض فرماتے ہیں کہ اگر پیشاب کے بعد وضو کیا جائے تو چھینٹا مار لیا جائے تاکہ اگر بعد میں رومالی پر تری نظر آئے تو اس کے پیشاب ہونے کا احتمال نہ رہے یہی صحیح ہے۔

وَعَنْ اُمَيْمَةَ بِنْتِ رُقَيْقَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدَحٌ مِّنْ عِيْدَانٍ تَحْتَ سَرِيْرِهٖ يَبُوْلُ فِيْهِ بِاللَّيْلِ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۳۳۴) روایت ہے امیمہ بنت رقیقہ سے۱ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لکڑی کا پیالہ تھا جو آپ کے تخت کے نیچے رکھا رہتا تھا جس میں رات کو پیشاب کرتے تھے۲ (ابوداؤد، نسائی)

https://archive.org/details/@madni_library

(۳۳۴)؎ آپ صحابیہ ہیں، آپ کے والد کا نام عبداللہ اور ماں کا نام رقیقہ ہے، یا حضور کی پھوپھی ہیں یعنی آپ کے والد کی ماں شریکی ہمشیرہ یا حضرت خدیجہ کی بہن اور ہوسکتا ہے کہ یہ دونوں رشتے ہوں ؎ عیدان یا عود کی جمع ہے (بمعنی لکڑی) یا عیدانۃ کی بمعنی درخت کھجور، سرکار اکثر زمین پر سوتے تھے اور کبھی تخت پر بھی پائنتی کی طرف یہ پیالہ رہتا تھا تاکہ پیشاب کیلئے سردی وغیرہ میں باہر نہ جانا پڑے۔

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ رَاٰنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبُوْلُ قَائِمًا فَقَالَ يَا عُمَرُ لَاتَبُلْ قَائِمًا فَمَا بُلْتُ قَائِمًا بَعْدُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ قَالَ الشَّيْخُ الْاِمَامُ مُحْيِ السُّنَّةِ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَدْ صَحَّ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ اَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ قِيْلَ كَانَ ذٰلِكَ لِعُذْرٍ

(۳۳۵) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میں کھڑے ہوئے پیشاب کر رہا تھا تو فرمایا کہ اے عمر کھڑے ہوکر پیشاب نہ کیا کرو پھر میں نے کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہ کیا؎ (ترمذی، ابن ماجہ) شیخ الامام محی السنہ نے فرمایا حضرت حذیفہ سے بروایت صحیح مروی ہے فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کی کوڑی پر تشریف لائے تو کھڑے ہوکر پیشاب کیا (مسلم بخاری) کہا گیا کہ یہ عذراً تھا؎

(۳۳۵)؎ اس سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنا مکروہ اور طریقہ کفار ہے، جاہلیت کے لوگ گدھے بیل کی طرح کھڑے ہوکر پیشاب کیا کرتے تھے اگر اس میں بے پردگی ہو یا کپڑوں پر چھینٹیں پڑیں یا مشابہت کفار (فیشن) کیلئے ہو تو مکروہ تحریمی ہے ورنہ مکروہ تنزیہی، مجبوری کی حالت میں بلاکراہت جائز؎ یا تو وہاں بیٹھنے کی جگہ نہ تھی کیونکہ کوڑی پر ہر جگہ نجاست ہی ہوتی ہے یا پاؤں شریف میں زخم یا پیٹھ میں درد تھا جس کیلئے کھڑے ہوکر پیشاب کرنا مفید تھا۔ اطباء کہتے ہیں کہ کھڑے ہوکر انگارے پر پیشاب کرنا ستر بیماریوں کا علاج ہے (مرقاۃ و اشعۃ اللمعات) خیال رہے کہ اس موقع پر سرکار اونچی جگہ پر کھڑے ہوئے ہوں گے، جس سے پیشاب کی چھینٹوں سے محفوظ رہے ہوں گے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَنْ حَدَّثَكُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبُوْلُ قَائِمًا فَلَا تُصَدِّقُوْهُ مَا كَانَ يَبُوْلُ اِلَّا قَاعِدًا (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

(۳۳۶) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں جو تمہیں یہ خبر دے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر پیشاب کرتے تھے تو سے سچا نہ مانو آپ بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے تھے؎ (احمد، ترمذی، نسائی)

(۳۳۶)؎ ام المومنین حضور کی عادت کریمہ کا ذکر فرما رہی ہیں یا حضور نے گھر میں کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہ کیا ورنہ ایک آدھ بار عذراً کھڑے ہوکر پیشاب کیا ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ جِبْرَئِيْلَ اَتَاهُ فِيْ اَوَّلِ مَا اُوْحِيَ اِلَيْهِ فَعَلَّمَهُ الْوُضُوْءَ وَالصَّلٰوةَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الْوُضُوْءِ

(۳۳۷) روایت ہے حضرت زید ابن حارثہ سے؎ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضرت جبرائیل پہلی وحی میں آپ کے پاس آئے؎ تو آپ کو وضو و نماز سکھائی؎ پھر جب وضو سے فارغ ہوئے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اَخَذَ غُرْفَةً مِّنَ الْمَآءِ فَنَضَحَ بِهَا فَرْجَهُ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارُ قُطْنِیْ)

تو پانی کا چلو لیا اور شرمگاہ پر چھڑکا۔[۴] (احمد و دار قطنی)

(۳۳۷)[۱] آپ کی کنیت ابواسامہ ہے' آپ کی والدہ سعد بنت ثعلبہ ہیں۔ آپ کو آٹھ سال کی عمر میں قبیلہ بنی معن نے پکڑ لیا اور بازار عکاظ میں حکیم ابن حزام ابن خویلد کے ہاتھ چار سو درہم کے عوض فروخت کیا۔ حکیم نے آپ کو اپنی پھوپھی خدیجۃ الکبریٰ کے واسطے خریدا' جب حضور نے بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو انہوں نے حضرت زید کو حضور ﷺ کی خدمت میں نذر کر دیا' حضور نے انہیں آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا اور اپنی لونڈی ام ایمن سے نکاح کر دیا جس سے اسامہ ابن زید پیدا ہوئے پھر حضور نے آپ کا نکاح زینب بنت جحش سے کر دیا جو بعد میں حضور کے نکاح میں آئیں۔ آپ حضور کو بڑے پیارے تھے۔ حتی کہ آپ کا شمار اہل بیت پاک میں ہوتا ہے اور لوگ آپ کو زید ابن محمد کہا کرتے تھے۔ تب یہ آیت اتری: اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ (۳۳:۵) انہیں ان کے باپ ہی کا کہہ کر پکارو (کنزالایمان) تمام صحابہ میں صرف آپ کا ہی نام قرآن پاک میں آیا: فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا (۳۳:۳۷) پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی (کنزالایمان) آپ کی عمر پچپن سال ہوئی' جمادی اولیٰ ۸ھ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے[۲] پہلی وحی سے مراد فرضیت نماز یعنی شب معراج کے بعد کی پہلی وحی ہے جو نبوت کے تیرھویں سال ہوئی کیونکہ اس سے پہلے نہ نماز آئی تھی نہ وضو' حضور اپنے اجتہاد سے یہ سب کچھ کیا کرتے تھے لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پہلی وحی اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ ہے[۳] امت کی تعلیم کیلئے ورنہ حضور خود تو پہلے ہی سب کچھ جانتے تھے نبوت سے پہلے غار حرا میں اعتکاف اور عبادت کرتے تھے مگر اب یہ احکام شرعیہ بنے لہٰذا جبرائیل امین نے سکھایا نہیں بلکہ رب کی طرف سے پہنچایا لہٰذا جبرائیل امین حضور ﷺ کے خادم ہیں' استاد نہیں' سکھانے والا رب ہے[۴] تاکہ حضور اپنی امت کو یہ سکھائیں اس کی شرح پہلے گزر چکی کہ یہ وسوسہ کا علاج ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَنِیْ جِبْرَئِيْلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِذَا تَوَضَّأْتَ فَانْتَضِحْ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَعْنِی الْبُخَارِیَّ يَقُوْلُ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیِّ الْهَاشِمِیُّ الرَّاوِی مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ

(۳۳۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے پاس حضرت جبریل آئے عرض کیا اے محمد[۱] (صلی اللہ علیہ وسلم) جب آپ وضو کریں تو پانی چھڑک لیا کریں ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے میں نے محمد یعنی امام بخاری کو کہتے سنا کہ حسن بن علی ہاشمی راوی منکر الحدیث ہے[۲]

(۳۳۸)[۱] شاید یہ حدیث اس آیت کے نزول سے پہلے کی ہے: لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (۲۴:۶۳) رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے (کنزالایمان) اس آیت کے نزول کے بعد فقط نام شریف سے حضور ﷺ کو پکارنا حرام ہے جب ہمارا رب ہی اپنے محبوب کو نبی' رسول' مزمل' مدثر کے القاب سے پکارے تو مخلوق صرف نام سے کیسے پکار سکتی ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہ الفاظ شریف حضور ﷺ کے اپنے ہوں' انہوں نے ادب سے پکارا ہوگا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے انکساراً اس طرح نقل فرمایا جیسے کہا جاتا ہے کہ مجھ سے فلاں نے کہا تو اس وقت آنا حالانکہ انہوں نے کہا ہوتا ہے (آپ تشریف لائیے گا)[۲] یعنی اس اسناد میں کوئی راوی حسن ابن علی بھی ہے جو خود ثقہ نہیں ہے اور اس روایت میں وہ اکیلا ہے مگر مضائقہ نہیں کیونکہ فضائل

https://archive.org/details/@madni_library

اعمال میں ضعیف حدیث معتبر ہے' خیال ہے کہ یہ حسن ابن علی کوئی غیر معتبر شخص ہے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ مراد نہیں جیسا بعض لوگوں نے سمجھا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ بَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عُمَرُ خَلْفَهٗ بِكُوْزٍ مِّنْ مَاءٍ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا عُمَرُ فَقَالَ مَاءٌ تَتَوَضَّأُ بِهٖ قَالَ مَا اُمِرْتُ كُلَّمَا بُلْتُ اَنْ اَتَوَضَّأَ وَلَوْ فَعَلْتُ لَكَانَ سُنَّةً (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۳۳۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں پیشاب کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حضرت عمر آپ کے پیچھے پانی کا کوزہ لے کر کھڑے ہو گئے فرمایا اے عمر! یہ کیا عرض کیا پانی ہے جس سے آپ وضو کریں فرمایا مجھے یہ حکم نہیں کہ جب کبھی پیشاب کروں تو وضو کروا گر یہ کروں تو سنت ہو جائے (ابوداؤد وابن ماجہ)[۱]

(۳۳۹)[۱] یعنی سنت مؤکدہ ورنہ باوضو رہنا سنت مستحبہ تو ہے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت کیلئے حکم کا انتظار نہیں کرتے تھے بلکہ موقع کی تلاش میں رہتے تھے' دوسرے یہ کہ جو کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کریں وہ سنت مؤکدہ ہے اور جس کا حکم بھی کریں وہ واجب' تیسرے یہ کہ بار ہا سرکار نے امت پر آسانی کرنے کیلئے مستحب کاموں کو چھوڑ دیا ہے اور یہ چھوڑنا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے باعث ثواب ہے کیونکہ تبلیغ ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ وَجَابِرٍ وَّاَنَسٍ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ لَمَّا نَزَلَتْ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَثْنٰى عَلَيْكُمْ فِي الطُّهُوْرِ فَمَا طُهُوْرُكُمْ قَالُوْا نَتَوَضَّأُ لِلصَّلٰوةِ وَنَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ وَ نَسْتَنْجِيْ بِالْمَآءِ فَقَالَ هُوَ ذَاكَ فَعَلَيْكُمُوْهُ (رَوَاهُ بْنُ مَاجَةَ)

(۳۴۰) روایت ہے حضرت ابوایوب و جابر وانس سے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اس مسجد میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاک ہونا پسند کرتے ہیں اور اللہ ستھروں کو پسند فرماتا ہے[۱] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے انصار کے گروہ اللہ نے تمہاری پاکی کی بہت تعریف کی ہے تمہاری کیسی پاکی ہے[۲] وہ بولے کہ ہم نماز کیلئے وضو جنابت کیلئے غسل کرتے ہیں اور پانی سے استنجا[۳] تو فرمایا کہ وہ یہ ہی پاکی ہے اسے لازم کرلو[۴] (ابن ماجہ)

(۳۴۰)[۱] اس آیت میں مسجد قباء کی تعریف فرمائی گئی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے یعنی چونکہ مسجد کے آس پاس انصار رہتے ہیں اور اس میں وہی نماز پڑھتے ہیں۔ یہ بڑے پاک لوگ ہیں' آپ بھی وہاں نماز پڑھا کریں' اس سے معلوم ہوا کہ جس مسجد کو بزرگوں نے بنایا ہو یا بزرگوں نے وہاں نمازیں پڑھی ہوں یا اس کے قریب بزرگ رہتے ہوں یا دفن ہوں وہاں نماز کا ثواب زیادہ ہے اور ارادۃً وہاں جا کر نماز پڑھنا ربّ کو پسند ہے' اس سے شریعت اور تصوف کے بہت سے مسائل حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس کی پوری تحقیق ہماری تفسیر نور العرفان میں دیکھو[۲] یہ سوال و جواب لوگوں کو سنانے کیلئے ہے ورنہ حضور تو ہر ایک کے عمل سے واقف ہیں' فرماتے ہیں لَا يَخْفٰى عَلَيَّ صَلٰوتُكُمْ الخ[۳] ڈھیلوں کے بعد پانی سے بھی استنجا کر لیتے ہیں یا صرف پانی سے ہی استنجا کرتے ہیں نہ کہ ڈھیلوں سے' دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں جیسا کہ مرقاۃ وغیرہ میں ہے دوسرے صرف لوگ ڈھیلوں پر کفایت کرتے ہیں مگر یہ کفایت خشک پاخانے میں ہو سکتی ہے' دست کی صورت میں دھونا فرض ہے جبکہ روپے ... ادہ جگہ لتھڑ جائے[۴] یعنی پانی سے استنجا لازم کرلو نماز کیلئے وضو اور جنابت سے غسل تو سب حضرات ہی کرتے تھے۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ بَعْضُ الْمُشْرِكِيْنَ وَهُوَ يَسْتَهْزِئُ اِنِّيْ لَارٰى صَاحِبَكُمْ يُعَلِّمُكُمْ حَتَّى الْخِرَآءَةَ قُلْتُ اَجَلْ اَمَرَنَا اَنْ لَّا نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ وَلَا نَسْتَنْجِيَ بِاَيْمَانِنَا وَلَا نَكْتَفِيَ بِدُوْنِ ثَلٰثَةِ اَحْجَارٍ لَيْسَ فِيْهَا رَجِيْعٌ وَّلَا عَظْمٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ اَحْمَدُ وَ اللَّفْظُ لَهٗ

(۳۴۱) روایت ہے حضرت سلمان سے فرماتے ہیں بعض مشرکوں نے مذاقاً کہا کہ ہم تمہارے صاحب کو دیکھتے ہیں کہ تم کو پاخانہ کرنا تک سکھاتے ہیں۱؎ میں نے کہا ہاں ہمیں حکم دیا ہے کہ قبلہ کو منہ نہ کریں اور نہ داہنے ہاتھ سے استنجا کریں اور تین پتھروں سے کم پر کفایت نہ کریں ان میں نہ گوبر ہو نہ ہڈی۲؎ (مسلم) احمد نے روایت کیا یہ اس کے لفظ ہیں۔

(۳۴۱)۱؎ ایسی معمولی باتیں سکھانا ان کی شان کے خلاف ہے بڑے لوگ بڑی باتیں سکھائیں۲؎ سبحان اللہ کیسا حکیمانہ جواب ہے یعنی یہ تو ہمارے رسول کا کمال ہے کہ ہمیں کسی کا محتاج نہ رکھا سب کچھ سکھا دیا' دیکھو ہمیں استنجا کے بارے میں کیسے نفیس احکام عطا فرمائے' تم بھی یہ باتیں سیکھ لو۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بْنِ حَسَنَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ يَدِهِ الدَّرَقَةُ فَوَضَعَهَا ثُمَّ جَلَسَ فَبَالَ اِلَيْهَا فَقَالَ بَعْضُهُمْ اُنْظُرُوْا اِلَيْهِ يَبُوْلُ كَمَا تَبُوْلُ الْمَرْاَةُ فَسَمِعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَيْحَكَ اَمَا عَلِمْتَ مَا اَصَابَ صَاحِبَ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ كَانُوْا اِذَا اَصَابَهُمُ الْبَوْلُ قَرَضُوْهُ بِالْمَقَارِيْضِ فَنَهَاهُمْ فَعُذِّبَ فِيْ قَبْرِهٖ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ عَنْهُ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى

(۳۴۲) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ سے۱؎ فرماتے ہیں ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کہ آپ کے ہاتھ شریف میں ڈھال تھی آپ نے ڈھال زمین پر رکھی پھر بیٹھ کر اس کے پیچھے پیشاب کیا۲؎ تو بعض کفار بولے انہیں دیکھو تو عورتوں کی طرح پیشاب کرتے ہیں۳؎ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لی تو فرمایا افسوس تم پر کیا تمہیں خبر نہیں کہ بنی اسرائیل والے کو کیا آفت پہنچی تھی کہ جب انہیں پیشاب لگ جاتا تو قینچیوں سے جگہ کاٹ ڈالتے تھے اس نے انہیں منع کیا تو اپنی قبر میں عذاب دیا گیا۴؎ اسے ابوداؤد ابن ماجہ نے روایت کیا اور نسائی نے ان سے انہوں نے ابوموسیٰ سے۔

(۳۴۲)۱؎ حسنہ ان کی والدہ کا نام ہے' والد کا نام عبداللہ ابن مطاع ہے۔آپ صحابی ہیں۲؎ درقہ چمڑے کی وہ ڈھال ہے جس میں لکڑی اور پٹھا استعمال نہ کیا جائے ہلکی ہوتی ہے۔جنگ میں تلوار کا وار آسانی سے روک لیتی ہے۔ڈھال کی آڑ میں پیشاب کرنے سے معلوم ہوا کہ پیشاب کے وقت پورے جسم کا چھپانا ضروری نہیں' صرف شرمگاہ کا چھپ جانا کافی ہے کیونکہ ڈھال چھوٹی ہوتی ہے۳؎ اسلام سے پہلے عربی مرد بے دھڑک سب کے سامنے ننگے پیشاب پاخانہ کرلیا کرتے تھے' ستر اور شرم حجاب اسلام نے سکھایا وہ لوگ اس تہذیب کا مذاق اڑاتے تھے جیسے آج بعض بے دین جاہل بعض اسلامی احکام داڑھی نماز وغیرہ کا مذاق اڑاتے ہیں۔یہ ایسے ہی ہے جیسے نکٹے ناک والوں کا نکو کہہ کر مذاق اڑائیں۴؎ خلاصہ جواب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے ہاں پیشاب کے احکام بہت سخت تھے کہ اگر کپڑے میں لگ جائے جلا ڈالو اور اگر بدن پر لگ جائے تو اتنی کھال چھیل ڈالو۔ان میں ایک شخص نے بنی اسرائیل کو مشورہ دیا کہ ایسا نہ کرو۔اس مشورے پر وہ عذاب قبر میں گرفتار ہوا' حالانکہ اس نے ایسی چیز سے روکا تھا جو نفس پر سخت گراں تھی اور تو مجھے اس حجاب اور حیا سے منع کر رہا ہے جو نہ تکلیف دہ ہے نہ نفس پر بھاری بتا تیرا کیا حال ہوگا؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص کوئی بنی اسرائیل ہوگا اور یہ واقعات اس

https://archive.org/details/@madni_library

زمانہ میں مشہور ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق کریمانہ تو دیکھو کہ اس کے مذاق کا کوئی جواب نہ دیا۔ نرمی سے مسئلہ سمجھا دیا۔

وَعَنْ مَرْوَانَ الْاَصْفَرِ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ اَنَاخَ رَاحِلَتَهٗ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ ثُمَّ جَلَسَ يَبُوْلُ اِلَيْهَا فَقُلْتُ يَا اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَلَيْسَ قَدْ نُهِيَ عَنْ هٰذَا قَالَ بَلْ اِنَّمَا نُهِيَ عَنْ ذٰلِكَ فِي الْفَضَاءِ فَاِذَا كَانَ بَيْنَكَ وَ بَيْنَ الْقِبْلَةِ شَيْءٌ يَسْتُرُكَ فَلَا بَاْسَ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۳۴۳) روایت ہے حضرت مروان اصفر سے[۱] فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی سواری قبلہ رخ بٹھالی پھر بیٹھ کر اس کی جانب پیشاب کرنے لگے[۲] میں نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن کیا اس کی ممانعت نہیں ہے[۳] فرمایا کہ اس سے جنگل میں منع کیا گیا ہے مگر جب تمہارے اور قبلہ کے درمیان کوئی چیز آڑ کرے تو کوئی مضائقہ نہیں[۴] (ابوداؤد)

(۳۴۳)[۱] آپ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے غلام ہیں، تابعی ہیں آپ سے ایک دو حدیثیں مروی ہیں[۲] ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ جنگل کا ہے جیسا کہ جواب سے معلوم ہو رہا ہے، نیز جنگل ہی میں سواری پر بیٹھا جاتا ہے[۳] اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ عام صحابہ اور تابعین میں یہی مشہور تھا کہ مطلقاً قبلہ رو پیشاب پاخانہ کرنا منع ہے تب ہی تو اس تابعی کو حضرت ابن عمر کے اس فعل پر تعجب ہوا لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے[۴] یہ حضرت ابن عمر کا اجتہادی فتویٰ ہے یہ جنگل اور بستی کا فرق حدیث مرفوع میں نہیں اور اس فتوے کی وجہ یہ ہے جو اسی باب میں پہلے گزر چکی ہم وہاں ہی اس پر مکمل گفتگو کر چکے ہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَذْهَبَ عَنِّي الْاَذٰى وَعَافَانِيْ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۳۴۴) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانے سے نکلتے تو فرماتے کہ شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھ سے تکلیف دہ چیز دور کی اور مجھے عافیت (راحت) بخشی[۱] (ابن ماجہ)

(۳۴۴)[۱] یہاں دو نعمتوں پر خدا کا شکر ہے تکلیف دہ چیز یعنی فضلہ کا نکل جانا اور راحت کا ملنا اس طرح کہ اس کے ساتھ یہ آنتیں باہر نہ آگئیں۔ یہ بات معمولی معلوم ہوتی ہے مگر غور کرو تو عظیم الشان نعمت ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ وَفْدُ الْجِنِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْهَ اُمَّتَكَ اَنْ يَّسْتَنْجُوْا بِعَظْمٍ اَوْ رَوْثَةٍ اَوْ حُمَمَةٍ فَاِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ لَنَا فِيْهَا رِزْقًا فَنَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۴۵) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ جب جنات کا وفد حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا[۱] تو عرض کیا یا رسول اللہ اپنی امت کو منع فرما دیں کہ ہڈی گوبر یا کوئلہ سے استنجا نہ کریں کیونکہ اس میں اللہ نے ہماری روزی کی ہے تب ہم کو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا[۲] (ابوداؤد)

(۳۴۵)[۱] اپنے اور اپنی قوم کی طرف سے ایمان لانے کیلئے جنات کے ایمان کا واقعہ کئی بار ہوا ہے ان میں سے ایک موقع پر حضرت ابن مسعود حضور کے ساتھ تھے اسی بار یہ حکم فرمایا گیا[۲] پہلے کہا جا چکا ہے کہ کوئلہ اور ہڈیاں جنات کی خوراک ہیں اور گوبر ان کے جانوروں کی لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ مومن جن گندا گوبر کیوں کھاتے ہیں اور نہ یہ اعتراض کہ جب وہ گندا گوبر کھا لیتے ہیں تو انہیں انسان کی گندگی بھی کھا لینی چاہئے کیونکہ ان کے جانور کی غذا یہ گندگی نہیں ہے۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بَابُ السِّوَاكِ — مسواک کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

مسواک اور سواک سوک سے بنا بمعنی ملنا' مسواک دانتوں کے ملنے کا آلہ' شریعت میں مسواک وہ لکڑی ہے جس سے دانت صاف کئے جاتے ہیں۔ سنت یہ ہے کہ یہ کسی پھول یا پھلدار درخت کی نہ ہو۔ کڑوے درخت کی ہوئی' موٹائی چھنگلی کے برابر ہو' لمبائی بالشت سے زیادہ نہ ہو' دانتوں کی چوڑائی میں کی جائے نہ کہ لمبائی میں بے دانت والا انسان اور عورتیں انگلی پھیرلیا کریں' مسواک اتنے مقام پر سنت ہے' وضو میں' قرآن شریف پڑھتے وقت' دانت پیلے ہونے پر' بھوک یا دیر تک خاموشی یا بے خوابی کی وجہ سے منہ سے بو آنے پر' احناف کے ہاں مسواک سنتِ وضو ہے نہ کہ سنت نماز لہٰذا باوضو آدمی نماز کیلئے مسواک نہ کرے۔ امام شافعی کے ہاں سنت نماز ہے نہ کہ سنت وضواور وجہ ظاہر کہ ان کے ہاں خون وضونہیں توڑتا تو اگر مسواک سے دانت میں خون نکل بھی آیا تو نماز درست ہوگی لیکن ہمارے ہاں بہتا خون وضوتوڑ دیتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ بِتَاخِیْرِ الْعِشَآءِ وَ ابِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۴۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر یہ نہ ہوتا کہ اپنی امت پر دشواری کروں گا تو انہیں عشاء میں دیر کا اور ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا[1] (مسلم بخاری)

(۳۴۶)[1] یعنی ان پر فرض کر دیتا کہ نماز عشاء تہائی رات پر پڑھیں' اور ہر نماز کیلئے وضو کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور باذن الٰہی احکام کے مالک ہیں۔ جو چاہیں فرض کریں جو چاہیں حرام کہ فرماتے ہیں میں فرض کر دیتا' خیال رہے کہ یہ حدیث امام شافعی کے نزدیک اپنے ظاہر پر ہے مگر ہمارے ہاں ہر نماز سے مراد اس کا وضو ہے یعنی وضو پوشیدہ ہے کیونکہ ابن خزیمہ' حاکم' بخاری شریف نے کتاب الصوم میں انہی ابوہریرہ سے یہی حدیث روایت کی مگر اس میں بجائے صلوٰۃ کے عند کل وضوء ہے اور احمد وغیرہ کی روایت ہے۔ عند کل طهور وہ حدیثیں اس کی تفسیر ہیں۔ خیال رہے کہ وضو میں مسواک کی زیادہ تاکید ہے ورنہ وضو کے علاوہ پانچ جگہ اور بھی مسواک سنت ہے جیسا کہ عرض کیا گیا' امام احمد کی روایت میں ہے کہ مسواک کی نماز بغیر مسواک کی ستر نمازوں سے افضل ہے۔

وَعَنْ شُرَیْحِ بْنِ هَانِیءٍ قَالَ سَئَلْتُ عَآئِشَةَ بِاَیِّ شَیْءٍ كَانَ یَبْدَاُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ بَیْتَهٗ قَالَتْ بِالسِّوَاكِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۴۷) روایت ہے شریح ابن ہانی سے[1] فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں تشریف لاتے تو پہلے کیا کام کرتے تھے؟ فرمایا مسواک[2] (مسلم)

(۳۴۷)[1] صحیح یہ ہے کہ حضرت شریح مجتہدین تابعین سے ہیں اور آپ کے والد ہانی ابن یزید صحابی ہیں حضرت شریح حضور کے

https://archive.org/details/@madni_library

زمانہ میں پیدا ہو چکے تھے۔حضور نے ہانی سے پوچھا کہ تمہارے کتنے بچے ہیں۔عرض کیا تین' شریح' عبداللہ اور مسلم فرمایا تمہاری کنیت ابوشریح ہے۔آپ سیدنا علی المرتضیٰ کے مخصوص ساتھی ہیں بلکہ آپ کے قاضی رہے ہیں۔جنگ جمل وصفین میں آپ کے ساتھ تھے' ۷۸ھ میں شہید کئے گئے۔۲؎ معلوم ہوا کہ مسواک وضو کے علاوہ بھی کرنی چاہئے' مرقاۃ وغیرہ میں ہے کہ مسواک کے ستر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے مرتے وقت کلمہ نصیب ہوتا ہے۔یہ ''پائیریا'' سے محفوظ رکھتی ہے گندہ دہنی دور کرتی ہے' دانتوں ومعدے کوقوی کرتی ہے' آنکھوں میں روشنی دیتی ہے دیکھو شامی وغیرہ اور افیون میں ستر برائیاں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے خرابی خاتمہ کا اندیشہ ہے۔

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۴۸) روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کیلئے رات میں اٹھتے تو اپنا منہ شریف مسواک سے ملتے۱؎ (بخاری ومسلم)

(۳۴۸) ۱؎ یعنی وضو بلکہ استنجے سے بھی پہلے پھر وضو میں اس کے علاوہ کیونکہ مسواک بیدار ہونے کی بھی سنت ہے اور وضو کی بھی۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَاِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ وَالسِّوَاكُ وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ وَقَصُّ الْاَظْفَارِ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَنَتْفُ الْاِبِطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ يَعْنِي الْاِسْتِنْجَاءَ قَالَ الرَّاوِيْ وَنَسِيْتُ الْعَاشِرَةَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ الْمَضْمَضَةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ فِيْ رِوَايَةٍ الْخِتَانُ بَدَلَ اِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ لَمْ اَجِدْ هٰذِهِ الرِّوَايَةَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ وَلَا فِيْ كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ وَلٰكِنْ ذَكَرَهَا صَاحِبُ الْجَامِعِ وَكَذَا الْخَطَّابِيُّ فِيْ مَعَالِمِ السُّنَنِ عَنْ اَبِيْ دَاوٗدَ بِرِوَايَةِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ

(۳۴۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دس چیزیں نبیوں کی سنت سے ہیں۱؎ مونچھ کٹانا۲؎ داڑھی بڑھانا۳؎ مسواک' ناک میں پانی لینا' ناخن کٹانا ۴؎ پورے دھونا۵؎ بغل کے بال اکھیڑنا۶؎ زیرناف کے بال مونڈنا۷؎ پانی خرچ کرنا یعنی استنجا کرنا۸؎ راوی کہتے ہیں کہ میں دسویں بات بھول گیا ممکن ہے کلی ہو۹؎ (مسلم) اور ایک روایت میں داڑھی بڑھانے کے بجائے ختنہ ہے۱۰؎ میں نے یہ روایت نہ تو صحیحین میں پائی اور نہ کتاب حمیدی میں۔لیکن اسے جامع والے نے اور یوں ہی خطابی نے معالم السنن میں بروایت ابوداؤد' عمار ابن یاسر سے روایت کیا۱۱؎

(۳۴۹) ۱؎ فطرت کے لغوی معنی ہیں پیدائش' رب فرماتا ہے: فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۶:۱۴) وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے (کنزالایمان) مگر اصطلاح میں ان سنت انبیاء کو فطرت کہا جاتا ہے جن پر ہمارے حضور بھی عامل رہے۲؎ اتنی کہ اوپر کے ہونٹ کی سرخی نمودار ہو جائے۔اس سے زیادہ کترانا بھی منع ہے اور منڈانا بھی ممنوع بعض علماء نے مجاہدین کو بحالت جنگ مونچھیں بڑھانے کی اجازت دی ہے (اشعۃ اللمعات) ۳؎ چار انگشت واجب اس سے قدرے زیادہ جائز ہے' بہت زیادہ مکروہ' چار انگشت سے کم کرنا سخت منع اور منڈانا حرام نیز ہندوؤں اور عیسائیوں کا طریقہ ہے' اگر عورت کے داڑھی نکل آئے تو اسے منڈا دے' خیال رہے کہ ٹھوڑی کے نیچے والے بال ایک مشت کے بعد کٹوائے اور اس کے آس پاس اسی مناسبت سے کہ بالوں کا حلقہ بن جائے جیسا کہ سیدنا ابن عمر کا طریقہ تھا (بخاری شریف) قرآن حکیم فرماتا ہے: لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ (۲۰:۹۴) نہ میری ڈاڑھی پکڑو (کنزالایمان) معلوم ہوا کہ ایک مشت داڑھی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

سنت انبیاء ہے۔ جو قرآن شریف سے ثابت ہے؃ ہاتھوں اور پاؤں کے اس طرح کہ پہلے داہنے ہاتھ کے کلمے کی انگلی سے شروع کرکے چھنگلی پر ختم کردے پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے شروع کرکے انگوٹھے پر ختم کردے' پھر داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن کاٹ لے اس کے بعد داہنے پاؤں کی چھنگلی سے شروع کرے اور بائیں پاؤں کی چھنگلی پر ختم کردے۔ جمعہ کے دن کٹوانا مستحب ہے اور جمعرات کے دن بعد نماز عصر بہت بہتر' ہر ہفتہ یا پندرہ دن میں ایک بار کاٹ لے۔ چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑے ۵ کھانا وغیرہ کھا کر یا کوئی اور کام کرکے مراد پوروں سے پوری انگلیاں ہیں ۶ اکھیڑنا سنت ہے' منڈانا جائز ہے ۷ سنت ہے چونے وغیرہ سے صاف کردینا بھی جائز' قینچی سے کاٹ دینا' خلاف سنت ان احکام میں عورتیں اور مرد برابر ہیں (مرقاۃ) ۸ یعنی پیشاب پاخانہ کا استنجا پانی سے کرنا سنت ہے' اور اگر نجاست روپے بھر سے زیادہ ہو تو فرض ۹ راوی سے مراد مصعب ہیں یا زکریا ابن ابی زائدہ (مرقاۃ) ۱۰ لڑکے کا ختنہ سنت ہے۔ ساتویں دن سے لے کر ساتویں سال تک کردیا جائے' بلوغ سے پہلے ہونا ضروری ہے۔ بعد بلوغ ستر اس کیلئے کھولنا حرام ہے جو جوان آدمی ایمان لائے تو اگر ممکن ہو تو ختنہ کا کام جاننے والی عورت سے اس کا نکاح کردیا جائے کہ وہ ختنہ کرے ورنہ نہیں ۱۱ یہ صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ پہلی فصل میں غیر صحیحین کی روایت لے آئے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِّلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ فِيْ صَحِيْحِهٖ بِلَا اِسْنَادٍ

(۳۵۰) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسواک منہ صاف کرنے والی ہے۔ اللہ کی رضا کا سبب ہے ۱ اسے شافعی واحمد ودارمی ونسائی نے روایت کیا اور بخاری نے اپنی صحیح میں بغیر اسناد روایت کیا۔

(۳۵۰) ۱ یعنی اس میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔ خیال رہے کہ مسواک سے مسلمان کا مسواک کرنا' بنیت عبادت مراد ہے' کفار کی مسواک اور مسلمانوں کی عادتاً مسواک اگرچہ منہ تو صاف کردے مگر رضائے الٰہی کا ذریعہ نہ بنے گی۔ نیز اگرچہ مسواک میں دنیوی اور دینی بہت فوائد ہیں مگر یہاں صرف دو فائدے بیان ہوئے یا اس لئے کہ یہ بہت اہم ہیں یا کیونکہ باقی فوائد بھی ان دو میں داخل ہیں منہ کی صفائی سے معدے کی قوت اور بے شمار بیماریوں سے نجات ہے اور جب ربّ راضی ہوگیا پھر کیا کمی رہ گئی۔

وَعَنْ اَبِیْ اَيُّوْبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ مِّنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِيْنَ الْحَيَاۗءُ وَيُرْوَى الْخِتَانُ وَالتَّعَطُّرُ وَالسِّوَاكُ وَالنِّكَاحُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۳۵۱) روایت ہے حضرت ابوایوب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چار چیزیں پیغمبروں کی سنتوں سے ہیں ۱ شرم ایک روایت میں ہے ختنہ ۲ عطر ملنا' مسواک اور نکاح ۳ (ترمذی)

(۳۵۱) ۱ سنت قولی یا فعلی' لہٰذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ عیسیٰ و یحییٰ نے نکاح نہیں کیا کیونکہ ان بزرگوں نے اپنے متبعین کو نکاح کی رغبت ضرور دی ۲ بعض نسخوں میں حنا بھی ہے بمعنی مہندی مگر یہ غلط ہے کیونکہ مردوں کو ہاتھ پاؤں میں زینت کیلئے مہندی لگانا کسی نبی کی سنت نہیں بلکہ ممنوع رہا۔ داڑھی میں مہندی لگانا اسلام کی سنت ہے کسی نبی نے نہیں لگائی (مرقاۃ) حیا سے مراد وہ شرم جو انسانوں کو برائی

https://archive.org/details/@madni_library

سے روک دے' ختنہ سنت ابراہیمی ہے کہ آپ سے لے کر ہمارے نبی تک ہر نبی کے دین میں رہا۔ مرقاۃ وغیرہ میں ہے کہ حسب ذیل انبیاء ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔ حضرت آدم' شیث' نوح' ہود' صالح' لوط' شعیب' یوسف' موسیٰ' سلیمان' زکریا' عیسیٰ' حنظلہ' حضور محمد مصطفیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام' شامی نے بھی کچھ فرق سے یہ مسئلہ بیان کیا ۳؎ عطر سے مراد مطلقاً خوشبو کا استعمال ہے کپڑوں میں ہو یا بدن میں' خیال رہے کہ یہاں چار کا عدد حصر کیلئے نہیں اور بھی بہت سنت انبیاء ہیں جن میں یہ چار بھی ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْقُدُ مِنْ لَيْلٍ وَّلَا نَهَارٍ فَيَسْتَيْقِظُ اِلَّا يَتَسَوَّكُ قَبْلَ اَنْ يَّتَوَضَّاَ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُو دَاوٗدَ)

(۳۵۲) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات و دن میں جب بھی سو کر اٹھتے تو وضو سے پہلے مسواک کرتے تھے۱؎ (احمد' ابوداؤد)

(۳۵۲)۱؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ مسواک وضو کی مسواک کے علاوہ ہے جس کا شمار وضو میں نہ تھا یعنی بیدار ہو کر بھی مسواک کرتے تھے اور وضو میں بھی' اس سے معلوم ہوا کہ وضو کے علاوہ ہر اس جگہ مسواک سنت ہے جہاں منہ میں بو پیدا ہونے کا احتمال ہو۔

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ فَيُعْطِيْنِي السِّوَاكَ لَاَغْسِلَهٗ فَاَبْدَأُ بِهٖ فَاَسْتَاكُ ثُمَّ اَغْسِلُهٗ وَ اَدْفَعُهٗ اِلَيْهِ (رَوَاهُ اَبُو دَاوٗدَ)

(۳۵۳) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کرکے مجھے دھونے کیلئے دیتے تھے تو میں پہلے اس سے مسواک کر لیتی تھی پھر دھو کر آپ کو دیتی تھی۱؎ ابوداؤد

(۳۵۳)۱؎ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مسواک دھو کر کی جائے اور کرنے کے درمیان میں بھی دوبار دھوئی جائے اور دھو کر رکھی جائے۔ دوسرے یہ کہ مسواک دوسرے سے دھلوانا بھی جائز ہے۔ تیسرے یہ کہ دوسرے کی مسواک کرنا جائز ہے اگر وہ اس سے ناراض نہ ہو۔ چوتھے یہ کہ حضور کا لعاب شریف برکت کیلئے استعمال کرنا سنت صحابہ ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ تبرکاً یہ مسواک کرتیں پھر دھو کر حضور کی خدمت میں پیش کرتیں' ورنہ عورتوں کیلئے مستحب یہ ہے کہ بجائے مسواک سکڑ امسی استعمال کریں۔ انگلی سے دانت صاف کریں کیونکہ ان کے مسوڑے کمزور ہوتے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرَانِيْ فِي الْمَنَامِ اَتَسَوَّكُ بِسِوَاكٍ فَجَاءَ نِيْ رَجُلَانِ اِحْدُهُمَا اَكْبَرُ مِنَ الْاٰخِرِ فَنَاوَلْتُ السِّوَاكَ الْاَصْغَرَ مِنْهُمَا فَقِيْلَ لِيْ كَبِّرْ فَدَفَعْتُهٗ اِلَى الْاَكْبَرِ مِنْهُمَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۵۴) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مسواک کر رہا ہوں میرے پاس دو شخص آئے جن میں سے ایک دوسرے سے بڑا ہے' میں نے مسواک چھوٹے کو دی تو مجھ سے کہا گیا کہ بڑے کو دیجئے لہٰذا میں نے بڑے کو دے دی۱؎ (مسلم بخاری)

(۳۵۴)۱؎ غالباً وہ دونوں ایک ہی طرف ہوں گے اور چھوٹا حضور سے قریب ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب کا لحاظ فرماتے ہوئے پہلے اس کو دی تو رب کی طرف سے حکم ہوا کہ قرب پر بڑائی کو ترجیح دیجئے اگرچہ یہ واقعہ خواب کا ہے مگر نبی کی خواب بھی وحی ہوتی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ہے۔ لہٰذا اب حکم یہی ہے کہ مسواک یا کوئی اور چیز ترتیب وار دینا ہے تو بڑے کو پہلے دی جائے بشرطیکہ دونوں ایک ہی جانب میں ہوں اور اگر دونوں طرف ہوں تو پہلے داہنے والے کو دی جائے۔ پھر بائیں والے کو جیسا کہ دیگر احادیث میں ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں خیال رہے کہ وہ دونوں خواب میں آنے والے فرشتے ہوں گے جو شکل انسانی میں آئے اور مسواک بطور تمثیل دکھائی گئی تاکہ اس سے شرعی مسائل معلوم ہوں کہ اپنی مسواک دوسرے کو استعمال کیلئے دے سکتے ہیں اور طریقہ دینے کا یہ ہوگا جیسے داؤد علیہ السلام کی خدمت میں دو فرشتے شکل انسانی میں آئے اور بکریوں کا مسئلہ پیش کیا۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَاجَآءَ نِیْ جِبْرَائِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَطُّ اِلَّا اَمَرَنِیْ بِالسِّوَاكِ لَقَدْ خَشِیْتُ اَنْ اُحْفِیَ مُقَدَّمَ فِیَّ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۳۵۵) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام جب بھی آئے[۱] تو مجھ سے مسواک کرنے کو کہا میں ڈرا کہ کہیں اپنے منہ کے اگلے حصہ کو چھیل ڈالوں[۲] (احمد)

(۳۵۵)[۱] سنتوں کی تعلیم دینے کیلئے یعنی جو سنت بتائی مسواک ساتھ میں عرض کی لہٰذا حدیث میں یہ اعتراض نہیں کہ ہر آیت قرآنی کے ساتھ بھی مسواک کا حکم آیا' خیال رہے کہ حکم دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ جبرائیل امین پہنچانے والے ہیں یہاں حکم کی نسبت سبب کی طرف ہے اور یہ حکم استحبابی ہے لہٰذا اس سے یہ لازم نہیں کہ مسواک فرض ہو[۲] کہ اتنی زیادہ مسواک کروں جس سے مسوڑھے چھل جائیں ان کے بار بار عرض کی وجہ سے

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ اَكْثَرْتُ عَلَیْكُمْ فِی السِّوَاكِ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۳۵۶) روایت ہے' حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے تم سے مسواک کے متعلق بہت کہا[۱]

(۳۵۶) یعنی بار بار اور ہر طرح تمہیں مسواک کی رغبت دی کہ کبھی اس کے دینی فائدے بیان کئے اور کبھی دنیوی نیز ہمیشہ اس پر عمل کرکے دکھایا تاکہ تم بھی ہمیشہ مسواک کرو اس سے معلوم ہوا کہ مسواک کرنا فرض نہیں ورنہ روش بیان کچھ اور ہوتی۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَسْتَنُّ وَعِنْدَهُ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا اَكْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ فَاُوْحِیَ اِلَیْهِ فِیْ فَضْلِ السِّوَاكِ اَنْ كَبِّرْ اَعْطِ السِّوَاكَ اَكْبَرَهُمَا (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۵۷) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کر رہے تھے اور آپ کے پاس دو شخص تھے جن میں ایک دوسرے سے بڑا تھا تو آپ کو بڑی مسواک کے متعلق وحی کی گئی بڑے کا لحاظ کیجئے یعنی بڑے کو مسواک دیجئے (ابوداؤد)

(۳۵۷)[۱] غالبًا یہ بیداری کا واقعہ ہے خواب کے واقعہ کے علاوہ' لہٰذا یہ اس خواب کی تعبیر ہے اور ہوسکتا ہے کہ اسی خواب کا ذکر ہو اس کی شرح خواب کی حدیث میں بیان کی گئی۔

وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَفْضُلُ الصَّلٰوةُ الَّتِیْ یُسْتَاكُ لَهَا عَلَی

(۳۵۸) روایت ہے ان ہی سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نماز کیلئے مسواک کی جائے وہ اس نماز پر ستر گنا

https://archive.org/details/@madni_library

اَلصَّلٰوۃِ الَّتِیْ لَا یُسْتَاکُ لَھَا سَبْعِیْنَ ضِعْفًا (رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

زیادہ ہے جس کیلئے مسواک نہ کی جائے[1] اسے بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔

(۳۵۸)[1] حدیث اپنے ظاہر پر ہے۔ستر کا عدد بیان زیادتی کیلئے ہے جیسے اردو میں کہا جاتا ہے بیسوں، سینکڑوں، بعض علماء نے فرمایا کہ کبھی سنت کا ثواب فرض و واجب سے بڑھ جاتا ہے۔ دیکھو جماعت پنجگانہ نماز کیلئے واجب ہے اور جمعہ اور عیدین کیلئے فرض مگر اس کا ثواب ستائیس گنا اور مسواک سنت ہے اور اس کا ثواب ستر گنا، یوں ہی سلام کرنا سنت اور جواب سلام فرض مگر سلام کا ثواب جواب سے زیادہ ہے اور ہوسکتا ہے کہ جماعت کے ستائیس درجے ایسے ہوں جس کا ہر درجہ مسواک کے ستر درجوں کے برابر ہو۔

وَعَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدِ نِ الْجُھَنِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُھُمْ بِالسِّوَاکِ عِنْدَ کُلِّ صَلٰوۃٍ وَّلَاَخَّرْتُ صَلٰوۃَ الْعِشَآءِ اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ قَالَ فَکَانَ زَیْدُ ابْنُ خَالِدٍ یَّشْھَدُ الصَّلَوَاتِ فِی الْمَسْجِدِ وَسِوَاکُہٗ عَلٰی عَلٰی اُذُنِہٖ مَوْضِعَ الْقَلَمِ مِنْ اُذُنِ الْکَاتِبِ لَا یَقُوْمُ اِلَی الصَّلٰوۃِ اِلَّا اسْتَنَّ ثُمَّ رَدَّہٗ اِلٰی مَوْضِعِہٖ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ اِلَّا اَنَّہٗ لَمْ یَذْکُرْ وَلَاَخَّرْتُ صَلٰوۃَ الْعِشَآءِ اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

(۳۵۹) روایت ہے ابوسلمہ سے[1] وہ زید ابن خالد جہنی سے[2] راوی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اگر میں اپنی امت پر بھاری نہ جانتا تو انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا اور نماز عشاء کو تہائی رات تک پیچھے ہٹا دیتا[3] فرماتے ہیں کہ زید ابن خالد مسجد میں نماز کیلئے یوں آتے تھے کہ ان کی مسواک ان کے کان پر ہوتی جیسے منشی کے کان میں قلم جب بھی نماز کو کھڑے ہوتے تو مسواک کر لیتے پھر وہاں ہی مسواک رکھ لیتے[4] اسے ترمذی و ابوداؤد نے روایت کیا مگر ابوداؤد نے لَاَخَّرْتُ کا ذکر نہ کیا ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۳۵۹)[1] آپ کا نام عبداللہ ابن عبدالرحمن ابن عوف ہے۔قرشی زہری ہیں، مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہاء میں سے ہیں۔عظیم الشان تابعی ہیں ۷۲ سال عمر پائی، ۹۷ھ میں وفات ہوئی۔[2] مشہور صحابی ہیں۔عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں ۷۸ھ مقام کوفہ میں فوت ہوئے (مرقاۃ واشعۃ)[3] یعنی یہ دونوں چیزیں فرض کردیتا کہ بغیر مسواک نماز ہی نہ ہوتی، اور تہائی رات سے پہلے نماز عشاء ناجائز ہوتی، معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مالک احکام بنایا ہے کہ چاہیں فرض کریں چاہیں نہ کریں۔[4] یہ حضرت زید ابن خالد کا اپنا اجتہاد تھا۔ان کے سوا کسی صحابی نے بلکہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل کبھی نہ کیا۔حضرت زید کل صلوۃ سے ہر نماز سمجھے حالانکہ وہاں نماز کا وضو مراد ہے جبکہ ہم شروع میں تحقیقًا عرض کر چکے ہیں۔ یہ عمل ایسا ہی ہے جیسے حضرت ابوہریرہ زیور کی حدیث سن کر وضو میں بغل تک ہاتھ دھوتے تھے لہذا یہ عمل قابل تقلید نہیں، میں نے کویت میں بعض شوافع کو دیکھا کہ ان کے گلے میں مسواک پڑی رہتی ہے۔ ہر نماز کی نیت پر مسواک کرتے جاتے تھے حالانکہ مسواک کا کھڑا کرکے رکھنا سنت ہے، غالب یہ ہے کہ حضرت زید نے کل صلوۃ سے ہر وقت کی نماز سمجھا نہ کہ ہر نماز لہذا آپ ایک وقت کی ساری نماز کیلئے ایک دفعہ مسواک کر لیتے تھے۔مگر کویت کے وہ حضرات اور آگے بڑھ گئے کہ ہر نماز کیلئے کئی کئی بار مسواک کرنے لگے۔اللہ تعالٰی حدیث کی صحیح سمجھ نصیب فرمائے آمین۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بَابُ سُنَنِ الْوُضُوْءِ باب وضو کی سنتیں

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

سنن سنت کی جمع ہے، سنت کے لغوی معنی ہیں طریقہ اور روش، رب فرماتا ہے: سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا (۱۷،۷۷) دستوران کا جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے۔ (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (۲۶،۴) اور تمہیں اگلوں کی روشیں بتادے (کنزالایمان) شریعت میں سنت حضور کے وہ فرمان ہیں جو کتاب اللہ میں مذکور نہیں اور حضور کے وہ اعمال جو امت کیلئے لائق عمل ہیں لہٰذا منسوخ اور مخصوص اعمال سنت نہیں جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عادۃً کیا وہ سنت زائدہ ہے اور جسے عبادۃً کیا سنت ہدیٰ میں سے جسے ہمیشہ کیا وہ سنت مؤکدہ جسے کبھی کبھی کیا وہ سنت غیر مؤکدہ' اور اگر ہمیشہ کرکے تاکیدی حکم بھی دیا تو واجب خیال رہے کہ وضو میں فرائض سنتیں مستحبات تو ہیں واجب کوئی نہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَیْقَظَ اَحَدُکُمْ مِّنْ نَوْمِهٖ فَلَا یُغْمِسْ یَدَهٗ فِی الْاِنَآءِ حَتّٰی یَغْسِلَهَا ثَلٰثًا فَاِنَّهٗ لَا یَدْرِیْ اَیْنَ بَاتَتْ یَدُهٗ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۶۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی نیند سے جاگے تو برتن میں اپنا ہاتھ نہ ڈالے تا آنکہ تین بار دھولے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ کہاں رہا[1] (مسلم و بخاری)

(۳۶۰) [1] اہل عرب تہبند باندھتے تھے اور بارہا پیشاب کا استنجا صرف ڈھیلے سے کرکے سوجاتے تھے' حدیث کا مطلب یہ کہ چونکہ لوگوں کا عمل یہ ہے تو یہ ہوسکتا ہے کہ سوتے میں ہاتھ یا مقام استنجا کو پسینہ آیا ہو تہبند کھل گیا ہو اور تمہارا ہاتھ وہاں لگ گیا ہو جہاں پیشاب ڈھیلے سے خشک کیا گیا تھا اور پسینہ کی وجہ سے ناپاک ہوگیا ہو اب اگر تم مٹکے یا ناند میں اپنا ہاتھ ڈالوگے تو پانی نجس ہوگا لہٰذا پہلے کلائیوں تک تین بار ہاتھ دھولو' اس حدیث کی بنا پر علماء کا بڑا اختلاف ہے بعض نے اس دھونے کو مطلقاً فرض مانا' بعض نے صرف سونے کے بعد اور بعض نے اس پانی کو نجس مانا جس میں اس طرح ہاتھ ڈال دیا جائے' احناف کے نزدیک یہ دھونا مطلقاً سنت وضو ہے خواہ سوکر اٹھے یا نہ' یا سونے سے پہلے ڈھیلے سے استنجا کیا ہو یا نہ' تہبند باندھا ہو یا نہ' کیونکہ ہاتھ کا وہاں لگنا علت حکم نہیں حکمت حکم ہے' علت وحکمت کا فرق خوب دھیان میں رکھنا چاہیے۔ خیال رہے کہ نیند یا حدث ہے پیشاب کی طرح یا سبب حدث ہے' مباشرت کی طرح ورنہ پیشاب کے بعد یہ ہاتھ دھونا فرض نہ مباشرت کے بعد' تو نیند کے بعد کیوں فرض ہوگا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَیْقَظَ اَحَدُکُمْ مِّنْ مَّنَامِهٖ فَتَوَضَّأَ فَلْیَسْتَنْثِرْ ثَلٰثًا فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَبِیْتُ عَلٰی خَیْشُوْمِهٖ

(۳۶۱) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہو پھر وضو کرے تو تین بار ناک جھاڑے کیونکہ شیطان اس کے بانسے پر

https://archive.org/details/@madni_library

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

رات گزارتا ہے۱؎ (مسلم بخاری)

(۳۶۱)۱؎ یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور شیطان سے مراد وہ قرین ہے جو ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے' بیداری میں برے کام کے مشورے دیتا ہے' نیند میں ناک میں جا بیٹھتا ہے تاکہ دماغ میں برے خیالات پیدا کرے چونکہ ناک اس سے متلوث ہو چکی لہذا وضو میں اسے بھی دھولیا جائے خیال رہے کہ جیسے ناک جھاڑنا ہر وضو میں سنت ہے نیند کے بعد ہو یا اور وقت' ایسے ہی کلائی تک ہاتھ دھونا بھی ہر وضو میں سنت ہے کیونکہ یہ علت حکم نہیں بلکہ حکمت حکم ہے اس سے معلوم ہوا کہ جہاں گندا آدمی بیٹھ جائے وہ جگہ دھو دینا بہتر ہے کہ وضو میں ناک اسی لئے دھوئی گئی کہ اس میں گندا شیطان بیٹھ گیا تھا۔

وَقِيْلَ لِعَبْدِاللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَدَعَا بِوَضُوْءٍ فَاَفْرَغَ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلٰثًا ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلٰثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ مَسَحَ رَاْسَهٗ بِيَدَيْهِ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ بَدَاَ بِمُقَدَّمِ رَاْسِهٖ ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا اِلٰى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتّٰى رَجَعَ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ بَدَاَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالنَّسَائِيُّ وَلِاَبِيْ دَاوٗدَ نَحْوَهٗ ذَكَرَهٗ صَاحِبُ الْجَامِعِ وَ فِي الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ قِيْلَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ تَوَضَّأْ لَنَا وُضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِاِنَاءٍ فَاَكْفَأَ مِنْهُ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلٰثًا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فَاسْتَخْرَجَهَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَاحِدَةٍ فَفَعَلَ ذٰلِكَ ثَلٰثًا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فَاسْتَخْرَجَهَا فَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلٰثًا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فَاسْتَخْرَجَهَا فَغَسَلَ يَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فَاسْتَخْرَجَهَا فَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ فَاَقْبَلَ بِيَدَيْهِ وَاَدْبَرَ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا كَانَ وُضُوْءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ فِيْ رِوَايَةٍ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ بَدَاَ بِمُقَدَّمِ رَاْسِهٖ ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا

(۳۶۲) عبداللہ ابن زید ابن عاصم سے کہا گیا۱؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے وضو کرتے تھے تو آپ نے پانی منگایا پھر اپنے ہاتھوں پر ڈالا' دونوں ہاتھ دو بار دھوئے۲؎ پھر کلی کی اور ناک جھاڑی (تین بار) پھر تین بار منہ دھویا پھر ہاتھ دو بار کہنیوں تک دھوئے پھر دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کا مسح کیا کہ انہیں آگے پیچھے لے گئے سر کے اگلے حصے سے شروع کیا پھر انہیں گدی تک لے گئے پھر لوٹا لائے حتی کہ اسی جگہ لوٹ آئے جہاں سے شروع کیا تھا ۳؎ پھر اپنے پاؤں دھوئے۴؎ (مالک و نسائی) اور ابوداؤد کی روایت بھی اسی طرح ہے جیسے جامع والے نے ذکر کیا۵؎ اور مسلم بخاری میں ہے کہ عبداللہ ابن زید ابن عاصم سے کہا گیا کہ آپ ہمارے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو کریں تو آپ نے برتن منگایا اس سے ہاتھوں پر پانی لے کر تین بار دھویا پھر اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا پھر نکالا۶؎ پھر ایک چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی لیا۷؎ یہ تین بار کیا پھر اپنا ہاتھ ڈال کر نکالا اپنا منہ تین بار دھویا' پھر ہاتھ ڈال کر نکالا تو کہنیوں تک دو دو بار ہاتھ دھوئے پھر ہاتھ ڈال کر نکالا تو سر کا مسح کیا تو اپنا ہاتھ آگے پیچھے لے گئے پھر ٹخنوں تک اپنے پاؤں دھوئے۸؎ پھر فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو یوں ہی تھا۹؎ اور ایک روایت میں ہے کہ دونوں ہاتھوں کو آگے پیچھے لے گئے سر کے اگلے حصہ سے شروع کیا پھر انہیں گدی تک لے گئے پھر واپس لائے حتی کہ اسی جگہ لائے جہاں سے شروع کیا تھا پھر اپنے ہاتھ دھوئے اور ایک

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اِلٰی قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتّٰی رَجَعَ اِلَی الْمَكَانِ الَّذِیْ بَدَأَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَیْهِ وَ فِیْ رِوَایَةٍ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلٰثًا بِثَلٰثِ غُرَفَاتٍ مِّنْ مَّآءٍ وَفِیْ اُخْرٰی فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفَّةٍ وَّاحِدَةٍ فَفَعَلَ ذٰلِكَ ثَلٰثًا وَّ فِیْ رِوَایَةٍ لِّلْبُخَارِیِّ فَمَسَحَ رَاْسَهٗ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ مَرَّةً وَّاحِدَةً ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَیْهِ اِلَی الْكَعْبَیْنِ وَ فِیْ اُخْرٰی لَهٗ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ مِّنْ غُرْفَةٍ وَّاحِدَةٍ

روایت میں ہے کہ کلی کی' ناک میں پانی لیا اور ناک جھاڑی تین بار تین چلو پانی سے ۱۰ اور دوسری روایت میں ہے کہ ایک ہاتھ سے کلی کی اور ناک میں پانی لیا ۱۱ یہ تین بار کیا اور بخاری کی روایت میں ہے کہ سر کا مسح کیا تو ہاتھ آگے و پیچھے ایک بار لے گئے ۱۲ پھر ٹخنوں تک پاؤں دھوئے انہیں کی دوسری روایت میں ہے کہ تین بار کلی کی اور ناک جھاڑی ایک چلو سے۔

(۳۶۲) ۱؎ آپ انصاری مازنی ہیں' حضور کو وضو کرایا کرتے تھے۔ عبداللہ ابن زید ابن عبداللہ دوسرے ہیں' وہ اذان والے کہلاتے ہیں' مشہور یہ ہے کہ آپ نے حضرت وحشی کے ساتھ مل کر مسیلمہ کذاب کو قتل کیا' آپ جنگ احد میں حضور کے ساتھ رہے' جنگ حرہ میں ۶۳ھ شہید ہوئے۔ ۲؎ دو بار ہاتھ دھونا بیان جواز کیلئے ہے تاکہ معلوم ہو کہ اس طرح بھی وضو ہو جاتا ہے ورنہ تین بار ہاتھ دھونا سنت ہے کیونکہ دوسری روایت میں ہے کہ حضور نے تین بار اعضاء دھو کر فرمایا کہ جو اس پر زیادتی کمی کرے اس نے برا کیا' حضرت عبداللہ نے صرف اعمال وضو کا ذکر فرمایا۔ اسی لئے بسم اللہ یا نیت کا ذکر نہ کیا نہ اعضاء کی دعاؤں کا' مسواک وضو سے خاص نہیں اور موقعوں پر بھی ہوتی ہے اس لئے اس کا ذکر بھی نہ فرمایا (مرقاۃ) ۳؎ ظاہر یہی ہے کہ سر شریف کا مسح ایک بار ہی کیا تین بار مسح سے سر دھلے گا اور سر کا دھونا سنت نہیں۔ خیال رہے کہ چہارم سر کا مسح فرض ہے اور پورے سر کا مسح سنت ہے یہاں مسح سنت کا ذکر ہے۔ ہر ہاتھ کی تین انگلیاں کھوپڑی کے اگلے حصہ پر رکھے پھر آخر سر تک لے جائے واپسی میں یہ انگلیاں علیحدہ کرے صرف ہتھیلیاں سر کے دونوں طرف لگائے اور آگے کو کھینچ لائے' یہ ہی یہاں مراد ہے کلمہ کی انگلی سے' اندرون کان کا مسح کرے اور انگوٹھے سے بیرون کا' مسح سر کا طریقہ مستحب یہ ہی ہے ۴؎ مع ٹخنوں کے تین بار جیسا کہ دوسری روایت میں ہے لہٰذا یہ حدیث بعض لحاظ سے مجمل ہے ۵؎ یعنی ابن اثیر نے جو جامع الاصول کے مؤلف ہیں جس میں صحاح ستہ کی احادیث جمع فرمائی ہیں اس عبارت میں مصنف پر اعتراض ہے کہ انہوں نے پہلی فصل میں وہ روایت نقل فرمائی جو مسلم و بخاری کی نہیں ۶؎ یعنی چھوٹا برتن موجود نہ تھا۔ بڑے گھڑے یا مٹکے میں پانی تھا تو آپ نے کلائی تک ہاتھ تو پانی انڈیل کر دھوئے پھر کلی وغیرہ کیلئے اس میں ہاتھ ڈال کر پانی لیا۔ خیال رہے کہ مذہب حنفی میں مستعمل پانی وہ ہے جس سے حدث یعنی ناپاکی دور کی جائے یا اسے ثواب کی نیت سے وضو یا غسل میں استعمال کیا جائے یہاں ان میں سے کچھ بھی نہ ہوا کیونکہ ہاتھوں کا حدث تو دھل کر جاتا رہا اور اب جو ہاتھ ڈالا وہ پانی لینے کیلئے تھا نہ کہ ثواب کیلئے' دھونا مقصود نہیں لہٰذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں ۷؎ اسی طرح کہ ایک چلو کے آدھے سے کلی کی اور آدھا پانی ناک میں لیا' یہ بیان جواز کیلئے کیا' ورنہ مستحب یہ ہے کہ کلی علیحدہ چلو سے کرے اور ناک میں علیحدہ چلو سے لے لہٰذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں' کیونکہ ہمارے ہاں اس طرح بھی جائز ہے اگرچہ خلاف مستحب ہے' جیسے دو دو بار ہاتھ دھونا جائز ہے مگر خلاف مستحب ہے ۸؎ یہاں ثم تاخیر کیلئے نہیں' کیونکہ اعضاء کو یکے بعد دیگرے فوراً دھونا ہمارے ہاں سنت ہے' امام مالک کے ہاں فرض' بلکہ ثم محض بیان ترتیب کیلئے ہے جیسا کہ بہت جگہ قرآن شریف میں بھی یوں ہی مذکور ہوا ۹؎ یعنی اکثر اوقات

https://archive.org/details/@madni_library

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو یوں ہی ہوا کرتا تھا' یہ بھی حضرت عبداللہ کے علم کے لحاظ سے ہے ورنہ حضور کا اکثر وضو تین بار اعضاء دھو کر ہوتا تھا' جیسا کہ احادیث میں ہے۔۱۰یعنی ہر کام علیحدہ تین چلو پانی سے کیا' کلی علیحدہ تین چلو سے' پھر ناک میں پانی علیحدہ تین چلوؤں سے تاکہ تمام احادیث متفق ہو جائیں۔۱۱جیسا کہ شوافع کرتے ہیں ان کے ہاں فرد کلی فرد استنشاق سے آگے ہو ہمارے ہاں تینوں کلیاں تینوں ناک کے پانی سے مقدم ہوں مگر یہ عمل بیان جواز کیلئے ہے لہٰذا ہمارے خلاف نہیں ہم بھی اسے جائز کہتے ہیں۔۱۲یعنی مسح ایک بار کیا' یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ مسح سر ایک بار ہو' امام شافعی کے ہاں مسح بھی تین بار ہونا چاہیے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاس قَالَ تَوَضَّأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً مَرَّةً لَمْ يَزِدْ عَلٰى هٰذَا (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۶۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار وضو کیا اس پر زیادتی نہ فرمائی۔۲ (بخاری)

(۳۶۳)۱یعنی ہر عضو ایک بار دھویا اور اس وضو میں ایک بار پر زیادتی نہ کی۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۶۴)۱روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زید سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو بار وضو کیا (بخاری)

(۳۶۴) یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں' جن میں دو یا تین بار دھونے کا ذکر ہے کیونکہ ایک بار دو بار دھونا بیان جواز کیلئے ہے اور تین بار دھونا بیان استحباب کیلئے یا پانی کم ہونے پر ایک دو بار اعضاء دھوئے اور پانی کافی ہونے پر تین بار

وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ تَوَضَّأَ بِالْمَقَاعِدِ فَقَالَ اَلَا اُرِيْكُمْ وُضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ ثَلٰثًا ثَلٰثًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۶۵) روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے ادارے میں وضو کیا۔۱تو فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو نہ دکھاؤں آپ نے تین تین بار وضو کیا۔۲ (مسلم)

(۳۶۵) مقاعد جمع مقعد کی ہے یعنی لوگوں کے بیٹھنے اور جمع ہونے کی جگہ جیسے بازار' کمیٹی گھر یا ادارے اور چوپالیں وغیرہ صحابہ کرام تبلیغ کیلئے لوگوں کے مجمعوں میں جاتے اور انہیں احکام دین سکھاتے تھے۔۲معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کو وضو کی حاجت نہ تھی صرف لوگوں کو سکھانے کیلئے انہیں دکھا کر وضو کیا اور ظاہر یہ ہے کہ دھونے والے اعضاء تین بار دھوئے لیکن مسح ایک ہی بار کیا' تین تین بار اعضاء کا دھونا عام طور پر تھا ایک یا دو بار انہیں دھونا کبھی کبھی وہ بھی بیان جواز کیلئے لہٰذا یہ حدیث نہ دیگر احادیث سے متعارض ہے نہ ہمارے خلاف۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَجَعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِمَاءٍ بِالطَّرِيْقِ تَعَجَّلَ قَوْمٌ عِنْدَ الْعَصْرِ فَتَوَضَّئُوْا وَهُمْ عُجَّالٌ فَانْتَهَيْنَا اِلَيْهِمْ وَاَعْقَابُهُمْ تَلُوْحُ لَمْ يَمَسَّهَا الْمَاءُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ

(۳۶۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف لوٹے حتی کہ جب ہم اس پانی پر پہنچے جو راہ میں تھا تو عصر کے وقت ایک قوم نے جلدی کی کہ جلدی میں وضو کیا۔۱ہم ان تک پہنچے اور ان کی ایڑیاں چمک رہی تھیں جنہیں پانی نہ لگا تھا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان ایڑیوں کیلئے آگ کا ویل ہے۔۲وضو پورا کرو

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

النَّارِ اَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) (مسلم)

(۳۶۶)۱؎ یعنی ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قافلے کے پچھلے حصے میں تھے اور وہ حضرات اگلے حصے میں وہ ہم سے پہلے پانی پر پہنچ گئے اور جلدی میں وضو کیا' معلوم ہوا کہ وضو بھی نماز کی طرح اطمینان سے کرنا چاہیے ۲؎ ویل کے معنی افسوس ہیں اور دوزخ کے ایک طبقے کا نام بھی ہے' یہاں دوسرے معنی مراد ہیں۔ یعنی اگر اعضائے وضو میں سے کوئی عضو ناخن برابر سوکھا رہ گیا' تو وہ شخص ویل میں جانے کا مستحق ہے' اس سے تین مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ جب موزے نہ پہنے ہوں تو وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے مسح جائز نہیں اسی پر تمام صحابہ کرام اہل بیت اطہار اور ساری امت کا اجماع ہے۔ حضرت علی ہمیشہ پاؤں دھویا ہی کرتے تھے جیسا کہ خود شیعوں کی کتب سے بھی ثابت ہے۔ دوسرے یہ کہ مغسولہ اعضاء کو مکمل دھونا فرض ہے حتیٰ کہ انگوٹھی کے نیچے اور بالیوں اور بلاک کے سوراخوں میں پانی پہنچانا وضو اور غسل میں فرض ہے' تیسرے یہ کہ گناہ صغیرہ پر بھی سخت عذاب ہوسکتا ہے۔

وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهٖ وَعَلَى الْعِمَامَةِ وَعَلَى الْخُفَّيْنِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۶۷) روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے۱؎ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو اپنی پیشانی اور عمامہ اور موزوں پر مسح کیا۲؎ (مسلم)

(۳۶۷)۱؎ آپ مہاجر ہیں' ثقفی ہیں' خندق کے سال اسلام لائے' حضور کے ساتھ عرصہ تک رہے پھر امیر معاویہ کی طرف سے کوفہ کے حاکم رہے' ستر سال عمر پائی' ۵۰ھ میں کوفہ میں وفات ہوئی ۲؎ ب بمعنی علیٰ ہے اور ناصیہ سے مراد سر کا اگلا حصہ جو کل سر کا چوتھائی ہوتا ہے یعنی حضور نے چہارم سر کا مسح کیا' یہ حدیث امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قوی دلیل ہے کہ مسح سر میں چہارم حصہ فرض ہے' زیادتی سنت امام مالک کے ہاں پورے سر کا مسح فرض اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک بال کا چھو لینا بھی کافی ہے' یہ حدیث ان دونوں بزرگوں کے خلاف ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چہارم سر سے کم مسح کبھی نہ کیا اگر ایک بال کا مسح کافی ہوتا تو بیان جواز کیلئے کبھی حضور اس پر عمل فرماتے کم سے کم مسح کی حدیث یہی ہے اور اگر پورے سر کا مسح فرض ہوتا تو آپ اس موقع پر چہارم سر پر کفایت نہ فرماتے' خیال رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر عمامہ شریف پکڑ لیا تھا تاکہ گر نہ جائے' دیکھنے والے سمجھے کہ آپ عمامہ کا بھی مسح کررہے ہیں اس لئے ایسی روایت کردی عمامہ پر مسح کرنا قرآن شریف کے خلاف ہے۔ فرمایا ہے: وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ (۶:۵) لہٰذا کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضور نے چہارم سر کا مسح کیا اور باقی عمامہ کا نیز اگر عمامہ کا مسح ہوتا تو سر کے مسح کا نائب ہوتا اور نائب اور اصل جمع نہیں ہوسکتے' یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک پاؤں دھولیا اور ایک پاؤں کے موزے پر مسح کرلو یا آدھا وضو کرلو اور آدھا تیمم' نیز چمڑے اور موٹے سوتی موزوں پر مسح جائز ہے جبکہ بغیر باندھے پنڈلی پر ٹھہرے رہیں' اس کی پوری بحث آئندہ آئے گی۔ انشاء اللہ

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِيْ شَأْنِهٖ كُلِّهٖ فِيْ طُهُوْرِهٖ وَتَرَجُّلِهٖ وَتَنَعُّلِهٖ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۶۸) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بقدر طاقت اپنے تمام کاموں میں داہنے سے شروع فرمانا پسند کرتے تھے۔ اپنی طہارت میں اور کنگھی کرنے اور نعلین پہننے میں۱؎ (مسلم بخاری)

(۳۶۸)۱؎ یہ تین چیزیں بطور مثال ارشاد فرمائی گئیں ورنہ سرمہ لگانا' ناخن و بغل کے بال لینا' حجامت اور مونچھیں کٹوانا' مسجد میں آنا

https://archive.org/details/@madni_library

اور مسواک کرنا وغیرہ سب میں سنت یہ ہے کہ داہنے ہاتھ یا داہنی جانب سے ابتداء کرے کیونکہ نیکیاں لکھنے والا فرشتہ داہنی طرف رہتا ہے اس کی وجہ سے یہ سمت افضل ہے حتیٰ کہ داہنا پڑوسی بائیں پڑوسی سے زیادہ مستحق سلوک ہے (اشعۃ اللمعات) علماء فرماتے ہیں کہ دوسری مسجدوں میں صف کا داہنا حصہ بائیں سے افضل مگر مسجد نبوی میں بایاں حصہ داہنے سے افضل کیونکہ وہ روضہ مطہرہ سے قریب ہے۔ روضہ مطہرہ دل ہے اور دل بائیں طرف ہے جس پر زندگی کا دارومدار ہے ان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔ صوفیائے کرام کے اقوال بے دلیل نہیں ہوتے کیونکہ جب نیکیاں لکھنے والے فرشتے کی وجہ سے داہنا حصہ بائیں سے افضل ہوا تو وہاں قرب مصطفوی کی وجہ سے بائیں سمت افضل ہوگی چنانچہ سرکار فرماتے ہیں کہ نماز میں داہنی جانب نہ تھوکو نہ جوتا رکھو کیونکہ ادھر رحمت کا فرشتہ ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا لَبِسْتُمْ وَاِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَابْدَءُوْا بِاَیَامِنِكُمْ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۳۶۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم پہنو اور جب وضو کرو تو داہنے سے شروع کرو[1] (احمد، ابوداؤد)

(۳۶۹) [1] پہننا کرتا پائجامہ جوتا ان سب کو شامل ہے اور وضو میں غسل و تیمم بھی داخل ہیں ایامن ایمن کی جمع ہے جو یمین یا یمن سے بنا بمعنی برکت و مبارک چونکہ اسلام میں داہنا حصہ مبارک مانا گیا کہ قیامت میں نیکوں کے نامہ اعمال بھی اسی ہاتھ میں ہوں گے اسی لئے اسے ایمن یا یمین کہتے ہیں یعنی جب کچھ پہنو تو داہنے ہاتھ پاؤں میں پہلے، بائیں میں بعد میں پہنو اور جب وضو یا غسل و تیمم کرو تو داہنی جانب سے شروع کرو مگر اتارنے میں اس کے برعکس۔

وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ زَیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَّمْ یَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَالدَّارِمِیُّ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ عَنْ اَبِیْهِ وَزَادُوْا فِیْ اَوَّلِهٖ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّا وُضُوْءَ لَهٗ

(۳۷۰) روایت ہے حضرت سعید ابن زید سے[1] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس کا وضو نہیں جس نے اس پر اللہ کا نام نہ لیا[2] اسے ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا احمد و ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ سے اور دارمی نے حضرت ابوسعید خدری سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا اس کے شروع میں بڑھایا کہ جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں[3]

(۳۷۰) [1] آپ کی کنیت ابوالاعور ہے، قرشی ہیں، عدوی ہیں، قدیم الاسلام ہیں، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ سوائے بدر کے تمام جنگوں میں حضور کے ہمراہ رہے، حضرت عمر کی ہمشیرہ فاطمہ آپ کے نکاح میں تھیں جن کے ذریعہ حضرت عمر فاروق اسلام لائے۔ ستر سال سے زیادہ عمر ہوئی، مقام عتیق تھا وہیں ۵۱ھ میں وصال ہوا۔ آپ کی میت شریف مدینہ منورہ لائی گئی، جنت البقیع میں دفن ہوئے [2] وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا عام علماء کے نزدیک سنت مستحبہ ہے اور یہاں کمال کی نفی ہے یعنی جو کوئی وضو کرتے وقت بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو کامل نہیں جیسے حدیث شریف میں ہے کہ مسجد سے قریب رہنے والے کی بغیر مسجد نماز نہیں ہوتی یعنی نماز کامل نہیں ہوتی کیونکہ رب نے فرمایا جب تم نماز کیلئے اٹھو تو اپنا منہ اور ہاتھ دھوؤ الخ وہاں بسم اللہ کی قید نہیں، نیز تیسری فصل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ابن مسعود اور ابن عمر

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

کی حدیث آرہی ہے کہ جو وضو کے اول میں بسم اللہ پڑھے اس کا تمام جسم پاک ہو جاتا ہے جو نہ پڑھے تو اس کے صرف اعضاء وضو پاک ہوتے ہیں' ان تمام سے معلوم ہوتا ہے کہ بسم اللہ وضو میں فرض یا واجب نہیں لہٰذا یہ حدیث نہ تو قرآن کے خلاف ہے نہ دیگر احادیث کے۔۳ مرقاۃ نے فرمایا کہ یہاں دو غلطیاں ہیں ایک یہ کہ اس حدیث کے حضور سے راوی خود ابوسعید خدری ہیں نہ کہ ان کے والد' دوسرے یہ کہ جملہ حدیث میں نہیں کہ جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں بلکہ حدیث علیہ پر ختم ہوگئی۔

وَعَنْ لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ قَالَ قُلْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الْوُضُوْءِ قَالَ اَسْبِغِ الْوُضُوْءَ وَخَلِّلْ بَيْنَ الْاَصَابِعِ وَبَالِغْ فِي الْاِسْتِنْشَاقِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ صَائِمًا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ اِلٰى قَوْلِهٖ بَيْنَ الْاَصَابِعِ

(۳۷۱) روایت ہے حضرت لقیط ابن صبرہ سے ا فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے وضو کے متعلق خبر دیجئے فرمایا وضو پورا کرو انگلیوں کے درمیان خلال کرو اور ناک کے پانی میں مبالغہ کرو مگر جب تم روزہ دار ہو۲ (ابوداؤد) ترمذی اور نسائی نے روایت کی اور ابن ماجہ و دارمی نے بین الاصابع تک روایت کی۔

(۳۷۱) ا آپ کا نام لقیط ابن عامر ابن صبرہ ہے' کنیت ابورزین عقیلی ہیں' مشہور صحابی ہیں' طائف والوں میں آپ کا شمار ہے۲ یعنی اعضاء پورے دھوؤ اور تین تین بار دھوؤ' ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرو اگر پاؤں کی انگلیاں چپٹی ہوئی ہوں کہ بغیر خلال ان میں پانی نہ پہنچے تو خلال ضروری ہے۔ ورنہ سنت حق یہ ہے کہ ہاتھوں کی انگلیوں میں بھی خلال کرنا چاہئے اس خلال میں چھنگلی شرط نہیں جیسے بھی ہو جائے کافی ہے۔ ناک میں پانی بانسے تک پہنچانا ضروری ہے حتیٰ کہ غسل میں فرض ہے اور اتنا چڑھانا کہ حلق میں اتر جائے بہتر ہے مگر روزے کی حالت میں صرف بانسے تک پہنچائے اگر حلق میں چلا گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا (اشعۃ اللمعات)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّاْتَ فَخَلِّلْ اَصَابِعَ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهٗ وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

(۳۷۲) روایت ہے' حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم وضو کرو تو اپنی ہاتھ کی انگلیوں کا خلال کرو ا (ترمذی) اور ابن ماجہ نے اسی طرح روایت کی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۳۷۲) ا بہتر یہ ہے کہ ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال کہنیوں تک ہاتھ دھونے کے ساتھ کرے اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال پاؤں دھونے کے ساتھ کرے لیکن اگر یہ دونوں خلال پاؤں دھو کر کئے جب بھی جائز کیونکہ واؤ صرف جمع چاہتا ہے۔

وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّاَ يَدْلُكُ اَصَابِعَ رِجْلَيْهِ بِخِنْصَرِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ

(۳۷۳) روایت ہے مستورد ابن شداد سے ا فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب وضو کرتے تو اپنی چھنگلی سے پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرتے۲ (ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۳۷۳) ا آپ قرشی ہیں' قبیلہ بنی فہر سے ہیں' اولاً کوفہ میں پھر مصر میں قیام رہا' حضور کی وفات کے وقت آپ بچے تھے لیکن سمجھدار تھے اس لئے حضور سے آپ کا سماع ثابت ہے۲ یعنی بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے اس طرح خلال کرتے کہ داہنے پاؤں کی چھنگلی سے شروع فرماتے اور بائیں پاؤں کی چھنگلی پر ختم فرمادیتے' یہ خلال ہمارے ہاں مستحب ہے امام مالک کے نزدیک فرض لہٰذا کرنا چاہئے تاکہ اختلاف سے بچ جائیں۔

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّأَ اَخَذَ كَفًّا مِّنْ مَّآءٍ فَاَدْخَلَهٗ تَحْتَ حَنَكِهٖ فَخَلَّلَ بِهٖ لِحْيَتَهٗ وَقَالَ هٰكَذَا اَمَرَنِيْ رَبِّيْ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۳۷۴) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تو ایک چلو پانی لے کر ٹھوڑی کے نیچے پہنچاتے جس سے اپنی داڑھی کا خلال کرتے اور فرماتے کہ میرے ربّ نے مجھے یوں ہی حکم دیا ہے[۱] (ابوداؤد)

(۳۷۴)[۱] ظاہر یہ ہے کہ داڑھی شریف کا یہ خلال چہرہ دھونے کے ساتھ تھا نہ کہ وضو کے بعد اور امر رب سے مراد وحی خفی یعنی الہام ہے یا بواسطہ جبریل معلوم ہوا کہ حضور پر وحی صرف قرآن ہی کی نہیں ہوئی اس کے علاوہ اور بھی ہیں۔ خیال رہے کہ یہ امر وجوب کا نہیں بلکہ استحبابی ہے کیونکہ داڑھی کا خلال کسی کے ہاں فرض نہیں۔

وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُخَلِّلُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ

(۳۷۵) روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی مبارک کا خلال کرتے[۱] (ترمذی، دارمی)

(۳۷۵)[۱] یعنی اکثر نہ کہ ہمیشہ اس طرح کہ داہنے ہاتھ کی انگلیاں شریف ٹھوڑی کے نیچے سے داڑھی کی جڑ میں کنگھی کی طرح ڈال کر داڑھی کے نیچے لے جاتے تھے۔

وَعَنْ اَبِيْ حَيَّةَ قَالَ رَاَيْتُ عَلِيًّا تَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ حَتّٰى اَنْقَاهُمَا ثُمَّ مَضْمَضَ ثَلَاثًا وَّاسْتَنْشَقَ ثَلٰثًا وَّغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلٰثًا وَّذِرَاعَيْهِ ثَلٰثًا وَّمَسَحَ بِرَاْسِهٖ مَرَّةً ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَاَخَذَ فَضْلَ طُهُوْرِهٖ فَشَرِبَهٗ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ اَحْبَبْتُ اَنْ اُرِيَكُمْ كَيْفَ كَانَ طُهُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ

(۳۷۶) روایت ہے حضرت ابوحیہ سے[۱] فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ نے وضو کیا تو اپنے ہاتھ دھوئے تا آنکہ انہیں صاف کردیا، پھر تین بار کلی تین بار ناک میں پانی کیا پھر اپنا منہ و کہنیاں تین تین بار دھوئے۔ ایک بار سر کا مسح کیا[۲] پھر اپنے قدم ٹخنوں تک دھوئے[۳] پھر کھڑے ہوئے تو طہارت کا بچا ہوا پانی کھڑے کھڑے پیا[۴] پھر فرمایا میں نے چاہا تمہیں دکھا دوں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو کیسا تھا۔[۵]

(۳۷۶)[۱] آپ کا نام عمرو ابن نصر کنیت ابوحیہ ہے، ہمدان کے باشندے ہیں، تابعی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے[۲] صاف معلوم ہوا کہ اعضاء کا دھونا تین تین بار سنت ہے مگر مسح ایک ہی بار، یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے[۳] یعنی مع ٹخنوں کے تین بار دھوئے، الی بمعنی مع ہے اور چونکہ پہلے تین تین بار کا ذکر ہو چکا ہے اس لئے یہاں ذکر نہ کیا[۴] معلوم ہوا کہ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا سنت ہے چونکہ اس پانی سے ایک عبادت ادا کی گئی اس لئے یہ برکت والا بھی ہے اور حرمت والا بھی، جیسے آب زمزم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے قدم سے پیدا ہوا اس لئے اس کی بھی حرمت ہے وہ بھی کھڑے ہو کر پیا جاتا ہے۔ صحابہ کبار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وضو کا غسالہ پیتے اور آنکھوں سے لگاتے تھے بعض مریدین اپنے پیر کا جوٹھا پانی اور ان کا دیا ہوا تبرک کھڑے ہو کر کھاتے پیتے ہیں اس احترام کی اصل یہ احادیث ہیں۔[۵] یعنی مجھے اس وقت وضو کی ضرورت نہ تھی تمہاری تعلیم کیلئے تمہیں وضو کرکے دکھایا، معلوم ہوا کہ عملی تبلیغ بھی ضروری ہے۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنْ عَبْدِ خَيْرٍ قَالَ نَحْنُ جُلُوْسٌ نَنْظُرُ اِلٰى عَلِيٍّ حِيْنَ تَوَضَّأَ فَاَدْخَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى فَمَلَأَ فَمَهُ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَنَثَرَ بِيَدِهِ الْيُسْرٰى فَعَلَ هٰذَا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى طُهُوْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهٰذَا طُهُوْرُهُ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۳۷۷) روایت ہے حضرت عبد خیر سے[۱] فرماتے ہیں کہ ہم بیٹھے ہوئے حضرت علی کو دیکھ رہے تھے جب انہوں نے وضو کیا اور اپنا داہنا ہاتھ ڈالا تو منہ بھر کر کلی کی اور ناک میں پانی لیا اور بائیں ہاتھ سے ناک جھاڑی یہ تین بار کیا پھر فرمایا کہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو دیکھنا پسند ہو تو حضور کا وضو یہ تھا[۲] (دارمی)

(۳۷۷) [۱] آپ کا نام عبد خیر ابن یزید کنیت ابو عمارہ ہے، کوفہ کے رہنے والے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر ملاقات نہ کر سکے اس لئے آپ جلیل القدر تابعی ہیں، حضرت علی کے ساتھیوں میں سے ہیں، ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔ [۲] یہ حدیث مختصر ہے جس میں صرف کلی اور ناک کے پانی کا ذکر ہے ورنہ حضرت علی مرتضٰی نے پورا وضو کرکے دکھایا تھا، ہاتھ ڈالنے سے مراد بڑے برتن میں ہاتھ ڈال کر کلی وغیرہ کیلئے چلو بھرنا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَّاحِدٍ فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلٰثًا (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۳۷۸) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زید سے[۱] فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے ایک ہاتھ سے کلی کی اور ناک میں پانی لیا[۲] یہ تین بار کیا (ابوداؤد، ترمذی)

(۳۷۸) [۱] آپ کا نام عبداللہ ابن زید ابن عبدربہ ہے انصاری ہیں، خزرجی ہیں، بیعت عقبہ اور جنگ بدر وغیرہ تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے، مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد ۱ھ میں آپ نے ہی خواب میں اذان دیکھی، آپ ہی کی عرض کی ہوئی اذان اسلام میں مروج ہے۔ خود بھی صحابی ہیں اور والدین بھی، چونسٹھ سال عمر پائی۔ [۲] اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ ہر چلو کے آدھے سے کلی کی اور آدھے سے ناک میں پانی لیا جیسا کہ مذہب شافعی ہے، دوسرے یہ کہ حضور نے کلی اور ناک لپ سے نہ کئے جیسے کہ منہ دھوتے وقت بلکہ ہاتھ سے کئے لہٰذا یہ حدیث حنفیوں کے خلاف نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ بِرَأْسِهٖ وَاُذُنَيْهِ بَاطِنِهِمَا بِالسَّبَّاحَتَيْنِ وَظَاهِرِهِمَا بِاِبْهَامَيْهِ (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

(۳۷۹) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر و کانوں کا مسح فرماتے تھے اندرون کانوں کا کلمہ کی انگلیوں سے[۱] بیرون کا اپنے انگوٹھوں سے[۲] (نسائی)

(۳۷۹) [۱] کلمہ کی انگلی کو کفار عرب سبابہ کہتے تھے یعنی گالیاں دینے والی انگلی، چونکہ گالی گلوچ کرتے وقت اس انگلی سے اشارہ کرتے جاتے تھے اس لئے اس کا یہ نام رکھا تھا۔ اسلام نے اس کا نام سباحہ یا مسبحہ رکھا یعنی تسبیح پڑھنے والی انگلی اور اردو زبان میں اسے کلمے کی انگلی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ انگلی تسبیح اور کلمے میں استعمال ہوتی ہے کہ پہلے اسی پر شمار کی جاتی ہے۔ [۲] یعنی سر کے مسح کے بعد اسی پانی سے نہ کہ دوسرے پانی سے، لہٰذا یہ حدیث حنفیوں کی دلیل ہے۔ امام شافعی کے ہاں کان کا اندرونی حصہ منہ کے ساتھ دھویا جاتا ہے اور بیرونی حصہ کا سر کے ساتھ مسح ہوتا ہے۔ یہ حدیث ان کے خلاف ہے نیز ایک ہی عضو کا دھلنا اور مسح خلاف قانون ہے۔ غسل و مسح جمع نہیں ہونا چاہئے۔ بعض ائمہ کے نزدیک کان کے مسح کیلئے الگ پانی لیتے ہیں یہ حدیث ان کے بھی خلاف ہے۔

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ اَنَّهَا رَأَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ قَالَتْ فَمَسَحَ رَأْسَهُ مَا اَقْبَلَ مِنْهُ وَمَا اَدْبَرَ وَصُدْغَيْهِ وَ اُذُنَيْهِ مَرَّةً وَّاحِدَةً وَفِي رِوَايَةٍ اَنَّهُ تَوَضَّأَ فَاَدْخَلَ اِصْبَعَيْهِ فِي جُحْرَيْ اُذُنَيْهِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ رَوَى التِّرْمِذِيُّ الرِّوَايَةَ الْاُوْلٰى وَاَحْمَدُ وَ ابْنُ مَاجَةَ الثَّانِيَةَ

(۳۸۰) روایت ہے حضرت ربیع بنت معوذ سے[۱] انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو فرماتے دیکھا تو آپ نے اپنے اگلے پچھلے حصہ سر کا اور کنپٹیوں اور کانوں کا ایک بار مسح کیا[۲] اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے وضو کیا تو اپنی انگلیاں اپنے کانوں کے سوراخوں میں ڈالیں[۳] اسے ابوداؤد نے روایت کیا ترمذی نے پہلی روایت اور احمد و ابن ماجہ نے دوسری روایت نقل کی۔

(۳۸۰)[۱] آپ انصاریہ نجاریہ ہیں' بیعت الرضوان میں موجود تھیں۔ آپ کے دادا کا نام عفرا ہے[۲] اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوا کہ کان کا شمار سر میں ہے اس کا مسح ہوگا دھویا نہ جائے گا اور مسح ایک بار ہوگا نہ کہ تین بار لہٰذا یہ حنفیوں کی قوی دلیل ہے' کنپٹیاں چہرے میں داخل ہیں کیونکہ چہرے کی حد چوڑائی کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک ہے' لہٰذا چہرے کے ساتھ تین بار دھوئی جائیں گی' کان کے مسح کے ساتھ حضور کی انگلیاں کنپٹی پر بھی لگ گئی ہوں گی اور یہ سمجھیں کہ آپ اس کا مسح فرما رہے ہیں جیسا کہ عمامہ کے مسح میں ذکر کیا گیا لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں کنپٹیوں کے دھونے کا حکم ہے[۳] یہ بھی سنت ہے' خیال رہے کہ دونوں کا مسح ایک ساتھ ہوگا' داہنے سے شروع کرنا ان اعضاء میں ہوتا ہے جو دونوں ایک ساتھ نہ دھوئے جا سکتے ہوں اسی لئے کلائی تک دونوں ہاتھ دھوئے جاتے ہیں اور کہنی تک' ترتیب وار کہ پہلے داہنا پھر بایاں (مرقاۃ)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّهُ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَاَنَّهُ مَسَحَ رَأْسَهُ بِمَاءٍ غَيْرِ فَضْلِ يَدَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ مَّعَ زَوَائِدَ

(۳۸۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زید سے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا اور آپ نے اپنے سر کا اس پانی سے مسح کیا جو ہاتھوں کا بچا ہوا تھا[۱] اسے ترمذی نے روایت کیا اور مسلم نے کچھ زیادتیوں کے ساتھ۔

(۳۸۱)[۱] یعنی مسح کیلئے الگ پانی لیا ہاتھوں کے بچے ہوئے پانی سے مسح نہ کیا۔

وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ ذَكَرَ وُضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَكَانَ يَمْسَحُ الْمَاقَيْنِ وَقَالَ الْاُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَذَكَرَا قَالَ حَمَّادٌ لَا اَدْرِيْ الْاُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ مِنْ قَوْلِ اَبِيْ اُمَامَةَ اَمْ مِنْ قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۳۸۲) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے[۱] کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا ذکر کیا فرماتے ہیں کہ آپ آنکھ کے کونوں کو بھی ملتے تھے اور فرمایا کہ دونوں کان سر سے ہیں[۲] اسے ابن ماجہ' ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا دونوں نے کہا حماد فرماتے ہیں مجھے خبر نہیں کہ یہ قول کہ کان سر سے ہیں آیا ابوامامہ کا قول ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ہے[۳]

(۳۸۲)[۱] آپ کا نام سعد ابن حنیف ہے' انصاری خزرجی' اوسی ہیں' اپنی کنیت میں مشہور ہوئے۔ حضور کی وفات سے دو سال پہلے پیدا ہوئے' اسی لئے آپ کا شمار تابعین میں ہے' ۸۲ سال عمر پائی' ۱۰۰ھ میں وصال ہوا' ابوامامہ باہلی اور ہیں وہ صحابی ہیں[۲] یعنی ان کے ظاہر و باطن کا مسح سر ہی کے پانی سے ہوگا چہرے کے ساتھ دھوئے نہیں جائیں گے' خیال رہے کہ آنکھوں کے کونوں پر انگلی پھیر لینا تاکہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

پانی ان کے اندر پھیل جائے سنت ہے یہاں مسح سے یہی مراد ہے کیونکہ کوے کے مسح کا کوئی قائل نہیں ۳؎ ظاہر یہی ہے کہ یہ حضور کا فرمان شریف ہے کیونکہ ابوامامہ حضور کے وضو کے سلسلہ میں یہ فرمارہے ہیں نیز کانوں کا سر یا چہرے سے ہونا سن کر ہی کہا جا سکتا ہے نہ کہ اپنی رائے سے کہ وضو کے احکام عقل سے وراء ہیں لہذا یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ جَآءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْاَلُهٗ عَنِ الْوُضُوْءِ فَاَرَاهُ ثَلٰثًا ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا الْوُضُوْءُ فَمَنْ زَادَ عَلٰى هٰذَا فَقَدْ اَسَآءَ تَعَدّٰى وَظَلَمَ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَ رَوَى اَبُوْ دَاوٗدَ مَعْنَاهُ

(۳۸۳) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ ایک بدوی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر وضو کے متعلق پوچھنے لگے تو آپ نے اسے تین بار وضو کر کے دکھایا اور فرمایا وضو یوں ہی ہے جو اس پر زیادتی کرے اس نے گناہ کیا تعدی کی اور ظلم کیا ۱؎ اسے نسائی وابن ماجہ نے روایت کیا ابوداؤد نے اس کے معنی کو۔

(۳۸۳) ۱؎ گناہ تو ترک سنت کا ہوا اور تعدی تین سے زیادہ کرنے پر کیونکہ دھونے کی حد تین بار ہے اور ظلم اپنی جان پر کیا کہ حضور کی مخالفت کی، پانی میں اسراف کیا، اپنے نفس پر بے فائدہ مشقت ڈالی جو کوئی تین سے زیادہ کو سنت سمجھ لے تو اس کا اعتقاد بھی غلط ہوا، بہر حال تین سے کمی ہو سکتی ہے زیادتی نہیں ہو سکتی، نیز تین بار دھونے میں سارے عضو کے دھل جانے کا یقین ہو جاتا ہے اس پر زیادتی شیطانی وسوسہ کی بنا پر ہو سکتی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُغَفَّلِ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَهٗ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الْقَصْرَ الْاَبْيَضَ عَنْ يَمِيْنِ الْجَنَّةِ قَالَ اَيْ بُنَيَّ سَلِ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَ تَعَوَّذْ بِهٖ مِنَ النَّارِ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ فِيْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ قَوْمٌ يَعْتَدُوْنَ فِي الطُّهُوْرِ وَالدُّعَاءِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ

(۳۸۴) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مغفل سے ۱؎ کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو یہ کہتے سنا کہ الٰہی میں تجھ سے جنت کی داہنی طرف سفید محل مانگتا ہوں تو فرمایا کہ میرے بچے اللہ سے جنت مانگو اور دوزخ سے اس کی پناہ مانگو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اس امت میں وہ قوم ہوگی جو وضو اور دعا میں حد سے تجاوز کیا کرے گی ۲؎ (احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ)

(۳۸۴) ۱؎ آپ قبیلہ مزینہ کے ہیں، بیعت الرضوان میں حاضر ہوئے، مدینہ طیبہ قیام رہا، عہد فاروقی میں آپ کو بصرے بھیجا گیا تاکہ لوگوں کو علم سکھائیں وہاں ہی ۶۰ ھ میں انتقال ہوا ۲؎ دعا میں تجاوز تو یہ ہے کہ ایسی تعین کی جائے جس کی ضرورت نہیں جیسے ان کے صاحبزادہ نے کیا فردوس مانگنا بہت بہتر ہے کہ اس میں شخصی تعین نہیں نوعی تقرر ہے، اس کا حکم دیا گیا ہے، وضو میں حد سے بڑھنا دو طرح ہو سکتا ہے، تعداد میں زیادتی اور عضو کی حد میں زیادتی جیسے پاؤں گھٹنے تک دھونا اور ہاتھ بغل تک کہ یہ دونوں باتیں ممنوع ہیں۔

وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِلْوُضُوْءِ شَيْطَانًا يُقَالُ لَهُ الْوَلَهَانُ فَاتَّقُوْا وَسْوَاسَ الْمَآءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَلَيْسَ

(۳۸۵) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ وضو کا ایک شیطان ہے جسے ولہان کہا جاتا ہے ۱؎ تو پانی کے وسوسوں سے بچو ۲؎ (ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور اس کی

https://archive.org/details/@madni_library

اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ لِاَنَّا لَا نَعْلَمُ اَحَدًا اَسْنَدَهٗ غَيْرُ خَارِجَةَ وَهُوَ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ عِنْدَ اَصْحَابِنَا

اسناد محدثین کے نزدیک قوی نہیں کیونکہ ہم نے خارجہ کے سوا کسی کو نہ جانا جو اسے مرفوعاً نقل کرے اور خارجہ ہمارے دوستوں کے نزدیک قوی نہیں۔

(۳۸۵)؎ ولہان ولہ سے بنا بمعنی حیرت یا حرص چونکہ یہ شیطان وضو کرنے والے کو حیرت میں ڈال دیتا ہے اور پانی کے زیادہ استعمال پر حریص کرتا ہے اس لئے اسے ولہان کہا جاتا ہے، زیادتی عشق کو بھی ولہ اور عاشق حیرت زدہ کو بھی ولہان کہتے ہیں۔ شیطان کی جماعتیں مختلف ہیں جن کے علیحدہ علیحدہ کام ہیں ان میں سے ایک جماعت کا یہ کام اور یہ نام ہے۲؎ دل میں جو شک بلا دلیل پیدا ہو اسے وسوسہ کہا جاتا ہے۔ بلاوجہ یہ خیال کرنا کہ شاید پانی نجس ہو، شاید کپڑوں پر چھینٹیں پڑ گئی ہوں شاید پانی پورے عضو پر نہ بہا ہو، یہ سب کچھ وسوسے ہیں۔ بعض لوگوں کو دیکھا گیا کہ وہ ہاتھوں کی لکیروں میں پانی پہنچاتے ہیں۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّأَ مَسَحَ وَجْهَهٗ بِطَرَفِ ثَوْبِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

(۳۸۶) روایت ہے، حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب وضو کرتے تو اپنا چہرہ اپنے کپڑے کے کنارے سے پونچھتے۱؎ (ترمذی)

(۳۸۶)؎ اس سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ وضو کے بعد اعضائے وضو کا پونچھنا ممنوع نہیں بشرطیکہ تکبرانہ نہ ہو ہاں مستحب یہ ہے کہ زیادہ مبالغہ سے نہ پونچھے، تری کا کچھ اثر باقی رہنے دے۔ دوسرے یہ کہ اعضاء کی تری ماء مستعمل نہیں، پانی کے جو قطرے عضو سے الگ ہو جائیں وہ مستعمل ہیں جو بعض کے نزدیک نجس ہیں مگر حق یہ ہے کہ پاک تو ہیں لیکن پاک کر نہیں سکتے وہ جو حدیث پاک میں آیا کہ حضرت میمونہ نے حضور انور کی خدمت میں وضو کے بعد رومال پیش کیا تو حضور نے قبول نہ فرمایا اور اعضاء جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے اس کی وجوہ دوسری ہو سکتی ہیں۔ رومال صاف نہ ہو یا اس وقت جلدی ہو، مرقاۃ نے فرمایا مستحب یہی ہے کہ نہ پونچھے لیکن پوچھنا بھی بلا کراہت جائز ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِرْقَةٌ يُنَشِّفُ بِهَا اَعْضَاءَهٗ بَعْدَ الْوُضُوْءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ بِالْقَائِمِ وَ اَبُوْ مُعَاذٍ الرَّاوِيْ ضَعِيْفٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ

(۳۸۷) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کپڑا تھا، جس سے وضو کے بعد اپنے اعضاء شریف پونچھا کرتے تھے۱؎ روایت کیا ترمذی نے اور فرمایا کہ یہ حدیث قوی الاسناد نہیں اور ابو معاذ راوی محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں۲؎

(۳۸۷)؎ یعنی کبھی کبھی نہ کہ ہمیشہ کیونکہ ابھی گزر گیا کہ حضور نے اپنے دامن سے منہ شریف پونچھا، بعض میں یہ بھی ہے کہ اعضاء بالکل نہ پونچھے، بعض روایات میں ہے کہ وضو کا پانی قیامت میں نور ہو گا۔ غرض کہ احادیث میں تعارض نہیں کبھی وہ اعمال کئے کبھی یہ۔۲؎ ترمذی نے ان دونوں حدیثوں کو ضعیف کہا، پہلی حدیث کو رشد ابن سعد اور عبدالرحمن ابن زیاد افریقی کی وجہ سے اور اس حدیث کو ابو معاذ کی وجہ سے اور فرمایا کہ بعض لوگ اعضائے وضو پونچھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں کیونکہ اس میں عبادت کے اثر کو دور کر دینا ہے اور وضو کا پانی تسبیح بھی کرتا ہے واللہ اعلم۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ ثَابِتِ بْنِ اَبِیْ صَفِیَّۃَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ جَعْفَرٍ ھُوَ مُحَمَّدُ بْنِ الْبَاقِرُ حَدَّثَكَ جَابِرٌ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّۃً مَرَّۃً وَّ مَرَّتَیْنِ مَرَّتَیْنِ وَّثَلٰثًا ثَلٰثًا قَالَ نَعَمْ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ

(۳۸۸) روایت ہے حضرت ثابت ابن ابی صفیہ سے[۱] فرماتے ہیں کہ میں نے ابوجعفر سے جو محمد باقر ہیں[۲] عرض کیا آپ کو حضرت جابر نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار دو دو بار تین تین بار وضو کیا فرمایا ہاں[۳] (ترمذی، ابن ماجہ)

(۳۸۸)[۱] ان کی کنیت ابوحمزہ ہے یمنی ہیں، ازدی ہیں۔ محمد ابن علی باقر کے ہم نشین تھے، مرقاۃ نے فرمایا کہ یہ کوفہ میں رہتے تھے اور نہایت ضعیف اور بہت وہمی تھے۔ عقیدۃً رافضی تھے، چھپے ہوئے لہٰذا یہ حدیث ضعیف ہے[۲] آپ محمد ابن علی یعنی (زین العابدین) ابن حسین ابن علی ہیں۔ رضوان اللہ علیہم، لقب امام باقر یعنی علم کو چیرنے والے کنیت ابوجعفر مدینہ منورہ کے عظیم الشان فقیہ اور بڑے محدث ہیں۔ امام زین العابدین عبداللہ ابن عمر اور حضرت جابر سے بے شمار احادیث لی ہیں، عظیم الشان تابعی ہیں ولادت شریف ۵۶ھ میں ہوئی ۶۳ سال عمر شریف پائی، ۱۱۸ھ میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔ جنت البقیع میں مزار پرانوار ہے فقیر نے زیارت کی ہے[۳] حدیث لینے کے تین طریقے ہیں ایک یہ کہ شاگرد پڑھے استاد سنے، دوسرے یہ کہ استاد پڑھے شاگرد سنے، تیسرے یہ کہ شاگرد حدیث کے الفاظ عرض کرکے پوچھے کہ کیا یہ حدیث آپ نے روایت کی ہے، استاد کہے ہاں، یہاں تیسری قسم کی روایت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حضور نے وضو کے اعضاء کبھی ایک ایک بار دھوئے کبھی دو دو بار کبھی تین تین بار۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَیْدٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَیْنِ مَرَّتَیْنِ وَقَالَ ھُوَ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ

(۳۸۹) روایت ہے، حضرت عبداللہ ابن زید سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ نور پر نور ہے[۱]

(۳۸۹)[۱] یعنی اعضائے وضو دو دو بار دھوئے اور اسے نور پر نور قرار دیا کیونکہ ایک بار دھونا فرض ہے دوسری بار سنت فرض بھی نور ہے اور سنت بھی، یعنی قیامت میں مسنون عمل کرنے والوں کا نور بہت تیز ہوگا لہٰذا جو تین تین بار اعضاء دھوئیں گے وہ بھی افضل ہیں۔

وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ ثَلٰثًا ثَلٰثًا وَّقَالَ ھٰذَا وَضُوْئِیْ وَوُضُوْءُ الْاَنْبِیَآءِ قَبْلِیْ وَوُضُوْءُ اِبْرَاھِیْمَ رَوَاھُمَا رَزِیْنٌ وَّالنَّوَوِیُّ ضَعَّفَ الثَّانِیَ فِیْ شَرْحِ مُسْلِمٍ

(۳۹۰) روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار وضو کیا اور فرمایا کہ یہ میرا اور مجھ سے اگلے نبیوں کا وضو ہے اور حضرت ابراہیم کا وضو ہے[۱] ان دونوں حدیثوں کو رزین نے روایت کیا، نووی نے شرح مسلم میں دوسری کو ضعیف بتایا۔

(۳۹۰)[۱] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ وضو اسلام کے ساتھ خاص نہیں پہلی امتوں میں بھی تھا ہاں چہروں کی چمک اس امت کی خصوصیات سے ہے۔ دوسرے یہ کہ ابراہیم علیہ السلام بھی وضو کیا کرتے تھے چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابراہیم و سارہ نے وضو کیا اور نماز پڑھی اور جریج اسرائیلی نے وضو کیا اور نماز پڑھی، غرضیکہ وضو بڑی پرانی سنت ہے تیسرے یہ کہ تین تین بار

https://archive.org/details/@madni_library

اعضائے وضو دھونا بہت افضل ہے کیونکہ سنت انبیاء ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک یا دو بار اعضاء دھونا بیان جواز کیلئے ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلٰوةٍ وَّكَانَ اَحَدُنَا يَكْفِيْهِ الْوُضُوْءُ مَالَمْ يُحْدِثْ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۳۹۱) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کیلئے وضو کرتے تھے۱ اور ہم کو ایک ہی وضو اس وقت تک کافی ہوتا جب تک بے وضو نہ ہوتے۲ (دارمی)

(۳۹۱)۱ مرقاۃ نے فرمایا کہ اولاً حضور پر ہر نماز کیلئے وضو کرنا فرض تھا‘ پھر یہ فرضیت منسوخ ہوئی جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے اور ہو سکتا ہے کہ فرضیت کے منسوخ ہونے کا بعد کا ذکر ہو اور اکثری حال مراد ہو یعنی حضور اکثر ہر نماز کیلئے وضو فرما لیتے تھے اس آیت کے ظاہر پر عمل فرماتے ہوئے: اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ (۶/۵) جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤ (کنز الایمان) اب بھی ہر نماز کیلئے وضو کر لینا خواہ پہلا وضو ہو مستحب ہے۔ خیال رہے کہ یہاں نماز سے نماز فرض مراد ہے اور نماز اشراق فجر کے وضو سے پڑھنا مستحب ہے۲ یعنی ہم لوگ اکثر ایک وضو سے چند نمازیں پڑھ لیتے تھے‘ خیال رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ایک وضو سے چار نمازیں پڑھیں تھیں اور بعض صحابہ ہر نماز کیلئے نیا وضو کرتے تھے مگر وہ واقعات اس حدیث کے خلاف نہیں کیونکہ یہاں اکثری حالت کا ذکر ہے۔

وَعَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ يَحْيٰى بْنِ حَبَّانَ قَالَ قُلْتُ لِعُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ اَرَاَيْتُ وُضُوْءَ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ لِكُلِّ صَلٰوةٍ طٰهِرًا اَوْ غَيْرَ طَاهِرٍ عَمَّنْ اَخَذَهٗ فَقَالَ حَدَّثَتْهُ اَسْمَآءُ بِنْتُ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ حَنْظَلَةَ بْنِ اَبِيْ عَامِرِ الْغَسِيْلِ حَدَّثَهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اُمِرَ بِالْوُضُوْءِ لِكُلِّ صَلٰوةٍ طَاهِرًا كَانَ اَوْ غَيْرَ طَاهِرٍ فَلَمَّا شَقَّ ذٰلِكَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرَ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ وَّ وُضِعَ عَنْهُ الْوُضُوْءُ اِلَّا مِنْ حَدَثٍ قَالَ فَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ يَرٰى اَنَّ بِهٖ قُوَّةً عَلٰى ذٰلِكَ فَفَعَلَهٗ حَتّٰى مَاتَ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۳۹۲) روایت ہے حضرت محمد ابن یحیٰی ابن حبان سے۱ فرماتے ہیں کہ میں نے عبید اللہ ابن عبداللہ ابن عمر سے کہا کہ بتایئے تو کہ عبداللہ ابن عمر ہر نماز کیلئے وضو کرتے تھے۔ باوضو ہوں یا بے وضو یہ کس سے لیا تو کہنے لگے کہ انہیں اسماء بنت زید ابن خطاب نے خبر دی۲ کہ عبداللہ ابن حنظلہ ابن ابی عامر غسیل نے انہیں خبر دی تھی۳ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر نماز کیلئے وضو کا حکم دیا گیا تھا باوضو ہوں یا بے وضو۴ لیکن جب یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دشوار ہوا تو ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیا گیا اور وضو موقوف کیا گیا ان سے مگر حدث سے۵ فرمایا عبداللہ سمجھتے تھے کہ ان میں اس کی طاقت ہے یعنی ہر نماز کیلئے تازہ وضو کی تو وفات تک ہی کرتے رہے۶ (احمد)

(۳۹۲)۱ آپ فقیہ تابعی ہیں‘ انصاری ہیں‘ آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے‘ امام مالک کے استاد ہیں‘ ۱۲۱ھ میں وفات پائی‘ علم و عبادت میں بڑے مشہور تھے۲ یہ اسماء حضرت عمر کی بھتیجی ہیں۔ حضرت زید ابن خطاب عمر فاروق کے بڑے بھائی ہیں جو آپ سے پہلے اسلام لائے‘ مہاجرین اولین میں سے ہیں‘ بدر اور تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے۔ خلافت صدیقی جنگ یمامہ میں ۱۲ھ میں شہادت پائی‘ حضرت اسماء بھی صحابیات میں سے ہیں۳ یہ عبداللہ بھی صحابی ہیں۔ ان کے والد بھی صحابی‘ حضور کی وفات کے وقت ان کی عمر

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

سات برس تھی۔ واقعہ کربلا کے بعد جب اہل مدینہ نے یزید ابن معاویہ کی مخالفت کی تو سب نے انہیں کے ہاتھ پر بیعت کی' اسی وجہ سے یزید نے مدینہ طیبہ پر چڑھائی کی جس کا نام جنگ حرہ ہے' اسی میں آپ شہید ہوئے' حضرت حنظلہ کی شہادت اور آپ کا غسیل ملائکہ ہونا پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ حنظلہ کا باپ ابو عامر راہب کافر مرا' حضرت حنظلہ غزوہ احد میں بحالتِ جنابت شہید ہوئے' اس لئے انہیں فرشتوں نے غسل دیا لہٰذا غسیل ملائکہ کہلائے ۴؎ یعنی معراج میں خصوصی طور پر آپ کو ہر نماز کیلئے وضو کا حکم تھا نہ کہ امت کیلئے ۵؎ یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں اور نہ امام شافعی کی موید کیونکہ وہ بھی ہر نماز کیلئے مسواک مستحب مانتے ہیں اور یہاں فرضیت کا ذکر ہے نیز بعد میں یہ حکم بھی منسوخ ہو گیا کیونکہ حضور نے بہت دفعہ ایک وضو سے چند نمازیں پڑھیں اور ہر نماز کیلئے مسواک نہ کی۔ خلاصہ یہ کہ حضور پر اولاً ہر نماز کیلئے وضو فرض تھا' پھر مسواک فرض رہی پھر وہ بھی منسوخ ہو گئی ۶؎ انہوں نے سمجھا کہ فرضیت منسوخ ہو گئی مگر استحباب باقی ہے اور یہ صحیح تھا اب بھی اگر کوئی اس پر عمل کرے ثواب ہو گا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِسَعْدٍ وَّهُوَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ مَا هٰذَا السَّرَفُ يَا سَعْدُ قَالَ اَفِي الْوُضُوْءِ سَرَفٌ قَالَ نَعَمْ وَاِنْ كُنْتَ عَلٰى نَهْرٍ جَارٍ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

(۳۹۳) روایت ہے عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد پر گزرے جب وہ وضو کر رہے تھے تو فرمایا اے سعد یہ اسراف کیسا (فضول خرچی) عرض کیا وضو میں بھی اسراف ہے؟ فرمایا ہاں اگرچہ تم بہتی نہر پر ہو ۱؎ (احمد و ابن ماجہ)

(۳۹۳) ۱؎ حضرت سعد یا تو ضرورت سے زیادہ پانی بہا رہے تھے یا بجائے تین کے چار پانچ بار اعضاء دھو رہے تھے یا اعضاء کی حدود میں زیادتی کر رہے تھے ان سب سے منع فرما دیا گیا' اس سے معلوم ہوا کہ وضو میں یہ تمام باتیں منع ہیں اور ان کا کرنا جرم۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ وَ ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ يُطَهِّرُ جَسَدَهٗ كُلَّهٗ وَمَنْ تَوَضَّأَ وَلَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ لَمْ يُطَهِّرْ اِلَّا مَوْضِعَ الْوُضُوْءِ

(۳۹۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ و ابن مسعود و ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو وضو کرے اور اللہ کا نام لے تو وضو اس کے سارے جسم کو پاک کر دیتا ہے اور جو وضو کرے اور اللہ کا نام نہ لے تو صرف وضو کی جگہ ہی کو پاک کرتا ہے ۱؎

(۳۹۴) ۱؎ یہاں گناہوں سے پاکی مراد ہے یعنی وضو کے اول میں بسم اللہ پڑھ لینے کی برکت سے سارے جسم کے بیرونی اور اندرونی گناہ معاف ہو جاتے ہیں کیونکہ جسم میں دل اور دماغ بھی داخل ہے۔ بسم اللہ نہ پڑھنے سے ظاہری اعضاء کے گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں بسم اللہ سے وضو شروع کرنا سنت ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّأَ وُضُوْءَ الصَّلٰوةِ حَرَّكَ خَاتَمَهٗ فِیْ اِصْبَعِهٖ رَوَاهُمَا الدَّارَ قُطْنِیُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ الْاَخِيْرَ

(۳۹۵) روایت ہے حضرت ابو رافع سے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کیلئے وضو کرتے تو اپنی انگلی کی انگوٹھی کو ہلاتے تھے ۱؎ ان دونوں کو دار قطنی نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے اخیر کو۔

(۳۹۵) ۱؎ انگوٹھی اگر تنگ ہو کہ بغیر ہلائے اس کے نیچے پانی نہ پہنچے تو وضو میں اس کا ہلانا فرض ہے اور اگر ڈھیلی ہو کہ بغیر ہلائے بھی نیچے پانی پہنچ جائے تو اس کا ہلانا مستحب۔ [illegible]

https://archive.org/details/@madni_library

بَابُ الْغُسْلِ — نہانے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

اسلام میں غسل چار طرح کے ہیں' فرض' سنت' مستحب اور مباح' فرض غسل تین ہیں' جنابت سے' حیض سے' نفاس سے' جنابت خواہ شہوت سے منی نکلنے کی وجہ سے ہو یا صحبت سے' انزال ہو یا نہ ہو' غسل سنت پانچ ہیں جمعہ کا غسل عیدین کا غسل احرام کے وقت کا غسل' عرفہ کے دن کا غسل' غسل مستحب بہت ہیں' مسلمان ہوتے وقت' مردے کو نہلا کر' قربانی کے دن' طواف زیارت کیلئے' مدینہ منورہ حاضری کے موقع پر وغیرہ غسل مباح جو ٹھنڈک وغیرہ کیلئے کیا جائے اس باب میں بہت سے اقسام کے غسل بیان ہوں گے' غسل میں تین فرض ہیں' کلی کرنا' ناک میں پانی ڈالنا' تمام ظاہری بدن پر پانی بہانا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ اَحَدُكُمْ بَیْنَ شُعَبِهَا الْاَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ وَاِنْ لَّمْ یُنْزِلْ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۳۹۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی عورت کے چاروں شانے کے درمیان بیٹھے پھر کوشش کرے تو غسل واجب ہو گیا اگرچہ انزال نہ ہوا [1] (مسلم بخاری)

(۳۹۶) [1] اس کی شرح وہ حدیث ہے جس میں فرمایا گیا کہ جب ختنہ ختنہ میں غائب ہو جائے تو غسل واجب ہے' وہی یہاں مراد ہے یعنی جب مشتہات عورت سے صحبت کی جائے اور حشفہ غائب ہو جائے تو غسل واجب ہو گیا' چار شانوں سے چار ہاتھ پاؤں مراد ہیں اور بیٹھنے کا ذکر اتفاقاً ہے ورنہ جس صورت سے بھی صحبت ہو غسل واجب ہے' بہت چھوٹی غیر مشتہات بچی اور جانور سے صحبت کرنے میں انزال شرط ہے بغیر انزال غسل واجب نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْمَآءُ مِنَ الْمَآءِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ قَالَ الشَّیْخُ الْاِمَامُ مُحْیِ السُّنَّةِ رَحِمَهُ اللّٰهُ هٰذَا مَنْسُوْخٌ وَّقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّمَا الْمَآءُ مِنَ الْمَآءِ فِی الْاِحْتِلَامِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَلَمْ اَجِدْهُ فِی الصَّحِیْحَیْنِ

(۳۹۷) روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانی پانی سے ہی ہے [1] (مسلم) شیخ امام محی السنہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ پانی کا صرف پانی سے ہونا احتلام میں ہے [2] اسے ترمذی نے روایت کیا میں نے اسے بخاری و مسلم میں نہ پایا۔

(۳۹۷) [1] یعنی غسل کرنا منی نکلنے سے ہی واجب ہے جبکہ شہوت سے ہو [2] یعنی اگرچہ حدیث صحبت کے متعلق ہے تب تو منسوخ ہے اس کی ناسخ ابو ہریرہ کی گزشتہ حدیث ہے۔ نیز وہ حدیث جو آگے آ رہی ہے اور اگر احتلام کے بارے میں ہے تو محکم ہے کہ اب بھی احتلام میں انزال کے بغیر غسل واجب نہیں اس کا ذکر اگلی حدیث میں بھی آ رہا ہے۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ الْحَقِّ فَهَلْ عَلَى الْمَرْاَةِ مِنْ غُسْلٍ اِذَا احْتَلَمَتْ قَالَ نَعَمْ اِذَا رَاَتِ الْمَآءَ فَغَطَّتْ اُمُّ سَلَمَةَ وَجْهَهَا وَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوَ تَحْتَلِمُ الْمَرْاَةُ قَالَ نَعَمْ تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ فَبِمَ يُشْبِهُهَا وَلَدُهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ مُسْلِمٌ بِرِوَايَةِ اُمِّ سُلَيْمٍ اَنَّ مَآءَ الرَّجُلِ غَلِيْظٌ اَبْيَضُ وَمَآءَ الْمَرْاَةِ رَقِيْقٌ اَصْفَرُ فَمِنْ اَيِّهِمَا عَلَا اَوْ سَبَقَ يَكُوْنُ مِنْهُ الشَّبَهُ

(۳۹۸) روایت ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ حضرت ام سلیم نے عرض کیا۱؎ یا رسول اللہ یقیناً اللہ تعالیٰ حق سے نہیں شرماتا کیا عورت پر غسل واجب ہے جب اسے احتلام ہو فرمایا ہاں جب پانی دیکھے۲؎ تو ام سلیم نے منہ چھپا لیا اور بولیں یا رسول اللہ کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے۳؎ فرمایا ہاں تمہارا ہاتھ گرد آلود ہو ورنہ بچہ اپنی ماں کے ہم شکل کیوں ہوتا ہے۴؎ (مسلم بخاری) مسلم نے ام سلیم کی روایت سے یہ زیادتی کی کہ مرد کی منی گاڑھی سفید ہوتی ہے اور عورت کی منی پتلی زرد ان میں سے جو غالب یا پہلے ہو بچہ اس کے مشابہ ہوگا۵؎

(۳۹۸)۱؎ آپ کے نام میں اختلاف ہے کنیت ام سلیم ہے مالک ابن نضر کے نکاح میں تھیں ان سے حضرت انس پیدا ہوئے مالک کے قتل کے بعد ابوطلحہ کے نکاح میں آئیں اس وقت تک ابوطلحہ مشرک تھے تو آپ نے اس شرط سے نکاح کیا کہ وہ مسلمان ہو جائیں۲؎ یہ حدیث گزشتہ حدیث کی تفسیر ہے یعنی خواب کی صورت میں بغیر تری دیکھے غسل واجب نہیں خواہ منی ہو یا مذی کیونکہ کبھی منی پتلے ہونے کی صورت میں مذی محسوس ہوتی ہے۳؎ اس سے معلوم ہوا کہ جو بیبیاں حضور کے نکاح میں آنے والی ہوں انہیں احتلام بھی نہیں ہوتا یعنی رب تعالیٰ انہیں زنا کے خیال سے بھی پاک رکھتا ہے یہ ہے ازواج پاک کی عصمت۴؎ سبحان اللہ کیسا حکیمانہ جواب ہے مقصد یہ ہے کہ احتلام کی علت یا احتلام کی وجہ منی ہے اور منی عورت میں ہے لہذا احتلام بھی عورت کو ہونا چاہئے اور منی کا ثبوت یہ ہے کہ کبھی بچہ ماں کا ہم شکل ہوتا ہے جب ماں کی منی باپ کی منی پر غالب ہو ہاتھ کا خاک میں ملنا بددعا نہیں بلکہ عرب والے کبھی محبت میں بھی یہ کلمہ بولتے ہیں جیسے اردو میں منڈی مشٹنڈی پنجابی میں رڑ جائیں اوتر جائیں وغیرہ۵؎ یہ اصلی حالت ہے ورنہ کبھی کمزور مرد کی منی پتلی اور کمزور ہو جاتی ہے اور طاقتور عورت کی منی سفید اور گاڑھی بچہ ماں باپ کی مخلوط منی سے بنتا ہے جس کے اجزاء زیادہ ہوں گے بچہ اس کی جنس سے ہوگا یعنی اگر عورت کی منی کے زیادہ اجزاء ہیں تو لڑکی ہوگی ورنہ لڑکا اور رحم میں جس کی منی پہلے گرے گی بچہ اس کی شکل پر ہوگا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَاَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ يَتَوَضَّاُ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ يُدْخِلُ اَصَابِعَهُ فِي الْمَآءِ فَيُخَلِّلُ بِهَا اُصُوْلَ شَعْرِهٖ ثُمَّ يَصُبُّ عَلٰى رَاْسِهٖ ثَلٰثَ غَرَفَاتٍ بِيَدَيْهِ ثُمَّ يُفِيْضُ الْمَآءَ عَلٰى جِلْدِهٖ كُلِّهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةِ الْمُسْلِمِ يَبْدَاُ فَيَغْسِلُ يَدَيْهِ قَبْلَ اَنْ يُّدْخِلَهُمَا الْاِنَآءَ ثُمَّ يُفْرِغُ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ

(۳۹۹) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت کا غسل کرتے تو یوں شروع کرتے کہ پہلے دونوں ہاتھ دھوتے۱؎ پھر نماز کے وضو کی طرح وضو کرتے۲؎ پھر اپنی انگلیاں پانی میں ڈالتے تو ان سے بالوں کی جڑوں میں خلال کرتے پھر اپنے سر پر دونوں ہاتھوں سے تین چلو ڈالتے پھر اپنی تمام کھال پر پانی بہاتے۳؎ (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ یوں شروع کرتے کہ برتن میں ڈالنے سے پہلے دونوں ہاتھ دھوتے پھر اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی

https://archive.org/details/@madni_library

فَيَغْسِلُ فَرْجَهٗ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ

ڈالتے پھر استنجا کرتے پھر وضو فرماتے ۴؎

(۳۹۹)۱؎ خیال رہے کہ انبیاء کرام کو احتلام کبھی نہیں ہوتا جیسا کہ طبرانی کی روایت میں ہے ان کی جنابت صرف صحبت سے ہوتی ہے' یہ ہاتھ کا دھونا وضو سے پہلے ہے کیونکہ وضو کا ذکر آگے آ رہا ہے چونکہ اس زمانہ میں عموماً بڑے برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی لیا جاتا تھا' اس لئے یہاں ہاتھ دھوئے جاتے تھے' نیز ہاتھ میں گندگی کا بھی احتمال ہوتا ہے۲؎ کہ اگر تختہ وغیرہ پر ہوتے تو پاؤں بھی دھو لیتے اور اگر کچی زمین پر ہوتے تو پاؤں غسل کے بعد دھوتے ۳؎ زلفوں والے آدمی کیلئے اب بھی سنت ہے کہ پہلے زلفوں کا خلال کرے اور سر کو دھوئے پھر تمام جسم کے ساتھ بھی سر پر پانی ڈالے ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ غسل سے پہلے استنجا کرنا بھی سنت ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَتْ مَيْمُوْنَةُ وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا فَسَتَرْتُهٗ بِثَوْبٍ وَصَبَّ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ صَبَّ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ فَغَسَلَ فَرْجَهٗ فَضَرَبَ بِيَدِهِ الْاَرْضَ فَمَسَحَهَا ثُمَّ غَسَلَهَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَذِرَاعَيْهِ ثُمَّ صَبَّ عَلٰى رَأْسِهٖ وَاَفَاضَ عَلٰى جَسَدِهٖ ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ فَنَاوَلْتُهٗ ثَوْبًا فَلَمْ يَأْخُذْهُ فَانْطَلَقَ وَهُوَ يَنْفُضُ يَدَيْهِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَلَفْظُهٗ لِلْبُخَارِيِّ

(۴۰۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا حضرت میمونہ نے ۱؎ کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے غسل کا پانی رکھا پھر میں نے آپ کو کپڑے سے آڑ کر دی ۲؎ اور آپ نے اپنے ہاتھوں پر پانی بہایا پھر انہیں دھویا پھر ہاتھوں پر بہایا پھر انہیں دھویا پھر داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر ڈالا اور استنجا کیا پھر اپنا ہاتھ زمین پر مارا انہیں صاف کیا پھر اسے دھویا پھر کلی کی اور ناک میں پانی لیا اور اپنا منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھوئے پھر اپنے سر پر پانی بہایا اور اپنے تمام جسم پر بہایا ۳؎ پھر وہاں سے ہٹ گئے اور اپنے قدم شریف دھوئے میں نے کپڑا پیش کیا قبول نہ فرمایا ۴؎ اور ہاتھوں کو جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے (مسلم بخاری) اور اس کے لفظ بخاری کے ہیں۔

(۴۰۰)۱؎ آپ کا نام میمونہ بنت حارث ہلالیہ عامریہ ہے' پہلے آپ کا نام برہ تھا' حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نام تبدیل فرمایا' زمانہ جاہلیت میں مسعود ابن عمر وثقفی کے نکاح میں تھیں اس کے بعد ابورہم کے نکاح میں آئیں۔ ان کے فوت ہو جانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیقعدہ ۷ھ میں عمرہ قضاء کے موقع پر مکہ معظمہ سے دس میل دور مقام سرف میں آپ سے نکاح کیا' اللہ کی شان ۶۱ھ میں نکاح کی جگہ ہی آپ کی وفات ہوئی' آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری بیوی ہیں۔ جن کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے نکاح نہیں کیا' ام الفضل یعنی عبداللہ ابن عباس کی والدہ اور اسماء بنت عمیس کی آپ ہمشیرہ ہیں یعنی عبداللہ ابن عباس کی خالہ ۲؎ اگرچہ آپ تہبند باندھ کر غسل فرماتے تھے لیکن پھر بھی آپ چادر تان کر سامنے کھڑی ہو گئیں زیادتی ستر کیلئے لہٰذا چاہئے یہ کہ تہبند باندھ کر غسل میں نہائے' بعض نے کہا کہ اس کے معنی ہیں پانی کو ڈھک دیا' ۳؎ غسل کی ترتیب یہ ہوئی کہ پہلے ہاتھ دھوئے جائیں پھر استنجا پھر وضو کیا جائے پھر جسم پر بہایا جائے چونکہ کچی زمین پر غسل فرمایا تھا اس لئے وضو کے ساتھ پاؤں نہ دھوئے بلکہ بعد میں دھوئے اگر پختہ زمین پر غسل ہو تو پاؤں پہلے دھو لئے جائیں خیال رہے کہ یہاں مسح سر کا ذکر نہیں یا تو حضور نے مسح کیا ہی نہیں کیونکہ سر کے دھلنے میں مسح بھی ہو [illegible] ہے یا مسح کیا تھا مگر ذکر نہیں لہٰذا یہ حدیث پہلی حدیث کے خلاف نہیں جس میں مسح کا ذکر ہے ۴؎ یا اس لئے کہ کپڑا صاف نہ تھا یا آپ [illegible] کا تھا' جسم کی تری اچھی معلوم ہوتی تھی' یا اس لئے کہ غسل وضو کا پانی نہ پونچھنا افضل' بہرحال اس سے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پونچھنا ممنوع ہے کیونکہ پچھلی روایتوں میں پونچھنے کا ثبوت بھی ہے اس سے معلوم ہوا کہ وضو اور غسل کے بعد جسم پر جوتری رہ جاتی ہے وہ ماء مستعمل نہیں۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ اِنَّ امْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ سَاَلَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِیْضِ فَاَمَرَهَا کَیْفَ تَغْتَسِلُ ثُمَّ قَالَ خُذِیْ فِرْصَةً مِّنْ مِّسْكٍ فَتَطَهَّرِیْ بِهَا قَالَتْ کَیْفَ اَتَطَهَّرُ بِهَا فَقَالَ تَطَهَّرِیْ بِهَا قَالَتْ کَیْفَ اَتَطَهَّرُ بِهَا قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ تَطَهَّرِیْ بِهَا فَاجْتَذَبْتُهَا اِلَیَّ فَقُلْتُ لَهَا تَتَبِّعِیْ بِهَا اَثَرَ الدَّمِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۴۰۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ انصار کی ایک بی بی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حیض کے غسل کے بارے میں پوچھا تو آپ نے انہیں بتایا کہ یوں غسل کریں پھر فرمایا کہ مشک کا ٹکڑا لے کر اس سے پاک کرو بولیں اس سے کیسے پاکی کروں فرمایا اس سے پاکی کرو بولیں اس سے کیسے پاکی کروفرمایا سبحان اللہ اس سے پاکی کروا تو انہیں میں نے اپنی طرف کھینچ لیا اور کہا کہ خون کی جگہ ٹکڑا لگاؤ ۲ (مسلم بخاری)

(۴۰۱) ا اس سے معلوم ہوا کہ خفیہ مسائل کے متعلق تعلیم اشاروں کنایوں سے چاہئے خصوصاً اجنبی عورت کے سامنے کہ ان بی بی صاحبہ کے بار بار پوچھنے پر بھی حضور نے اس جملہ کی وضاحت نہ فرمائی مقصد یہ تھا کہ غسل کرنے کے بعد مشک کا ٹکڑا یا مشک میں بھیگے ہوئے کپڑے کا ٹکڑا وہاں پھیر لیں جہاں خون پہنچتا ہے تاکہ خون کی بو جاتی رہے بعض نسخوں میں ممسک بھی ہے یعنی مشک میں بسا ہوا کپڑا ۲ سبحان اللہ اس سے حضرت عائشہ صدیقہ کی ذہانت معلوم ہوئی' کیوں نہ ہو کہ مزاج شناس رسول ہیں۔ بڑی فقیہ عالمہ ہیں۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ امْرَاَةٌ اَشُدُّ ضَفْرَ رَاْسِیْ اَفَاَنْقُضُهُ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ فَقَالَ لَا اِنَّمَا یَکْفِیْكِ اَنْ تَحْثِیَ عَلٰی رَاْسِكِ ثَلٰثَ حَثَیَاتٍ ثُمَّ تُفِیْضِیْنَ عَلَیْكِ الْمَآءَ فَتَطْهُرِیْنَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۰۲) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسی عورت ہوں جو اپنے سر کے بال گوندھتی ہوں تو کیا جنابت کے غسل کیلئے انہیں کھولا کروں فرمایا نہیں تمہیں یہی کافی ہے کہ اپنے سر پر تین لپ پانی ڈال لیا کرو پھر اپنے پر پانی بہا لیا کرو تو پاک ہو جاؤ گی ا (مسلم)

(۴۰۲) ا اسی بناء پر فقہاء فرماتے ہیں کہ عورت پر غسل میں سارے بال بھگونا فرض نہیں تمام کی جڑیں بھیگ جانا کافی ہیں۔ اگر مرد کے بال ہوں تو پورے بھگونے پڑیں گے۔ تین بار کی قید یقین حاصل کرنے کیلئے ہے ورنہ اگر ایک لپ سے ہی تمام جڑوں میں پانی پہنچ جائے تو کافی ہے اور اگر تین لپوں میں بھی نہ پہنچے تو ڈالنا ضروری ہے اور اگر اتنے سخت بال بندھے ہوں کہ بغیر کھولے ہوئے تمام کی جڑیں نہ بھیگ سکیں تو کھولنا ضروری ہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ وَیَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ اِلٰی خَمْسَةِ اَمْدَادٍ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۴۰۳) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد دو رطل سے وضو کرتے تھے اور ایک صاع سے پانچ مد تک غسل فرماتے تھے ا (بخاری مسلم)

(۴۰۳) ا حنفیوں کے نزدیک مد دو رطل کا ہوتا ہے اور ایک رطل چالیس تولہ کا اور ایک صاع چار مد کا لہٰذا پاکستانی وزن سے ایک رطل نصف سیر کا اور ایک [illegible] کے مقدار میں اختلاف [illegible] ملکی [illegible] صاع میں کم آنے گی اور

https://archive.org/details/@madni_library

بھاری زیادہ' اس لئے احتیاط یہ ہے کہ فطرہ میں آدھا صاع گندم تقریباً سوا دو سیر مانے جائیں یعنی ایک صاع میں پانی اندازاً چار سیر اور گندم ساڑھے چار سیر سمائے گی' خیال رہے کہ غسل اور وضو میں پانی مقرر نہیں' سنت یہ ہے کہ وضو ایک سیر پانی سے کم نہ ہو اور غسل چار سیر سے۔

وَعَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ بَيْنِيْ وَ بَيْنَهٗ فَيُبَادِرُنِيْ حَتّٰى اَقُوْلَ دَعْ لِيْ دَعْ لِيْ قَالَتْ وَهُمَا جُنُبَانِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۰۴) روایت ہے حضرت معاذہ سے[۱] فرماتی ہیں فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے غسل کرتے تھے جو میرے اور آپ کے درمیان ہوتا[۲] پس آپ جلدی کرتے مجھ پر حتیٰ کہ میں کہتی کہ میرے لئے بھی چھوڑ دیجئے فرماتی ہیں کہ وہ دونوں جنابت میں ہوتے[۳] (مسلم بخاری)

(۴۰۴)[۱] آپ معاذہ بنت عبداللہ عدویہ ہیں' ۸۳ھ میں آپ کا وصال ہوا' آپ تابعین میں سے ہیں[۲] چوڑے منہ والا جس میں دونوں کے ہاتھ بخوبی پڑسکیں' ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ وہ حضرات تہبند باندھ کر غسل کیا کرتے تھے اگرچہ خاوند اور بیوی کا آپس میں حجاب نہیں' خیال رہے کہ اگر جنبی یا بے وضو ہاتھ دھو کر ضرورۃً گھڑے یا مٹکے میں ہاتھ ڈال دے تو پانی مستعمل نہ ہوگا جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا' لیکن اگر پاؤں یا سر ڈال دے تو پانی مستعمل ہوجائے گا کیونکہ یہ بلاضرورت ہے نیز اگر بغیر دھوئے یا بے ضرورت ہاتھ ڈالے تو پانی مستعمل ہوجائے گا' خیال رہے کہ عورت کے بچے ہوئے پانی سے مرد کو غسل یا وضو کرنا مکروہ ہے مگر ایک ساتھ غسل کرنا مکروہ نہیں[۳] معلوم ہوا کہ غسل کی حالت میں باتیں کرنا جائز ہے بشرطیکہ تہبند بندھا ہو ننگے باتیں کرنا منع ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ — دوسری فصل

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يَجِدُ الْبَلَلَ وَلَا يَذْكُرُ احْتِلَامًا قَالَ يَغْتَسِلُ وَعَنِ الرَّجُلِ يَرٰى اَنَّهٗ قَدِ احْتَلَمَ وَلَا يَجِدُ بَلَلًا قَالَ لَا غُسْلَ عَلَيْهِ قَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ هَلْ عَلَى الْمَرْاَةِ تَرٰى ذٰلِكَ غُسْلٌ قَالَ نَعَمْ اِنَّ النِّسَآءَ شَقَائِقُ الرِّجَالِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ رَوَى الدَّارِمِيُّ ابْنُ مَاجَةَ اِلٰى قَوْلِهٖ لَا غُسْلَ عَلَيْهِ

(۴۰۵) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو تری تو پائے اور خواب یاد نہ ہو فرمایا غسل کرے اور اس کے بارے میں پوچھا گیا جو خیال کرے کہ اسے احتلام ہوا ہے اور تری نہ پائے فرمایا اس پر غسل نہیں[۱] ام سلیم نے عرض کیا کہ کیا عورت پر بھی غسل ہے جو یہ دیکھے فرمایا ہاں عورتیں مردوں کی مثل ہیں[۲] اسے ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا اور دارمی اور ابن ماجہ نے لاغسل علیہ تک روایت کی۔

(۴۰۵)[۱] کیونکہ احتلام میں منی کا نکلنا غسل واجب کرتا ہے خواب یاد ہو نہ ہو تری مطلق غسل واجب کردے گی اگرچہ مذی ہو کیونکہ کبھی پتلی منی مذی ہی محسوس ہوتی ہے یہی ہمارا مذہب ہے یہ حدیث ہماری دلیل ہے[۲] یعنی اکثر احکام عورتوں مردوں کے یکساں ہیں اسی لئے قرآن و حدیث میں مذکر کے صیغے استعمال ہوتے ہیں اور عورتیں اس میں داخل ہوتی ہیں' شقائق جمع شقیقہ کی ہے بمعنی ٹکڑا و حصہ اسی لئے بھائی کو شقیق کہا جاتا ہے حضرت حوا آدم علیہ السلام کا جزو بدن تھیں لہٰذا عورتیں مردوں کا حصہ ہیں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ وَجَبَ الْغُسْلُ فَعَلْتُهُ اَنَا وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاغْتَسَلْنَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۰۶) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب ختنہ ختنے میں غائب ہو جائے تو غسل واجب ہے میں نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل کیا تو ہم نے غسل کیا۱(ترمذی وابن ماجہ)

(۴۰۶)۱ام المومنین نے اپنے فعل کا ذکر اظہار یقین کیلئے کیا یعنی میں یہ مسئلہ سنا سنایا نہیں کہہ رہی بلکہ حضور کی موجودگی میں اس پر عمل کر کے تجربہ کر چکی ہوں اور اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اس مسئلے میں مہاجرین و انصار کا بڑا اختلاف ہو گیا تھا انصار کہتے تھے کہ بلا انزال غسل واجب نہیں تب ابوموسیٰ اشعری نے فرمایا کہ تم جھگڑا مت کرو۔ میں اس کا فیصلہ حضرت عائشہ صدیقہ سے کراتا ہوں ضرورت کے موقع پر قرآن کریم نے بھی ایسی چیزوں کی تشریح فرمائی ہے فرماتا ہے: لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (۲۳:۵) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ (۶۸:۱۳) درشت خو اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا (کنزالایمان) وغیرہ لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ فَاغْسِلُوا الشَّعْرَ وَاَنْقُوا الْبَشَرَةَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّ الْحَارِثُ بْنُ وَجِيْهٍ الرَّاوِيْ وَهُوَ شَيْخٌ لَيْسَ بِذٰلِكَ

(۴۰۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر بال کے نیچے ناپاکی ہے لہٰذا بال دھوؤ اور کھال صاف کرو۱(ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ) ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے اور حارث ابن وجیہ راوی بوڑھے تھے اس مقام کے لائق نہیں۲

(۴۰۷)۱اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ غسل میں جسم کے سارے بال بھگونا فرض ہیں اگر ایک بال بھی خشک رہ گیا تو غسل نہ ہوگا، دوسرے یہ کہ اگر بدن پر خشک مٹی، گندھا ہوا آٹا یا موم لگا رہ گیا جس کے نیچے پانی نہ پہنچا تب بھی غسل نہ ہوگا لہٰذا اگر ناخنوں پر نیلی پالش لگی ہوئی ہے تو غسل درست نہیں کیونکہ اس کے نیچے پانی نہ پہنچے گا، خیال رہے کہ گھنی داڑھی وضو میں مانع نہیں، کیونکہ اس میں بڑی مشقت ہے۔ وضو روزانہ کئی بار ہوتا ہے، غسل میں اس کے نیچے پانی پہنچانا چاہئے (مرقاۃ)۲یعنی وجہ بڑھاپے کے ان کا حافظہ کمزور ہو گیا تھا، اس لئے ان کی روایت چنداں قوی نہیں لفظ شیخ عدالت کی تعریف اور حافظہ کی جرح کیلئے آتا ہے یہاں جرح کیلئے ہے جیسا کہ اگلی عبارت سے ظاہر۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ مَوْضِعَ شَعْرَةٍ مِّنْ جَنَابَةٍ لَّمْ يَغْسِلْهَا فُعِلَ بِهَا كَذَا وَكَذَا مِنَ النَّارِ قَالَ عَلِيٌّ فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَاْسِيْ فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَاْسِيْ فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَاْسِيْ ثَلٰثًا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَاَحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ اِلَّا اَنَّهُمَا لَمْ يُكَرِّرَا فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ

(۴۰۸) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو جنابت میں ایک بال کی جگہ چھوڑ دے جسے نہ دھوئے تو اسے آگ میں ایسا ایسا عذاب کیا جائے گا۱حضرت علی فرماتے ہیں اسی لئے میں اپنے بالوں کا دشمن ہوں۔ اسی لئے میں اپنے بالوں کا دشمن ہوں اسی لئے میں اپنے بالوں کا دشمن ہوں، تین بار۲اسے ابوداؤد، دارمی نے روایت کیا مگر ان دونوں نے مکرر نہ کیا

https://archive.org/details/@madni_library

رَاْسِیْ
اسی لئے دشمن ہو گیا میں اپنے سر کا۔

(۴۰۸)۱یعنی عذاب پر عذاب ہوگا ایک تو ناپاک رہنے کا دوسرے تمام نمازیں برباد کرنے کا لہذا غسل میں بڑی احتیاط چاہئے۔ ناف، بغل، کان کی لؤ ان میں بہت خیال سے پانی پہنچائے کہ یہاں اکثر بغیر توجہ پانی نہیں پہنچتا ۲یعنی زلفیں یا پٹے نہیں رکھواتا، ہمیشہ بال کٹواتا یا منڈاتا رہتا ہوں، خیال رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ نے سواحج کے اور کبھی سر نہ منڈوایا، اس حدیث سے علی مرتضٰی کا ہمیشہ سر منڈانا ثابت نہیں ہوسکتا کہ آپ بال کٹواتے ہوں، اگر منڈواتے بھی ہوں تو منڈوانے کا جواز ثابت ہوگا نہ کہ اس کی سنیت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ سر منڈوانا وہابیوں نجدیوں کی علامت قرار دیا، لہذا ہمیشہ ہی اور خصوصاً اس زمانہ میں سنی مسلمان سر منڈانے کی عادت سے بچیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَوَضَّأُ بَعْدَ الْغُسْلِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

(۴۰۹) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے بعد وضو نہیں کرتے تھے۱(ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ)

(۴۰۹)۱کیونکہ غسل سے پہلے وضو فرمالیتے تھے، وہ وضو نماز کیلئے کافی ہوتا تھا، بلکہ اگر کوئی شخص بغیر وضو کئے بھی غسل کرے اور پھر نماز پڑھ لے تو جائز ہے کیونکہ طہارت کبریٰ کے ضمن میں طہارت صغریٰ بھی ہو جاتی ہے اور بڑے حدث کے ساتھ چھوٹا حدث بھی جاتا رہتا ہے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ رَاْسَهٗ بِالْخِطْمِيِّ وَهُوَ جُنُبٌ يَجْتَزِئُ بِذٰلِكَ وَلَا يَصُبُّ عَلَيْهِ الْمَآءَ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۱۰) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر شریف ناپاکی کی حالت میں خطمی سے دھوتے اسی پر کفایت کرتے۱کہ سر پر پانی نہ ڈالتے۲(ابو داؤد)

(۴۱۰)۱یعنی غسل سے پہلے خطمی سے سر دھوتے پھر تمام بدن کے ساتھ سر نہ دھوتے تاکہ خطمی کا کچھ اثر باقی رہے اور پہلا پانی کا بہالینا غسل کیلئے کافی مانا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر غسل کے اعضاء آگے پیچھے دھلیں تو غسل درست ہے۲یعنی غسل کے ساتھ خالص پانی سر پر نہ ڈالتے وہ ہی خطمی والا پانی کافی تصور فرماتے۔

وَعَنْ يَعْلٰى قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا يَغْتَسِلُ بِالْبَرَازِ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَيِيٌّ سِتِّيْرٌ يُّحِبُّ الْحَيَاءَ وَالتَّسَتُّرَ فَاِذَا اغْتَسَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَتِرْ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَ فِيْ رِوَايَتِهٖ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ سِتِّيْرٌ فَاِذَا اَرَادَ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّغْتَسِلَ فَلْيَتَوَارَ بِشَيْءٍ

(۴۱۱) روایت ہے حضرت یعلیٰ سے۱فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو میدان میں نہاتے دیکھا۲تو آپ منبر پر چڑھے پھر اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا کہ اللہ تعالٰی حیا دار ہے، پردہ پوش ہے، حیا اور پردے کو پسند کرتا ہے۳تو جب تم میں سے کوئی نہائے تو پردہ کرلیا کرے۴(ابو داؤد و نسائی) اور نسائی کی روایت میں ہے کہ اللہ پردہ پوش ہے جب تم میں سے کوئی نہانا چاہے تو کسی چیز سے آڑ کرلیا کرے۵

(۴۱۱)۱یعلیٰ دو ہیں، ایک یعلیٰ ابن امیہ دوسرے یعلیٰ ابن مرہ دونوں صحابی ہیں۔ پتا نہیں کہ یہاں کون یعلیٰ مراد ہیں۲یہ صاحب

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

میدان میں تنہا تھے۔اسی لئے ننگے نہا رہے تھے' کہ وہاں اس وقت کوئی دیکھ نہ رہا تھا نیز عرب میں اسلام سے پہلے کوئی شرم وحیا نہ تھا' حیا وشرم تو اسلام نے سکھائی ۳؎ اگرچہ اکیلا ہو مرد تو تہبند باندھ کر میدان میں نہا سکتا ہے کہ اس کا ستر ناف سے گھٹنوں تک ہے لیکن عورت غسل خانے یا آڑ ہی میں نہائے کیونکہ اس کا ستر سر سے پاؤں تک ہے۔فقہاء فرماتے ہیں کہ تنہائی میں بلاوجہ ننگا ہونا منع ہے۔ اللہ سے حیا چاہئے ۴؎ تنہائی میں آڑ کرنا مستحب ہے اور سب کے سامنے واجب یہ امر دونوں کو شامل ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ اِنَّمَا كَانَ الْمَآءُ مِنَ الْمَآءِ رَخْصَةً فِيْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ نُهِيَ عَنْهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ

(۴۱۲) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں کہ پانی پانی ہے اول اسلام میں اجازت تھی پھر اس سے منع کر دیا گیا۱؎ (ترمذی' ابوداؤد' دارمی)

(۴۱۲)۱؎ یعنی شروع اسلام میں بغیر انزال صحبت کرنے سے غسل واجب نہ ہوتا تھا۔اب حشفہ غائب ہونے سے غسل واجب ہوگا انزال ہو یا نہ ہو'مرقات نے فرمایا کہ اسلام میں اول صرف عقیدہ توحید فرض ہوا' پھر سورہ مزمل والی نماز یعنی رات کی پھر پنجگانہ نماز کی فرضیت سے نماز شب کی فرضیت منسوخ ہوگئی پھر بعد ہجرت روزے اور زکوۃ وغیرہ فرض ہوئے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ اغْتَسَلْتُ مِنَ الْجَنَابَةِ وَصَلَّيْتُ الْفَجْرَ فَرَءَيْتُ قَدْرَ مَوْضِعِ الظُّفُرِ لَمْ يُصِبْهُ الْمَآءُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتَ مَسَحْتَ عَلَيْهِ بِيَدِكَ اَجْزَاكَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ

(۴۱۳) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا میں نے جنابت سے غسل کیا اور فجر پڑھ لی۔پھر دیکھا کہ ناخن برابر جگہ کو پانی نہ پہنچا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر تم اس جگہ ہاتھ پھیر لیتے تو کافی ہوتا۱؎ (ابن ماجہ)

(۴۱۳)۱؎ یعنی اگر غسل کے وقت وہاں ہاتھ پھیر لیتے تو پانی بہ جاتا یا غسل کے بعد وضو وغیرہ کے وقت ہاتھ پھیر کر پانی بہا لیتے تو بھی کافی ہوتا اب وہ جگہ دھوؤ اور نماز دوبارہ پڑھو' حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس جگہ پر صرف مسح کافی تھا' پانی بہانے کی حاجت نہیں کیونکہ غسل میں سارے جسم پر پانی بہانا فرض ہے اسی حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر غسل کا کوئی عضو سوکھا رہ گیا اور بہت دیر کے بعد پتا لگے تو وہ دوبارہ غسل کرنا ضروری نہیں بلکہ صرف وہ جگہ دھو دینا کافی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتِ الصَّلٰوةُ خَمْسِيْنَ وَالْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَّغَسْلُ الْبَوْلِ مِنَ الثَّوْبِ سَبْعَ مَرَّاتٍ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْئَالُ حَتّٰى جُعِلَتِ الصَّلٰوةُ خَمْسًا وَّغُسْلُ الْجَنَابَةِ مَرَّةً وَّغَسْلُ الثَّوْبِ مِنَ الْبَوْلِ مَرَّةً رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ

(۴۱۴) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نمازیں پچاس تھیں اور جنابت کا غسل سات بار اور کپڑے سے پیشاب دھونا سات بار۱؎ پس حضور انور عرض کرتے رہے یہاں تک کہ نمازیں پانچ رہیں اور جنابت کا غسل ایک بار اور کپڑا پیشاب سے دھونا ایک بار۲؎ (ابوداؤد)

https://archive.org/details/@madni_library

(۴۱۴)۱ یعنی معراج میں اور اوّلاً یا احکام دیئے گئے پھر وہاں ہی منسوخ ہو گئے جیسا کہ آگے آ رہا ہے ان احکام پر عمل کسی نے نہیں کیا کیونکہ عمل سے پہلے نسخ جائز ہے۲ ظاہر یہ ہے کہ یہ تینوں نسخ معراج کی رات ہی میں ہو گئے، بعض نے فرمایا کہ شروع اسلام میں غسل اور کپڑا دھونا سات سات بار رہا جس پر کچھ روز عمل ہوا، خیال رہے کہ امام شافعی کے نزدیک نجس کپڑا ایک بار دھونا ہی فرض ہے، جیسے وضو اور غسل میں ایک بار اعضاء دھونا فرض اور ہمارے امام صاحب کے یہاں جب کپڑے پر نجاست نظر نہ آتی ہو تو اتنا دھونا فرض ہے کہ اس کی پاکی کا گمان غالب ہو جائے اس طرح کہ تین بار دھوئے اور ہر دفعہ نچوڑے مگر صاحبین کے نزدیک بھی جو کپڑے نچوڑنے کے قابل نہ ہوں جیسے بہت موٹی دریاں یا نہایت کمزور نازک ریشمی کپڑے ان میں بھی اس قدر پانی بہنا کافی ہوتا ہے لہٰذا یہ حدیث امام صاحب کے خلاف نہیں۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بَابُ مُخَالَطَةِ الْجُنُبِ وَمَا يُبَاحُ لَهٗ
جنبی سے اختلاط کا باب اور کیا چیزیں جنبی کو جائز ہیں

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

جنبی جنابت سے بنا ہے جس کے لغوی معنی ہیں دوری وعلیحدگی' شریعت میں حدث اکبر جس سے غسل واجب ہو جنابت کہلاتا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے انسان مسجد ونماز وغیرہ سے علیحدہ رہتا ہے' مذکر' مونث ایک اور چند سب کو جنب کہا جاتا ہے اختلاط سے مراد اس کے ساتھ کھانا پینا' اٹھنا بیٹھنا' مصافحہ معانقہ ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَقِيَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا جُنُبٌ فَاَخَذَ بِيَدِیْ فَمَشَيْتُ مَعَهٗ حَتّٰى قَعَدَ فَانْسَلَلْتُ فَاَتَيْتُ الرَّحْلَ فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جِئْتُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ اَيْنَ كُنْتَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ لَهٗ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجَسُ هٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِیِّ وَلِمُسْلِمٍ مَعْنَاهُ وَزَادَ بَعْدَ قَوْلِهٖ فَقُلْتُ لَهٗ لَقَدْ لَقِيْتَنِیْ وَاَنَا جُنُبٌ فَكَرِهْتُ اَنْ اُجَالِسَكَ حَتّٰى اَغْتَسِلَ وَكَذَا الْبُخَارِیُّ وَ رِوَايَةٍ اُخْرٰی

(۴۱۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے[۱] حالانکہ میں ناپاک تھا آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا[۲] میں آپ کے ساتھ چلا حتیٰ کہ آپ بیٹھ گئے میں چپکے سے نکل گیا منزل میں آیا۔ غسل کیا پھر حاضر ہوا حالانکہ آپ تشریف فرما تھے[۳] فرمایا اے ابو ہریرہ کہاں تھے میں نے واقعہ عرض کیا فرمایا سبحان اللہ مومن گندا نہیں ہوتا[۴] یہ بخاری کے لفظ ہیں مسلم کی روایت میں اس کے معنی ہیں اور قُلْتُ کے بعد یہ بھی ہے کہ آپ مجھے ملے حالانکہ میں جنبی تھا میں نے غسل کے بغیر آپ کے پاس بیٹھنا ناپسند کیا[۵] بخاری کی دوسری روایت میں ایسے ہی ہے۔

(۴۱۵)[۱] یہ نہ فرمایا کہ میں حضور سے ملا کیونکہ آپ کا ارادہ ملنے کا نہ تھا اتفاقاً ملاقات ہوگئی آپ تو غسل کرنے جارہے تھے[۲] محبت اور شفقت کی بنا پر نہ کہ چلنے میں امداد لینے کیلئے جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا[۳] یہ ہے صحابہ کا انتہائی ادب اس وقت حضرت ابو ہریرہ کا خیال یہ تھا کہ ناپاکی کی حالت میں مصافحہ وغیرہ سب ممنوع ہے مگر حیاء اور ادب کی وجہ سے اس وقت عرض نہ کرسکے خیال تھا کہ بعد میں مسئلہ پوچھ لوں گا چونکہ اس کے ناجائز ہونے کا یقین نہ تھا' اس لئے خاموشی اختیار کی[۴] یعنی جنابت نجاست حقیقۃً نہیں تاکہ جنبی سے مصافحہ وغیرہ منع ہو۔ خیال رہے کہ کافر بھی نجس نہیں قرآن کریم میں جو مشرکوں کو نجس فرمایا گیا اس سے گندگی اعتقاد مراد ہے' اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ جنبی کا پسینہ یا جوٹھا نجس نہیں' دوسرے یہ کہ غسل جنابت میں دیر لگانا جائز ہے تیسرے یہ کہ جنابت کی حالت میں ضروری کام کاج کرنا جائز ہے۔ چوتھے یہ کہ جنبی سے مصافحہ معانقہ بلکہ اسکے ساتھ لیٹنا بیٹھنا جائز[۵] احتیاطاً یہ سمجھے ہوئے کہ شاید جنبی پر نجس حقیقی کے احکام جاری ہوں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

(۴۱۶) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر

https://archive.org/details/@madni_library

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ تُصِیْبُہُ الْجَنَابَۃُ مِنَ اللَّیْلِ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَکَرَکَ ثُمَّ نَمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ انہیں رات میں جنابت پہنچتی ہے[۱] تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کرو عضو خاص دھولو پھر سو جاؤ[۲] (بخاری مسلم)

(۴۱۶)[۱] تو کیا اس وقت غسل کروں یا صبح کو وہ سمجھے یہ تھے کہ شاید فوراً غسل واجب ہے اور کبھی فوراً غسل دشوار ہوتا ہے[۲] یہ حکم استحبابی ہے کیونکہ وضو کر کے سونا سنت مستحبہ ہے بغیر وضو سونا نہ حرام ہے نہ مکروہ (مرقاۃ وغیرہ)

وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ جُنُبًا فَاَرَادَ اَنْ یَّأْکُلَ اَوْیَنَامَ تَوَضَّأَ وُضُوْءَہٗ لِلصَّلٰوۃِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۴۱۷) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب جنبی ہوتے اور کچھ کھانا یا سونا چاہتے تو نماز کا وضو فرما لیتے[۱] (مسلم بخاری)

(۴۱۷)[۱] یہ بھی سنت مستحبہ ہے علماء فرماتے ہیں کہ بحالت جنابت بغیر وضو کھانا پینا رزق گھٹاتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتٰی اَحَدُکُمْ اَھْلَہٗ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ یَّعُوْدَ فَلْیَتَوَضَّأْ بَیْنَہُمَا وَضُوْءًا (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۴۱۸) روایت ہے حضرت ابی سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جائے پھر دوبارہ جانا چاہے تو بیچ میں وضو کرے[۱] (مسلم)

(۴۱۸)[۱] یہ بھی سنت مستحبہ ہے بہتر تو یہ ہے کہ ہر بار غسل کرے لیکن فقط وضو بھی جائز اور بلا وضو بھی درست' بیچ میں طہارت سے لذت' صحت قوت سب کچھ حاصل ہوتی ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَطُوْفُ عَلٰی نِسَآئِہٖ بِغُسْلٍ وَّاحِدٍ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۴۱۹) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک غسل سے اپنی ساری بیویوں پر دورہ فرماتے تھے[۱] (مسلم)

(۴۱۹)[۱] یعنی چند بیویوں کے پاس تشریف لے جاتے اور سب سے آخر میں غسل فرماتے' ظاہر یہ ہے کہ درمیان میں وضو فرماتے ہوں گے' خیال رہے کہ حضور ﷺ کی ازواج حضرت خدیجہ' عائشہ' حفصہ ' ام حبیبہ' ام سلمہ' سودہ' زینب' میمونہ' ام مساکین' جویریہ' صفیہ رضی اللہ عنہن ہیں جن میں حضرت خدیجہ کی موجودگی میں کسی سے نکاح نہ فرمایا۔ خیال رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس جنتیوں کی طاقت دی گئی اور ایک جنتی میں سو مردوں کی طاقت ہوگی لہٰذا حضور میں چار ہزار مردوں کی طاقت تھی نیز آپ کے ذمہ بیویوں کے درمیان عدل واجب نہ تھا اپنی طرف سے عدل فرماتے تھے اسی لئے ایک شب میں تمام ازواج کے پاس تشریف لے گئے ورنہ ہم کو ایک کی باری میں دوسری کے پاس جانا درست نہیں' بعض نے فرمایا کہ حضور باری والی کی اجازت سے یہ عمل فرماتے ہوں گے مگر یہ درست نہیں (از مرقاۃ وغیرہ)

وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَذْکُرُ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ عَلٰی کُلِّ اَحْیَانِہٖ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَّحَدِیْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ سَنَذْکُرُہٗ فِیْ

(۴۲۰) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ذکر الٰہی کرتے تھے[۱] (مسلم) ہم ابن عباس کی حدیث انشاء اللہ کھانوں کے باب میں بیان کریں گے[۲]

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

كِتَابُ الْأَطْعِمَةِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی

(۴۲۰)۱؎ یعنی جنابت وطہارت ہر حال میں زبان شریف سے کلمہ طیبہ اور تمام وظائف وغیرہ پڑھا کرتے تھے کیونکہ جنابت میں صرف تلاوت قرآن حرام ہے۔لطیفہ: مجھ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ جنابت میں درودشریف سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے نام کی بے ادبی ہوگی' میں نے جواب دیا کہ اگر سمندر میں گندا آدمی نہالے تو گندا پاک ہو جاتا ہے سمندر ناپاک نہیں ہوتا' حضور کا نام پاک سمندر ہے ہم گندے ہیں نیز جو عورتیں حیض و نفاس کی حالت میں مرتی ہیں انہیں مرتے وقت کلمہ اور درود کی بالاشبہ اجازت ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ذکر زبانی جہری کرتے تھے جبھی تو آپ سنتی تھیں' خیال رہے کہ حضرات قادریہ و چشتیہ وغیرہم کے ہاں ذکر بالجہر افضل ہے ان کا ماخذ یہ حدیث بھی ہوسکتی ہے۲؎ یعنی مصابیح میں وہ حدیث اسی مقام پر تھی مگر صاحب مشکوۃ نے اسے مناسبت کی وجہ سے وہاں ذکر کیا جس میں فرمایا گیا کہ حضور نے بغیر وضو کئے کھانا تناول فرمالیا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اغْتَسَلَ بَعْضُ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ جَفْنَةٍ فَاَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّتَوَضَّأَ مِنْهُ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ كُنْتُ جُنُبًا فَقَالَ اِنَّ الْمَآءَ لَا يَجْنِبُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَ رَوَى الدَّارِمِيُّ نَحْوَهٗ وَ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ عَنْهُ عَنْ مَيْمُوْنَةَ بِلَفْظِ الْمَصَابِيْحِ

(۴۲۱) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بیوی نے لگن میں غسل کیا۱؎ حضور نے اس سے وضو کرنا چاہا انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ میں ناپاک تھی فرمایا پانی تو ناپاک نہیں ہوتا۲؎ (ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ) دارمی نے اس کی مثل اور شرح سنہ میں انہیں سے وہ حضرت میمونہ سے راوی مصابیح کے الفاظ سے۔

(۴۲۱)۱؎ وہ بیوی حضرت میمونہ تھیں اور لگن میں غسل کرنے کے معنی یہ ہے کہ اس سے پانی لے کر غسل کیا نہ کہ اس میں بیٹھ کر یعنی بقیہ پانی حضرت میمونہ کا فضالہ تھا غسالہ نہ تھا۲؎ یعنی عورت کے فضالے سے مرد وضو و غسل کرسکتا ہے' خیال رہے کہ تیسری فصل میں اس سے ممانعت بھی آرہی ہے مگر وہ ممانعت بیان کراہت کیلئے ہے اور یہ حدیث بیان جواز کیلئے یعنی عورت کے فضالے سے مرد کا وضو یا غسل کرنا بہتر نہیں لیکن اگر کرے تو جائز ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ يَسْتَدْفِئُ بِیْ قَبْلَ اَنْ اَغْتَسِلَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهٗ وَفِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ بِلَفْظِ الْمَصَابِيْحِ

(۴۲۲) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنابت سے غسل فرماتے پھر میرے غسل سے پہلے مجھ سے گرمی حاصل کرتے۱؎ اسے ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے اس کی مثل روایت کی اور شرح سنہ میں مصابیح کے الفاظ ہیں۔

(۴۲۲)۱؎ اس طرح کہ میرے ساتھ بستر میں لیٹ جاتے اور بغیر کپڑے وغیرہ کی آڑ کے اپنا جسم پاک مجھ سے مس فرماتے' اس سے معلوم ہوا کہ جنبی کا جسم پاک ہے اور اس سے معانقہ جائز

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ مِنَ الْخَلَآءِ فَیُقْرِئُنَا الْقُرْاٰنَ وَیَاْکُلُ مَعَنَا اللَّحْمَ وَلَمْ یَکُنْ یَحْجُبُهٗ اَوْ یَحْجُزُهٗ عَنِ الْقُرْاٰنِ شَیْءٌ لَّیْسَ الْجَنَابَةَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِیُّ وَ رَوَی ابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهٗ

(۴۲۳) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ سے آتے تو ہمیں قرآن پڑھاتے اور ہمارے ساتھ گوشت کھاتے تھے۱ جنابت کے سوا حضور کو قرآن سے کوئی چیز نہ روکتی تھی۲ (ابو داؤد نسائی) ابن ماجہ نے اس کی مثل روایت کی۔

(۴۲۳)۱ یعنی پاخانہ سے تشریف لاکر بغیر وضو کئے اور ہاتھ دھوئے کلی کئے قرآن کی تلاوت بھی فرمالیتے اور کھانا بھی کھا لیتے معلوم ہوا کہ بغیر وضو تلاوت بھی جائز ہے اور کھانا پینا بھی درست اگرچہ مستحب یہ ہے کہ ہاتھ دھو کر کھایا جائے یہ عمل شریف بیان جواز کیلئے ہے۲ یعنی حدث اکبر ہی تلاوت قرآن سے مانع ہے حدث اصغر یعنی بغیر وضو قرآن چھونا ممنوع ہے۔ تلاوت جائز ہے' خیال رہے کہ جنبی کو تلاوت قرآن ممنوع ہے لیکن قرآنی دعائیں بہ نیت دعا پڑھ سکتے ہیں' اس کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھو۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْرَءُ الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ شَیْئاً مِّنَ الْقُرْاٰنِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۴۲۴) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حائضہ اور جنبی قرآن سے کچھ نہ پڑھیں۱ (ترمذی)

(۴۲۴)۱ یہاں شئی سے مراد پوری آیت ہے اور حائضہ کے حکم میں نفاس والی عورت بھی داخل ہے۔ یعنی حائضہ' نفاس والی' جنبی قرآن کریم کی پوری آیت تلاوت نہ کرے یہ ہی احناف کا مذہب ہے' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آیت سے کم کی بھی تلاوت جائز نہیں ایک دو لفظ پڑھ دینا جائز ہے۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَجِّهُوْا هٰذِهِ الْبُیُوْتَ عَنِ الْمَسْجِدِ فَاِنِّیْ لَا اُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَآئِضٍ وَّلَا جُنُبٍ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۲۵) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ان گھروں کو مسجد سے پھیر دو۱ کیونکہ میں حائضہ اور جنبی کیلئے مسجد کو حلال نہیں کرتا۲ (ابو داؤد)

(۴۲۵) اولاً بعض صحابہ کے گھر کے دروازے مسجد نبوی شریف میں تھے جن کی وجہ سے گھروں میں آنا جانا مسجد کے راستہ سے ہوتا تھا حکم دیا کہ ان گھروں کے دروازے اور طرف نکالو یہ موجودہ دروازے بند کر دو۲ یعنی اگر دروازے مسجد میں رہے تو جنبی' حائضہ' نفساء مسجد سے گزریں گے حالانکہ انہیں مسجد میں بیٹھنا بھی حرام ہے یہ ہی امام اعظم کا مذہب ہے امام شافعی وغیرہم کے ہاں مسجد سے گزرنا جائز ہے وہاں ٹھہرنا حرام ہے۔ یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے۔ قرآن کریم میں جو ارشاد ہوا: وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا (۴۳:۴) اور نہ ناپاکی کی حالت میں بے نہائے مگر مسافری میں (کنز الایمان) وہاں عابری سبیل سے مراد مسافر ہے یعنی جنابت کی حالت میں بغیر غسل نماز کے قریب نہ جاؤ ہاں اگر مسافر ہو اور پانی نہ پاؤ تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لو وہاں مسجد سے گزرنا مراد نہیں لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں دوسرے یہ کہ اللہ تعالٰی نے حضور کو مالک احکام بنایا ہے فرماتے ہیں میں حلال نہیں کرتا معلوم ہوا کہ حلال و حرام حضور کرتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ وَّلَا كَلْبٌ وَّلَا جُنُبٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ

(۴۲۶) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس گھر میں فرشتے نہیں آتے جس میں تصویر ہو اور نہ اس میں جس میں کتا اور جنبی ہو (ابوداؤد و نسائی)

(۴۲۶)۱؎یہاں فرشتوں سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں تصویر سے مراد جاندار کی تصویر ہے جو بلاضرورت حرمت و عزت سے رکھی جائے اور کتے سے مراد بلاضرورت محض شوقیہ طور پر پالا ہوا کتا ہے۔جنبی سے مراد وہ شخص ہے جو بلاضرورت شرعیہ بے غسل رہا کرے لہٰذا حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ کبھی روپیہ پیسہ میں فوٹو ہوتے ہیں جو ہر گھر میں رہتے ہیں نہ یہ کہ کھیتی یا گھر بار کی حفاظت یا شکار کیلئے کتا پالنا جائز ہے نہ یہ کہ رات کا جنبی وضو کر کے رات گزار سکتا ہے نہ یہ کہ اگر ان گھروں میں فرشتے نہیں آتے تو ان لوگوں کی حفاظت یا نامہ اعمال کی تحریر کون کرتا ہے یا ان کی جان کون نکالے گا۔

وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَا تَقْرَبُهُمُ الْمَلَائِكَةُ جِيْفَةُ الْكَافِرِ وَالْمُتَضَمِّخُ بِالْخَلُوْقِ وَالْجُنُبُ اِلَّا اَنْ يَّتَوَضَّأَ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۲۷) روایت ہے حضرت عمار ابن یاسر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین شخص ہیں جن کے قریب بھی فرشتے نہیں آتے کافر مردار خلوق سے لتھڑا ہوا اور جنبی مگر یہ کہ وضو کرے۲؎ (ابوداؤد)

(۴۲۷)۱؎یہاں بھی فرشتوں سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں کافر مردار سے کافر کا جسم مراد ہے زندہ ہو یا مردہ یعنی کفار کے پاس رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔اسی لئے کفار کے مجمع میں نماز نہ پڑھے کفار کو نماز استسقاء کیلئے ساتھ نہ لے جائے خلوق اس خوشبو کا نام ہے جس میں زعفران وغیرہ ہوتے ہیں اس کا رنگ ظاہر ہوتا ہے مردوں کو صرف ایسی خوشبو لگانی چاہئے جو خوشبو دے رنگ نہ دے یہاں مردوں کیلئے ممانعت مقصود ہے عورتیں اس حکم سے علیحدہ ہیں (مرقاۃ وغیرہ) یونہی جنبی سے مراد وہ جنبی ہے جو۲؎ ناپاک رہنے کا عادی ہو نماز کے اوقات میں گندا رہے لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے۔دوسری احادیث سے متعارض نہیں اس سے معلوم ہوا کہ رات میں جنبی ہونے والا اگر یوں ہی بغیر وضو کئے سو جائے تو رحمت کے فرشتے نہ آئیں گے وضو کر کے سونا چاہئے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ اَنَّ فِي الْكِتَابِ الَّذِيْ كَتَبَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ اَنْ لَّا يَمَسَّ الْقُرْاٰنَ اِلَّا طَاهِرٌ رَوَاهُ مَالِكٌ وَّالدَّارَ قُطْنِيُّ

(۴۲۸) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی بکر ابن محمد ابن عمرو ابن حزم سے۱؎ کہ وہ خط جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن حزم کو لکھا ۲؎اس میں یہ تھا کہ قرآن کو صرف پاک آدمی ہی چھوئے۔۳؎ (مالک دار قطنی)

(۴۲۸) آپ خود آپ کے والد اور دادا تمام تابعین میں سے ہیں آپ مدینہ منورہ کے بڑے عالم متقی تابعی ہیں۔انس بن مالک اور عروہ ابن زبیر وغیرہ صحابہ سے احادیث لیں ستر سال عمر پائی۔۱۳۵ھ میں وفات ہوئی۔آپ کے دادا محمد ابن عمرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف میں ۱۰ھ میں مقام نجران میں پیدا ہوئے۔۵۲ سال عمر پائی حرہ کی جنگ میں شہید ہوئے (۶۳ھ میں)۲؎حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو ابن حزم انصاری کو یمن کے ایک علاقہ کا حاکم بنا کر بھیجا تب انہیں ایک فرمان نامہ لکھ کر عطا فرمایا جس میں

https://archive.org/details/@madni_library

فرائض سنتیں صدقات وغیرہ تحریر تھے۔اس کا یہاں ذکر ہے۔۳؎ یعنی اس فرمان نامہ میں دوسرے احکام کے علاوہ یہ حکم بھی تھا کہ قرآن کریم صاف پاک آدمی ہی چھوئے نہ تو اسے بے وضو ہاتھ لگائے نہ جنبی نہ حائضہ ونفساء خیال رہے کہ بلا حائل قرآن چھونا ان تمام کو حرام ہاں جزدان یا کسی کپڑے کے ساتھ چھونا جائز ہے جیسے کہ کتب فقہ میں مصرح ہے قرآن کریم فرماتا ہے: لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (۵۶:۷۹) اسے نہ چھوئیں لیکن باوضو (کنزالایمان)

وَعَنْ نَّافِعٍ قَالَ انْطَلَقْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِيْ حَاجَةٍ فَقَضَى ابْنُ عُمَرَ حَاجَتَهٗ وَكَانَ مِنْ حَدِيْثِهٖ يَوْمَئِذٍ اَنْ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ فِيْ سِكَّةٍ مِّنَ السِّكَكِ فَلَقِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ خَرَجَ مِنْ غَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ حَتّٰى اِذَا كَادَ الرَّجُلُ اَنْ يَّتَوَارٰى فِي السِّكَّةِ ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْهِ عَلَى الْحَائِطِ وَمَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ ثُمَّ ضَرَبَ ضَرْبَةً اُخْرٰى فَمَسَحَ ذِرَاعَيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَى الرَّجُلِ السَّلَامَ وَقَالَ اِنَّهٗ لَمْ يَمْنَعْنِيْ اَنْ اَرُدَّ عَلَيْكَ السَّلَامَ اِلَّا اَنِّيْ لَمْ اَكُنْ عَلٰى طُهْرٍ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۲۹) روایت ہے حضرت نافع سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر کے ساتھ کسی کام میں گیا حضرت ابن عمر نے اپنی حاجت پوری کرلی ۲؎ اور آپ کی اس دن کی حدیث یہ تھی کہ فرمایا ایک آدمی گلیوں میں سے کسی گلی میں گزرا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی ملاقات ہوگئی ۳؎ حالانکہ آپ پاخانے یا پیشاب سے آئے تھے ۴؎ اس نے سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا۔حتی کہ وہ شخص جب گلی میں چھپ جانے کے قریب ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے جن سے اپنے چہرے کا مسح کیا پھر دوبارہ ہاتھ مارے اور اپنے ہاتھوں پر پھیرے پھر اس شخص کا جواب دیا ۵؎ اور فرمایا کہ مجھے تمہارے جواب دینے میں رکاوٹ صرف یہ تھی کہ میں پاک نہ تھا ۶؎ (ابوداؤد)

(۴۲۹) ۱؎ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ حضرت نافع سیدنا عبداللہ ابن عمر کے آزاد کردہ غلام ہیں۔تابعین میں سے ہیں دیلمی کے رہنے والے ۱۱۷ھ میں وفات پائی بڑے عالم متقی تھے ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں حاجت سے مراد کوئی ضروری کام ہے نہ کہ استنجا جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا یعنی آپ کسی کام کیلئے گئے میں بھی آپ کے ساتھ تھا ۳؎ یعنی اتفاقاً حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے ملاقات ہوگئی۔اس وقت ملاقات کا ارادہ نہ تھا ۴؎ ظاہر یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام پیشاب یا پاخانہ سے بالکل فارغ ہوکر تشریف لائے تھے یعنی ڈھیلے پانی کا استنجا بھی کرچکے تھے کیونکہ عادت کریمہ یہ نہیں تھی کہ پیشاب یا پاخانہ کے بعد ڈھیلے سے استنجا کرتے ہوئے بازاروں یا گلیوں میں چلیں بلکہ خاص موقع پر ہی خشک کرلیتے تھے کہ اس طرح چلنا مروت کے خلاف ہے ۵؎ جب اس شخص نے سلام کیا تو کوئی لائق تیمم دیوار سامنے موجود نہ تھی۔اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دیوار تک پہنچے اتنے میں وہ شخص گلی کے کنارے پر پہنچ گیا لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ فوراً ہی تیمم کیوں نہ کرلیا اس سے معلوم ہوا کہ پکی دیوار پر تیمم جائز ہے یہ ہی احناف کا مذہب ہے۔تیمم کیلئے صرف ریت یا خشک مٹی ضروری نہیں۔۶؎ یعنی میں اس وقت بے وضو تھا اور جواب میں کہنا ہوتا ہے وعلیکم السلام سلام اللہ تعالٰی کا نام بھی ہے اگرچہ یہاں وہ معنی مراد نہیں پھر بھی اس لفظ کا احترام کرتے ہوئے میں نے بغیر وضو یہ لفظ بولنا مناسب نہ سمجھا۔حضرت شیخ نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر خاص انوار الٰہیہ کی تجلی ہورہی تھی جس کا اثر یہ تھا کہ آپ نے بغیر طہارت سلام کا لفظ بھی منہ سے نہ نکالا یہ خصوصی حکم ہے لہٰذا اس حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ سے آکر قرآن پڑھاتے تھے دعائیں پڑھتے تھے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھتے تھے اور یہاں بغیر وضو سلام کا لفظ بھی نہیں بولتے کہ وہ عام حکم شرعی تھا اور یہ حکم خصوصی' شریعت وطریقت' فتویٰ وتقویٰ میں فرق ہے' نہ یہ اعتراض کہ پانی کے ہوتے ہوئے تیمم درست نہیں پھر حضور نے یہاں تیمم کیوں کیا' اس تیمم سے نماز وغیرہ نہ پڑھی صرف جواب سلام دیا' نماز جنازہ جارہی ہو تو پانی کے ہوتے تیمم جائز ہے مگر اس سے دوسری نماز نہیں پڑھ سکتے' یہاں بھی جواب کا وقت جارہا تھا آدمی چھپا جارہا تھا اس لئے یہ عمل فرمایا' غرض کہ یہ حدیث بے غبار ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جواب سلام میں دیر لگانا ضرورۃً جائز ہے اور اس دیر لگ جانے پر معذرت کر دینا سنت ہے' تا کہ اس کو رنج نہ ہو۔

وَعَنِ الْمُهَاجِرِيْنَ قُنْفُذٍ اَنَّهٗ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبُوْلُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ حَتّٰى تَوَضَّأَ ثُمَّ اعْتَذَرَ اِلَيْهِ قَالَ اِنِّيْ كَرِهْتُ اَنْ اَذْكُرَ اللّٰهَ اِلَّا عَلٰى طُهْرٍ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوَى النَّسَائِيُّ اِلٰى قَوْلِهٖ تَوَضَّأَ وَقَالَ فَلَمَّا حَتّٰى تَوَضَّأَ رَدَّ عَلَيْهِ

(۴۳۰) روایت ہے حضرت مہاجر ابن قنفذ سے[۱] کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ پیشاب کر رہے تھے[۲] انہوں نے سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا حتی کہ وضو کر لیا پھر ان سے معذرت کی اور فرمایا کہ میں نے یہ پسند نہ کیا کہ بغیر پاکی کے اللہ کا ذکر کروں[۳] (ابوداؤد) اور نسائی نے حَتّٰى تَوَضَّأَ تک روایت کی اور فرمایا کہ جب وضو کر لیا تو اس کا جواب دیا۔)

(۴۳۰)[۱] آپ کا نام خلف ابن عمیر ہے' لقب مہاجر کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم سچے مہاجر ہو' آپ قریشی ہیں' تیمی ہیں' فتح مکہ کے دن ایمان لائے' بصرہ میں قیام رہا' وہاں ہی وفات ہوئی[۲] پیشاب یا پاخانہ کرنے والے پر سلام کرنا منع ہے اور اس کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں لیکن قضائے حاجت کے بعد جواب دے دیا جائے تو جائز ہے اس حدیث میں اسی کا ذکر ہے چونکہ ان صحابی کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا اسی لئے انہوں نے اس حالت میں سلام کیا[۳] اس کی پوری بحث اوپر گزر گئی یہاں ہے کہ حضور نے وضو کر کے جواب دیا کیونکہ یہاں سلام کرنے والے کہیں جا نہ رہے تھے' بلکہ حضور کے پاس ہی تھے۔ اس لئے جواب کی جلدی نہ تھی وضو کیا' پھر جواب دیا وہاں سلام والا جارہا تھا لہٰذا فرق ہو گیا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجْنِبُ ثُمَّ يَنَامُ ثُمَّ يَنْتَبِهُ ثُمَّ يَنَامُ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۴۳۱) روایت ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنبی ہوتے پھر سو جاتے پھر جاگتے[۱] پھر سو جاتے (احمد)

(۴۳۱)[۱] یعنی بحالت جنابت اولاً وضو کر کے سو جاتے پھر جاگتے پھر دوبارہ سونے کیلئے وضو نہ کرتے پہلا وضو کافی ہوتا کیونکہ حضور کی نیند وضو نہیں توڑتی فقہاء فرماتے ہیں کہ ہم کو بھی یہ درست ہے کہ اولاً وضو کر کے سو جائیں پھر اگر جاگ جائیں تو سونے کیلئے دوبارہ وضو کی ضرورت نہیں پہلا وضو ہی کافی ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

وَعَنْ شُعْبَةَ قَالَ اِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ يُفْرِغُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى

(۴۳۲) روایت ہے حضرت شعبہ سے[۱] فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جب ناپاکی سے غسل کر لیتے تو داہنے ہاتھ سے

https://archive.org/details/@madni_library

عَلٰی یَدِہِ الْیُسْرٰی سَبْعَ مِرَارٍ ثُمَّ یَغْسِلُ فَرْجَہٗ فَنَسِیَ مَرَّۃً کَمْ اَفْرَغَ فَسَأَلَنِیْ فَقُلْتُ لَا اَدْرِیْ فَقَالَ لَا اُمَّ لَکَ وَمَا یَمْنَعُکَ اَنْ تَدْرِیَ ثُمَّ یَتَوَضَّأُ وُضُوْءَہٗ لِلصَّلٰوۃِ ثُمَّ یُفِیْضُ عَلٰی جِلْدِہِ الْمَآءَ ثُمَّ یَقُوْلُ ھٰکَذَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَطَھَّرُ (رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

بائیں ہاتھ پر سات بار پانی ڈالتے۲ پھر استنجا کرتے ایک دفعہ بھول گئے کہ کتنی بار پانی ڈالا ہے مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم فرمایا تمہاری ماں نہ رہے تمہیں کس چیز نے جاننے سے روکا۳ پھر نماز کا سا وضو کرتے پھر اپنے جسم پر پانی بہاتے پھر فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں ہی طہارت فرماتے تھے۴ (ابوداؤد)

(۴۳۲)۱ؑ آپ شعبہ ابن دینار ہیں، سیدنا عبداللہ ابن عباس کے آزاد کردہ غلام ہیں، امام نسائی فرماتے ہیں کہ شعبہ ضعیف ہیں دیگر محدثین ان کی توثیق کرتے ہیں۲ کیونکہ ہاتھ میں نجاست لگی ہوئی تھی اور شروع اسلام میں نجاست سات بار دھوئی جاتی تھی پھر سات کا حکم منسوخ ہوگیا استحباب اب بھی باقی ہے (از مرقات) لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں تین بار ہاتھ دھونے کا ذکر ہے ہوسکتا ہے کہ آپ یہ عمل کبھی کرتے ہوں نہ کہ ہمیشہ۳ ماں نہ رہے پیار میں بھی بولتے ہیں اور عتاب میں بھی یہاں دونوں احتمال ہیں۔ مولیٰ اور استاد کو حق ہے کہ بلاوجہ بھی عتاب کر دے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شاگرد کو اپنے استاد کے ہر حال کا خیال رکھنا چاہئے تاکہ بوقت ضرورت، استاد کو بھی بتا سکے اور لوگوں تک بھی پہنچا سکے یہاں ہاتھ دھونے کی گنتی مراد ہے۴ کبھی کبھی یا سات کا حکم منسوخ ہونے سے پہلے یا اس وقت جبکہ نجاست سخت ہو کہ بغیر سات بار کے نہ چھوٹے۔

وَعَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَافَ ذَاتَ یَوْمٍ عَلٰی نِسَآئِہٖ یَغْتَسِلُ عِنْدَ ھٰذِہٖ وَعِنْدَ ھٰذِہٖ قَالَ فَقُلْتُ لَہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلَا تَجْعَلُہٗ غُسْلًا وَّاحِدًا اٰخِرًا قَالَ ھٰذَا اَزْکٰی وَ اَطْیَبُ وَاَطْھَرُ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۳۳) روایت ہے حضرت ابو رافع سے۱ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں پر دورہ فرمایا ان کے پاس بھی غسل کیا اور ان کے پاس بھی فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ آخر میں ایک ہی غسل کیوں نہیں کر لیتے فرمایا کہ یہ خوب پسندیدہ اور بہت صاف ہے۲ (احمد و ابوداؤد)

(۴۳۳)۱ؑ آپ کا نام اسلم ہے کنیت ابو رافع، قبطی ہیں، حضور کے آزاد کردہ غلام ہیں، بدر کے سوا تمام غزوات میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ رہے۔ حضرت عباس کے اسلام لانے کی خبر حضور کو انہی نے پہنچائی اور اسی خوشی میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں آزاد کیا۔ ان کے باقی حالات پہلے گزر چکے ہیں۲ چونکہ ہر دفعہ غسل کیلئے ابو رافع ہی پانی لاتے ہوں گے، اس لئے انہیں اندازے سے پتا لگا کہ آپ ہر بار غسل جنابت فرما رہے ہیں۔ تب یہ سوال کیا اس قسم کے اظہار میں اور مسئلہ پوچھنے میں نہ عقلاً کوئی مضائقہ ہے نہ شرعاً، حضور کے ہر فعل شریف سے مسائل معلوم ہوئے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اگر چند بار صحبت کی جائے تو ہر دفعہ نہا لینا سنت ہے باقی بحث اسی باب میں پہلے گزر چکی۔

وَعَنِ الْحَکَمِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّتَوَضَّأَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ طَھُوْرِ الْمَرْاَۃِ رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ وَ

(۴۳۴) روایت ہے حضرت حکم ابن عمرو سے۱ فرماتے ہیں کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہ مرد عورت کی طہارت سے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے۲ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

التِّرْمِذِيُّ وَزَادَ اَوْ قَالَ بِسُوْرِهَا وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اور ترمذی نے ان دونوں سے زیادہ کیا فرمایا عورت کے جھوٹے سے اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۴۳۴)۱؎ آپ صحابی ہیں، غفاری ہیں، بصرہ میں قیام رہا، زیاد نے پہلے آپ کو بصرہ کا پھر خراسان کا حاکم بنایا، ۵۱ھ مقام مرہ میں آپ کا انتقال ہوا۲؎ یہ ممانعت تنزیہی ہے یعنی عورت کے غسل یا وضو سے بچے ہوئے پانی سے مرد کا غسل یا وضو کرنا بہتر نہیں لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور نے ایک بار اپنی بعض ازواج کے بچے ہوئے پانی سے وضو کیا اور فرمایا کہ پانی جنب نہیں ہوتا کیونکہ وہ حدیث بیان جواز کیلئے ہے اور یہ بیان استحباب کیلئے ہے۔

وَعَنْ حُمَيْدِ الْحِمْيَرِيِّ قَالَ لَقِيْتُ رَجُلًا صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَ سِنِيْنَ كَمَا صَحِبَهٗ اَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَغْتَسِلَ الْمَرْاَةُ بِفَضْلِ الرَّجُلِ اَوْ يَغْتَسِلُ الرَّجُلُ بِفَضْلِ الْمَرْاَةِ زَادَ مُسَدَّدٌ وَلْيَغْتَرِفَا جَمِيْعًا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ وَزَادَ اَحْمَدُ فِيْ اَوَّلِهٖ نَهٰى اَنْ يَّمْتَشِطَ اَحَدُنَا كُلَّ يَوْمٍ اَوْ يَبُوْلَ فِيْ مُغْتَسَلٍ وَّ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجَسٍ

(۴۳۵) روایت ہے حمید حمیری سے۱؎ فرماتے ہیں کہ میں اس شخص سے ملا جو حضرت ابوہریرہ کی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں چار سال رہے۲؎ فرمایا منع کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے کہ عورت مرد کے بچے ہوئے سے غسل کرے یا مرد عورت کے بچے ہوئے سے غسل کرے۳؎ مسدد نے یہ بڑھایا۴؎ کہ دونوں ایک ساتھ چلو لیں۵؎ اسے ابوداؤد و نسائی نے روایت کیا اور احمد نے اس کے اول میں یہ بھی زیادتی کی کہ حضور نے منع فرمایا اس سے کہ ہم میں سے کوئی روزانہ کنگھی کرے یا غسل خانہ میں پیشاب کرے۶؎ اسے ابن ماجہ نے عبداللہ ابن سرجس سے روایت کیا۔

(۴۳۵)۱؎ آپ حمید ابن عبدالرحمٰن ہیں، بصرہ کے باشندے، قبیلہ حمیر سے ہیں، جلیل القدر تابعی ہیں، اپنے زمانہ میں بڑے عالم تھے ۲؎ وہ صحابی یا حکم ابن عمرو ہیں یا عبداللہ ابن سرجس اور یا عبداللہ ابن مغفل، چونکہ تمام صحابہ عادل ہیں، اس لئے صحابی کا نام معلوم نہ ہونا مضر نہیں ۳؎ یہ ممانعت بھی تنزیہی ہے یعنی ایسا کرنا بہتر نہیں اگر کرے تو حرج بھی نہیں ۴؎ آپ کا نام مسدد (دال کے فتح) سے ابن مسرحد ہے تبع تابعین میں ہیں، بصرہ کے باشندے ہیں، ۱۲۸ھ میں وفات ہوئی ۵؎ یعنی اگر عورت و مرد ایک برتن سے وضو یا غسل کریں تو آگے پیچھے چلو نہ لیں بلکہ ایک ساتھ لیں تاکہ ان میں سے کوئی دوسرے کے فضلہ سے طہارت نہ کرے اگرچہ آئندہ چلوؤں میں فضلے سے ہی طہارت ہوگی مگر یہ معاف ہے ۶؎ غسل خانہ میں پیشاب کرنا وسوسہ کی بیماری پیدا کرتا ہے، خصوصاً جبکہ پانی نکلنے کی کوئی نالی وغیرہ نہ ہو اور روزانہ بال کاڑھنے مانگ نکالنے میں غفلت پیدا ہوتی ہے۔ یہ کام کبھی کبھی کرنا سنت ہے، بال پراگندہ رکھنا بھی ٹھیک نہیں۔

https://archive.org/details/@madni_library

بَابُ اَحۡكَامِ الۡمِيَاهِ — پانیوں کے احکام کا باب

اَلۡفَصۡلُ الۡاَوَّلُ — پہلی فصل

چونکہ پانی بہت سی قسم کے ہیں بارش کا پانی، چشمے کا پانی، کنویں، تالاب وغیرہ کا پانی، جاری اور غیر جاری، مستعمل اور غیر مستعمل، حیوانات کا جوٹھا اور دھوپ وغیرہ سے گرم شدہ پانی اور ان پانیوں کے احکام جداگانہ ہیں اس لئے میاہ بھی جمع لائے اور احکام بھی۔

عَنۡ اَبِیۡ هُرَيۡرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ لَا يَبُوۡلَنَّ اَحَدُكُمۡ فِی الۡمَآءِ الدَّآئِمِ الَّذِیۡ لَا يَجۡرِیۡ ثُمَّ يَغۡتَسِلُ فِيۡهِ مُتَّفَقٌ عَلَيۡهِ وَ فِیۡ رِوَايَةٍ لِّمُسۡلِمٍ قَالَ لَا يَغۡتَسِلُ اَحَدُكُمۡ فِی الۡمَآءِ الدَّآئِمِ وَهُوَ جُنُبٌ قَالُوۡا كَيۡفَ يَفۡعَلُ يَا اَبَا هُرَيۡرَةَ قَالَ يَتَنَا وَلُهٗ تَنَاوُلًا

(۴۳۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی ٹھہرے پانی میں جو بہتا نہ ہو ہرگز پیشاب نہ کرے کہ پھر اس میں غسل کرے گا (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ فرمایا تم میں سے کوئی جنابت کی حالت میں ٹھہرے پانی میں غسل نہ کرے لوگوں نے کہا کہ اے ابو ہریرہ پھر کیا کرے فرمایا اس میں سے لے لے۲

(۴۳۶) ۱؎ یعنی ٹھہرے ہوئے تھوڑے پانی میں پیشاب کرنا ہرگز جائز نہیں کیونکہ اس سے پانی نجس ہو کر غسل و وضو وغیرہ کے قابل نہ رہے گا جس سے اسے بھی تکلیف ہوگی اور دوسروں کو بھی اور بہت سے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا مناسب نہیں کہ اگرچہ وہ ناپاک تو نہ ہوگا لیکن اس کے پینے یا وضو کرنے سے دل کراہت کرے گا۔ پہلی صورت میں ممانعت تحریمی ہے اور دوسری صورت میں تنزیہی، یہ حدیث حنفیوں کی قوی دلیل ہے کہ دو قلے پانی نجاست پڑنے سے ناپاک ہو جاتا ہے اگر ناپاک نہ ہوتا تو یہ ممانعت اس تاکید سے نہ فرمائی جاتی۔ اس کی تحقیق ان شاء اللہ تعالٰی آگے آئے گی ۲؎ یعنی چھوٹے حوض یا گڑھے میں جو پانی بھرا ہو جنبی اس میں گھس کر نہ نہائے بلکہ چلوؤں، لپوں یا برتن سے لے کر الگ نہائے، اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ تھوڑا پانی جنبی کے گھس جانے سے ماء مستعمل بن جاتا ہے لہذا جنبی یا بے وضو اگر کنویں میں گھسا تو پانی مستعمل ہوگیا، دوسرے یہ کہ ناپاک آدمی بوقت ضرورت ناند یا چھوٹے حوض میں سے چلو یا لپ بھر سکتا ہے اس سے پانی مستعمل نہ ہوگا۔

وَعَنۡ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ قَالَ نَهٰى رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اَنۡ يُّبَالَ فِی الۡمَآءِ الرَّاكِدِ (رَوَاهُ مُسۡلِمٌ)

(۴۳۷) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ٹھہرے پانی میں پیشاب کیا جائے۱؎ (مسلم)

(۴۳۷) ۱؎ ٹھہرا پانی خواہ دو قلے ہوں یا اس سے کم و بیش اس میں پیشاب پاخانہ ممنوع ہے بلکہ اس میں تھوک و رینٹ ڈالنا بھی برا۔ فقہا فرماتے ہیں کہ رات کو ٹھہرے پانی میں پیشاب ہرگز نہ کرے کہ اس وقت وہاں جنات رہتے ہیں، تکلیف پہنچائیں گے باں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

تالاب وغیرہ کا یہ حکم نہیں۔ تالاب وہ ہے کہ اگر اس کے ایک کنارے سے پانی ہلایا جائے تو دوسرے کنارے کا پانی نہ ہلے یعنی سو ہاتھ کی سطح والا پانی اسی کو آب کثیر بھی کہتے ہیں اس سے کم پانی قلیل کہلاتا ہے۔

وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ ذَهَبَتْ بِيْ خَالَتِيْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنَ اُخْتِيْ وَجِعٌ فَمَسَحَ رَأْسِيْ وَ دَعَالِيْ بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَّضُوْئِهٖ ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَنَظَرْتُ اِلٰى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۳۸) روایت ہے حضرت سائب ابن یزید سے[۱] فرمایا مجھے میری خالہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے گئیں عرض کیا یا رسول اللہ میرا بھانجا بیمار ہے آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے دعائے برکت کی[۲] پھر وضو فرمایا میں نے وضو کا پانی پیا[۳] پھر میں آپ کے پس پشت کھڑا ہوا تو میں نے مہر نبوت دیکھی جو آپ کے کندھوں کے درمیان مسہری کی گھنڈی کی طرح تھی[۴] (مسلم بخاری)

(۴۳۸)[۱] آپ ازدی ہیں' خذلی ہیں ۲ھ میں پیدا ہوئے' اپنے والد کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے' اس وقت سات سال کے تھے نوعمر صحابی ہیں' عہد فاروقی میں بازار مدینہ کے حاکم تھے[۲] غالبًا آپ کے سر میں درد ہی تھا جو حضور کے ہاتھ مبارک کی برکت سے جاتا رہا اس ہاتھ کی برکت یہ ہوئی کہ حضرت سائب کی عمر ۱۰۰ سال ہوئی لیکن نہ کوئی بال سفید ہوا اور نہ دانت گرا (مرقاۃ) اس سے معلوم ہوا کہ بیماروں کو بزرگوں کے پاس دم درود کیلئے لے جانا اور بزرگوں کا تکلیف کی جگہ ہاتھ پھیرنا سنت سے ثابت ہے[۳] فضالہ شریف (بچا ہوا پانی) یا غسالہ (دھوون شریف) دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں' صحابہ کرام اس غسالہ شریف کو حاصل کرنے کیلئے لڑتے تھے' خیال رہے کہ امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک وضو یا غسل کا غسالہ نجس ہے مگر ہمارا غسالہ نہ کہ حضور کا' وہ تو تبرک اور نور ہے حتی کہ حضور کے فضلات شریف امت کیلئے پاک ہیں (مرقاۃ واشعۃ)[۴] مہر نبوت حضور کی گردن کے نیچے دو کندھوں کے درمیان ایک پارہ گوشت تھا جس پر کچھ تل تھے۔ کبوتری کے انڈے یا مسہری کی گھنڈی کے برابر پارہ گوشت نہایت چمکیلا اور نورانی تھا' تل سیاہ آس پاس بال' ان کے اجتماع سے یہ جگہ نہایت بھلی معلوم ہوتی تھی' نیچے سے دیکھو تو پڑھنے میں آتا تھا اَللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اوپر سے دیکھو تو پڑھا جاتا تھا تَوَجَّهْ حَيْثُ كُنْتَ فَاِنَّكَ مَنْصُوْرٌ اسے مہر نبوت اس لئے کہتے تھے کہ گزشتہ آسمانی کتب میں اس مہر کو حضور کی خاتم النبین ہونے کی علامت قرار دیا گیا' وفات کے وقت یہ مہر شریف غائب ہوگئی تھی' اس میں اختلاف ہے کہ بوقت ولادت موجود تھی یا نہیں' بعض نے فرمایا کہ شق صدر کے بعد فرشتوں نے جو ٹانکے لگائے تھے ان سے مہر پیدا ہوگئی تھی۔ صحیح یہ ہے کہ بوقت ولادت اصل مہر موجود تھی مگر اس کا ابھاران ٹانکوں کے بعد ہوا' انشاء اللہ اس کی زیادہ تحقیق آخر کتاب میں حضور کے فضائل کے بیان میں کی جائے گی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَاءِ يَكُوْنُ فِي الْفَلَاةِ مِنَ الْاَرْضِ وَمَا يَنُوْبُهٗ مِنَ الدَّوَابِّ وَالسِّبَاعِ فَقَالَ اِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ رَوَاهُ اَحْمَدُ

(۴۳۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پانی کے بارے میں پوچھا گیا جو میدانی زمین میں ہو اور اس پر چوپائے اور درندے آتے ہوں فرمایا جب پانی دو قلے ہو تو گندگی کو نہیں اٹھاتا' احمد' ابوداؤد'

https://archive.org/details/@madni_library

وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ فِي اُخْرٰى لِاَبِيْ دَاوٗدَ فَاِنَّهٗ لَا يَنْجَسُ

ترمذی، نسائی، دارمی، ابن ماجہ، ابو داؤد کی دوسری روایت میں ہے کہ وہ نجس نہیں ہوتا!

(۴۳۹)۱؎ یہ حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے، کہ دو مٹکے پانی گندگی پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا، مٹکوں سے ہجر کے مٹکے مراد لیتے ہیں جو ڈھائی مشک کا ہوتا ہے اور شرعی پچاس من کا، روافض بھی یہی کہتے ہیں، ہمارے امام اعظم اس حدیث پر چند طرح گفتگو فرماتے ہیں۔ ایک یہ کہ یہ حدیث صحیح نہیں، حتیٰ کہ امام بخاری کے استاد علی ابن مدینی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضور سے ثابت نہیں، دوسرے یہ کہ حدیث اجماع صحابہ کے خلاف ہے، کہ ایک بار چاہ زمزم میں ایک حبشی گر کر مر گیا تو حضرت ابن عباس و ابن زبیر نے تمام صحابہ کی موجودگی میں کنواں پاک کرنے کا حکم دیا کسی نے انکار نہ کیا حالانکہ چاہ زم زم میں ہزاروں قلے پانی تھا، تیسرے یہ کہ لفظ قلہ مشترک ہے جس کے بہت معانی ہیں، چنانچہ پہاڑ کی چوٹی، اونٹ کی کوہان، سر کی کھوپڑی، بڑے مٹکے سب کہ قلہ کہا جاتا ہے پھر مٹکے کی مقدار حدیث میں معین نہیں، اتنے اجمال کے ہوتے ہوئے اس حدیث پر عمل کیونکر کیا جاتا ہے۔ چوتھے یہ کہ یہ حدیث امام شافعی کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ قلتین میں اتنی گندگی گر جائے جس سے پانی کی بو، مزہ یا رنگ بدل جائے تو پانی نجس ہو جاتا ہے مگر اس حدیث کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی نجس نہیں ہوتا، پانچواں یہ کہ یہ حدیث اس معنی سے دوسری احادیث صحیحہ کے سخت خلاف ہو گی حضور نے فرمایا کہ ٹھہرے پانی میں پیشاب نہ کرو نیز ارشاد فرمایا کہ جب کتا پانی کے برتن میں منہ ڈال دے تو پانی ناپاک اور برتن بھی پلید ہو گیا۔ ان دونوں حدیثوں میں قلتین کا استثناء نہیں کیا گیا۔ چھٹے یہ کہ لَمْ يَحْمِلْ کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ قلتین میں پانی نجاست کو برداشت نہیں کرتا، یعنی نجس ہو جاتا، ہے رب فرماتا ہے: مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا (۶۲،۵) ان کی مثال جن پر تورات رکھی گئی تھی پھر انہوں نے اس کی حکم برداری نہ کی (کنزالایمان) عرف میں کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص صدمہ نہیں اٹھا سکتا، ساتویں یہ کہ اس حدیث کے معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ جب جاری پانی کو دو انسانوں کے قدم کے برابر بہنے کا موقع مل جائے تو گندگی پڑنے سے ناپاک نہیں ہو گا، وہ ماء جاری ہے اس کی طرح کہ ایک گڑھے سے پانی آ رہا ہے دوسرے میں گر رہا ہے دونوں گڑھوں کے درمیان دو قد انسانی قریباً دس فٹ کا فاصلہ ہے تو چونکہ یہ پانی جاری ہے لہذا گندگی سے ناپاک نہ ہو گا اس میں صورت میں حدیث پر کوئی اعتراض نہ پڑے گا لہذا مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نہایت قوی ہے اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَتَوَضَّأُ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ وَهِيَ بِئْرٌ تُلْقٰى فِيْهِ الْحِيَضُ وَلُحُوْمُ الْكِلَابِ وَالنَّتْنُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَآءَ طُهُوْرٌ لَّا يُنَجِّسُهٗ شَيْءٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ

(۴۴۰) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا ہم بضاعہ کنویں سے وضو کریں۱؎ وہ ایسا کنواں تھا جس میں حیض کے لتے کتوں کے گوشت اور گندگیاں ڈالے جاتے تھے۲؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی ۳؎ (احمد، ترمذی، ابوداؤد و نسائی)

(۴۴۰)۱؎ یہ کنواں مدینہ منورہ محلہ بنی ساعدہ میں واقع ہے بنی ساعدہ خزرج کا ایک قبیلہ ہے فقیر نے اس کنویں کی زیارت بھی کی ہے اور اس کا پانی بھی پیا ہے۲؎ یعنی یہ کنواں گویا مدفون کوڑی تھا کہ مدینہ کی گلیاں و کوچے صاف کر کے کوڑا کرکٹ وہاں ڈال دیا جاتا تھا جیسے ہمارے ہاں بھی ایسے گڑھے دیکھے گئے ہیں ۳؎ الماء میں الف لام عہدی ہے یعنی یہ پانی پاک ہے ان گندگیوں سے ناپاک نہیں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ہوتا۔ امام شافعی کے نزدیک تو اس لئے کہ وہ پانی قلتین سے زیادہ تھا امام اعظم کے نزدیک اس لئے کہ وہ پانی جاری تھا یعنی مدفون نہر پر یہ کنواں واقع تھا جیسا کہ مکہ مکرمہ میں نہر زبیدہ پر اور مدینہ طیبہ میں نہر زرقاء پر تمام کنویں ہیں جو بظاہر کنویں معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت میں دبی ہوئی نہر امام اعظم کا قول قوی ہے کیونکہ قلتین تو کیا سینکڑوں قلے پانی اتنی گندگی پڑنے سے بگڑ جائے گا' ہمارے کنویں میں اگر ایک بلی پھول پھٹ جائے تو پانی سڑ جاتا ہے لہٰذا یہ حدیث امام شافعی کے خلاف ہوگی ہاں جاری پانی چونکہ سب کچھ بہا کر لے جائے گا اس لئے اس کے ناپاک ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اب بھی بیر بضاعہ وغیرہ میں جھانک کر دیکھو تو پانی بہتا ہوا نظر آتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَرْكَبُ الْبَحْرَ وَنَحْمِلُ مَعَنَا الْقَلِیْلَ مِنَ الْمَآءِ فَاِنْ تَوَضَّاْنَا بِهٖ عَطِشْنَا اَفَنَتَوَضَّأُ بِمَآءِ الْبَحْرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الطَّهُوْرُ مَآءُهٗ وَالْحِلُّ مَیْتَتُهٗ رَوَاهُ مَالِكٌ وَّالتِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِیُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ

(۴۴۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرمایا ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا عرض کیا یا رسول اللہ ہم سمندر میں سوار ہوتے ہیں اور اپنے ساتھ تھوڑا پانی لے جاتے ہیں اگر اس سے وضو کرلیں تو پیاسے رہ جائیں تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کیا کریں[۱] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سمندر کا پانی پاک ہے[۲] اور اس کا مردار حلال[۳] (مالک' ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ' دارمی)

(۴۴۱)[۱] سائل کو شبہ یہ تھا کہ سمندر کا پانی سخت کڑوا ہے' پینے کے قابل نہیں لہٰذا اس آیت کے تحت نہیں آتا: وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا (۲۵'۴۸) اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا پاک کرنے والا (کنزالایمان) کیونکہ بارش کا پانی میٹھا اور مطہر ہے اور سمندر کا پانی میٹھا نہیں تو چاہیے کہ مطہر بھی نہ ہو[۲] یعنی سمندر کے پانی کا یہ مزہ اصلی ہے' زیادہ ٹھہرنے کی وجہ سے کسی نجاست نے اس کا مزہ نہیں بدلا لہٰذا پاک بھی ہے' مطہر بھی' خیال رہے کہ اگر کنویں کا پانی بہت ٹھہرا رہنے کی وجہ سے بدمزہ یا بدبودار ہو جائے تو پاک رہے گا[۳] احناف کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ مچھلی کو ذبح کرنا ضروری نہیں اگر ہمارے پاس آ کر مر جائے یا سمندر کی موج اسے کنارے پر پھینک جائے جس سے وہ مر جائے تو حلال لیکن اگر اپنی بیماری سے مر کر پانی پر تیر جائے تو حرام کیونکہ اب وہ سمندر کا مردار نہیں بلکہ بیماری کا مردار ہے۔ بعض ائمہ نے اس کے معنی یہ سمجھے کہ پانی کا ہر جانور حلال حتیٰ کہ مینڈک' کچھوا وغیرہ بھی مگر یہ معنی درست نہیں کیونکہ دریائی انسان اور دریائی سور کو وہ بھی حرام جانتے ہیں تو انہیں بھی حدیث میں قید لگانی پڑے گی۔

وَعَنْ اَبِیْ زَیْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ لَیْلَةَ الْجِنِّ مَا فِیْ اِدَاوَتِكَ قَالَ قُلْتُ نَبِیْذٌ قَالَ تَمْرَةٌ طَیِّبَةٌ وَّمَآءٌ طَهُوْرٌ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ زَادَ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ فَتَوَضَّأَ مِنْهُ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ اَبُوْ زَیْدٍ مَجْهُوْلٌ وَّصَحَّ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَمْ اَكُنْ لَیْلَةَ الْجِنِّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

(۴۴۲) روایت ہے ابوزید سے وہ عبداللہ ابن مسعود سے راوی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کی رات[۱] ان سے فرمایا کہ تمہارے برتن میں کیا ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا نبیذ ہے[۲] فرمایا کھجور پاک ہے اور پانی پاک کرنے والا[۳] ابوداؤد' احمد ترمذی نے زیادہ کیا کہ پھر اس سے وضو فرمایا۔ ترمذی کہتے ہیں کہ ابوزید مجہول ہے[۴] حضرت علقمہ بروایت صحیح حضرت عبداللہ ابن مسعود سے نقل ہے فرماتے ہیں میں جنات کی رات حضور کے ساتھ تھا ہی نہیں[۵]

https://archive.org/details/@madni_library

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) (مسلم)

(۴۴۲)۱؎ یعنی جس رات جنات حضور کی خدمت میں اسلام لانے کیلئے حاضر ہوئے اور حضور انہیں تبلیغ کرنے کیلئے ابن مسعود کو اپنے ساتھ لے کر شہر سے باہر تشریف لے گئے۔حضرت ابن مسعود کے پاس حسب عادت پانی کا لوٹا تھا۲؎ یعنی کھجور کا زلال (نتھرا ہوا شربت) کہ رات کو کھجوریں پانی میں بھگو دی جائیں،صبح کو نتھار لیا جائے۳؎ یہ فرما کر حضور نے اسی سے وضو کیا جیسا کہ مصابیح کی روایت میں ہے یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ کھجور کے شربت سے وضو جائز ہے بشرطیکہ گاڑھا نہ پڑا ہو بلکہ پتلا ہو۴؎ یعنی ان کے حالات کا علم نہ ہوسکا کہ کیسے تھے لیکن امام ابن ہمام فرماتے ہیں کہ ابو زید عمرو ابن حریث کے آزاد کردہ غلام ہیں ان سے راشد ابن کیسان اور ابو رقاق نے روایت لی ہے اور جس راوی سے ایسے محدثین روایت لیں وہ مجہول نہیں رہتا،پشتی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت سی ضعیف اسنادوں سے مروی ہے لیکن بہت ضعیف اسنادیں مل کر قوی ہو جاتی ہیں دیکھو کتب اصول حدیث ۵؎ خیال رہے کہ لیلۃ الجن چھ ہیں،ایک بار بقیع الغرقد میں جنات کو تبلیغ اسلام کی اس میں حضرت ابن مسعود حضور کے ساتھ تھے۔دو بار مکہ معظمہ میں،ایک بار مدینہ طیبہ میں زبیر ابن عوام ہمراہ تھے لہذا علقمہ کی یہ روایت بھی درست ہے کہ ابن مسعود ہمراہ نہ تھے اور وہ بھی درست ہے کہ ہمراہ تھے اور نبیذ کا یہ واقعہ پیش آیا،یا علقمہ کی روایت کا یہ مطلب ہے کہ حضرت ابن مسعود لیلۃ الجن میں حضور کے ساتھ تبلیغ کے وقت نہ تھے کیونکہ حضور ان کو دور چھوڑ گئے تھے اور آپ کے اردگرد حصار کیلئے گول خط کھینچ کر فرما گئے تھے کہ اس سے آگے نہ نکلنا جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔اسی سے صوفیائے کرام حصار کے مسائل مستنبط کرتے ہیں لہذا حضرت علقمہ کی یہ حدیث اس دوسری حدیث کے خلاف نہیں (مرقاۃ و اشعۃ) خیال رہے کہ کھجور کی نبیذ سے وضو جائز ہونا خلاف قیاس ہے کیونکہ نبیذ مطلق پانی نہیں اور وضو صرف مطلق پانی سے ہی ہوسکتا ہے مگر چونکہ حدیث پاک میں وارد ہو گیا لہذا سوا کھجور کی نبیذ کے اور کسی نبیذ سے وضو جائز نہیں جیسے کشمش وغیرہ کا نبیذ،اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ امام اعظم حدیث کے مقابل قیاس پر عمل کرتے ہیں،نعوذ باللہ،یہ بھی خیال رہے کہ کھجور کی نبیذ سے وضو جب ہی درست ہے جبکہ گاڑھا نہ ہو پانی کے اجزا غالب ہوں اگر کھجور کے اجزاء غالب ہو گئے ہوں اور پانی گاڑھا پڑ گیا ہو تو وضو جائز نہیں تیمم کیا جائے اور اگر اس غلبہ میں شک ہو تو وضو بھی کرے اور تیمم بھی لہذا امام صاحب سے جو مروی ہے کہ آپ نے کبھی تو نبیذ سے وضو کا حکم دیا کبھی وضو سے منع فرمایا تیمم کا حکم دیا اور کبھی دونوں کا یہ مختلف حالات میں ہے۔

وَعَنْ كَبْشَةَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَكَانَتْ تَحْتَ ابْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّ اَبَا قَتَادَةَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَسَكَبَتْ لَهٗ وَضُوْءًا فَجَاءَتْ هِرَّةٌ تَشْرَبُ مِنْهُ فَاَصْغٰى لَهَا الْاِنَاءَ حَتّٰى شَرِبَتْ قَالَتْ كَبْشَةُ فَرَاٰنِيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ فَقَالَ اَتَعْجَبِيْنَ يَا ابْنَةَ اَخِيْ قَالَتْ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ اِنَّهَا مِنَ الطَّوَّافِيْنَ عَلَيْكُمْ اَوِ الطَّوَّافَاتِ، رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ

(۴۴۳) روایت ہے حضرت کبشہ بنت کعب ابن مالک سے۱؎ آپ ابو قتادہ کے فرزند کی بیوی تھیں۔ابو قتادہ ان کے پاس آئے۲؎ تو انہوں نے ابو قتادہ کیلئے وضو کا پانی انڈیلا بلی آکر اس سے پینے لگی آپ نے اس کیلئے برتن جھکا دیا حتی کہ اس نے پی لیا کبشہ فرماتی ہیں کہ مجھے ابو قتادہ نے اپنی طرف دیکھتے ہوئے ملاحظہ کیا تو بولے بھتیجی کیا تم تعجب کرتی ہو بولیں ہاں تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلی نجس نہیں وہ تو تم پر پھرنے والے یا پھرنے والیوں میں سے ہے۔۳؎

(مالک،احمد،ترمذی،ابوداؤد،نسائی،ابن ماجہ،دارمی)

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(۴۴۳)۱؎ آپ خود بھی صحابیہ ہیں، آپ کے والد کعب ابن مالک بھی صحابی ہیں، جن کی توبہ کا واقعہ مشہور ہے جن کے بارے میں سورہ توبہ کی آیات اتری ہیں، عبداللہ ابن ابی قتادہ کی زوجہ ہیں۲؎ آپ کا نام حارث ابن ربیع ہے، انصاری ہیں، مشہور شاہ سوار ہیں، آپ کے بیٹے کا نام عبداللہ ہے۳؎ اس حدیث سے بعض علماء نے اس پر دلیل پکڑی کہ بلی کا جوٹھا نہ تو ناپاک ہے نہ مکروہ اس سے بلا کراہت وضو جائز ہے۔ ہمارے امام صاحب کے ہاں اگر بلی چوہا یا نجاست کھا کر بغیر منہ صاف کئے برتن میں ڈال دے تو پانی بھی نجس اور برتن بھی گندا اور اگر منہ صاف کر کے پانی پی جائے تو وہ پانی مکروہ ہے اور اس سے وضو کرنا مکروہ تنزیہی، امام صاحب کا قول قوی ہے اور ان علماء کا اس حدیث سے استنباط ضعیف کیونکہ یہ حضرت ابوقتادہ کا اجتہاد ہے حضور نے صرف یہ فرمایا کہ نجس نہیں، یعنی اس کا جسم ناپاک نہیں اس میں یہ کہاں ہے کہ اس کا لعاب اور جوٹھا بھی بالکل پاک ہے۔ دیکھو کتے کا سوکھا جسم نجس نہیں مگر اس کا جوٹھا نجس ہے، طحاوی شریف نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ حضور فرماتے ہیں جب بلی برتن چاٹ جائے تو اسے ایک یا دوبار دھوؤ نیز اسی طحاوی میں ہے کہ سیدنا ابن عمر کتے، بلی اور گدھے کے جوٹھے سے وضو نہیں کرتے تھے بلکہ اس سے منع فرماتے تھے اس کے متعلق اور بہت سی روایات طحاوی میں منقول ہیں، نیز جس کا گوشت ناپاک اور حرام ہو اس کا جوٹھا بھی پاک نہ ہوگا۔ بلی کا گوشت ناپاک اور حرام ہے لہٰذا اس کا جوٹھا ناپاک ہونا چاہئے تھا مگر چونکہ یہ گھروں میں آتی جاتی ہے نیز نجاستوں سے پرہیز نہیں کرتی لہٰذا جوٹھا مکروہ ہے جیسے چھوٹے بچے جو نجاست سے پرہیز نہ کرسکیں اگر وہ پانی میں ہاتھ ڈال دیں تو پانی مکروہ ہوتا ہے۔

وَعَنْ دَاوٗدَ بْنِ صَالِحِ بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ اُمِّهٖ اَنَّ مَوْلَاتَهَا اَرْسَلَتْهَا بِهَرِیْسَةٍ اِلٰی عَآئِشَةَ قَالَتْ فَوَجَدْتُّهَا تُصَلِّیْ فَاَشَارَتْ اِلَیَّ اَنْ ضَعِیْهَا فَجَآءَتْ هِرَّةٌ فَاَکَلَتْ مِنْهَا فَلَمَّا انْصَرَفَتْ عَآئِشَةُ مِنْ صَلَاتِهَا اَکَلَتْ مِنْ حَیْثُ اَکَلَتِ الْهِرَّةُ فَقَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّهَا لَیْسَتْ بِنَجَسٍ اِنَّهَا مِنَ الطَّوَّافِیْنَ عَلَیْکُمْ وَاِنِّیْ رَءَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَوَضَّأُ بِفَضْلِهَا (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۴۴) روایت ہے حضرت ابوداؤد ابن صالح ابن دینار سے وہ اپنی والدہ سے راوی کہ ان کی مالکہ نے انہیں ہریسہ دے کر حضرت عائشہ کے پاس بھیجا۱؎ میں نے آپ کو نماز پڑھتے پایا مجھے اشارہ کیا کہ رکھ دو۲؎ ایک بلی آئی جو اس میں سے کھا گئی جب حضرت عائشہ نماز سے فارغ ہوئیں تو آپ نے وہاں سے ہی کھایا جہاں سے بلی نے کھایا تھا۔ فرمانے لگیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلی نجس نہیں وہ تو تم پر گھومنے والوں سے ہے۳؎ اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ بلی کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرتے تھے۴؎ (ابوداؤد)

(۴۴۴)۱؎ داؤد ابن صالح مدنی ہیں، جلیل القدر تابعی ہیں، ابوقتادہ انصاری کے آزاد کردہ غلام ہیں، آپ کی والدہ بھی کسی کی آزاد کردہ لونڈی تھیں، ہریسہ ہرس سے بنا بمعنی سخت کوٹنا عرب کا مشہور حلوہ ہے۔۲؎ انگلی سے اشارہ کیا یا سر کی حرکت سے نماز میں بوقت ضرورت اتنا ہلکا سا اشارہ جائز ہے۳؎ اس میں بھی حضرت عائشہ صدیقہ کا اجتہاد ہے، حضور نے بلی کے جسم کو پاک فرمایا، لعاب یا جوٹھے کا ذکر نہیں کیا۔۴؎ یہ جملہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف نہیں کیونکہ اس سے وضو صرف مکروہ تنزیہی ہے۔ حضور نے بیان جواز کیلئے کیا اور ممکن ہے کہ دوسرا پانی نہ ہونے پر اس سے وضو کیا گیا ہو۔

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَتَوَضَّأُ بِمَا اَفْضَلَتِ الْحُمُرُ قَالَ نَعَمْ وَبِمَا اَفْضَلَتِ السِّبَاعُ كُلُّهَا (رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۴۴۵) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ہم گدھوں کے جوٹھے سے وضو کریں فرمایا ہاں اور اس سے بھی جنہیں تمام درندوں نے جھوٹا کیا[1] (شرح سنہ)

(۴۴۵)[1] اس حدیث کی بنا پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام درندوں کا جوٹھا پاک ہے، امام اعظم و امام احمد کے ہاں نجس، امام اعظم کا قول قوی ہے اور اس حدیث میں تالابوں کا پانی، بہتا ہوا پانی مراد ہے، جونجاست پڑ جانے سے ناپاک نہیں ہوتا جیسا کہ تیسری فصل میں آ رہا ہے ورنہ یہ حدیث امام شافعی کے بھی خلاف ہوگی، کیونکہ کتا وسور بھی درندے ہیں تو چاہئے کہ ان کا جوٹھا بھی پاک ہو، جب درندوں کے گوشت نجس ہیں تو ان کا جوٹھا بھی نجس ہونا چاہئے کیونکہ لعاب گوشت سے پیدا ہوتا ہے، خیال رہے کہ گدھے کا جوٹھا پاک تو ہے مگر اس کی مطہریت میں شک ہے کیونکہ اس میں صحابہ کرام کا بہت اختلاف ہے، بلاضرورت اس سے وضو نہ کرے اگر دوسرا پانی نہ ملے تو وضو بھی کرے اس کے ساتھ تیمم بھی۔

وَعَنْ اُمِّ هَانِئٍ قَالَتِ اغْتَسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ وَمَيْمُوْنَةُ فِیْ قَصْعَةٍ فِيْهَا اَثَرُ الْعَجِيْنِ (رَوَاهُ النَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۴۶) روایت ہے حضرت ام ہانی سے[1] فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہ نے اس لگن سے وضو کیا جس میں گندھے آٹے کا اثر تھا[2] (نسائی و ابن ماجہ)

(۴۴۶)[1] آپ کا نام فاختہ یا عاتکہ ہے، علی مرتضٰی کی حقیقی بہن ہیں۔ آپ کے گھر سے حضور کو معراج ہوئی تھی، ہبیرہ ابن ابی وہب کی زوجیت میں تھیں بعد میں حضور نے نکاح کا پیغام دیا مگر نکاح نہیں ہو سکا۔ فتح مکہ کے دن ایمان لائیں، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ۵۰ھ کے بعد وفات پائی[2] یعنی صرف اثر تھا پانی اس سے نہ سفید پڑا نہ گاڑھا، ایسے پانی سے بلاکراہت وضو جائز ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ
تیسری فصل

عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَ اِنَّ عُمَرَ خَرَجَ فِیْ رَكْبٍ فِيْهِمْ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ حَتّٰى وَرَدُوْا حَوْضًا فَقَالَ عَمْرٌو يَا صَاحِبَ الْحَوْضِ هَلْ تَرِدُ حَوْضَكَ السِّبَاعُ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَا صَاحِبَ الْحَوْضِ لَا تُخْبِرْنَا فَاِنَّا نَرِدُ عَلَى السِّبَاعِ وَتَرِدُ عَلَيْنَا رَوَاهُ مَالِكٌ وَزَادَ رَزِيْنٌ قَالَ زَادَ بَعْضُ الرُّوَاةِ فِیْ قَوْلِ عُمَرَ وَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَهَا مَا اَخَذَتْ فِیْ بُطُوْنِهَا وَمَا بَقِیَ فَهُوَ لَنَا طَهُوْرٌ وَّشَرَابٌ

(۴۴۷) روایت ہے حضرت یحیٰی ابن عبدالرحمٰن سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اس قافلہ میں تشریف لے گئے جن میں حضرت عمرو ابن عاص تھے حتیٰ کہ ایک حوض پر پہنچے تو عمرو نے کہا اے حوض والے کیا تیرے حوض پر درندے ہوتے ہیں[1] تو حضرت عمر ابن خطاب نے فرمایا اے حوض والے نہ بتانا کیونکہ ہم درندوں پر اور درندے ہم پر آتے ہیں[2] (مالک) اور رزین نے یہ بھی زیادہ کیا کہ کہا کہ بعض راویوں نے حضرت عمر کے فرمان میں یہ بڑھایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو درندے اپنے پیٹوں میں لے گئے وہ ان کا اور جو بچ رہا وہ ہمارا، پانی بھی ہے اور طہارت بھی[3]

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(۴۴۷)۱؎ یعنی اگر درندے اس سے پانی پیتے ہوں تو ہم اس سے نہ وضو وغسل کریں اور نہ پئیں' انہیں آب قلیل وکثیر کا فرق معلوم نہ تھا۲؎ یعنی یہ پانی کثیر ہے لہٰذا کسی جانور کے پی جانے سے نجس نہیں ہوتا اور کسی گندگی کے پڑ جانے سے گندا نہیں ہوتا' تاوقتیکہ پانی کی بو یا مزا اور رنگ گندگی کی وجہ سے نہ بدلے' یہ حدیث گزشتہ حدیث جابر کی تفسیر ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قوی دلیل ہے۳؎ اس جملے میں بھی آب کثیر ہی مراد ہے لہٰذا یہ حدیث ہماری دلیل ہے نہ کہ شوافع کی امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مطلق پانی کیلئے ہے تھوڑا ہو یا بہت مگر یہ توجیہ اگلی آنے والی حدیث کے خلاف ہے نیز فصل ثانی کے شروع میں گزر گیا کہ جب پانی دو قلے ہو تو درندوں کے پینے سے ناپاک نہ ہوگا اگر درندوں کا جوٹھا پاک ہے تو وہاں دو قلوں کی قید کیوں ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْحِیَاضِ الَّتِیْ بَیْنَ مَکَّةَ وَالْمَدِیْنَةِ تَرِدُهَا السِّبَاعُ وَالْکِلَابُ وَالْحُمُرُ عَنِ الطُّهْرِ مِنْهَا فَقَالَ لَهَا مَا حَمَلَتْ فِیْ بُطُوْنِهَا وَلَنَا مَا غَبَرَ طُهُوْرٌ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۴۴۸) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان حوضوں کے متعلق پوچھا گیا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہیں جن پر درندے' کتے اور گدھے سب آتے ہیں۔ ان سے وضو کرنا کیسا فرمایا کہ وہ جو اپنے پیٹوں میں لے گئے وہ ان کا جو بچا وہ ہمارا وہ ہمارے لئے پاک کن ہے۱؎ (ابن ماجہ)

(۴۴۸)۱؎ یہ حدیث گزشتہ کی تفسیر ہے یعنی جب پانی زیادہ ہو تو درندوں کے پینے سے ناپاک نہ ہوگا' خیال رہے کہ ان احادیث میں ان حوضوں کی مقدار کا ذکر نہیں ہمارے امام صاحب کے ہاں سو ہاتھ مربع پانی کثیر ہے جس کی دلیل بیر بالوعہ کا مسئلہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ ایک کنویں کا حریم دس ہاتھ ہے کہ اس حد میں دوسرا کنواں نہ کھودا جائے۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ لَا تَغْتَسِلُوْا بِالْمَآءِ الْمُشَمَّسِ فَاِنَّهٗ یُوْرِثُ الْبَرَصَ (رَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِیُّ)

(۴۴۹) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے آپ نے فرمایا کہ دھوپ کے گرم شدہ پانی سے غسل نہ کرو اس لئے کہ وہ کوڑھ پیدا کرتا ہے۱؎ (دار قطنی)

(۴۴۹)۱؎ یہ اگرچہ فاروق اعظم کا قول ہے لیکن صحابہ کرام کی موجودگی میں ہے اور کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا جس سے یہ مسئلہ اجماعی ہوگیا۔ ظاہر یہ ہے کہ اس سے ہر پانی مراد ہے تھوڑا ہو یا زیادہ لہٰذا حوض کا پانی جب دھوپ میں گرم ہو جائے تو اس سے وضو نہ کیا جائے۔

https://archive.org/details/@madni_library

بَابُ تَطْهِيْرِ النَّجَاسَاتِ نجاستوں کے پاک کرنے کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

یہاں نجاستوں سے حقیقی ناپاکیاں مراد ہیں نہ کہ حکمی کیونکہ ان کا ذکر تو پہلے ہو چکا وضو اور غسل کی بحث میں چونکہ حقیقی نجاستیں بہت سی قسم کی ہیں' خفیفہ غلیظہ وغیرہ اس لئے نجاست جمع فرمایا گیا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِیْ اِنَآءِ اَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَ فِیْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ طُهُوْرُ اِنَآءِ اَحَدِكُمْ اِذَا وَلَغَ فِيْهِ الْكَلْبُ اَنْ يَّغْسِلَهٗ سَبْعَ مَرَّاتٍ اُوْلٰهُنَّ بِالتُّرَابِ

(۴۵۰) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا پی جائے تو اسے سات بار دھوؤ (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ فرمایا تم میں سے کسی کے برتن کی پاکی جب اس میں کتا چاٹ جائے تو اسے سات بار دھوئے پہلی بار مٹی سے!

(۴۵۰) ایہی مذہب ہے' امام شافعی وغیرہ فقہاء واکثر محدثین کا کہ کتے کے چاٹنے پر برتن کا سات بار دھونا اور مٹی سے مانجنا ان کے ہاں فرض ہے ہمارے امام اعظم کے نزدیک اس کا حکم بھی دوسری نجاستوں کی طرح ہے کہ اس کے دھونے میں نہ تعداد مقرر ہے نہ مٹی سے صاف کرنا لازم بلکہ گندگی کا اثر دور کرنا ضروری ہے کہ مٹی وغیرہ کا برتن جس میں مسام ہوں تین بار دھویا جائے' تانبہ شیشہ وغیرہ جس میں مسام نہ ہوں اس کا ایک بار دھونا یا پونچھ دینا کافی ہے اس لئے کہ دارقطنی نے ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ حضور فرماتے ہیں جب کتا برتن چاٹ جائے تو اسے تین بار' پانچ بار یا سات بار دھوؤ نیز ابن عربی نے مرفوعاً روایت کی کہ جب کتا برتن چاٹ جائے تو پانی پھینک دو اور برتن تین بار دھولو نیز دارقطنی نے بسند صحیح حضرت عطاء سے روایت کی کہ خود حضرت ابو ہریرہ کا یہ عمل تھا جب ان کا برتن کتا چاٹ جاتا تو پانی گرا دیتے اور برتن تین بار دھو ڈالتے لہٰذا سات بار کی حدیث منسوخ ہے اور یہ احادیث مذکورہ ناسخ۔ اولاً کتوں کا پالنا ممنوع اور ان کا قتل کرنا واجب تھا اس ہی زمانہ میں یہ پابندیاں بھی تھیں جب ضرورۃً کتا پالنا جائز قرار دیا گیا اور اس کا قتل واجب نہ رہا تو سات بار کا حکم بھی منسوخ ہو گیا نیز اگر کتا یا سور برتن میں پیشاب کر دے تو تین بار دھونا کافی' کتے کا لعاب تو پیشاب سے بدتر نہیں لہٰذا اس میں بھی تین بار دھونا کافی ہونا چاہئے یہ سات کا حکم ایسا ہی ہے جیسے شروع میں شراب کے برتنوں کا توڑ دینا فرض تھا پھر وہ حکم نہ رہا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَامَ اَعْرَابِیٌّ فَبَالَ فِی الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَهُ النَّاسُ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهُ وَهَرِيْقُوْا عَلٰى بَوْلِهٖ سَجْلًا مِّنْ مَّآءٍ اَوْ

(۴۵۱) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کر دیا اسے لوگوں نے پکڑ لیا ان سے حضور صلی اللہ علیہ نے فرمایا اسے چھوڑ دو! اور اس کے پیشاب پر پانی کا

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ذَنُوْبًا مِّنْ مَّآءٍ فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ (رواہ البخاری)

ڈول بہا دو۲ کیونکہ تم آسانی کرنے والے بھیجے گئے مشکل میں ڈالنے والے نہیں بھیجے گئے۳ (بخاری)

(۴۵۱)۱ یعنی اسے نہ مارو پیٹو کیونکہ یہ شرعی احکام سے ناواقف ہے' اسلام سے پہلے لوگ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے اور سب کے سامنے ننگے ہونے کو عیب نہ جانتے تھے' نیز وہ مسجد کے آداب وغیرہ سے بے علم تھے۔ معلوم ہوا کہ ناواقف پر سختی نہ کی جائے اسے نرمی سے سمجھایا جائے۲ بعض نے فرمایا کہ سَجل اور ذنوب کے ایک ہی معنی ہیں یعنی ڈول' بڑا ہو یا چھوٹا بعض نے کہا کہ سَجل بڑے ڈول کو کہتے ہیں اور ذنوب مطلقاً ڈول کو' خیال رہے کہ یہ سَجْل س کے زبر' ج اور ل کے سکون سے ہے۔ س اور ج کے زیر اور ل کے شد سے سِجلّ بمعنی کاتب و منشی' یونہی ذَنُوْب ذ کے زبر سے بمعنی ڈول اور ذ کے پیش سے ذنب کی جمع بمعنی گناہ۳ خیال رہے کہ زمین اگرچہ سوکھ کر پاک ہو جاتی ہے لیکن زمین کا دھونا بہت ہی بہتر ہے کہ اس سے گندگی کا رنگ و بو بھی جلدی جاتا رہتا ہے اور اس سے تیمم بھی جائز ہو جاتا ہے اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ ناپاک زمین بغیر دھوئے پاک نہیں ہوسکتی جیسا کہ امام شافعی فرماتے ہیں حضور کا مسجد دھلوانا اس لئے تھا کہ وقت نماز قریب تھا' زمین جلدی سوکھ کر پاک نہ ہوسکتی تھی نیز مسجد میں پاکی کے علاوہ صفائی بھی چاہئے اور یہ دھونے سے ہوتی ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَآءَ اَعْرَابِيٌّ فَقَامَ يَبُوْلُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ مَهْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُزْرِمُوْهُ دَعُوْهُ فَتَرَكُوْهُ حَتّٰى بَالَ ثُمَّ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَاهُ فَقَالَ لَهٗ اِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِّنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَالْقَذِرِ وَاِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةِ وَ قِرَاْءَةِ الْقُرْاٰنِ اَوْكَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَاَمَرَ رَجُلًا مِنَ الْقَوْمِ فَجَآءَ بِدَلْوٍ مِّنْ مَّآءٍ فَسَنَّهٗ عَلَيْهِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۵۲) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور مسجد میں کھڑے ہوکر پیشاب کرنے لگا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے فرمایا ٹھہرو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے نہ روکو چھوڑ دو۱ لوگوں نے چھوڑ دیا حتیٰ کہ اس نے پیشاب کرلیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلاکر فرمایا یہ مسجدیں پیشاب اور گندگی کیلئے نہیں یہ تو صرف اللہ کے ذکر' نماز اور تلاوت قرآن کیلئے ہیں یا جیسا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۲ فرماتے ہیں کہ قوم کے آدمی کو حکم دیا وہ پانی کا ڈول لایا جسے اس پر بہا دیا (مسلم بخاری)

(۴۵۲)۱ کیونکہ پیشاب بیچ میں روکنے سے سخت بیماری پیدا ہو جاتی ہے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فن طب سے پورے واقف ہیں اور امت پر بہت رحیم و کریم' فرمایا مسجد دھل جائے گی لیکن اگر یہ بیمار ہوگیا تو اس کو اور ہم کو سخت دشواری ہوگی۲ اس میں مبلغین کو طریقہ تبلیغ کی تعلیم ہے کہ تبلیغ اخلاق اور نرمی سے ہونی چاہئے۔

وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَتْ سَاَلَتِ امْرَاَةٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِحْدَانَا اِذَا اَصَابَ ثَوْبَهَا

(۴۵۳) روایت ہے حضرت اسماء بنت ابی بکر سے فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ فرمایئے تو ہم میں سے جب کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ

https://archive.org/details/@madni_library

الدَّمُ مِنَ الْحِيضَةِ كَيْفَ تَصْنَعُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصَابَ ثَوْبَ اِحْدَاكُنَّ الدَّمُ مِنَ الْحِيضَةِ فَلْتَقْرُصْهُ ثُمَّ لِتَنْضَحْهُ بِمَاءٍ ثُمَّ لِتُصَلِّ فِيْهِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

جائے تو کیا کرے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو اسے مل دے پھر پانی سے دھودے پھر اس میں نماز پڑھ لے[۱]

(مسلم بخاری)

(۴۵۳)[۱] اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حیض کا خون نجاست غلیظہ ہے اس لئے اس کے دھونے میں مبالغہ کرنا چاہئے اسی لئے سرکار نے دھونے سے قبل ملنے کا حکم دیا۔ دوسرے یہ کہ ناپاک کپڑا دھلتے ہی پاک ہو جاتا ہے اس لئے سوکھنا شرط نہیں۔ تیسرے یہ کہ نضح کے معنی چھڑکنا یا چھینٹا دینا نہیں بلکہ دھونا ہیں کیونکہ حیض کا خون پانی کے چھینٹے سے پاک نہیں ہوتا۔ خوب دھویا جاتا ہے لہذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ شیر خوار لڑکے کا پیشاب چھینٹے سے پاک نہیں ہوتا اس کا دھونا ضروری ہے کیونکہ وہاں بھی لفظ نضح ہی آرہا ہے۔

وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَنِيِّ يُصِيبُ الثَّوْبَ فَقَالَتْ كُنْتُ اَغْسِلُهٗ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ اِلَى الصَّلٰوةِ وَ اَثَرُ الْغَسْلِ فِيْ ثَوْبِهٖ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۵۴) روایت ہے حضرت سلیمان ابن یسار سے[۱] فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے منی کے بارے میں پوچھا جو کپڑے کو لگ جائے فرمانے لگیں کہ میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے دھوتی تھی پس آپ نماز کو تشریف لے جاتے تھے حالانکہ دھونے کا اثر آپ کے کپڑے میں ہوتا[۲] (مسلم بخاری)

(۴۵۴)[۱] آپ ام المومنین حضرت میمونہ کے آزاد کردہ غلام ہیں، فقیہ تابعی ہیں، عطا بن یسار کے بھائی ہیں، ۷۳ سال کی عمر پائی، ۱۰۷ میں وفات پائی[۲] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ منی نجس ہے رینٹ یا تھوک کی طرح پاک نہیں جیسا کہ شوافع کا خیال ہے ورنہ دھونے کی ضرورت نہ پڑتی، دوسرے یہ کہ اپنی بیوی سے منی کا کپڑا دھلوانا جائز ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی خدمت ہے، تیسرے یہ کہ نجس کپڑا دھونے کے بعد ہی پاک ہو جاتا ہے، چوتھے یہ کہ گیلے کپڑے میں نماز جائز ہے۔

وَعَنِ الْاَسْوَدِ وَهَمَّامٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَفْرُكُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ بِرِوَايَةِ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهٗ وَفِيْهِ ثُمَّ يُصَلِّيْ فِيْهِ

(۴۵۵) روایت ہے حضرت اسود[۱] اور ہمام سے[۲] وہ حضرت عائشہ سے راوی فرماتی ہیں کہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی مل دیتی تھی (مسلم) اور علقمہ اور اسود کی ایک روایت میں حضرت عائشہ سے اسی طرح ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ اسی میں نماز پڑھ لیتے[۳]

(۴۵۵)[۱] آپ کا نام اسود ابن ہلال محاربی نخعی ہے، علقمہ ابن قیس کے بھتیجے ہیں، ابراہیم نخعی کے ماموں، حضور کا زمانہ پایا، دیدار نہ کرسکے، خلفائے راشدین کے ساتھیوں میں سے ہیں، ۸۰ حج و عمرے کئے تا وفات ہمیشہ روزہ دار رہے اور دو شب میں ایک ختم قرآن کرتے تھے ۸۴ھ میں وصال ہوا (مرقاۃ واشعۃ)[۲] آپ نخعی تابعی کوفی ہیں، ۶۵ھ میں وفات پائی حضرت عائشہ صدیقہ و ابن مسعود وغیرہم صحابہ کی زیارت کی[۳] اس حدیث سے امام شافعی فرماتے ہیں کہ منی پاک ہے کیونکہ یہ انسان کا مادہ پیدائش ہے کیسے ہوسکتا ہے کہ ایسی پاک

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

چیز ناپاک سے پیدا ہو ہمارے امام صاحب کے نزدیک منی نجس ہے ورنہ اس کے نکلنے سے غسل واجب نہ ہوتا ہاں آسانی کیلئے خشک منی کا مل کر جھاڑ دینا کافی ہے جیسے کہ کھلیان کا گندم جس پر پیشاب پاخانہ کرتے ہیں تقسیم سے پاک ہو جاتا ہے اس سے یہ لازم نہیں کہ گوبر اور پیشاب پاک ہو۔ یہ بھی ضعیف ہے کہ پاک انسان ناپاک منی سے کیسے بنا' ماں کا دودھ جو انسان کی پہلی غذا ہے حیض کے خون سے بنتا ہے بلکہ خود منی خون سے بنی ہے تو کیا خون کو بھی پاک کہو گے یہ تو خدا کی شان کہ ناپاک کو پاک کرے اور پاک کو ناپاک سے بناتا ہے چنانچہ دارقطنی نے حضرت عمار ابن یاسر سے روایت کی کہ حضور نے فرمایا اے عمار پانچ چیزوں سے کپڑا دھوؤ پیشاب' پاخانہ' قے' خون اور منی وہ جو حدیث ابن عباس مشہور ہے کہ حضور نے فرمایا منی تھوک و رینٹ کی طرح ہے جس کا کپڑا یا گھاس سے پونچھ دینا کافی ہے۔ اولاً تو وہ حدیث صحیح نہیں اگر صحیح مان لی جائے تو ان احادیث سے مرجوع یا منسوخ ہے کیونکہ اگر اباحت وحرمت میں تعارض ہو تو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے (فتح القدیر ومرقاۃ واشعۃ)

وَعَنْ اُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ اَنَّهَا اَتَتْ بِابْنٍ لَّهَا صَغِيْرٍ لَّمْ يَاْكُلِ الطَّعَامَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَجْلَسَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجْرِهٖ فَبَالَ عَلٰى ثَوْبِهٖ فَدَعَا بِمَآءٍ فَنَضَحَهٗ وَلَمْ يَغْسِلْهُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۵۶) روایت ہے ام قیس بنت محصن سے [۱] کہ وہ اپنے چھوٹے بیٹے کو جو کھانا نہ کھاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائیں حضور نے اسے اپنی گود میں بٹھا لیا اس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا حضور نے پانی منگایا اس پر پانی بہا دیا خوب نہ دھویا [۲] (مسلم بخاری)

(۴۵۶) [۱] آپ حضرت عکاشہ ابن محصن کی بہن ہیں' قبیلہ بنی اسد سے ہیں' مکہ معظمہ میں اسلام لائیں پھر ہجرت کی [۲] اس حدیث کی بنا پر بعض لوگوں نے کہا کہ شیر خوار لڑکے کا پیشاب پاک ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ ناپاک تو ہے لیکن صرف پانی کے چھینٹے سے پاک ہو جاتا ہے دھونے کی ضرورت نہیں ہمارے امام صاحب کے نزدیک نجاست غلیظہ ہے۔ دھونا فرض یہاں نضح کے معنی پانی بہانا ہے نہ کہ چھینٹا دینا اور لم یغسلہ کے معنی ہیں بہت مبالغہ سے نہ دھویا کیونکہ ایسے لڑکے کا پیشاب پتلا اور کم بدبودار ہوتا ہے ورنہ یہی نضح حضرت اسماء کی حدیث میں حیض کے خون کے بارے میں آ چکا ہے اگر یہاں اس لفظ سے شیر خوار لڑکے کا پیشاب پاک مانا جائے یا وہاں چھینٹا مارا جائے تو حیض کا خون بھی پاک ماننا پڑے گا اور وہاں چھینٹا کافی ماننا پڑے گا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا دُبِغَ الْاِهَابُ فَقَدْ طَهُرَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۵۷) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب کھال پکالی جائے تو پاک ہو جاتی ہے [۱] (مسلم)

(۴۵۷) [۱] یعنی مردار کی کھال دھوپ میں خشک کر لی جائے یا نمک یا کیکر کی چھال چھڑک کر سکھا لی جائے تو پاک ہو جائے گی انسان اور سور کے سوا تمام کھالوں کا حکم یہی ہے کھال کے دھونے کی ضرورت نہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ تُصُدِّقَ عَلٰى مَوْلَاةٍ لِّمَيْمُوْنَةَ بِشَاةٍ فَمَاتَتْ فَمَرَّ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلَّا اَخَذْتُمْ اِهَابَهَا فَدَبَغْتُمُوْهُ

(۴۵۸) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ حضرت میمونہ کی لونڈی کو بکری صدقہ دی گئی وہ مر گئی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر گزرے تو فرمایا کہ تم نے اس کی کھال کیوں نہ اتار لی تم اسے پکا

https://archive.org/details/@madni_library

فَانْتَفَعْتُمْ بِهٖ فَقَالُوْا اِنَّهَا مَيْتَةٌ فَقَالَ اِنَّمَا حُرِّمَ اَكْلُهَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

لیتے اور نفع اٹھاتے لوگوں نے عرض کیا کہ وہ تو مردار ہے فرمایا کہ اس کا کھانا صرف حرام ہے۲ (مسلم بخاری)

(۴۵۸) ۲ اس سے معلوم ہوا کہ مردار جانور کی کھال پکنے سے پاک ہو جاتی ہے حتیٰ کہ مردار کے بال سوکھی ہڈیاں پٹھے پاک ہیں سوا کھانے کے اور کام میں لائے جا سکتے ہیں۔ دیکھو ہاتھی دانت اور مری بھینسوں کے سینگ وغیرہ کی کنگھیاں اور کنگن بنائے جاتے ہیں۔ حضور نے فاطمہ زہرا کو ہاتھی دانت کے کنگن پہنائے۔

وَعَنْ سَوْدَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ مَاتَتْ لَنَا شَاةٌ فَدَبَغْنَا مَسْكَهَا ثُمَّ مَازِلْنَا نَنْبِذُ فِيْهِ حَتّٰى صَارَ شَنًّا (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۵۹) روایت ہے سودہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی سے فرماتی ہیں کہ ہماری بکری مرگئی ہم نے اس کا چمڑا پکالیا پھر ہم اس میں نبیذ بناتے رہے حتیٰ کہ وہ پرانی مشک بن گئی۱ (بخاری)

(۴۵۹) ۱ اس سے معلوم ہوا کہ مردار کی کھال اگر پختہ طور پر پکالی جائے تو بھیگ کر بھی ناپاک نہ ہوگی ہاں اگر صرف دھوپ سے پکائی گئی ہے تو بھیگ کر بدبو بھی دے گی اور ناپاک بھی ہو جائے گی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنْ لُبَابَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ كَانَ الْحُسَيْنُ ابْنُ عَلِيٍّ فِيْ حَجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَالَ عَلٰى ثَوْبِهٖ فَقُلْتُ الْبَسْ ثَوْبًا وَّاَعْطِنِيْ اِزَارَكَ حَتّٰى اَغْسِلَهٗ قَالَ اِنَّمَا يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْاُنْثٰى وَ يُنْضَحُ مِنْ بَوْلِ الذَّكَرِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَ فِيْ رِوَايَةٍ لِّاَبِيْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيِّ عَنْ اَبِي السَّمْحِ قَالَ يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْجَارِيَةِ وَ يُرَشُّ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ

(۴۶۰) روایت ہے حضرت لبابہ بنت حارث سے۱ فرماتی ہیں کہ حضرت حسین ابن علی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں تھے کہ آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا۲ میں نے عرض کیا کہ اور کپڑا پہن لیجئے اپنا تہہ بند مجھے دے دیجئے کہ دھوؤں فرمایا لڑکی کے پیشاب کو خوب دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے پیشاب سے پانی بہا دیا جاتا ہے۳ احمد' ابوداؤد' ابن ماجہ اور ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں ابی سمح سے ہے فرماتے ہیں کہ لڑکی کے پیشاب سے دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے پیشاب پر چھینٹا دیا جاتا ہے۴

(۴۶۰) ۱ آپ کی کنیت ام فضل ہے' قبیلہ بنی عامر سے ہیں' حضرت میمونہ کی ہمشیرہ اور سیدنا عباس کی زوجہ ہیں۔ حضرت عباس کی اکثر اولاد آپ سے ہی ہے۔ بی بی خدیجہ کے بعد سب سے پہلے عورتوں میں آپ اسلام لائیں' عبداللہ بن عباس اور فضل ابن عباس جیسے اسلام کے شہزادوں کی ماں ہیں۲ عشاق کہتے ہیں کہ نانا کی گود میں پیشاب کرنا سنت حسین ہے اور نواسے سے اپنے کپڑوں پر پیشاب کرانا سنت رسول اللہ ہے۔ سنا گیا ہے کہ حضرت مجدد سرہندی رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ میرے بعد میرے ایک نواسہ (یعنی بیٹی کا لڑکا) ہوگا اس بچے سے میری قبر پر پیشاب کرا دیا جائے پھر قبر دھو دی جائے کیونکہ ساری سنتوں پر میں نے عمل کیا' نواسے سے پیشاب کرا لینے کی سنت ادا نہیں ہو سکی یہ سنت میری قبر پر ادا کرائی جائے۔ سبحان اللہ فتویٰ عشق کچھ اور ہی ہے۳ کیونکہ شیر خوار بچی کا پیشاب بچے کے پیشاب سے زیادہ بدبودار ہوتا ہے نیز کپڑے پر پھیلتا زیادہ ہے اس لئے معمولی پانی سے دھلتا نہیں لڑکے کا پیشاب اس کے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

برعکس ہے۔ یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں۔ ۲؎ یہ رش حضرت ابوسمح کا اپنا قول ہے نہ کہ حضور کا فرمان، وہ اپنے خیال میں ینضح کے معنی کر رہے ہیں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں نضح کے معنی پانی بہانا ہے نہ کہ چھینٹا مارنا خیال رہے کہ ابوسمح کا نام ایاد ہے اور آپ حضور کے آزاد کردہ غلام و خادم ہیں۔ بعض علماء نے فرمایا کہ چھوٹے لڑکوں کو عموماً والد اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور مجلسوں میں لے جاتے ہیں اس لئے ان کے پیشاب دھونے میں آسانی کی گئی، لڑکیاں اکثر ماں کی گود ہی میں رہتی ہیں اس لئے اس کی نرمی کی ضرورت نہ تھی واللہ اعلم بالصواب۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَطِیءُ اَحَدُكُمْ بِنَعْلِهِ الْاَذٰی فَاِنَّ التُّرَابَ لَهٗ طَهُوْرٌ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ) وَلِا بْنِ مَاجَةَ مَعْنَاهُ

(۴۶۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے جوتے سے پلیدی کو روندے تو مٹی اس کیلئے پاکی ہے۱؎ (ابوداؤد) اور ابن ماجہ کی روایت میں اس کے معنی ہیں۔

(۴۶۱) ۱؎ یہاں نجاست سے سوکھی ناپاکی مراد ہے، یعنی اگر جوتے یا چمڑے کے موزے سے سوکھی ناپاکی لگ جائے تو آئندہ چلنے کی وجہ سے وہ الگ ہو جائے گی نیز اگر گیلی ناپاکی بھی جوتے وغیرہ میں لگ کر سوکھ جائے وہ بھی زمین سے رگڑ کر پاک ہو جاتی ہے مگر تر ناپاکی جب تک کہ تر رہے رگڑ سے پاک نہیں ہوسکتی نیز غیر دل والی نجاست جیسے پیشاب یا شراب اگر جوتے یا موزے میں لگ کر سوکھ جائے تو بغیر دھوئے پاک نہیں ہوگا یہ حدیث مجمل ہے اس کی تفصیل کتب فقہ سے معلوم کرو۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ لَهَا امْرَاَةٌ اِنِّیْ اُطِیْلُ ذَیْلِیْ وَاَمْشِیْ فِی الْمَكَانِ الْقَذِرِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُطَهِّرُهٗ مَا بَعْدَهٗ (رَوَاهُ مَالِكٌ وَّ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ) وَقَالَا الْمَرْاَةُ اُمُّ وَلَدٍ لِاِبْرَاهِیْمَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ

(۴۶۲) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے کہ ان سے کسی عورت نے کہا میرا دامن لمبا اور میں گندی جگہ میں چلتی ہوں آپ بولیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسے بعد والی زمین پاک کر دے گی۱؎ (مالک، احمد، ترمذی، ابوداؤد، دارمی) ان دونوں نے کہا کہ وہ عورت ابراہیم ابن عبدالرحمن بن عوف کی ام ولد تھیں۲؎

(۴۶۲) ۱؎ یہ حدیث محدثین کے نزدیک صحیح نہیں کیونکہ ابراہیم کی ام ولد مجہول ہیں، علماء امت کا اس پر اجماع ہے کہ ناپاک کپڑا بغیر دھوئے پاک نہیں ہوسکتا چونکہ یہ حدیث صحت کو پہنچتی ہی نہیں نیز اجماع امت بھی اس کے خلاف ہے۔ لہٰذا حدیث میں تاویل کی ضرورت نہیں اور ہوسکتا ہے کہ اس حدیث میں سوکھی ناپاک مراد ہو یعنی اگر کپڑے سے سوکھا گوبر وغیرہ لگ گیا تو آگے جا کر جدا ہو جائے گا کپڑا پاک ہو جائے گا۔ ۲؎ ان کا نام حمیدہ تھا ان کے حالات زندگی کا پتا نہیں ملا۔

وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْكَرِبَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُبْسِ جُلُوْدِ السِّبَاعِ وَالرُّكُوْبِ عَلَیْهَا (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِیُّ)

(۴۶۳) روایت ہے حضرت مقدام ابن معدیکرب سے۱؎ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کی کھال پہننے اور اس پر سوار ہونے سے منع فرمایا۲؎ (ابوداؤد، نسائی)

(۴۶۳) ۱؎ مشہور صحابی ہیں، اہل شام سے ہیں، قبیلہ بنی کندہ سے ہیں، شامیوں کا وفد اسلام لانے کیلئے جو حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اس میں آپ بھی تھے، حمص میں قیام رہا، ۸۷ھ میں شام میں وفات پائی۔ ۲؎ اس لئے نہیں کہ وہ نجس ہیں بلکہ اس لئے کہ اس سے تکبر و

https://archive.org/details/@madni_library

غرور پیدا ہوتا ہے اور یہ ممانعت تنزیہی ہے درندوں کی کھال پر سوار ہونا بیٹھنا ان کی پوستین پہننا وغیرہ سب مکروہ' تقویٰ کے خلاف ہے۔

وَعَنْ اَبِی الْمَلِیْحِ بْنِ اُسَامَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ جُلُوْدِ السِّبَاعِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِیُّ وَزَادَ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ اَنْ تُفْتَرَشَ

(۴۶۴) روایت ہے حضرت ابی الملیح ابن اسامہ سے وہ اپنے والد سے[۱] وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ حضور نے درندوں کی کھالوں سے منع فرمایا[۲] (احمد' ابوداؤد' نسائی) اور ترمذی اور دارمی نے یہ بڑھایا یہ کہ بچھایا جائے۔

(۴۶۴)[۱] آپ کا نام عامر ابن اسامہ ابن عمیر ہے' ہزلی ہیں' جلیل الشان صحابی ہیں' آپ کے والد اسامہ صحابی ہیں[۲] اس کی شرح پہلی حدیث میں گزر چکی یعنی ان پر بیٹھنے سوار ہونے پہننے سے منع فرمایا اور ممانعت تنزیہی ہے۔

وَعَنْ اَبِی الْمَلِیْحِ اَنَّهٗ کَرِهَ ثَمَنَ جُلُوْدِ السِّبَاعِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۴۶۵) روایت ہے حضرت ابی الملیح سے کہ انہوں نے درندوں کے چمڑوں کی قیمت کو ناپسند جانا[۱] (ترمذی)

(۴۶۵)[۱] پکانے سے پہلے کیونکہ وہ نجس ہے اس کی بیع جائز نہیں یا پکانے کے بعد بھی' اس صورت میں یہ ابوالملیح کا اپنا مذہب ہے' تمام ائمہ کے نزدیک جائز ہے یہ روایت ترمذی کی ہے مگر مصنف کو نہ ملی اس لئے انہوں نے یہاں سفیدی چھوڑ دی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُکَیْمٍ قَالَ اَتَانَا کِتَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا تَنْتَفِعُوْا مِنَ الْمَیْتَةِ بِاِهَابٍ وَّلَا عَصَبٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِیُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ

(۴۶۶) اور روایت ہے عبداللہ ابن عکیم سے[۱] فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط آیا کہ تم نہ مردار کی کھال سے نفع اٹھاؤ نہ پٹھے سے۔ (ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ)

(۴۶۶)[۱] آپ تابعین میں سے ہیں کہ حضور کا زمانہ پایا مگر ملاقات نہ کر سکے' قبیلہ بنی بابلہ سے ہیں' یا جہنیہ سے' حضرت عمر فاروق ابن مسعود حضرت حذیفہ سے ملاقات ہے کوفہ میں قیام رہا[۲] کچی کھال کو اہاب کہتے ہیں اور پکی کو جلد' مردار کی کچی کھال بھی نجس ہے اور پٹھا بھی کہ نہ اس سے نفع لینا جائز نہ اس کی تجارت حلال' پکانے اور خشک کرنے کے بعد سب کچھ جائز ہے کہ مردار کا سینگ ناخن وغیرہ جن میں زندگی کا اثر نہیں ہوتا اور جن کے کاٹنے سے اسے تکلیف بھی نہیں ہوتی ان سے نفع اٹھانا مطلقاً جائز ہے یہی تمام ائمہ کا مذہب ہے۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ اَنْ یُّسْتَمْتَعَ بِجُلُوْدِ الْمَیْتَةِ اِذَا دُبِغَتْ (رَوَاهُ مَالِكٌ وَّ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۶۷) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردار کی کھالوں سے نفع حاصل کرنے کا حکم دیا جب پکالی جائیں[۱] (مالک' ابوداؤد)

(۴۶۷)[۱] یہ حکم اباحت اور اجازت کا ہے نہ کہ وجوب کا' مردار سے مراد خنزیر اور انسان کے سوا باقی حیوانات ہیں' خیال رہے کہ مردار کی کھال تو پک کر پاک ہوتی ہے لیکن ذبح شدہ جانور کی کچی کھال بھی پاک ہے' جانور حلال ہو یا حرام حدیث بالکل واضح ہے۔

وَعَنْ مَیْمُوْنَةَ قَالَتْ مَرَّ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رِجَالٌ مِّنْ قُرَیْشٍ یَجُرُّوْنَ شَاةً لَّهُمْ

(۴۶۸) روایت ہے حضرت میمونہ سے فرماتی ہیں کہ قریش کے کچھ لوگ حضور پر گزرے جو اپنی مری بکری کو گدھے کی طرح کھینچ رہے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

مِثْلَ الْحِمَارِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَخَذْتُّمْ اَهَابَهَا قَالُوْا اِنَّهَا مَيْتَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطَهِّرُهَا الْمَاءُ وَالْقَرَظُ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ)

تھے ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اس کی کھال لے لی ہوتی وہ بولے کہ یہ تو مردار ہے[۱] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے پانی اور ببول کے پتے پاک کردیتے ہیں[۲] (احمد وابوداؤد)

(۴۶۸)[۱] ان کا یہ خیال تھا کہ قرآن پاک کا فرمان: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ (۵:۳) تم پر حرام ہے مردار (کنزالایمان) مردار کی ہر چیز کو شامل ہے کہ نہ اس کا کھانا جائز اور نہ اس کی کسی چیز کا استعمال کسی طرح حلال، اس خیال پر وہ اسے پھینکنے کیلئے جارہے تھے معلوم ہوا کہ حدیث کے بغیر قرآن کی سمجھ ناممکن ہے[۲] خیال رہے کہ کھال کی پاکی کیلئے دھونا فرض نہیں لہٰذا یہاں پانی سے مراد کچی دباغت ہے یعنی دھوکر سکھا لینا اور ببول کے پتے اور چھال سے مراد پکی دباغت ہے اور ہوسکتا ہے کہ پانی سے مراد دھونا ہی ہو اور حکم استحبابی ہو یعنی کھال دھوکر پکانا بہت بہتر ہے۔

وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبَّقِ قَالَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ عَلٰى اَهْلِ بَيْتٍ فَاِذَا قِرْبَةٌ مُعَلَّقَةٌ فَسَأَلَ الْمَآءَ فَقَالُوْا لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهَا مَيْتَةٌ فَقَالَ دِبَاغُهَا طُهُوْرُهَا (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۶۹) روایت ہے حضرت سلمہ ابن محبق سے[۱] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ تبوک میں[۲] ایک کے گھر تشریف لے گئے وہاں مشک لٹکی ہوئی تھی آپ نے پانی مانگا وہ بولے یا رسول اللہ یہ مردار کی کھال ہے فرمایا اس کا پکا لینا اس کی پاکی ہے[۳] (احمدابوداؤد)

(۴۶۹)[۱] آپ صحابی ہیں شام کے رہنے والے بعض لوگوں نے محبق کی ب کو زیر سے پڑھا ہے مگر صحیح فتح ہے آپ سے خواجہ حسن بصری وغیرہ نے روایات لی ہیں[۲] تبوک مدینہ منورہ اور شام کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے غزوہ تبوک ۹ھ میں ہوا یہ حضور کا آخری باقاعدہ غزوہ ہے[۳] ان لوگوں نے اپنے خیال میں اس مشک کو ناپاک خیال کیا ہوا تھا اور اس کا پانی نہ پیتے تھے بلکہ گارے وغیرہ میں استعمال کرتے تھے حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہ پکنے سے پاک ہوچکی ہے اس کا پانی پینا جائز ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنِ امْرَاَةٍ مِنْ بَنِيْ عَبْدِالْاَشْهَلِ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لَنَا طَرِيْقًا اِلَى الْمَسْجِدِ مُنْتِنَةً فَكَيْفَ نَفْعَلُ اِذَا مُطِرْنَا قَالَتْ فَقَالَ اَلَيْسَ بَعْدَهَا طَرِيْقٌ هِيَ اَطْيَبُ مِنْهَا قُلْتُ بَلٰى قَالَ فَهٰذِهٖ بِهٰذِهٖ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۷۰) روایت ہے بنی عبدالاشہل کی ایک بی بی صاحبہ سے[۱] فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارا مسجد کا راستہ غلیظ ہے جب بارش ہو تو ہم کیا کریں[۲] فرمایا کیا اس کے بعد اس سے اچھا راستہ نہیں ہے میں بولی ہاں فرمایا تو وہ اس کے بدلے میں ہے[۳] (ابوداؤد)

(۴۷۰)[۱] ان بی بی صاحبہ کا نام معلوم ... [illegible] ... علمی مضر نہیں کیونکہ تمام صحابہ عادل

https://archive.org/details/@madni_library

ہیں۔ رب فرماتا ہے: وَكُلًّا وَّعَدَاللّٰهُ الْحُسْنٰى (۴/۹۵) اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا (کنزالایمان) ۲؎ یعنی خشک زمانہ میں تو وہاں گزرنا بھی آسان اور اس کی گندگی جوتوں کو لگتی بھی نہیں مگر بارش میں گندگیاں جوتوں کو لگ جاتی ہیں اس صورت میں جوتے ناپاک ہوں گے یا پاک ۳؎ اس کا مطلب پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اگر جسم والی تر نجاستیں جوتے یا چمڑے کے موزے کو لگ جائیں تو وہ خشک مٹی سے رگڑ کر پاک ہو جاتے ہیں وہی یہاں مراد ہے پیشاب پتلی نجاستیں بغیر دھلے پاک نہیں ہوسکتیں نیز کرتے کے دامن یا پائجامہ بغیر دھلے پاک نہ ہوں گے لہٰذا یہ حدیث واضح ہے فقہی مسئلہ اس کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نَتَوَضَّأُ مِنَ الْمَوْطِىءِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۴۷۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور ننگے پاؤں چلنے سے وضو نہ کرتے تھے ۱؎ (ترمذی)

(۴۷۱) ۱؎ اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ پاؤں ہی نہ دھوتے تھے کیونکہ اس میں نجاست نہ لگی ہوتی تھی صرف ننگے پاؤں چلنا اور اس میں گرد وغبار لگ جانا' اسے نجس نہیں کر دیتا دوسرے یہ کہ اگر پاؤں نجس بھی ہو جاتے تو صرف پاؤں دھو لیتے تھے وضو نہ کرتے تھے کیونکہ وضو حدث سے ٹوٹتا ہے نہ کہ کسی عضو میں ظاہری گندگی لگ جانے سے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتِ الْكِلَابُ تُقْبِلُ وَتُدْبِرُ فِي الْمَسْجِدِ فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرُشُّوْنَ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۷۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کتے مسجد میں آتے جاتے تھے لیکن صحابہ اس کی وجہ سے مسجد نہ دھوتے تھے ۱؎ (بخاری)

(۴۷۲) ۱؎ اس حدیث کی شرح پہلے گزر چکی اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ کتے کا جسم سوکھا ہو یا گیلا نجس نہیں اور اس کے مسجد میں آ جانے کی وجہ سے زمین گندی نہ ہوگی' ہاں کتے کا لعاب ناپاک ہے یا کتا نجاست میں بھیگا ہو تب اس کا جسم ناپاک' خیال رہے کہ اس حدیث میں اسلام کے ابتدائی حالات کا ذکر ہے جب مسجد نبوی میں نہ دروازہ تھا نہ کوئی اور آڑ اور نہ مسجد کے احترام کے اتنے سخت احکام تھے پھر بعد میں مسجد میں دروازے بھی لگائے گئے کتا تو کیا وہاں ناسمجھ بچوں کا لانا' نجس کپڑے پہن کر آنا حتیٰ کہ جس کے بدن سے بو آ رہی ہو یا جس نے کچا پیاز اور لہسن کھایا ہو یا منہ میں بدبو ہو ان کا داخلہ تک منع کر دیا گیا جیسا کہ باب المساجد میں اس قسم کی بہت سی احادیث آئیں گی لہٰذا اس حدیث کو دیکھ کر اب مسجدوں کو بے آڑ رکھنا یا وہاں ہر گندے اور ناپاک کو آنے دینا درست نہیں ہاں حکم یہی ہے کہ اگر اتفاقاً مسجد میں کتا گھس جائے جس کے جسم پر تر ناپاکی نہ ہو تو اس کو دھونا واجب نہیں۔

وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بَأْسَ بِبَوْلِ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهٗ وَفِيْ رِوَايَةِ جَابِرٍ قَالَ مَا أُكِلَ لَحْمُهٗ فَلَا بَأْسَ بِبَوْلِهٖ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالدَّارُ قُطْنِيُّ)

(۴۷۳) روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس کے پیشاب میں کچھ حرج نہیں جس کا گوشت کھایا جائے اور جابر کی روایت میں ہے کہ جس کا گوشت کھایا جائے اس کے پیشاب سے کوئی حرج نہیں ۱؎ (احمد' دارقطنی)

(۴۷۳) ۱؎ یعنی حلال چرندوں کا پیشاب پاک ہے اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے حلال جانوروں کے پیشاب کو پاک مانا ہمارے امام صاحب کے ہاں ناپاک ہے ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو باب عذاب قبر میں گزر چکی کہ حضور نے فرمایا کہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

پیشاب کی چھینٹوں سے بچو کہ عموماً عذاب قبر اس سے ہوتا ہے اور جس کی قبر پر کھجور کی تر شاخ گاڑی تھی اس کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ اونٹوں کا چرواہا تھا' اس میں حرج سے مراد سخت حرج ہے یعنی جیسے حرام جانوروں کا پیشاب نجاست غلیظہ ہوتا ہے کہ ایک درہم کی بقدر لگنے سے کپڑا نجس ہو جاتا ہے ایسا حلال جانوروں کا پیشاب نہیں بلکہ وہ نجاست خفیفہ ہے کہ چہارم کپڑا آلود ہو تو ناپاک ہوگا لہٰذا یہ حدیث امام صاحب کے خلاف نہیں عرینہ والوں کی حدیث کہ حضور نے انہیں اونٹوں کا پیشاب پینے کی اجازت دی اس کی تحقیق اسی حدیث کے ماتحت کی جائے گی' انشاء اللہ' یہاں صرف اتنا عرض کئے دیتے ہیں کہ سخت ضرورت کے موقع پر دواءً حرام چیز کا استعمال جائز ہے۔

https://archive.org/details/@madni_library

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ موزوں پر مسح کرنے کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

۱؎ چونکہ وضو کل ہے اور مسح جز' نیز موزے کا مسح پاؤں دھونے کا نائب ہے اس لئے اس باب کو وضو کے بعد لائے خیال رہے کہ مسح موزے پر ہوتا ہے نہ کہ موزے میں نیز چمڑے کے موزے پر مسح ہوگا نہ کہ باریک کپڑے یا سوت کے اس لئے مصنف نے علٰے اور خفین ارشاد فرمایا' خیال رہے کہ موزے کا مسح اشارۃً قرآن شریف سے اور صراحۃً بے شمار احادیث سے ثابت ہے لہٰذا اس کا انکار گمراہی ہے۔حضرت انس سے پوچھا گیا کہ اہل سنت کی علامت کیا ہے فرمایا تفضیل الشیخین وحب الختنین والمسح علی الخفین خواجہ حسن بصری کہتے ہیں کہ میں نے ستر صحابہ سے ملاقات کی سب موزوں پر مسح کے قائل تھے امام کرخی فرماتے ہیں کہ مسح کے منکر پر کفر کا اندیشہ ہے کیونکہ موزے کا مسح متواتر احادیث سے ثابت ہے۔خیال رہے کہ ابن عباس و عائشہ صدیقہ نے اولاً اس مسح کا انکار کیا تھا پھر تمام صحابہ کی موافقت فرمائی۔حضرت عائشہ صدیقہ بھی مسح کی قائل ہیں وہ جو کہا جاتا ہے کہ آپ فرماتی ہیں میرا پاؤں کٹ جائے تو اچھا موزے پر مسح کرنے سے یہ محض غلط اور بناوٹی ہے۔

عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ قَالَ سَاَلْتُ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَ جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ وَيَوْمًا وَّلَيْلَةً لِّلْمُقِيْمِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۷۴) روایت ہے حضرت شریح ابن ہانی سے۱؎ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب سے موزوں پر مسح کے متعلق پوچھا۲؎ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کیلئے تین دن رات اور مقیم کیلئے ایک دن رات مقرر فرمائی۳؎ (مسلم)

(۴۷۴)۱؎ آپ تابعی ہیں حضور کے زمانہ شریف میں پیدا ہو چکے تھے آپ کے والد ہانی صحابی ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی کنیت ابوشریح رکھی' حضرت علی مرتضٰی کے مخصوص ساتھیوں میں سے ہیں۲؎ ظاہر یہ ہے کہ آپ کا سوال مدت مسح کے متعلق تھا نہ کہ طریقہ مسح یا دلائل مسح کے متعلق جیسا کے جواب سے ظاہر ہے۳؎ یعنی مسافر بحالت سفر ایک بار موزے پہن کر مسلسل تین دن و رات مسح کر سکتا ہے اور مقیم ایک دن و رات' اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالک احکام ہیں کہ علی مرتضٰی نے اس مدت کی تعین حضور کی طرف نسبت کی دوسرے یہ کہ مدتیں ان لوگوں کیلئے ہیں جو اول سے آخر تک ایک حال پر رہیں' یعنی مثلاً پہنتے وقت بھی مقیم ہوں اور آخر تک مقیم رہیں۔اگر پہنتے وقت تو مقیم تھا مگر مدت ختم ہونے سے پہلے مسافر ہو گیا تو اب مسافر کی مدت پوری کرے گا' یوں ہی مسافر اگر مقیم ہو جائے تو مقیم کی مدت پوری کرے' تیسرے یہ کہ مسح کی مدت حدث کے وقت سے شروع ہوگی کہ نہ پہننے کے وقت سے نہ مسح کے وقت سے چوتھے یہ کہ شرعاً مسافر وہ ہے جو تین دن کی راہ کا سفر کرے اس سے کم سفر سے مسافر نہ ہوگا' ورنہ ایک دن مسافت کا مسافر اس حدیث پر عمل نہیں کر سکتا حالانکہ حدیث ہر مسافر کو عام ہے اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّهٗ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوْكَ قَالَ الْمُغِيْرَةُ فَتَبَرَّزَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ الْغَائِطِ فَحَمَلْتُ مَعَهٗ اِدَاوَةً قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَمَّا رَجَعَ اَخَذْتُ اُهْرِيْقُ عَلٰى يَدَيْهِ مِنَ الْاِدَاوَةِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهٗ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِّنْ صُوْفٍ ذَهَبَ يَحْسُرُ عَلٰى ذِرَاعَيْهِ فَضَاقَ كُمُّ الْجُبَّةِ فَاَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ وَاَلْقَى الْجُبَّةَ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثُمَّ مَسَحَ بِنَا صِيَتِهٖ وَعَلَى الْعِمَامَةِ ثُمَّ اَهْوَيْتُ لِاَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ دَعْهُمَا فَاِنِّيْ اَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا ثُمَّ رَكِبَ وَرَكِبْتُ فَانْتَهَيْنَا اِلَى الْقَوْمِ وَقَدْ قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ وَ يُصَلِّيْ بِهِمْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ ابْنُ عَوْفٍ وَقَدْ رَكَعَ بِهِمْ رَكْعَةً فَلَمَّا اَحَسَّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ يَتَاَخَّرُ فَاَوْمٰى اِلَيْهِ فَاَدْرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ مَعَهٗ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْتُ مَعَهٗ فَرَكَعْنَا الرَّكْعَةَ الَّتِيْ سَبَقَتْنَا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۷۵) روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں شرکت کی مغیرہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن فجر سے پہلے پاخانے گئے میں آپ کے ساتھ ایک برتن لے گیا۱ جب واپس آئے تو آپ کے ہاتھ شریف پر برتن سے پانی ڈالنے لگا آپ نے اپنا ہاتھ اور منہ دھویا۲ آپ پر اونی جبہ تھا آپ کہنیوں سے چڑھانے لگے لیکن جبے کی آستین تنگ تھی۳ تو آپ نے اپنے ہاتھ شریف جبے کے نیچے سے نکالے اور جبہ اپنے کندھوں پر ڈال لیا۴ کہنیوں تک ہاتھ دھوئے پھر پیشانی اور پگڑی پر مسح کیا۵ پھر میں نے آپ کے موزے اتارنے کا ارادہ کیا فرمایا انہیں رہنے دو کیونکہ میں نے انہیں پاکی پر پہنا ہے۶ پھر ان پر مسح فرمالیا پھر آپ سوار ہوئے اور میں بھی ہم قوم تک پہنچے جو نماز کیلئے کھڑے ہو چکے تھے انہیں عبدالرحمن ابن عوف نماز پڑھا رہے تھے ایک رکعت پڑھا چکے تھے۷ جب انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو محسوس کیا تو پیچھے ہٹنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ کیا۸ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ ایک رکعت پائی جب انہوں نے سلام پھیرا تو حضور انور کھڑے ہو گئے میں بھی آپ کے ساتھ کھڑا ہو گیا جو رکعت رہ گئی تھی ہم نے پڑھ لی۹ (مسلم)

(۴۷۵)۱ تا کہ حضور پانی سے استنجا اور وضو کریں معلوم ہوا کہ بزرگوں کی خدمت کیلئے حاضر رہنا اور بغیر حکم کے تیاری خدمت کرنا سنت صحابہ ہے اور نماز کی تیاری وقت نماز سے پہلے سنت ہے۔۲ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ وضو میں دوسرے سے مدد لینا سنت سے ثابت ہے دوسرے یہ کہ بزرگوں کو اس طرح وضو کرانا کہ لوٹا خادم کے ہاتھ میں ہو سنت صحابہ ہے' خیال رہے کہ یہاں کلی اور ناک میں پانی کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ یہ دونوں چہرے میں داخل ہیں۳ پشمینہ اور ان کے لباس پہننا جو کہ صوفیائے کرام کا طریقہ ہے اسی لئے انہیں صوفی کہا جاتا ہے (صوف والے) اس کا ماخذ یہ حدیث ہے حضور کی آستین خوب کشادہ ہوتی تھیں یہ تنگ آستینوں والا جبہ کسی جہاد میں غنیمۃً آیا ہو گا۔ یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار کے بنائے ہوئے کپڑے اور دوسرے ملک کی وضع کا لباس پہننا جائز ہے ان کپڑوں پر خواہ مخواہ ناپاک ہونے کا وہم نہ کرو۔ حضرت عمر فاروق نے حیرہ کے حلے پہننے سے ممانعت فرمائی اور فرمایا سنا گیا ہے کہ وہ لوگ کپڑے پیشاب سے دھوتے ہیں ابی ابن کعب نے عرض کیا کہ عہد نبوی میں یہ جوڑے ہم نے بھی پہنے ہیں اور حضور نے بھی تب آپ نے اپنا حکم واپس لے لیا۔ دوسری قوم کا لباس پہننا جائز ہے بشرطیکہ وہ کفار یا فساق کی علامت نہ ہو۴ نیچے قمیص

https://archive.org/details/@madni_library

اور تہبند بھی تھا ورنہ بے پردگی ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ بیک وقت کرتہ واسکٹ اچکن وغیرہ چند کپڑے پہننا جائز ہے ۵ پیشانی سے مراد سر کا اگلا چوتھائی حصہ ہے کہ یہ عموماً پیشانی کی بقدر ہی ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ حضور ہمیشہ پورے سر کا مسح ہی کرتے تھے چہارم سر کا مسح اس حدیث سے ثابت ہے یہ فرض اور وہ سنت' سرکار نے عمامہ پر مسح نہیں کیا تھا بلکہ اسے پکڑا تھا تاکہ گر نہ جائے حضرت مغیرہ اسے مسح سمجھے لہٰذا یہ حدیث حضرت جابر کی اس حدیث کے خلاف نہیں کہ آپ نے فرمایا عمامہ پر مسح جائز نہیں جب تک کہ سر پر ہاتھ نہ پھیرے (مرقاۃ) ۶ یعنی پہلے وضو کرلیا ہے' پھر موزے پہنے ہیں' خیال رہے کہ اگر کوئی شخص پہلے پاؤں دھو کر موزے پہن لے پھر وضو کے باقی اعضاء دھوتے تب بھی جائز ہے۔ اس حدیث سے یہی ثابت ہورہا ہے کہ فرمایا موزے پہنتے وقت میرے پاؤں پاک تھے یہ نہ فرمایا کہ میں باوضو تھا ۷ یہ اس لئے ہوا کہ جماعت صحابہ کو خیال گزرا کہ حضور نے اور جگہ نماز پڑھ لی ہوگی کیونکہ سرکار ان سے دور تھے اور حالت سفر کی تھی ورنہ صحابہ حضور کے بغیر نماز نہ پڑھتے تھے اگرچہ وقت تنگ ہوتا جیسا کہ بہت سی روایات میں ہے ۸ کہ پیچھے نہ ہٹو نماز پڑھاتے رہو اس سے چند مسائل معلوم ہوئے' ایک یہ کہ صحابہ کرام عین نماز کی حالت میں حضور کی آہٹ کا خیال رکھتے تھے دوسرے یہ کہ صحابہ نماز میں حضور کا ادب کرتے تھے جس سے ان کی نماز ناقص نہ ہوتی تھی بلکہ کامل تر ہوجاتی تھی' تیسرے یہ کہ اگر عین جماعت نماز کی حالت میں حضور تشریف لے آئیں تو موجودہ امام کی امامت منسوخ ہوگئی اور اس وقت سے حضور ہی امام ہوں گے ورنہ حضرت عبدالرحمٰن پیچھے ہٹنے کی کوشش نہ کرتے چوتھے یہ کہ اس امام کو اگر حضور امامت کا حکم دیں تو حضور کا نائب ہوکر امامت کرے گا پانچویں یہ کہ افضل کی نماز مفضول کے پیچھے جائز ہے۔ خیال رہے کہ حضور نے صرف یہ ایک رکعت دوسرے کے پیچھے پڑھی ہے باقی تمام نمازیں پڑھائی ہیں کسی کے پیچھے پڑھی نہیں' ایسا ہی واقعہ صدیق اکبر کو بھی پیش آیا تھا حضور نے انہیں امامت پر قائم رہنے کا اشارہ کیا تھا مگر صدیق اکبر نہ مانے اور مقتدی بن گئے وہ صدیق اکبر کا ادب تھا اور یہ حضرت عبدالرحمٰن کی فرمانبرداری دونوں اللہ کے پیارے ہیں مگر صدیق صدیق ہی ہیں ۹ اس سے معلوم ہوا کہ مسبوق اپنی باقی ماندہ رکعت ادا کرنے کیلئے امام کے دوطرفہ سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہوا جیسا کہ فلما سلم سے معلوم ہوا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ رَخَّصَ لِلْمُسَافِرِ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ وَّلَیَالِیْھُنَّ وَلِلْمُقِیْمِ یَوْمًا وَّلَیْلَۃً اِذَا تَطَھَّرَ فَلَبِسَ خُفَّیْہِ اَنْ یَّمْسَحَ عَلَیْھِمَا رَوَاہُ الْاَثْرَمُ فِیْ سُنَنِہٖ وَابْنُ خُزَیْمَۃَ وَالدَّارُ قُطْنِیُّ وَقَالَ الْخَطَّابِیُّ ھُوَ صَحِیْحُ الْاِسْنَادِ ھٰکَذَا فِی الْمُنْتَقٰی

(۴۷۶) روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے ۱ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے مسافر کو تین دن و رات کو اور مقیم کو ایک دن و رات تک موزوں پر مسح کی اجازت دی جبکہ پاک ہوکر پہنے ہوں ۲ اثرم نے اپنی سنن میں اسے روایت کیا اور ابن خزیمہ اور دار قطنی نے اور خطابی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے یوں ہی منتقی میں ہے ۳

(۴۷۶) ۱ آپ کا نام شریف نفیع ہے' ثقفی ہیں' مشہور صحابی ہیں' غزوہ طائف میں ایمان لائے' آخر عمر شریف میں بصرہ میں قیام رہا' ۴۹ھ میں وہیں وفات پائی ۲ اس کی پوری شرح اور اس سے مسائل کا استنباط پہلے گزر چکا' عام علماء کا یہی قول ہے کہ مسافر تین دن

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

سے زیادہ اور مقیم ایک دن سے زیادہ مسح نہیں کر سکتے ہاں حنفیوں کے نزدیک یہ مدت حدث کے وقت سے شروع ہوگی۔۳؎ منتقٰی ابن تیمیہ حنبلی کی کتاب ہے (مرقاۃ) شیخ فرماتے ہیں کہ یہ خطابی کی تصنیف ہے۔

وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُنَا اِذَا كُنَّا سَفْرًا اَنْ لَّا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيْهُنَّ اِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ وَّلٰكِنْ مِّنْ غَائِطٍ وَّبَوْلٍ وَّنَوْمٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ

(۴۷۷) روایت ہے حضرت صفوان ابن عسال۱؎ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو حکم دیتے تھے کہ جب ہم سفر میں ہوں تو تین دن و رات موزے نہ اتاریں۲؎ مگر جنابت سے لیکن پاخانہ پیشاب اور نیند سے (موزے نہ اتاریں)۳؎ (ترمذی' نسائی)

(۴۷۷)۱؎ مشہور صحابی ہیں' قبیلہ نبی مراد سے ہیں' کوفہ میں قیام رہا' حضور کے ساتھ بارہ غزووں میں شریک رہے۲؎ یہ حکم اجازت کا ہے نہ کہ وجوبی کیونکہ مسافر کو تین دن تک مسح کرنا جائز ہے۳؎ یعنی حدث اصغر میں موزوں کا مسح درست اور حدث اکبر میں ناجائز غسل میں پاؤں دھونا ہی فرض ہیں۔ اس عبارت میں عجیب لطف ہے کہ اِلَّا نے نفی توڑ کر ثبوت کیا پھر لٰکِنْ نے اِلَّا کا ثبوت توڑ کر نفی پیدا کی' اس پر نحویوں نے معرکۃ الا را بحثیں کی ہیں۔

وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ وَضَّاْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَمَسَحَ اَعْلَى الْخُفِّ وَاَسْفَلَهُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ مَّعْلُوْلٌ وَّسَاَلْتُ اَبَا زُرْعَةَ وَ مُحَمَّداً يَّعْنِي الْبُخَارِيَّ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَا لَيْسَ بِصَحِيْحٍ وَّكَذَا ضَعَّفَهُ (اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۷۸) روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے غزوہ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرایا تو آپ نے موزے کے اوپر نیچے مسح فرمایا۱؎ (ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ) ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث معلول ہے اور میں نے ابوزرعہ اور محمد یعنی امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو ان بزرگوں نے فرمایا کہ صحیح نہیں یوں ہی ابوداؤد نے اسے ضعیف فرمایا۲؎

(۴۷۸) یہ حدیث ضعیف ہے اور ان احادیث کے خلاف ہے جن میں صرف اوپر کے مسح کا ذکر ہے لہٰذا لائق عمل نہیں' مسح صرف موزے کے اوپر ہوگا نہ کہ نیچے جیسا کہ اگلی احادیث میں آرہا ہے' یہی ہمارے امام صاحب کا مذہب ہے اور ہوسکتا ہے کہ حضور نے اپنا تلوہ دوسرے ہاتھ سے پکڑ کر اٹھایا ہو اور داہنے ہاتھ سے اوپر مسح کیا ہو دیکھنے والے سمجھے کہ آپ نیچے بھی مسح کر رہے ہیں۲؎ اس حدیث کے ضعف کی دو وجہیں ہیں ایک یہ کہ اس کی اسناد حضرت مغیرہ تک متصل نہیں بلکہ اس کے راوی وراد ہیں' یعنی حضرت مغیرہ کے غلام دوسرے یہ کہ اس کی اسناد میں ثور ابن یزید' رجا ابن حیوہ جیسے راوی ہیں اور ثور کی ملاقات رجا سے ثابت نہیں نیز یہ حدیث حضرت مغیرہ کی اس صحیح حدیث کے خلاف ہے' جس میں فقط اوپر کا ذکر ہے لہٰذا حدیث میں اضطراب بھی ہے۔

وَعَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ عَلٰى ظَاهِرِهِمَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۷۹) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ موزوں کے اوپر مسح کرتے تھے۱؎ (ترمذی' ابوداؤد)

(۴۷۹)۱؎ یہ حدیث صحیح بھی ہے اور متصل بھی' اس میں صرف ظاہر موزہ کا ذکر ہے نیچے کا نہیں یہی ہمارے امام صاحب کا قول ہے۔

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنْهُ قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۸۰) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جرابوں اور پاتابوں پر مسح کیا[1] (احمد ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ)

(۴۸۰)[1] اونی یا سوتی موزوں کو جراب کہا جاتا ہے ان پر مسح تین صورتوں میں جائز ہے ایک یہ کہ بہت موٹے ہوں کہ بغیر باندھے پنڈلی پر ٹھہر جائیں چلنے پھرنے سے ڈھلک نہ جائیں۔ دوسرے یہ کہ اس کے صرف تلے میں چمڑا سلا ہو جسے منعل کہتے ہیں' تیسرے یہ کہ اس کے ظاہری قدم پر بھی چمڑا سلا ہو جسے مجلد کہتے ہیں' یہاں پہلی صورت کی جرابیں مراد ہیں یعنی موٹی نعلین سوتی پاتابے کہلاتے ہیں' جو جرابوں پر ان کی حفاظت کیلئے پہنے جاتے ہیں اگر یہ باریک ہوں کہ مسح کی تری جراب تک پہنچ جائے تو ان پر مسح جائز ہے ورنہ نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ مَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَسِيْتَ قَالَ بَلْ اَنْتَ نَسِيْتَ بِهٰذَا اَمَرَنِيْ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوُدَ)

(۴۸۱) روایت ہے حضرت مغیرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ بھول گئے فرمایا بلکہ تم بھول گئے مجھے میرے رب عزوجل نے اسی کا حکم دیا[1] (احمد ابوداؤد)

(۴۸۱)[1] چونکہ حضرت مغیرہ نے اس سے پہلے موزوں کا مسح نہ دیکھا تھا اس لئے یہ سوال کیا اور بزرگوں کی طرف بھول کی نسبت کرنا خود اپنی غلطی اور بھول ہے اس لئے حضور نے فرمایا کہ تم طریقہ ادب بھول گئے اس حدیث کے آخری جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ موزوں پر مسح قرآن شریف سے بھی ثابت ہے کیونکہ: وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ (۶،۵) اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ (کنزالایمان) میں ایک قرأت ارجل کے لام کے کسرہ سے بھی ہے اور عام قرأت فتح سے مطلب یہ ہوا کہ موزے پہنے ہوں تو مسح کرو نہ پہنے ہوں تو دھولو اور ممکن ہے کہ یہاں اللہ کا حکم سے مراد وحی خفی ہو۔

وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّهُ قَالَ لَوْ كَانَ الدِّيْنُ بِالرَّاْيِ لَكَانَ اَسْفَلُ الْخُفِّ اَوْلٰى بِالْمَسْحِ مِنْ اَعْلَاهُ وَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلٰى ظَاهِرِ خُفَّيْهِ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ مَعْنَاهُ)

(۴۸۲) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں اگر دین رائے سے ہوتا تو موزوں کے نیچے مسح کرنا اوپر مسح کرنے سے بہتر ہوتا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ موزوں کے اوپر مسح کرتے تھے[1] (ابوداؤد) دارمی نے اس کے معنی کی روایت کی۔

(۴۸۲)[1] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ موزوں کے صرف ظاہر پر مسح ہوگا نہ کہ تلے پر جیسا کہ ہمارے امام صاحب کا قول ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر عقل حکم شرح کے خلاف ہو تو عقل مردود ہے اور حکم شرع مقبول دیکھو حضرت علی کی عقل کہتی تھی کہ موزے کے نیچے مسح ہونا چاہئے کیونکہ زمین سے وہی حصہ لگتا ہے اور گندگی سے وہی قریب رہتا ہے مگر حکم شرعی کے مقابل آپ نے اپنی رائے چھوڑ دی امام اعظم فرماتے ہیں کہ اگر دین رائے سے ہوتا تو میں پیشاب سے غسل واجب کرتا اور منی سے وضو کیونکہ پیشاب بالاتفاق نجس ہے اور منی بعض علماء کے ہاں پاک بھی ہے اور میں لڑکی کو لڑکے سے دگنی میراث دیتا کیونکہ لڑکی کمزور ہے (مرقاۃ)

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بَابُ التَّیَمُّمِ — تیمّم کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

۱؎ تیمم لغت میں قصد اور ارادے کو کہتے ہیں۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ (۲، ۲۶۷) اور خاص ناقص کا ارادہ نہ کرو کہ دو تو اس میں سے (کنزالایمان) شریعت میں پاکی کی نیت سے زمین پر دو بار ہاتھ مار کر چہرے اور ہاتھوں پر پھیرنے کو تیمم کہتے ہیں، تیمم جنابت سے بھی ہوتا ہے اور بے وضو سے بھی دونوں کا طریقہ ایک ہی ہے صرف نیت میں فرق ہے۔ تیمم صرف جنس زمین سے ہوسکتا ہے، جنس زمین وہ ہے جو زمین سے پیدا ہو اور آگ میں نہ گلے نہ راکھ بنے اس کے مسائل فقہ میں دیکھو۔

عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلٰثٍ جُعِلَتْ صُفُوْفُنَا كَصُفُوْفِ الْمَلٰٓئِكَةِ وَجُعِلَتْ لَنَا الْاَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا وَّجُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طُهُوْراً اِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَآءَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۸۳) روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم کو دوسرے لوگوں پر تین چیزوں سے بزرگی دی گئی۱؎ ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح کی گئیں۲؎ ہمارے لئے ساری زمین مسجد بنا دی گئی۳؎ اور جب پانی نہ پائیں تو اس کی مٹی پاک کرنے والی کردی گئی ۴؎ (مسلم)

(۴۸۳) ۱؎ یعنی یہ تین چیزیں وہ ہیں جو ہماری امت کو ملیں ہمارے سوا کسی کو ان میں سے ایک بھی نہ ملی، خیال رہے کہ یہ تین حصر کیلئے نہیں کیونکہ اس امت کی اس کے علاوہ اور بہت سی خصوصیات ہیں ۲؎ یعنی نمازیوں کی صفیں جماعت میں اور غازیوں کی صفیں میدان جہاد میں ایسی اعلیٰ اور افضل ہیں جیسے مقرب فرشتوں کی صفیں بارگاہ الٰہی میں بوقت عبادت ۳؎ کہ ہر جگہ نماز ہوسکتی ہے پچھلی امتوں کی نمازیں صرف گرجوں اور کنیسوں ہی میں ہوسکتی تھیں، زمین میں پہاڑ اور ہوائی جہاز وغیرہ سب داخل ہیں، خیال رہے کہ روڑی، قبرستان، بت خانہ، مذبحہ وغیرہ میں نماز درست نہیں مگر یہ ایک عارضہ کی وجہ سے ہے، اگر یہ عارضہ ہٹ جائے تو نماز درست لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں ۴؎ پانی نہ پانے سے مراد اس کے استعمال پر نہ قادر ہونا ہے خواہ اس لئے کہ پانی موجود نہ ہو یا اس لئے کہ موجود تو ہو مگر دشمن یا موذی کی وجہ سے استعمال نہ کر سکے مٹی سے مراد جنس زمین کی ہر چیز ہے ریتا، پتھر، کان کا نمک، پتھری کوئلہ وغیرہ سب داخل ہیں۔

وَعَنْ عِمْرَانَ قَالَ كُنَّا فِیْ سَفَرٍ مَّعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ فَلَمَّا انْفَتَلَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مُّعْتَزِلٍ لَّمْ یُصَلِّ مَعَ الْقَوْمِ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ یَا فُلَانُ اَنْ تُصَلِّیَ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ اَصَابَتْنِیْ جَنَابَةٌ وَّلَا مَآءَ قَالَ عَلَیْكَ

(۴۸۴) روایت ہے حضرت عمران سے فرماتے ہیں کہ ہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے کہ آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو ایک شخص کو دیکھا جو الگ تھا قوم کے ساتھ نماز نہ پڑھی فرمایا اے فلاں! تجھے قوم کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس نے روکا؟ عرض کیا مجھے جنابت پہنچی اور پانی ہے نہیں

https://archive.org/details/@madni_library

بِالصَّعِيدِ فَإِنَّهُ يَكْفِيكَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) تو فرمایا تیرے لئے مٹی ہے۲ وہ تجھے کافی ہے۳ (مسلم بخاری)

(۴۸۴)۱ یعنی تو نے جماعت کے ساتھ نماز کیوں نہ پڑھی اس عتابانہ سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت نماز سے علیحدہ بیٹھا رہنا برا ہے اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ جو جماعت سے نماز نہ پڑھ سکے وہ جماعت اولیٰ کے وقت جماعت کی جگہ نہ بیٹھے کہ اس میں جماعت سے روگردانی ہے بلکہ وہاں سے چلا جائے ۲ امام شافعی یہاں صعید کے معنی مٹی کرتے ہیں ان کے نزدیک تیمم صرف مٹی سے ہو سکتا ہے امام اعظم و امام مالک صعید کے معنی روئے زمین کرتے ہیں (ما صعد علی الارض) اس لئے ان دو بزرگوں کے ہاں ہر جنس زمین سے تیمم جائز' ان دو بزرگوں کی دلیل بخاری شریف کی حدیث جابر ہے کہ حضور نے فرمایا وجعلت لی الارض مسجدا وطھورا اس میں ہر قسم کی زمین کو مطہر قرار دیا گیا' بخاری شریف کی یہ حدیث صعید اور پچھلی حدیث جس میں تربت کا ذکر ہوا کی تفسیر ہے ۳ غالبًا ان صاحب کو تیمم کا طریقہ آتا تھا مگر یہ خبر نہ تھی کہ تیمم جنابت سے بھی ہو جاتا ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طریقہ نہ بتایا۔

وَعَنْ عَمَّارٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ إِنِّي أَجْنَبْتُ فَلَمْ أُصِبِ الْمَاءَ فَقَالَ عَمَّارٌ لِعُمَرَ أَمَا تَذْكُرُ أَنَّا كُنَّا فِي سَفَرٍ أَنَا وَأَنْتَ فَأَمَّا أَنْتَ فَلَمْ تُصَلِّ وَأَمَّا أَنَا فَتَمَعَّكْتُ فَصَلَّيْتُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ هٰكَذَا فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَفَّيْهِ الْأَرْضَ وَنَفَخَ فِيهِمَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَلِمُسْلِمٍ نَحْوَهُ وَفِيهِ قَالَ إِنَّمَا يَكْفِيكَ أَنْ تَضْرِبَ بِيَدَيْكَ الْأَرْضَ ثُمَّ تَنْفُخَ ثُمَّ تَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَكَ وَكَفَّيْكَ

(۴۸۵) روایت ہے حضرت عمار سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر ابن خطاب کی خدمت میں آیا اور وہ بولا کہ میں جنبی ہو جاتا ہوں اور پانی پاتا نہیں۱ تب حضرت عمار نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین کیا آپ کو یاد نہیں کہ ہم اور آپ سفر میں تھے آپ نے تو نماز نہ پڑھی اور میں خوب لوٹا پھر نماز پڑھ لی۲ پھر میں نے یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو فرمایا کہ تم کو یہ کافی تھا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں مبارک ہاتھ زمین پر مارے اور ان میں پھونکا۳ پھر انہیں منہ اور ہاتھ پر پھیر لیا۴ (بخاری) اور مسلم میں اسی کی مثل ہے اس میں یہ بھی ہے کہ تمہیں یہ کافی تھا کہ اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارتے پھر پھونک لیتے پھر انہیں اپنے منہ اور ہاتھوں پر پھیر لیتے۵

(۴۸۵)۱ تو کیا کروں آپ نے جواب دیا نماز نہ پڑھو جب تک کہ پانی نہ ملے اس لئے کہ تیمم صرف وضو کے موقع پر ہو سکتا ہے (مرقاۃ) یا آپ جواب سے خاموش رہے کیونکہ مسئلہ معلوم نہ تھا (اشعۃ اللمعات) خیال رہے کہ حضرت عمر و ابن مسعود جنابت تیمم کے قائل نہ تھے۔ حضرت ابن مسعود نے مسئلہ معلوم ہونے پر اس سے رجوع کر لیا لیکن عمر فاروق نے توقف کیا ۲ یعنی سفر میں میں اور آپ جنبی ہو گئے پانی تھا نہیں تیمم کا مسئلہ کسی کو معلوم نہ تھا آپ نے تو پانی کے انتظار میں نماز ہی نہ پڑھی اور میں نے تیمم غسل کو غسل پر قیاس کیا اور تمام جسم پر مٹی لگائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ عہد نبوی میں ضرورت کے وقت صحابہ کرام قیاس کرتے تھے نیز کبھی قیاس میں غلطی بھی کر جاتے تھے لیکن حضور انہیں غلطی پر ملامت نہ فرماتے تھے بلکہ اصلاح فرما دیتے تھے چونکہ خطاء اجتہادی پر گرفت نہیں ۳ تاکہ تیمم میں چہرے پر مٹی نہ لگ جائے کیونکہ تیمم کا مقصد پاکی ہے نہ کہ چہرہ لتھیڑ کر سادھو بن جانا اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ فیشن کیلئے چہرے پر پاؤڈر وغیرہ ملنا ناجائز ہے کہ مثلہ ہے یعنی چہرہ بگاڑنا ۴ اس ظاہری معنی کی بنا پر امام احمد و اوزاعی تیمم میں ایک بار ہی ہاتھ مارتے ہیں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

لیکن پہلے بھی گزر گیا اور آئندہ بھی آئے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمّم میں دو بار زمین پر ہاتھ مبارک مارے اور اسی کا حکم بھی دیا۔ لہذا یہاں مراد نہیں بلکہ بیان نوعیت ہے، یعنی جنابت کے تیمّم میں زمین پر لوٹنے کی ضرورت نہیں صرف مٹی پر ہاتھ مار کر چہرے و ہاتھوں پر پھیر لینا کافی ہے تاکہ احادیث میں تعارض نہ ہو نیز یہاں کفین سے مراد ہتھیلیاں یا کلائیاں نہیں بلکہ کہنیوں تک پورے ہاتھ ہیں جیسا کہ دیگر احادیث میں ہے یہ حدیث مجمل ہے اور وہ احادیث اس کی تفصیل کبھی ید بول کر کلائیاں مراد لیتے ہیں جیسے **فاقطعوا ایدھما** ۵ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کر کے بھی دکھایا ہو اور فرما بھی دیا ہو لہذا ان دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں، بعض روایات میں ہے کہ حضرت عمر فاروق کو یہ واقعہ یاد نہ آیا اور حضرت عمار سے کہا اے عمار خدا سے ڈرو۔

وَعَنْ اَبِي الْجُهَيْمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ قَالَ مَرَرْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبُوْلُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ حَتّٰى قَامَ اِلٰى جِدَارٍ فَحَتَّهٗ بِعَصًا كَانَتْ مَعَهٗ ثُمَّ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى الْجِدَارِ فَمَسَحَ وَجْهَهٗ وَ ذِرَاعَيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَيَّ وَلَمْ اَجِدْ هٰذِهِ الرِّوَايَةَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ وَلَا فِي كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ وَلٰكِنْ ذَكَرَهٗ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

(۴۸۶) روایت ہے حضرت جہیم ابن حارث ابن صمۃ سے ۱ فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر گزرا جب کہ آپ پیشاب کر رہے تھے میں نے آپ کو سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا حتیٰ کہ آپ دیوار کی طرف گئے اسے لاٹھی سے جو آپ کے ساتھ تھی کھرچا ۲ پھر اپنے ہاتھ دیوار پر لگائے پھر اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا ۳ پھر میرا جواب دیا ۴ میں نے یہ روایت نہ تو صحیحین میں پائی اور نہ کتاب حمیدی میں لیکن اسے شرح سنہ میں ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔۵

(۴۸۶) ۱ مشہور صحابی انصاری ہیں، ابی ابن کعب کے بھانجے ہیں، امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی ۲ کیونکہ دیوار کے ظاہری حصے پر یا پلیدی تھی یا کیڑے مکوڑے اس کھرچنے سے تیمّم کیلئے پاک وصاف مٹی ظاہر ہوگئی، اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی دیوار پر بغیر اجازت تیمّم کر لینا اور ضرورۃً کچھ کھرچ لینا جس سے دیوار کو نقصان نہ ہو جائز ہے ۳ یعنی دوبار ہاتھ مارے ایک بار چہرے کیلئے اور دوسری بار کہنی تک ہاتھوں کیلئے ۴ خیال رہے کہ قضاء حاجت کی حالت میں سلام کرنا منع اور اگر کوئی کر دے تو جواب واجب نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب دینا اخلاق کریمانہ کی بنا پر تھا، اس کی تحقیق باب **مخالطۃ الجنب** میں کی جا چکی ہے کہ حضور کا یہاں جواب سلام کیلئے تیمّم کرنا ایک خاص حال تھا اور طہارت وغیر طہارت ہر حال میں ذکر خدا کرنا قانون شرعی تھا نیز پانی کے ہوتے ہوئے تیمّم کرنا ایسا تھا جیسے نماز جنازہ کیلئے تیمّم کر لینا لہذا نہ حدیثیں متعارض ہیں اور نہ اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ تیمّم جائز کیونکر ہوا ۵ یہ مصنف پر اعتراض ہے کہ وہ فصل اول میں غیر شیخین کی روایت لے آئے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الصَّعِيْدَ الطَّيِّبَ وُضُوْءُ الْمُسْلِمِ وَاِنْ لَّمْ

(۴۸۷) روایت ہے ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پاک مٹی مسلمان کا آب وضو ہے اگرچہ دس سال

https://archive.org/details/@madni_library

يَجِدِ الْمَآءَ عَشَرَ سِنِيْنَ فَإِذَا وَجَدَ الْمَآءَ فَلْيَمَسَّهُ بَشَرَهٗ فَإِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ رَوَى النَّسَائِيُّ نَحْوَهٗ اِلٰى قَوْلِهٖ عَشَرَ سِنِيْنَ

پانی نہ پائے اپھر جب پانی پائے تو اس سے اپنا بدن دھوئے کہ یہ یقیناً بہتر ہے۲ (احمد، ترمذی، ابوداؤد) نسائی نے اس کی مثل روایت کی دس سال کے قول تک ۳

(۴۸۷) ایہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ تیمم وضو کی طرح طہارت مطلقہ اور کاملہ ہے لہٰذا ایک تیمم سے ایک وقت میں بھی چند نمازیں پڑھ سکتے ہیں اور ایک وقت کے تیمم سے کئی وقت تک نمازیں پڑھ سکتے ہیں کیونکہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو قرار دیا تو جو وضو کا حکم ہے وہی اس کا حکم ہے۔ امام شافعی کے ہاں تیمم ضرورت طہارت ہے کہ وقت نماز نکل جانے سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے اور ایک تیمم سے چند نمازیں نہیں پڑھ سکتے سیدنا ابن عمر سے مروی ہے کہ آپ ہر نماز کیلئے الگ تیمم کرتے تھے۔ یہ استحبابا تھا جیسے وضو پر وضو کر لینا ۲ بہتر سے مراد اصل ہے یعنی پانی اصل طہارت ہے اور اس کی عدم موجودگی میں تیمم اس کا نائب جب اصل آ گیا تو نائب کی گنجائش نہ رہی اس کا مطلب یہ نہیں کہ تیمم بھی جائز ہے مگر وضو بہتر رب فرماتا ہے: اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا (۲۵،۲۴) جنت والوں کا اس دن اچھا ٹھکانہ (کنز الایمان)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا فِيْ سَفَرٍ فَاَصَابَ رَجُلًا مِّنَّا حَجَرٌ فَشَجَّهٗ فِيْ رَاْسِهٖ فَاحْتَلَمَ فَسَأَلَ اَصْحٰبَهٗ هَلْ تَجِدُوْنَ لِيْ رُخْصَةً فِي التَّيَمُّمِ قَالُوْا مَانَجِدُ لَكَ رُخْصَةً وَاَنْتَ تَقْدِرُ عَلَى الْمَآءِ فَاغْتَسَلَ فَمَاتَ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُخْبِرَ بِذٰلِكَ قَالَ قَتَلُوْهُ قَتَلَهُمُ اللّٰهُ اَلَا سَاَلُوْا اِذْ لَمْ يَعْلَمُوْا فَاِنَّمَا شِفَآءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْهِ اَنْ يَّتَيَمَّمَ وَ يُعَصِّبَ عَلٰى جُرْحِهٖ خِرْقَةً ثُمَّ يَمْسَحَ عَلَيْهَا وَيَغْسِلُ سَائِرَ جَسَدِهٖ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

(۴۸۸) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں ہم ایک سفر میں گئے تو ہم میں سے ایک شخص کو پتھر لگ گیا جس نے اس کے سر میں زخم کر دیا۔ پھر اسے احتلام ہو گیا تو اپنے ساتھیوں سے پوچھا کیا تم میرے لئے تیمم کی اجازت پاتے ہو؟ وہ بولے تیرے لئے تیمم کی اجازت نہیں پاتے تو پانی پر قادر ہے۔ اس نے غسل کر لیا پس مر گیا اجب ہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کو اس کی خبر دی گئی فرمایا انہیں خدا غارت کرے اسے انہوں نے مار دیا ۲ جب جانتے نہ تھے پوچھ کیوں نہ لیا بے علمی کا علاج پوچھ لینا ہے ۳ اسے یہ کافی تھا کہ تیمم کر لیتا اور اپنے زخم پر کپڑا لپیٹ لیتا پھر اس پر ہاتھ پھیر لیتا اور باقی جسم دھو ڈالتا ۴ (ابوداؤد) اور ابن ماجہ نے حضرت عطاء ابن رباح سے انہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کی۔

(۴۸۸) اگر وہ سمجھے کہ تیمم بیمار کیلئے نہیں صرف پانی نہ ملنے کی حالت میں ہے کیونکہ رب فرماتا ہے: فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (۴۵) اور ان صورتوں میں پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمم کرو (کنز الایمان) یہ ہے اجتہاد کی غلطی اور خطا ۲ یہ ہے صحابہ کا تقویٰ اور خوف خدا کہ جان دے دی مگر نماز چھوڑنا گوارا نہ کیا ۳ یعنی یہ لوگ اس کی موت کا سبب بن گئے نہ ایسا فتویٰ دیتے نہ وہ غسل کرکے وفات پاتا اور یہ بددعا اظہار ناراضی کیلئے ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر خطا اجتہادی کی بنا پر قتل بھی واقع ہو جائے تب بھی مجتہد پر قصاص یا دیت بلکہ گناہ بھی نہیں لہٰذا حضرت علی و امیر معاویہ عائشہ صدیقہ کی جنگوں میں جو مسلمانوں کا کشت و خون ہوا اس کی پکڑ کسی پر نہیں ۴ یعنی انہیں چاہئے تھا کہ اپنی طرف سے فتویٰ نہ دیتے بلکہ میرے پاس آنے تک صبر کرتے مجھ سے مسئلہ پوچھتے ۵ امام اعظم کے نزدیک

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ویعصب کا واؤ بمعنی او ہے مطلب یہ ہے کہ اگر وہ غسل بالکل نہ کرسکتا تھا تب تو تیمم کر لیتا اور اگر صرف سر پر پانی ڈالنا مضر تھا تو زخم پر پٹی باندھ کر مسح کر لیتا باقی جسم دھو لیتا امام شافعی اس واؤ کو جمع کیلئے مانتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایسی حالت میں تیمم بھی کرے اور غیر مجروح حصے کا غسل بھی لیکن امام اعظم کا قول بہت قوی ہے کیونکہ تیمم غسل کا نائب ہے اور نائب و اصل کبھی جمع نہیں ہوسکتے نیز محدثین کے نزدیک یہ حدیث ضعیف بھی ہے دیکھو مرقاۃ۔ خیال رہے کہ مشکوک پانی کی صورت میں غسل و تیمم دونوں کرتے ہیں اس کی وجہ ہماری اپنی بے علمی ہے کہ یہ پانی مطہر ہے یا نہیں وہاں اصل و نائب کا اجتماع نہیں وہاں یا غسل ہی طہارت ہے یا تیمم ہی۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ خَرَجَ رَجُلَانِ فِیْ سَفَرٍ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوۃُ وَلَیْسَ مَعَهُمَا مَاءٌ فَتَیَمَّمَا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَصَلَّیَا ثُمَّ وَجَدَا الْمَآءَ فِی الْوَقْتِ فَاَعَادَ اَحَدُهُمَا الصَّلٰوۃَ بِوُضُوْءٍ وَّلَمْ یُعِدِ الْاٰخَرُ ثُمَّ اَتَیَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَا ذٰلِكَ فَقَالَ لِلَّذِیْ لَمْ یُعِدْ اَصَبْتَ السُّنَّةَ وَاَجْزَاءَ تْكَ صَلٰوتُكَ وَقَالَ لِلَّذِیْ تَوَضَّأَ وَاَعَادَلَكَ الْاَجْرُ مَرَّتَیْنِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ وَ رَوَی النَّسَائِیُّ نَحْوَهٗ وَقَدْ رَوٰی هُوَ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ اَیْضًا عَنْ عَطَآءِ ابْنِ یَسَارٍ مُرْسَلًا

(۴۸۹) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ دو شخص سفر میں گئے وقت نماز آ گیا ان کے ساتھ پانی نہ تھا تو انہوں نے پاک مٹی سے تیمم کر لیا پھر نماز پڑھ لی پھر وقت ہی میں پانی پا لیا تو ان میں سے ایک نے وضو سے نماز لوٹائی[۱] پھر دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ ماجرا عرض کیا تو جس نے نماز نہ لوٹائی تھی اس سے فرمایا کہ تو نے سنت پالی اور تیری نماز کافی ہوگئی اور جس نے وضو کر کے لوٹائی تھی اس سے فرمایا کہ تجھے دوہرا ثواب ہے[۲] اسے ابوداؤد و دارمی نے روایت کیا۔ نسائی نے اس کی مثل اور نسائی و ابوداؤد نے عطا ابن یسار سے مرسلاً روایت کی۔

(۴۸۹)[۱] یہ ہوا اجتہاد کا اختلاف ان میں ایک صاحب ہی حق پر تھے مگر کسی نے کسی پر اعتراض نہ کیا ہم جو کہا کرتے ہیں کہ چاروں مذہب برحق' اس کا مطلب یہی ہے کہ کسی پر ملامت یا اعتراض نہیں اس کا ماخذ یہی حدیث ہے[۲] اس لئے کہ فرض پہلے ادا ہو چکا تھا' دوسری نماز نفل بن گئی اور نفل کا ثواب بھی ملتا ہے' یہ مطلب نہیں کہ اجتہاد کا دگنا ثواب ملا یہ تو پہلے کو ملا ہوگا کہ اس کا اجتہاد درست تھا خطاء اجتہادی پر ایک ثواب ہوتا ہے اور صحیح اجتہاد پر دوہرا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ اَبِی الْجُهَیْمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ قَالَ اَقْبَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَحْوِ بِئْرِ جَمَلٍ فَلَقِیَهٗ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَیْهِ فَلَمْ یَرُدَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اَقْبَلَ عَلَی الْجِدَارِ فَمَسَحَ بِوَجْهِهٖ وَ یَدَیْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۴۹۰) روایت ہے حضرت ابوالجہیم ابن حارث ابن صمہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاہ جمل کی طرف سے تشریف لائے[۱] تو آپ کو ایک شخص ملا اس نے سلام کیا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہ دیا حتیٰ کہ آپ ایک دیوار کے پاس تشریف لائے تو چہرہ اور ہاتھوں کا مسح کیا پھر اسے سلام کا جواب دیا[۲] (مسلم، بخاری)

https://archive.org/details/@madni_library

(۴۹۰)۱؎ جمل ایک بستی ہے جسے مدینہ بھی کہتے ہیں' یہ کنواں اس کی طرف منسوب ہے' اور اس بستی کا نام بیر جمل ہو گیا' یہیں حضرت علی مرتضٰی و عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کی جنگ ہوئی۲؎ یعنی تیمّم کے بعد اس کا ذکر ابھی کچھ پہلے گزر چکا اور پوری تحقیق باب مخالطۃ میں گزر گئی۔

وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ اَنَّهٗ كَانَ يُحَدِّثُ اَنَّهُمْ تَمَسَّحُوْا وَهُمْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّعِيْدِ لِصَلٰوةِ الْفَجْرِ فَضَرَبُوْا بِاَكُفِّهِمُ الصَّعِيْدَ ثُمَّ مَسَحُوْا بِوُجُوْهِهِمْ مَسْحَةً وَّاحِدَةً ثُمَّ عَادُوْا فَضَرَبُوْا بِاَكُفِّهِمُ الصَّعِيْدَ مَرَّةً اُخْرٰى فَمَسَحُوْا بِاَيْدِيْهِمْ كُلِّهَا اِلَى الْمَنَاكِبِ وَالْاَبَاطِ مِنْ بُطُوْنِ اَيْدِيْهِمْ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۹۱) روایت ہے حضرت عمار ابن یاسر سے وہ بیان کرتے تھے کہ صحابہ نے پاک مٹی سے نماز فجر کیلئے تیمّم کیا جبکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو انہوں نے مٹی پر اپنے ہاتھ پھیرے پھر ایک بار اپنے منہ پر ہاتھ پھیر لیا پھر دوبارہ مٹی پر ہاتھ مارے تو اپنی ہتھیلیوں سے پورے ہاتھوں کا کندھوں اور بغلوں تک مسح کیا۱؎ (ابوداؤد)

(۴۹۱)۱؎ اس حدیث کی بنا پر امام زہری فرماتے ہیں کہ تیمّم میں ہاتھوں کا مسح بغلوں تک کیا جائے مگر صحیح یہی ہے کہ کہنیوں تک مسح ہو کیونکہ تیمّم وضو کا نائب ہے اور وضو میں ہاتھ کہنی تک ہی دھوئے جاتے ہیں ان صحابہ کا یہ عمل اپنے اجتہاد سے تھا نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے' انہوں نے قرآن کریم کی یہ آیت دیکھی: فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ (۵،۶) تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو (کنزالایمان) اور بعض صحابہ کا اجتہاد واجب العمل نہیں خصوصاً جبکہ حدیث مرفوع کے مخالف واقع ہو جائے' حضرت ابو ہریرہ وضو میں بغل تک ہاتھ دھوتے تھے حضرت عمار ابن یاسر غسل کے تیمّم کیلئے زمین پر لوٹے تھے۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بَابُ الْغُسْلِ الْمَسْنُوْنِ — مسنون غسل کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

۱؎ غسل غ کے فتح سے بمعنی دھونا' غ کے زیر سے بمعنی نہانے یا دھونے کا پانی' غ کے پیش سے بمعنی نہانا' یہاں تیسرے معنی مراد ہیں غسل پانچ قسم کا ہے۔ غسل فرض' واجب' سنت' مستحب' مباح' غسل فرض تین ہیں' حیض سے نفاس سے جنابت سے' غسل واجب ہے میت کو غسل' غسل سنت پانچ ہیں' جمعہ کا' عیدین کا' احرام کے وقت' عرفہ کے دن' غسل مستحب چند ہیں میت کو نہلا کر' فصد کھلوا کر' اسلام لاتے وقت' ٹھنڈک صفائی وغیرہ کیلئے نہانا غسل مباح ہے اس باب میں سنت اور مستحب غسلوں کا ذکر ہوگا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَآءَ اَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۹۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی جمعہ کیلئے آئے تو غسل کرلیا کرے ۲؎ (مسلم بخاری)

(۴۹۲) ۱؎ امام اعظم اور جمہور علماء کے نزدیک یہ حکم وجوب کا نہیں بلکہ سنت کا ہے اور یہ حدیث منسوخ نہیں بلکہ محکم ہے۔ امام مالک اور احمد کے نزدیک یہ حکم وجوبی ہے ان کے ہاں غسل نمازِ جمعہ واجب ہے مگر امام اعظم کا قول قوی ہے جیسا کہ آئندہ صحیح روایت میں آ رہا ہے کہ جمعہ کے غسل کا وجوب منسوخ ہو چکا ہے۔ خیال رہے کہ غسل نماز جمعہ کے لئے سنت ہے لہٰذا جن پر جمعہ فرض نہیں ان کے لئے یہ غسل سنت بھی نہیں جیسا کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا' بعض علماء نے اَحَد کو نصب اور جمعہ کو ضعہ پڑھا ہے اور حدیث کے معنے یہ کئے کہ جب تم میں سے کسی کے پاس جمعہ کا دن آئے تو غسل کرے ان کے نزدیک غسلِ جمعہ مطلقاً سنت ہے نمازِ جمعہ فرض ہو یا نہ ہو لہٰذا چاہیے یہ کہ جمعہ کا غسل صبح کے بعد کیا جائے رات میں کر لینے سے یہ سنت ادا نہ ہوگی۔

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۹۳) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے' فرماتے ہیں' فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ کے دن کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔ ۱؎ (مسلم بخاری)

(۴۹۳) ۱؎ اگر واجب بمعنی ثابت ہو تو حدیث محکم ہے منسوخ نہیں اور اگر بمعنی ضرورت ہے تو منسوخ ہے جیسا کہ آئندہ آ رہا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غسل جمعہ جمعہ کے دن کی وجہ سے ہے' نماز جمعہ فرض ہو یا نہ ہو بہت سے علماء کا یہ بھی قول ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ يَغْتَسِلَ فِيْ كُلِّ سَبْعَةِ اَيَّامٍ يَوْمًا يُغْسِلُ فِيْهِ رَاْسَهٗ

(۴۹۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لازم ہے ہر مسلمان پر کہ ہر سات دن میں ایک دن غسل کرے جس میں سر و جسم دھوئے ۱؎

https://archive.org/details/@madni_library

وَجَسَدَهٗ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) (مسلم بخاری)

(۴۹۴)۱؎ یہاں ایک دن سے مراد جمعہ کا دن ہے جیسا کہ دوسری روایتوں سے معلوم ہوا اور لزوم سے لغوی لزوم مراد ہے نہ کہ شرعی مطلب یہ ہے کہ ہفتہ میں جمعہ کے دن غسل کر لینا چاہیئے تا کہ بدن بھی صاف ہو جائے اور کپڑے بھی اور جمعہ کی بھیڑ میں مسلمانوں کو تکلیف نہ ہو چونکہ سر میں میل جوئیں زیادہ ہو جاتی ہیں' اس لئے خصوصیت سے اس کا ذکر کیا ورنہ جسم میں یہ بھی داخل تھا۔ غسل میں کلی اور ناک میں پانی لینا اور تمام جسم کا دھونا ہمارے ہاں فرض ہے، غسل سے پہلے وضو کر لینا داہنی طرف سے ابتداء کرنا سنتیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

وَعَنْ سَمُرَةَ ابْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ وَمَنِ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ اَفْضَلُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ النَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ

(۴۹۵) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو جمعہ کے دن وضو کرے تو خیر اور اچھا کیا اور جو نہائے تو نہانا بہت اچھا ہے۱؎ (احمد' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' دارمی)

(۴۹۵)۱؎ یہ حدیث جمہور علماء کی دلیل ہے کہ غسل جمعہ فرض یا واجب نہیں سنت ہے' اس کی تائید مسلم شریف کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ فرمایا حضور نے جو جمعہ کے دن غسل کر کے نماز کیلئے آئے مجھ سے قریب بیٹھے خاموشی سے خطبہ سنے تو اس کے دس دن کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلْ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَ زَادَ اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَمَنْ حَمَلَهٗ فَلْيَتَوَضَّأْ

(۴۹۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو میت کو غسل دے وہ خود بھی غسل کرے۱؎ (ابن ماجہ) احمد و ترمذی نے یہ بھی زیادہ کیا کہ جو میت کو اٹھائے وہ وضو کرے۲؎

(۴۹۶)۱؎ عام علماء کے نزدیک یہ حکم استحبابی ہے میت کو نہلا کر غسل کر لینا بہتر ہے کیونکہ میت کے غسالہ کے چھینٹے جسم پر پڑنے کا احتمال ہے جامع اصول میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کی زوجہ اسماء بنت عمیس نے صدیق اکبر کی دفات کے بعد غسل دیا پھر صحابہ سے بولیں کہ میں روزے دار ہوں اور ٹھنڈک بہت ہے کیا مجھے غسل کرنا ضروری ہے سب نے کہا نہیں۲؎ اٹھانے کی وجہ سے نہیں بلکہ نماز جنازہ کیلئے کہ میت کے جنازہ گاہ میں پہنچتے ہی نماز جنازہ میں شرکت کر سکے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنْ اَرْبَعٍ مِّنَ الْجَنَابَةِ وَيَوْمِ الْجُمُعَةِ وَمِنَ الْحِجَامَةِ وَمِنْ غُسْلِ الْمَيِّتِ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۹۷) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چار چیزوں سے غسل کرتے تھے۔ جنابت (ناپاکی) سے اور جمعہ کے دن اور سنگھی لگوانے سے اور میت کو نہلانے سے۱؎ (ابوداؤد)

(۴۹۷)۱؎ یہاں غسل سے مراد غسل کا حکم دینا ہے یعنی ان چاروں موقعوں پر غسل کا حکم دیتے تھے کیونکہ حضور نے کبھی کسی میت کو

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

غسل نہیں دیا جیسے حدیث میں ہے کہ حضور نے حضرت ماعز کو رجم کیا یعنی رجم کا حکم دیا (مرقاۃ وغیرہ) مگر ان حکموں میں غسل جنابت کا حکم وجوبی ہے اور باقی احکام سنت کے چونکہ سنگھی پچھنے میں خون کی چھینٹیں جسم پر پڑ جاتی ہیں اور خون نکلنے سے گرمی اور کمزوری پیدا ہو جاتی ہے' لہذا اس کے بعد غسل کر لینا بہتر ہے۔

وَعَنْ قَيْسِ بْنِ عَاصِمٍ اَنَّهٗ اَسْلَمَ فَاَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّغْتَسِلَ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَ النَّسَائِيُّ)

(۴۹۸) روایت ہے قیس ابن عاصم سے۱؎ کہ وہ مسلمان ہوئے تو انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ پانی اور بیری سے غسل کریں۲؎ (ترمذی' ابوداؤد' نسائی)

(۴۹۸)۱؎ آپ صحابی ہیں تمیم کے وفد میں حضور کے پاس حاضر ہوئے ۹ھ میں ایمان لائے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وبر والوں یا بادیہ نشینوں کے سردار ہیں بہت حکیم عاقل و عابد تھے' بصرہ میں قیام رہا۔۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام لاتے وقت کلمہ پڑھنے سے پہلے غسل کرنا بہتر ہے کہ بعض علماء کے نزدیک اگر کافر زمانہ کفر میں جنبی ہوا پھر اسلام لایا تو اس پر جنابت کی وجہ سے غسل فرض ہے' بعض روایات میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سر منڈانے کا حکم بھی دیا تھا اسی لئے اسلام لاتے وقت سر منڈانا بھی سنت ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ عِكْرَمَةَ قَالَ اِنَّ نَاسًا مِّنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ جَآءُوْا فَقَالُوْا يَا ابْنُ عَبَّاسٍ اَتَرَى الْغُسْلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبًا قَالَ لَاوَلٰكِنَّهٗ اَطْهَرُ وَخَيْرٌ لِّمَنِ اغْتَسَلَ وَمَنْ لَّمْ يَغْتَسِلْ فَلَيْسَ عَلَيْهِ بِوَاجِبٍ وَّسَاُخْبِرُكُمْ كَيْفَ بَدَاَ الْغُسْلِ كَانَ النَّاسُ مَجْهُوْدِ بْنِ يَلْبَسُوْنَ الصُّوْفَ وَيَعْمَلُوْنَ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ وَكَانَ مَسْجِدُهُمْ ضَيِّقًا مُّقَارِبَ السَّقْفِ اِنَّمَا هُوَ عَرِيْشٌ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَوْمٍ حَارٍ وَّعَرِقَ النَّاسُ فِيْ ذٰلِكَ الصُّوْفِ حَتّٰى ثَارَتْ مِنْهُمْ رِيَاحٌ اٰذٰى بِذٰلِكَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَلَمَّا وَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الرِّيَاحَ قَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِذَا كَانَ هٰذَا الْيَوْمُ فَاغْتَسِلُوْا وَلْيَمَسَّ اَحَدُكُمْ اَفْضَلَ مَا يَجِدُ مِنْ دُهْنِهٖ وَطِيْبِهٖ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ثُمَّ جَآءَ اللّٰهُ بِالْخَيْرِ وَلَبِسُوْا غَيْرَ الصُّوْفِ وَكُفُوْا

(۴۹۹) روایت ہے حضرت عکرمہ سے فرماتے ہیں۱؎ کہ کچھ عراقی لوگ آئے۲؎ اور بولے کہ اے ابن عباس کیا آپ جمعہ کے دن کا غسل واجب سمجھتے ہیں۔ فرمایا نہیں' لیکن یہ بہت پاکی ہے اور غسل کرنے والے کیلئے اچھا ہے اور جو غسل نہ کرے اس پر ضروری نہیں۳؎ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ غسل شروع کیسے ہوا۔ لوگ مشقت میں تھے کہ اون پہنتے اور اپنی پیٹھ پر مزدوریاں کرتے تھے۔ ان کی مسجد تنگ تھی جس کی چھت نیچی تھی جو صرف چھپر (خس پوش) تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایک گرم دن میں تشریف لائے اور لوگ اسی دن میں پسینہ پسینہ تھے کہ ان سے بو پھیل گئی جس کی وجہ سے بعض نے بعض سے تکلیف پائی۴؎ تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بو پائی۵؎ تو فرمایا اے لوگو! جب یہ دن ہوا کرے تو نہا لیا کرو اور چاہیئے کہ ہر ایک اپنا بہترین تیل و خوشبو مل لیا کرے۶؎ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ پھر اللہ نے مال دیا۷؎ اور لوگوں نے اون کے علاوہ اچھے لباس پہنے اور کام کاج سے چھوٹ گئے۸؎ ان کی مسجد فراخ

https://archive.org/details/@madni_library

الْعَمَلَ وَوُسِّعَ مَسْجِدُهُمْ وَذَهَبَ بَعْضُ الَّذِيْ كَانَ يُؤْذِيْ بَعْضُهُمْ بَعْضًا مِّنَ الْعَرَقِ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ)

ہو گئی ۹ اور پسینہ سے جو بعض کو بعض سے تکلیف پہنچتی تھی وہ جاتی رہی۔ (ابو داؤد)

(۴۹۹) آپ بربری ہیں، سیدنا عبداللہ ابن عباس کے غلام ہیں، تابعین میں سے ہیں اور مکہ مکرمہ کے فقہاء میں سے ہیں، اپنے زمانہ کے بڑے عالم تھے، ۸۲ سال عمر پائی، ۱۰۷ھ میں وفات پائی ۲؎ عراق ملک عرب کا پانچواں صوبہ ہے طول میں عبادان سے موصل تک اور عرض میں قادسیہ سے حلوان تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کا دارالخلافہ بغداد ہے کوفہ اور بصرہ وہاں کے مشہور شہر ہیں کربلا اور نجف بھی عراق کی ہی بستیاں ہیں ۳؎ قریباً تمام صحابہ کا یہی مذہب ہے اور جمہور علماء بھی اس غسل کو سنت ہی مانتے ہیں ۴؎ وہ بھی ایسا کہ لکڑیوں کے ستون قائم کر کے کھجور کی شاخوں اور پتوں کی چھت ڈال دی گئی تھی، بارش میں پانی چھنتا تھا اور عام دنوں میں دھوپ مگر اس مسجد کا درجہ عرش معلی سے افضل تھا کہ یہاں کے امام امام الانبیاء تھے (صلی اللہ علیہ وسلم) معلوم ہوا کہ مسجد کا کمال عمارت سے نہیں بلکہ امام سے ہے ۵؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ صحابہ نے اس کی شکایت نہ کی کیونکہ صابروں کے سردار تھے، دوسرے یہ کہ حضور کو اپنی امت کے دکھ درد کا بڑا خیال ہے کیوں نہ ہو وہ امت کے رکھوالے ہیں کوئی اپنا دکھ بیان کرے یا نہ سب کا خیال ہے حضور کی یہ خبر گیری قیامت تک ہے۔ رب فرماتا ہے: عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ (۹، ۱۲۸) جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے (کنزالایمان) ۶؎ تیل سر و جسم میں اور خوشبو کپڑوں میں، اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے مجمعوں میں اچھے کپڑے پہن کر جانا چاہئے۔ شادی عرس تبلیغ کے جلسے سب میں اس بات کا خیال رکھا جائے۔ مجلسوں میں ہار پھول ڈالنے کی اصل یہ حدیث ہے ۷؎ چونکہ یہ مال اسلام کے ظہور اور مسلمانوں کے غلبہ کی علامت تھی اس لئے اسے خیر فرمایا، ورنہ اکثر فقر غنا سے اور صبر شکر سے افضل ہے ۸؎ کیونکہ جہادوں میں بہت غنیمتیں ہاتھ آئیں اور مسلمان لونڈی غلاموں کے مالک ہوئے ۹؎ مرقاۃ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے قریب خود مسجد بڑھائی اشعۃ میں ہے کہ پھر سیدنا عمر فاروق نے مسجد میں توسیع کی پھر عثمان غنی نے اپنے زمانہ خلافت میں بہت شاندار اور وسیع مسجد بنائی، محراب عثمانی اب تک آپ کی یادگار موجود ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلام میں اولاً غسل جمعہ فرض تھا مذکورہ وجوہات سے پھر سنت رہ گیا فرضیت منسوخ ہو گئی۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بَابُ الْحَيْضِ — حیض کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

اؔغسل مسنون کے بعد فرض غسلوں کا ذکر فرما رہے ہیں۔ حیض اور حوض کے لغوی معنی بہنا ہیں شریعت میں عورتوں کے ماہواری خون کو جو رحم سے آئے حیض کہا جاتا ہے ولادت کے بعد آنے والا خون نفاس کہلاتا ہے۔ بیماری کا خون استحاضہ، حیض کی مدت کم از کم تین دن رات اور زیادہ سے زیادہ دس دن ورات، نفاس کی کم مدت ایک ساعت اور زیادہ چالیس دن ہے۔ استحاضہ کی کوئی مدت نہیں۔ حیض ونفاس کے احکام جنابت کی طرح ہیں کہ اس میں نماز روزہ قرآن شریف پڑھنا، چھونا، مسجد میں جانا سب حرام ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ الْيَهُوْدَ كَانُوْا اِذَا حَاضَتِ الْمَرْاَةُ فِيْهِمْ لَمْ يُؤَاكِلُوْهَا وَلَمْ يُجَامِعُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ فَسَأَلَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّبِيَّ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ اَلْاٰيَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اصْنَعُوْا كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا النِّكَاحَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ الْيَهُوْدَ فَقَالُوْا مَا يُرِيْدُ هٰذَا الرَّجُلُ اَنْ يَّدَعَ مِنْ اَمْرِنَا شَيْئًا اِلَّا خَالَفَنَا فِيْهِ فَجَآءَ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَّعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ فَقَالَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْيَهُوْدَ يَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا اَفَلَا نُجَامِعُهُنَّ فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنْ قَدْ وَجَدَ عَلَيْهِمَا فَخَرَجَ فَاسْتَقْبَلَتْهُمَا هَدِيَّةٌ مِّنْ لَبَنٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَرْسَلَ فِيْ اٰثَارِهِمَا فَسَقَاهُمَا فَعَرَفَا اَنَّهٗ لَمْ يَجِدْ عَلَيْهِمَا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۰۰) روایت ہے حضرت انس بن مالک سے فرماتے ہیں کہ یہودی ۱؎ جب ان میں عورت حائضہ ہوتی تو نہ اس کے ساتھ کھاتے اور نہ انہیں گھروں میں ساتھ رکھتے ۲؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یہ مسئلہ حضور سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ لوگ آپ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں الخ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صحبت کے سوا سب کچھ کر سکتے ہو ۳؎ یہ خبر یہود کو پہنچی تو بولے کہ یہ صاحب ہمارے دینی کاموں میں سے کوئی چیز بغیر مخالفت کئے نہیں چھوڑتے ۴؎ پھر حضرت اسید ابن حضیر ۵؎ اور عباد ابن بشر ۶؎ حاضر ہوئے بولے یا رسول اللہ یہود ایسا ایسا کہتے ہیں تو کیا ہم حائضہ سے صحبت بھی نہ کر لیا کریں ۷؎ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور غصہ میں بدل گیا حتیٰ کہ ہم سمجھے کہ آپ ان پر ناراض ہو گئے ۸؎ وہ دونوں چلے گئے ان کے پیچھے حضور کی بارگاہ میں دودھ کا ہدیہ آیا تو حضور نے ان کے پیچھے آدمی بھیجا (بلانے کیلئے) پھر انہیں دودھ پلایا تب سمجھے کہ حضور ان پر ناراض نہ ہوئے (مسلم)

(۵۰۰) ۱؎ یعقوب علیہ السلام کی اولاد یہودی کہلاتی ہے اس لئے کہ ان کے بڑے بیٹے کا نام یہودا تھا یا اس لئے کہ انہوں نے بچھڑے کی پرستش سے اعلیٰ درجے کی توبہ کی۔ قرآن کریم میں ہے: اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ (۷:۱۵۶) بے شک ہم تیری طرف رجوع لائے۔

https://archive.org/details/@madni_library

(کنزالایمان) غرض کہ ان کی نسبت یا اپنے جد کی طرف ہے یا اس نیک عمل کی طرف ۲؎ اکثر ہندوقبیلوں میں یہ رواج اب بھی ہے مگر یہ عمل اکثر بہت تکلیف دہ ہوتا ہے ۳؎ یعنی حائضہ کے ساتھ رہنا بسنا اس کے ہاتھ کی چیز کھانا اس کے ساتھ لیٹنا بیٹھنا بلکہ معانقہ وغیرہ سب حلال ہے ہاں اس سے صحبت حرام قطعی ہے جس کا منکر کافر ہے ۴؎ یعنی ان کے دین کا دارومدار ہماری مخالفت پر ہے کہ جسے ہم برا جانیں اسے یہ جائز کہہ دیتے ہیں۔ یہود کی یہ بکواس اسلام اور پیغمبر اسلام پر بہتان تھی۔ اسلام نے کسی کی ضد میں اچھی چیز کو برا اور بری چیز کو اچھا نہ کہا۔ ۵؎ آپ انصاری ہیں، قبیلہ بنی عبدالاشہل سے ہیں حضور کی ہجرت سے پہلے مصعب کے ہاتھ پر اسلام لائے تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے ۶؎ تاکہ یہود کی پوری مخالفت ہو جائے اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے دلوں میں کفار سے نفرت کمال درجہ کی تھی اور یہ نفرت کمال ایمان کی علامت ہے ۸؎ حضور کا یہ اظہار غضب بڑی مصلحت پر مبنی تھا وہ یہ کہ منصوص احکام کسی قوم کی مخالفت کیلئے نہیں بدلے جاسکتے، داڑھی رکھنا اور مونچھیں کٹانا اسلام کا حکم ہے لیکن اب سکھوں کی مخالفت کیلئے داڑھی منڈائی نہ جائے گی، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض احکام صراحۃً دیئے جاتے ہیں بعض اشارۃً

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ وَّكِلَانَا جُنُبٌ وَّكَانَ يَاْمُرُنِيْ فَاَتَّزِرُ فَيُبَاشِرُنِيْ وَاَنَا حَائِضٌ وَّكَانَ يُخْرِجُ رَاْسَهٗ اِلَيَّ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَاَغْسِلُهٗ وَاَنَا حَائِضٌ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۰۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے حالانکہ ہم دونوں جنبی ہوتے آپ مجھے حکم دیتے میں تہ بند باندھ لیتی تو مجھ سے جسم مس کرتے حالانکہ میں حائضہ ہوتی ۱؎ اور اپنا سر مبارک بحالت اعتکاف میری طرف نکال دیتے میں دھوتی حالانکہ میں حائضہ ہوتی ۲؎ (مسلم بخاری)

(۵۰۱) ۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ حائضہ سے مساس جائز ہے مگر یہ اس کیلئے ہے جو اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو اگر صحبت لے لینے کا اندیشہ ہو تو نہ کرے جیسے روزے دار کیلئے بیوی کا بوسہ کہ جوان کیلئے مکروہ بوڑھے کیلئے جائز اپنا واقعہ اس لئے ارشاد فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ میں سنی سنائی نہیں کہہ رہی ہوں بلکہ تجربہ سے کہتی ہوں میرا خود عمل رہا یہ ایک قسم کی تبلیغ ہے بے تہذیبی نہیں آج ڈاکٹر طبی مسائل نہایت کھلے کھلے بیان کرتے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے: لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (۲۹/۷۰) اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ (کنزالایمان) اسے بدتہذیبی کہنا حماقت ہے ۲؎ کیونکہ حضور کے حجرے کا دروازہ مسجد میں تھا اس سے معلوم ہوا کہ معتکف مسجد سے نکل نہیں سکتا لیکن بعض اعضاء نکال سکتا ہے اور حائضہ اپنے خاوند کی خدمت کرسکتی ہے اس کے جسم کو چھوسکتی ہے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ اَشْرَبُ وَاَنَا حَائِضٌ ثُمَّ اُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ فَاهُ عَلٰى مَوْضِعِ فِيَّ فَيَشْرَبُ وَاَتَعَرَّقُ الْعَرْقَ وَاَنَا حَائِضٌ ثُمَّ اُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ فَاهُ عَلٰى مَوْضِعِ فِيَّ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ).

(۵۰۲) روایت ہے انہی سے کہ میں بحالت حیض پیتی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی برتن دے دیتی تو آپ اپنا منہ شریف میرے منہ والی جگہ پور کھ کر پیتے اور میں بحالت حیض ہڈی چوستی پھر آپ کو دے دیتی تو آپ اپنا منہ شریف میرے منہ کی جگہ رکھتے ۱؎ (مسلم)

(۵۰۲) ۱؎ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اپنی بیوی کا جوٹھا کھانا پینا جائز ہے بلکہ سنت سے ثابت، فقہاء جو مرد کو

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

عورت کا جوٹھا کھانا منع کرتے ہیں وہاں اجنبی عورت مراد ہے لہذا وہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف نہیں۔ دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پاک نہایت سادہ اور بے تکلف تھی امت کو سادگی اختیار کرنی چاہئے' تیسرے یہ کہ ہڈی منہ سے چوسنا سنت ہے' کانٹے سے کھانا طریقہ نصاریٰ ہے' چوتھے یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ وہ خوش نصیب بی بی ہیں کہ بارہا ان کا لعاب حضور کے لعاب کے ساتھ جمع ہوا خصوصاً وفات شریف کے وقت مسواک میں' حضور کا یہ ہڈی چوسنا گوشت چوسنا گوشت چھوڑانے کیلئے نہ ہوتا تھا وہ تو پہلے چھوٹ چکا ہوتا تھا بلکہ محبوبیت ظاہر فرمانے کیلئے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُتَّكِئُ فِي حَجْرِيْ وَاَنَا حَائِضٌ ثُمَّ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۰۳) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں تکیہ لگاتے حالانکہ میں حائضہ ہوتی پھر قرآن تلاوت کرتے[1] (مسلم بخاری)

(۵۰۳)[1] معلوم ہوا کہ حائضہ عورت کے زانو یا گود میں سر رکھ کر قرآن پڑھنا جائز ہے کیونکہ حائضہ کی نجاست حکمی ہے حقیقی نہیں مردہ غسل دینے سے پہلے نجس حقیقۃً بھی ہوتا ہے اس لئے قبل غسل اس کے پاس بلا ڈھکے ہوئے قرآن پڑھنا منع ہے لہذا یہ حدیث اس مسئلے کے خلاف نہیں۔ خیال رہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کی گود قرآن اور قرآن والے محبوب کی رحل بنی اس وقت بھی اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات کے وقت بھی کہ حضور کا وصال آپ کی گود میں ہوا اور آپ کا حجرہ حضور کی آخری آرام گاہ بنا لہذا آپ کی گود اور آپ کا حجرہ عرش عظیم سے بڑھ کر ہے اللہ تعالیٰ اس دامن میں مجھ سے نالائق گناہگار کو جگہ دے' آمین۔ شعر

ان کا پہلو ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آرام گاہ ۔۔۔ ان کے حجرہ میں قیامت تک نبی ہیں جاگزیں

وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاوِلِيْنِي الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَقُلْتُ اِنِّيْ حَائِضٌ فَقَالَ اِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِيْ يَدِكِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۰۴) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں مجھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد سے ہم کو چٹائی دے دو میں بولی کہ میں تو حائضہ ہوں فرمایا تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے[1] (مسلم)

(۵۰۴)[1] یعنی تم کو اس حالت میں مسجد میں جانا منع ہے نہ کہ وہاں سے ہاتھ بڑھا کر کچھ لے لینا اب بھی یہی مسئلہ ہے کہ حائضہ وجنبی مسجد سے باہر رہتے ہوئے مسجد میں ہاتھ ڈال کر چیز اٹھا سکتے ہیں اس حدیث میں چٹائی سے مراد حضور کی اپنی ملک کی چٹائی ہوگی نہ کہ مسجد کی وقف چٹائی کیونکہ موقوفہ چٹائی کو گھر میں لاکر اس پر نماز ممنوع ہے۔

وَعَنْ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ مِرْطٍ بَعْضُهٗ عَلَيَّ وَبَعْضُهٗ عَلَيْهِ وَاَنَا حَائِضٌ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۰۵) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک چادر میں نماز پڑھتے تھے جس کا کچھ حصہ مجھ پر ہوتا اور کچھ حصہ حضور پر حالانکہ میں حائضہ ہوتی[1] (مسلم بخاری)

(۵۰۵)[1] یعنی ایک چادر مجھ پر بھی ہوتی اور بحالت نماز حضور پر بھی' اس سے معلوم ہوا کہ حائضہ کا جسم نجس حقیقی نہیں ورنہ ایسا کپڑا جس کا بعض حصہ نجاست پر ہو اسے اوڑھ کر یا پہن کر نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ خیال رہے کہ اس حدیث کے یہ الفاظ نہ بخاری میں ہیں نہ مسلم میں بلکہ اس کا بعض مضمون بخاری میں ہے (مرقاۃ)

https://archive.org/details/@madni_library

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتٰی حَآئِضًا اَوِ امْرَاَةً فِیْ دُبُرِهَا اَوْ کَاهِنًا فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ وَ فِیْ رِوَایَتِهِمَا فَصَدَّقَهٗ بِمَا یَقُوْلُ فَقَدْ کَفَرَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ لَا نَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِیْثَ اِلَّا مِنْ حَکِیْمِ الْاَثْرَمِ عَنْ اَبِیْ تَمِیْمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ

(۵۰۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو حائضہ عورت سے جماع کرے یا عورت کے پاخانے کی جگہ یا کاہن کے پاس جائے اس نے محمد مصطفٰی پر اترے ہوئے کا انکار کیا۱؎ اسے ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ان دونوں کی روایت میں یہ ہے کہ کاہن کے کہے ہوئے کی تصدیق کرے تو کافر ہوگیا۔ ترمذی فرماتے ہیں کہ ہم اس حدیث کو صرف حکیم اثرم سے جانتے ہیں جو ابوتمیم سے۲؎ وہ ابوہریرہ سے راوی ہیں۔

(۵۰۶)۱؎ یعنی یہ تینوں شخص قرآن وحدیث کے منکر ہوکر کافر ہوگئے، خیال رہے کہ یہاں شرعی کفر ہی مراد ہے، اسلام کا مقابل اور ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو عورت سے دبر میں یا بحالت حیض صحبت کو جائز سمجھ کر صحبت کریں اور کاہن نجومی کو عالم الغیب جان کر اس سے فال کھلوائیں یا غیبی خبریں پوچھیں اور اگر گناہ سمجھ کر یہ کام کریں تو فسق ہے، کفر نہیں یا یہاں کفر سے مراد لغوی معنی ہیں ناشکری۔ رب فرماتا ہے: وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنَ (۲:۱۵۲) اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو (کنزالایمان) خیال رہے کہ حائضہ سے صحبت کرنے کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے، رب فرماتا ہے: قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ (۲:۲۲۲) تم فرماؤ وہ ناپاکی ہے تو عورتوں سے الگ رہو (کنزالایمان) اور عورت سے دبر میں صحبت کی حرمت قطعی قیاس قطعی سے ثابت ہے ان دونوں کا منکر کافر ہے اس قسم کی احادیث حرمت قطعی ثابت نہیں کرسکتیں اس کی بحث اسی جگہ مرقاۃ میں دیکھو اور ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول قیاس کی بحث میں، خلاصہ یہ ہے کہ یہ احادیث ظنیہ ہیں اور حرمت قطعی ثابت کرنے کیلئے قطعی دلیل درکار ہے۔

وَعَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا یَحِلُّ لِیْ مِنِ امْرَاَتِیْ وَهِیَ حَآئِضٌ قَالَ مَا فَوْقَ الْاِزَارِ وَالتَّعَفُّفُ عَنْ ذٰلِكَ اَفْضَلُ رَوَاهُ رَزِیْنٌ وَقَالَ مُحْیِ السُّنَّةِ اِسْنَادُهٗ لَیْسَ بِقَوِیٍّ

(۵۰۷) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے میری بیوی سے بحالت حیض کیا کام حلال ہے فرمایا وہ جو تہبند سے اوپر ہو اور بچنا اس سے بھی بہتر ہے۱؎ (رزین) محی السنہ فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد قوی نہیں۔

(۵۰۷)۱؎ یعنی حائضہ عورت جبکہ پائجامہ یا تہبند مضبوطی سے باندھے ہو تو اس کے ساتھ لیٹنا اور اس سے بوس وکنار درست ہے لیکن بچنا بہتر خصوصاً اس جوان کو جو ایسی حالت میں اپنے نفس پر قابو نہ رکھتا ہو، خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل شریف خود کرنا بیان جواز کیلئے ہے، حضور کبھی غیر مستحب بلکہ مکروہ کاموں پر عمل فرما کر جواز ثابت کرتے تھے یہ تبلیغ کی قسم تھی حضور کو اس پر بھی ثواب ملتا تھا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَقَعَ الرَّجُلُ بِاَهْلِهٖ وَهِیَ

(۵۰۸) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے بحالت

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

حَائِضٌ فَلْيَتَصَدَّقْ بِنِصْفِ دِيْنَارٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ

حیض صحبت کر بیٹھے تو آدھا دینار خیرات کرے۱(ترمذی' ابو داؤد' نسائی' دارمی' ابن ماجہ)

(۵۰۸)۱یہ حکم استحبابی ہے یعنی چونکہ اس نے بڑا گناہ کیا جس سے وہ عذاب کا مستحق ہوگیا' صدقہ وخیرات عذاب دفع کرنے کیلئے اکسیر ہے اس لئے ایسا کردے ورنہ اس گناہ کا اصل کفارہ تو توبہ ہی ہے آج کل بعض علماء جو بعض گناہوں پر خیرات وصدقہ کا حکم دیتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے یہاں وہ شخص مراد ہے جو حرام جانتے ہوئے یہ جرم کرے اور اگر حلال جان کر ایسا کیا تو کافر ہوگیا۔ دوبارہ اسلام لائے اور تجدید نکاح کرے۔

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَ دَمًا اَحْمَرَ فَدِيْنَارٌ وَ اِذَا كَانَ دَمًا اَصْفَرَ فَنِصْفُ دِيْنَارٍ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۵۰۹) روایت ہے انہی سے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ جب خون سرخ ہو ایک دینار دے اور جب خوب پیلا ہو تو آدھا دینار۱(ترمذی)

(۵۰۹)۱حضرت ابن عباس کی یہ حدیث متن واسناد دونوں کے لحاظ سے مضطرب ہے کیونکہ انہیں کی بعض روایات میں ہے کہ پانچ دینار خیرات کرے بعض میں ہے کہ ایک دینار اور اگر نہ ہو سکے تو آدھا دینار بعض میں ہے کہ اگر حیض کا جوش نہ ہو' خون سرخ آرہا ہو تو ایک دینار خیرات کرے اور اگر حیض کا جوش ٹوٹ چکا ہو اور خون کا رنگ پیلا پڑ چکا ہو تو آدھا دینار' خیال رہے کہ دینار دس درہم کا ہوتا ہے اور درہم ساڑھے چار آنہ کا لہٰذا دینار قریباً پونے تین روپے کا ہوا چونکہ سونے کا بھاؤ بہت تیز ہے' تو دینار کی قیمت بھی زیادہ ہوگئی مگر ان احکام میں وہ ہی اس زمانہ کی قیمت معتبر ہوگی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ اِنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا يَحِلُّ لِيْ مِنِ امْرَاَتِيْ وَهِيَ حَائِضٌ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشُدُّ عَلَيْهَا اِزَارَهَا ثُمَّ شَاْنُكَ بِاَعْلَاهَا (رَوَاهُ مَالِكٌ وَّالدَّارِمِيُّ مُرْسَلًا)

(۵۱۰) روایت ہے حضرت زید ابن اسلم سے۱فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اور عرض کیا اپنی بیوی سے بحالت حیض مجھے کیا چیز حلال ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس کا تہبند مضبوط باندھ دو پھر تہبند کے اوپر تمہارا کام ہے۲اسے مالک ودارمی نے مرسلاً روایت کیا۔

(۵۱۰)۱آپ اہل مدینہ سے ہیں' جلیل الشان تابعی ہیں' حضرت عمر فاروق کے آزاد کردہ غلام ہیں' بڑے عالم تھے' حتی کہ امام زین العابدین آپ کی مجلس میں شرکت فرماتے اور آپ سے احادیث لیتے تھے (اشعۃ ومرقات) ۲یعنی حائضہ سے صحبت حرام ہے اور جب وہ ازار باندھے ہو تو اس سے بوس وکنار حلال' اس کی بحث گزر چکی کہ جوان مرد کو ممنوع بوڑھے کو مباح کہ اسے صحبت کر بیٹھنے کا خطرہ کم۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اِذَا حِضْتُ نَزَلْتُ عَنِ الْمِثَالِ عَلَى الْحَصِيْرِ فَلَمْ تَقْرَبْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ تَدْنُ مِنْهُ حَتّٰى تَطْهُرَ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۵۱۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ جب میں حائضہ ہوتی تو بستر سے چٹائی پر اتر آئی پھر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب نہ ہوتے یہاں تک کہ ہم پاک ہو جاتے۱(ابوداؤد)

https://archive.org/details/@madni_library

(۵۱۱)؎ یعنی ہم تمام ازواج پاک بحالت حیض حضور انور کے پاس نہ لیٹتے تھے بلکہ علیحدہ چٹائی پر آپ کے بستر سے دور یہ تو ہمارا اپنا عمل تھا کہ اس حالت میں آپ کے پاس لیٹنے بیٹھنے کی جرأت و ہمت نہ کرتے تھے ہاں اگر حضور انور خود ہی ہم کو بلا لیتے تو تعمیل حکم کرتے تھے لہذا یہ حدیث ان گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں جن میں مباشرت اور مس ثابت ہے کہ وہ حضور انور کے حکم سے ہوا ہے اور یہاں ازواج پاک کی اپنی ہمت و جرأت کا ذکر ہے۔ بعض نے فرمایا یہ حدیث منسوخ ہے اور گزشتہ احادیث ناسخ مگر پہلی توجیہ قوی ہے۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بَابُ الْمُسْتَحَاضَةِ　مستحاضہ کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ　پہلی فصل

مستحاضہ وہ عورت ہے جسے استحاضہ کا خون آتا ہو' استحاضہ بیماری ہے جس میں عورت کی رگ کھل کر خون جاری ہو جاتا ہے یہ خون حیض و نفاس کا نہیں ہوتا' اس کی کوئی مدت نہیں' اور اس میں نماز' روزہ' صحبت' مسجد میں داخلہ کچھ بھی منع نہیں بلکہ اس کا حکم معذور کا سا ہے کہ ایک وقت وضو کر کے نماز پڑھتی رہے اگرچہ خون آتا رہے وقت نکل جانے پر وضو ٹوٹ جائے گا۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ جَآءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ اَبِيْ حُبَيْشٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ امْرَاَةٌ اُسْتَحَاضُ فَلَا اَطْهُرُ اَفَاَدَعُ الصَّلٰوةَ فَقَالَ لَا اِنَّمَا ذٰلِكَ عِرْقٌ وَّلَيْسَ بِحَيْضٍ فَاِذَا اَقْبَلَتْ حَيْضَتُكِ فَدَعِي الصَّلٰوةَ وَاِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْسِلِيْ عَنْكِ الدَّمَ ثُمَّ صَلِّيْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۱۲) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابوحبیش حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں ۱؎ اور بولیں کہ یا رسول اللہ میں استحاضے والی عورت ہوں کہ پاک ہی نہیں ہوتی تو کیا نماز چھوڑ دوں فرمایا نہیں یہ تو رگ ہے' حیض نہیں ۲؎ جب تمہارا حیض آیا کرے تو نماز چھوڑ دیا کرو اور جب چلا جائے تو خون دھو ڈالا کرو پھر نماز پڑھ لیا کرو۔ ۳؎ (مسلم و بخاری)

(۵۱۲) ۱؎ مسئلہ پوچھنے اور دین حاصل کرنے کیلئے' آپ فاطمہ بنت حبیش ابن عبدالمطلب ابن اسد ابن عبدالعزیٰ ابن قصی ابن کلاب ہیں' یہ عبدالمطلب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا نہیں وہ تو عبدالمطلب ابن ہاشم ہیں ۲؎ یعنی رحم کے قرب کی کوئی رگ کھل گئی ہے جس سے یہ خون جاری ہو گیا ہے' رحم کا خون نہیں ہے لہٰذا اس کے احکام حیض و نفاس کے سے نہیں' اس سے معلوم ہوا کہ عورت عالم سے مسئلہ پوچھنے میں اور عالم مسئلہ بتانے میں شرم نہ کرے ورنہ دین کی تبلیغ کیسے ہو گی ۳؎ یعنی استحاضہ کی بیماری لگنے سے پہلے تمہیں جن تاریخوں میں حیض آتا تھا وہ ہی تاریخیں اب بھی حیض کی مانو ان میں نماز وغیرہ چھوڑ دو اور ان تاریخوں کے بعد خون استحاضہ کا شمار کرو اور نماز وغیرہ شروع کر دو اور جس عورت کو بالغہ ہوتے ہی استحاضہ شروع ہو جائے' حیض کی تاریخیں مقرر نہ ہونے پائیں وہ ہر مہینہ کے اول دس دن حیض شمار کرے اور بیس دن استحاضہ کہ اسی میں احتیاط ہے یہاں خون دھو ڈالنے سے مراد اگر حیض کا خون ہے تب تو دھو ڈالنے سے مراد غسل کرنا ہے' کیونکہ حیض جانے پر غسل فرض ہے اور اگر استحاضہ کا خون مراد ہے تو مطلب یہ ہے کہ اپنے بدن و کپڑے سے استحاضہ کا خون دھو کر پھر وضو کر کے نماز پڑھ لیا کرو اس میں غسل واجب نہیں لہٰذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ مستحاضہ حیض کے بعد غسل ضرور کرے گی مگر یہاں صرف خون دھونے کا حکم دیا گیا

https://archive.org/details/@madni_library

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ اَبِیْ حُبَيْشٍ اَنَّهَا كَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَقَالَ لَهَا النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ دَمُ الْحَيْضِ فَاِنَّهٗ دَمٌ اَسْوَدُ يُعْرَفُ فَاِذَا كَانَ ذٰلِكَ فَاَمْسِكِیْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِذَا كَانَ الْاٰخَرُ فَتَوَضَّئِیْ وَصَلِّیْ فَاِنَّمَا هُوَ عِرْقٌ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَ النَّسَائِیُّ)

(۵۱۳) روایت ہے عروہ ابن زبیر سے وہ فاطمہ بنت ابی حبیش سے راوی کہ وہ مستحاضہ ہو جاتی تھیں ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حیض کا خون ہو تو وہ کالا خون ہوتا ہے جو پہچان لیا جاتا ہے[۱] تو جب یہ ہو تو نماز سے رک جاؤ اور جب دوسرا ہو تو وضو کرو اور نماز پڑھو کہ وہ تو رگ ہے[۲] (ابوداؤد' نسائی)

(۵۱۳)[۱] یہ اکثر کا حکم ہے نہ کہ کلیہ یعنی اکثر حیض کا خون سیاہ ہوتا ہے جو پہچان لیا جاتا ہے ورنہ کبھی یہ خون سرخ پیلا بھی ہوتا ہے اور فرق مشکل ہو جاتا ہے[۲] اس کا مطلب پہلے بیان ہو چکا کہ زمانہ استحاضہ میں ہر نماز کے وقت وضو کر کے نماز پڑھو یہ مطلب نہیں کہ حیض گزرنے پر صرف وضو کرلو اس وقت تو غسل فرض ہے لہٰذا یہ حدیث دیگر احادیث کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ اِنَّ امْرَاَةً كَانَتْ تُهَرَاقُ الدَّمَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَتْ لَهَا اُمُّ سَلَمَةَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِتَنْظُرْ عَدَدَ اللَّيَالِیْ وَالْاَيَّامِ الَّتِیْ كَانَتْ تَحِيْضُهُنَّ مِنَ الشَّهْرِ قَبْلَ اَنْ يُّصِيْبَهَا الَّذِیْ اَصَابَهَا فَلْتَتْرُكِ الصَّلٰوةَ قَدْرَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّهْرِ فَاِذَا خَلَّفَتْ ذٰلِكَ فَلْتَغْتَسِلْ ثُمَّ لْتَسْتَثْفِرْ بِثَوْبٍ ثُمَّ لْتُصَلِّ رَوَاهُ مَالِكٌ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ وَ رَوَى النَّسَائِیُّ مَعْنَاهُ

(۵۱۴) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خون گراتی تھی[۱] اس کے متعلق حضرت ام سلمہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا[۲] فرمایا کہ وہ رات دن مہینے کے گن لے جن میں اس بیماری کے لگنے سے پہلے حیض آتا تھا مہینے میں اتنے دن نماز چھوڑ دے پھر جب یہ دن گزر جائیں تو غسل کرے اور کپڑے کا لنگوٹ باندھے پھر نماز پڑھتی رہے[۳] (مالک' ابوداؤد' دارمی) نسائی نے اس کے معنی کی روایت کی۔

(۵۱۴)[۱] ان بی بی صاحبہ کا نام معلوم نہ ہوسکا تھراق اور تھریق دونوں طرح روایت ہے لا زائدہ ہے باب افعال کا مضارع معروف یا مجہول تریق یا تراق تھا[۲] یعنی خود تو شرم کی وجہ سے حضور سے نہ پوچھ سکیں حضرت ام المومنین ام سلمہ سے پوچھا' حضرت ام سلمہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر کے انہیں مسئلہ بتایا۔ خیال رہے کہ ان پاک بیبیوں کے مختلف حال تھے بعض تو تحقیق مسئلہ کو شرم پر مقدم رکھتی تھیں اور بعض شرم سے خود نہ پوچھتیں' دوسرے ذریعہ سے دریافت کرالیتی تھیں۔ وہ سب اللہ کی پیاری تھیں: وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (۴'۹۵) اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا (کنزالایمان) سب سے جنت کا وعدہ ہو چکا ہے۔[۳] یعنی مستحاضہ اپنے ہر مہینہ کے دو حصے کرے' ایک حصہ کو حیض شمار کرے' تین دن سے دس دن تک جس قدر پہلے حیض آتا رہا وہ حیض باقی استحاضہ' مستحاضہ کو لنگوٹ باندھنے کا حکم استحبابی اور احتیاطی ہے تاکہ خون سے مصلے اور کپڑے گندے نہ ہوں وجوبی نہیں اگر بغیر لنگوٹ کسی اور ذریعہ سے یہ مقصد

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

حاصل ہو جائے تو وہ کرے اور اگر کسی طرح خون رکتا نہ ہو تو نماز پڑھتی رہے اگر چہ خون مصلے پر ٹپکتا رہے جیسا کہ دوسری روایت میں ہے تمام معذوروں کو یہی حکم ہے جیسے نکسیر، مسلسل بول والے لوگ۔

وَعَنْ عَدِیِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ یَحْیَی بْنُ مُعِیْنٍ جَدُّ عَدِیِّ اِسْمُهٗ دِیْنَارٌ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ فِی الْمُسْتَحَاضَةِ تَدَعُ الصَّلٰوةَ اَیَّامَ اَقْرَائِهَا الَّتِیْ کَانَتْ تَحِیْضُ فِیْهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتَتَوَضَّأُ عِنْدَ کُلِّ صَلٰوةٍ وَّتَصُوْمُ وَتُصَلِّیْ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۵۱۵) روایت ہے حضرت عدی ابن ثابت سے[۱] وہ اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے راوی یحیٰی ابن معین کہتے ہیں کہ عدی کے دادا کا نام دینار ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استحاضہ والی کیلئے فرمایا کہ وہ اپنے حیض کے زمانہ میں جن میں اسے حیض آتا تھا نماز چھوڑ دیا کرے پھر نہائے اور ہر نماز کے وقت وضو کرے[۲] اور روزہ رکھے اور نماز پڑھے[۳] (ترمذی، ابوداؤد)

(۵۱۵) [۱] یہ عدی کوفی ہے انصاری ہے اس پر رفض کا شبہ کیا گیا ہے (مرقاۃ) بعض نے فرمایا کہ ثابت ان کے باپ کا نام ہے بعض نے فرمایا دادا کا نام ہے اور دینار پڑدادا، باپ کا نام قیس ابن الخطیم ہے واللہ اعلم، عدی کوفہ میں روافض کی مسجد کا امام تھا ۱۱۶ھ میں فوت ہوا [۲] یعنی غسل تو صرف ایک بار کرے حیض ختم ہونے پر اور وضو ہر نماز کے وقت کیا کرے جیسا کہ مستحاضہ عورت کا حکم ہے لہذا عند کل صلوۃ تتوضا کا ظرف ہے نہ کہ تغتسل کا [۳] چونکہ روزہ مستحاضہ کیلئے نماز سے زیادہ اہم ہے کہ اس پر زمانہ حیض کے روزوں کی قضا ہے نماز کی نہیں لہذا روزے کو نماز پر مقدم رکھا گیا۔

وَعَنْ حَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ قَالَتْ کُنْتُ اُسْتَحَاضُ حَیْضَةً کَثِیْرَةً شَدِیْدَةً فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَسْتَفْتِیْهِ وَاُخْبِرُهٗ فَوَجَدْتُّهٗ فِیْ بَیْتِ اُخْتِیْ زَیْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اُسْتَحَاضُ حَیْضَةً کَثِیْرَةً شَدِیْدَةً فَمَا تَاْمُرُنِیْ فِیْهَا قَدْ مَنَعَتْنِی الصَّلٰوةَ وَالصِّیَامَ قَالَ اَنْعَتُ لَكِ الْکُرْسُفَ فَاِنَّهٗ یُذْهِبُ الدَّمَ قَالَتْ هُوَ اَکْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَتَلَجَّمِیْ قَالَتْ هُوَ اَکْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَاتَّخِذِیْ ثَوْبًا قَالَتْ هُوَ اَکْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ اِنَّمَا اَثُجُّ ثَجًّا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَاٰمُرُكِ بِاَمْرَیْنِ اَیُّهُمَا صَنَعْتِ اَجْزَاَ عَنْكِ مِنَ الْاٰخَرِ وَاِنْ قَوِیْتِ عَلَیْهِمَا فَاَنْتِ اَعْلَمُ قَالَ لَهَا اِنَّمَا هٰذِهٖ رُکْضَةٌ مِّنْ رَکَضَاتِ الشَّیْطٰنِ فَتَحَیَّضِیْ سِتَّةَ اَیَّامٍ اَوْ سَبْعَةَ اَیَّامٍ فِیْ عِلْمِ اللّٰهِ ثُمَّ اغْتَسِلِیْ حَتّٰی اِذَا

(۵۱۶) روایت ہے حضرت حمنہ بنت جحش سے[۱] فرماتی ہیں کہ مجھے بہت سخت استحاضہ آتا تھا[۲] میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسئلہ پوچھنے اور یہ خبر دینے حاضر ہوئی میں نے حضور کو اپنی بہن زینب بنت جحش کے گھر پایا[۳] میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے بہت سخت استحاضہ آتا ہے آپ اس بارے میں مجھے کیا حکم دیتے ہیں مجھے تو اس نے روزہ نماز سے روک دیا ہے[۴] فرمایا میں تمہارے واسطے گدی تجویز کرتا ہوں کہ یہ خون چوس لے گی[۵] عرض کیا وہ تو اس سے زیادہ ہے فرمایا تو لنگوٹ باندھو[۶] عرض کیا وہ اس سے بھی زیادہ ہے فرمایا تو کپڑا رکھ لو[۷] عرض کیا وہ خون اس سے بھی زیادہ ہے میں تو خون ڈالتی بہاتی ہوں[۸] تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو دو باتوں کا حکم دیتا ہوں ان میں جو کر لو گی وہ دوسرے سے کفایت کرے گا اگر دونوں کر سکو تو تم جانو[۹] فرمایا یہ بیماری شیطان کے چوکھوں ہی سے ایک چوکھ ہے[۱۰] تم چھ یا سات

https://archive.org/details/@madni_library

رَاَیْتِ اَنَّكِ قَدْ طَهُرْتِ وَسْتَنْقَاتِ فَصَلِّیْ ثَلٰثًا وَّعِشْرِیْنَ لَیْلَةً اَوْ اَرْبَعًا وَّعِشْرِیْنَ لَیْلَةً وَاَیَّامَهَا وَصُوْمِیْ فَاِنَّ ذٰلِكَ یُجْزِئُكِ وَكَذٰلِكَ فَافْعَلِیْ كُلَّ شَهْرٍ كَمَا تَحِیْضُ النِّسَآءُ وَكَمَا یَطْهُرْنَ مِیْقَاتَ حَیْضِهِنَّ وَ طُهْرِهِنَّ وَاِنْ قَوِیْتِ عَلٰی اَنْ تُؤَخِّرِیْنَ الظُّهْرَ وَتُعَجِّلِیْنَ الْعَصْرَ وَتَغْتَسِلِیْنَ وَتَجْمَعِیْنَ بَیْنَ الصَّلٰوتَیْنِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَتُؤَخِّرِیْنَ الْمَغْرِبَ وَتُعَجِّلِیْنَ الْعِشَآءَ ثُمَّ تَغْتَسِلِیْنَ وَتَجْمَعِیْنَ بَیْنَ الصَّلٰوتَیْنِ فَافْعَلِیْ وَتَغْتَسِلِیْنَ مَعَ الْفَجْرِ فَافْعَلِیْ وَصُوْمِیْ اِنْ قَدَرْتِ عَلٰی ذٰلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ هٰذَا اَعْجَبُ الْاَمْرَیْنِ اِلَیَّ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ)

دن حیض کے شمار کرلیا کرو رب کے علم میں ۱۱ پھر نہا لیا کرو پھر جب یہ سمجھو کہ تم خوب پاک اور صاف ہوگئیں تو تیئس چوبیس دن و رات نمازیں پڑھو' روزے رکھو۱۲ کہ یہ تمہیں کافی ہوگا۔ ہر مہینہ یوں ہی کرلیا کرو جیسے عموماً عورتیں اپنے حیض و طہر کے اوقات میں ناپاک و پاک رہتی ہیں ۱۳ اور اگر تم اس پر طاقت رکھو کہ ظہر دیر سے اور عصر جلدی پڑھو تو ایک غسل کرو اور دونمازیں ظہر و عصر جمع کرلیا کرو اور مغرب دیر سے عشاء جلدی پڑھو تو غسل کرو اور دونمازیں جمع کرلو تو ایسا کرو اور فجر کے ساتھ غسل کرو' تو ایسا کرلیا کرو ۱۴ اور روزے رکھو اگر اس پر قادر ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دونوں کاموں میں مجھے یہ زیادہ پسند ہے ۱۵ (احمد' ابوداؤد' ترمذی)

(۵۱۶) ۱ آپ حضرت ام المومنین زینب بنت جحش کی بہن اور حضور کی سالی ہیں اولاً حضرت مصعب ابن عمیر کے نکاح میں تھیں ان کی شہادت کے بعد طلحہ ابن عبدالرحمن کے نکاح میں آئیں رضی اللہ عنہا ۲ یعنی مجھے استحاضہ کا خون بہت آتا تھا اور بہت عرصہ تک رہا' کثیرہ اور شدیدہ ان دونوں کی طرف اشارہ ہے یہاں استحاضہ پر مجازاً حیض بولا گیا ۳ یعنی اس دن حضور کے قیام کی باری میری بہن زینب بنت جحش کے گھر تھی اس سے مجھے پوچھنے میں اور آسانی ہوگئی ۴ کیونکہ حضرت حمنہ سمجھی ہوئی تھیں کہ حیض کی طرح استحاضہ میں بھی نماز روزہ ممنوع ہے یہ عرض و معروض اپنے علم کے مطابق ہے ۵ یعنی گدی وغیرہ کا مشورہ اس لئے ہے کہ خون کپڑوں کو نہ لگے اور کپڑے خراب نہ ہوں لہذا یہ مشورہ ہے حکم نہیں ۶ اس طرح کہ نیچے گدی رکھو فرج سے متصل اس پر کپڑے کا لنگوٹ کس کر باندھو تاکہ خون نہ ٹپکے ۷ اس طرح کہ نیچے روئی کی گدی ہو اوپر لنگوٹ اور لنگوٹ پر تیسرا کپڑا جو خون جذب کرنے میں مدد دے ۸ ثجیجنے والی بارش کو کہتے ہیں رب فرماتا ہے ماء ثجاجا یعنی مجھے خون ایسا آتا ہے جیسے بارش کا بہنے والا پانی جو کسی تدبیر سے نہ ٹھہرتا ہے نہ کسی چیز میں جذب ہوتا ہے ۹ یعنی اگر ہمارے بتائے ہوئے دونوں کام کرلو تو بہتر ورنہ ایک ہی عمل کافی ہے یعنی ایک پر عمل رخصت ہے دونوں پر عمل عزیمت ۱۰ یعنی یہ خون کی زیادتی شیطان کے اثرات سے ہے کہ اس نے تیرے رحم کی رگ میں انگلی ماری جس سے یہ بیماری پیدا ہوگئی معلوم ہوا کہ جیسے انسان کی مار سے بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں' سر پھٹ جاتے' میں ایسے ہی شیطان کے اثر سے بعض بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں قرآن کریم فرماتا ہے: یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ (۲:۲۷۵) آسیب نے چھوکر مخبوط بنادیا ہو (کنزالایمان) معلوم ہوا کہ شیطان انسان کو چھوکر دیوانہ کردیتا ہے' فرماتا ہے: وَمَآ اَنْسٰنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ (۱۸:۶۳) اور مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا (کنزالایمان) معلوم ہوا کہ شیطان کے اثر سے نسیان و بھول کا مرض پیدا ہوجاتا ہے یا مطلب یہ ہے کہ یہ وہم کہ مجھ پر نماز فرض نہ رہی یا استحاضہ نماز سے روکتا ہے یہ شیطان کی طرف سے ہے یا حیض و نفاس کا خلط ہوجانا اس میں فرق نہ کرسکنا شیطان کی طرف سے ہے ۱۱ علم اللہ سے مراد اللہ کا حکم ہے یعنی اس

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بیماری سے پہلے تمہارے متعلق جو اللہ کا حکم تھا کہ مہینہ میں اتنے دن حیض جس میں نمازیں معاف اتنے دن کی پاکی جن میں نماز فرض یا علم اللہ سے مراد اللہ کا بتانا ہے یعنی جو کچھ رب نے تمہیں اس بیماری سے پہلے اپنے ایام حیض اور زمانہ طہارت کے متعلق علم بخشا تھا اس کا لحاظ رکھو وہ ہی حساب اب بھی ہوگا ۱۲ یعنی اگر تمہیں اس بیماری سے پہلے مہینہ میں چھ دن حیض آتا تھا اور چوبیس دن پاک رہتی تھیں تو اب بھی وہ ہی حساب رکھو اور اگر سات دن حیض تیئس دن پاکی رہا کرتی تھی تو وہی حساب اب بھی رکھو اور ایام حیض گزرنے پر صرف ایک بار غسل کرلیا کرو باقی دنوں میں ہر نماز کے وقت وضو کر کے نماز پڑھتی رہو اگرچہ خون آتا رہے تمہیں یہ کافی ہے ۱۳ یعنی اس مسئلہ میں استحاضہ کی بیماری والی کا حال تندرست عورتوں کی طرح ہی ہوگا ۱۴ یہ عمل خوب پاکی وصفائی کا ذریعہ بھی ہے اور اس بیماری کا علاج بھی' حضور حکیم جان و ایمان بھی ہیں اور حکیم اجسام بھی اس عمل کا خلاصہ یہ ہے کہ مستحاضہ عورت روزانہ تین بار غسل کرے ایک تو فجر کی نماز کیلئے اور دوسرا ظہر کے آخر وقت کہ نہاتے ہی ظہر پڑھے اور ظہر پڑھتے ہی وقت عصر آجائے وہ بھی پڑھ لے۔ ظہر آخر وقت میں ادا کرے عصر اول میں تیسرا غسل مغرب کے آخر وقت میں جس غسل سے نماز مغرب و عشاء دونوں ادا ہو جائیں مغرب آخر وقت عشاء اول وقت جیسے مسافر بحالت سفر نمازیں جمع کرتا ہے یہ جمع نماز بھی حکم شرعی لازمی نہیں اگر عورت پانچوں نمازوں کیلئے پانچ غسل کرے تو بہت اچھا غرض کہ یہ مشورہ ہے حکم لزومی نہیں فقیر کی یہ شرح بفضلہ تعالٰی اس حدیث کو حل کر دے گی اور مذہب حنفی کے خلاف نہ ہوگی' امام اعظم اس عورت کو یہ اختیار دیتے ہیں رضی اللہ عنہ۔ یہی قول ہے حضرت علی ابن المسعود ، ابن زبیر اور اکثر تابعین کا رضی اللہ عنہم ۱۵ یعنی صرف ایک بار غسل کرنے سے روزانہ تین بار غسل کرنا مجھے بہت پسند ہے کہ اس میں پاکی وصفائی بھی زیادہ ہے اور ان شاء اللہ صحت و تندرستی بھی لہٰذا روزانہ پانچ بار غسل کی ممانعت اس سے ثابت نہیں ہوتی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ اَبِيْ حُبَيْشٍ اِسْتُحِيْضَتْ مُنْذُ كَذَا وَكَذَا فَلَمْ تُصَلِّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰهِ اِنَّ هٰذَا مِنَ الشَّيْطٰنِ لِتَجْلِسْ فِيْ مِرْكَنٍ فَاِذَا رَاَتْ صُفَارَةً فَوْقَ الْمَآءِ فَلْتَغْتَسِلْ لِلظُّهْرِ وَالْعَصْرِ غُسْلًا وَّاحِدًا وَّ تَغْتَسِلُ لِلْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ غُسْلًا وَّاحِدًا وَتَغْتَسِلُ لِلْفَجْرِ غُسْلًا وَّاحِدًا وَّتَوَضَّأُ فِيْ مَابَيْنَ ذٰلِكَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ قَالَ رَوٰى مُجَاهِدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَمَّا اشْتَدَّ عَلَيْهَا الْغُسْلُ اَمَرَهَا اَنْ تَجْمَعَ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ

(۵۱۷) روایت ہے حضرت اسماء بنت عمیس سے ۱ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ فاطمہ بنت ابی حبیش اتنی مدت سے استحاضہ میں مبتلا ہیں ۲ کہ نماز نہ پڑھ سکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ ۳ یہ تو شیطان کی طرف سے ہے ۴ وہ لگن میں بیٹھ جایا کریں ۵ جب زردی پانی پر دیکھ لیں ۶ تو ظہر و عصر کیلئے ایک غسل کرلیا کریں اور مغرب و عشاء کیلئے ایک غسل اور فجر کیلئے ایک غسل ۷ اور ان کے درمیان وضو کرتی رہیں ۸ اسے ابوداؤد نے روایت کیا اور فرمایا کہ مجاہد حضرت ابن عباس سے راوی ہیں کہ جب ان پر غسل بھاری پڑا تو انہیں دو نمازیں جمع کرنے کا حکم دیا ۹

(۵۱۷) ۱ مشہور صحابیہ ہیں بہت عاقلہ صالحہ عابدہ تھیں۔ اولاً حضرت جعفر ابن ابی طالب کے نکاح میں تھیں انہیں کے ساتھ آپ

https://archive.org/details/@madni_library

نے حبشہ کی جانب ہجرت کی ان سے آپ کے تین بیٹے ہوئے' عبداللہ ابن جعفر' محمد' عون' حضرت جعفر کی شہادت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کے نکاح میں آئیں جن سے محمد ابن ابوبکر پیدا ہوئے۔ حضرت صدیق کی وفات کے بعد حضرت علی مرتضیٰ کے نکاح میں آئیں جن سے یحییٰ ابن علی پیدا ہوئے' آپ سے حضرت عمر' عبداللہ ابن عباس' ابوموسیٰ اشعری جیسے جلیل القدر صحابہ نے احادیث نقل کیں ۲؎ کیونکہ وہ سمجھیں کہ حیض کی طرح استحاضہ بھی نماز سے مانع ہے لیکن جب استحاضہ بند ہی نہ ہوا تو گھبرائیں کہ کب تک نماز سے محروم رہوں تب مسئلہ پوچھا خیال رہے کہ اس صورت میں آپ کو استحاضہ کے زمانہ کی نمازیں قضا کرنے کا حکم دیا گیا مگر یہاں اس کا ذکر نہ ہوا کیونکہ مسئلہ سے بے خبری عذر نہیں ہاں اس پر عتاب نہ ہوا کہ بے خبری کی وجہ سے قصور موجب عتاب نہیں ۳؎ یہ سبحان اللہ تعجب کیلئے ہے کہ تم جیسی عاقلہ سنجیدہ بی بی نے بغیر دریافت کئے نماز چھوڑ دی' ہم سے یا فقہاء صحابہ سے مسئلہ معلوم کرنا چاہئے تھا ۴؎ یعنی استحاضہ کی بیماری شیطانی اثر سے ہے اس کی تحقیق پچھلی حدیث میں گزر چکی کہ جب ہوا و پانی بلکہ مٹی و غذا میں بیمار کر دینے کا اثر موجود ہے تو شیطان بھی اثر کرکے بیمار کرسکتا ہے' یا تمہارا بغیر پوچھے نماز چھوڑے رہنا شیطانی اثر اور اس کے دھوکہ سے ہے۔ خیال رہے کہ اللہ کے محبوب بندوں پر بھی شیطان کا داؤ چل جاتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو گندم کھانے کی رغبت شیطان ہی نے دی فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ (۳۶'۲) تو شیطان نے اس سے (یعنی جنت سے) انہیں لغزش دی (کنزالایمان) ہاں ان مقبولوں کو شیطان گمراہ نہیں کرسکتا' گمراہی اور چیز ہے فسق اور چیز اور خطاو غلطی اور۔ رب فرماتا ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ (۱۵'۴۲) بے شک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں (کنزالایمان) اور خود شیطان نے کہا تھا وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ○ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ (۱۵'۳۹'۴۰) اور ضرور میں ان سب کو بے راہ کروں گا مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں (کنزالایمان) ۵؎ یعنی پانی کی لگن پر بھر کر بیٹھ جائیں تاکہ اس سے وقت ظہر کی روانگی اور عصر کی آمد معلوم کرلیں (اشعۃ و مرقاۃ وغیرہ) یا خود اس بھری لگن میں بیٹھ جایا کریں ٹھنڈک کیلئے تاکہ اس ٹھنڈک سے مرض کا زور ٹوٹ جائے ۶؎ یعنی پانی پر آفتاب کی شعاعیں زرد ہوکر پڑنے لگیں جس سے معلوم ہوا کہ اب وقت عصر قریب ہے تو غسل کرکے ظہر و عصر پڑھیں (مرقاۃ وغیرہ) یا جب استحاضہ کے خون کا اثر پانی پر نمودار ہو جائے کہ پانی کا رنگ زرد پڑ جائے' تب لگن سے نکل آیا کریں پہلی توجیہ پر یہ لگن کا عمل وقت معلوم کرنے کیلئے ہے دوسری توجیہ پر یہ عمل علاج کیلئے ہے۔ خیال رہے کہ دھوپ کا پیلا پڑنا اور ہے یہ تو عصر کے آخر وقت ہوتا ہے' جب نماز مکروہ ہو جاتی ہے اور پانی پر شعاعوں کی زردی معلوم ہونا کچھ اور یہ ظہر کے آخر وقت ہوتا ہے لہٰذا حدیث بے غبار ہے ۷؎ یعنی روزانہ تین بار غسل کرلیا کریں تاکہ اللہ انہیں استحاضہ کی بیماری سے شفا دے جیسے کہ پہلے گزر چکا کہ یہ حکم علاج کے طور پر ہے حکم شرعی نہیں اور نہ مستحاضہ پر یہ غسل شرعاً واجب ۸؎ یعنی اگر ان کے سوا اور وقت نفل یا تلاوت قرآن وغیرہ کیلئے وضو کرنا ہو تو صرف وضو کافی ہے' غسل نہ کریں اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم محض علاج کیلئے ہے ۹؎ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انہیں دن میں صرف تین غسلوں کا حکم دیا ان کی مجبوری کی وجہ سے ورنہ پانچ بار غسل اور بھی بہتر تھا۔ معلوم ہوا کہ یہ حکم علاج کیلئے ہے شرعی نہیں' دو نمازیں جمع کرنے سے مراد صرف صورۃً جمع کرنا ہے کہ ظہر آخر وقت میں پڑھے عصر اول وقت میں نہ کہ حقیقۃً جمع کرنا کہ مستحاضہ کیلئے نمازیں جمع کرنے کا کوئی قائل نہیں' مسافر میں اختلاف ہے ہمارے امام صاحب کے ہاں وہ بھی جمع نہیں کرسکتا۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

کِتَابُ الصَّلٰوۃِ نماز کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

۱؎ صلوٰۃ صلی سے بنا بمعنی گوشت بھوننا' آگ پر پکانا رب فرماتا ہے: سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ (۱۱۱:۳) اب دھنستا ہے لپٹ مارتی آگ میں وہ (کنزالایمان) نیز آگ سے لکڑی سیدھی کرنے کو تصلیہ کہا جاتا ہے چونکہ نماز اپنے نمازی کے نفس کو مجاہدہ و مشقت کی آگ پر جلاتی ہے نیز اسے سیدھا کرتی ہے اس لئے اسے صلوٰۃ کہتے ہیں اب صلوٰۃ کے معنی دعا' رحمت' انزال رحمت' استغفار' سرین ہلانا ہیں' چونکہ یہ سب چیزیں نماز میں ہوتی ہیں۔ اس لئے نماز کو صلوٰۃ کہتے ہیں اسلام میں سب اعمال سے پہلے نماز فرض ہوئی یعنی نبوت کے گیارہویں سال ہجرت سے دو سال کچھ ماہ پہلے' نیز ساری عبادتیں اللہ تعالٰی نے فرش پر بھیجیں مگر نماز اپنے محبوب کو عرش پر بلا کر دی اس لئے کلمہ شہادت کے بعد سب سے بڑی عبادت نماز ہے جو نماز سیدھی کرکے پڑھے تو نماز اسے بھی سیدھا کردیتی ہے نماز کے اسرار اور نکات ہماری کتاب اسرار الاحکام اور تفسیر نعیمی پارہ اول میں دیکھو' نمازیں چار قسم کی ہیں' فرض' واجب' سنت مؤکدہ' نفل

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلصَّلَوٰتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ اِلَی الْجُمُعَةِ وَرَمَضَانُ اِلٰی رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ لِّمَا بَیْنَهُنَّ اِذَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۱۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانچ نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک درمیان کے گناہ مٹانے والی ہیں۱؎ جب کبیرہ گناہوں سے بچا رہے۲؎ (مسلم)

(۵۱۸) ۱؎ یعنی نماز پنج گانہ روزانہ کے صغیرہ گناہ کی معافی کا ذریعہ ہے اگر کوئی ان نمازوں کے ذریعہ گناہ نہ بخشوا سکا تو نماز جمعہ ہفتہ بھر کے گناہ صغیرہ کا کفارہ اگر کوئی جمعہ کے ذریعہ بھی گناہ نہ بخشوا سکا کہ اسے اچھی طرح ادا نہ کیا تو رمضان سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہے لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب روزانہ کے گناہ پنج گانہ نمازوں سے معاف ہو گئے تو جمعہ اور رمضان سے کون سے گناہ معاف ہوں گے' خیال رہے کہ گناہ کبیرہ جیسے کفر و شرک' زنا' چوری وغیرہ یوں ہی حقوق العباد بغیر توبہ و ادائے حقوق معاف نہیں ہوتے۲؎ خیال رہے کہ جو اعمال گناہگاروں کی معافی کا ذریعہ ہیں وہ نیک کاروں کی بلندی درجات کا ذریعہ ہیں' چنانچہ معصومین اور محفوظین نماز کی برکت سے بلند درجے پاتے ہیں' لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر چاہیے کہ نیک لوگ نمازیں نہ پڑھیں کیونکہ نمازیں گناہوں کی معافی کیلئے ہیں وہ پہلے ہی سے بے گناہ ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَیْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهَرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ یَغْتَسِلُ فِیْهِ كُلَّ یَوْمٍ خَمْسًا هَلْ یَبْقٰی مِنْ دَرَنِهٖ شَیْءٌ قَالُوْا لَا یَبْقٰی

(۵۱۹) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر نہر ہو کہ اس میں روزانہ پانچ دفعہ نہائے کیا کچھ میل رہے گا لوگوں نے عرض کیا

https://archive.org/details/@madni_library

مِنْ دَرَنِهٖ شَیْءٌ قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلٰوٰتِ الْخَمْسِ يَمْحُوا اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کہ بالکل میل نہ رہے گا فرمایا یہ پانچ نمازوں کی مثال ہے کہ اللہ ان کی برکت سے گناہ مٹاتا ہے[۱] (مسلم بخاری)

(۵۱۹) [۱] یہاں خطاؤں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں' کبیرہ گناہ اور حقوق العباد اس سے علیحدہ ہیں کہ وہ نماز سے معاف نہیں ہوتے جیسا کہ پہلے گزر گیا' خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پنج گانہ کو نہر سے تشبیہ دی نہ کہ کنویں سے' دو وجہ سے ایک یہ کہ کنویں میں اگر گھسا جائے تو اکثر اس کا پانی نہانے کے لائق نہیں رہتا' کیونکہ وہ پانی جاری نہیں' نہر کا پانی جاری ہے ہر ایک کو ہر طرح پاک کر دیتا ہے یوں ہی نماز ہر طرح پاک کر دیتی ہے کیسا ہی گندا ہو' دوسرے یہ کہ کنویں کا پانی تکلف سے حاصل ہوتا ہے' رسی ڈول کی ضرورت پڑتی ہے کمزور آدمی پانی کھینچ نہیں سکتا' مگر نہر کا پانی بے تکلف حاصل ہوتا ہے ایسے ہی نماز بے تکلف ادا ہو جاتی ہے جس میں کچھ نہیں کرنا پڑتا اور جب دروازے پر نہر ہو تو غسل کیلئے دور جانا بھی نہیں پڑتا' خیال رہے کہ گناہ دل کا میل ہے اور نماز میل دل کیلئے پانی۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّ رَجُلًا اَصَابَ مِنِ امْرَاَةٍ قُبْلَةً فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلِيْ هٰذَا قَالَ لِجَمِيْعِ اُمَّتِيْ كُلِّهِمْ وَ فِيْ رِوَايَةٍ لِّمَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ اُمَّتِيْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۲۰) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ ایک مرد نے کسی عورت کا بوسہ لیا[۱] پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا آپ کو یہ خبر دی[۲] تب اللہ تعالٰی نے یہ آیت اتاری کہ دن کے کناروں اور رات کی ساعتوں میں نماز قائم کرو[۳] نیکیاں گناہ دور کرتی ہیں اس نے کہا یا رسول اللہ کیا یہ صرف میرے لئے ہے فرمایا میری ساری امت کیلئے اور ایک روایت میں ہے کہ میری امت سے جو یہ عمل کرے[۴] (مسلم بخاری)

(۵۲۰) [۱] ان مرد کا نام ابوالیسر ہے کھجوروں کی دکان کرتے تھے' ایک عورت خریدنے کیلئے آئی' ان کا دل اس کی طرف مائل ہو گیا' بولے اچھی کھجوریں گھر میں ہیں' اس بہانے سے اندر لے جا کر بوسہ لے لیا' وہ ولی اللہ کے بندے خدا سے ڈر گئے سخت نادم ہوئے' اس لئے ثابت ہوا کہ اجنبی عورت سے تنہائی بڑی خطرناک ہے (اشعۃ مرقاۃ) [۲] صحابہ کرام خطائیں معاف کرانے کیلئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اس آیت پر یہ عمل کرتے ہوئے: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ (۴:۶۴) اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں۔ (کنزالایمان) اب بھی ہم گناہگاروں کو معافی کیلئے اس آستانے پر حاضری ضروری ہے یہ خیال نہ کرو کہ وہ صرف مدینہ میں رہتے ہیں' بلکہ مومنوں کے سینے ان کا کاشانہ رحمت ہیں [۳] مرقاۃ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا میں اپنے رب کے حکم کا انتظار کرتا ہوں' عصر کے بعد یہ آیت اتری' خیال رہے کہ نماز فجر اور ظہر دن کے اس کنارے کی نمازیں ہیں اور عصر و مغرب دوسرے کنارے کی اور عشاء رات کی' لہٰذا یہ آیت پانچوں نمازوں کو شامل ہے' زلف زلفت سے بنا بمعنی قرب یعنی رات کا وہ ٹکڑا جو دن سے قریب ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ [۴] یعنی یہ آیت اگرچہ تیرے بارے میں اتری مگر اس کا حکم عام ہے کوئی مسلمان کوئی گناہ صغیرہ کرے اس کی نمازیں وغیرہ معافی کا ذریعہ ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ اجنبیہ سے خلوت اور بوس و کنار گناہ صغیرہ ہے' ہاں یہ جرم بار بار کرنے سے کبیرہ بن جائے گا کیونکہ صغیرہ پر دوام کبیرہ ہے اور یہ جان کر بوس و کنار [illegible] نماز سے معاف کرا لیں گے کفر ہے کہ یہ اللہ پر امن ہے یہ حدیث اس کیلئے ہے جو اتفاقاً ایسا معاملہ کر بیٹھے پھر شرمندہ ہو کر توبہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

کرے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اس میں ان حرکتوں کی اجازت دے دی گئی یہاں مِنْ اُمَّتِیْ فرمانے سے معلوم ہوا کہ یہ آسانیاں صرف اس امت کیلئے ہیں گزشتہ امتوں کی معافی بہت مشکل ہوتی تھی۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْهُ عَلَیَّ قَالَ وَلَمْ یَسْئَلْهُ عَنْهُ وَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلّٰی مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ قَامَ الرَّجُلُ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰه اِنِّیْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْ فِیَّ کِتَابَ اللّٰهِ قَالَ اَلَیْسَ قَدْ صَلَّیْتَ مَعَنَا قَالَ نَعَمْ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَلَكَ ذَنْبَكَ اَوْحَدَّكَ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۵۲۱) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص حاضر ہوا بولا یا رسول اللہ میں حد کو پہنچ گیا[۱] وہ مجھ پر قائم فرمادیجئے فرماتے ہیں اس سے حضور نے کچھ پوچھا نہیں[۲] نماز حاضر ہوئی اس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی[۳] جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کرلی وہ کھڑا ہوگیا عرض کیا یا رسول اللہ میں نے حد پائی۔ مجھ پر اللہ کی کتاب قائم کردیں[۴] فرمایا کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی عرض کیا ہاں فرمایا اللہ نے تیرا گناہ یا تیری حد بخش دی[۵] (مسلم بخاری)

(۵۲۱)[۱] یعنی میں نے ایسا گناہ کرلیا جو شرعی سزا کا باعث ہے حد سزائے مقرر کو کہتے ہیں جیسے زانی کیلئے سنگساری اور چور کے ہاتھ کاٹنا تعزیر وہ سزا ہے جو شرعاً مقرر نہ ہو قاضی اپنی رائے سے مقرر کرے ان بزرگوں نے کوئی معمولی گناہ کیا تھا مگر سمجھے یہ کہ شاید اس میں بھی سزائے شرعی ہوگی یا حد لغوی معنی میں ہے یعنی مطلقاً سزا[۲] کیونکہ حضور انور کو کشف سے معلوم تھا کہ انہوں نے معمولی جرم کیا تھا اور پوچھنے سے ان کی رسوائی ہوگی یہ ہے شان ستاری (از مرقاۃ)[۳] صرف ایک نماز یہ نماز عصر تھی جیسا کہ مرقاۃ وغیرہ میں ہے[۴] لائق حد ہو یا نہ ہو جو بھی فرمان الٰہی ہو حد یا کفارہ یا کوئی اور چیز اسی لئے یہاں کتاب اللہ فرمایا یہ صحابہ کرام کی قوت ایمانی ہے کہ دوسرے مجرم اپنے جرم چھپا کر جان بچانے کی کوشش کرتے ہیں مگر یہ حضرات اپنے قصور ظاہر کرکے جانوں پر کھیل کر ایمان بچاتے ہیں[۵] یعنی جس گناہ کو تو نے قابل حد سمجھا تھا وہ اس نماز کی برکت سے معاف ہوگیا لہٰذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ نماز سے شرعی سزائیں معاف ہو جاتی ہیں خیال رہے کہ گناہ صغیرہ پر کبھی حد نہیں ہوتی اور سوا ڈکیتی کی حد کے کوئی حد توبہ سے معاف نہیں ہوتی ڈاکو اگر گرفتاری سے پہلے توبہ کرلے تو سزا نہیں پاتا یونہی اگر کافر بعد زنا مسلمان ہو جائے تو رجم وغیرہ کا مستحق نہیں (مرقاۃ) شیخ عبدالحق نے فرمایا مَعَنَا سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنا گناہوں کی معافی کیلئے اکسیر ہے نماز کی عظمت امام کی عظمت کے مطابق ہے سبحان اللہ جن کے ساتھ والی نماز مجرموں کو بخشوادے وہ ذات کریم خود کیسی ہوگی۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ قَالَ الصَّلٰوةُ لِوَقْتِهَا قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ بِرُّالْوَالِدَیْنِ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ بِهِنَّ وَلَوِ اسْتَزَدْتُّهٗ لَزَادَنِیْ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۵۲۲) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ کو کون سا عمل زیادہ پیارا ہے فرمایا وقت پر نماز[۱] میں نے کہا پھر کون سا فرمایا ماں باپ سے بھلائی میں نے کہا پھر کون سا فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد[۲] فرمایا مجھے حضور نے یہ باتیں بتائیں اگر زیادہ پوچھتا تو زیادہ بتاتے (مسلم بخاری)

(۵۲۲)[۱] یعنی ہمیشہ نمازیں وقت مستحبہ پر ادا کرنا علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ایمان کے بعد نماز کا درجہ ہے ان کی دلیل یہی

https://archive.org/details/@madni_library

حدیث ہے جن روایتوں میں جہاد کو نماز سے پہلے بیان کیا گیا وہ بعض ہنگامی حالات میں ہے جب جہاد فرض عین ہو چکا ہو اور دشمن کی یلغار بڑھ گئی ہو ورنہ ظاہر ہے کہ جہاد نماز ہی کیلئے ہوتا ہے یا یوں کہا جائے کہ سائلین کے لحاظ سے حضور کے جواب مختلف ہوئے کسی کیلئے جہاد افضل تھا کسی کیلئے غریبوں کو کھانا کھلانا کسی کیلئے زبان کی حفاظت کسی کیلئے چھپ کر خیرات لہٰذا احادیث متعارض نہیں ۲؎ یہ ترتیب سیدنا ابن مسعود کے حال کے لحاظ سے ہے ورنہ بعض روایات میں اس کے برعکس بھی آیا ہے ۳؎ یعنی میں نے سوال ہی اتنے کئے' خیال رہے کہ ماں باپ کی خدمت کو نماز سے بہت مناسبت ہے کہ نماز ربّ کی عبادت ہے اور یہ خدمت مربی کی اطاعت اسی لئے قرآن شریف میں اس خدمت کو نماز عبادت کے ساتھ بیان فرمایا گیا: وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا الایہ

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَ بَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۲۳) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندے اور کفر کے درمیان نماز چھوڑنا ہے ۱؎ (مسلم)

(۵۲۳) ۱؎ یعنی بندہ مومن اور کفر کے درمیان نماز کی دیوار حائل ہے جو اس تک کفر کو نہیں پہنچنے دیتی جب یہ آڑ ہٹ گئی تو کفر کا اس تک پہنچنا آسان ہوگیا' ممکن ہے کہ آئندہ یہ شخص کفر بھی کر بیٹھے' خیال رہے کہ بعض ائمہ ترک نماز کو کفر بھی کہتے ہیں' بعض کے نزدیک بے نمازی لائق قتل ہے اگرچہ کافر نہیں ہوتا ہمارے امام صاحب کے نزدیک بے نمازی کو مار پیٹ اور قید کیا جائے جب تک کہ وہ نمازی نہ بن جائے ہمارے ہاں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بے نمازی قریب کفر ہے یا اس کے کفر پر مرنے کا اندیشہ ہے یا ترک نماز سے مراد نماز کا انکار ہے یعنی نماز کا منکر کافر ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ — دوسری فصل

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوٰتٍ افْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْءَ هُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَاَتَمَّ رُكُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ كَانَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اَنْ يَّغْفِرَلَهٗ وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اِنْشَآءَ غَفَرَلَهٗ وَاِنْ شَآءَ عَذَّبَهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ رَوٰى مَالِكٌ وَّالنَّسَآئِيُّ نَحْوَهٗ

(۵۲۴) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کیں ۱؎ جو ان کا وضو اچھی طرح کرے اور انہیں صحیح وقت پر ادا کرے اور ان کا رکوع وخشوع پورا کرے ۲؎ اس کیلئے اللہ کا وعدہ ہے کہ اسے بخش دے ۳؎ اور جو ایسا نہ کرے تو اس کیلئے اللہ کا وعدہ نہیں اگر چاہے بخشے اور اگر چاہے اسے عذاب دے ۴؎ (احمد' ابوداؤد) مالک ونسائی نے اس کی مثل روایت کی۔

(۵۲۴) معلوم ہوا کہ نماز پنجگانہ کے سوا کوئی اور نماز فریضہ اسلام نہیں' عیدین اور وتر واجب ہیں فرض نہیں' نماز جمعہ ان پانچ میں ہی داخل ہے کیونکہ وہ ظہر کے قائم مقام ہے' اسی لئے جس پر جمعہ فرض ہے اس پر ظہر نہیں اور جس پر ظہر فرض ہے اس پر جمعہ نہیں' یہ ناممکن ہے کہ کسی پر ظہر اور جمعہ دونوں فرض ہوں تو نمازیں چھ ہو جائیں گی' نذر کی نماز اگرچہ فرض ہے مگر وہ فریضہ اسلام نہیں ۲؎ چونکہ رکوع اسلامی نماز کی خصوصیات میں سے ہے دوسری امت کی نمازوں میں عموماً رکوع نہ تھا نیز رکوع مل جانے سے رکعت مل جاتی ہے' نیز رکوع ارکان

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

نماز میں فاصل ہے اس لئے خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا خشوع دل کا اور ہے اعضاء کا اور' یہ بحث ہماری تفسیر نعیمی میں دیکھو۳؎ اس طرح کہ اس کے گناہ صغیرہ معاف کر دے اور کبیرہ گناہوں سے توبہ کی اور حقوق العباد ادا کرنے کی توفیق دے' خیال رہے کہ نماز پورا کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کے سارے شرائط ادا کئے جائیں' ایمان بھی نماز کی شرط ہے لہذا احادیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ نمازی آدمی جو چاہے گناہ کرے معاف ہو جائیں گے اور نہ یہ اعتراض کہ منافقین اور بہت سے بے دین نمازی تھے اور ہیں مگر ان کی مغفرت نہیں ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ بے نمازی کافر نہیں اور ترک نماز کفر نہیں کیونکہ کفر کی بخشش نہیں ہوتی رب فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ الایہ یہ آیت میں شرک بمعنی کفر ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوْا خَمْسَكُمْ وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ وَاَدُّوْا زَكٰوةَ اَمْوَالِكُمْ وَاَطِيْعُوْ اِذَا اَمَرَكُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ)

(۵۲۵) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پانچ نمازیں پڑھو اور اپنے مہینہ کا روزہ رکھو اپنے مالوں کی زکوۃ دو اپنے حکم والے کی اطاعت کرو۱؎ اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۲؎ (احمد و ترمذی)

(۵۲۵) ۱؎ حکم والوں سے خلیفۃ المسلمین' اسلامی حکام' علمائے دین سب ہی مراد ہیں' اطاعت سے مراد ان کے جائز احکام ہیں' فرمانبرداری کرنا ہے خلاف شرع حکم کی اطاعت لازم نہیں چونکہ رمضان کے روزے صرف اسی امت پر فرض ہوئے اس لئے شہرکم فرمایا' زکوۃ روزے کے بعد فرض ہوئی' اس لئے اس کا ذکر بھی روزے کے بعد ہوا۲؎ اعمال کی نسبت بندوں کی طرف کی اور جنت کی رب کی طرف تا کہ خرید و فروخت کے معنی ظاہر ہوں فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ (۹'۱۱۱) بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہیں (کنز الایمان) خیال رہے کہ مختلف احادیث مختلف اوقات کی ہیں جس زمانہ میں کوئی عبادت نہ آئی تھی تب فرمایا گیا جس نے کلمہ پڑھ لیا جنتی ہو گیا جب نماز آ گئی تو نماز ہی پر جنت کا وعدہ فرمایا گیا اور جب زکوۃ روزے وغیرہ بھی آ گئے تب جنتی ہونے کیلئے ان اعمال کی بھی قید لگی لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَآءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَآءُ عَشْرِ سِنِيْنَ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَكَذَا رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ عَنْهُ وَفِي الْمَصَابِيْحِ عَنْ سَبُرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ

(۵۲۶) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہوں اور انہیں نماز پر مارو جب وہ دس سال کے ہوں۱؎ اور علیحدگی کر دو ان کے درمیان خوابگاہوں میں۲؎ (ابوداؤد) یوں ہی اسے شرح سنہ میں انہی سے روایت کیا اور مصابیح میں ابن معبد سے۔

(۵۲۶) ۱؎ ان عمروں میں اگرچہ ان پر نماز فرض نہیں کہ وہ نابالغ ہیں لیکن عادت ڈالنے کیلئے انہیں ابھی سے نمازی بناؤ' چونکہ دس سال کی عمر میں بچے کو سمجھ بوجھ کافی ہو جاتی ہے اس لئے مارنے کا بھی حکم دیا چونکہ نماز زیادہ اہم ہے اس لئے اس ہی پر مارو وغیرہ کا حکم دیا گیا مروا سے معلوم ہوا کہ بچے کو سات سال سے پہلے بھی رغبت دی جائے مگر اس کا حکم سات سال کی عمر میں ۲؎ یعنی بہن بھائیوں کو علیحدہ بستروں پر سلاؤ کہ اب وہ مراہق یعنی قریب بلوغ ہو گئے۔

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنْ بَرِيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَهْدُ الَّذِيْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلٰوةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

(۵۲۷) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ معاہدہ جو ہمارے اور ان کے درمیان ہے وہ نماز ہے[1] تو جس نے اسے چھوڑ دیا یقیناً کفر کیا (احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

(۵۲۷)[1] ان سے مراد منافقین ہیں یعنی مسلمانوں اور منافقین کے درمیان نماز ہی ایک وہ چیز ہے جو منافقوں کیلئے باعث امان ہے کہ اسی وجہ سے ہم انہیں قتل نہیں کرتے اور ان پر اسلامی احکام جاری کرتے ہیں اب جو منافق نماز کو چھوڑ دے گا اس کا کفر ظاہر ہو جائے گا اور وہ لائق قتل ہوگا[2] یعنی نماز کے چھوڑنے سے اس منافق کا کفر ظاہر ہوگا یہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ اس کا مطلب یہ نہیں کہ بے نمازی کافر ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ
تیسری فصل

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ عَالَجْتُ امْرَاَةً فِيْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَاِنِّيْ اَصَبْتُ مِنْهَا مَا دُوْنَ اَنْ اَمَسَّهَا فَاَنَا هٰذَا فَاقْضِ فِيَّ مَا شِئْتَ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ لَقَدْ سَتَرَكَ اللّٰهُ لَوْسَتَرْتَ عَلٰى نَفْسِكَ قَالَ وَلَمْ يُرَدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ شَيْئًا وَقَامَ الرَّجُلُ فَانْطَلَقَ فَاَتْبَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَدَعَاهُ وَتَلَا عَلَيْهِ هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ هٰذَا لَهٗ خَاصَّةً فَقَالَ بَلْ لِلنَّاسِ كَافَّةً (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۲۸) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بولا یا رسول اللہ میں نے مدینہ کے کنارے میں ایک عورت کو گلے لگا لیا اور صحبت کی حد تک نہ پہنچا تو میں یہ ہوں میرے بارے میں جو چاہیں فیصلہ کریں[2] حضرت عمر نے فرمایا اللہ نے تیری پردہ پوشی کی تھی کاش کہ تو بھی اپنے پر پردہ پوشی کرتا[3] فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کچھ جواب نہ دیا وہ شخص کھڑا ہو کر چل دیا[4] اس کے پیچھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا اسے بلایا اس پر آیت تلاوت فرمائی کہ نماز قائم کرو دن کے کناروں اور رات کی ساعتوں میں یقیناً نیکیاں گناہ مٹا دیتی ہیں یہ ماننے والوں کیلئے نصیحت ہے[5] قوم میں سے ایک شخص نے عرض کیا[6] کہ یا نبی اللہ کیا یہ اسی کیلئے ہے فرمایا سارے لوگوں کیلئے ہے[7] (مسلم)

(۵۲۸)[1] غالب یہ ہے کہ یہ صاحب ابوالیسر کے علاوہ اور کوئی ہیں کیونکہ دونوں قصوں میں فرق ہے[2] یعنی زنا کے سوا اور سب کچھ کر لیا جو شرعی سزا تجویز ہو میں حاضر ہوں وہ یہ سمجھ کر آئے ہوں گے اس کی سزا بھی رجم ہے کہ اسباب زنا گویا زنا ہی ہیں سبحان اللہ یہ ہے قوت ایمانی اور خوف الٰہی[3] یعنی خفیہ گناہ کی توبہ بھی خفیہ کر لیتا تو اچھا تھا کیونکہ چھپے گناہ پر اعلان کرنا برا ہے۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ چھپے گناہ کی توبہ چھپ کر کرے اور علانیہ کی توبہ علانیہ کرے، دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نیکیاں پیش کرنا، ریا نہیں اور حضور پر اپنے گناہ ظاہر کرنا بخشوانے کیلئے گناہ نہیں، بیمار اپنی بیماری طبیب پر ظاہر کرتا ہے علاج کیلئے، اس لئے حضور نے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ان پر ملامت نہ فرمائی کہ تو نے اپنا گناہ کیوں ظاہر کیا لہذا عمر فاروق کا فرمانا بھی برحق اور سرکار کی خاموش بھی ہے یہ چل دینا بھاگنے کیلئے نہ تھا بلکہ وہ سمجھے کہ شاید میرے بارے میں کوئی آیت کریمہ آئے گی تب مجھے بلا کر فیصلہ کر دیا جائے گا اگر معافی ہوگی شکر کروں گا' سزا تجویز ہوگی تو برداشت کروں گا لہذا ان صاحب پر یہ اعتراض نہیں کہ حضور سے بغیر پوچھے کیوں چل دیئے کیونکہ یہ کام منع جب ہے' جب لوٹنے کا ارادہ نہ ہو جیسے اذان کے بعد مسجد سے نکلنا اس وقت ممنوع ہے جب لوٹنے کا قصد نہ ہو لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ حضور کی مجلس سے بغیر پوچھے نہ جاؤ ۵؎ اس آیت کی تفسیر ابھی کچھ پہلے گزر گئی۔ مقصد یہ ہے کہ اس گناہ پر سزا کوئی نہیں کیونکہ یہ صغیرہ ہے جو تجھ سے اتفاقاً سرزد ہو گیا۔ خیال رہے کہ حضور نے پہلے ہی اسے یہ آیت نہ سنا دی بلکہ چلے جانے کے بعد اسے واپس بلا کر سنائی کیونکہ غالبًا حضور کو امید تھی کہ شاید اس کے بارے میں کوئی اور آیت اترے ۶؎ عرض کرنے والے عمر فاروق ہیں یا معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ ۷؎ کیونکہ اگرچہ اس آیت کا نزول خاص موقع پر ہوا لیکن اس کے الفاظ عام ہیں۔ خیال رہے کہ یہاں النّاس سے مراد مسلمان ہیں یعنی جو مسلمان پابندی نماز کرے گا اس کے صغیرہ گناہ معاف ہوتے رہیں گے۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ زَمَنَ الشِّتَاءِ وَالْوَرَقُ یَتَهَافَتُ فَاَخَذَ بِغُصْنَیْنِ مِنْ شَجَرَةٍ قَالَ فَجَعَلَ ذٰلِكَ الْوَرَقُ یَتَهَافَتُ قَالَ فَقَالَ یَا اَبَا ذَرٍّ قُلْتُ لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لَیُصَلِّی الصَّلٰوةَ یُرِیْدُبِهَا وَجْهَ اللّٰهِ فَتَهَافَتُ عَنْهُ ذُنُوْبُهٗ كَمَا تَهَافَتُ هٰذَا الْوَرَقُ عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۵۲۹) روایت ہے حضرت ابوذر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سردی کے موسم میں تشریف لے گئے ۱؎ جب پتے جھڑ رہے تھے تو حضور نے ایک درخت کی دو شاخیں پکڑ لیں ۲؎ فرمایا کہ پتے جھڑنے لگے راوی فرماتے ہیں کہ فرمایا اے ابوذر! میں نے کہا حضور حاضر ہوں فرمایا کہ جب مسلمان بندہ اللہ کی رضا کیلئے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ ایسے ہی جھڑ جاتے ہیں جیسے پتے اس درخت سے جھڑ گئے ۳؎ (احمد)

(۵۲۹) ۱؎ مدینہ منورہ سے باہر کسی جنگل میں اور یہ موسم خزاں کا تھا جبکہ شاخیں ہلانے سے پتے جھڑ جاتے ہیں اور ویسے بھی پت جھڑ ہوتا رہتا ہے ۲؎ غالبًا یہ درخت کوئی جنگل خودرو تھا جس کے پھل پھول پتے ہر راہ گیر توڑ سکتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ درخت آپ کا اپنا ہو یا کسی ایسے شخص کا ہو جو حضور کے اس عمل شریف سے راضی ہو ورنہ دوسرے کے درخت سے بلا اجازت پتے وغیرہ جھاڑنا ممنوع ہے (مرقاۃ) ۳؎ یعنی اخلاص کی نماز موسم خزاں کی اس تیز ہوا کی طرح ہے جو پت جھاڑ کر دیتی ہے پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ یہاں گناہوں سے صغیرہ گناہ مراد ہیں۔

وَعَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی سَجْدَتَیْنِ لَا یَسْهُوْ فِیْهِمَا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۵۳۰) روایت ہے حضرت زید ابن خالد جہنی سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو دو رکعتیں پڑھے جن میں کچھ بھولے نہیں تو اللہ اس کے پچھلے گناہ بخش دیتا ہے ۲؎ (احمد)

(۵۳۰) ۱؎ آپ قبیلہ جہنیہ سے ہیں' کوفہ میں رہے وہیں وفات پائی ۲؎ غالبًا ان دو رکعتوں سے مراد وضو کے نفل ہیں جیسا کہ دوسری حدیث میں صراحۃً مذکور ہے نہ بھولنے سے مراد دل کا حاضر رہنا ہے یعنی جو کوئی حضور دل سے وضو کے نفل پڑھے تو اس کے سارے گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں' اب باقی نماز فرائض' سنتیں وغیرہ اس کے درجے بلند کریں گی خلاصہ یہ کہ جب نفل نماز کا یہ فائدہ ہے تو

https://archive.org/details/@madni_library

فرائض اور واجبات کا کتنا بڑا فائدہ ہوگا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ ذَكَرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا فَقَالَ مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا وَّبُرْهَانًا وَّنَجَاةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ تَكُنْ لَّهٗ نُوْرًا وَّلَا بُرْهَانًا وَّلَا نَجَاةً وَكَانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَعَ قَارُوْنَ وَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَاُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

(۵۳۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے ایک دن نماز کا ذکر کیا تو فرمایا کہ جو اس پر پابندی کرے گا[۱] نماز اس کیلئے قیامت کے دن روشنی دلیل اور نجات ہو جائے گی[۲] اور جو اس پر پابندی نہ کرے گا تو اس کیلئے نہ نور ہوگی نہ دلیل نہ نجات اور وہ قیامت کے دن قارون' فرعون' ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا[۳] (احمد' دارمی' بیہقی' شعب الایمان)

(۵۳۱)[۱] اس طرح کہ نماز ہمیشہ پڑھے صحیح پڑھے' دل لگا کر اخلاص کے ساتھ ادا کیا کرے یہی معنی ہیں نماز قائم کرنے کے جس کا حکم قرآن کریم نے بار بار دیا: وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (۲:۴۳) اور نماز قائم رکھو (کنزالایمان) [۲] قیامت میں قبر بھی داخل ہے کیونکہ موت بھی قیامت ہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نماز قبر میں اور پل صراط پر روشنی ہوگی کہ سجدہ گاہ تیز بیڑی کی طرح چمکے گی اور نماز اس کے مومن بلکہ عارف باللہ ہونے کی دلیل ہوگی نیز اس نماز کے ذریعہ اسے ہر جگہ نجات ملے گی کیونکہ قیامت میں پہلا سوال نماز کا ہوگا اگر اس میں بندہ کامیاب ہو گیا تو انشاء اللہ آگے بھی کامیاب ہوگا[۳] ابی ابن خلف وہ مشرک ہے جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن اپنے ہاتھ سے قتل فرمایا مرقاۃ میں ہے اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ بے نمازی کا حشر ان کافروں کے ساتھ ہوگا اور نمازی مومن کا حشر انشاء اللہ نبیوں' صدیقوں شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا۔ اس سے یہ لازم نہیں کہ بے نمازی کافر ہو جائے اور نمازی نبی' بلکہ بے نماز کو قیامت میں ان کفار کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا جیسے کسی شریف آدمی کو ذلیل کے ساتھ بٹھا دینا اس کی ذلت ہے لہٰذا حدیث واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ خیال رہے کہ قیامت میں ہر شخص کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے اسے دنیا میں محبت تھی اور جس کی طرح وہ کام کرتا تھا بے نماز چونکہ کافروں کے سے کام کرتا ہے لہٰذا اس کا حشر بھی ان کے ساتھ ہوگا جو نمازی نبیوں' صدیقوں کی نقل کرتا ہے لہٰذا ان کا حشر ان کے ساتھ ہوگا اسی لئے کہتے ہیں کہ اچھوں کی نقل بھی اچھی اور بروں کی نقل بھی بری۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرَوْنَ شَيْئًا مِّنَ الْاَعْمَالِ تَرْكُهٗ كُفْرٌ غَيْرَ الصَّلٰوةِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۵۳۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن شقیق سے[۱] فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اعمال میں سے کسی عمل کے چھوڑنے کو کفر نہ سمجھتے تھے سوا نماز کے[۲] (ترمذی)

(۵۳۲)[۱] آپ عظیم الشان تابعی ہیں' حضرت عمر' علی' عثمان و عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی' قبیلہ بنی عقیل سے ہیں' بصرہ میں قیام رہا' ۱۰۸ھ میں وفات پائی[۲] کیونکہ اس زمانہ میں نماز پڑھنا مومن کی علامت تھی اور نہ پڑھنا کافر کی پہچان جیسے آج سر پر چوٹی' نیچے دھوتی ہندوؤں کی پہچان ہے اس لئے وہ حضرات جسے نماز نہ پڑھتے دیکھتے سمجھتے کافر ہوگا' لہٰذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ نماز چھوڑنا کفر ہو اور بے نمازی کافر ہو اور نہ یہ حدیث ان احادیث کے خلاف ہے جن میں فرمایا گیا کہ مومن اگرچہ زانی ہو چور ہو پھر بھی جنتی' یعنی جنت کا مستحق ہے۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ اَنْ لَّا تُشْرِكَ بِاللّٰهِ شَیْئًا وَّ اِنْ قُطِّعْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَتْرُكْ صَلٰوۃً مَّكْتُوْبَةً مُتَعَمِّدًا فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِءَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَاِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۵۳۳) روایت ہے حضرت ابی الدرداء سے فرماتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب نے وصیت کی کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ اگرچہ تم مار ڈالے جاؤ یا جلا دیئے جاؤ[۱] اور فرض نماز جان کر نہ چھوڑو کہ جس نے اسے عمداً چھوڑا اس سے ذمہ بری ہو گیا[۲] شراب نہ پیو کہ یہ ہر شر کی چابی ہے[۳] (ابن ماجہ)

(۵۳۳)[۱] وصیت سے مراد تاکیدی حکم ہے رب فرماتا ہے: یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْٓ اَوْلَادِكُمْ (۱۱،۴) اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں (کنزالایمان) شرک نہ کرنے سے مراد دلی شرک ہے یعنی عقیدہ شرک اختیار نہ کرو لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ (۱۶،۱۰۶) سوا اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو (کنزالایمان) کیونکہ آیت میں سخت مجبور کو زبان سے کفر کہہ دینے کی اجازت دی گئی ہے اور یہاں عقیدہ کفر رکھنے سے ممانعت ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیت میں رخصت کا ذکر ہو اور یہاں عزیمت کا یعنی اگرچہ معذور کو کفر بولنے کی اجازت مگر ثواب اسی میں ہے کہ قتل ہو جاؤ مگر زبان سے کفر نہ نکالو[۲] یعنی بے نمازی سے اسلام کی امان اٹھ گئی اسے حاکم اس پر سخت سے سخت سزا دے سکتا ہے یا یہ مطلب ہے کہ نمازی اللہ کی امان میں رہتا ہے صدہا مصیبتوں سے محفوظ بے نماز اس دولت سے محروم[۳] کیونکہ شراب عقل بگاڑ دیتی ہے اور عقل ہی برائیوں سے روکتی ہے، بے عقلی میں انسان سب کچھ کر بیٹھتا ہے۔ خیال رہے کہ خمر صرف انگوری شراب کو کہتے ہیں مگر یہاں ہر نشہ والی شراب مراد ہے جیسا کہ مضمون سے ظاہر ہے۔

https://archive.org/details/@madni_library

بَابُ الْمَوَاقِيْتِ — وقتوں کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

مواقیت وقتوں کی جمع ہے، میقات بمعنی وقت ہے جیسے میعاد بمعنی وعدہ، میلاد بمعنی ولادت معراج بمعنی عروج یہاں نماز کے اوقات مراد ہیں نماز کے اوقات تین قسم کے ہیں وقت مباح وقت مستحب اور وقت مکروہ، نماز کے اوقات تشریعی چیزیں ہیں جن میں عقل کو دخل نہیں مگر ان میں حکمتیں ضرور ہیں، یہ حکمتیں ہماری کتاب اسرار الاحکام میں دیکھو چونکہ نماز کیلئے وقت شرط اول ہے اس لئے صاحب مشکوۃ نے نماز کے بیان میں پہلے اس کا ذکر کیا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْتُ الظُّهْرِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُوْلِهٖ مَالَمْ يَحْضُرِ الْعَصْرُ وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَالَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ مَالَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ الْاَوْسَطِ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ مَالَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ فَاِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَاَمْسِكْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۳۴) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کا وقت[1] جب ہے کہ سورج ڈھل جائے[2] اور آدمی کا سایہ اس کے قد کی برابر ہو جائے[3] جب تک کہ عصر نہ آئے[4] اور عصر کا وقت جب تک ہے کہ سورج زرد نہ پڑ جائے[5] اور نماز مغرب کا وقت جب تک ہے کہ شفق غائب نہ ہو جائے اور عشاء کی نماز کا وقت رات کے درمیانی آدھے تک ہے[6] اور نماز صبح کا وقت صبح چمکنے سے اس وقت تک ہے کہ سورج نہ چمکے۔ جب سورج چمک جائے تو نماز سے باز رہو[8] کیونکہ سورج شیطان کے سینگوں کے درمیان نکلتا ہے[9] (مسلم)

(۵۳۴) ظہر یا ظہور سے بنا یا ظہیرہ سے (دوپہری) چونکہ معراج کے بعد اولاً یہی نماز ظاہر ہوئی اور سب سے پہلے یہی پڑھی گئی نیز یہ دوپہری میں ادا کی جاتی ہے لہٰذا اسے ظہر کہا جاتا ہے[2] آفتاب صبح سے دوپہر تک چڑھتا ہے اور دوپہر سے شام تک پچھم کی طرف اترتا ہے جس حد پر چڑھنا ختم ہو جائے اور اس کے بعد اترنا شروع ہو وہ نصف النہار ہے نصف النہار سے آگے بڑھنے کا نام زوال، یہ زوال ہی وقت ظہر کی ابتداء ہے وہی یہاں مراد[3] زوال کے وقت سایہ برابر ہونا بعض ملکوں اور بعض زمانوں میں ہوگا سردی میں چونکہ سورج جنوب کی طرف ہوتا ہوا جاتا ہے لہٰذا اس وقت بعض جگہ ہر سایہ چیز کے برابر ہو جاتا ہے لیکن کبھی بعض ملکوں میں اس وقت سایہ بالکل نہیں ہوتا۔ یا ہوتا ہے مگر بہت تھوڑا جس زمانہ میں حضور نے یہ فرمایا ہوگا وہ موسم سردی کا ہوگا لہٰذا یہ حدیث بالکل ظاہر ہے اور آئندہ حدیثوں کے خلاف نہیں جن میں اس سایہ کی مقدار تسمہ کی برابر بیان فرمائی گئی کیونکہ وہاں موسم گرمی کا ذکر ہے اور یہاں سردی کا اور ہو سکتا ہے کہ اس جملہ میں ظہر کا آخری وقت مراد ہو اور حدیث کے معنی یہ ہوں کہ آفتاب ڈھلنے سے ظہر شروع ہوتی ہے اور ایک مثل سایہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ختم' اس صورت میں یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے کیونکہ ہمارے دو مثل پر ظہر کا وقت نکلتا ہے ان کے ہاں ایک مثل پر لیکن ان کی یہ دلیل کمزور ہے کیونکہ اس میں اصلی سایہ کا ذکر نہیں امام شافعی کے ہاں اصلی سایہ کے علاوہ ایک مثل سایہ چاہیئے ۳؎ پہلی تفسیر پر یہ جملہ ظہر کے آخر وقت کا بیان ہے اور دوسری تفسیر پر پہلے جملہ کی تاکید ہے اس سے معلوم ہوا کہ ظہر و عصر کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں یعنی ظہر جاتے ہی عصر آجاتی ہے۔ ۵؎ یہ عصر کے وقت مستحب کا بیان ہے یعنی دھوپ پیلی پڑنے سے پہلے عصر کی نماز پڑھ لینی چاہیئے ورنہ غروب آفتاب تک وقت عصر ہے جیسا کہ مسلم و بخاری کی روایات میں ہے۔ خیال رہے کہ آفتاب ڈوبنے سے بیس منٹ قبل پیلا پڑتا ہے ۶؎ یعنی مغرب کا وقت آفتاب ڈوبنے سے شروع ہوتا ہے اور شفق غائب ہونے پر ختم' امام اعظم کے نزدیک شفق اس سفیدی کا نام ہے جو آسمان کے مغربی کنارے پر سرخی کے بعد نمودار ہوتی ہے اور امام شافعی و صاحبین کے نزدیک سرخی کا نام شفق ہے یعنی سفیدی کا وقت امام صاحب کے نزدیک مغرب ہے یہی قول سیدنا ابوہریرہ امام اوزاعی اور عمر ابن عبدالعزیز کا ہے اور امام شافعی کے نزدیک یہ وقت عشاء ہے۔ یہی قول سیدنا عبداللہ ابن عمر اور ابن عباس کا ہے احتیاط یہ ہے کہ سفیدی آنے سے پہلے مغرب پڑھ لے اور سفیدی ڈوبنے کے بعد عشاء پڑھے تاکہ اختلاف سے بچ جائے ۷؎ یہاں بھی وقت مستحب مراد ہے یعنی مستحب یہ ہے کہ آدھی رات سے پہلے پڑھ لے ورنہ وقت عشاء صبح صادق تک رہتا ہے درمیانی سے مراد یا درمیانی رات ہے یا درمیانی آدھا یعنی راتیں لمبی بھی ہوتی ہیں چھوٹی بھی اور درمیانی بھی تم درمیانی رات کے آدھے تک پڑھ لو یا پورے آدھے تک نماز پڑھ نہ کم نہ زیادہ ۸؎ یعنی سورج نکلتے وقت کوئی نماز نہ پڑھو نہ نفل نہ فرض یہاں دو مسئلے سمجھنا چاہئیں ایک یہ کہ تین وقت مطلقاً نماز ممنوع ہے۔ سورج نکلتے وقت' بیچ دوپہر یعنی نصف النہار پر' سورج ڈوبتے وقت کہ ان اوقات میں فرض و نفل نماز بلکہ سجدہ ہی حرام ہے البتہ سورج ڈوبتے وقت آج کی عصر درست ہے' دوسرے یہ کہ جب تک سورج میں تیزی نہ آجائے تب تک طلوع مانا جائے گا یعنی سورج چمکنے سے بیس منٹ تک سجدہ حرام ہے ۹؎ یعنی ایک شیطان سورج نکلتے وقت سورج کے سامنے اس طرح کھڑا ہو جاتا ہے کہ سورج اس کے دونوں سینگوں کے درمیان معلوم ہوتا کہ اپنے دوسرے شیاطین کو دکھائے کہ سورج کی پوجا کرنے والے مجھے پوج رہے ہیں بہت مشرکین اس وقت سورج کو سجدہ کرتے ہیں اس کی طرف پانی پھینک کر اس کی تعظیم کرتے ہیں مسلمان کو اس وقت سجدہ حرام ہے تاکہ مشرکوں سے مشابہت نہ ہو اور شیطان یہ نہ کہہ سکے کہ مسلمان مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ خیال رہے کہ سورج ہر وقت کہیں نہ کہیں طلوع کرتا ہے تو مطلب یہ ہے کہ شیطان سورج کے ساتھ اسی طرح گردش کرتا ہے کہ جہاں سورج طلوع ہو رہا ہو وہاں اس وقت وہ نمودار ہوتا ہے اس کی بہت تفسیریں ہیں۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ اِنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَقْتِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ لَهٗ صَلِّ مَعَنَا هٰذَيْنِ يَعْنِي الْيَوْمَيْنِ فَلَمَّا زَالَتِ الشَّمْسُ اَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الظُّهْرَ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيْضَاءُ نَقِيَّةٌ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الْمَغْرِبَ حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الْعِشَاءَ حِيْنَ غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الْفَجْرَ

(۵۳۵) روایت ہے حضرت بریدہ ۱؎ سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے اوقات کے بارے میں پوچھا تو فرمایا تم ہمارے ساتھ ان دو دنوں میں نماز پڑھو ۲؎ تو جب سورج ڈھل گیا حضرت بلال کو حکم دیا اور انہوں نے اذان کہی پھر حکم دیا انہوں نے ظہر کی تکبیر کہی ۳؎ پھر انہیں حکم دیا تو عصر کی تکبیر کہی جبکہ سورج بلند سفید صاف تھا ۴؎ پھر انہیں حکم دیا تو مغرب کی تکبیر کہی ۵؎ جب سورج

https://archive.org/details/@madni_library

حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ فَلَمَّا اَنْ كَانَ الْيَوْمَ الثَّانِيْ اَمَرَهٗ فَاَبْرَدَ بِالظُّهْرِ فَاَبْرَدَ بِهَا فَاَنْعَمَ اَنْ يُّبْرِدَ بِهَا وَصَلَّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ اَخَّرَهَا فَوْقَ الَّذِيْ كَانَ وَصَلَّى الْمَغْرِبَ قَبْلَ اَنْ يَّغِيْبَ الشَّفَقُ وَ صَلَّى الْعِشَآءَ بَعْدَ مَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ وَصَلَّى الْفَجْرَ فَاَسْفَرَ بِهَا ثُمَّ قَالَ اَيْنَ السَّآئِلُ عَنْ وَقْتِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ الرَّجُلُ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَقْتُ صَلٰوتِكُمْ بَيْنَ مَا رَاَيْتُمْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

چھپ گیا جب دوسرا دن ہوا تو انہیں حکم دیا ظہر کو ٹھنڈا کیا بلکہ اسے خوب ٹھنڈا کیا۶ اور عصر جب پڑھی کہ آفتاب اونچا تھا اس سے زیادہ دیر لگائی جو کل تھا۷ اور مغرب پڑھی شفق غائب ہونے سے پہلے۸ اور عشاء پڑھی تہائی رات گزرنے کے بعد اور فجر پڑھی خوب اجالا ہونے پر پھر فرمایا کہاں ہے نماز کے اوقات پوچھنے والا وہ شخص بولا میں ہوں یا رسول اللہ تو فرمایا کہ تمہارے نماز کے اوقات اس کے درمیان ہیں جو تم نے دیکھا۹ (مسلم)

(۵۳۵)۱؎ آپ کا نام بریدہ ابن حصیب ہے بنی اسلم قبیلہ سے ہیں، سوا بدر تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے، خراسان میں غازیانہ شان سے گئے، مرو میں وفات پائی وہاں ہی آپ کی اولاد اب تک ہے (مرقاۃ) ۲؎ تاکہ تمہیں ہر نماز کے وقت کی ابتدا و انتہا معلوم ہو جائے پتا لگا کہ عملی تبلیغ قولی تبلیغ سے زیادہ مفید ہے غالبًا یہ صاحب کہیں باہر کے ہوں گے ورنہ صحابہ کرام تو ہر نماز حضور انور کے ساتھ ہی پڑھا کرتے تھے ۳؎ یعنی سورج ڈھلتے ہی بغیر توقف ظہر کی اذان کہلوائی پھر سنتوں کا وقت دے کر تکبیر کا حکم دیا لہٰذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ اذان کے بعد فوراً تکبیر ہوئی سوا مغرب باقی تمام نمازوں میں اذان و تکبیر میں فاصلہ چاہئے اس لئے یہاں ثم فرمایا گیا معلوم ہوا کہ تکبیر اذان سے کچھ بعد ہوئی ۴؎ یعنی عصر کے وقت آتے ہی عصر کی اذان کہلوائی دو مثل سایہ ہو جانے پر جیسا اگلے باب میں انشاء اللہ بیان کیا جائے گا سورج کے صاف اور روشن ہونے سے یہ لازم نہیں کہ ایک مثل سایہ پر اذان ہوئی دو مثل پر بھی سورج صاف ہوتا ہے ۵؎ یعنی مغرب کی اذان کہتے ہی تکبیر کہی چونکہ یہ اذان و تکبیر ملی ہوئی تھیں اس لئے صرف تکبیر کا ذکر ہوا ۶؎ یعنی ظہر آخر وقت ادا کی جب گرمی بالکل جاتی رہی وقت خوب ٹھنڈا ہو گیا غالبًا یہ گرمی کا موسم تھا ورنہ سردی میں تو ہر وقت ٹھنڈک رہتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ آج ظہر ایک مثل سایہ کے بہت بعد پڑھی ورنہ ایک مثل سایہ تک سخت گرمی رہتی ہے لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہو سکتی ہے ۷؎ یہاں بھی وقت مستحب کا ذکر ہے اگرچہ وقت عصر آفتاب غروب تک رہتا ہے مگر حضور نے سورج زرد پڑنے سے پہلے آج عصر پڑھی کراہت سے بچنے کیلئے ۸؎ اس سے معلوم ہوا کہ وقت سورج ڈوبنے سے شروع ہو کر شفق غائب ہونے تک رہتا ہے یہ ہی قول ہمارے امام اعظم کا ہے۔ امام شافعی و مالک علیہما الرحمۃ کے نزدیک وقت مغرب ادائے مغرب کی بقدر ہے یہ حدیث ہمارے امام کی قوی دلیل ہے رضی اللہ عنہ ۹؎ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ یہاں بعض نمازوں کے مستحب وقتوں کا ذکر ہے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ وقت مستحب کی ابتدا و انتہا یہ ہے لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّنِيْ جِبْرَئِيْلُ عِنْدَ الْبَيْتِ مَرَّتَيْنِ

(۵۳۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو بار حضرت جبریل نے بیت

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

فَصَلّٰی بِیَ الظُّهْرَ حِیْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَتْ قَدْرَ الشِّرَاكِ وَصَلّٰی بِیَ الْعَصْرَ حِیْنَ صَارَ ظِلُّ كُلِّ شَیْءٍ مِثْلَهٗ وَصَلّٰی بِیَ الْمَغْرِبَ حِیْنَ اَفْطَرَ الصَّائِمُ وَصَلّٰی بِیَ الْعِشَآءَ حِیْنَ غَابَ الشَّفَقُ وَصَلّٰی بِیَ الْفَجْرَ حِیْنَ حَرُمَ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ عَلَی الصَّائِمِ فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ صَلّٰی بِیَ الظُّهْرَ حِیْنَ كَانَ ظِلُّهٗ مِثْلَهٗ وَصَلّٰی بِیَ الْعَصْرَ حِیْنَ كَانَ ظِلُّهٗ مِثْلَیْهِ وَصَلّٰی بِیَ الْمَغْرِبَ حِیْنَ اَفْطَرَ الصَّائِمُ وَصَلّٰی بِیَ الْعِشَآءَ اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ وَصَلّٰی بِیَ الْفَجْرَ فَاَسْفَرَ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَیَّ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ هٰذَا وَقْتُ الْاَنْبِیَآءِ مِنْ قَبْلِكَ وَالْوَقْتُ مَابَیْنَ هٰذَیْنِ الْوَقْتَیْنِ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ)

اللہ کے پاس میری امامت کی۱ تو مجھے ظہر پڑھائی جبکہ سورج ڈھل گیا اور سایہ تسمہ کی برابر ہوا۲ اور مجھے عصر پڑھائی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوگیا۳ اور مجھے مغرب پڑھائی جبکہ روزے دار افطار کرتا ہے۴ مجھے عشاء پڑھائی جبکہ شفق غائب ہوگئی۵ اور مجھے فجر پڑھائی جبکہ روزے دار پر کھانا پینا حرام ہوتا ہے۶ پھر جب کل ہوئی تو مجھے ظہر جب پڑھائی کہ جب چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا۷ اور مجھے عصر جب پڑھائی کہ چیز کا سایہ دوگنا ہوگیا۸ اور مجھے مغرب پڑھائی جبکہ روزے دار افطار کرتا ہے۹ اور مجھے عشاء تہائی رات تک پڑھائی اور مجھے فجر پڑھائی اجالا کرکے پھر میری طرف متوجہ ہوئے عرض کیا اے محمد مصطفیٰ۱۰ یہ آپ سے پہلے نبیوں کے اوقات ہیں۱۱ اور ان وقتوں کے درمیان وقت نماز ہے ۱۲ (ابوداؤد، ترمذی)

(۵۳۶)۱؎ یعنی شب معراج کے سویرے جبریل امین نے دو دن مجھے نماز پڑھائی سب سے پہلے ظہر پڑھائی۔ خیال رہے کہ حضرت جبریل حضور کے استاد نہیں بلکہ خادم ہیں یہ نماز پڑھانا پیغام الٰہی پہنچانے کیلئے تھا یہ عملی رسالت تھی جو ادا کی اور کبھی مقتدی امام سے افضل ہوتا ہے۔ حضور نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے پیچھے نماز فجر پڑھی حالانکہ حضور نبی تھے وہ امتی نیز اس امامت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نفل والے کے پیچھے فرض نماز درست ہے کیونکہ آج یہ نمازیں حضرت جبریل پر فرض ہوگئی تھیں جب رب نے انہیں یہ حکم دیا تو فرض ہوگئیں' یہ واقعہ بیت اللہ کے دروازے سے متصل ہوا جہاں اب بھی لوگ نفل پڑھتے ہیں یہاں حوض کی طرح جگہ نیچی ہے۔ غسل کعبہ کے وقت یہاں ہی زمزم بھرا جاتا ہے' یہ بھی خیال رہے کہ حضرت جبریل کی یہ تعلیم امت کیلئے تھی نہ کہ حضور کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو نماز کا طریقہ اس کے اوقات اول سے ہی جانتے تھے پہلی وحی جب آئی تو آپ غار حرا میں معتکف تھے نیز معراج کو جاتے وقت بیت المقدس میں سارے رسولوں کو نماز پڑھا کر گئے پھر بیت المعمور میں سارے فرشتوں کو نماز پڑھائی وہ تو نبیوں اور فرشتوں کے امام ہیں مگر امت کو تعلیم احکام کے نزول کے بعد ہوتی ہے۲؎ یعنی اس دن آفتاب ڈھلنے پر انسان کا سایہ جوتا کے تسمہ کے برابر تھا کیونکہ گرمی کا موسم تھا یہ سایہ موسموں کے لحاظ سے گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں سایہ سے مراد عام انسانوں کا سایہ ہے نہ کہ حضور کا سایہ نہ حضرت جبریل کا کہ یہ دونوں نور ہیں۔ نور کا سایہ نہیں ہوتا' حضور کا سایہ نہ تھا اگرچہ سارے عالم پر انہیں کا سایہ ہے اس کی تحقیق ہماری کتاب رسالہ نور میں دیکھو۳؎ اس حدیث سے امام شافعی وصاحبین نے دلیل پکڑی کہ ایک مثل پر عصر کا وقت ہوجاتا ہے ہمارے امام اعظم کے نزدیک دومثل پر ہوتا ہے مگر یہ حدیث ان کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس میں سایہ اصلی کا ذکر نہیں حالانکہ ان بزرگوں کے نزدیک بھی عصر کا وقت سایہ اصلی کے سوا ایک مثل سایہ ہونے پر ہوتا ہے حق یہ ہے کہ اوقات کی یہ حدیث منسوخ ہے جیسے کہ اس دن ہر نماز دو رکعت تھی ایسے ہی اس دن اوقات نماز یہ تھے بعد میں نمازوں کی رکعتوں میں بھی زیادتی ہوئی اور اوقات میں بھی تبدیلی' انشاء اللہ اس کی تحقیق

https://archive.org/details/@madni_library

اگلے باب میں ہوگی اور ہماری کتاب جاءالحق حصہ دوم میں بھی ملاحظہ کرو اس کی ناسخ احادیث کا بھی ذکر آرہا ہے۔۴؎ یعنی آج کل جس وقت افطار ہوتا ہے اس وقت مغرب پڑھائی سورج ڈوبتے ہی ورنہ اس دن روزہ فرض تھا نہ افطار تھا' روزے بعد ہجرت فرض ہوئے لہذا حدیث پر اعتراض نہیں ۵؎ اس کا وہی مطلب ہے جو اوپر بیان ہوا یعنی غرب آفتاب کی سرخی کے بعد وہ سفیدی شفق ہے اس کے چھپنے پر وقت عشاء ہو جاتا ہے۔ وہی یہاں مراد ہے جیسا کہ انشاء اللہ اگلے باب میں آرہا ہے ۶؎ اس کا وہ ہی مطلب ہے جو اوپر بیان ہوا یعنی آج کل جب پو پھٹنے پر روزہ دار کو کھانا پینا حرام ہوتا ہے اس وقت نماز فجر پڑھائی ورنہ اس وقت نہ روزے تھے نہ سحری و افطار ۷؎ ظاہر یہ ہے کہ آج ظہر اس وقت پڑھائی جس وقت کل عصر پڑھائی تھی یعنی ایک مثل سایہ پر لہذا یہ حدیث بالاتفاق منسوخ ہے کسی کا مذہب یہ نہیں کہ ظہر کا آخر اور عصر کا اول بالکل ایک وقت ہے سب کے نزدیک ظہر کے بعد عصر کا وقت ہوتا ہے بعض نے فرمایا کہ یہاں تقریبی وقت مراد ہے یعنی قریباً ایک مثل سایہ تھا ایک مثل سے کچھ ہی پہلے بعض نے فرمایا کہ نماز ظہر ختم ہونے پر ایک مثل ہوا نہ کہ شروع پر' بعض نے فرمایا کہ ایک مثل مع سایہ اصلی کے مراد ہے یعنی کل عصر پڑھائی ایک مثل پر علاوہ سایہ اصلی کے اور آج ظہر پڑھائی ایک مثل مع سایہ اصلی کے غرض کہ یہ حدیث مشکلات میں سے ہے حق یہ ہے کہ منسوخ ہے ۸؎ یہ خبر بھی بالاتفاق منسوخ ہے کیونکہ سب کے نزدیک وقت عصر آفتاب چھپنے پر ختم ہوتا ہے نہ کہ سایہ دوگنا ہونے پر بلکہ امام اعظم کے ہاں اس وقت عصر شروع ہوتی ہے ۹؎ یعنی مغرب دو دن ایک ہی وقت پڑھائی۔ امام شافعی و مالک کا یہ ہی قول ہے مگر ہمارے ہاں یہ حدیث ہی منسوخ ہے پچھلی حدیث میں گزر گیا کہ حضور نے دوسرے دن مغرب شفق غائب ہونے سے کچھ پہلے پڑھائی اگر وقت مغرب صرف اداءِ نماز کے بقدر ہوتا تو اس تاخیر کے کیا معنی ہیں اور وہ حدیث اس کے بعد کی ہے کیونکہ آج تو اسلام کی پہلی نمازیں ادا ہو رہی ہیں ۱۰؎ یہ کلمہ حضور انکسار کے طور پر اپنے الفاظ میں ادا فرما رہے ہیں ورنہ حضرت جبریل نے نہایت ادب سے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ یا حبیب اللہ جیسے آج کوئی عالم کہے کہ مجھے جلسہ والوں نے کہا کہ تو بھی کچھ کہہ حالانکہ جلسے والے ادب سے عرض کرتے ہیں۔ حضرت جبریل صرف نام شریف لے کر کیسے پکار سکتے ہیں یہ تو حکم قرآنی کے خلاف ہے۔ رب فرماتا ہے: لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ (۲۴، ۶۳) رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو (کنزالایمان) ۱۱؎ یعنی ان نمازوں میں سے جس نبی نے جو نماز پڑھی وہ ان ہی وقتوں میں پڑھی' خیال رہے کہ کسی نبی پر یہ پانچ نمازیں جمع نہ ہوئیں یہ اجتماع حضور کی امت کی خصوصیت ہے لہذا حدیث صاف ہے بلکہ ابوداؤد' بیہقی' ابن ابی شیبہ کہتے ہیں حضور نے فرمایا کہ نماز عشاء تم سے پہلے کسی امت نے نہ پڑھی ہوسکتا ہے کہ یہ نماز بعض انبیاء نے پڑھی ہو ان کی امت پر فرض نہ ہو جیسے آج نماز تہجد ہمارے حضور پر فرض تھی ہم پر فرض نہیں' طحاوی نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی کہ نماز فجر حضرت آدم نے پڑھی جب توبہ قبول ہوئی نماز ظہر حضرت ابراہیم نے پڑھی۔ حضرت اسماعیل کا فدیہ دنبہ آنے پر' نماز عصر حضرت عزیر نے پڑھی جب سو برس کے بعد آپ زندہ ہوئے' نماز مغرب حضرت داؤد نے پڑھی اپنی توبہ قبول ہونے پر مگر چار رکعت کی نیت باندھی تھی تین رکعت پر سلام پھیر دیا تھک گئے تھے لہذا تین ہی رہ گئیں' نماز عشاء ہمارے حضور نے پڑھی بعض نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پڑھی جب آگ لینے طور پر گئے خیریت سے نبوت لے کر آئے' بیوی صاحبہ کو بخیریت پایا کہ بچہ پیدا ہو چکا تھا واللہ اعلم۔ ۱۲؎ ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں میں صرف حضور نے حضرت جبریل کے ساتھ نمازیں پڑھیں ان میں صحابہ ساتھ نہ تھے جیسا کہ امنی سے معلوم ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود نماز پڑھ کر پڑھنے کا حکم دیتے تھے یا حضور بطور نفل حضرت جبریل کے ساتھ پڑھتے رہے اور بعد میں صحابہ کو پڑھاتے رہے' خیال رہے کہ معراج کے سویرے نماز

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

فجر نہ پڑھی گئی نہ قضا کی گئی کیونکہ قانون بیان سے پہلے عمل کے لائق نہیں ہوتا معراج کی رات نماز فرض ہوئی اور پہلے ظہر پڑھی گئی لہذا آج چار نمازیں ہوئیں پھر پانچ اس کی تحقیق ہماری کتاب تفسیر نعیمی وغیرہ میں دیکھو۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِالْعَزِيْزِ اَخَّرَ الْعَصْرَ شَيْئًا فَقَالَ لَهٗ عُرْوَةُ اَمَا اِنَّ جِبْرَءِيْلَ قَدْ نَزَلَ فَصَلّٰى اَمَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ اِعْلَمْ مَاتَقُوْلُ يَا عُرْوَةُ فَقَالَ سَمِعْتُ بَشِيْرَ بْنَ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَزَلَ جِبْرَئِيْلُ فَاَمَّنِيْ فَصَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ يَحْسِبُ بِاَصَابِعِهٖ خَمْسَ صَلَوَاتٍ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۳۷) روایت ہے حضرت ابن شہاب سے[1] کہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز نے عصر کچھ دیر سے پڑھی[2] تو ان سے عروہ نے کہا کہ حضرت جبرئیل اترے انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے نماز پڑھی[3] حضرت عمر نے ان سے کہا کہ جو کہتے ہو سمجھ کے کہو اے عروہ[4] وہ بولے میں نے بشیر ابن ابی مسعود کو کہتے ہوئے سنا انہوں نے ابی مسعود کو سنا کہ وہ کہتے تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا[5] کہ اترے حضرت جبرئیل انہوں نے میری امامت کی میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر اپنی انگلیوں پر پانچ نمازیں گنا تے تھے[6] (مسلم بخاری)

(۵۳۷) یہ امام زہری کی کنیت ہے آپ کا نام محمد ہے کنیت ابوبکر اور ابن شہاب ہے مشہور تابعی ہیں[2] یعنی معمول سے زیادہ دیر سے پڑھی عمر ابن عبدالعزیز خلفاء میں سے پانچویں خلیفہ برحق ہیں (مرقاۃ) پانچواں اس لئے کہا گیا کہ حضرت امام حسن نے خلافت سے دستبرداری کرلی تھی آپ کے حالات پہلے بیان ہوچکے ہیں۔[3] سبحان اللہ کیا ادب ہے حضرت عروہ نے یہ نہ کہا کہ حضور کو نماز پڑھائی بلکہ یوں کہا کہ آگے کھڑے ہوکر نماز پڑھ کر دکھائی۔ حضرت عروہ عائشہ صدیقہ کے بھانجے اور حضرت اسماء کے فرزند ہیں۔ آپ کے باغ کے کنویں کا پانی فقیر نے بھی پیا ہے[4] یعنی اے عروہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت جبریل حضور سے آگے کھڑے ہوں رب تو فرماتا ہے: لَاتُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (۴۹:۱) تمہاری یہ خبر مجھے قرآن کے خلاف معلوم ہوتی ہے[5] خیال رہے کہ حضرت عروہ ابن زبیر خود بھی صحابی ہیں مگر پھر بھی اسناد سے حدیث بیان کی مقصد یہ ہے کہ میں نے حضور سے خود بھی یہ حدیث سنی ہے میرے علاوہ اور صحابہ نے بھی سنی اور ان سے دوسرے مسلمانوں نے بھی غرضیکہ بطور گواہی یہ اسناد پیش کی ورنہ جب صحابی خود حضور سے حدیث سن لیں تو انہیں اسناد کی ضرورت نہیں[6] حضرت عروہ نے اس جگہ نماز کے اوقات کا ذکر نہ کیا کیونکہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز کو اس پر تو کوئی شبہ نہ تھا انہیں شبہ یہ تھا کہ حضرت جبریل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کیونکر پڑھا سکتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو امام الاولین والآخرین ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کو جاتے ہوئے سارے نبیوں کو نماز پڑھائی بیت المقدس میں ان مقتدیوں میں حضرت جبریل و میکائیل بلکہ سارے براتی فرشتے اس معراج والے دولہا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے تھے آج حضرت جبریل امام کیسے ہوگئے اس لئے پڑھانے کا واقعہ عرض کیا ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ معراج کی نماز نماز عشق تھی نہ کہ نماز شرعی ورنہ گزشتہ نبی یہ نماز

https://archive.org/details/@madni_library

نہ پڑھتے کہ بعد وفات احکام شرعیہ ختم ہو جاتے ہیں اور یہ نماز تھی اور احکام شرعیہ لانے والے حضرت جبریل تھے عشق حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت جبریل امین کو سکھایا اور شریعت کے احکام حضرت جبریل علیہ السلام لائے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ کَتَبَ اِلٰی عُمَّالِہٖ اَنَّ اَھَمَّ اُمُوْرِکُمْ عِنْدِیَ الصَّلٰوۃُ مَنْ حَفِظَھَا وَحَافَظَ عَلَیْھَا حَفِظَ دِیْنَہٗ وَمَنْ ضَیَّعَھَا فَھُوَ لِمَا سِوَاھَا اَضْیَعُ ثُمَّ کَتَبَ اَنْ صَلُّوا الظُّھْرَ اَنْ کَانَ الْفَیْءُ ذِرَاعًا اِلٰی اَنْ یَّکُوْنَ ظِلُّ اَحَدِکُمْ مِثْلَہٗ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسَ مُرْتَفِعَۃٌ بَیْضَآءُ نَقِیَّۃٌ قَدْرَمَا یَسِیْرُا لرَّاکِبُ فَرْسَخَیْنِ اَوْ ثَلٰثَۃً قَبْلَ مَغِیْبِ الشَّمْسِ وَالْمَغْرِبَ اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ وَالْعِشَآءَ اِذَا غَابَ الشَّفَقُ اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَیْنُہٗ فَمَنْ نَامَ فَلَانَامَتْ عَیْنُہٗ فَمَنْ نَّامَ فَلَانَا مَتْ عَیْنُہٗ وَالصُّبْحَ وَالنُّجُوْمُ بَادِیَۃٌ مُّشْتَبِکَۃٌ (رَوَاہُ مَالِکٌ)

(۵۳۸) روایت ہے حضرت ابن خطاب سے آپ نے اپنے حکام کو لکھا کہ میرے نزدیک سارے کاموں سے زیادہ اہم نماز ہے[1] جس نے اسے محفوظ رکھا اور اس کی پابندی کی اس نے اپنا دین محفوظ رکھا اور جس نے اسے ضائع کر دیا تو وہ نماز کے ثواب کو بہت ضائع کرے گا[2] پھر لکھا کہ ظہر اس وقت پڑھو جب سایہ ایک گز ہو جائے[3] یہاں تک پڑھو کہ ہر ایک کا سایہ اس کے برابر ہو جائے[4] اور عصر جب پڑھو کہ سورج اونچا سفید صاف ہو جس قدر کہ سوار آفتاب ڈوبنے سے پہلے دو تین کوس چل لے[5] اور مغرب جب پڑھو کہ سورج ڈوب جائے اور عشاء اس وقت کہ شفق غائب ہو جائے تہائی رات تک[6] تو جو عشاء سے پہلے سو جائے خدا کرے اس کی آنکھیں نہ سوئیں جو سو جائے اس کی آنکھیں نہ سوئیں جو سو جائے اس کی آنکھیں نہ سوئیں[7] اور فجر پڑھو جبکہ تارے چمکتے ہوں گتھے ہوئے ہوں[8] (مالک)

(۵۳۸) یعنی سلطنت کے کام ملکی انتظام نماز کے بعد ہیں جب نماز کا وقت آجائے تو سارے کام ویسے ہی چھوڑ دو اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ سلطان اسلام کو چاہئے کہ رعایا کے دینی حالات سنبھالے صرف دنیا پر نظر نہ رکھے' دوسرے یہ کہ بڑوں کو سنبھالو چھوٹے خود سنبھل جائیں گے اسی لئے آپ نے حکام کو خصوصیت سے خطاب فرمایا[2] حفظ سے مراد نماز کو درست کر کے پڑھنا ہے اور محافظت سے مراد ہمیشہ اور صحیح وقت پر پڑھنا اس فرمان سے معلوم ہوا کہ جیسے نماز کی پابندی تمام نیکیوں کا دروازہ کھول دیتی ہے ایسے ہی نماز چھوڑنا گناہوں کا دروازہ کھولتا ہے رب فرماتا ہے: اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (۲۹، ۴۵) بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بری بات سے (کنزالایمان)[3] سایہ سے مراد عام انسان کا سایہ ہے گز سے شرعی گز مراد ہے یعنی ۲۴ انگل یا ڈیڑھ فٹ آپ کا یہ فرمان اس موسم کے لحاظ سے ہے جب خط لکھا تھا اس وقت اس ملک میں ایک ہاتھ سایہ ہونے پر ہی وقت ظہر شروع ہوتا ہوگا ورنہ مختلف وقتوں اور مختلف علاقوں میں وقت ظہر مختلف ہوتا رہتا ہے[4] اس کی قسم تمام احادیث امام شافعی کی دلیل ہیں کہ وقت ظہر ایک مثل پر ختم ہو جاتا ہے امام اعظم کے نزدیک دو مثل تک وقت ظہر رہتا ہے ان کے ہاں ایک مثل کی احادیث منسوخ ہیں ان کی ناسخ وہ احادیث ہیں جو اگلے باب میں آ رہی ہیں حضرت عمر کا یہ فرمان بیان مستحب کیلئے ہے یعنی بہتر یہ ہے کہ ظہر ایک مثل تک پڑھ لو ہمارا مذہب بھی یہی ہے کہ ظہر ایک مثل تک پڑھ لے اور عصر دو مثل کے بعد ورنہ ظاہری معنی سے یہ حدیث امام شافعی کے بھی خلاف ہوگی کیونکہ ان کے نزدیک بھی اصلی سایہ کے سوا ایک مثل سایہ چاہئے اور یہاں اصلی سایہ کا ذکر نہیں[5] یعنی سورج ڈوبنے سے ۵۰ منٹ پہلے کیونکہ بیس منٹ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

پہلے سورج پیلا پڑتا ہے۔ یہ وقت کراہت ہے اس سے آدھا گھنٹہ پہلے عصر شروع کرنی چاہئے اتنی دیر میں سوار دو تین کوس بخوبی چل لے گا۔[6] یہاں بھی وقت مستحب ہی کا ذکر ہے ورنہ وقت مغرب شفق ڈوبنے تک رہتا ہے اور وقت عشاء صبح صادق تک مگر مستحب یہ ہے کہ مغرب سورج ڈوبتے ہی پڑھ لی جائے اور عشاء تہائی رات سے پہلے۔[7] جناب فاروق اعظم کی یہ بددعا اظہار غضب کیلئے ہے خیال رہے کہ نماز عشاء سے پہلے سوجانا اور عشاء کے بعد بلاضرورت جاگتے رہنا سنت کے خلاف اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ناپسند ہے لیکن نماز سے پہلے سوکر نماز ہی نہ پڑھنا اور ایسے ہی عشاء کے بعد جاگ کر فجر قضا کر دینا حرام ہے کیونکہ حرام کا ذریعہ بھی حرام ہوتا ہے۔[8] یعنی فجر اندھیرے میں پڑھو یہ حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے امام اعظم کے نزدیک فجر اجالا کرکے پڑھنی چاہئے امام صاحب کے دلائل اگلے باب میں آرہے ہیں اور اوقات نماز کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ قَدْرُ صَلٰوةِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ فِى الصَّيْفِ ثَلٰثَةَ اَقْدَامٍ اِلٰى خَمْسَةِ اَقْدَامٍ وَّ فِى الشِّتَآءِ خَمْسَةَ اَقْدَامٍ اِلٰى سَبْعَةِ اَقْدَامٍ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِىُّ)

(۵۳۹) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا اندازہ ظہر گرمی میں تین قدم سے پانچ قدم تک اور سردی میں پانچ قدم سے سات قدم تک تھا[1] (ابوداؤد نسائی)

(۵۳۹)[1] یعنی حضور گرمی کے موسم میں اگر ظہر جلدی پڑھتے تو جب پڑھتے تھے کہ درمیانی انسان کا سایہ تین قدم ہو جاتا اور اگر دیر میں پڑھتے تو اس وقت پڑھتے جب انسانی قد کا سایہ پانچ قدم ہو جاتا اور سردی میں اگر جلدی پڑھتے تو پانچ قدم سایہ پر اور دیر میں پڑھتے تو سات قدم پر کیونکہ بمقابلہ گرمیوں کے سردی میں سایہ اصلی لمبا ہوتا ہے یہ اندازہ ملک عرب کے لحاظ سے ہے دیگر ممالک میں جاری نہیں ہوسکتا کیونکہ جگہ کا جس قدر عرض بلد زیادہ ہوگا اسی قدر سایہ لمبا ہوگا۔

https://archive.org/details/@madni_library

بَابُ تَعْجِيلِ الصَّلٰوةِ جلد نماز پڑھنے کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

خیال رہے کہ امام اعظم کے نزدیک نماز مغرب ہمیشہ اور نماز ظہر سردیوں میں جلدی پڑھنا مستحب ہے کہ وقت داخل ہوتے ہی نماز شروع کردی جائے ان دو کے سوا باقی تمام نمازیں کچھ دیر سے پڑھنا مستحب ہیں۔ امام صاحب کے نزدیک نماز جلدی پڑھنے کے معنے یہ ہیں کہ وقت شروع ہوتے ہی نماز پڑھ لی جائے دیر نہ لگائی جائے بعض ائمہ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ نماز کا وقت آتے ہی پڑھ لی جائے مگر نماز عشاء میں تہائی رات تک دیر لگانا سب کے نزدیک مستحب ہے خلاصہ یہ ہے کہ عشاء کی تاخیر اور مغرب میں جلدی یونہی سردیوں میں ظہر کی جلدی پر سب متفق ہیں باقی نمازوں میں اختلاف ہے۔

عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَ اَبِيْ عَلٰى اَبِيْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّ فَقَالَ لَهٗ اَبِيْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيْرَ الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْاُوْلٰى حِيْنَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ اَحَدُنَا اِلٰى رَحْلِهٖ فِيْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ اَنْ يُّؤَخِّرَ الْعِشَاءَ الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْعَتَمَةَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ حِيْنَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيْسَهٗ وَيَقْرَأُ بِالسِّتِّيْنَ اِلَى الْمِائَةِ وَ فِيْ رِوَايَةٍ وَلَا يُبَالِيْ بِتَاخِيْرِ الْعِشَاءِ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَلَا يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۴۰) روایت ہے حضرت سیار ابن سلامہ سے[۱] فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد حضرت ابی برزہ اسلمی کے پاس گئے[۲] ان سے میرے باپ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرائض کیسے پڑھتے تھے وہ بولے کہ دوپہری کی نماز جسے تم پہلی کہتے ہو تب پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا[۳] اور عصر پڑھتے پھر ہم میں سے ایک کنارہ مدینہ میں اپنے گھر پہنچ جاتا حالانکہ سورج صاف ہوتا[۴] اور جو کچھ مغرب کے بارے میں فرمایا وہ بھول گیا اور آپ عشاء جسے تم عتمہ کہتے ہو اسے دیر سے پڑھنے کو پسند فرماتے تھے[۵] اور اس سے پہلے سونا اور اس کے بعد بات چیت ناپسند فرماتے تھے[۶] اور نماز فجر سے جب فارغ ہوتے جبکہ آدمی اپنے پاس والے کو پہچان لیتا حالانکہ آپ ساٹھ سے سو آیتوں تک پڑھتے تھے[۷] اور ایک روایت میں ہے کہ آپ عشاء کو تہائی رات تک تاخیر کرنے میں پرواہ نہ کرتے تھے اس سے پہلے سونا اور اس کے بعد بات چیت کرنا ناپسند فرماتے تھے۔ (مسلم بخاری)

(۵۴۰) آپ مشہور تابعی ہیں بصری قبیلہ بنی تمیم سے ہیں، بہت صحابہ سے ملاقات ہے[۲] آپ کا نام فضلہ ابن عبید ہے صحابی ہیں۔ حضور کی وفات کے بعد مسلمان دور دور سے صحابہ کی زیارت کرنے ان سے مسائل پوچھنے آیا کرتے تھے اس سلسلے میں آپ کی حاضری بھی تھی[۳] یعنی ظہر اول وقت پڑھ لیتے تھے یہاں سردی کے زمانہ ظہر مراد ہے ورنہ اگلی حدیث میں آ رہا ہے کہ حضور نے فرمایا ظہر ٹھنڈی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

کرو کیونکہ دوپہری کی گرمی دوزخ کی بھڑک سے ہے لہٰذا یہ حدیث نہ اگلی حدیث سے متعارض ہے نہ حنفیوں کے خلاف ۴؎ یعنی آفتاب ڈوبنے سے قریباً پچاس منٹ پہلے اور پیلا پڑنے سے آدھا گھنٹہ پہلے عصر پڑھتے تھے قریباً دس منٹ میں نماز سے فراغت ہوتی تھی چالیس منٹ میں انسان بخوبی مدینہ منورہ کے کنارے پہنچ سکتا ہے یہ فقیر آدھے گھنٹے میں پیدل مسجد قباء شریف پہنچ جاتا تھا لہٰذا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور ایک مثل میں پڑھتے تھے یہ حدیث ہمارے خلاف نہیں ۵؎ شریعت میں اس نماز کا نام عشاء ہے مگر بدوی لوگ عتمہ کہتے ہیں یعنی اونٹنی دھونے کے وقت کی نماز خیال رہے کہ نماز کے وہی نام لینے چاہئیں جو شریعت نے مقرر کئے ظہر کو پیشی عصر کو دیگر مغرب کو شام اور عشاء کو خفتاں کہنا جیسا کہ پنجاب میں مروج ہے برا ہے یہاں تاخیر سے مراد تہائی رات تک دیر لگانا ہے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے ۶؎ اس کی شرح پہلے گزر چکی' بات سے دنیاوی غیر ضروری باتیں مراد ہیں یہی مکروہ ہیں لہٰذا دینی جلسے دینی کتب کا مطالعہ عشاء کے بعد منع نہیں خلاصہ یہ ہے کہ عشاء کے بعد جلدی سو جاؤ صبح کو جلدی اٹھو ۷؎ یعنی فجر اتنی جلدی شروع کرتے کہ ساٹھ یا سو آیتیں پڑھ کر فارغ ہونے پر اتنا اجالا ہوتا کہ ساتھی پہچان لیا جائے یہ ان لوگوں کی دلیل ہے جن کے نزدیک فجر اندھیرے میں پڑھنا مستحب ہے' امام اعظم کے نزدیک یہ اندھیرا مسجد کا ہوتا تھا نہ کہ وقت کا کیونکہ مسجد نبوی بہت گہری ہے باہر کی روشنی وہاں بہت دیر میں پہنچتی ہے اور اگر مان لیا جائے کہ یہ وقت کا اندھیرا تھا تو یہ حضور کا خصوصی عمل ہے فرمان آگے آرہا ہے کہ فرمایا فجر اجالا کرکے پڑھو کہ اس کا ثواب زیادہ ہے اور جب حضور کے فرمان و عمل شریف میں تعارض معلوم ہو تو فرمان کو ترجیح ہوتی ہے کیونکہ عمل میں احتمال ہے کہ آپ کی خصوصیات میں سے ہو خیال رہے کہ ایسی حدیث کوئی نہیں جس میں اندھیرے میں فجر پڑھنے کا حکم دیا گیا ہو مگر اجالے کے حکم کی بہت حدیثیں موجود ہیں نیز عام صحابہ فجر اجالے میں ہی پڑھتے تھے حضرت علی قبر سے فرماتا کرتے تھے اے قنبر! خوب اجالا کرو' خوب اجالا کرو (طحاوی) صدیق اکبر جب فجر سے فارغ ہوتے تو محسوس ہوتا تھا کہ آفتاب نکلا چاہتا ہے (بیہقی) ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کا جیسا اتفاق فجر و عصر کے اجالے پر ہے ایسا بہت کم مسائل پر ہے (طحاوی وخسرو) فقیر نے جاء الحق حصہ دوم میں اجالا فجر کی انتیس احادیث پیش کی ہیں حتیٰ کہ دیلمی کی روایت نقل کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو فجر روشنی میں پڑھے اللہ اس کی قبر اور دل میں روشنی کرے۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ صَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَاءَ إِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ وَإِذَا قَلُّوْا أَخَّرَ وَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۴۱) روایت ہے حضرت محمد ابن عمرو ابن حسن ابن علی سے فرماتے ہیں ہم نے جابر ابن عبداللہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں پوچھا فرمایا ظہر دوپہری میں پڑھتے تھے اور عصر جبکہ سورج صاف ہوتا اور مغرب جبکہ سورج ڈوب جاتا اور عشاء جب لوگ زیادہ ہوتے تو جلدی پڑھ لیتے اور جب تھوڑے ہوتے تو دیر میں پڑھتے اور صبح اندھیرے میں ۱؎ (مسلم بخاری)

(۵۴۱) ۱؎ اس کی شرح پہلے گزر گئی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر وقت میں گنجائش ہو تو لوگوں کے اجتماع کا خیال رکھا جائے۔ ل کا سا وقت نہ ہو کہ نمازی ہوں یا نہ ہوں نماز پڑھ لی جائے دیکھو حضور کا عمل کہ اگر لوگ کم ہوتے تو عشاء دیر سے پڑھتے۔

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالظَّهَائِرِ سَجَدْنَا عَلٰى ثِيَابِنَا اِتِّقَاءَ الْحَرِّ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهٗ لِلْبُخَارِيِّ)

(۵۴۲) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ظہر پڑھتے تو گرمی سے بچنے کیلئے اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے تھے ۱؎ (مسلم بخاری) لفظ بخاری کے ہیں۔

(۵۴۲) ۱؎ یہ گرمی فرش کی ہوتی تھی' نہ کہ وقت کی سرکار ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھتے تھے مگر فرش تپا ہوتا تھا جیسے کہ اب بھی حرمین شریفین میں دیکھا جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ نمازی اپنے پہنے ہوئے کپڑے پر ضرورۃً سجدہ کرسکتا ہے۔ یہی امام صاحب کا قول ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ بِالظُّهْرِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ وَاشْتَكَتِ النَّارُ اِلٰى رَبِّهَا فَقَالَتْ رَبِّ اَكَلَ بَعْضِيْ بَعْضًا فَاَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ اَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ وَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِيْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ فَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ فَمِنْ سَمُوْمِهَا وَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْبَرْدِ فَمِنْ زَمْهَرِيْرِهَا

(۵۴۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب گرمی تیز ہو نماز ٹھنڈی کرو اور بخاری کی ایک روایت میں حضرت ابوسعید سے ہے کہ ظہر ٹھنڈی کرو ۱؎ کیونکہ گرمی کی تیزی دوزخ کی بھڑک سے ہے ۲؎ آگ نے اپنے رب سے شکایت کی تھی کہا تھا اے رب میرے بعض نے بعض کو کھا ڈالا رب نے اسے دو سانسوں کی اجازت دی ایک سانس سردی میں اور ایک گرمی میں یہ وہی تیز گرمی اور ٹھنڈک ہے جسے تم محسوس کرتے ہو ۳؎ (مسلم بخاری) اور بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے کہ جو تیز گرمی تم پاتے ہو یہ دوزخ کی گرم سانس سے ہے اور جو تیز ٹھنڈک تم پاتے ہو یہ اس کی ٹھنڈی سانس سے ہے۔

(۵۴۳) ۱؎ یہ حدیث ان تمام احادیث کی شرح ہے جن میں فرمایا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوپہری میں ظہر پڑھتے تھے اس نے بتایا کہ وہاں جاڑوں کی ظہر مراد ہے۔ گرمیوں میں ظہر ٹھنڈی کرنے کا تاکیدی حکم ہے اس سے حنفیوں کے دو مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ گرمی کی ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھنا سنت ہے دوسرے یہ کہ ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے کیونکہ ایک مثل تک ہر جگہ خصوصاً عرب میں بہت تپش رہتی ہے نیز بخاری ابوداؤد و بیہقی طحاوی ترمذی وغیرہ نے حضرت ابوذر غفاری سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں ظہر جب پڑھی جبکہ ٹیلوں کا سایہ پڑ گیا اور ٹیلہ کا سایہ ایک مثل کے بعد ہی پڑتا ہے نیز بخاری شریف نے حضرت ابن عمر سے روایت کی کہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود ان مزدوروں کی طرح ہیں جو صبح سے ظہر تک ایک قیراط پر کام کریں' عیسائی وہ مزدور ہیں جو ظہر سے عصر تک ایک قیراط پر محنت کریں اور تم وہ مزدور ہو جو عصر سے مغرب تک دو قیراط کے بدلے کام کریں تمہارا کام اور مزدوری زیادہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقت عصر وقت ظہر سے کم ہے ورنہ یہ مثال درست نہ ہوتی اگر ایک مثل پر عصر شروع ہو جایا کرے تو اس کا وقت ظہر کی برابر بلکہ گرمیوں میں اس سے کہیں زیادہ ہو جائے گا اس مسئلے پر امام صاحب کے اور بہت دلائل ہیں اگر شوق ہو تو ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم کا یہ باب دیکھو ۲؎ خیال رہے کہ فلاسفہ کے نزدیک گرمی آفتاب کے قرب سے آتی ہے مگر آفتاب میں گرمی دوزخ سے آئی' ہوسکتا ہے کہ گرمی آفتاب سے بھی ہو اور دوزخ کی بھڑک کی وجہ سے بھی' اگرچہ گرمیوں کے موسم میں بعض [illegible] اور بعض مقامات پر ٹھنڈک رہتی ہے لیکن یہ اس کے خلاف نہیں جیسے سورج کی گرمی ایک ہے لیکن اس کے اثر کا ظہور زمین پر

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

مختلف کہیں سردی کہیں گرمی ایسے ہی ادھر بھی ہے کہ بھڑک کی وجہ جہاں زیادہ ہے وہاں گرمی' جہاں کم ہے وہاں سردی لہٰذا اس حدیث پر نہ تو آریوں اور عیسائیوں کا کوئی اعتراض ہوسکتا ہے نہ چکڑالویوں کا ۳؎ یعنی دوزخ جب اوپر کو سانس لیتا ہے تو دنیا میں عموماً سردی کا زور ہوتا ہے اور جب نیچے کو سانس چھوڑتا ہے تو عموماً گرمی کی شدت' خیال رہے کہ یہ حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل یا توجیہ کی ضرورت نہیں ہر چیز میں قدرت نے زندگی اور شعور بخشے ہیں' قرآن کریم فرماتا ہے: فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ (۴۴'۲۹) تو ان پر آسمان وزمین نہ روئے (کنزالایمان) کفار کے مرنے پر آسمان وزمین نہیں روتے یعنی مسلمان کے مرنے پر روتے ہیں اور فرماتا ہے: وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (۲'۷۴) اور کچھ وہ ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں (کنزالایمان) بعض پتھر اللہ کے خوف کی وجہ سے گر جاتے ہیں چکڑالویوں کو ان احادیث پر اعتراض کرنے سے پہلے یہ آیات دیکھنی چاہئیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ اِلَى الْعَوَالِيْ فَيَاْتِيْهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ وَبَعْضُ الْعَوَالِيْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَمْيَالٍ اَوْ نَحْوِهٖ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۴۴) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر اس وقت پڑھتے تھے کہ سورج بلند اور صاف ہوتا تھا کہ جانے والا اطراف مدینہ کی طرف جاتا وہاں اس وقت پہنچ جاتا کہ سورج بلند ہوتا حالانکہ بعض اطراف مدینہ سے چار میل یا اس کی مثل تھے ۱؎ (مسلم بخاری)

(۵۴۴) ۱؎ اس حدیث سے نہ تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ عصر دومثل سے پہلے پڑھتے تھے اور نہ یہ کہ عصر اول وقت پڑھ لیتے تھے حنفی وقت میں (غرب آفتاب سے ۵۰ منٹ پہلے) عصر پڑھ کر اتنی دور بے تکلف چلا جاسکتا ہے طحاوی شریف میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ اس وقت عصر پڑھتے تھے جب دھوپ اونچے پہاڑ پر نظر آتی تھی اور سیدنا فاروق اعظم نے اپنے عمال کو لکھا کہ صحابہ کرام نماز عصر دیر میں پڑھتے تھے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ صَلٰوةُ الْمُنَافِقِ يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰى اِذَا اصْفَرَّتْ وَكَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطٰنِ قَامَ فَنَقَرَ اَرْبَعًا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۴۵) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ منافق کی نماز ہے کہ بیٹھا ہوا سورج کا انتظار کرتا رہے حتیٰ کہ جب پیلا پڑ جائے اور شیطان کے دوسینگوں کے بیچ آجائے تو کھڑا ہو کر چار چونچیں مارے کہ ان میں اللہ کا تھوڑا ہی ذکر کرے ۱؎ (مسلم)

(۵۴۵) ۱؎ اس حدیث سے تین مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ دنیوی کاروبار میں پھنس کر نماز عصر دیر سے پڑھنا منافقوں کی علامت ہے دوسرے یہ کہ غروب سے ۲۰ منٹ پہلے کراہت کا وقت ہے وقت مستحب میں عصر پڑھنا چاہئے تیسرے یہ کہ رکوع اور سجدہ بہت اطمینان سے کرنا چاہئے حضور نے جلد باز سجدے کو مرغ کے چونچ مارنے سے تشبیہ دی جو وہ دانہ چگتے وقت زمین پر جلدی جلدی مارتا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَّذِيْ تَفُوْتُهٗ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَكَاَنَّمَا

(۵۴۶) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کی نماز عصر جاتی رہی گویا اس کا گھر

https://archive.org/details/@madni_library

وُتِرَ اَھْلُهٗ وَمَالُهٗ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)
بار اور مال لٹ گیا۔ا(مسلم بخاری)

(۵۴۶)ا یعنی جیسے اس شخص کو وہ نقصان پہنچا جس کی تلافی نہیں ہوسکتی ایسے ہی عصر چھوڑنے والے کو ناقابل تلافی نقصان پہنچتا ہے اس کی وجہ اگلی حدیث میں آرہی ہے۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۵۴۷) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو نماز عصر چھوڑ دے اس کے عمل ضبط ہو گئے۔ا(بخاری)

(۵۴۷)ا غالباً عمل سے مراد وہ دنیوی کام ہے جس کی وجہ سے اس نے نماز عصر چھوڑی، ضبطی سے مراد اس کام کی برکت کا ختم ہونا یا یہ مطلب ہے کہ جو عصر چھوڑنے کا عادی ہو جائے اس کیلئے اندیشہ ہے کہ وہ کافر ہو کر مرے جس سے اعمال ضبط ہو جائیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ عصر چھوڑنا کفر و ارتداد ہے، خیال رہے کہ نماز عصر کو قرآن کریم نے بیچ کی نماز فرما کر اس کی بہت تاکید فرمائی نیز اس وقت رات و دن کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے اور یہ وقت لوگوں کی سیر و تفریح اور تجارتوں کے فروغ کا وقت ہے اس لئے کہ اکثر لوگ عصر میں سستی کر جاتے ہیں ان وجوہ سے قرآن شریف نے بھی عصر کی بہت تاکید فرمائی اور حدیث شریف نے بھی۔

وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْصَرِفُ اَحَدُنَا وَاِنَّهٗ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهٖ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۴۸) روایت ہے حضرت رافع ابن خدیج سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب پڑھتے تھے تو ہم میں سے ایک اس وقت لوٹتا جب اپنے تیر گرنے کی جگہ کو دیکھ لیتا۔ا(مسلم بخاری)

(۵۴۸)ا یعنی مغرب سے فارغ ہو کر اتنا اجالا ہوتا تھا کہ کمان سے پھینکا ہوا تیر جہاں گرتا نظر آتا تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نماز مغرب ہمیشہ اول وقت پڑھنی چاہیے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ الْعَتَمَةَ فِيْمَا بَيْنَ اَنْ يَّغِيْبَ الشَّفَقُ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ الْاَوَّلِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۴۹) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ صحابہ نماز عشاء شفق غائب ہونے سے رات کی اگلی تہائی کے درمیان پڑھتے تھے۔ا(مسلم بخاری)

(۵۴۹)ا اگر جلدی پڑھتے تو شفق غائب ہونے کے بعد پڑھتے کہ اس سے پہلے وقت عشاء ہوتا ہی نہیں لہٰذا یہ حدیث حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُصَلِّي الصُّبْحَ فَتَنْصَرِفُ النِّسَآءُ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوْطِهِنَّ مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۵۰) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر پڑھتے تھے پھر عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی لوٹ جاتی تھیں اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہ جاتی تھیں۔ا(مسلم بخاری)

(۵۵۰)ا یہ اندھیرا یا تو مسجد کا ہوتا تھا کیونکہ مسجد نبوی بہت گہری تھی یا وقت کا کیونکہ سرکار نماز فجر اول وقت ادا فرماتے تھے ان نمازی عورتوں کی وجہ سے تاکہ اندھیرے ہی میں اپنے گھر چلی جائیں، پھر عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا تب یہ حکم بھی بدل گیا پہلی صورت میں یہ حدیث محکم اور ہمارے واسطے لائق عمل ہے دوسری صورت میں یہ عمل اس وقت کے لحاظ سے ہے اور حضور کی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

خصوصیات سے، ہم نے توجیہیں اس لئے کیں کہ آگے فجر اجالے میں پڑھنے کا حکم آ رہا ہے اس توجیہ کی بنا پر یہ فعلی حدیث اس قولی کے خلاف نہ ہوگی غالبًا یہ بیبیاں سلام پھیرتے ہی دعا سے پہلے چلی جاتی تھیں جیسا کہ فتنصرف کی ف سے معلوم ہو رہا ہے اور مرد دعا کے بعد جاتے تھے تاکہ عورتوں اور مردوں کا اختلاط نہ ہو' خیال رہے کہ حضرت عمر فاروق نے عورتوں کو مسجدوں سے روک دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے اس کی تائید کی اور فرمایا کہ اگر حضور انور بھی آج کے حالات دیکھتے تو عورتوں کو مسجد سے روک دیتے افسوس ان لوگوں پر جو اس دور میں اپنی عورتوں کو بے پردہ سینما اور بازاروں میں بھیجیں۔

وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ تَسَحَّرَا فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سُحُوْرِهِمَا قَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَصَلّٰى قُلْنَا لِاَنَسٍ كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سُحُوْرِهِمَا وَدُخُوْلِهِمَا فِي الصَّلٰوةِ قَالَ قَدْرُ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِيْنَ اٰيَةً (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۵۵۱) روایت ہے حضرت قتادہ سے[۱] وہ حضرت انس سے راوی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور زید ابن ثابت نے سحری کھائی جب سحری سے فارغ ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف اٹھے اور نماز پڑھ لی ہم نے حضرت انس سے کہا کہ ان بزرگوں کے سحری سے فراغت اور نماز کی مشغولیت میں کتنا فاصلہ تھا فرمایا اس قدر کہ کوئی شخص پچاس آیتیں پڑھ لے[۲] (بخاری)

(۵۵۱)[۱] آپ مشہور تابعین میں سے ہیں بہترین حافظ و مفسر تھے' مادر زاد نابینا تھے' حافظہ غضب کا پایا تھا' قبیلہ سدوس سے تھے' بصرے میں قیام تھے' ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔ آپ سے خواجہ حسن بصری جیسے بزرگوں نے روایات لیں[۲] یعنی سحری بالکل آخر وقت کھائی اور فجر بالکل اول وقت پڑھی۔ مرقات نے فرمایا کہ سحری اور نماز فجر میں صرف اتنا فاصلہ حضور انور کی خصوصیات سے ہے کیونکہ آپ دین میں خطا سے معصوم تھے۔ حضور کو سحری اور نماز کے اوقات کا یقینی علم تھا ہمیں صرف اتنے فاصلے پر فجر جائز نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ ہم وقت کی پہچان میں غلطی کر کے یا سحری وقت کے بعد کھالیں یا نماز وقت سے پہلے پڑھ لیں۔ خیال رہے کہ فجر جلدی پڑھنے کی عملی احادیث ہیں لیکن قولی حدیث ایک بھی نہیں مگر دیر سے فجر پڑھنے کی قولی حدیثیں بہت موجود ہیں لہٰذا مذہب حنفی نہایت ہی قوی ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَنْتَ اِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ اُمَرَآءُ يُمِيْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اَوْ يُؤَخِّرُوْنَ عَنْ وَّقْتِهَا قُلْتُ فَمَا تَاْمُرُنِيْ قَالَ صَلِّ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا فَاِنْ اَدْرَكْتَهَا مَعَهُمْ فَصَلِّ فَاِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۵۲) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم پر ایسے حکام مسلط ہوں گے جو نمازوں کو فوت کر دیا کریں گے یا ان کے وقتوں سے پیچھے کر دیا کریں گے[۱] میں نے عرض کیا کہ مجھے آپ کیا حکم دیتے ہیں فرمایا کہ نماز اپنے وقت پر پڑھ لیا کرنا اگر ان کے ساتھ بھی پالو تو پھر پڑھ لینا کہ وہ تمہارے نفل ہوں گے[۲] (مسلم)

(۵۵۲)[۱] اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے حضور کو علوم غیبیہ بخشے دیکھو حضور نے اس جگہ ابوذر غفاری کی درازی عمر کی بھی خبر دی اور آئندہ لاپرواہ حکام کے تسلط کی بھی یعنی اے ابوذر خلفائے راشدین کے بعد تم زندہ رہو گے اور ایسے بے پرواہ اور ظالم حکام کا زمانہ پاؤ گے کہ تم انہیں نماز بھی صحیح وقت پر نہ پڑھوا سکو گے[۲] اس جملے سے بہت سے فقہی مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ جماعت کے لالچ میں نماز وقت مستحب سے نہ ہٹائی جائے [illegible] صحیح وقت [illegible] مسجد میں یا گھر میں اپنی

https://archive.org/details/@madni_library

نماز علیحدہ پڑھ لے جیسا کہ آج حاجیوں کو نجدی حکام کی وجہ سے پیش آتا ہے تیسرے یہ کہ اگر ظالم حاکم کے سامنے مجبوراً کلمہ حق نہ کہہ سکے تو گنا ہگار نہیں۔ چوتھے یہ کہ نماز پڑھ چکنے کے بعد اگر جماعت ملے تو بہ نیت نفل اس میں شریک ہو جائے مگر یہ حکم صرف ظہر و عشاء میں ہے کیونکہ فجر و عصر کے بعد نفل مکروہ ہیں اور مغرب کی تین رکعتیں ہیں پانچویں یہ کہ اگر ظالم حاکم کے ساتھ نماز نہ پڑھنے میں ایذا اور تکلیف پہنچ جانے کا اندیشہ ہو تو مجبوراً ان کے پیچھے نماز پڑھ لے مگر نماز لوٹا لے جیسا کہ آج کل اہل سنت کو حرمین شریفین میں پیش آتا ہے۔ چھٹے یہ کہ نفل والے کی نماز فرض والے کے پیچھے جائز ہے ساتویں یہ کہ اگر بادشاہ کا مقرر کردہ امام بدمذہب ہو اور کوئی سچا مسلمان ان کی جماعت کے وقت وہاں پھنس جائے تو معذوری کی حالت میں یہی کرے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصُّبْحِ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ الصُّبْحَ وَمَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ الْعَصْرَ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۵۵۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سورج نکلنے سے پہلے فجر کی ایک رکعت پالے اس نے فجر پالی اور جو سورج ڈوبنے سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالے اس نے عصر پالی[۱] (مسلم بخاری)

(۵۵۳)[۱] یعنی اگر نماز فجر کے دوران میں سورج نکل آئے یا عصر کی نماز پڑھتے ہوئے آفتاب غروب ہو جائے تو نماز ہوگئی اس کی تحقیق اگلی حدیث میں آ رہی ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَدْرَكَ اَحَدُكُمْ سَجْدَةً مِّنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَلْیُتِمَّ صَلٰوتَهٗ وَاِذَا اَدْرَكَ سَجْدَةً مِّنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلْیُتِمَّ صَلٰوتَهٗ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۵۵۴) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی سورج ڈوبنے سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالے وہ اپنی نماز پوری کرلے اور جب سورج چمکنے سے پہلے فجر کی ایک رکعت پالے تو اپنی نماز پوری کرے[۱] (بخاری)

[۱] کیونکہ اس نے نماز کا وقت پالیا اور اس کی یہ نماز ادا ہوگی نہ کہ قضاء خیال رہے کہ اس بارے میں احادیث متعارض ہیں اس حدیث سے تو معلوم ہوا کہ طلوع و غروب کے وقت نماز صحیح ہے مگر دوسری روایت میں آیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان وقتوں میں نماز پڑھنے سے سخت منع فرمایا لہٰذا قیاس شرعی کی ضرورت پڑی جو ان میں سے ایک حدیث کو ترجیح دے۔ قیاس نے حکم دیا کہ اس صورت میں عصر درست ہوگی اور فجر فاسد ہو جائے گی کیونکہ عصر میں آفتاب ڈوبنے سے پہلے وقت مکروہ بھی آتا ہے یعنی سورج کا پیلا پڑنا لہٰذا یہ شروع بھی ناقص ہوئی اور ختم بھی ناقص لیکن فجر میں آخر تک وقت کامل ہے اس صورت میں نماز شروع تو کامل ہوئی اور ختم ناقص لہٰذا عصر میں اس حدیث پر عمل ہے اور فجر میں ممانعت کی حدیث پر اس کی زیادہ تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو غرض کہ سورج نکلتے وقت کوئی نماز درست نہیں اور سورج ڈوبتے وقت اس دن کی عصر جائز ہے اگرچہ مکروہ ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَسِیَ صَلٰوةً اَوْنَامَ عَنْهَا فَكَفَّارَتُهَا اَنْ

(۵۵۵) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو نماز بھول جائے یا اس سے غافل ہو کر سو

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

يُصَلِّيهَا اِذَا ذَكَرَهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ لَاكَفَّارَةَ لَهَا اِلَّا ذٰلِكَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

جائے اتو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آئے تو پڑھ لے ایک روایت میں ہے اس کا کفارہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ۲(مسلم بخاری)

(۵۵۵) ا اس طرح کہ یونہی لیٹا سونے کا ارادہ نہ تھا کہ آنکھ لگ گئی۔ وقت نماز گزر جانے پر آنکھ کھلی تو معذور ہے لیکن اگر جان بوجھ کر بغیر نماز پڑھے سو گیا یا رات کو بلا عذر دیر سے سویا جس سے فجر کے وقت آنکھ نہ کھلی تو مجرم ہے۔ ربّ تعالٰی نیت و ارادہ کو جانتا ہے اسی لئے بعد نماز عشاء جلد سو جانے کا حکم ہے لہٰذا اس حدیث سے آج کل کے فاسق' نماز سے بے پروا دلیل نہیں پکڑ سکتے ۲ یعنی جیسے روزہ رہ جانے میں کبھی کفارہ پڑ جاتا ہے اور جیسے کبھی ارکان حج چھوٹ جانے پر کفارہ لازم آتا ہے ایسے نماز میں نہ ہوگا اس میں صرف قضاء ہے اِذَا ذَکَـــرَ سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ چھوٹی ہوئی نماز اگر قطعاً یاد ہی نہ آئے تو آدمی گناہگار نہیں۔ دوسرے یہ کہ یاد آجانے پر دیر نہ لگائے فوراً قضا ادا کرے اب دیر لگانا گناہ ہے کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں تمام عبادات کا یہی حال ہے۔ خیال رہے کہ یہاں صرف ذکر اور یاد آجانے کا تذکرہ فرمایا بیداری کا ذکر نہ ہوا کیونکہ قضا یاد آنے سے واجب ہوتی ہے نہ کہ محض جاگنے سے اگر جاگنے پر یاد نہ آئے قضاء نہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِي النَّوْمِ تَفْرِيْطٌ اِنَّمَا التَّفْرِيْطُ فِي الْيَقْظَةِ فَاِذَا نَسِيَ اَحَدُكُمْ صَلٰوةً اَوْ نَامَ عَنْهَا فَلْيُصَلِّهَا اِذَا ذَكَرَهَا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۵۶) روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سو جانے میں کوتاہی (قصور) نہیں' کوتاہی صرف بیداری میں ہے اتو جب کوئی نماز بھول جائے یا اس سے غافل ہو کر سو جائے جب یاد آئے تو پڑھ لے چونکہ رب تعالٰی فرماتا ہے کہ میری یاد کے وقت نماز قائم کرو ۲(مسلم)

(۵۵۶) ا یعنی اگر نماز کے وقت اتفاقاً آنکھ نہ کھلے اور نماز قضا ہو جائے تو گناہ نہیں گناہ اس میں ہے کہ انسان جاگتا رہے اور دانستہ نماز قضا کر دے۔ خیال رہے کہ اگر وقت پر آنکھ نہ کھلنا اپنی کوتاہی کی وجہ سے ہو تو گناہ ہے جیسے رات کو بلا وجہ دیر میں سونا جس سے دن چڑھے آنکھ کھلے یقیناً جرم ہے ۲ یعنی جب میں یاد آؤں تو نماز پڑھو اس آیت کی اور بہت تفسیریں ہیں بہت پیاری اور قوی تفسیر وہی ہے جو خود حضور فرمائیں' خیال رہے کہ یہاں یہ نہ فرمایا کہ جب نماز یاد آجائے تو پڑھو بلکہ فرمایا جب میں یاد آؤں تو پڑھو کہ معلوم ہوا کہ خدا کو یاد رکھنے والا نماز نہیں بھول سکتا اور نماز پر پابندی کرنے والا انشاء اللہ خدا سے غافل نہیں ہو سکتا اس آیت کی اور بہت سی تفسیریں ہماری تفسیر نور العرفان میں دیکھو۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عَلِيُّ ثَلٰثٌ لَا تُؤَخِّرُهَا الصَّلٰوةُ اِذَا اٰنَتْ وَالْجَنَازَةُ اِذَا حَضَرَتْ وَالْاَيِّمُ اِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفُوًا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۵۵۷) روایت ہے حضرت علی سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اے علی تین چیزوں میں دیر نہ لگاؤ نماز جب آجائے ا اور جنازہ جب تیار ہو جائے اور لڑکی جب اس کا ہم قوم مل جائے ۲(ترمذی)

https://archive.org/details/@madni_library

(۵۵۷)۱؎ یعنی جب نماز کا وقت مستحب آ جائے تو دیر مت لگاؤ لہٰذا یہ حدیث نہ تو حنفیوں کے خلاف ہے نہ شوافع کی تائید نہ دوسری احادیث سے متعارض کیونکہ عشاء سب کے نزدیک دیر سے ہی پڑھنا چاہیے۲؎ ایم اصل میں ایوم تھا واؤ‘ ی ہو کر ی میں مدغم ہو گیا ایم بے خاوند والی بالغہ عورت کو کہتے ہیں کنواری ہو یا بیوہ یعنی جب لڑکی کیلئے مناسب رشتہ مل جائے تو بلاوجہ دیر مت لگاؤ کہ اس میں ہزار ہا فتنہ ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر وقت مکروہ میں جنازہ آئے تب بھی اس پر نماز پڑھ لی جائے یہی حنفیوں کا مذہب ہے۔ ممنوع یہ ہے کہ جنازہ پہلے تیار ہو مگر نماز وقت مکروہ میں پڑھی جائے لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور نے سورج نکلتے ڈوبتے اور بیچ دوپہری میں نماز جنازہ سے منع فرمایا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَقْتُ الْاَوَّلُ مِنَ الصَّلٰوةِ رِضْوَانُ اللّٰهِ وَالْوَقْتُ الْاٰخِرُ عَفْوُ اللّٰهِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۵۵۸) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز اول وقت میں اللہ کی خوشنودی ہے اور آخر وقت میں اللہ کی معافی۱؎ (ترمذی)

(۵۵۸)۱؎ اول وقت سے وقت مستحب کا اول مراد ہے اور آخر وقت سے وقت مکروہ مراد ہے یعنی وقت مستحب شروع ہوتے ہی نماز پڑھ لینا رضائے الٰہی کا سبب ہے اور وقت مکروہ میں نماز پڑھنا‘ تو چاہیے یہ تھا کہ سخت گناہ ہو اور نماز قضا مانی جائے مگر رب نے معافی دے دی‘ ہماری اس تفسیر سے یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ عشاء دیر سے پڑھو۔

وَعَنْ اُمِّ فَرْوَةَ قَالَتْ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ الصَّلٰوةُ لِاَوَّلِ وَقْتِهَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ لَا يُرْوَى الْحَدِيْثُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ الْعُمَرِيِّ وَهُوَ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ

(۵۵۹) روایت ہے حضرت ام فروہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون سا عمل بہتر ہے فرمایا اول وقت نماز پڑھنا۱؎ (احمد و ترمذی‘ ابوداؤد) ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث صرف عبداللہ ابن عمر عمری سے مروی ہے اور وہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔۲؎

(۵۵۹)۱؎ یعنی وقت مستحب کے اول نماز پڑھنا جیسا کہ بارہا عرض کیا جا چکا خیال رہے کہ بیان فضیلت میں حدیثیں مختلف ہیں‘ بعض میں ہے کہ افضل عمل جہاد ہے بعض میں ہے کہ بہترین عمل ماں باپ کی خدمت مگر ان میں تعارض نہیں‘ کیونکہ مطلقاً افضلیت اول وقت نماز پڑھنے میں ہے لیکن بعض ہنگامی حالات میں جہاد یا خدمت والدین افضل ہو جاتی ہے‘ ہوسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ مختلف جوابات پوچھنے والوں کے لحاظ سے ہوں کسی سے فرمایا کہ تیرے لئے جہاد افضل کسی سے فرمایا تیرے لئے ماں باپ کی خدمت افضل طبیب کا نسخہ مریض کی حالت کے لحاظ سے ہوتا ہے۲؎ ان کا نام عبداللہ ابن عمر ابن حفص ابن عاصم ابن عمر ابن خطاب ہے۔ بڑے عابد و زاہد پرہیزگار تھے مگر حافظہ کسی قدر کمزور تھا ۱۷۱ھ میں وفات ہوئی۔ ان کے بھائی عبیداللہ ابن عمر بڑے ثقہ راوی تھے خیال رہے کہ یہ حدیث بہت اسنادوں سے مروی ہے اس لئے حسن لغیرہ ہے (مرقاۃ و اشعہ)

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةً لِوَقْتِهَا الْاٰخِرِ مَرَّتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۵۶۰) روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز اس کے آخر وقت میں دوبارہ بھی نہ پڑھی حتیٰ کہ رب نے آپ کو وفات دی۱؎ (ترمذی)

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(۵۶۰)۱یہ حدیث بہت مشکل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت دفعہ بہت نمازیں آخر وقت میں پڑھیں کیونکہ جبریل امین نے دوسرے دن ساری نمازیں حضور کو آخر وقت میں پڑھائیں پھر کئی دفعہ خود حضور نے نماز کے اوقات بتانے کیلئے صحابہ کرام کو ایک دن اول وقت نمازیں پڑھائیں۔ایک دن آخر وقت میں غزوہ خندق میں پانچ نمازیں قضا کرکے پڑھیں۔تعریس کی رات فجر کی نماز قضا کرکے پڑھی۔ ایک دفعہ فجر کے بالکل آخر وقت حضور کی آنکھ کھلی بہت جلدی میں نماز ادا کی اور فرمایا کہ میں نے رب کو خواب میں دیکھا اس سے ہمکلامی میں مشغول تھا الخ لہٰذا یہ حدیث واجب التاویل ہے یا تو یہ سارے واقعات ام المومنین کے علم میں نہ آئے یا سیکھنے سکھانے کے واقعات کا آپ ذکر نہیں فرما رہی ہیں یا مطلب یہ ہے کہ میرے نکاح میں آنے کے بعد میرے گھر میں حضور نے کوئی نماز آخر وقت نہ پڑھی نیز یہ حدیث قوی بھی نہیں ہے چنانچہ ترمذی نے فرمایا کہ اس کی اسناد متصل نہیں محدث میرک فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں تامل ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَایَزَالُ اُمَّتِیْ بِخَیْرٍ اَوْقَالَ عَلَی الْفِطْرَةِ مَالَمْ یُؤَخِّرُوا الْمَغْرِبَ اِلٰی اَنْ تَشْتَبِكَ النُّجُوْمُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ عَنِ الْعَبَّاسِ

(۵۶۱) روایت ہے حضرت ابو ایوب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت بھلائی پر یا فرمایا فطرت پر رہے گی۱جب تک مغرب کو تاروں کے گتھ جانے تک پیچھے نہ کریں ۲(ابوداؤد) دارمی نے حضرت عباس سے روایت کی۔

(۵۶۱)۱فطرت سے مراد اسلام ہے یا سنت انبیاء یا اسلام کی دائمی سنت۲اس سے معلوم ہوا کہ مغرب میں اتنی تاخیر مکروہ ہے جب تارے خوب چمک جائیں اور سارے تارے ظاہر ہوکر گھنے پڑ جائیں جیسے روافض کی مغرب کا وقت' یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ شفق سفیدی کا نام ہے نہ کہ سرخی کا' سفیدی میں وقت مغرب رہتا ہے کیونکہ تاروں کا گتھنا اور گھنا پڑنا سرخی کے وقت نہیں ہوتا سفیدی کے وقت ہوتا ہے۔ اس وقت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کا آخری وقت قرار دیا اسے تاخیر مغرب فرمایا قضا نہ فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ انشاء اللہ اہل سنت خیر پر ہیں اور رہیں گے کیونکہ یہ مغرب جلدی پڑھتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ اَنْ یُّؤَخِّرُوا الْعِشَآءَ اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ اَوْ نِصْفِهٖ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

(۵۶۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ میں اپنی امت پر مشقت ڈال دوں گا تو انہیں حکم دیتا کہ عشاء کو تہائی یا آدھی رات تک پیچھے کریں۱(احمد' ترمذی' ابن ماجہ)

(۵۶۲)۱او نصفہ میں راوی کو شک ہے کہ حضور نے یا تہائی فرمایا آدھا یا یہ حدیث ان احادیث کی شرح ہے جن میں اول وقت نماز پڑھنے کی ترغیب ہے اس حدیث نے بتایا کہ وہاں اول وقت سے اول وقت مستحب مراد تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر امت پر گرانی کا خیال نہ ہوتا تو میں عشاء کی اتنی تاخیر کو فرض قرار دے دیتا کہ اس سے پہلے عشاء جائز ہی نہ ہوتی' اب یہ تاخیر سنت تو ہے فرض نہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باذن الٰہی احکام شرعیہ کے مالک ومختار ہیں کہ بحکم پروردگار جو چاہیں فرض کریں جو چاہیں فرض نہ کریں اس کیلئے ہماری کتاب سلطنت مصطفٰی دیکھو یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور امت پر ایسے رحیم وکریم ہیں کہ عبادات میں بھی امت کی راحت کا خیال رکھتے ہیں۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی

(۵۶۳) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں فرمایا

https://archive.org/details/@madni_library

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْتِمُوْا بِهٰذِهِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّكُمْ قَدْ فُضِّلْتُمْ بِهَا عَلٰى سَائِرِ الْاُمَمِ وَلَمْ تُصَلِّهَا اُمَّةٌ قَبْلَكُمْ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس نماز کو دیر سے پڑھا کرو کیونکہ تم کو اس کی وجہ سے ساری امتوں پر بزرگی دی گئی کہ تم سے پہلے یہ نماز کسی امت نے نہ پڑھی۱؎ (ابوداؤد)

(۵۶۳)۱؎ یعنی چونکہ نماز عشاء تم ہی کو ملی ہے اس لئے اسے دیر میں پڑھا کرو تا کہ تمہیں انتظار نماز کا ثواب ملے اور اس کے بعد زیادہ باتوں کا وقت نہ رہے فوراً سو جایا کرو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور کی امت ساری امتوں سے افضل ہے۔ اس فضیلت کی بہت سے وجوہ ہیں جن میں سے ایک عشاء کا ملنا بھی ہے۔ خیال رہے کہ نماز عشاء ہم سے پہلے کسی امت پر فرض نہ تھی ہاں بعض نبی بطور نفل اسے پڑھتے رہے ہیں لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں جبریل نے عرض کیا تھا کہ یہ اوقات آپ کے اور آپ سے پہلے انبیاء کی نمازوں کے وقت ہیں اور نہ اس روایت کے خلاف ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے وادی سینا سے آ کر اپنی بیوی صفوراء کو بخیریت پا کر نماز عشاء پڑھی۔

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ اَنَا اَعْلَمُ بِوَقْتِ هٰذِهِ الصَّلٰوةِ الصَّلٰوةِ الْعِشَآءِ الْاٰخِرَةِ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهَا لِسُقُوْطِ الْقَمَرِ لِثَالِثَةٍ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ)

(۵۶۴) روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے فرمایا کہ میں اس نماز یعنی آخری عشاء کے نماز کا وقت خوب جانتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز تیسری شب کے چاند ڈوب جانے پر پڑھا کرتے تھے۱؎ (ابوداؤد، دارمی)

(۵۶۴)۱؎ یہ وقت سردیوں میں تقریباً ساڑھے نو بجے شب بنتا ہے جیسا کہ تجربہ سے معلوم ہوا۔

وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَاِنَّهٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ وَلَيْسَ عِنْدَ النَّسَائِيِّ فَاِنَّهٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ

(۵۶۵) روایت ہے حضرت ابن رافع ابن خدیج سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر روشنی میں پڑھو کیونکہ اس کا ثواب بڑا ہے۱؎ (ترمذی، ابوداؤد، دارمی) ۲؎ اور نسائی کے نزدیک یہ نہیں ہے کہ اس کا ثواب بڑا ہے۔

(۵۶۵)۱؎ یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ فجر اجالے میں پڑھنی چاہئے۔ خیال رہے کہ تاریکی میں فجر پڑھنے کی عملی حدیثیں تو ہیں مگر قولی حدیث کوئی نہیں ان احادیث میں احتمال ہے کہ شاید مسجد کی تاریکی ہوتی ہو نہ کہ وقت کی مگر اس حدیث میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی۔ اسی لئے صحابہ کرام فجر اجالے میں پڑھتے تھے۔ جیسا کہ بہت احادیث سے ثابت ہے ہم نے وہ احادیث اپنی کتاب جاء الحق حصہ دوم میں جمع کی ہیں۔ اس حدیث کی تائید دو چیزوں سے ہوتی ہے ایک یہ کہ مسلم بخاری نے سیدنا ابن مسعود سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں فجر کی نماز روزانہ کے وقت سے پہلے پڑھی تو اگر حضور روز پو پھٹتے ہی فجر پڑھتے ہوتے تو آج مزدلفہ میں کس وقت پڑھی کیا وقت شروع ہونے سے پہلے پڑھ لی لہٰذا اس حدیث کا یہی مطلب ہوگا کہ روزانہ اجالے میں پڑھتے تھے آج اندھیرے میں پڑھی یہی حنفیوں کا مذہب ہے دوسرے یہ کہ نماز فجر بہت چیزوں میں نماز مغرب کے حکم میں ہے۔ مغرب میں اجالا سنت ہے تو یہاں بھی اجالا ہی چاہئے ہاں وہاں اجالا اول وقت ہوتا ہے فجر میں آخر وقت اس کی پوری بحث جاء الحق میں دیکھو۲؎ ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے نیز یہ حدیث ابن ماجہ، بیہقی ابوداؤد وطیالسی اور طبرانی میں بھی ہے۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يُنْحَرُ الْجَزُوْرُ فَتُقْسَمُ عَشَرَ قِسَمٍ ثُمَّ تُطْبَخُ فَنَاكُلُ لَحْمًا نَضِيْجًا قَبْلَ مَغِيْبِ الشَّمْسِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۶۶) روایت ہے حضرت رافع ابن خدیج سے فرماتے ہیں کہ ہم عصر کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھتے تھے پھر اونٹ ذبح کیا جاتا پھر اس کے دس حصے کئے جاتے پھر پکایا جاتا ہم سورج ڈوبنے سے پہلے بھنا گوشت کھالیتے[1] (مسلم بخاری)

(۵۶۶)[1] تجربہ شاہد ہے کہ اہل عرب جانور ذبح کرنے اور گوشت بنانے میں بہت تیز و ماہر ہیں۔ فقیر نے اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کیا ہے تو دو مثل کے بعد عصر پڑھ کر یہ سارے کام بخوبی ہو سکتے ہیں خصوصاً گرمیوں میں کہ اس زمانہ میں وقت عصر قریبًا دو گھنٹہ ہوتا ہے لہٰذا اس حدیث سے ایک مثل پر عصر پڑھنا ہرگز ثابت نہیں ہوتا نیز جوان اونٹ کا گوشت جلدی گلتا ہے اور بعض ماہر پکانے والے جلدی گلا لیتے ہیں پاکستانی قصائی اور باورچی اتنے کام سارے دن میں نہیں کر سکتے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ مَكَثْنَا ذَاتَ لَيْلَةٍ نَنْتَظِرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ فَخَرَجَ اِلَيْنَا حِيْنَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ اَوْ بَعْدَهٗ فَلَا نَدْرِيْ اَشَيْءٌ شَغَلَهٗ فِيْ اَهْلِهٖ اَوْ غَيْرُ ذٰلِكَ فَقَالَ حِيْنَ خَرَجَ اِنَّكُمْ لَتَنْتَظِرُوْنَ صَلٰوةً مَّا يَنْتَظِرُهَا اَهْلُ دِيْنٍ غَيْرُكُمْ وَلَوْلَا اَنْ يَّثْقُلَ عَلٰى اُمَّتِيْ لَصَلَّيْتُ بِهِمْ هٰذِهِ السَّاعَةَ ثُمَّ اَمَرَ الْمُؤَذِّنَ فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَلّٰى (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۶۷) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ ہم ایک رات آخری عشاء کی نماز کیلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے ہوئے بہت بیٹھے[1] آپ تب تشریف لائے جب تہائی رات گزر گئی یا اس کے بھی بعد ہمیں خبر نہیں کہ حضور کو کسی کام نے اپنے گھر میں روک رکھا یا کچھ اور سبب تھا[2] جب تشریف لائے تو فرمایا کہ تم ایسی نماز کا انتظار کر رہے ہو جس کا تمہارے سوا کوئی دین والا انتظار نہیں کر رہا ہے[3] اگر میری امت پر گراں نہ ہوتا تو میں ان کو یہ نماز اس ہی وقت پڑھایا کرتا[4] پھر مؤذن کو حکم دیا انہوں نے نماز کی تکبیر کہی اور نماز پڑھی (مسلم)

(۵۶۷)[1] خیال رہے کہ نماز پڑھنا بھی عبادت اور نماز کا انتظار بھی خصوصاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرنا بہترین عبادت ہے اس سے صحابہ کا ادب معلوم ہوا کہ وہ حضرات کبھی حضور کو نہ پکار کر بلاتے تھے نہ نمازیوں کے جمع ہو جانے کی خبر دیتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ خبیر کو خبر دینا کیا نیز قرآن کریم نے پکار کر بلانے والوں کو بے عقل قرار دیا۔ فرمایا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ (۴۹:۴) وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں (کنزالایمان) صحابہ کرام حضور کو نماز کیلئے جگاتے بھی نہ تھے[2] کیونکہ نہ حضور نے دیر کی وجہ بتائی اور نہ بے ادبی کی خوف سے ہم نے پوچھی اس سے معلوم ہوا کہ مرید مرشد سے ہر بات پوچھا نہ کرے صبر سے کام لیا کرے۔ خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ تم میرے کسی عمل پر سوال مت کرنا[3] یعنی تمہارا یہ انتظار بھی عبادات ہے اور اس انتظار میں اب تک جاگنا مسجد میں بیٹھنا مشقت اٹھانا سب عبادت، اتنی عبادت کا مجموعہ کسی نبی کو نصیب نہیں ہوا اس حدیث کی بنا پر بعض علماء فرماتے ہیں کہ عشاء عصر سے بھی افضل ہے[4] معلوم ہو رہا ہے کہ مقابلہ اور دن کے آج عشاء زیادہ دیر میں پڑھی گئی تھی نماز پڑھانے

https://archive.org/details/@madni_library

سے مراد ان کو اس وقت پڑھنے کا حکم دیتا ہے۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الصَّلٰوَاتِ نَحْوًا مِّنْ صَلٰوتِكُمْ وَكَانَ يُؤَخِّرُ الْعَتَمَةَ بَعْدَ صَلٰوتِكُمْ وَكَانَ يُخَفِّفُ الصَّلٰوةَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۶۸) روایت ہے حضرت جابر بن سمرہ سے[۱] فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نمازیں تمہاری ہی نمازوں کی طرح پڑھتے تھے[۲] لیکن عشاء کی نماز تمہاری نماز سے کچھ دیر میں پڑھتے تھے[۳] اور نماز ہلکی پڑھتے تھے[۴] (مسلم)

(۵۶۸)[۱] آپ خود بھی صحابی ہیں' والد بھی صحابی' حضرت سعد ابن ابی وقاص کے بھانجے ہیں کوفہ میں قیام رہا' ۶۴ھ یا ۶۶ھ میں وفات پائی[۲] یہ تابعین سے خطاب ہے' یہ حضرات آپ سے حضور کی نماز کے اوقات پوچھتے تھے تو آپ یہ جواب دیتے تھے کہ تم نمازیں صحیح وقت پڑھ رہے ہو حضور بھی ان ہی اوقات میں پڑھتے تھے[۳] خیال رہے کہ نماز عشاء کو عتمہ کہنا منع ہے یا تو حضرت جابر کو اس ممانعت کا علم نہیں ہوا یا وہ لوگ عشاء کا مطلب سمجھتے نہ تھے' عتمہ کہنے سے سمجھتے تھے جیسے پنجاب کے دیہاتی عصر کو دیگر اور عشاء کو خفتاں کہنے سے سمجھتے ہیں[۴] یعنی جب نماز پڑھاتے تو ہلکی کرتے اپنی اکیلی نماز بہت دراز پڑھتے تھے جیسے تہجد وغیرہ اور یہ بھی اکثری ہے ورنہ کبھی حضور نے مغرب میں سورہ اعراف پڑھی ہے مگر کتنی ہی دراز پڑھتے صحابہ کو ہلکی معلوم ہوتی۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْعَتَمَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ حَتّٰى مَضٰى نَحْوٌ مِّنْ شَطْرِ اللَّيْلِ فَقَالَ خُذُوْا مَقَاعِدَكُمْ فَاَخَذْنَا مَقَاعِدَنَا فَقَالَ اِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَاَخَذُوْا مَضَاجِعَهُمْ وَاِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوْا فِيْ صَلٰوةٍ مَّا انْتَظَرْتُمُ الصَّلٰوةَ وَلَوْلَا ضُعْفُ الضَّعِيْفِ وَسَقَمُ السَّقِيْمِ لَاَخَّرْتُ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ اِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ (رَوَاهُ اَحْمَدُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۵۶۹) روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی پس تشریف نہ لائے حتیٰ کہ قریباً آدھی رات گزر گئی[۱] پھر فرمایا اپنی جگہ بیٹھے رہو چنانچہ ہم اپنی جگہ بیٹھے رہے پھر فرمایا کہ لوگ نماز پڑھ چکے اور اپنے بستروں پر چلے گئے[۲] اور تم نماز ہی میں رہے جب تک کہ نماز کا انتظار کرتے رہے اور اگر کمزوروں کی کمزوری اور بیماروں کی بیماری نہ ہوتی تو میں اس نماز کو آدھی رات تک مؤخر (پیچھے) کر دیتا[۳] (ابوداؤد' نسائی)

(۵۶۹)[۱] نماز پڑھنے سے مراد پڑھنے کا ارادہ کرنا ہے صحابہ کرام کا طریقہ یہ تھا کہ حضور خواہ کتنی ہی دیر میں تشریف لاتے مگر نہ حضور کو نماز کیلئے بلاتے تھے' نہ اکیلے پڑھ لیتے اور نہ اپنی جماعت علیحدہ کر لیتے۔ وہ سمجھتے تھے کہ حضور کے ساتھ قضاء علیحدہ ادا سے افضل ہے[۲] ظاہر یہ ہے کہ ان لوگوں سے مراد وہ مسلمان ہیں جنہوں نے اپنی مسجدوں میں عشاء پڑھ لی یا وہ عورتیں' بچے جو گھروں میں اکیلے عشاء پڑھ کر سو گئے۔ اہل کتاب مراد نہیں کیونکہ ان کے دین میں عشاء تھی ہی نہیں[۳] شطر لیل سے مراد تقریباً آدھی رات ہے یعنی تہائی' اخرت سے معلوم ہوا کہ حضور کو نمازیں آگے پیچھے کرنے کا اختیار دیا گیا ہے آپ بعطاء الٰہی احکام شرعیہ کے مالک ہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ اگرچہ نماز کا انتظار مطلقاً عبادت ہے مگر مسجد میں بیٹھ کر انتظار بڑی عبادت اسی لئے اس حالت میں انگلیوں میں انگلی ڈالنا منع ہے۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(۵۷۰) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ تَعْجِیْلًا لِلظُّهْرِ مِنْكُمْ وَ اَنْتُمْ اَشَدُّ تَعْجِیْلًا لِلْعَصْرِ مِنْهُ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ)

اللہ علیہ وسلم بمقابلہ تمہارے ظہر جلدی پڑھتے تھے اور تم عصر حضور سے جلدی پڑھتے ہو [۱] (احمد و ترمذی)

(۵۷۰) [۱] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عصر کی نماز وقت شروع ہوتے ہی نہ پڑھے کچھ دیر سے پڑھے اگر حضور وقت شروع ہوتے ہی پڑھا کرتے تو یہ حضرات اس سے پہلے کیسے پڑھ سکتے لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کی تاخیر عصر پر قوی دلیل ہے حضرت ام سلمہ ان سے فرما رہی ہیں کہ اگر تم سنت کی اتباع چاہتے ہو تو عصر دیر سے پڑھا کرو۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ الْحَرُّ اَبْرَدَ بِالصَّلٰوةِ وَاِذَا كَانَ الْبَرْدُ عَجَّلَ (رَوَاهُ النَّسَائِیُّ)

(۵۷۱) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب گرمی ہوتی تو نماز ٹھنڈی کر کے پڑھتے اور جب سردی ہوتی تو جلدی پڑھتے [۱] (نسائی)

(۵۷۱) [۱] نماز سے مراد نماز ظہر ہے جمعہ بھی اس میں شامل ہے، جیسا کہ بخاری شریف میں صراحۃً اس کی روایت ہے یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ ظہر اور جمعہ گرمیوں میں دیر سے پڑھے اور ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے کیونکہ ٹھنڈک ایک مثل کے بعد پیدا ہوتی ہے اس حدیث نے ان تمام حدیثوں کا بیان کر دیا جن میں جلدی ظہر پڑھنے کا ذکر ہے یہ بھی بتا دیا کہ صحابہ کرام کا ظہر میں گرمی کی وجہ سے کپڑوں پر سجدہ کرنا گرم فرش کی وجہ سے تھا نہ کہ گرم وقت کی وجہ سے، مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث ان احادیث کی ناسخ ہے مگر صحیح یہ ہے کہ ان کا بیان ہے۔

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا سَتَكُوْنُ عَلَیْكُمْ بَعْدِیْ اُمَرَآءُ یَشْغَلُهُمْ اَشْیَآءُ عَنِ الصَّلٰوةِ لِوَقْتِهَا حَتّٰى یَذْهَبَ وَقْتُهَا فَصَلُّوا الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُصَلِّیْ مَعَهُمْ قَالَ نَعَمْ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۵۷۲) روایت ہے حضرت عبادہ بن صامت سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد تم پر ایسے حکام ہوں گے جنہیں کچھ چیزیں وقت پر نماز پڑھنے سے روک دیں گی [۱] یہاں تک کہ ان کے وقت نکل جایا کریں گے تو تم وقت پر نماز پڑھ لیا کرو [۲] ایک صاحب بولے کہ یا رسول اللہ ان کے ساتھ بھی ہم نماز پڑھا کریں فرمایا ہاں [۳] (ابوداؤد)

(۵۷۲) [۱] اس میں خطاب صحابہ سے ہے اور اس میں غیبی خبر ہے اور یہ خبر ہو بہو پوری ہوئی چنانچہ یزید ابن معاویہ اور حجاج ابن یوسف کے زمانہ میں ایسے حکام مقرر ہوئے جو نمازوں میں سستی کرتے اور مکروہ وقت میں پڑھتے تھے اور ان کے بغیر امام نماز نہ پڑھا سکتے تھے یہ ہے حضور کا علم غیب اب تو حکام کو نماز سے کچھ تعلق ہی نہیں انہوں نے مسجد کا راستہ بھی نہیں دیکھا الا ماشاء اللہ [۲] یعنی ان کی وجہ سے تم نماز مکروہ وقت میں نہ پڑھنا بلکہ اپنے گھروں میں یا مسجدوں میں اکیلے یا اپنی جماعت الگ کر کے وقت مستحب پر ادا کر لیا کرنا [۳] تاکہ ان کے شر سے بچو کیونکہ اگر تم ان کے ساتھ نمازوں میں شامل نہ ہو گے تو وہ تم پر بدگمانی کر کے تمہیں ایذا پہنچائیں گے۔

وَعَنْ قَبِیْصَةَ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَكُوْنُ عَلَیْكُمْ اُمَرَآءُ مِنْ بَعْدِیْ یُؤَخِّرُوْنَ الصَّلٰوةَ فَهِیَ لَكُمْ وَهِیَ عَلَیْهِمْ

(۵۷۳) روایت ہے حضرت قبیصہ ابن وقاص سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بعد تم پر ایسے حکام ہوں گے جو نماز میں دیر لگایا کریں گے تو وہ تمہارے لئے مفید اور ان پر

https://archive.org/details/@madni_library

فَصَلُّوا مَعَهُمْ مَا صَلَّوْا الْقِبْلَةَ (رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ)

وبال ہے۱؎ تم ان کے ساتھ نماز پڑھتے رہنا جب تک وہ کعبے کی طرف نماز پڑھیں۲؎ (ابوداؤد)

(۵۷۲)۱؎ اس لئے کہ تم علیحدہ وقت مستحب میں نماز پڑھ چکو گے اور ان کے ساتھ بہ نیت نفل شریک ہو کر ڈبل ثواب پالو گے اور وہ فرض ہی ان مکروہ اوقات میں پڑھیں گے لہٰذا تم نفع میں اور وہ نقصان میں رہیں گے اور اگر تم صحیح وقت پر الگ نماز نہ پڑھ سکے ان کے ساتھ ہی پڑھنے پر مجبور ہوئے تو معذوری کی وجہ سے تم گناہگار نہ ہو گے۲؎ شرح اکبر میں ملاعلی قاری نے فرمایا کہ ان جیسے مقامات میں کعبہ کی طرف نماز پڑھنے سے مراد صحیح العقیدہ مسلمان ہونا ہے نہ کہ فقط نماز میں کعبہ کو منہ کر لینا اس زمانہ میں منافقین اور آج کل مرزائی چکڑالوی وغیرہ مرتدین سب ہی نماز میں کعبہ کو منہ کر لیتے ہیں حالانکہ ان کی اقتداء میں نماز قطعاً باطل ہے جب گندے کپڑے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو گندے عقیدے اور گندے دل والے کے پیچھے نماز کیسے ہوگی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب تک ان حکام کے عقائد خراب نہ ہوں صرف عمل خراب ہوں تب تک ان کے پیچھے نماز پڑھ لو اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ فاسق کو امام بناؤ مت لیکن اگر بن گیا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لو اس کا ماخذ یہ حدیث ہے خیال رہے کہ جو فاسق خود نماز میں کسی حرام کا مرتکب ہو رہا ہو تو اس کے پیچھے نماز درست نہیں اگر پڑھ لی تو لوٹانا واجب ہے پہلے کی مثال جیسے چور و زانی کے پیچھے نماز کہ وہ نماز میں یہ حرکتیں نہیں کر رہا ہے دوسرے کی مثال جیسے داڑھی منڈے، ریشمیں یا طلائی کپڑے پہنے ہوئے یا شراب کے نشے میں مست کے پیچھے نماز لہٰذا فقہاء کے فتاوی میں اختلاف نہیں۔

وَعَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ أَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى عُثْمَانَ وَهُوَ مَحْصُوْرٌ فَقَالَ إِنَّكَ إِمَامُ عَامَّةٍ وَنَزَلَ بِكَ مَا تَرٰى وَيُصَلِّيْ لَنَا إِمَامُ فِتْنَةٍ وَّ نَتَحَرَّجُ فَقَالَ الصَّلٰوةُ أَحْسَنُ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ فَإِذَا أَحْسَنَ النَّاسُ فَأَحْسِنْ مَعَهُمْ وَإِذَا أَسَاءُوْا فَاجْتَنِبْ إِسَائَتَهُمْ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۵۷۴) روایت ہے حضرت عبیداللہ ابن عدی ابن خیار سے۱؎ کہ وہ حضرت عثمان کے پاس گئے جبکہ آپ محاصرہ میں تھے۲؎ عرض کیا کہ آپ عام لوگوں کے امام ہیں اور آپ پر وہ بلا اتری ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں اور ہم کو فتنے کا امام نماز پڑھا رہا ہے۳؎ ہم اس میں حرج سمجھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ نماز انسان کے سارے اعمال سے بہتر ہے تو جب لوگ بھلائی کریں تو تم بھی ان کے ساتھ بھلائی کرو۴؎ اور جب برائی کریں تو تم ان کی برائی سے بچو (بخاری)

(۵۷۴)۱؎ آپ عظیم الشان تابعی ہیں، قرشی ہیں، زہری یا نوفلی ہیں، حضور کے زمانہ میں پیدا ہو چکے تھے مگر آپ کے ہوش سنبھالنے سے پہلے حضور کی وفات ہو گئی۲؎ مصر کے باغیوں نے آپ کو خلافت سے معزول کرنے یا شہید کرنے کے ارادہ سے آپ کا گھر اس طرح گھیر لیا تھا کہ آپ کئی وقت نماز کیلئے مسجد نبوی میں نہ آسکے اور آپ کے گھر میں پانی کا ایک قطرہ نہ جا سکا آپ کی شہادت کا یہ واقعہ بہت دراز ہے کچھ کتاب المناقب میں بیان کیا جائے گا ان شاء اللہ، حضرت عبیداللہ کسی صورت سے آپ کے پاس گھر میں پہنچ گئے۳؎ یعنی خلیفۃ المسلمین تو آپ ہیں نماز پڑھانے کا حق آپ کو یا آپ کے مقرر کردہ امام کو تھا مگر اب باغیوں نے مسجد نبوی شریف میں اپنا امام مقرر کر دیا ہے ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ، باغیوں کے مقرر کردہ امام کا نام کنانہ بن بشر تھا۴؎ یعنی نیک کاموں میں ان کے ساتھ ہو جاؤ اور ان کی برائیوں میں شریک نہ ہو نہ ان کو مدد دو نماز نیک عمل ہے ان کے پیچھے پڑھ لو اس سے معلوم ہوا کہ اگر بدعقیدہ کی بدعقیدگی کفر تک نہ پہنچی ہو اور وہ امام بن گیا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے یہی اس حدیث کا مطلب ہے کہ ہر نیک اور فاجر کے پیچھے نماز پڑھو یہی فقہاء فرماتے ہیں۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بَابُ فَضَآئِلِ الصَّلٰوۃِ — نماز کے فضائل کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

اگرچہ شروع کتاب الصلوۃ میں نماز کے فضائل آچکے ہیں لیکن وہاں نماز کے فضائل تھے یہاں نماز کے اوقات کے' اسی لئے اس کا الگ باب باندھا اور یہ باب باب الاوقات کے بعد رکھا۔

عَنْ عُمَارَۃَ بْنِ رُوَیْبَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَنْ یَّلِجَ النَّارَ اَحَدٌ صَلّٰی قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِھَا یَعْنِی الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۵۷۵) روایت ہے حضرت عمارہ ابن رویبہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ شخص آگ میں ہرگز داخل نہ ہوگا جو سورج نکلنے اور ڈوبنے سے پہلے کی نمازیں پڑھتا رہے یعنی فجر اور عصر[1] (مسلم)

(۵۷۵)[1] اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ فجر وعصر کی پابندی کرنے والا دوزخ میں ہمیشہ رہنے کیلئے نہ جائے گا اگر گیا تو عارضی طور پر لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ بعض لوگ قیامت میں نمازیں لے کر آئیں گے مگر ان کی نمازیں اہل حقوق کو دلوا دی جائیں گی۔ دوسرے یہ کہ فجر وعصر کی پابندی کرنے والوں کو انشاء اللہ باقی نمازوں کی بھی توفیق ملے گی اور سارے گناہوں سے بچنے کی بھی کیونکہ یہی نمازیں زیادہ بھاری ہیں جب ان پر پابندی کر لی تو انشاء اللہ بقیہ نمازوں پر بھی پابندی کرے گا لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ نجات کیلئے صرف یہ دو نمازیں ہی کافی ہیں۔ باقی کی ضرورت نہیں' خیال رہے کہ ان دو نمازوں میں دن رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں' نیز یہ دن کے کناروں کی نمازیں ہیں نیز یہ دونوں نفس پر گراں ہیں کہ صبح سونے کا وقت ہے اور عصر کاروبار کے فروغ کا لہٰذا ان کا درجہ زیادہ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّی الْبَرْدَیْنِ دَخَلَ الْجَنَّۃَ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۵۷۶) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو دو ٹھنڈی نمازیں پڑھا کرے جنت میں جائے گا[1] (مسلم بخاری)

(۵۷۶)[1] ٹھنڈی نمازوں سے مراد یا فجر وعشاء ہے یا فجر وعصر باقی تفسیر ابھی گزر چکی۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَعَاقَبُوْنَ فِیْکُمْ مَلَائِکَۃٌ بِاللَّیْلِ وَ مَلَائِکَۃٌ بِالنَّھَارِ وَ یَجْتَمِعُوْنَ فِیْ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ وَصَلٰوۃِ الْعَصْرِ ثُمَّ یَعْرُجُ الَّذِیْنَ بَاتُوْا فِیْکُمْ فَیَسْأَلُھُمْ

(۵۷۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں رات اور دن کے فرشتے باری باری سے آتے ہیں اور فجر اور عصر کی نمازوں میں جمع ہو جاتے ہیں پھر جو تم میں رات گزارتے ہیں وہ چڑھ جاتے ہیں[1] ان سے ان کا رب

https://archive.org/details/@madni_library

رَبُّهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ فَيَقُوْلُوْنَ تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ وَاَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان سے زیادہ جانتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا۳؎ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے انہیں نماز پڑھتے چھوڑا اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تھے تب بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۴؎ (مسلم بخاری)

(۵۷۷)۱؎ یہاں فرشتوں سے مراد یا تو اعمال لکھنے والے دوفرشتے ہیں یا انسان کی حفاظت کرنے والے ساٹھ فرشتے' ہرنابالغ کے ساتھ ساٹھ فرشتے رہتے ہیں اور بالغ کے ساتھ ۶۲' اسی لئے نماز کے سلام اور دیگر سلاموں میں ان کی نیت کی جاتی ہے ان ملائکہ کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں دن میں اور رات میں مگر فجر وعصر میں پچھلے فرشتے جانے نہیں پاتے' کہ اگلے ڈیوٹی والے آجاتے ہیں تاکہ ہماری ابتداء وانتہاء کے گواہ زیادہ ہوں۲؎ اپنے ہیڈکوارٹر کی طرف جو ان کا مقام ہے۳؎ یہ سوال یا تو ان فرشتوں کو گواہ بنانے کیلئے ہے یا نمازوں کی عظمت ان کے دلوں میں قائم کرنے کیلئے کیونکہ انسان کی پیدائش کے وقت فرشتوں نے کہا تھا کہ اے ربّ تو فسادی اور خون ریزیاں کرنے والوں کو خلافت کیوں دے رہا ہے معلوم ہوا کہ پوچھنا بے علمی کی دلیل نہیں اگر حضور نے کسی سے کوئی بات پوچھی تو اس سے آپ کی بے علمی ثابت نہیں ہوتی ۴؎ اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ فرشتے نمازیوں کی پردہ پوشی کرتے ہیں کہ آس پاس کی نیکیوں کا ذکر اور درمیان کے گناہوں سے خاموشی یا یہ مطلب ہے کہ اے مولا جن بندوں کی ابتداء اور انتہا ایسی اعلیٰ ہو ان کے درمیانی اعمال بھی اچھے ہوں گے جس دکان کی بونی اچھی ہو اس میں ہمیشہ برکت ہی رہتی ہے۔

وَعَنْ جُنْدُبِ نِ الْقَسْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللّٰهِ فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللّٰهُ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَيْءٍ فَاِنَّهٗ مَنْ يَطْلُبْهُ مِنْ ذِمَّتِهٖ بِشَيْءٍ يُدْرِكْهُ ثُمَّ يَكُبُّهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّ فِيْ بَعْضِ نُسَخِ الْمَصَابِيْحِ الْقُشَيْرِيِّ بَدَلَ الْقَسْرِيِّ

(۵۷۸) روایت ہے حضرت جندب قسری سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو فجر کی نماز پڑھ لے وہ اللہ کی امان میں ہے۱؎ لہٰذا تم سے اللہ اپنی امان کے بارے میں کچھ مواخذہ نہ کرے۲؎ کیونکہ اللہ تعالیٰ جب کسی سے اپنے عہد کا مواخذہ کرے گا تو اسے پکڑ لے گا پھر اسے اوندھے منہ دوزخ کی آگ میں ڈال دے گا (مسلم) اور مصابیح کے بعض نسخوں میں بجائے قسری کے قشیری ہے۔

(۵۷۸)۱؎ یعنی فجر کی نماز پڑھنے والا اللہ کی امان میں ایسا ہوتا ہے جیسے ڈیوٹی کا سپاہی حکومت کی امان میں کہ اس کی بے حرمتی حکومت کا مقابلہ ہے۔ خیال رہے کہ کلمہ کی امان اور قسم کی ہے اور نماز کی امان اور قسم کی' لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۲؎ یعنی ایسا نہ ہو کہ تم نمازی کو ستاؤ اور قیامت میں سلطنت الٰہیہ کے باغی بن کر پکڑے جاؤ۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا اِلَّا اَنْ يَّسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَا

(۵۷۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر لوگ جان لیں کہ اذان اور پہلی صف میں کیا ثواب ہے۱؎ پھر بغیر قرعہ ڈالے اسے نہ پاسکیں تو قرعہ ہی ڈالیں۲؎ اور اگر جانتے کہ دوپہری کی نماز میں کیا ثواب ہے تو اس کی طرف دوڑ کر آتے ۳؎ اور اگر جانتے کہ عشاء اور فجر میں کیا

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

تَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ثواب ہے تو ان میں گھسٹتے ہوئے بھی پہنچتے ؎ (مسلم بخاری)

(۵۷۹)؎ اگر چہ ہم نے ان دونوں کے فضائل بہت بیان کر دیئے لیکن اس کے باوجود کما حقہ بیان نہیں ہو سکے وہ تو دیکھ کر ہی معلوم ہوں گے۔ پتا لگا کہ فی سبیل اللہ اذان وتکبیر کہنا اور نماز کی صف اول میں خصوصاً امام کے پیچھے کھڑا ہونا بہت بہتر ہے جس کی بزرگی بیان نہیں ہوسکتی ؎ یعنی ہر شخص چاہے کہ یہ دونوں کام میں کروں تو ان میں جھگڑا پیدا ہو جس کا فیصلہ قرعہ سے ہو۔ معلوم ہوا کہ نیکیوں میں جھگڑنا بھی عبادت ہے اور قرعہ سے جھگڑا چکانا محبوب ؎ یعنی ظہر و جمعہ کی نماز اگر چہ دیر میں ہو مگر اس کیلئے جلدی پہنچنا تا کہ پہلی صفوں میں جگہ ملے بہت بہتر ہے مدینہ پاک میں نماز ظہر کیلئے لوگ گیارہ بجے سے پہنچ جاتے ہیں خصوصاً جمعہ کے دن ؎ یعنی اگر پاؤں میں چلنے کی طاقت نہ ہوتی تو چوتڑوں کے بل پہنچتے اس سے معلوم ہوا کہ معذور پر اگر چہ مسجد کی حاضری واجب نہیں لیکن اگر پہنچ جائے تو ثواب پائے گا عشاء کو عتمہ فرمانا ممانعت سے پہلے ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ صَلٰوةٌ اَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَافِيْهِمَا لَا تَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۸۰) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ منافقوں پر فجر اور عشاء سے زیادہ کوئی نماز بھاری نہیں ؎ اور اگر جانتے کہ ان دونوں میں کیا ثواب ہے تو گھسٹ کر بھی ان میں پہنچتے (مسلم بخاری)

(۵۸۰)؎ کیونکہ منافق صرف دکھلاوے کیلئے نماز پڑھتے ہیں اور وقتوں میں تو خیر جیسے تیسے پڑھ لیتے ہیں مگر عشاء کے وقت نیند کا غلبہ فجر کے وقت نیند کی لذت انہیں مست کر دیتی ہے اخلاص و عشق تمام مشکلوں کو حل کرتے ہیں وہ ان میں ہے نہیں لہٰذا یہ دو نمازیں انہیں بہت گراں ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جو مسلمان ان دونمازوں میں سستی کرے وہ منافقوں کے سے کام کرتا ہے۔

وَعَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَاَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِيْ جَمَاعَةٍ فَكَاَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهٗ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۸۱) روایت ہے حضرت عثمان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو نماز عشاء جماعت سے پڑھے تو گویا وہ آدھی رات عبادت میں کھڑا رہا اور جو فجر جماعت میں پڑھے تو گویا اس نے ساری رات نماز پڑھی ؎ (مسلم)

(۵۸۱)؎ اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ عشاء کی باجماعت نماز کا ثواب آدھی رات کی عبادت کے برابر ہے اور فجر کی باجماعت نماز کا ثواب باقی آدھی رات کی عبادت کے برابر تو جو یہ دونوں نمازیں جماعت سے پڑھ لے اسے ساری رات عبادت کا ثواب دوسرے یہ کہ عشاء کی جماعت کا ثواب آدھی رات کے برابر ہے اور فجر کی جماعت کا ثواب ساری رات عبادت کے برابر کیونکہ یہ جماعت عشاء کی جماعت سے زیادہ بھاری ہے۔ پہلے معنی زیادہ قوی ہیں جماعت سے مراد تکبیر اولیٰ پانا ہے جیسا کہ بعض علماء نے فرمایا:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْلِبَنَّكُمُ الْاَعْرَابُ عَلٰى اسْمِ صَلٰوتِكُمُ الْمَغْرِبِ قَالَ وَيَقُوْلُ الْاَعْرَابُ هِيَ الْعِشَاءُ وَقَالَ لَا يَغْلِبَنَّكُمُ الْاَعْرَابُ عَلٰى اسْمِ

(۵۸۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتی لوگ تمہاری مغرب کی نماز کے نام پر غلبہ نہ پا جائیں۔ راوی نے فرمایا کہ دیہاتی اسے عشاء کہتے تھے ؎ اور فرمایا کہ دیہاتی لوگ تمہاری نماز عشاء کے نام پر غالب نہ

https://archive.org/details/@madni_library

صَلٰوتِکُمُ الْعِشَآءِ فَاِنَّهَا فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ الْعِشَاءُ فَاِنَّهَا تُعْتِمُ بِحِلَابِ الْاِبِلِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

آ جائیں کیونکہ وہ اللہ کی کتاب میں عشاء ہے۲ اور دیہاتی اونٹ کا دودھ دوہنے کی وجہ سے دیر لگاتے ہیں۳ (مسلم)

(۵۸۲)۱ عَشِیٌ سے مشتق بمعنی وقت رات' اسی لئے رات کے کھانے کو عشاء کہا جاتا ہے یعنی رات کی پہلی نماز یا رات کے کھانے کے وقت کی نماز چونکہ اس میں دنیوی کام کی طرف نسبت ہے اس لئے اس کو ناپسند فرمایا۲ کہ قرآن شریف میں ہے مِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ (۵۸'۲۴) اور نماز عشاء کے بعد (کنزالایمان) اس سے معلوم ہوا کہ ربّ کے دیئے ہوئے نام بدلنا بہت برا ہے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو عیسائیوں کی پیروی میں اپنے کو محمڈن کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے دین کا نام اسلام رکھا اور ہمارا نام مسلمین' فرماتا ہے: هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ (۲۲'۷۸) اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَاللّٰهِ الْاِسْلَامُ (۳'۱۹) بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے (کنزالایمان)۳ یعنی وہ لوگ نماز عشاء کو عتمہ اس لئے کہتے ہیں کہ عتم کے معنے ہیں رات کی تیز تاریکی اور نماز نور ہے' نور کو تاریکی کہنا برا ہے نیز وہ لوگ اس وقت اپنی اونٹنیاں دوہتے تھے تو اس کے معنی ہوئے اونٹ دوہنے کے وقت کی نماز' اس میں بھی عبادت کو عادت کی طرف نسبت ہے لہٰذا ممنوع

وَعَنْ عَلِیٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَبَسُوْنَا عَنْ صَلٰوةِ الْوُسْطٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَاراً (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۸۳) روایت ہے حضرت علی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے دن فرمایا۱ انہوں نے ہمیں بیچ کی نماز یعنی نماز عصر سے روک دیا خدا ان کے گھر اور قبریں آگ سے بھر دے۲ (مسلم بخاری)

(۵۸۳)۱ اس کا نام غزوہ احزاب ہے چونکہ اس جہاد میں حضرت سلمان فارسی کے مشورے سے مدینہ منورہ کی حفاظت کیلئے اس کے آس پاس خندق کھودی گئی تھی اس لئے اس کا نام غزوہ خندق ہوا مؤرخین کہتے ہیں کہ یہ غزوہ ۵ھ میں ہوا مگر امام بخاری کی تحقیق میں ۴ھ میں۔ اس خندق کے کھودنے میں پندرہ یا بیس دن صرف ہوئے اس وقت قریش' غطفان اور یہود غرض کہ ہر قسم کے کفار نے مل کر مسلمانوں پر چڑھائی کی تھی اس لئے اسے احزاب کہا جاتا ہے یعنی ہر قسم کے کافروں کا حملہ۔ مسلمانوں پر اس وقت بہت تنگی تھی بڑی محنت سے بھوکے پیاسے رہ کر خندق کھودی حتیٰ کہ بعض دنوں میں زیادہ مشغولیت کی وجہ سے نمازیں قضا ہوگئیں۲ یعنی ان کے حملے کی وجہ سے ہمیں خندق کھودنا پڑی جس میں مشغولیت کی وجہ سے ہماری نمازیں خصوصاً نماز عصر قضاء ہوگئی اس سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ وسطیٰ جس کی قرآن شریف میں بہت تاکید ہے نماز عصر ہے اکثر ائمہ کا یہی قول ہے ہمارے امام اعظم بھی یہی فرماتے ہیں۔ خیال رہے کہ غزوہ احد میں حضور کو جسمانی ایذا بہت پہنچی لیکن وہاں کفار کو یہ بددعا نہ دی یہاں نمازیں قضا ہونے پر یہ بددعا دی معلوم ہوا کہ حضور کو نمازیں جان سے پیاری تھیں نیز اس بددعا سے اظہار غضب و ملال مقصود ہے حقیقۃً بددعا مقصود نہیں اسی وجہ سے کفار خندق میں سے بعض لوگ بعد میں ایمان لے آئے اگر بددعا مقصود ہوتی تو ان میں سے کسی کو ایمان نصیب نہ ہوتا' خیال رہے کہ اس غزوہ میں ایک بار صرف عصر کی نماز قضا ہوئی تھی اور ایک بار چار نمازیں لہٰذا بخاری و ترمذی کی روایتوں میں تعارض نہیں۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّسَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الْوُسْطٰى صَلٰوةُ الْعَصْرِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۵۸۴) روایت ہے حضرت ابن مسعود اور سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچ کی نماز عصر ہے ۱؎ (ترمذی)

(۵۸۴) ۱؎ کیونکہ یہ نماز دن اور رات کی نمازوں کے درمیان ہے نیز اس وقت دن اور رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں نیز اس وقت دنیوی کاروبار زیادہ زور پر ہوتے ہیں اس لئے اس کی تاکید زیادہ فرمائی گئی اکثر صحابہ کا یہی قول ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا قَالَ تَشْهَدُهٗ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۵۸۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت میں راوی کہ فجر کی نماز حاضری کا وقت ہے فرمایا اس میں رات اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں ۱؎ (ترمذی)

(۵۸۵) ۱؎ اس کی شرح پہلے گزر چکی حدیث کا مقصد یہ ہے کہ قرآن کریم میں قرآن فجر سے مراد نماز فجر ہے مشہود سے مراد دن رات کے فرشتوں کی حاضری کا وقت یعنی چونکہ فجر کے وقت دو قسم کے فرشتے جمع ہوتے ہیں لہٰذا اس کی زیادہ پابندی کرو معلوم ہوا کہ جس نماز میں اللہ کے مقبول ہوں وہ نماز زیادہ قبول ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ بزرگوں کے مزار کے پاس نماز زیادہ افضل ہے اسی لئے بزرگوں کے آستانوں پر مسجدیں بناتے ہیں ان کا ماخذ یہ آیت ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّعَائِشَةَ قَالَا الصَّلٰوةُ الْوُسْطٰى صَلٰوةُ الظُّهْرِ رَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ زَيْدٍ وَّالتِّرْمِذِيُّ عَنْهُمَا تَعْلِيْقاً

(۵۸۶) روایت ہے حضرت زید بن ثابت سے اور عائشہ صدیقہ سے فرماتے ہیں کہ بیچ والی نماز ظہر ہے ۱؎ مالک نے زید سے اور ترمذی نے ان دونوں سے تعلیقاً روایت کی ۲؎

(۵۸۶) ۱؎ کیونکہ وہ دن کے وسط میں ادا ہوتی ہے غالباً ان بزرگوں نے لغوی معنے کے لحاظ سے اسے صلوٰۃ وسطیٰ مانا ان تک گزشتہ حدیث مرفوع نہ پہنچی۔ صحابہ کرام کا صلوٰۃ وسطیٰ کے بارے میں بڑا اختلاف ہے بعض نے فرمایا کہ وہ فجر ہے بعض کے نزدیک ظہر بعض کے خیال میں مغرب یا عشاء مگر عصر کے قول کو ترجیح ہے ۲؎ بغیر اسناد حدیث بیان کرنے کو تعلیق کہتے ہیں جیسے امام ترمذی فرمائیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے یہ فرمایا۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّى الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَلَمْ يَكُنْ يُّصَلِّیْ صَلٰوةً اَشَدَّ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا فَنَزَلَتْ حَافِظُوْا عَلَى

(۵۸۷) روایت ہے زید ابن ثابت سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر دوپہری میں پڑھتے تھے ۱؎ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر کوئی نماز اس سے زیادہ دشوار نہ تھی تب یہ آیت اتری کہ ساری نمازوں پر خصوصاً درمیانی نماز پر پابندی کرو فرمایا

https://archive.org/details/@madni_library

الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقَالَ اِنَّ قَبْلَهَا صَلٰوتَيْنِ وَبَعْدَهَا صَلٰوتَيْنِ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ)

اس سے پہلے دونمازیں ہیں اوراس کے بعد بھی دونمازیں۲ (احمد وابوداؤد)

(۵۸۷)۱یعنی جاڑوں میں اوراگر گرمیوں میں پڑھتے ہوں تو کبھی کبھی بیان جواز کیلئے کیونکہ گزشتہ احادیث میں گزر چکا کہ حضور سردیوں میں ظہر جلدی پڑھتے تھے اور گرمیوں میں دیر سے۲ اس سے معلوم ہوا کہ نماز وسطی ظہر کی نماز ہے یہ بھی ایک قول ہے غالبًا حضرت ثابت یہ اپنے اجتہاد سے فرمارہے ہیں یعنی دن اور رات کی ایک ایک نماز ظہر سے پہلے ہے۔عشاء و فجر اور ایک ایک نماز ظہر کے بعد عصر ومغرب۔

وَعَنْ مَّالِكٍ بَلَغَهٗ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ وَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ كَانَا يَقُوْلَانِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى صَلٰوةُ الصُّبْحِ رَوَاهُ فِي الْمُوَطَّاءِ وَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّ ابْنُ عُمَرَ تَعْلِيْقًا

(۵۸۸) روایت ہے حضرت مالک سے انہیں خبر پہنچی کہ حضرت علی ابن ابی طالب اور عبداللہ ابن عباس فرماتے تھے کہ درمیانی نماز فجر کی نماز ہے۱(موطا) اور ترمذی نے حضرت ابن عباس اور ابن عمر سے تعلیقًا روایت کی۔

(۵۸۸)۱ان بزرگوں کے نزدیک وسطی بمعنی افضل ہے جیسے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا(۲:۱۴۳) یعنی چونکہ یہ نماز بہت وجھوں سے باقی نمازوں سے افضل ہے لہٰذا نماز وسطی یہی ہے۔خیال رہے کہ علی مرتضٰی خود ہی حضور سے روایت کرچکے ہیں کہ نماز وسطی عصر ہے یہاں فجر کو وسطی فرمانا دوسرے معنی سے ہے لہٰذا آپ کے اس قول پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا کہ حضرت شیر خدا نے پہلے یہ فرمایا ہو پھر گزشتہ حدیث مرفوع سن کر اس سے رجوع کرلیا ہو۔

وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ غَدَا اِلَى صَلٰوةِ الصُّبْحِ غَدَا بِرَايَةِ الْاِيْمَانِ وَمَنْ غَدَا اِلَى السُّوْقِ غَدَا بِرَايَةِ اِبْلِيْسَ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۵۸۹) روایت ہے حضرت سلمان سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو فجر کی نماز کی طرف گیا وہ ایمان کا جھنڈا لے گیا اور جو سویرے ہی بازار کی طرف گیا وہ شیطان کا جھنڈا لے گیا۱ (ابن ماجہ)

(۵۸۹)۱یعنی انسانوں کے دوٹولے ہیں حزب اللہ اور حزب الشیطان ان کی شناخت یہ ہے کہ رحمانی ٹولہ والے دن کی ابتداء نماز اور اللہ کے ذکر سے کرتے ہیں اور شیطانی ٹولہ والے بازار و دنیاوی کاروبار سے' خیال رہے کہ دنیوی کاروبار منع نہیں مگر سویرے اٹھتے ہی نہ خدا کا نام نہ اس کی عبادت بلکہ ان میں لگ جانا' یہ شیطانی کام ہے۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بَابُ الْاَذَانِ
اذان کا باب
اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

اذان کے لغوی معنی اعلان واطلاع عام ہے۔ رب فرماتا ہے: وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (۹،۳) اور منادی پکار دیتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: فَـاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ ۢ بَیْنَهُمْ (۷،۴۴) اور بیچ میں منادی نے پکار دیا (کنزالایمان) شریعت میں خاص الفاظ سے نماز کی اطلاع کا نام اذان ہے سب سے پہلی اذان حضرت جبریل امین نے معراج کی رات بیت المقدس میں دی جب حضور نے سارے نبیوں کو نماز پڑھائی' مگر مسلمانوں میں ہجرت کے بعد ۱ھ میں شروع ہوئی جس کا واقعہ آگے آرہا ہے (درمختار) خیال رہے کہ اذان نماز پنجگانہ اور جمعہ کے سوا کسی نماز کیلئے سنت نہیں' نماز کے علاوہ ۹ جگہ اذان کہنا مستحب ہے۔ بچے کے کان میں' آگ لگتے وقت' جنگ میں' جنات کے غلبہ کے وقت' غمزدہ اور غصے والے کے کان میں' مسافر جب راستہ بھول جائے' مرگی والے کے پاس' میت کے دفن کرنے کے بعد قبر پر (درمختار و شامی) مرقات میں ہے کہ حضرت علی مرتضٰی فرماتے ہیں ایک دن مجھے حضور نے غمگین پایا فرمایا علی اپنے کان میں کسی سے اذان کہلوالو' اذان نماز اسلامی شعار میں سے ہے اگر کوئی قوم اذان چھوڑ دے تو ان پر جہاد کیا جاسکتا ہے۔ خیال رہے کہ امام اعظم کے نزدیک اذان وتکبیر یکساں ہیں تکبیر میں صرف قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ زیادہ ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوْسَ فَذَكَرُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى فَاُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ قَالَ اِسْمٰعِيْلُ فَذَكَرْتُهٗ لِاَيُّوْبَ فَقَالَ اِلَّا الْاِقَامَةَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۹۰) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ صحابہ نے آگ اور ناقوس کا ذکر کیا تو یہود اور عیسائیوں کا ذکر کیا[۱] تب حضرت بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو بار کہیں اور تکبیر کے ایک ایک بار[۲] اسمٰعیل کہتے ہیں کہ میں نے یہ ایوب سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اقامت کے سوا[۳] (مسلم بخاری)

(۵۹۰)[۱] یعنی بعد ہجرت نماز کی اطلاع کا کوئی قاعدہ نہ تھا۔ اندازے سے مسلمان مسجد میں جمع ہوجاتے اور جماعت ہوجاتی جب مسلمان زیادہ ہوگئے تو صحابہ نے نماز کے اعلان کی تدابیر سوچیں بعض نے رائے دی کہ نماز کے وقت آگ جلادی جایا کرے اس پر اعتراض ہوا کہ یہ طریقہ یہود کا ہے بعض نے کہا کہ ناقوس (گھنٹا) بجایا جائے اس پر اعتراض ہوا کہ یہ طریقہ عیسائیوں کا ہے وہ اپنی عبادات کے وقت گھنٹے بجاتے ہیں۔ اسلامی اعلان ان سے ممتاز چاہیئے' خیال رہے کہ بعض یہود اپنی عبادت کے اعلان کیلئے سنکھ یا بگل بجاتے تھے بعض لوگ آگ جلاتے تھے یہاں ان کی ایک جماعت کا ذکر ہے[۲] یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے جو تکبیر کے کلمے ایک ایک بار کہتے ہیں جیسے شوافع اور موجودہ وہابی مگر ان کی یہ دلیل بہت ضعیف ہے کیونکہ یہاں اذان میں ترجیع کا ذکر نہیں حالانکہ یہ حضرات اذان ترجیع کے قائل ہیں [illegible] حالانکہ حضرات اَللّٰهُ اَكْبَرُ چا

https://archive.org/details/@madni_library

بار اور قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃِ دوبار کہتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ یہاں اذان اور تکبیر سے شرعی اذان مراد نہیں بلکہ لغوی اعلان واطلاع مراد ہے یعنی حضور نے اس وقت یہ رائے دی کہ حضرت بلال محلوں میں جاکر بار بار نماز کا اعلان کریں اور پھر جب نمازی مسجد میں جمع ہو جائیں اور جماعت کھڑی ہونے لگے تو اہل مسجد کو جمع کرنے کیلئے ایک بار کہہ دیں کہ اٹھو جماعت تیار ہے ورنہ شرعی اذان تو عبداللہ ابن زید وغیرہم صحابہ نے خواب میں دیکھی انہوں نے بارگاہ نبوی میں پیش کی تب سب سے پہلے فجر کے وقت دی گئی لہٰذا یہ حدیث ان بزرگوں کی دلیل ہرگز نہیں بن سکتی ۳؎ یعنی تکبیر کے سارے کلمات ایک بار کہے جائیں مگر قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ دو بار اب بھی یہ حدیث وہابیوں کی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ یہاں الا الاقامۃ ایوب راوی کا اپنا قول ہے حضور کے الفاظ طیبہ نہیں نیز اللہ اکبر چار بار اب بھی نہیں آیا۔

وَعَنْ اَبِیْ مَحْذُوْرَۃَ قَالَ اَلْقٰی عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ التَّاذِیْنَ ھُوَ بِنَفْسِہٖ فَقَالَ قُلِ اللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ثُمَّ تَعُوْدُ فَتَقُوْلُ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ط اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۵۹۱) روایت ہے حضرت ابومحذورہ سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر بنفس نفیس اذان پیش کی فرمایا کہو اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ پھر لوٹو تو کہو اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ ۲؎ حی علی الصلوۃ حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح حی علی الفلاح اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ ۳؎ (مسلم)

(۵۹۱ ش) ۱؎ آپ مشہور صحابی ہیں، آپ کا نام سمرہ یا اوس یا سلمان یا سلمے ہے اپنی کنیت میں مشہور ہوئے ان کے باقی حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں ۲؎ اس کا نام ترجیع ہے یعنی اذان میں شہادتین پہلے آہستہ دوبار کہنا پھر بلند آواز سے دوبار کہنا یہ شوافع کے ہاں سنت ہے، حنفیوں کے نزدیک نہیں دلائل ابھی آتے ہیں ۳؎ یہ حدیث وہابیوں کی انتہائی دلیل ہے کہ اذان میں ترجیع ہے امام اعظم فرماتے ہیں عبداللہ ابن زید کی خواب میں جو فرشتے نے اذان کی تعلیم دی اس میں ترجیع نہ تھی نیز خود عبداللہ ابن زید نے جب وہ خواب بارگاہ نبوی میں پیش کی اس میں بھی ترجیع نہ تھی نیز حضرت بلال جو امام المؤذنین ہیں۔ ان کی اذان میں ترجیع منقول نہیں نیز عبداللہ ابن مکتوم جو مسجد نبوی شریف کے نائب مؤذن تھے۔ ان کی اذان میں بھی ترجیع منقول نہیں نیز حضرت سعد قرظی مسجد قباء کے مؤذن کی اذان میں بھی ترجیع منقول نہیں۔ رہی حدیث ابومحذورہ ان کی روایات سخت متعارض ہیں اور ان میں اضطراب ہے اور مضطرب و متعارض حدیث قابل عمل نہیں چنانچہ طبرانی نے انہیں ابومحذورہ سے جو اذان نقل کی اس میں ترجیع نہیں طحاوی شریف نے ابومحذورہ کی اذان میں دوبار اللہ اکبر کا ذکر کیا اور یہاں ترجیع کا بھی ذکر ہے نیز صحابہ کرام نے ابومحذورہ کی روایت پر عمل نہ کیا چنانچہ حضرت علی، حضرت بلال، حضرت ثوبان، حضرت سلمہ ابن اکوع وغیرہم رضی اللہ عنہم اذان وتکبیر کے کلمات دو دو بار کہتے اور کہلاتے تھے عنایہ شرح ہدایہ نے فرمایا کہ حضرت

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ابومحذورہ کوزمانہ کفر میں توحید و رسالت سے سخت نفرت تھی اسلام کے بعد انہیں اذان کا حکم ملا تو یہ شرم کی وجہ سے شہادتین آہستہ کہہ گئے تب حضور نے فرمایا کہ پھر زور سے کہو فتح القدر نے فرمایا کہ حضرت ابومحذورہ شہادتین میں مد چھوڑ گئے تھے اس لئے یہ کلمات دوبارہ کہلوائے گئے ہماری تفسیر کی بنا پر حضرت ابومحذورہ کی حدیث میں نہ تعارض ہوگا نہ اضطراب کیونکہ ترجیع والی روایات میں خصوصی واقعہ کا ذکر ہے اور دیگر روایات میں عام حالات کا اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں دیکھو۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ کَانَ الْاَذَانُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّتَیْنِ مَرَّتَیْنِ وَ الْاِقَامَۃُ مَرَّۃً مَرَّۃً غَیْرَ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ (رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

(۵۹۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان دو دو بار تھی اور تکبیر ایک ایک بار سوا اس کے کہ مؤذن کہتا تھا قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ (ابوداؤد' نسائی' دارمی)

(۵۹۲)۱؎ یعنی کلمات اذان دو بار کہے جاتے تھے اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار خیال رہے کہ یہ حدیث اگر صحیح ہو تو یا منسوخ ہے یا اس کی تاویل واجب' مخالفین اس سے اپنا مدعا ہرگز ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ وہ اذان کی دونوں شہادتوں میں ترجیع کے قائل ہیں جس سے یہ دونوں کلمے چار چار بار کہے جاتے ہیں اور یہاں آیا کہ اذان کے سارے کلمے دو دو بار کہے جاتے تھے نیز وہ حضرات اقامت میں اولاً تکبیر چار بار اور آخر میں دو بار کہتے ہیں مگر یہاں آیا کہ اقامت کے سارے کلمے ایک ایک بار ہیں نیز اگر تکبیر کے کلمات ایک ایک بار ہوتے تو صحابہ کرام حضور کے بعد یہ عمل چھوڑ نہ دیتے بیہقی شریف میں ہے کہ حضرت علی مرتضٰی نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اقامت ایک ایک بار کہہ رہا ہے آپ ناراض ہوئے اور فرمایا: اَجْعَلْھَا مَثْنٰی مَثْنٰی لَا اُمَّ لَکَ یعنی تیری ماں مرے دو دو بار کہہ' اب دو ہی صورتیں ہیں یا اس حدیث کو منسوخ مانو جس کی ناسخ اگلی حدیث ہے یا اس میں یہ تاویل کی جائے کہ یہ دائمی عمل نہ تھا بلکہ کبھی کسی عارضہ کی بنا پر ہوا تھا یا اذان اور اقامت کے لغوی معنی مراد لئے جائیں جیسے پہلے عرض کیا جا چکا۔

وَعَنْ اَبِیْ مَحْذُوْرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَّمَہُ الْاَذَانَ تِسْعَ عَشَرَۃَ کَلِمَۃً وَّالْاِقَامَۃَ سَبْعَ عَشَرَۃَ کَلِمَۃً رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ

(۵۹۳) روایت ہے حضرت ابومحذورہ سے کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے انیس کلمے سکھائے اور تکبیر سترہ کلمے۱؎ (احمد' ترمذی' ابوداؤد' نسائی' دارمی اور ابن ماجہ)

(۵۹۳)۱؎ حنفیوں کے نزدیک اذان کے پندرہ کلمے ہیں اور اقامت کے سترہ یہ حدیث اقامت کے دو دو بار ہونے پر حنفیوں کی قوی دلیل ہے کیونکہ اگر اس کے کلمات ایک ایک بار ہوتے تو ۱۳ کلمے ہوتے نہ کہ سترہ لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث ابن عمر کی ناسخ ہے' رہے اذان کے ۱۹ کلمے اس کے متعلق عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ حضرت شہادتین آہستہ پڑھ گئے تھے اس لئے دوبارہ آواز سے کہلوائے گئے اس دن ۱۹ کلمے لہٰذا یہ واقعہ گزشتہ حدیث ابن عمر کے خلاف نہیں۔

وَعَنْہُ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلِّمْنِیْ سُنَّۃَ

(۵۹۴) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا

https://archive.org/details/@madni_library

الْاَذَانِ قَالَ فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَاْسِهٖ قَالَ تَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ تَخْفِضُ بِهَا صَوْتَكَ ثُمَّ تَرْفَعُ صَوْتَكَ بِالشَّهَادَةِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ فَاِنْ كَانَ صَلٰوةُ الصُّبْحِ قُلْتَ اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

یارسول اللہ مجھے سنت اذان سکھایئے[۱] فرماتے ہیں کہ حضور انور نے ان کے سر کے اگلے حصے پر ہاتھ پھیرا[۲] فرمایا کہو اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر بلند آواز سے پھر کہو اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ پست آواز سے پھر شہادت سے اپنی آواز اونچی کرو[۳] اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح حی علی الفلاح اگر صبح کی نماز ہو تو یہ بھی کہہ لو الصلوٰۃ خیر من النوم الصلوٰۃ خیر من النوم[۴] اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ (ابوداؤد)۔

(۵۹۴)[۱] ظاہر یہ ہے کہ سنت سے مراد شرعی سنت ہے لہذا یہ امام اعظم کی دلیل ہے کہ اذان سنت ہے ہاں چونکہ شعار دین میں سے ہے اس لئے اس کے چھوڑ دینے والوں پر جہاد کیا جائے گا[۲] محبت کی بناء پر ان کا شوق علم دیکھ کر معلوم ہوا کہ حضور کو طالبعلم بہت پیارے ہیں[۳] اس میں وہ تاویل نہیں ہوسکتی جو ہم عرض کر چکے ہیں کہ اتفاقًا ترجیع ہوئی کیونکہ یہاں تو ترجیع کا قانون بتایا جارہا ہے مگر پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ حضرت ابومحذورہ کی احادیث مضطرب اور متعارض ہیں اور عمل صحابہ خواب کی اذان جو فرشتہ نے سکھائی اور حضرت بلال کی اذان کے خلاف ہے لہذا قابل عمل نہیں (مرقاۃ وغیرہ) یہ داخلی تثویب ہے[۴] یعنی اعلان کے بعد اعلان سواء فجر کے کسی اور اذان میں کہنا بدعت سیہ ہے ہاں اذان و اقامت کے درمیان تثویب متاخرین علماء نے مستحب جانی (کتب فقہ و مرقات) اس تثویب کیلئے الفاظ مقرر نہیں مسلمان جو چاہیں مقرر کرلیں بعض جگہ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ پڑھ دیتے ہیں یہ بھی ٹھیک ہے کہ درود بھی ہے تثویب بھی۔

وَعَنْ بِلَالٍ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُثَوِّبَنَّ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الصَّلَوَاتِ اِلَّا فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ اَبُوْ اِسْرَائِيْلَ الرَّاوِيُّ لَيْسَ هُوَ بِذٰلِكَ الْقَوِيِّ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ

(۵۹۵) روایت ہے حضرت بلال سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کی نماز کے علاوہ کسی نماز میں تثویب نہ کرو[۱] (ترمذی، ابن ماجہ) ترمذی کہتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک ابواسرائیل راوی قوی نہیں[۲]

(۵۹۵)[۱] یعنی اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کسی اذان میں نہ کہو حضرت علی مرتضٰی نے ایک مؤذن کو یہ کہتے سنا تو فرمایا کہ اس بدعتی کو مسجد سے نکال دو[۲] مرقاۃ نے فرمایا کہ یہ رافضی تھا صحابہ کرام خصوصاً حضرت عثمان کا بہت دشمن تھا۔ خیال رہے کہ علماء اس داخلی تثویب کو

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

مکروہ جانتے ہیں مگر اس ضعیف حدیث کی وجہ سے نہیں بلکہ دیگر صحیح احادیث کی وجہ سے۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلَالٍ اِذَا اَذَّنْتَ فَتَرَسَّلْ وَاِذَا اَقَمْتَ فَاحْدُرْ وَاجْعَلْ بَيْنَ اَذَانِكَ وَاِقَامَتِكَ قَدْرَمَا يَفْرُغُ الْاٰكِلُ مِنْ اَكْلِهٖ وَالشَّارِبُ مِنْ شُرْبِهٖ وَالْمُعْتَصِرُ اِذَا دَخَلَ لِقَضَاءِ حَاجَتِهٖ وَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِىْ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِالْمُنْعِمِ وَهُوَ اِسْنَادُهٗ مَجْهُوْلٌ

(۵۹۶) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا جب تم اذان کہو تو ٹھہر ٹھہر کر کہو اور جب تکبیر کہو تو جلدی جلدی کہو[1] اور اپنی اذان و تکبیر کے درمیان اتنا فاصلہ کرو کہ کھانے والا اپنے کھانے سے اور پینے والا اپنے پینے سے اور قضائے حاجت والا جب حاجت کو جائے[2] تو فارغ ہو جائے اور صف میں نہ کھڑے ہو حتیٰ کہ مجھ کو دیکھو[3] یہ ترمذی نے روایت کی اور فرمایا کہ اسے ہم عبدالمنعم کی حدیث سے ہی جانتے ہیں اور یہ مجہول اسناد ہے[4]

(۵۹۶)[1] تمام ائمہ کا اس پرعمل ہے' اذان کے کلمات میں مدشد کا لحاظ اور کلمات میں فاصلہ کیا جاتا ہے' تکبیر میں جلدی' اس فرق کی عقلی حکمت معلوم نہ ہوسکی جو سرکار کا فرمان ہے سرو آنکھوں پر' ہوسکتا ہے کہ چونکہ تکبیر میں حاضرین مسجد کو اکٹھا کرنا ہوتا ہے جو پہلے نماز کیلئے تیار ہیں انہیں دیر تک اطلاع دینے کی ضرورت نہیں' اذان میں غافلوں کو خبر دینا ہے لہذا دیر تک آواز پہنچائی جائے[2] یہ فاصلہ اذان مغرب کے علاوہ ہے۔ مغرب کی اذان سے فوراً بعد تکبیر شروع کردی جائے۔ خیال رہے کہ اذان و تکبیر میں یہ فاصلہ اس قدر چاہئے کہ بے وضو آدمی استنجا اور وضو کر کے چار سنتیں پڑھ سکے ہمارے ہاں پندرہ منٹ کا فاصلہ کرتے ہیں کہیں آدھے گھنٹے کا بھی[3] اس زمانہ میں طریقہ یہ تھا کہ صحابہ کرام صف بنا کر بیٹھ جاتے' حضور اپنے حجرے میں رونق افروز ہوتے مکبر کھڑے ہوکر تکبیر شروع کرتا جب حی علی الفلاح پر پہنچتا تو سرکار حجرے سے باہر تشریف لاتے اور صحابہ کرام کو نظر آتے فقہاء فرماتے ہیں کہ نمازی صف میں حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں ان کا ماخذ یہ حدیث ہے نیز وہ حدیث جو مشکوۃ شریف میں بروایت مسلم و بخاری دو تین صفحہ بعد باب المساجد سے کچھ پہلے آرہی ہے[4] ابن حجر نے فرمایا کہ اسے حاکم نے صحیح کہا' شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے بہت شواہد ہیں اس کا آخری جملہ لا تقوموا الخ مسلم بخاری میں بھی ہے نیز اس پر امت کا عمل بھی ہے لہذا یہ حدیث حسن لغیرہ ہے۔

وَعَنْ زِيَادِ بْنِ الْحَارِثِ الصُّدَائِىِّ قَالَ اَمَرَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اُذِّنَ فِىْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فَاَذَّنْتُ فَاَرَادَ بِلَالٌ اَنْ يُّقِيْمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخَا صُدَاءٍ قَدْ اَذَّنَ وَمَنْ اَذَّنَ فَهُوَ يُقِيْمُ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۵۹۷) روایت ہے حضرت زیاد ابن حارث صدائی سے[1] فرماتے ہیں مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر میں حکم دیا کہ اذان کہو میں نے اذان کہی پھر حضرت بلال نے تکبیر کہنا چاہی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے صدائی بھائی نے اذان کہی ہے جو اذان کہے وہ ہی تکبیر کہے[2]

(ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۵۹۷)[1] صداء یمن کا ایک قبیلہ ہے' اسی نسبت سے آپ کو صدائی کہتے ہیں آپ کا شمار بصرہ والوں میں ہے' آپ نے حضور سے بیعت کی ہے اور ایک آدھ بار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اذان بھی کہی ہے[2] یعنی تکبیر اذان والے کا حق ہے' خیال رہے کہ امام

https://archive.org/details/@madni_library

اعظم کا مذہب یہ ہے کہ مؤذن کی اجازت سے دوسرا شخص تکبیر کہہ سکتا ہے نیز اگر پتا ہو کہ مؤذن دوسرے کی تکبیر پہ ناراض نہ ہوگا تب بھی جائز ہے کیونکہ روایات میں ہے کہ بارہا حضرت بلال اذان دیتے اور حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم تکبیر کہتے کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا لہٰذا یہ حدیث اس موقع کیلئے ہے جب مؤذن ناراض ہو دونوں حدیثیں درست ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ حِيْنَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ يَجْتَمِعُوْنَ فَيَتَحَيَّنُوْنَ لِلصَّلٰوةِ وَلَيْسَ يُنَادِيْ بِهَا اَحَدٌ فَتَكَلَّمُوْا يَوْمًا فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اتَّخِذُوْا مِثْلَ نَاقُوْسِ النَّصَارٰى وَقَالَ بَعْضُهُمْ قَرْنًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُوْدِ فَقَالَ عُمَرُ اَوَلَا تَبْعَثُوْنَ رَجُلًا يُنَادِيْ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ قُمْ فَنَادِ بِالصَّلٰوةِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۹۸) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ جب مسلمان مدینہ آئے تو جمع ہوکر اوقات نماز کا اندازہ لگا لیتے تھے نمازوں کی اذان کوئی نہ دیتا تھا ایک دن اس بارے میں مشورہ کیا بعض نے کہا کہ عیسائیوں کے ناقوس کی طرح بنالو اور بعض بولے کہ یہود کے بگل کی طرح بنالو تب حضرت عمر نے فرمایا کسی کو نماز کی منادی کرنے کیوں نہیں بھیج دیتے[۱] تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال اٹھو نماز کی منادی کرو[۳] (مسلم بخاری)

(۵۹۸)[۱] محلوں میں جاکر پکار آئے اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ مسلمانوں نماز تیار ہے یہ وہ شرعی اذان نہ تھی جواب رائج ہے وہ تو حضرت عبداللہ ابن زید کی خواب پر کہلوائی گئی جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں اسی لئے آپ نے عرض کیا وَلَا تَبْعَثُوْنَ تم لوگ بھیجتے کیوں نہیں[۲] مسلمانوں کے محلوں میں جاکر۔ اس حدیث کی بنا پر بعض مورخین نے دھوکا کھایا کہ انہوں نے اذان کو حضرت عمر کی رائے سے سمجھا' درست وہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ رَبِّهٖ قَالَ لَمَّا اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاقُوْسِ يُعْمَلُ لِيُضْرَبَ بِهٖ لِلنَّاسِ لِجَمْعِ الصَّلٰوةِ طَافَ بِيْ وَاَنَا نَائِمٌ رَجُلٌ يَحْمِلُ نَاقُوْسًا فِيْ يَدِهٖ فَقُلْتُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اَتَبِيْعُ النَّاقُوْسَ قَالَ وَمَا تَصْنَعُ بِهٖ قُلْتُ نَدْعُوْا بِهٖ اِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ اَفَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى مَا هُوَ خَيْرٌ مِّنْ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لَهٗ بَلٰى قَالَ فَقَالَ تَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اِلٰى اٰخِرِهٖ وَكَذَا الْاِقَامَةَ فَلَمَّا اَصْبَحْتُ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا رَاَيْتُ فَقَالَ اِنَّهَا لَرُؤْيَا حَقٌّ اِنْشَاءَ اللّٰهُ فَقُمْ مَعَ بِلَالٍ فَاَلْقِ عَلَيْهِ مَا رَاَيْتَ فَلْيُؤَذِّنْ بِهٖ فَاِنَّهٗ

(۵۹۹) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زید ابن عبدربہ سے[۱] فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقوس بنانے کا حکم دینا چاہا تاکہ جماعت نماز کے واسطے لوگوں کیلئے بجایا جائے[۲] تو مجھے خواب میں ایک شخص دکھائی دیا جو اپنے ہاتھ میں ناقوس اٹھائے ہوئے تھا میں نے کہا رب کے بندے کیا تو ناقوس بیچتا ہے وہ بولا اس کا تم کیا کرو گے میں نے کہا اس سے نماز کیلئے بلایا کریں گے[۳] وہ بولا کیا تمہیں اس سے اچھی چیز نہ بتادوں[۴] میں نے کہا ہاں فرماتے ہیں وہ بولا کہو اللہ اکبر آخر تک اور اس طرح تکبیر[۵] جب صبح ہوئی میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا جو کچھ دیکھا تھا حضور سے عرض کیا فرمایا بفضلہ تعالیٰ یہ خواب سچی ہے[۶] تم بلال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ جو کچھ خواب میں دیکھا ہے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اَنْدٰی صَوْتًا مِّنْكَ فَقُمْتُ مَعَ بِلَالٍ فَجَعَلْتُ اُلْقِيْهِ عَلَيْهِ وَيُؤَذِّنُ بِهٖ فَقَالَ فَسَمِعَ بِذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهٖ فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَآءَهٗ يَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَقَدْ رَءَيْتُ مِثْلَ مَا اُرِيَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرِ الْاِقَامَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ لٰكِنَّهٗ لَمْ يُصَرِّحْ قِصَّةَ النَّاقُوْسِ

انہیں بتاتے جاؤ وہ اذان دیں کیونکہ وہ تم سے بلند آواز ہیں ۷ میں حضرت بلال کے ساتھ کھڑا ہو گیا میں انہیں بتانے لگا وہ اذان دینے لگے ۸ فرماتے ہیں یہ اذان حضرت عمر نے اپنے گھر میں سنی تو چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے عرض کرنے لگے یارسول اللہ اس کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے جیسا کہ انہوں نے ۹ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا شکر ہے (ابوداؤد' دارمی' ابن ماجہ) مگر ابن ماجہ نے تکبیر کا ذکر نہ کیا ترمذی نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے لیکن انہوں نے ناقوس کا واقعہ صراحۃً بیان نہ کیا ۱۰

(۵۹۹) ۱ آپ انصاری ہیں خزرجی ہیں' دوسری بیعت عقبہ میں ستر انصاریوں میں آپ بھی تھے بدر اور تمام غزوؤں میں حضور انور کے ساتھ رہے۔ آپ خود بھی صحابی ہیں اور والدین بھی صحابی' آپ کا لقب صاحب اذان ہے کیونکہ انہی کی خواب پر اسلام میں اذان جاری ہوئی ۱ھ میں آپ نے یہ خواب دیکھا اور ۳۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی' ۶۴ سال کی عمر شریف ہوئی' مدینہ پاک میں مدفون ہوئے ۲ یہاں امر سے بمعنی ارادہ امر ہے جیسا کہ مرقاۃ میں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ مبارک ناقوس بجانے کا ہو چکا تھا غالب یہ ہے کہ یہ عارضی ارادہ ہوگا کہ جب تک اس بارے میں وحی نہ آئے تب تک ناقوس سے کام لیا جائے ورنہ حضور معراج کی رات ملائکہ سے اذان سن چکے تھے جیسا کہ اسی جگہ مرقاۃ میں ہے ۳ اس سے معلوم ہوا کہ انسان بیداری میں جس خیال میں رہتا ہے خواب میں بھی وہی کرتا اور کہتا ہے انہیں خواب میں ناقوس دیکھ کر نماز یاد آئی' صوفیاء فرماتے ہیں کہ جس خیال میں جیو گے اسی خیال میں مرو گے اور محشر میں اٹھو گے خیال رہے کہ رب تعالٰی نے دوسرے احکام کی طرح حضور پر اذان کی وحی نہ بھیجی بلکہ صحابہ کے خواب کو درمیان میں رکھا تاکہ لوگوں کو ان حضرات کی عظمت کا پتا لگے اور لوگ جانیں کہ جب ان بزرگوں کی خوابیں ایسی ہیں تو ان کی بیداری کے احکام کیسے پاکیزہ ہوں گے دیکھو اذان جیسا اسلامی شعار صحابہ کے خواب کا نتیجہ ہے ان کی نیند پر ہم جیسے لاکھوں کی بیداریاں قربان ۴ جس میں یہود و نصاریٰ سے مشابہت بھی نہ ہو اور نماز کے اعلان کے ساتھ اللہ کا ذکر اور نماز کی ترغیب بھی ہو جائے بے معنی آواز بھی نہ ہو ۵ یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ اذان میں ترجیع نہیں اور تکبیر کے کلمات ایک ایک نہیں کیونکہ اذان کی اصل یہ خواب ہے نیز اسی پر صحابہ کا عمل رہا۔ خیال رہے کہ اقامت میں قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کا بڑھانا اور فجر کی اذان میں اَلصَّلٰوۃُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کی زیادتی حضور کے اجتہادی حکم سے ہوئی ۶ کیونکہ ہم نے بھی یہ اذان معراج میں فرشتوں کی زبانی سنی تھی اے عبداللہ رب نے تمہیں خواب میں دکھا کر ہمیں اشارۃً فرمایا کہ اے حبیب وہی فرشتوں والی اذان کیوں نہیں کہلواتے۔ خیال رہے کہ یہاں انشاء اللہ برکت کیلئے ہے نہ کہ شک کیلئے جیسے رب نے فرمایا: لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ (۴۸،۲۷) بے شک تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے اگر اللہ چاہے۔ (کنزالایمان) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن کے خواب خصوصاً جبکہ نبوت کے ذریعہ اس کی تصدیق ہو جائے وحی کے حکم میں ہیں' پھر نبی کی خواب کا کیا پوچھنا' ابراہیم علیہ السلام خواب میں دکھ کر اپنے فرزند کو ذبح کرنے پر تیار ہو گئے۔ خواب تین قسم کے ہوتے ہیں نفس

https://archive.org/details/@madni_library

کے خیالات‘ شیطانی وسوسے‘ ربانی الہام پہلے دو خواب اضغاث احلام کہلاتے ہیں اور جھوٹے ہوتے ہیں تیسرا خواب رویاء صادقہ‘ خواب کی پوری تحقیق انشاء اللہ کتاب الرویا میں کی جائے گی ےاس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اذان میں بلند آواز محبوب ہے لہذا لاؤڈ سپیکر پر اذان بہت بہتر‘ دوسرے یہ کہ یہ جائز ہے ایک آدمی اذان بتاتا جائے دوسرا اذان کہتا جائے ۸یعنی میں نے وہی اذان حضرت بلال کو بتائی جو فرشتہ سے سنی تھی جس میں ترجیع نہ تھی۔ معلوم ہوا کہ اسلام کی پہلی اذان بغیر ترجیع کے ہوئی اور سیدنا بلال آخر تک یہی اذان دیتے ہیں ۹معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے حضرت عبداللہ ابن زید کا خواب کشف سے معلوم کیا یا آپ نے عبداللہ ابن زید کو فرشتے سے گفتگو کرتے خواب میں دیکھا تھا کیونکہ ابھی آپ سے کسی نے حضرت عبداللہ کی خواب بیان نہ کی‘ مرقاۃ نے فرمایا ظاہر یہی ہے کہ جناب عمر نے کشف سے معلوم کیا ۱۰مرقاۃ نے یہاں فرمایا کہ اس رات دس سے زیادہ صحابہ نے قریباً یہی خواب دیکھا حضور نے اس پر خدا کا شکر کیا‘ ابن قیم نے کتاب الروح میں لکھا کہ مسلمانوں کی خوابوں کا اجتماع‘ اجتماع مسلمین کی طرح معتبر ہے اس پر یہی حدیث پیش کی۔

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوۃِ الصُّبْحِ فَکَانَ لَا یَمُرُّ بِرَجُلٍ اِلَّا نَادَاہُ بِالصَّلٰوۃِ اَوْ حَرَّکَہٗ بِرِجْلِہٖ (رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۶۰۰) روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے ۱فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز کیلئے نکلا تو آپ جس سوتے ہوئے شخص پر گزرتے تھے اسے نماز کیلئے آواز دیتے یا اپنے پاؤں شریف سے ہلاتے ۲(ابوداؤد)

(۶۰۰) ۱آپ کا نام نفیع ابن حارث ہے‘ کنیت ابوبکرہ قبیلہ بنی ثقیف سے ہیں‘ مشہور صحابی ہیں ۲یعنی راستہ میں جو سوتے ہوئے لوگ ملتے انہیں آواز سے یا اپنے پاؤں شریف سے نماز کیلئے جگاتے تھے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اذان کے بعد کسی کو خصوصی طور پر نماز کی اطلاع دینا جائز ہے۔ گویا یہ خصوصی تثویب ہے‘ دوسرے یہ کہ نماز کا نام لے کر جگانا درست ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ جگا کر نماز کا نام لے پہلے نہ لے غلط ہے۔ تیسرے یہ کہ اپنے سے چھوٹے کو اپنے پاؤں سے حرکت دے کر جگانا درست ہے‘ خوش نصیب ہیں وہ جنہیں حضور کی ٹھوکر نصیب ہوئی۔ ع: خوابیدہ کو ٹھوکر سے جگاتے جاتے۔ صوفیاء کا تجربہ یہ ہے کہ حضور اپنے خاص غلاموں کو اب بھی ٹھوکر سے جگاتے ہیں جو انہیں محسوس بھی ہوتی ہے خدا نصیب کرے۔

وَعَنْ مَّالِكٍ بَلَغَہٗ اَنَّ الْمُؤَذِّنَ جَآءَ عُمَرَ یُؤْذِنُہٗ لِصَلٰوۃِ الصُّبْحِ فَوَجَدَہٗ نَائِمًا فَقَالَ الصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ فَاَمَرَہٗ عُمَرُ اَنْ یَّجْعَلَہَا فِیْ نِدَآءِ الصُّبْحِ (رَوَاہُ فِی الْمُوَطَّا)

(۶۰۱) روایت ہے حضرت مالک سے انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ عمر فاروق کی خدمت میں مؤذن نماز فجر کی اطلاع دینے حاضر ہوئے ۱انہیں سوتا پایا بولے نماز نیند سے بہتر ہے انہیں عمر فاروق نے حکم دیا یہ لفظ فجر کی اذان میں داخل کرلیں ۲(موطا)

(۶۰۱) ۱غالبًا یہ واقعہ خلافت فاروقی کے زمانہ کا ہے اور یہ مؤذن حضرت بلال نہیں کوئی اور بزرگ ہیں کیونکہ حضرت بلال حضور کی وفات کے بعد دمشق چلے گئے تھے۔ عہد فاروقی میں وہاں ہی آپ کی وفات ہوئی‘ اس سے معلوم ہوا کہ سلطان اسلام‘ قاضی عالم دین وغیرہم کو مؤذن خصوصی طور پر نماز کی اطلاع دے سکتا ہے عوام کیلئے ممنوع ہے انہیں اذان ہی کافی ہے ۲یعنی یہ کلمہ اذان صبح کا جزو ہے اسے صرف اذان میں ہی استعمال کیا کریں اس کے علاوہ نہیں‘ دوسرے اوقات میں اور لفظ سے بیدار کریں یا اطلاع دیں لہذا حدیث

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اعتراض نہیں کہ یہ کلمہ تو حضور کے زمانہ سے اذان فجر میں داخل تھا آج داخل کرنے کے کیا معنی اس کی اور بھی تفسیریں ہیں مگر یہ تفسیر بہتر۔

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ سَعْدٍ مُّؤَذِّنِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِلَالًا اَنْ يَّجْعَلَ اِصْبَعَيْهِ فِىْ اُذُنَيْهِ وَ قَالَ اِنَّهٗ اَرْفَعُ لِصَوْتِكَ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۶۰۲) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن بن سعد بن عمار بن سعد مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے[۱] فرماتے ہیں مجھے میرے والد نے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ اپنی انگلیاں کانوں میں دے لیں فرمایا یہ عمل تمہاری آواز کو بلند کرنے والا ہے[۲] (ابن ماجہ)

(۶۰۲)[۱] یہ سعد قرظی ہیں جو حضور کے زمانہ میں مسجد قبا کے مؤذن تھے اور حضور کے بعد حضرت بلال کی جگہ آپ مسجد نبوی کے مؤذن ہوئے خیال رہے کہ سعد قرظی صحابی ہیں اور عمار ابن سعد تابعی اور عبدالرحمٰن ابن سعد کا حال معلوم نہ ہو سکا (اشعہ) [۲] یعنی انگلیاں کانوں میں ڈالنے سے آواز بلند نکلتی ہے اور اس اذان میں بلند آواز چاہئے اس لئے ڈال لیا کرو اس سے معلوم ہوا کہ بچے کے کان میں اذان کے وقت انگلیاں کانوں میں لگانا سنت نہیں یوں ہی اقامت (تکبیر) میں یوں ہی ہر اس جگہ جہاں بلند آواز مطلوب نہ ہو لیکن اگر لاؤڈ سپیکر پر اذان کہی جائے تو انگلیاں لگا لے کہ یہاں بلندی آواز مطلوب ہے اذان قبر پر انگلیاں لگائے کہ وہاں بلندی آواز مطلوب ہے اس اذان سے شیاطین بھاگتے ہیں۔

https://archive.org/details/@madni_library

بَابُ فَضْلِ الْاَذَانِ وَاِجَابَةِ الْمُؤَذِّنِ باب اذان اور موذن کا جواب دینے کی فضیلت

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

اذان دینے کے فضائل بے شمار ہیں حق یہ ہے کہ اذان سے امامت افضل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اذان نہ دی' جن روایات میں حضور کے اذان دینے کا ذکر ہے وہاں حکم اذان مراد ہے۔ اذان کا جواب عملی بھی ہے اور قولی بھی عملی جواب تو مسجد میں حاضر جانا ہے' قولی جواب کلمات اذان کا دہرانا۔ صحیح یہ ہے کہ پہلی اذان سننے پر دنیاوی باتوں سے خاموش ہو جانا اور جواباً کلمات اذان ادا کرنا واجب ہے ہاں کھانے والا استنجا کرنے والے علم دین پڑھانے والا اس حکم سے علیحدہ ہے۔

عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۶۰۳) روایت ہے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اذان دینے والے لوگ قیامت کے دن لمبی گردنوں والے ہوں گے۱؎ (مسلم)

(۶۰۳) ۱؎ یعنی گردن فراز اور سربلند ہوں گے یا سر اٹھائے ربّ کی رحمت کے منتظر یا بلند قامت ہوں گے کہ دور سے پہچان لئے جائیں گے یہ مطلب نہیں کہ ان کے جسم چھوٹے اور صرف گردنیں لمبی ہوں گی کہ یہ بدزیبی ہے بعض مفسرین نے اعناق کو ہمزہ کے زیر سے پڑھا ہے بمعنی تیز رفتاری و لمبے قدم یعنی موذن جنت کی طرف دوڑتے ہوئے لمبے قدم رکھتے ہوئے جائیں گے دوسروں سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گے۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نُوْدِىَ لِلصَّلٰوةِ اَدْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّاْذِيْنَ فَاِذَا قُضِىَ النِّدَاءُ اَقْبَلَ حَتّٰى اِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ اَدْبَرَ حَتّٰى اِذَا قُضِىَ التَّثْوِيْبُ اَقْبَلَ حَتّٰى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ يَقُوْلُ اُذْكُرْ كَذَا اُذْكُرْ كَذَا لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتّٰى يَظَلَّ الرَّجُلُ لَا يَدْرِىْ كَمْ صَلّٰى (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۰۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب نماز کی اذان دی جاتی ہے۱؎ تو شیطان گوز مارتا بھاگتا ہے حتیٰ کہ اذان نہ سنے۲؎ پھر جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو آ جاتا ہے حتیٰ کہ جب نماز کی تثویب کہی جاتی ہے تو بھاگ جاتا ہے۳؎ جب تثویب ختم ہو جاتی ہے تو آ جاتا ہے تاکہ انسان کے دل میں وسوسے ڈالے کہتا ہے فلاں فلاں چیزیں یاد کر۴؎ وہ چیزیں جو اسے یاد نہ تھیں یہاں تک کہ آدمی نہیں جانتا کہ کتنی رکعت پڑھیں۵؎ (مسلم بخاری)

(۶۰۴) ۱؎ خواہ نماز میں بلانے کیلئے دی جائے یا کسی اور مقصد کیلئے جیسے بچے کے کان میں یا بعد دفن قبر پر وغیرہ لِلصَّلٰوۃِ اس لئے فرمایا تاکہ کوئی اذان کے لغوی معنی نہ سمجھ جائے ۲؎ یہاں بھاگنے کے ظاہری معنی ہی مراد ہیں اور اذان میں دفع شیطان کی تاثیر' اسی لئے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

طاعون پھیلنے پر اذان کہلواتے ہیں کہ یہ وباء جنات کے اثر سے ہے۔ بچے کے کان میں اذان دیتے ہیں کہ اس کی پیدائش پر شیطان موجود ہوتا ہے جس کی مار سے بچہ روتا ہے دفن کے بعد قبر کے سرہانے اذان دی جاتی ہے کیونکہ وہ میت کے امتحان اور شیطان کے بہکانے کا وقت ہے اس کی برکت سے شیطان بھاگے گا نیز میت کے دل کو سکون ہوگا نئے گھر میں دل لگ جائے گا' نکیرین کے سوالات کے جوابات یاد آ جائیں گے اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو گوز مارنے سے مراد اس کی انتہائی ذلت اور خوف ہے کہ ایسی حالت میں ڈرنے والا گوز مارتا ہوا ہی بھاگا کرتا ہے۳ تثویب سے مراد اقامت یعنی تکبیر ہے اس میں بھی اذان کی طرح اثر ہے۴ چیزوں سے مراد نماز سے غیر متعلق خیالات ہیں۔ تجربہ ہے کہ نماز میں وہ باتیں یاد آتی ہیں جو نماز کے باہر یاد نہیں آتیں اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے شیطان کو انسانوں کے دلوں پر تصرف کرنے کی قدرت دی ہے انسانوں کی آزمائش کیلئے۔ کتنی ہی کوشش کی جائے مگر ان وسوسوں سے کلی نجات نہیں ملتی' چاہئے کہ وسوسوں کی پروا نہ کرے نماز پڑھتا رہا۔ مکھیوں کی وجہ سے کھانا نہ چھوڑے۵ مسئلہ فقہی یہ ہے کہ اگر پہلی بار یہ واقعہ پیش آئے تو نئے سرے سے نماز پڑھے اور اگر آتا رہتا ہو تو کم رکعتوں کا لحاظ کرے مثلاً اگر شبہ ہوگیا کہ چار پڑھیں یا تین' تو تین مانے' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی افضل سے مفضول کی تاثیر بڑھ جاتی ہے دیکھو نماز تلاوت قرآن اور رکوع وسجود سے شیطان نہیں بھاگتا' بھاگتا ہے تو اذان سے حالانکہ اذان سے نماز افضل ہے حضور فرماتے ہیں کہ عمر سے شیطان بھاگتا ہے حالانکہ ابوبکر صدیق افضل ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَسْمَعُ مَدٰی صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا اِنْسٌ وَّلَا شَیْءٌ اِلَّا شَهِدَ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۶۰۵) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں' فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مؤذن کی انتہائی آواز کو کوئی جن و انس اور دوسری چیزیں نہیں سنتیں مگر قیامت کے دن اس کی گواہی دیں گی۱ (بخاری)

(۶۰۵) عرض کریں گی کہ مولا یہ مسلمان ہے' نمازی ہے' ہم نے اسے اذان دیتے دیکھا اور کلمہ شہادت پڑھتے سنا حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے کسی قسم کی تاویل کی ضرورت نہیں اللہ تعالٰی نے حیوانات جمادات کو سمجھ گویائی سننے کی طاقتیں بخشی ہیں ان میں سے ہر ایک کا ثبوت قرآن کریم کی صریح آیات سے ہے۔ مرقاۃ میں اس جگہ ایک حدیث منقول ہے کہ روزانہ شام کے وقت پہاڑ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ کیا تجھ پر کوئی اللہ کا ذکر کرنے والا بھی گزرا جب ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ ہاں تو سب خوش ہوتے ہیں چاہئے کہ اذان بلند آواز سے دی جائے تاکہ گواہ زیادہ میسر ہوں غالباً جن میں فرشتے بھی داخل ہیں اور انسان سے عام انسان مراد ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنِ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا یَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّهٗ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوةً صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ صَلُّوا اللّٰهُ لِیَ الْوَسِیْلَةَ فَاِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِی الْجَنَّةِ لَا یَنْبَغِیْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَاَرْجُوْ اَنْ

(۶۰۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاص سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم مؤذن کو سنو تو تم بھی اسی طرح کہو جو وہ کہہ رہا ہے۱ پھر مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو مجھ پر ایک درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے۲ پھر اللہ سے میرے لئے وسیلہ مانگو وہ جنت میں ایک جگہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے ایک ہی کے لائق ہے مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں۳ تو

https://archive.org/details/@madni_library

اَكُوْنَ اَنَا هُوَ فَمَنْ سَاَلَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

جو میرے لئے وسیلہ مانگے اس پر میری شفاعت لازم ہے[۴] (مسلم)

(۲۰۶)[۱] اس سے معلوم ہوا کہ کلمات اذان سارے دہرائے حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ بھی حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ بھی اور اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ بھی اگلی حدیث میں آرہا ہے کہ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ پر لَاحَوْلَ پڑھے۔ چاہیے کہ دونوں ہی کہہ لیا کرے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے[۲] اس سے معلوم ہوا کہ اذان کے بعد درود شریف پڑھنا سنت ہے بعض موذن اذان سے پہلے ہی درود شریف پڑھ لیتے ہیں اس میں بھی حرج نہیں ان کا ماخذ یہ ہی حدیث ہے۔ شامی نے فرمایا کہ اقامت کے وقت درود شریف پڑھنا سنت ہے' خیال رہے کہ اذان سے پہلے یا بعد بلند آواز سے درود پڑھنا بھی جائز بلکہ ثواب ہے بلاوجہ اسے منع نہیں کہہ سکتے[۳] خیال رہے کہ وسیلہ سبب اور توسل کو کہتے ہیں چونکہ اس جگہ پہنچنا رب سے قرب خصوصی کا سبب ہے اس لئے وسیلہ فرمایا گیا حضور کا فرمانا کہ امید کرتا ہوں تواضع اور انکساری کیلئے ہے ورنہ وہ جگہ حضور کیلئے نامزد ہو چکی ہے (مرقاۃ واشعہ) ہمارا حضور کیلئے وسیلہ کی دعا کرنا ایسا ہی ہے جیسے فقیر امیر کے دروازے پر صدا لگاتے وقت اس کی جان و مال کی دعائیں دیتا ہے تاکہ بھیک ملے ہم بھکاری ہیں' حضور داتا' انہیں دعائیں دینا مانگنے کھانے کا ڈھنگ ہے[۴] یعنی میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کی شفاعت ضرور کروں گا' یہاں شفاعت سے خاص شفاعت مراد ہے ورنہ حضور ہر مومن کے شفیع ہیں حضور ﷺ کی شفاعت بہت قسم کی ہے شفاعت کی پوری بحث اور اس کی قسمیں ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد سوم میں دیکھو۔

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ فَقَالَ اَحَدُكُمْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ثُمَّ قَالَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ قَالَ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِنْ قَلْبِهٖ دَخَلَ الْجَنَّةَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۲۰۷) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب موذن کہے اللہ اکبر اللہ اکبر تم میں سے کوئی کہے اللہ اکبر اللہ اکبر پھر موذن کہے اشھد ان لا الہ الا اللہ یہ بھی کہے اشھد ان لا الہ الا اللہ پھر موذن کہے اشھد ان محمدا رسول اللہ یہ بھی کہے اشھد ان محمدا رسول اللہ پھر موذن کہے حی علی الصلوۃ یہ کہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ پھر موذن کہے حی علی الفلاح یہ کہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ[۱] پھر موذن کہے اللہ اکبر اللہ اکبر تو یہ بھی کہے اللہ اکبر اللہ اکبر پھر موذن کہے لا الہ الا اللہ تو یہ صدق دل سے کہے لا الہ الا اللہ جنت میں جائے گا[۲] (مسلم)

(۲۰۷)[۱] ظاہر یہ ہے کہ موذن سے مراد نماز کیلئے اذان دینے والا ہے کیونکہ دوسری اذانوں کا جواب دینا سنت سے ثابت نہیں۔ احدکم سے مراد ہر وہ مسلمان ہے جو جواب اذان دینے پر قادر ہو لہذا اس سے نماز پڑھنے والا استنجا کرنے والا وغیرہ علیحدہ ہیں بہتر یہ ہے کہ جواب دینے والا حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ بھی کہے اور لاحول بھی پڑھے تاکہ اس حدیث پر بھی عمل ہو جائے اور گزشتہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

پربھی اس وقت لاحول پڑھنا اس لئے ہے تاکہ شیطان دور رہے اور نماز کی حاضری آسان ہو۲؎ ظاہر یہ ہے کہ من قلبہ کا تعلق سارے جواب سے ہے یعنی اذان کا پورا جواب سچے دل سے دے کیونکہ بغیر اخلاص کوئی عبادت قبول نہیں اگر جنت سے وہی جنت مراد ہے جو قیامت کے بعد ملے گی تو دخل بمعنی مستقبل ہے اور اگر جنت سے مراد دنیا کی جنت ہے یعنی عبادات کی توفیق اچھی زندگی تو دخل ماضی کے معنی میں ہے۔ رب فرماتا ہے: وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (۴۶:۵۵) جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لئے دوجنتیں ہیں (کنزالایمان) یعنی اللہ سے ڈرنے والے کیلئے دوجنتیں ہیں ایک دنیا میں ایک آخرت میں (مرقاۃ)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَآءَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِىْ وَعَدْتَّهٗ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِىْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

(۶۰۸) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اذان سنتے وقت یہ کہا کرے یا اللہ اس عام دعوت اور کامل نماز کے رب، محمد مصطفی کو وسیلہ اور بزرگی دے اور انہیں اس مقام محمود پر پہنچا جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا۱؎ تو اس کیلئے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہوگی۲؎ (بخاری)

(۶۰۸)۱؎ خیال رہے کہ جنت میں حضور کے خاص مقام کا نام وسیلہ ہے اور قیامت میں حضور کے مقام کا نام مقام محمود ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضور دولہا بنائے جائیں گے سارے اولین وآخرین کفار ومومنین انبیاء ومرسلین بلکہ خود رب العالمین حضور کی ایسی تعریفیں کریں گے جو آج ہمارے خیال ووہم سے وراء ہیں وہ مقام نہ معلوم کیسا عظیم الشان ہے جس کا رب نے قرآن شریف میں اعلان فرمایا اور ہم لوگوں کو ہر اذان کے بعد اس کی دعا مانگنے کا حکم دیا گیا اسی مقام پر حضور شفاعت کبریٰ فرمائیں گے اور یہیں سے حضور کے ہاتھ پر دروازہ شفاعت کھلے گا۲؎ یعنی اس دعا کی برکت سے اسے ایمان پر خاتمہ نصیب ہوگا اور وہ میری شفاعت عامہ وخاصہ کا مستحق ہوگا۔ مرقاۃ نے فرمایا کہ اذان کے بعد دعا بہت قبول ہوتی ہے لہذا مصیبت زدہ کو چاہئے کہ اس وقت دعا مانگا کرے، اسی لئے مسلمان اس دعا کے ساتھ یہ بھی کہہ دیتے ہیں وارزقنا شفاعته ہمیں ان کی شفاعت نصیب کر۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُغِيْرُ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ وَكَانَ يَسْتَمِعُ الْاَذَانَ فَاِنْ سَمِعَ اَذَانًا اَمْسَكَ وَاِلَّا اَغَارَ فَسَمِعَ رَجُلًا يَّقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْفِطْرَةِ ثُمَّ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجْتَ مِنَ النَّارِ فَنَظَرُوْا اِلَيْهِ فَاِذَا هُوَ رَاعِىْ مِعْزًى (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۶۰۹) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر طلوع ہونے پر حملہ کرتے تھے۱؎ اذان پر کان لگاتے تھے اگر اذان سن لیتے تو باز رہتے ورنہ حملہ کردیتے۲؎ ایک شخص کو کہتے سنا اللہ اکبر اللہ اکبر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ فطرت پر ہے پھر اس نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو آگ سے نکل گیا صحابہ نے اسے دیکھا تو وہ بکریاں چرانے والا تھا۳؎ (مسلم)

(۶۰۹)۱؎ یعنی جب جہاد میں کفار کے علاقہ پر شاہانہ حملہ کرتے تو صبح کے وقت اذان کا انتظار کرتے کیونکہ یہ وقت عبادات کی

https://archive.org/details/@madni_library

قبولیت اور رحمت الٰہی کے نزول کا ہے اور جہاد بھی عبادت ہے۲؎ معلوم ہوا کہ اذان مصیبتوں کو دفع کرتی ہے۔ سرکار اذان کی آواز سے یہ پتا لگاتے تھے کہ یہ مسلمانوں کی بستی ہے جہاں مسلمان آزادی سے اپنی عبادتیں کررہے ہیں' کفار کا زور نہیں' لہٰذا یہاں جہاد کی ضرورت نہیں' کیونکہ جہاد کفر کا زور توڑنے کیلئے ہوتا ہے نہ کہ کافروں کو جبراً مسلمان کرنے کیلئے ۳؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چرواہے کے متعلق چند گواہیاں دیں ایک یہ کہ اس وقت یہ سچا مسلمان ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ تیسرے یہ کہ اس کے سارے گناہوں کی معافی ہوگی معلوم ہوا کہ حضور ہر ایک کے دل کا حال بھی جانتے ہیں اور سب کے انجام سے بھی خبردار ہیں کیوں نہ ہو کہ لوح محفوظ حضور کے سامنے ہے۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِیْنَ یَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا غُفِرَلَهٗ ذَنْبُهٗ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۶۱۰) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مؤذن کو سن کر یہ کہہ لیا کرے کہ میں گواہ ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یقیناً محمد مصطفٰی اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں میں اللہ کی ربوبیت محمد مصطفٰی کی رسالت اور دین اسلام سے راضی ہوں تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۱؎ (مسلم)

(۶۱۰) ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ دعا اذان کے اول پڑھی جائے گی' جب مؤذن کی اذان کی آواز کان میں آئے کیونکہ درمیان میں یہ دعا پڑھنے سے جواب اذان میں خلل واقع ہوگا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ كُلِّ اَذَانَیْنِ صَلٰوةٌ بَیْنَ كُلِّ اَذَانَیْنِ صَلٰوةٌ ثُمَّ قَالَ فِی الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَآءَ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۶۱۱) روایت ہے حضرت عبداللہ بن مغفل سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر دو اذانوں کے درمیان ۱؎ نماز ہے۔ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے ۲؎ پھر تیسری بار میں فرمایا اس کیلئے جو چاہے ۳؎ (مسلم بخاری)

(۶۱۱) ۱؎ دو اذانوں سے مراد اذان واقامت ہے جیسے چاند وسورج کو قمرین' حضرت صدیق وفاروق کو عمرین' حضرت حسن وحسین کو حسنین کہہ دیتے ہیں یا اذان سے مراد اطلاع ہے' اذان تو وقت نماز کی اطلاع کیلئے ہوتی ہے اور اقامت تیاری جماعت کی اطلاع کیلئے بہرحال حدیث پر اعتراض نہیں ۲؎ یا تو صلوٰۃ بمعنی دعا ہے یعنی اذان وتکبیر کے درمیان دعا مانگا کرو کہ یہ وقت قبولیت یا بمعنی نماز یعنی اذان واقامت کے درمیان نفل پڑھا کرو کہ یہ وقت افضل ہے تو اس میں نماز بھی افضل نیز اس سے نماز میں سستی نہ ہوگی۔ انسان جماعت سے اتنے پہلے مسجد میں پہنچے گا کہ وضو کرکے نفل پڑھ کر تکبیر اولیٰ پا سکے۔ خیال رہے کہ احناف کے نزدیک اس حکم سے مغرب علیحدہ ہے کہ اذان مغرب کے بعد نفل مکروہ ہیں فرض کے بعد پڑھ سکتے ہیں جیسا حضرت بریدہ اسلمی کی روایت میں ہے کہ دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ خلا صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ سواء نماز مغرب کے (مرقاۃ وغیرہ) ۳؎ یعنی یہ نماز مؤذن کے ساتھ خاص نہیں جو مسلمان چاہے پڑھے یا یہ نماز فرض نہیں جس کا چھوڑنا سخت جرم ہے۔ خیال رہے کہ فجر اور ظہر کی پہلی سنتیں مؤکدہ ہیں جس کے چھوڑنے کی عادت نہایت بری [illegible] اور عشاء کی [illegible] مؤکدہ مغرب کی منع۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ
دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ وَّالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ اَللّٰهُمَّ اَرْشِدِ الْاَئِمَّةَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِیْنَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالشَّافِعِیُّ وَ فِیْ اُخْرٰی لَهٗ بِلَفْظِ الْمَصَابِیْحِ

(۶۱۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام ضامن ہے[۱] اور مؤذن امانت دار ہے[۲] یا اللہ اماموں کو ہدایت دے اور مؤذنوں کو بخش دے[۳] (احمد' ابو داؤد' ترمذی' شافعی)[۴] دوسری روایت میں مصابیح کے الفاظ ہیں۔

(۶۱۲)[۱] یعنی امام مقتدیوں کی نماز کا ذمہ دار ہے اور اپنی نماز کے ضمن میں ان کی نمازوں کو لئے ہوئے اسی لئے امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔ امام کے سہو سے مقتدی پر سجدہ سہو ہے۔ مقیم امام کے پیچھے مسافر مقتدی پوری نماز پڑھے گا۔ امام صرف اپنے لئے دعا نہ مانگے بلکہ جمع کے صیغے سے مانگے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نفل والے کے پیچھے فرض والے کی نماز جائز نہیں کیونکہ فرض نفل سے اعلیٰ ہے اور اعلیٰ کے ضمن میں ادنیٰ آسکتا ہے نہ کہ ادنیٰ کے ضمن میں اعلیٰ یونہی اگر مقتدی کی نماز امام کی نماز سے مختلف ہو تو جائز نہیں کیونکہ کوئی نماز اپنے غیر کو اپنے ضمن میں نہیں لے سکتی لہٰذا عصر پڑھنے والے کے پیچھے ظہر کی قضاء نہیں پڑھی جاسکتی یہ بھی معلوم ہوا کہ امام کی نماز فاسد ہونے پر مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہوگی۔ غرض کہ یہ حدیث بہت سے مسائل میں امام اعظم کی دلیل ہے۔[۲] کہ لوگوں کی نمازیں اور روزے اس کے پاس گویا امانتیں ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اذان سے امامت افضل ہے کیوں نہ ہو کہ امام جناب مصطفیٰ کا خلیفہ ہے اور مؤذن حضرت بلال کا نائب یہی ہمارا مذہب ہے[۳] اس سے بھی امامت کی اذان پر فضیلت معلوم ہو رہی ہے کیونکہ مغفرت سے ہدایت اعلیٰ ہے یعنی یا اللہ اماموں کو نماز کے مسائل سیکھنے اور صحیح ادا کرنے کی ہدایت دے کہ ان کی نماز سے بہت سی نمازیں وابستہ ہیں اور مؤذن کبھی وقت میں دھوکا بھی کھا سکتا ہے اسے بخش دے[۴] اگرچہ امام شافعی امام ہیں اور ترمذی وغیرہ ان کے مقلد مگر چونکہ ان کی کتب احادیث امام شافعی کی کتاب سے زیادہ مشہور ہیں اس لئے ان کا ذکر پہلے کیا دیکھو امام بخاری و امام مسلم امام مالک کے شاگرد ہیں مگر ان کی کتابیں زیادہ مستند ہیں (مرقاۃ)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَذَّنَ سَبْعَ سِنِیْنَ مُحْتَسِبًا كُتِبَ لَهٗ بَرَآءَةٌ مِّنَ النَّارِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۶۱۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو سات برس صرف ثواب کیلئے اذان دے تو اس کیلئے آگ سے خلاصی لکھی جاتی ہے[۱] (ترمذی' ابو داؤد' ابن ماجہ)

(۶۱۳)[۱] یعنی جو بغیر تنخواہ سات سال اذان دے تو رب تعالیٰ اسے جہنم سے آزادی اور جنت میں داخلے کا پروانہ (پاسپورٹ اور ویزہ) لکھ دیتا ہے جو قیامت میں اسے دیا جائے گا جس سے بے کھٹک وہ دوزخ سے گزر کر جنت میں داخل ہوگا' بعض مؤذن یہ طے کر لیتے ہیں کہ ہم تنخواہ مسجد کی صفائی وغیرہ کی لیں گے اذان فی سبیل اللہ دیں گے ان کا ماخذ یہ حدیث ہے انشاء اللہ اس کا ضرور فیض پائیں گے۔

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجَبُ رَبُّكَ مِنْ رَّاعِيْ غَنَمٍ فِيْ رَأْسِ شَظِيَّةٍ لِّلْجَبَلِ يُؤَذِّنُ بِالصَّلٰوةِ وَيُصَلِّيْ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اُنْظُرُوْا اِلٰى عَبْدِيْ هٰذَا يُؤَذِّنُ وَيُقِيْمُ الصَّلٰوةَ يَخَافُ مِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِيْ وَ اَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَآئِيُّ)

(۶۱۴) روایت ہے حضرت عقبہ بن عامر سے[۱] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارا رب اس بکری چرانے والے سے خوش ہوتا ہے جو پہاڑ کی اونچی چوٹی میں ہو نماز کی اذانیں دے اور نماز پڑھے[۲] اللہ تعالٰی فرماتا ہے[۳] میرے اس بندے کو دیکھو[۴] اذان دیتا ہے نماز قائم کرتا ہے مجھ سے ڈرتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا اور اسے جنت میں داخل کروں گا[۵] (ابوداؤد،نسائی)

(۶۱۴)[۱] آپ مشہور صحابی ہیں،امیر معاویہ کی طرف سے عقبہ ابن ابی سفیان کی وفات کے بعد مصر کے والی بنے پھر امیر معاویہ نے معزول کردیا،۵۸ھ میں مصر میں وفات پائی۔[۲] یعنی دنیا کے جھگڑوں سے دور رہے،اپنی روزی خود کمائے اور نماز اگرچہ اکیلے پڑھے مگر اذان دے کر،معلوم ہوا کہ نماز پنجگانہ کیلئے اذان بہرحال دے اگرچہ جنگل میں اکیلے نماز پڑھے۔مرقاۃ نے فرمایا کہ اذان کی برکت سے جنات وفرشتے بھی اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اسے جماعت کا ثواب ملتا ہے تکبیر میں اختلاف ہے مگر حق یہ ہے کہ تکبیر بھی کہے کیونکہ اذان وتکبیر میں نماز کی اطلاع کے علاوہ اور بہت سے فائدے ہیں[۳] فرشتوں سے انبیاء و اولیاء کی روحوں سے بلکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی (مرقاۃ)[۴] معلوم ہوا کہ فرشتوں اور نبیوں ولیوں کی روحوں میں یہ طاقت ہے کہ ایک جگہ رہ کر سارے عالم کو دیکھ لیں کہ پروردگار ان سے فرماتا ہے اس پہاڑ پر چھپے بندے کو دیکھو اس سے مسئلہ حاضر ناظر حل ہوا[۵] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ کبھی دنیا سے علیحدگی مشغولیت سے بہتر ہے۔دوسرے یہ کہ کبھی تنہائی کی عبادت اعلانیہ عبادت سے افضل ہے کہ اعلانیہ میں ریاء کا خطرہ ہے اس میں نہیں تیسرے یہ کہ اکیلا آدمی بھی اپنی نماز کیلئے اذان وتکبیر کہے مگر محلے کی مسجد کی اذان اہل محلّہ کیلئے کافی ہوتی ہے۔چوتھے یہ کہ فرشتے وانبیاء واولیاء ہمارے دلوں کے اخلاص ریاء وغیرہ سے واقف ہیں اور اس کو دیکھتے ہیں۔رب نے اُنْظُرُوْا کے بعد یخاف فرمایا پانچویں یہ کہ اللہ کے مقبول بندے لوگوں کے انجام سے خبردار ہیں۔رب نے انہیں مغفرت اور عذابوں کی خبر دے دی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ عَلٰى كِثْبَانِ الْمِسْكِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَبْدٌ اَدّٰى حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوْلَاهُ وَرَجُلٌ اَمَّ قَوْمًا وَّهُمْ بِهٖ رَاضُوْنَ وَرَجُلٌ يُّنَادِيْ بِالصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ كُلَّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

(۶۱۵) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن تین شخص مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے ایک وہ غلام جو اللہ کا حق اور اپنے مولا کا حق ادا کرتا رہے اور ایک وہ شخص جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اس سے راضی ہوں اور ایک وہ شخص جو ہر دن رات پانچ نمازوں کی اذان دے[۱] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۶۱۵)[۱] حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں قیامت میں اولاً سب لوگ کھڑے ہوں گے اسی لئے اسے قیامت کہتے ہیں،پھر مختلف مقامات میں ہوں گے کوئی عرش اعظم کے سایہ میں کوئی کرسیوں پر اور یہ تین جماعتیں مشک کے پہاڑوں پر کہ سب لوگ انہیں دیکھیں بھی اور ان کی خوشبوؤں سے فائدے بھی اٹھائیں چونکہ دنیا میں بھی لوگوں نے ان سے فائدے اٹھائے اس لئے وہاں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بھی لوگ ان سے فائدے اٹھائیں گے۔ خیال رہے کہ امام سے قوم کی رضا کا مطلب یہ ہے کہ امام کے تقویٰ اخلاق سے مسلمان راضی ہوں بے دینوں یا فاسدوں کی ناراضی کا اعتبار نہیں نیز سرکاری نوکر جو ڈیوٹی بھی دے اور نماز کی بھی پابندی کرے وہ بھی اس غلام میں داخل ہے جو مولیٰ اور ربّ کے حق ادا کرے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤَذِّنُ یَغْفُرلَهٗ مَدٰی صَوْتِهٖ وَیَشْهَدُ لَهٗ کُلُّ رَطْبٍ وَّ یَابِسٍ وَّشَاهِدُ الصَّلٰوةِ یُکْتَبُ لَهٗ خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ صَلٰوةً وَّ یُکَفَّرُ عَنْهُ مَا بَیْنَهُمَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَ رَوَی النَّسَائِیُّ اِلٰی قَوْلِهٖ کُلُّ رَطْبٍ وَّ یَابِسٍ وَّقَالَ وَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ صَلّٰی

(۶۱۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مؤذن کی اس آواز کی انتہا کے مطابق بخشش کی جاتی ہے[۱] اور اس کیلئے ہر تر وخشک چیز گواہی دے گی اور نماز میں حاضر ہونے والے کیلئے پچیس نمازیں لکھی جاتی ہیں[۲] اور دو نمازوں کے درمیانی گناہ مٹائے جاتے ہیں (احمد ابو داؤد ابن ماجہ) نسائی نے ہر خشک و تر تک روایت کی اور فرمایا کہ مؤذن کو سب نمازیوں کے برابر ثواب ملتا ہے[۳]

(۶۱۶)[۱] یعنی جس قدر اس کی آواز زیادہ اسی قدر اس کی مغفرت زیادہ آہستہ اذان کہنے والے کے صرف گناہ کبیرہ کی معافی اور بلند آواز سے کہنے والے کے صغیرہ کبیرہ سب معاف یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ مؤذن کی اذان کی برکت سے وہاں تک کے گناہگاروں کی معافی ہوتی ہے جہاں تک اس کی آواز پہنچے کہ یہ ان سب کی شفاعت کرے گا[۲] یعنی مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کا ثواب اکیلے اور گھر میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں پچیس گنا فرمایا گیا اور دوسری روایت میں ستائیس گنا بعض میں پانچ سو گنا ہے کیونکہ جیسی مسجد جیسی جماعت اور جیسا امام ویسا ثواب، جن خوش نصیبوں نے مسجد نبوی میں جماعت صحابہ کے ساتھ حضور کے پیچھے نمازیں پڑھیں، ان کا ایک سجدہ دوسروں کی کروڑوں نمازوں سے افضل ہے[۳] یعنی اس کی اذان سے جتنے لوگ مسجد میں آکر یا اپنے گھر میں نماز پڑھتے ہیں ان سب کا مجموعی ثواب مؤذن کو ملتا ہے کیونکہ یہ ان سب کا رہبر ہے اور ان سب کو اپنی اپنی نمازوں کا ثواب۔

وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِجْعَلْنِیْ اِمَامَ قَوْمِیْ قَالَ اَنْتَ اِمَامُهُمْ وَاقْتَدِ بِاَضْعَفِهِمْ وَاتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَّا یَاْخُذُ عَلٰی اَذَانِهٖ اَجْرًا (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ)

(۶۱۷) روایت ہے حضرت عثمان ابن ابو العاص سے[۱] فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے میری قوم کا امام بنا دیجئے فرمایا تم ان کے امام ہو[۲] اور ان میں سے کمزور کو مقتدی جانو[۳] اور کوئی ایسا مؤذن مقرر کرو جو اپنی اذان پر اجرت نہ لے[۴] (احمد ابو داؤد نسائی)

(۶۱۷)[۱] آپ مشہور صحابی ہیں، ثقفی ہیں، حضور نے آپ کو طائف کا حاکم بنایا اور شروع خلافت فاروقی تک وہیں کے حاکم رہے، پھر عمر فاروق نے وہاں سے معزول کر کے عمان اور بحرین کا گورنر بنایا[۲] اس سے معلوم ہوا کہ امام قائم کرنے اور معزول کرنے کا حق سلطان اسلام کو بھی ہے اور اس کا مقرر کردہ امام قوم کے معزول کرنے سے علیحدہ نہیں ہو سکتا دیکھو کتب فقہ[۳] یعنی یہ سمجھ کر نماز پڑھاؤ کہ میرے مقتدی کمزور اور بیمار بھی ہیں ہلکی نماز پڑھاؤ[۴] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ مؤذن رکھنے اور معزول کرنے کا حق امام کو ہے، دوسرے یہ کہ اذان پر اجرت لینا جائز ہے مگر نہ لینا بہتر اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں اجرت کو حرام نہیں کہا بلکہ فرمایا ڈھونڈ کر کوئی للہ اذان دینے والا رکھو، خیال رہے کہ اس زمانہ میں دینی خدمات پر اجرت لینا اگر ممنوع بھی تھی تو اس وقت کے لحاظ سے تھی اب ممنوع

https://archive.org/details/@madni_library

نہیں ورنہ سارے دینی کام بند ہو جائیں گے۔ دیکھو سوا عثمان غنی کے باقی تمام خلفاء نے خلافت پر اجرت لی حالانکہ خلافت امامت کبریٰ ہے نیز عمر فاروق نے اپنے زمانہ میں غازیوں اور حکام کی تنخواہیں مقرر کیں حالانکہ جہاد بھی عبادت ہے اور حاکم اسلام بننا بھی۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَقُوْلَ عِنْدَ اَذَانِ الْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ هٰذَا اِقْبَالُ لَيْلِكَ وَ اِدْبَارُ نَهَارِكَ وَاَصْوَاتُ دُعَاتِكَ فَاغْفِرْلِيْ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ)

(۶۱۸) روایت ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتی ہیں کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا کہ مغرب کی اذان کے وقت یہ کہہ لیا کروں [۱] اے اللہ یہ تیری رات کے آنے اور تیرے دن کے جانے کا وقت اور تیرے بلانے والوں کی آوازیں ہیں تو مجھے بخش دے [۲] (ابوداؤد، بیہقی، دعوات کبیر)

(۶۱۸) [۱] یا اذان کی اول آواز سنتے ہی یا اذان کے بعد دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں [۲] چونکہ شام کا وقت بھی قبولیت کا وقت ہے اور اذان کا ہونا بھی اس لئے خصوصیت سے اس وقت کیلئے یہ دعا ارشاد فرمائی گئی، بلانے والے سے مراد مؤذنین ہیں، یعنی ان مؤذنوں کی ان آوازوں کی برکت سے مجھے بخش دے۔ معلوم ہوا کہ دوسروں کی عبادت کے طفیل دعا مانگنا جائز ہے لہٰذا یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدایا اپنے حبیب کے سجدوں کی طفیل مجھے بخش دے۔

وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَوْ بَعْضِ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ بِلَالًا اَخَذَ فِي الْاِقَامَةِ فَلَمَّا اَنْ قَالَ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقَامَهَا اللّٰهُ وَ اَدَامَهَا وَقَالَ فِيْ سَائِرِ الْاِقَامَةِ كَنَحْوِ حَدِيْثِ عُمَرَ فِي الْاَذَانِ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۶۱۹) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے یا بعض صحابہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت بلال نے تکبیر کہنی شروع کی جب انہوں نے کہا قد قامت الصلوٰۃ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اسے قائم دائم رکھے اور باقی تکبیر میں وہی فرمایا جو حضرت عمر کی حدیث اذان میں ذکر ہوا [۱] (ابوداؤد)

(۶۱۹) [۱] اس سے معلوم ہوا کہ اذان کی طرح تکبیر کا بھی جواب دیا جائے اور **قد قامت الصلوٰۃ** پر یہ دعا مانگی جائے، خیال رہے کہ راوی کا یہ کہنا کہ بعض صحابہ نے فرمایا حدیث کو ضعیف نہیں کر دیتا کیونکہ سارے صحابہ عادل ہیں کوئی فاسق نہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُرَدُّ الدُّعَاءُ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۶۲۰) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان اور تکبیر کے درمیان کی دعا رد نہیں ہوتی [۱] (ابوداؤد، ترمذی)

(۶۲۰) [۱] ظاہر یہ ہے کہ اس سے اذان و تکبیر کے درمیان کا سارا وقت مراد ہے کہ اس میں جب بھی دعا مانگے قبول ہو گی مگر بہتر یہ ہے کہ اذان سے متصل دعا مانگے تاکہ اگلی حدیث پر عمل ہو جائے بعض صحابہ نے عرض کیا کہ حضور ہم اس وقت کیا دعا مانگیں فرمایا دین و دنیا کی امن و عافیت مانگو۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ اَوْ قَلَّمَا تُرَدَّانِ

(۶۲۱) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دعائیں رد نہیں کی جاتیں یا بہت کم رد کی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

الدُّعَآءُ عِنْدَ النِّدَآءِ وَعِنْدَ الْبَأْسِ حِيْنَ يَلْحَمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَّ فِيْ رِوَايَةٍ وَّتَحْتَ الْمَطَرِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرْ وَتَحْتَ الْمَطَرِ

جاتی ہیں' اذان کے وقت کی دعا۱ اور جہاد کے وقت کی دعا جب بعض بعض کو قتل کر رہے ہوں۲ اور ایک روایت میں ہے کہ بارش کے وقت کی دعا۳ (ابوداؤد' دارمی) مگر دارمی نے بارش کا ذکر نہ کیا۔

(۶۲۱)۱یعنی مؤذن کے اذان سے فارغ ہوتے ہی نہ کہ دوران اذان میں کہ وہ جواب اذان کا وقت ہے۲یعنی عین کشت وخون کی حالت میں جب غازی کافروں کو قتل کررہے ہوں اور کافروں کے ہاتھوں شہید ہورہے ہوں کہ وہ بہترین عبادت ہے یلحم الحام سے بنا بمعنی گوشت کاٹنا یعنی قتل کرنا۳بعض لوگوں نے تحت کی وجہ سے فرمایا بارش کے نیچے کھڑے ہوکر بھیگتے ہوئے دعا مانگے مگر صحیح یہی ہے کہ بارش کے وقت کہیں بھی دعا مانگے قبول ہوگی خصوصاً رحمت کی بارش جو انتظار اور دعاؤں کے بعد آئے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْمُؤَذِّنِيْنَ يَفْضُلُوْنَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ كَمَا يَقُوْلُوْنَ فَاِذَا انْتَهَيْتَ فَسَلْ تُعْطَ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۶۲۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ مؤذن لوگ ہم سے بڑھ جائیں گے۱ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے وہ کہتے ہیں تم بھی کہہ لیا کرو۲ جب فارغ ہوجاؤ تو مانگ لیا کرو دیئے جاؤ گے۳ (ابوداؤد)

(۶۲۲)۱یعنی قیامت میں ہم ان کے درجے تک نہ پہنچ سکیں گے کیونکہ تمام عبادات میں ہم اور وہ برابر ہیں اور اذان میں وہ ہم سے بڑھے ہوئے' معلوم ہوا کہ دینی کاموں میں رشک جائز بلکہ کبھی عبادت ہے۲اس سے معلوم ہوا کہ اذان کے سارے کلمات مؤذن کے ساتھ کہے حتی کہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ بھی مگر ان دونوں کے ساتھ لَاحَوْلَ بھی پڑھ لے اس کی تحقیق پہلے ہو چکی ہے۳یعنی جو دعا چاہو مانگو بہتر یہ ہے کہ اولاً حضور کیلئے وسیلہ کی دعا مانگے پھر اپنے لئے دعائیں تاکہ تمام حدیثوں پر عمل ہوجائے' مسلمان عموماً وسیلہ کے بعد اسی دعا میں یہ بھی کہہ لیتے ہیں وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ وہابی اس سے منع کرتے ہیں اور بدعت کہہ کر روکتے ہیں شاید انہیں حضور کی شفاعت کی ضرورت نہ ہوگی۔ وہ اس حدیث سے عبرت پکڑیں کہ یہاں سَلْ مطلق فرمایا گیا' مرقاۃ نے اس جگہ بہت سی دعائیں بتائیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الشَّيْطٰنَ اِذَا سَمِعَ النِّدَآءَ بِالصَّلٰوةِ ذَهَبَ حَتّٰى يَكُوْنَ مَكَانَ الرَّوْحَآءِ قَالَ الرَّاوِيْ وَالرَّوْحَآءُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ عَلٰى سِتَّةٍ وَّثَلٰثِيْنَ مِيْلًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(۶۲۳) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ شیطان جب نماز کی اذان سنتا ہے تو بھاگ جاتا ہے۱ حتیٰ کہ مقام روحاء تک پہنچ جاتا ہے۲ راوی نے فرمایا کہ روحاء مکہ مدینہ سے چھتیس میل ہے۳ (مسلم)

(۶۲۳)۱ظاہر یہ ہے کہ شیطان سے مراد ابلیس ہے' جو جنات کا مورث اعلیٰ ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد قرین شیطان ہو جو ہر انسان کے ساتھ رہتا ہے یا سارے شیاطین۲یعنی نمازی سے اتنی دور بھاگ جاتا ہے جتنا مدینہ سے روحاء۳راوی سے مراد ابوسفیان طلحہ ابن نافع مکی ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ روحاء مدینہ منورہ سے مکہ کی جانب ۳۶ میل یعنی ۱۲ کوس ہے' اس سے شیطان کی قوت رفتار معلوم

https://archive.org/details/@madni_library

ہوئی کہ وہ پل بھر میں ۶ ۳ میل جا آسکتا ہے کیوں نہ ہو کہ وہ آتشی ہے آگ کی رفتار اگر دیکھنا ہو تو آج بجلی کی رفتار دیکھ لو جب نار کی یہ رفتار ہے تو اولیاء اللہ اور انبیاء کرام نوری لوگوں کی رفتار کا کیا پوچھنا قرآن کریم فرما رہا ہے کہ بنی اسرائیل کے ولی آصف برخیا پلک جھپکنے سے پہلے یمن سے بلقیس کا تخت شام میں لے آئے معراج کی رات سارے نبیوں نے بیت المقدس میں حضور کے پیچھے نماز پڑھی۔ حضور برق رفتار براق پر سوار ہو کر پل بھر میں آسمانوں پر پہنچے تو یہ انبیاء پہلے پہنچ کر وہاں استقبال کیلئے حاضر تھے اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو۔

وَعَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ اِنِّیْ لَعِنْدَ مُعَاوِیَةَ اِذْ اَذَّنَ مُؤَذِّنُهٗ فَقَالَ مُعَاوِیَةُ كَمَا قَالَ مُؤَذِّنُهٗ حَتّٰی اِذَا قَالَ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَلَمَّا قَالَ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَقَالَ بَعْدَ ذٰلِكَ مَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذٰلِكَ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۶۲۴) روایت ہے حضرت علقمہ ابن وقاص سے[۱] فرماتے ہیں میں حضرت معاویہ کے پاس تھا جب ان کے مؤذن نے اذان دی حضرت معاویہ نے بھی وہ ہی کہا جو مؤذن نے کہا حتی کہ جب اس نے حی علی الصلوۃ کہا تو آپ نے فرمایا لا حول ولا قوۃ الا باللہ پھر جب حی علی الفلاح کہا تو آپ نے فرمایا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم[۲] اس کے بعد وہی کہا جو مؤذن نے کہا پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ہی فرماتے سنا (احمد)

(۶۲۴)[۱] آپ لیثی ہیں، حضور کے زمانہ میں پیدا ہوئے، شیخ نے فرمایا کہ تابعی ہیں مگر مرقاۃ میں ہے کہ صحابی ہیں، جنگ خندق میں حاضر ہوئے، عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں مدینہ پاک میں وفات پائی[۲] یعنی حی علی الصلوۃ اور فلاح پر صرف لا حول شریف پڑھی یہ کلمات نہ دہرائے بعض علماء کا یہی عمل ہے مگر زیادہ قوی یہ ہے کہ یہ کلمات بھی دہرائے اور لاحول شریف بھی پڑھ لے جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ظاہر یہ ہے کہ آپ نے حی علی الصلوۃ پر بھی پوری لاحول ہی پڑھی ہوگی مگر راوی نے اختصار کر دیا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ بِلَالٌ یُنَادِیْ فَلَمَّا سَكَتَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ مِثْلَ هٰذَا یَقِیْنًا دَخَلَ الْجَنَّةَ (رَوَاهُ النَّسَائِیُّ)

(۶۲۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ حضرت بلال اذان دینے کھڑے ہوئے جب خاموش ہوئے تو حضرت محمد مصطفٰی نے فرمایا جو یقین سے اس طرح کہا کرے جو اس نے کہا جنت میں داخل ہوگا[۱] (نسائی)

(۶۲۵)[۱] ظاہر یہ ہے کہ اس سے اذان کا جواب مراد ہے یعنی ایمان لا کر یہ کلمات دہرائے تو جنتی ہے اگر کافر مذاق کے طور پر اذان کی نقل کرے تو اس کے کفر میں اور اضافہ ہوگا اس میں اشارۃً بتایا گیا کہ جب اذان دہرانے کا یہ ثواب ہے تو اذان دینے پر کیا ثواب ہوگا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعَ الْمُؤَذِّنَ یَتَشَهَّدُ قَالَ وَاَنَا وَاَنَا (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۶۲۶) روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مؤذن کو شہادتین کہتے سنتے تو فرماتے اور میں بھی اور میں بھی[۱] (ابو داؤد)

(۶۲۶)[۱] یعنی میں بھی اللہ کی توحید اور اپنی رسالت پر گواہی دیتا ہوں، خیال رہے کہ ہم توحید و رسالت کی گواہی سن کر دے رہے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ہیں اور حضور دیکھ کر کیونکہ حضور نے رب کی ذات وصفات اور سارے عالم غیب کا آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے نیز حضور کی نبوت کا علم ہمارے لئے علم حضوری کیونکہ رسالت آپ کا اپنا وصف ہے نیز حضور کا کلمہ یہ بھی تھا اشھد ان محمدا رسول اللہ اور یہ بھی کہ اشھد انی رسول اللہ میں اللہ کا رسول ہوں کبھی اس طرح کلمہ پڑھتے تھے کبھی اس طرح اگر ہم کہہ دیں کہ میں رسول اللہ ہوں تو کافر ہو جائیں ایک کلمہ حضور کیلئے کلمہ ایمان ہے اور ہمارے لئے کفر التحیات میں بھی ہم پڑھتے ہیں السلام علیك ایھا النبی حضور کبھی ایسے بھی پڑھتے تھے اور کبھی اَلسَّلَامُ عَلَیَّ (از مرقاۃ)

وَعَنِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَذَّنَ ثِنْتَيْ عَشَرَةَ سَنَةً وَّجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَكُتِبَ لَهٗ بِتَاذِيْنِهٖ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ سِتُّوْنَ حَسَنَةً وَلِكُلِّ اِقَامَةٍ ثَلٰثُوْنَ حَسَنَةً (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۶۲۷) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بارہ سال اذان دے اس کیلئے جنت واجب ہو گی[۱] اور ہر دن اس کی اذان کے عوض ساٹھ نیکیاں اور تکبیر کے عوض تیس نیکیاں لکھی جائیں گی[۲] (ابن ماجہ)

(۶۲۷)[۱] پہلے سات سال اذان دینے پر آگ سے نجات کا وعدہ فرمایا گیا تھا یہاں بارہ سال پر جنت کا وعدہ ہے کیونکہ جیسا اذان میں اخلاص ویسا ہی اس پر اجر حضرت بلال کو ایک اذان پر وہ ثواب ملے گا جو دنیا بھر کے مؤذنوں کو عمر بھر کی اذانوں پر نہ ملے اور ہو سکتا ہے کہ پہلے بارہ سال کی اذان پر وعدہ جنت فرمایا گیا ہو پھر رحمت کو وسیع فرماتے ہوئے سات سال کی اذان پر وعدہ ہو گیا اس صورت میں یہ حدیث پہلی سے منسوخ ہے[۲] یعنی تکبیر کا ثواب اذان سے آدھا ہے کیونکہ تکبیر صرف مسجد والوں کیلئے ہے اور اذان سارے لوگوں کیلئے نیز تکبیر میں آسانی ہے اذان میں مشقت اور ثواب بقدر مشقت ملتا ہے مرقاۃ نے فرمایا کہ یہ ثواب بارہ سال کے مؤذن کیلئے خاص نہیں بلکہ جو بھی اخلاص سے اذان کہے انشاء اللہ یہ ثواب پائے گا بلکہ اذان واقامت کا جواب دینے والا بھی انشاءاللہ اس اجر کا مستحق ہو گا جیسا کہ گزشتہ احادیث سے معلوم ہوا۔

وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا نُؤْمَرُ بِالدُّعَاءِ عِنْدَ اَذَانِ الْمَغْرِبِ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيْرِ)

(۶۲۸) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ہم کو مغرب کی اذان کے وقت دعا کا حکم دیا جاتا تھا[۱] (بیہقی دعوات کبیر)

(۶۲۸)[۱] غالبًا اس سے وہی دعا مراد ہے جو حضرت ام سلمہ کی روایت میں گزر چکی خیال رہے کہ بعض لوگ اذان کی دعا میں ہاتھ اٹھانے کو منع کرتے ہیں مگر یہ درست نہیں جب تک کہ ممانعت قرآن حدیث سے ثابت نہ ہو کسی کو منع کرنے کا کیا حق ہے ہر دعا میں ہاتھ اٹھانا سنت سے ثابت ہے جیسا کہ دعاؤں کے باب میں انشاءاللہ آئے گا سوا نماز کی دعاؤں کے کہ وہاں نماز میں مشغولیت کی وجہ سے ہاتھ نہیں اٹھا سکتے ملا علی قاری نے مرقاۃ میں کھانے کے بعد کی دعا میں ہاتھ اٹھانے کو منع فرمایا مگر اس کی وجہ یہ بتائی کہ شاید بعض لوگ ابھی کھانا کھا رہے ہوں تو انہیں شرمندگی ہو گی کہ سب کھا چکے ہم ابھی تک کھا رہے ہیں یہ بھی ان کی رائے ہے اور اس کی وجہ یہ ہے نہ کہ ممانعت شرعیہ۔

https://archive.org/details/@madni_library

بَابُ فِیْهِ فَصْلَانِ
باب اس میں دو فصلیں ہیں

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

چونکہ اس باب میں اذان کے متعلق مختلف مضامین کی احادیث آئیں گی اس لئے مصنف نے اس باب کا ترجمہ مقرر نہ کیا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ بِلَالًا يُنَادِيْ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُنَادِيَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ قَالَ وَكَانَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ رَجُلًا اَعْمٰى لَا يُنَادِيْ حَتّٰى يُقَالَ لَهٗ اَصْبَحْتَ اَصْبَحْتَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۲۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بلال رات میں اذان دیتے ہیں تم کھاتے پیتے رہو[۱] حتی کہ ابن ام مکتوم اذان دیں فرماتے ہیں کہ ابن ام مکتوم نابینا شخص تھے اذان نہ کہتے حتی کہ ان سے کہا جاتا صبح ہوگئی، صبح ہو گئی[۲] (مسلم بخاری)

(۶۲۹)[۱] غالبًا ہمیشہ صبح کی دو اذانیں ہوا کرتی تھیں ایک تہجد اور سحری کیلئے دوسری نماز فجر کیلئے پہلی اذان سیدنا بلال دیتے تھے اور دوسری اذان سیدنا ابن ام مکتوم اب بھی مدینہ منورہ میں تہجد کی اذان ہوتی ہے چونکہ ان دونوں اذانوں کی آوازوں اور طریقہ ادا میں فرق ہوتا تھا اس لئے لوگوں کو اشتباہ نہ ہوتا تھا[۲] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اذان صرف نماز کیلئے خاص نہیں اور مقاصد کیلئے بھی ہوسکتی ہے دیکھو سیدنا بلال کی یہ اذان سحری کو جگانے کیلئے ہوتی تھی دوسرے یہ کہ فجر یا دیگر اذانیں اگر وقت سے پہلے ہو جائیں تو وقت میں کہنی پڑیں گی دیکھو سیدنا بلال کی اذان پر اکتفا نہ کی گئی امام اعظم کا یہی مذہب ہے امام شافعی کے ہاں اذان فجر وقت سے پہلے بھی جائز ہے اسی حدیث کی بنا پر مگر یہ دلیل کمزور ہے ورنہ دوبارہ اذان کی کیا ضرورت تھی۔ تیسرے یہ کہ نابینا کو اذان کیلئے مقرر کر سکتے ہیں جبکہ اسے وقت بتانے والا کوئی ہو چوتھے یہ کہ ایک مسجد میں دو یا زیادہ موذن ہو سکتے ہیں۔ پانچویں یہ کہ سحری کو جگانے کیلئے اذان دینا جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے مگر یہ جب ہوگا جب لوگ اس اذان سے شبہ میں نہ پڑ جائیں ورنہ ہرگز نہ دی جائے ہمارے ملک میں اذان صبح صادق کی علامت ہے اگر یہاں سحری کی اذان دی گئی تو کوئی فجر کے شبہ میں سحری نہ کھا سکے گا یا کوئی دوسری اذان کو پہلی سمجھ کر دن میں کھا کر روزہ خراب کرلے گا۔ اس لئے اب ہرگز اس پر عمل نہ کیا جائے بہت سی چیزیں عہد صحابہ میں درست تھیں۔ اب ممنوع ہیں دیکھو اس زمانہ میں جوتا پہن کر مسجد میں آنا اور مع جوتے نماز پڑھنا مروج تھا اب ممنوع ہے پختہ مکان بنانے منع تھے اب جائز ہے کھیتی باڑی سے لوگوں کو روکا گیا تھا اب ضروری ہے زکوٰۃ کے مصرف آٹھ تھے اب سات ہیں۔ حالات بدل جانے سے ہنگامی احکام بدل جاتے ہیں۔

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْنَعَنَّكُمْ مِنْ سُحُوْرِكُمْ اَذَانُ بِلَالٍ وَّلَا الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيْلُ وَلٰكِنِ الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيْرُ

(۶۳۰) روایت ہے سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہیں سحری سے نہ بلال کی اذان روکے اور نہ لمبی فجر لیکن کنارہ آسمان میں پھیلنے والی فجر[۱] (مسلم) اس کے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

فِی الْاُفُقِ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَلَفْظُہٗ لِلتِّرْمِذِیّ) لفظ ترمذی کے ہیں۔

(۶۳۰) اصبح دو ہوتی ہیں' صادق اور کاذب' صبح کاذب مشرق و مغرب میں بھیڑیئے کی دم کی طرح لمبی سفیدی ہے جو ظاہر ہو کر غائب ہو جاتی ہے اس سے کچھ دیر بعد جنوباً شمالاً سفیدی نمودار ہوتی ہے جو بعد میں پھیل جاتی ہے اس کا نام صبح صادق ہے اسی وقت سے دن شروع ہوتا ہے سبحان اللہ حضور نے ایک لفظ مستطیل فرما کر صدہا مسئلے بیان فرما دیئے۔

وَعَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَابْنُ عَمٍّ لِّیْ فَقَالَ اِذَا سَافَرْتُمَا فَاَذِّنَا وَاَقِيْمَا وَلْيَؤُمَّكُمَا اَكْبَرُكُمَا (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

(۶۳۱) روایت ہے حضرت مالک بن حویرث سے[۱] فرماتے ہیں کہ میں اور میرا چچیرا بھائی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے[۲] آپ نے فرمایا کہ جب تم دونوں سفر کرو تو اذان و تکبیر کہو اور تم میں کا بڑا امامت کرے[۳] (بخاری)

(۶۳۱) [۱] آپ کا نام مالک کنیت ابو سلیمان ہے' قبیلہ بنی لیث سے ہیں' ایک وفد میں حضور کے پاس حاضر ہوئے' ۲۰ دن حاضری رہی بصرہ میں قیام کیا' عبدالملک کے زمانہ میں ۷۴ھ میں وہیں وفات پائی[۲] وداع ہونا کیلئے ۲۰ دن قیام کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ مدینہ سے چلتے وقت خدمت اقدس میں حاضر ہونا سنت صحابہ ہے۔ اب بھی حجاج مکہ معظمہ سے چلتے وقت طواف وداع کرتے ہیں اور مدینہ پاک سے رخصت ہوتے وقت سلام وداع عرض کرتے ہیں[۳] یعنی اذان و تکبیر کوئی بھی کہہ دے مگر امامت بڑا ہی کرے سفر کی قید اس لئے لگائی کہ سفر میں کوئی امام مقرر نہیں ہوتا' مسجدوں میں جو امام مقرر ہوگا' وہی امامت کرے گا' چھوٹا ہو یا بڑا جیسا کہ دیگر روایات میں ہے' بڑے میں بہت تفصیل ہے' علم میں بڑا قرأت قرآن میں بڑا' تقویٰ اور پرہیز گاری میں بڑا' عمر میں بڑا' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان سے امامت افضل ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سفر میں بھی حتی الامکان جماعت سے نماز پڑھنی چاہئے نیز اگر دو آدمی بھی ہوں تو بھی جماعت کرلیں الگ الگ نہ پڑھیں بعض علماء نے اس حدیث کی بنا پر اذان کو فرض فرمایا مگر صحیح یہی ہے کہ اذان سنت ہے' ہاں شعار دین میں سے ہے کہ اس کے روکنے پر جہاد واجب ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ وَ اِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۳۲) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ویسے ہی نماز پڑھو جیسے مجھے پڑھتے دیکھا[۱] جب نماز حاضر ہو تو تم میں سے کوئی اذان دے اور تم میں کا بڑا امامت کرے[۲] (مسلم بخاری)

(۶۳۲) [۱] سبحان اللہ! کیسا ایمان افروز کلمہ ہے یعنی میں اور میرے افعال قرآن کی بولتی ہوئی تفسیر ہیں رب نے صرف نماز کا حکم دیا۔ طریقہ ادا نہ بتایا' فرمایا جا رہا ہے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کی تفسیر میں ہوں اور میرا عمل۔ سارے قرآن کا یہی حال ہے ع: تری سیرت کو ہم قرآن کی تفسیر کہتے ہیں[۲] یعنی اذان و نماز دونوں وقت میں ہوں لہٰذا کوئی اذان وقت سے پہلے جائز نہیں (حنفی) اکبر کی تفسیر ابھی گزر چکی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَفَلَ مِنْ غَزْوَةِ خَيْبَرَ سَارَ لَيْلَةً حَتّٰى اِذَا اَدْرَكَهُ الْكَرٰى عَرَّسَ وَقَالَ لِبِلَالٍ اِكْلَأْ

(۶۳۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر سے لوٹے[۱] تو رات بھر چلتے رہے جب آپ کو نیند آنے لگی تو آخر رات میں اترے اور

https://archive.org/details/@madni_library

لَنَا اللَّيْلَ فَصَلّٰى بِلَالٌ مَّاقُدِّرَلَهٗ وَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَصْحَابُهٗ فَلَمَّا تَقَارَبَ الْفَجْرُ اسْتَنَدَ بِلَالٌ اِلٰى رَاحِلَتِهٖ مُوَجِّهَ الْفَجْرِ فَغَلَبَتْ بِلَالًا عَيْنَاهُ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ اِلٰى رَاحِلَتِهٖ فَلَمْ يَسْتَيْقِظْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا بِلَالٌ وَّلَا اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ حَتّٰى ضَرَبَتْهُمُ الشَّمْسُ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلَهُمْ اسْتِيْقَاظًا فَفَزِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَیْ بِلَالٌ فَقَالَ بِلَالٌ اَخَذَ بِنَفْسِيَ الَّذِیْ اَخَذَ بِنَفْسِكَ قَالَ اقْتَادُوْا فَاقْتَادُوْا رَوَاحِلَهُمْ شَيْئًا ثُمَّ تَوَضَّأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَ بِلَالًا فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ فَصَلّٰى بِهِمُ الصُّبْحَ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَالَ مَنْ نَسِيَ الصَّلٰوةَ فَلْيُصَلِّهَا اِذَا ذَكَرَهَا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

بلال سے فرمایا کہ رات میں ہماری حفاظت کرو۲ حضرت بلال سے جس قدر ہو سکا نماز پڑھتے رہے۳ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سو گئے پھر جب صبح قریب ہوئی تو حضرت بلال نے مشرق کی طرف منہ کرکے اپنی سواری سے ٹیک لگائی سواری سے ٹیک لگائے ان کی آنکھ لگ گئی۴ پھر نہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور نہ بلال نہ کوئی صحابی حتیٰ کہ انہیں دھوپ لگی۵ ان سب سے پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا گئے اور فرمایا اے بلال۶ تب حضرت بلال بولے کہ میرے نفس کو وہ ہی لے گیا جو آپ کے نفس مبارک کو لے گیا۷ فرمایا ہانکو صحابہ نے اپنی سواریاں کچھ ہانکیں۸ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور حضرت بلال کو حکم دیا انہوں نے نماز کی تکبیر کہی پھر ان سب کو فجر پڑھائی جب نماز پوری کر چکے تو فرمایا کہ جو نماز بھول جائے تو یاد آنے پر پڑھ لے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری یاد پر نماز قائم کرو۹ (مسلم)

(۶۳۳)۱ مدینہ منورہ کی طرف یہ غزوہ محرم ۷ھ میں ہوا، قریباً ۲۷ دن مسلمانوں نے خیبر کا محاصرہ کیا، اللہ نے شاندار فتح عطا فرمائی، خیبر مدینہ پاک سے ۲ منزل ہے۲ اس رات کا نام لیلہ تعریس ہے اور اس واقعہ کا نام واقعہ تعریس ہے۔ تعریس کے معنی ہیں، آخر رات میں آرام کیلئے اترنا، اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کو اپنے خدام سے خدمت لینا جائز ہے نیز بندوں سے اپنی حفاظت کرانا توکل کے خلاف نہیں ۳ یعنی جتنے نوافل آج رات ان کے مقدر میں لکھے تھے اور جن پر وہ قادر تھے پڑھے۴ یعنی ان کی نیت سونے کی نہ تھی بلکہ بیٹھ کر طلوع فجر دیکھنے کا ارادہ تھا اس لئے آپ لیٹے نہیں بلکہ بیٹھے رہے اور منہ مشرق کی طرف رکھا مگر ہونے والی بات کہ بے اختیار سو گئے لہٰذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ نے سرکاری فرمان کی مخالفت کی ۵ یعنی دھوپ کی گرمی سے بیدار ہوئے، خیال رہے کہ حضور کی آنکھ سوتی تھی، دل بیدار رہتا تھا مگر سویرا اندھیرا اجالا دیکھنا آنکھ کا کام ہے نہ کہ دل کا لہٰذا یہ واقعہ اس حدیث کے خلاف نہیں، خیال رہے کہ حضور کی نیند غفلت پیدا نہیں کرتی، اسی لئے نیند سے حضور کا وضو نہیں ٹوٹتا آج نماز کی قضا غفلت سے نہ ہوئی بلکہ رب نے اپنے پیارے کو اپنی طرف متوجہ کرلیا اور ادھر سے توجہ ہٹائی تاکہ امت کو قضا پڑھنے کے احکام معلوم ہو جائیں لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۶ تم نے یہ کیا کیا ہمیں نماز کے وقت جگایا کیوں نہیں اس سے معلوم ہوا کہ نماز قضا ہونے پر گھبرا جانا بھی سنت وعبادت ہے جس پر بڑا ثواب ملتا ہے ۷ یعنی جس حکمت والے رب نے آپ کو اسوقت جاگنے نہ دیا اسی نے مجھے سلا دیا، اس کلام میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے: اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا (۴۲،۳۹) اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو نہ مریں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

انہیں ان کے سوتے میں (کنزالایمان) سبحان اللہ کیا مبارک جواب ہے یعنی ہمارا یہ سوتا رہ جانا شیطانی یا نفسانی نہیں ہے بلکہ رحمانی ہے جس میں مصلحت ایمانی و اسلامی ہے ۸؎ یعنی اس جنگل سے چلو نماز آگے پڑھیں گے کیونکہ ابھی سورج طلوع ہو رہا تھا نماز جائز نہ تھی کچھ دور جانے میں قدرے سفر بھی طے ہو جائے گا اور وقت کراہت بھی نکل جائے گا عرب میں ٹھنڈے وقت سفر کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ آفتاب چمکنے کے بیس منٹ بعد نماز جائز ہوتی ہے۔ یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ سورج نکلتے وقت نہ فرض نماز جائز نہ نفل امام شافعی کے ہاں اس وقت فجر کی قضا جائز ہے ۹؎ یعنی بے اختیاری حالت میں نماز قضا ہو جانے پر گناہ نہیں' خیال رہے کہ یہاں نماز کی اذان بھی کہی گئی اور تکبیر بھی سنتیں بھی پڑھی گئیں اور جماعت سے نماز بھی لہٰذا اس حدیث سے بہت سے فقہی مسائل حل ہوئے۔

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِىْ قَدْ خَرَجْتُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۴۴) روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز کی تکبیر کہی جائے تو نہ کھڑے ہو حتی کہ مجھے نکلتے دیکھ لو ۱؎ (مسلم بخاری)

(۶۴۴) ۱؎ یعنی تکبیر کے وقت صف میں پہلے سے نہ کھڑے ہو جاؤ' بلکہ جب مجھے حجرے شریف سے نکلتے دیکھو تب کھڑے ہو تا کہ نماز کے قیام کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قیام تعظیمی بھی ہو جائے۔ حضور حی علی الفلاح پر حجرے سے باہر جلوہ گر ہوتے تھے اب بھی سنت یہی ہے کہ مقتدی صف میں بیٹھ کر تکبیر سنے حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں' اس سے معلوم ہوا کہ امام کی غیر موجودگی میں تکبیر جائز ہے جبکہ علامات سے معلوم ہو جائے کہ امام تشریف لانے والے ہیں اس کی بحث قریب میں پہلے گزر چکی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَاْتُوْهَا تَسْعَوْنَ وَاْتُوْهَا تَمْشُوْنَ وَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةَ فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِىْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا كَانَ يَعْمِدُ اِلَى الصَّلٰوةِ فَهُوَ فِىْ صَلٰوةٍ وَهٰذَا الْبَابُ خَالٍ عَنِ الْفَصْلِ الثَّانِىْ

(۶۴۵) روایت ہے ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب نماز کی تکبیر کہی جائے تو دوڑتے نہ آؤ بلکہ چلتے ہوئے اطمینان کے ساتھ آؤ ۱؎ جو پالو وہ پڑھ لو جو رہ جائے پوری کرلو ۲؎ (مسلم بخاری) مسلم کی روایت میں ہے کیونکہ جب کوئی نماز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ نماز ہی میں ہوتا ہے ۳؎ یہ باب دوسری فصل سے خالی ہے۔

(۶۴۵) ۱؎ یعنی جماعت کیلئے گھبرا کر دوڑتے نہ آؤ کہ اس میں گر جانے چوٹ کھانے کا اندیشہ ہے۔ خیال رہے کہ رب نے جو فرمایا فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (۶۲-۹) تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔ (کنزالایمان) وہاں سعی سے مراد دوڑنا نہیں بلکہ نماز جمعہ کی تیاری کرنا ہے لہٰذا آیت و حدیث میں مخالفت نہیں ۲؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جماعت میں شامل ہونے کیلئے سکون سے آنا مستحب ہے' دوڑنا مستحب کے خلاف ہے' حرام نہیں لہٰذا فاروق اعظم کا ایک دفعہ دوڑ کر رکوع میں شامل ہونا ناجائز نہ تھا' دوسرے یہ کہ آخری جز ٔمل جانے سے جماعت مل جاتی ہے لہٰذا جو نماز جمعہ کی التحیات میں مل جائے وہ جمعہ پڑھے' تیسرے یہ کہ جس رکعت میں مقتدی ملے وہ تعداد کے لحاظ سے رکعت اول ہے اور قرأت کے لحاظ سے رکعت آخری ۳؎ یعنی جب سے وہ نماز کے ارادے سے گھر سے چلا اسے نماز کا ثواب مل رہا ہے پھر جلدی کیوں کرتا ہے کیوں گرتا اور چوٹ کھاتا ہے اطمینان سے آئے جو پائے اس کو ادا کرے خیال رہے کہ اگر تکبیر اولیٰ یا رکوع پانے کیلئے قدرے تیزی سے آئے مگر نہ اتنی کہ چوٹ لگنے گرنے کا اندیشہ ہو تو مضائقہ نہیں جیسا کہ فاروق اعظم کا عمل پہلے بیان ہوا۔

https://archive.org/details/@madni_library

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ عَرَّسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً بِطَرِيْقِ مَكَّةَ وَوَكَّلَ بِلَالًا اَنْ يُّوْقِظَهُمْ لِلصَّلٰوةِ فَرَقَدَ بِلَالٌ وَّرَقَدُوْا حَتّٰى اسْتَيْقَظُوْا وَقَدْ طَلَعَتْ عَلَيْهِمُ الشَّمْسُ فَاسْتَيْقَظَ الْقَوْمُ فَقَدْ فَزِعُوْا فَاَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّرْكَبُوْا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْ ذٰلِكَ الْوَادِيْ وَقَالَ اِنَّ هٰذَا وَادٍ بِهٖ شَيْطٰنٌ فَرَكِبُوْا حَتّٰى خَرَجُوْا مِنْ ذٰلِكَ الْوَادِيْ ثُمَّ اَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّنْزِلُوْا وَاَنْ يَّتَوَضَّأُوْا وَاَمَرَ بِلَالًا اَنْ يُّنَادِيَ لِلصَّلٰوةِ اَوْيُقِيْمُ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدْ رَاٰى مِنْ فَزَعِهِمْ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ اَرْوَاحَنَا وَلَوْ شَآءَ لَرَدَّهَا اِلَيْنَا فِيْ حِيْنٍ غَيْرِ هٰذَا فَاِذَا رَقَدَ اَحَدُكُمْ عَنِ الصَّلٰوةِ اَوْ نَسِيَهَا ثُمَّ فَزِعَ اِلَيْهَا فَلْيُصَلِّهَا كَمَا كَانَ يُصَلِّيْهَا فِيْ وَقْتِهَا ثُمَّ الْتَفَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ فَقَالَ اِنَّ الشَّيْطَانَ اَتٰى بِلَالًا وَّهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ فَاَضْجَعَهٗ ثُمَّ لَمْ يَزَلْ يُهَدِّئُهٗ كَمَا يُهَدَّأُ الصَّبِيُّ حَتّٰى نَامَ ثُمَّ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالًا فَاَخْبَرَ بِلَالٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ الَّذِيْنَ اَخْبَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا بَكْرٍ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (رَوَاهُ مَالِكٌ مُرْسَلًا)

تیسری فصل

(۶۳۶) روایت ہے حضرت زید ابن اسلم سے۱ فرماتے ہیں کہ ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے کے راستے میں۲ نزول فرمایا اور حضرت بلال کو اس لئے مقرر کیا کہ انہیں نماز کیلئے جگا دیں تب حضرت بلال اور سب حضرات سو گئے۳ اور جب جاگے جبکہ ان پر سورج چمک رہا تھا قوم گھبرائی ہوئی جاگی انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سوار ہو جائیں حتیٰ کہ دور اس جنگل سے نکل جائیں اور فرمایا کہ اس جنگل میں شیطان ہے۴ لوگ سوار ہوئے حتیٰ کہ اس جنگل سے نکل گئے پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ اتریں اور وضو کریں اور حضرت بلال کو حکم دیا کہ نماز کی تکبیر یا اذان کہیں۵ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی۶ پھر فارغ ہوئے ان کی گھبراہٹ دیکھی تو فرمایا اے لوگو! اللہ نے ہماری روحیں قبض فرمالی تھیں اگر چاہتا اس کے علاوہ اور وقت انہیں واپس کرتا۷ جب تم میں سے کوئی نماز سے سو جائے یا اسے بھول جائے پھر گھبرا کر اس کی طرف آئے تو اسے ویسے ہی پڑھے جیسے اس کے وقت میں پڑھتا تھا۸ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کی طرف توجہ فرمائی فرمایا کہ شیطان بلال کے پاس آیا جب وہ کھڑے ہوئے نماز نہ پڑھ رہے تھے انہیں لٹا دیا۹ پھر انہیں تھپکورتا رہا جیسے بچہ تھپکورا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ سو گئے پھر نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو بلایا تو حضرت بلال نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح خبر دی جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کو خبر دی تھی۱۰ ابوبکر صدیق بولے میں گواہی دیتا ہوں آپ سچے رسول ہیں۱۱ (صلی اللہ علیہ وسلم) (مالک)

(۶۳۶)۱ آپ حضرت عمر فاروق کے آزاد کردہ غلام ہیں، تابعی ہیں، بڑے علم و تقویٰ والے ہیں۲ مرقاۃ نے فرمایا کہ تعریس کا یہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

دوسرا واقعہ ہے کیونکہ پہلا واقعہ خیبر اور مدینہ منورہ کے درمیان پیش آیا اور یہ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے درمیان ہوا' شیخ نے فرمایا کہ غالبًا واقعہ تو وہ ہی ہے مگر یہاں راوی کو دھوکا ہوا کہ مکہ معظمہ کے راستے میں سمجھا ۳؎ اگر یہ خیبر والا واقعہ ہے تو حضرت بلال اونٹ کی پیٹھ سے ٹیک لگائے سو گئے اور صحابہ کرام باقاعدہ لیٹ کر ارادۃً سوئے اور اگر دوسرا واقعہ ہے تو حضرت بلال بھی لیٹ کر سوئے مگر سونے کا ارادہ نہ تھا کمر سیدھی کرنے لیٹے کہ آنکھ لگ گئی ۴؎ اس کی شرح وہ ہی ہے جو پہلے ہو چکی یعنی اس جنگل میں ابھی سورج طلوع ہو رہا ہے اور شیطان کے سینگوں کے درمیان ہے اس وقت نماز مکروہ ہے کچھ آگے چلو سفر بھی طے ہو جائے گا اور سورج بھی بلند ہو جائے گا یہ مطلب نہیں کہ یہاں اس جنگل میں چونکہ شیطان ہے جس نے ہمیں سلا دیا لہٰذا یہاں نماز نہ پڑھو کیونکہ شیطان ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے نیز شیطان کی وجہ سے نماز نہ پڑھنا قرین قیاس نہیں بت خانوں' شراب خانوں میں نماز اس لئے مکروہ ہے کہ وہ ہر جگہ گناہوں یا شرک و کفر کی ہے استنجا خانہ اور حمام میں نماز مکروہ کہ جگہ نجاست کی ہے نہ کہ اس لئے کہ وہاں شیطان ہے ۵؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں او بمعنی واؤ ہے یعنی اذان اور تکبیر کہیں اور اگر شک کیلئے ہے تو یہ شک راوی کو ہے یعنی مجھے خیال نہیں کہ میرے شیخ نے اذان کا ذکر کیا یا تکبیر کا ۶؎ معلوم ہوا کہ اگر پوری قوم کی نماز رہ جائے تو قضا باجماعت کی جائے گی اور اس کیلئے اذان و اقامت بھی ہوگی ۷؎ یعنی اگر چاہتا ہوتو ہمیں قیامت ہی کے دن اٹھاتا یہ تو اس کی مہربانی ہے کہ آج ہی جگا دیا' نیند موت کی چھوٹی بہن ہے لہٰذا اس قضا پر گھبراؤ مت' اس میں رب تعالٰی کی حکمتیں ہیں ۸؎ اکثر حنفیوں کا یہ قول ہے کہ جہری نماز کی قضا بھی جہر سے کی جائے گی اور خفی نمازوں کی قضا بھی آہستہ قرأت سے ان کی دلیل یہ حدیث ہے' اس سے معلوم ہوا کہ سفر کی نماز اگر گھر میں قضا کرے تو قصر ہی کرے گا اور اگر گھر کی نماز سفر میں قضا کرے تو پوری نیز اگر فجر کی نماز زوال سے پہلے قضا پڑھے تو سنتیں بھی قضا کرے گا ۹؎ سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال کی صفائی بیان فرما رہے ہیں کہ انہوں نے ہمارے حکم کی مخالفت نہ کی' جو کچھ ہوا شیطان کی حرکت سے ہوا' بلال بے قصور ہیں اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ صبح کے وقت شیطان لوگوں کو ایسے تھپکورتا ہے جیسے ماں بچے کو سلاتے وقت' اس وقت لاحول پڑھ کر اٹھ جانا چاہئے۔ دوسرے یہ کہ شیطان کبھی مقبول بندوں پر بھی وسوسہ یا نیند ڈال دیتا ہے ہاں انہیں گمراہ نہیں کر سکتا لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ (۱۵:۴۲) تیسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سوتے میں بھی لوگوں کے ہر حال سے خبردار رہتے ہیں اور شیطان کی حرکتوں کو ملاحظہ فرماتے ہیں۔ دیکھو رب تعالٰی نے یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو آفتاب کے طلوع سے بے توجہ کر دیا مگر جو واقعہ بلال کو پیش آیا وہ ملاحظہ فرماتے رہے جس محبوب کی نیند میں ایسی خبرداری ہے اس کی بیداری کا کیا حال ہوگا۔ رب فرماتا ہے: عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ (۹:۱۲۸) جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے (کنزالایمان) معلوم ہوا کہ وہ امت کا رکھوالا اپنے ہر امتی کے ہر حال سے خبردار ہے' خیال رہے کہ یہاں بلال کی نیند کا سبب شیطان تھا مگر نیند کا خالق رب' اس لئے ابھی کچھ پہلے اسی حدیث میں اس نیند کو ربّ کی طرف منسوب فرمایا گیا اور یہاں شیطان کی طرف' فقیر کی اس تقریر سے بہت سی آیات اور احادیث سے شبہات اٹھ جائیں گے ۱۰؎ کہ میں نماز پڑھ رہا تھا شیطان نے مجھے تھپکورا میں سو گیا' اس سے معلوم ہوا کہ اکثر صحابہ کرام شیطان کی حرکات محسوس کرتے تھے بلکہ کبھی شیطان کو حرکتیں کرتے دیکھتے بھی تھے اور پکڑ بھی لیتے تھے اور وہ ان کے ہاتھوں چھوٹ نہ سکتا تھا' معافی مانگ کر بھاگتا تھا جیسا کہ اسی مشکوۃ شریف میں آگے آئے گا ۱۱؎ یعنی آج میں نے آپ کی رسالت آنکھوں دیکھ لی' دیکھ کر گواہی دے رہا ہوں' معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب آپ کی نبوت اور رسالت کی دلیل ہے جو کوئی علم کا انکار کرتا ہے در پردہ نبوت کا انکاری ہے اس کی پوری

https://archive.org/details/@madni_library

تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَصْلَتَانِ مُعَلَّقَتَانِ فِيْ اَعْنَاقِ الْمُؤَذِّنِيْنَ لِلْمُسْلِمِيْنَ صِيَامُهُمْ وَصَلٰوتُهُمْ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۶۳۷) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذنوں کی گردنوں میں مسلمانوں کی دو چیزیں لٹکی ہوئی ہیں ان کے روزے اور نمازیں[1] (ابن ماجہ)

(۶۳۷)[1] کہ مؤذن مسلمانوں کے نماز، روزے دونوں کے ذمہ دار ہیں کہ اذان سے ہی سحری اور افطار ہے اور اذان سے ہی نمازوں کی ادا، اگر اذانیں صحیح وقت پر دیں گے، لوگوں کے روزے نماز درست ہوں گے اور سب کا ثواب ان کو ملے گا اور اگر غلط وقت پر دیں گے تو سب کے روزے نماز برباد ہوں گے اور وبال ان حضرات پر، مرقاۃ نے یہاں ایک حدیث نقل فرمائی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنت میں پہلے انبیاء جائیں گے پھر بیت اللہ کے مؤذن یعنی بلال پھر بیت المقدس کے مؤذن پھر سارے مؤذن۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بَابُ الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلٰوةِ باب مسجدوں اور نماز کے مقامات کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

مسجد کے لغوی معنے ہیں سجدہ گاہ مگر شریعت میں وہ جگہ مسجد ہے جو نماز کیلئے وقف ہو وہ حدیث شریف جس میں ہے کہ ساری زمین میرے لئے مسجد ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر جگہ نماز جائز ہے۔ پچھلے دینوں میں سوا عبادت خانوں کے اور کہیں نماز نہ ہوتی تھی' نماز کے مقامات سے مراد وہ جگہ ہیں جہاں نماز مکروہ یا غیر مکروہ ہے۔ خیال رہے کہ گھر میں بنائی ہوئی مسجد افضل ہے مگر وقف نہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ دَعَا فِيْ نَوَاحِيْهِ كُلِّهَا وَلَمْ يُصَلِّ حَتّٰى خَرَجَ مِنْهُ فَلَمَّا خَرَجَ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِيْ قُبُلِ الْكَعْبَةِ وَقَالَ هٰذِهِ الْقِبْلَةُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ عَنْهُ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ

(۶۳۸) روایت ہے ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کعبے شریف میں داخل ہوئے[۱] تو اس کے گوشوں میں دعا مانگی اور نماز نہ پڑھی[۲] حتی کہ وہاں سے تشریف لے آئے جب نکلے تو دو رکعتیں کعبے کے سامنے پڑھیں[۳] اور فرمایا یہ ہے قبلہ[۴] (بخاری) اور مسلم نے انہی سے روایت اسامہ بن زید نے روایت کی۔

(۶۳۸)[۱] یعنی فتح مکہ کے دن اولاً کعبہ شریف سے بت نکالے گئے' پھر اسے آب زمزم سے دھویا گیا' پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تشریف لے گئے۔ خیال رہے کہ کعبہ معظمہ اور مسجد حرام شریف تمام مسجدوں بلکہ عرش الٰہی سے بڑھ کر ہے (مرقاۃ) [۲] صحیح یہ ہے کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دن وہاں نماز پڑھی ہے۔ حضرت ابن عباس کو اس کی خبر نہیں ہوئی کیونکہ اس وقت آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نہ تھے۔ آگے حضرت بلال کی روایت آرہی ہے کہ آپ نے وہاں نماز پڑھی اور وہ اس وقت تک حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ تھے۔ ان کی خبر دیکھ کر ہے اور ان کی سنی ہوئی نیز اس روایت میں نماز کی نفی ہے اور وہاں ثبوت' اور تعارض کے وقت ترجیح ثبوت کو ہوتی ہے[۳] کیونکہ کعبہ کو منہ کر کے نہ ادھر پیٹھ کر کے اور نہ کروٹ لے کر[۴] یعنی تاقیامت کعبہ تمام مسلمانوں کا قبلہ ہو چکا کبھی منسوخ نہ ہوگا' اس میں لطیف اشارہ اس طرف بھی ہو رہا ہے کہ کعبہ کا ہر حصہ قبلہ ہے سارا کعبہ نمازی کے سامنے ہونا ضروری نہیں' کعبہ کے اندر نمازی بعض حصہ کی طرف پیٹھ کرتا ہے ورد بعض کی طرف منہ مگر نماز ہو جاتی ہے۔ خیال رہے کہ کعبہ وہاں کی فضا کا نام ہے جو زمین سے آسمان تک ہے نہ کہ دیواروں کا نام دیکھو پہاڑ پر یا تہہ خانہ کے اندر نماز پڑھنے کی صورت میں کعبہ کی دیوار نمازی کے سامنے نہ ہوگی مگر نماز درست ہوگی لہٰذا یہ حدیث حنفیوں کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ هُوَ وَاُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَّعُثْمَانُ ابْنُ طَلْحَةَ الْحَجَبِيُّ

(۶۳۹) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے (رضی اللہ عنہما) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسامہ ابن زید اور عثمان ابن طلحہ حجبی[۱] اور بلال ابن رباح کعبہ میں داخل ہوئے اور آپ پر

https://archive.org/details/@madni_library

وَ بَلَالُ بْنُ رَبَاحٍ فَاَغْلَقَهَا عَلَيْهِ وَ مَكَثَ فِيْهَا فَسَأَلْتُ بِلَالًا حِيْنَ خَرَجَ مَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ جَعَلَ عَمُوْدًا عَنْ يَسَارِهٖ وَعَمُوْدَيْنِ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَثَلٰثَةَ اَعْمِدَةٍ وَّرَآءَهٗ وَكَانَ الْبَيْتُ يَوْمَئِذٍ عَلٰى سِتَّةِ اَعْمِدَةٍ ثُمَّ صَلّٰى (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کعبہ بند کرلیا۲ اس میں کچھ ٹھہرے جب تشریف لائے تو میں نے بلال سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا تو فرمایا ایک ستون اپنے بائیں اور دوستون اپنے دائیں اور تین ستون اپنے پیچھے رکھے کعبہ اس دن چھ ستونوں پر تھا پھر نماز پڑھی۳ (مسلم بخاری)

(۶۳۹)۱؎ آپ عبدری قرشی حجی ہیں، قبیلہ بنی شیبہ سے ہیں، کعبہ شریف کے کلید بردار ہیں، فتح مکہ کے دن حضور نے انہیں کعبہ کی چابی دے کر فرمایا خذھا خالدة تالدة یعنی یہ چابی لو اب یہ ہمیشہ تمہارے پاس ہی رہے گی چنانچہ اب تک کعبہ کی چابی انہیں کی اولاد میں ہے اور انشاء اللہ تاقیامت رہے گی کہ نہ کبھی ان کی نسل ختم ہوگی اور نہ کوئی ظالم بادشاہ ان سے چھین سکے گا یزید اور حجاج جیسے ظالموں نے بھی اس چابی کو ہاتھ نہ لگایا، ۴۲ھ میں وفات پائی۔۲؎ حضرت بلال نے یا عثمان نے اندر سے کنڈی لگالی تاکہ لوگوں کا ہجوم نہ ہوجائے، اس لئے نہیں کہ بغیر کعبہ بند کئے اس میں نماز جائز نہ تھی جیسا کہ شوافع نے سمجھا۳؎ یعنی دروازہ کعبہ سے داخل ہوکر سامنے دیوار کے قریب پہنچے حتی کہ تین ستون پیٹھ کے پیچھے رہ گئے اور وہ دیوار قریب ہوگئی پھر نماز پڑھی، اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی، سیدنا بلال آنکھوں دیکھا واقعہ بتا رہے ہیں۔ یہ واقعہ فتح مکہ کے دن ہی کا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کعبہ میں ہر نماز جائز ہے فرض ہو یا نفل یہی حنفیوں کا مذہب ہے۔ امام مالک کے ہاں کعبہ میں نفل جائز ہیں فرض نہیں امام شافعی کے ہاں اگر دروازہ کعبہ کھلا ہو تو دروازہ کی طرف منہ کرکے نماز جائز نہیں مگر امام اعظم کا قول بہت قوی ہے اور یہ حدیث اس کی پوری تائید کرتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی اور کسی نماز و جگہ کی قید نہ لگائی کہ کعبہ میں فلاں نماز، فلاں حصہ میں نماز جائز نہیں۔ لطیفہ: مرقاۃ نے فرمایا عثمان ابن طلحہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ و ہجرت سے پہلے میں پیر اور جمعرات کو کعبہ کھولا کرتا تھا۔ ایک روز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میرے لئے آج کعبہ کھول دو میں نے آپ کی بڑی بے ادبی کی مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت بردباری سے فرمایا کہ اے عثمان! عنقریب وہ وقت آرہا ہے کہ تم یہ چابی میرے ہاتھ میں دیکھو گے جسے چاہوں دوں۔ میں بولا کہ اگر ایسا ہوا تو قریش ہلاک ہوجائیں گے اور کعبہ ذلیل ہوجائے گا، فرمایا نہیں رب کعبہ کی قسم، کعبہ کو اسی دن عزت ملے گی مگر مجھے یقین ہوگیا کہ ایسا ہوکر رہے گا کیونکہ اس زبان کی بات خالی نہیں جاتی حتی کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ قضاء کیلئے بیت اللہ شریف ذیقعدہ ۷ھ میں تشریف لائے اور میں نے آپ کی سج دھج دیکھی تو میرے قلب کا حال بدل گیا دل میں ایمان آگیا، موقع ڈھونڈا مگر خدمت میں حاضر نہ ہوسکا حتی کہ آپ مدینہ واپس ہوگئے مگر میرا یہ حال تھا شعر:

وہ دکھا کے شکل جو چل دیئے تو دل ان کے ساتھ رواں ہوا   نہ وہ دل ہے اور نہ وہ دلربا رہی زندگی سو وہ بار ہے

ایک روز دل بہت بے چین ہوا تو اندھیرے منہ مکہ سے بھاگا، راستہ میں خالد ابن ولید اور عمرو ابن عاص سے ملاقات ہوئی ان کا حال بھی میرا ہی سا تھا چنانچہ ہم تینوں مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور دست اقدس پر بیعت کرکے مسلمان ہوگئے پھر فتح مکہ کے دن جو کہ رمضان ۸ھ میں ہوا ہم تینوں حضور انور کے ساتھ ہی مکہ آئے تب مجھ سے حضور علیہ السلام نے چابی منگائی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ چابی مجھے دے دی جائے میں ڈر کی وجہ سے چابی مانگ نہ سکا مجھے وہ واقعہ یاد تھا اور میں سمجھتا تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

کے چچا کے مقابلے میں مجھ غیر کی کیا حیثیت ہے مگر کرم خسروانہ کے قربان' فرمایا: اے عباس! اگر تم اللہ اور رسول پر ایمان لائے ہو تو چابی مجھے دو چابی لے کر فرمایا عثمان کہاں ہیں' میں بولا حضور حاضر' فرمایا لو یہ چابی ہمیشہ تم میں رہے گی اس بنا پر یہ آیت اتری: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (۴:۵۸) بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں ان کے سپرد کرو (کنزالایمان) پھر زندگی بھر یہ چابی عثمان کے پاس رہی وفات کے وقت انہوں نے اپنے بھائی شیبہ ابن عثمان کو عطا کی۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةٌ فِىْ مَسْجِدِىْ هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِيْمَا سِوَاهُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۴۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری اس مسجد میں ایک نماز دوسری مسجدوں میں ہزار نمازوں سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے[۱] (مسلم بخاری)

(۶۴۰) یعنی مسجد نبوی کی ایک نماز سوائے کعبۃ اللہ کے باقی جہان کی مسجدوں کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد صرف وہی نہیں ہے جو حضور علیہ السلام کے زمانہ میں تھی بلکہ بعد میں جو اس میں زیادتیاں کی گئیں وہ سب حضور علیہ السلام کی مسجد ہی کہلائیں گی اور اس کے ہر حصہ میں نماز پنجگانہ کا یہی درجہ ہوگا اگرچہ اس حصہ میں جو زمانہ نبوی میں مسجد نہ تھا۔ خصوصاً جنت کی کیاری میں نماز افضل ہے نیز جس قدر روضہ اطہر سے قرب زیادہ ہوگا' اسی قدر ثواب زیادہ کیونکہ حضور علیہ السلام کے قرب ہی کی تو ساری بہار ہے' خیال رہے کہ مسجد نبوی کی نماز ثواب میں بیت اللہ شریف کی نماز سے اگرچہ کم ہو مگر درجہ اور تقرب میں وہاں کی نماز سے بڑی زیادہ ہے کیونکہ وہاں کعبہ سے قرب ہے اور یہاں ان سے قرب ہے جنہوں نے کعبہ کو قبلہ بنا دیا۔ اسی لئے فتح مکہ کے بعد بھی مہاجرین وانصار مدینہ ہی میں رہے اور یہیں کی نمازوں کو دل و جان سے قبول کیا' مرقاۃ نے فرمایا کہ صرف نماز کیلئے زیادتی نہیں بلکہ مدینہ کی ہر عبادت کا یہی حال ہے قاضی عیاض ملاعلی قاری شامی وغیرہم فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کا اندرونی حصہ جو جسم اطہر سے مس ہے وہ کعبہ معظمہ وعرش اعظم سے افضل ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِىِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى وَمَسْجِدِىْ هٰذَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۴۱) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین مسجدوں کے سوا کسی طرف کجاوے نہ باندھیں جائیں۔ ایک مسجد حرام' ایک مسجد اقصیٰ اور ایک میری یہ مسجد[۲] (مسلم بخاری)

(۶۴۱) یعنی سوا ان مسجدوں کے کسی اور مسجد کی طرف اس لئے سفر کر کے جانا کہ وہاں نماز کا ثواب زیادہ ہے' ممنوع ہے جیسے بعض لوگ جمعہ پڑھنے بدایوں سے دہلی جاتے تھے تاکہ وہاں کی جامع مسجد میں ثواب زیادہ ملے۔ یہ غلط ہے ہر جگہ کی مسجدیں ثواب میں برابر ہیں۔ اس توجیہ پر حدیث بالکل واضح ہے۔ وہابی حضرات نے اسی کے معنی یہ سمجھے کہ سوا ان تین مسجدوں کے کسی اور مسجد کی طرف سفر ہی حرام ہے۔ لہٰذا عرس' زیارت قبور وغیرہ کیلئے سفر حرام اگر یہ مطلب ہو تو پھر تجارت' علاج' دوستوں کی ملاقات' علم دین سیکھنے وغیرہ تمام کاموں کیلئے سفر حرام ہوں گے اور ریلوے کا محکمہ معطل ہو کر رہ جائے گا اور یہ حدیث قرآن کے خلاف ہی ہوگی اور دیگر احادیث کے بھی۔ رب فرماتا ہے: فَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ (۳:۱۳۷) تو زمین میں چل کر دیکھو کیسا انجام ہوا

https://archive.org/details/@madni_library

جھٹلانے والوں کا (کنزالایمان) مرقاۃ نے اسی جگہ اور شامی نے زیارت قبور میں فرمایا کہ چونکہ ان تین مساجد کے سوا تمام مسجدیں برابر ہیں اس لئے اور مسجدوں کی طرف سفر ممنوع ہے اور اولیاء اللہ کی قبریں فیوض و برکات میں مختلف ہیں لہٰذا زیارت قبور کیلئے سفر جائز کیا یہ جہلاء انبیاء کرام کی قبور کی طرف سفر بھی منع کریں گے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ بَيْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِیْ عَلٰى حَوْضِیْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۴۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان[1] جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے[2] اور میرا منبر میرے حوض پر ہے (مسلم بخاری)

(۶۴۲)[1] بعض روایات میں ہے کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان' بعض روایات میں ہے کہ میرے حجرے اور مصلے کے درمیان مگر سب کے معنی ایک ہی ہیں کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر حجرہ شریف اور قبر انور ایک ہی جگہ ہے اور مصلے یعنی محراب النبی اور منبر شریف بالکل متصل ہیں جیسا کہ زیارت کرنے والوں کو معلوم ہے[2] یعنی یہ جگہ پہلے جنت کا باغ تھی وہاں سے لائی گئی اللہ نے خلیل کو جنت کا سنگ اسود عطا فرمایا اور اپنے حبیب کیلئے جنت کا باغ بھیجا' یا یہ جگہ بعینہٖ کل جنت کا باغ ہو گی' یا جو یہاں آ گیا تو گویا جنت کے باغ میں داخل ہو گیا کہ آئندہ اس کی برکت سے جنت میں ضرور جائے گا یا یہ جگہ جنت کے باغ کے مقابل ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر اللہ کے حلقوں کو اور مومن کی قبر کو جنت کا باغ فرمایا ہے وہاں بھی بہت تو جیہیں ہیں[3] یہاں بھی وہی تو جیہیں ہیں کہ یہ جگہ پہلے میرے حوض پر تھی وہاں سے یہاں لائی گئی یا آئندہ کنارہ حوض پر ہو گی یا اب کنارہ حوض پر ہو گی یا اب کنارہ حوض کے مقابل ہے یا جسے اس کا بوسہ نصیب ہو جائے وہ گویا میرے حوض پر پہنچ گیا۔ خیال رہے کہ منبر سے مراد منبر کی جگہ ہے وہاں منبر کوئی سا بھی ہو نیز کعبہ کا سنگ اسود اور رکن ایمانی اور مدینہ پاک کی یہ جگہ اگرچہ جنت سے آئی ہے لیکن وہاں کا وہ رونق و حسن ختم کر دیا گیا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِیْ مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ مَّاشِيًا وَّرَاكِبًا وَّيُصَلِّیْ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۴۳) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قبا شریف میں[1] پیدل اور سوار تشریف لے جاتے اور اس میں دو رکعتیں پڑھتے تھے۔[2] (مسلم بخاری)

(۶۴۳)[1] قباء ایک بستی ہے' مدینہ منورہ سے تین میل دور' وہاں کی مسجد کا نام قباء ہے۔ اسی جگہ حضور علیہ السلام نے ہجرت کے دن مدینہ منورہ میں تشریف آوری سے پہلے قیام فرمایا اور یہی مسجد پہلے بنائی گئی۔ قرآن کریم نے اس مسجد کے بڑے فضائل بیان کئے ہیں۔ فقیر نے بارہا وہاں کی زیارت کی ہے[2] بعض روایات میں ہے کہ جو مدینہ پاک سے وضو کرکے مسجد قبا جائے وہاں دو نفل پڑھے تو عمرے کا ثواب پائے اب بھی حجاج وغیرہ ہفتہ کے دن یہ عمل کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی مسجدوں اور ان کے قیام گاہ متبرک ہیں ان کی زیارت ثواب' کیونکہ مسجد قباء انصار کی مسجد ہے اور وہ حضرات مقبولین بارگاہ تھے وہاں پیشانیاں رگڑنا اور سجدے کرنا قبولیت کا ذریعہ ہے۔ حضور خواجہ اجمیر قدس سرہ نے لاہور آ کر حضرت داتا صاحب کی پائنتی چلہ کیا وہ اسی حدیث سے ماخوذ تھا ڈاکٹر اقبال نے کیا

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

خوب فرمایا:

سید ہجویر مخدوم امم   مرقد او پیر سنجر را حرم

خیال رہے کہ جہاں بزرگوں کے قدم پڑ جائیں وہ جگہ تا قیامت متبرک ہو جاتی ہے۔ اب قباء میں انصار نہیں لیکن اس کی شرافت وہی ہے شعر:

بگفتا من گل ناچیز بودم   ولیکن مدتے با گل نشستم

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ مَسٰجِدُهَا وَاَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ اَسْوَاقُهَا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۶۴۴) روایت حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آبادیوں میں رب کو پیاری جگہ مسجدیں ہیں اور بدترین جگہ وہاں کے بازار ہیں!(مسلم)

(۶۴۴)! کیونکہ مسجدوں میں اکثر ذکر اللہ کیلئے حاضری ہوتی ہے اور بازاروں میں اکثر جھوٹ فریب غیبت وغیرہ اگرچہ کبھی مسجدوں میں بھی جوتی چور اور بازاروں میں بھی اولیاء اللہ چلے جاتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا گیا کہ تم ان لوگوں میں سے ہونا کہ جن کا جسم بازار میں اور دل مسجد میں ہے ان میں سے نہ ہو جن کا جسم مسجد میں اور دل بازار میں ہو۔ خیال رہے کہ یہاں شہروں سے مراد عام شہر ہیں۔ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ ان سے علیحدہ ہیں۔ وہاں کے تو گلی کوچے بازار وغیرہ سب خدا کو پیارے' رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ (۹۵'۳) اور اس امان والے شہر کی (کنزالایمان) اور فرماتا ہے لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ (۹۰'۱) مجھے اس شہر کی قسم (کنزالایمان) کیوں نہ ہو کہ یہ محبوب کی نگریاں ہیں شعر:

کھائی قرآن نے خاک گزر کی قسم   اس کف پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِدًا بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۴۵) روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ کیلئے مسجد بنائے گا اللہ اس کیلئے جنت میں گھر بنائے گا (مسلم بخاری)

(۶۴۵)! یعنی مسجد بنانے والے کیلئے جنت میں ایسا گھر بنایا جائے گا جو وہاں دوسرے مکانوں سے ایسا افضل ہو گا جیسے مسجد دنیا کے دوسرے گھروں سے ورنہ جنت کے گھروں کو یہاں کی عمارات سے کیا نسبت' خیال رہے کہ پوری مسجد بنانا اور تعمیر مسجد میں چندہ دینا دونوں کیلئے یہی بشارت ہے بشرطیکہ ریاء کیلئے نہ ہو اللہ کیلئے ہو اسی لئے علماء مسجد پر اپنا نام لکھنے کو منع کرتے ہیں کہ اس میں ریاء کا شائبہ ہے ہاں اگر طلب دعا کیلئے ہو تو حرج نہیں (مرقاۃ) اسی حدیث کی بنا پر صحابہ کرام اور اسلامی بادشاہوں نے اپنی یادگاروں میں مسجدیں چھوڑیں' مسجد بڑی ہو یا چھوٹی' کچی ہو یا پکی ثواب بقدر اخلاص ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسْجِدِ اَوْرَاحَ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهٗ نُزُلَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا اَوْرَاحَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۴۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص صبح یا شام مسجد کو جائے جب کبھی صبح یا شام جائے گا اللہ اس کیلئے جنت کی مہمانی کا سامان بنائے گا! (مسلم بخاری)

https://archive.org/details/@madni_library

(۶۴۶) صبح شام سے مراد ہمیشگی ہے یعنی جو ہمیشہ نماز کیلئے مسجد میں جانے کا عادی ہوگا اسے ہمیشہ جنتی رزق ملے گا۔ نزل اس کھانے کو کہتے ہیں جو مہمان کی خاطر پکایا جائے چونکہ وہ پرتکلف ہوتا ہے اور میزبان کی شان کے لائق' اس لئے جنتی کھانے کو نزل فرمایا گیا ورنہ جنتی لوگ وہاں مہمان نہ ہوں گے مالک ہوں گے۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَعْظَمُ النَّاسِ اَجْرًا فِی الصَّلٰوةِ اَبْعَدُهُمْ فَاَبْعَدُهُمْ مَمْشًی وَّالَّذِیْ یَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ حَتّٰی یُصَلِّیَهَا مَعَ الْاِمَامِ اَعْظَمُ اَجْرًا مِنَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ ثُمَّ یَنَامُ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۶۴۷) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں نماز کا ثواب پانے والا وہ ہے جس کا راستہ دراز ہو پھر وہ جس کا راستہ دراز ہوا اور جو نماز کا انتظار کرے حتیٰ کہ امام کے ساتھ پڑھے اس کا ثواب اس سے زیادہ ہے جو نماز پڑھے پھر سو جائے۲ (مسلم بخاری)

(۶۴۷) ۱یعنی جس کا گھر اپنی مسجد سے دور ہو پھر وہ مسجد میں جماعت سے نماز پڑھا کرے اسے بقدر قدم ثواب ملے گا۔ یہ مطلب نہیں کہ محلے کی مسجد چھوڑ کر خواہ مخواہ دور کی مسجد میں پہنچا کرے ہاں اگر محلے کی مسجد کا امام بدعقیدہ ہے تو اور جگہ جا سکتا ہے۲ خواہ اکیلے نماز پڑھ کر خواہ دوسرے امام کے پیچھے جماعت سے پڑھ کر کیونکہ جماعت اول کا زیادہ ثواب ہے اور جماعت اول وہی ہے جو امام مسجد کے ساتھ پڑھی جائے ہاں اگر وہ امام وقت مکروہ میں نماز پڑھتا ہے تو اکیلا ہی پڑھ لے جیسا کہ گزشتہ احادیث میں گزر چکا۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ خَلَتِ الْبِقَاعُ حَوْلَ الْمَسْجِدِ فَاَرَادَ بَنُوْ سَلِمَةَ اَنْ یَّنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ بَلَغَنِیْ اَنَّكُمْ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَنْتَقِلُوْا قُرْبَ الْمَسْجِدِ قَالُوْا نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ اَرَدْنَا ذٰلِكَ فَقَالَ یَا بَنِیْ سَلِمَةَ دِیَارَكُمْ تُكْتَبُ اٰثَارُكُمْ دِیَارَكُمْ تُكْتَبُ اٰثَارُكُمْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۶۴۸) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں مسجد کے اردگرد کچھ مکانات خالی ہوئے تو بنوسلمہ نے چاہا۱ کہ مسجد کے قریب آن بسیں۲ یہ خبر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے ان سے فرمایا مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم مسجد کے قریب آنا بسنا چاہتے ہو وہ بولے ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے یہ ارادہ تو کیا ہے فرمایا اے بنوسلمہ! اپنے گھروں ہی میں رہو۔ تمہارے نقش قدم لکھے جارہے ہیں اپنے گھروں ہی میں ہو تمہارے نقش قدم لکھے جارہے ہیں۳ (مسلم)

(۶۴۸) ۱یہ انصار کا ایک قبیلہ ہے جن کے گھر مسجد نبوی شریف سے بہت دور تھے۲ یعنی ان لوگوں نے یہ کوشش نہ کی کہ اپنے محلے میں الگ مسجد بنالیں بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز کیلئے اپنے گھر چھوڑ دینا اور محلّہ خالی کر دینا گوارا کر لیا ۳ تمہارے نامہ اعمال میں ثواب کیلئے کیونکہ مسجد کی طرف ہر قدم عبادت ہے یا تمہاری اس مشقت کا تذکرہ حدیث کی کتب میں اور علماء کی تصانیف میں لکھا جائے گا واعظین اس پر وعظ کیا کریں گے جو تمہارے واقعے سن کر دور سے مسجد میں آیا کریں گے ان سب کا ثواب تمہیں ملا کرے گا۔ خیال رہے کہ گھر کا مسجد سے دور ہونا متقی کیلئے باعث ثواب ہے کہ وہ دور سے جماعت کیلئے آئے گا مگر غافلوں کیلئے ثواب سے محرومی کہ وہ دوری کی وجہ سے گھر میں ہی پڑھ لیا کریں گے لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ منحوس وہ گھر ہے جس میں اذان کی آواز نہ آئے' یعنی غافلوں کیلئے دوری گھر نحوست ہے۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةٌ يُّظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اِمَامٌ عَادِلٌ وَّشَابٌّ نَشَاَءَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ اِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتّٰى يَعُوْدَ اِلَيْهِ وَرَجُلَيْنِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَهَا حَتّٰى لَاتَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَاتُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۴۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات شخص وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سایہ میں رکھے گا۱ جب اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہو گا عادل بادشاہ۲ وہ جوان جو اللہ کی عبادت میں جوانی گزارے۳ وہ دو شخص جس کا دل جب سے کہ وہ مسجد سے نکلے مسجد میں لگا رہے حتیٰ کہ مسجد میں لوٹ آئے۴ وہ شخص جو اللہ کیلئے محبت کریں جمع ہوں تو اسی محبت پر اور جدا ہوں تو اسی پر۵ اور وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے تو اس کی آنکھیں بہیں۶ اور وہ شخص جسے خاندانی حسین عورت بلائے وہ کہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں۷ اور وہ شخص جو چھپ کر خیرات کرے حتیٰ کہ اس کا بایاں ہاتھ نہ جانے کہ داہنا ہاتھ کیا دے رہا ہے۸ (مسلم بخاری)

(۶۴۹) ۱ یعنی اپنی رحمت کے سایہ میں یا عرش اعظم کے سایہ میں تا کہ قیامت کی دھوپ سے محفوظ رہے ۲ یعنی وہ مومن بادشاہ اور حکام جو رعایا میں انصاف کرتے ہیں کیونکہ دنیا ان کے سایہ میں رہتی تھی لہذا یہ قیامت میں ربّ تعالیٰ کے سایہ میں رہے گا۔ یہ ان تمام سے افضل ہے اس لئے اس کا ذکر سب سے پہلے ہوا' عادل حکام بھی اس بشارت میں داخل ہیں ۳ یعنی جوانی میں گناہوں سے بچے اور رب کو یاد رکھے چونکہ جوانی میں اعضاء قوی اور نفس گناہوں کی طرف مائل ہوتا ہے اس لئے اس زمانہ کی عبادت بڑھاپے کی عبادت سے افضل ہے۔

درجوانی توبہ کردن سنت پیغمبری است | وقت پیری گرگ ظالم میشود پرہیز گار

۴ صوفیاء فرماتے ہیں کہ مومن مسجد میں ایسا ہوتا ہے جیسے مچھلی پانی میں اور منافق ایسا جیسے چڑیا پنجرے میں اسی لئے نماز کے بعد بلاوجہ فوراً مسجد سے بھاگ جانا اچھا نہیں خدا توفیق دے تو مسجد میں پہلے آؤ اور بعد میں جاؤ اور جب باہر رہو تو کان اذان کی طرف لگے رہیں کہ کب اذان ہو اور مسجد کو جائیں ۵ کہ جس کی محبت سے ربّ راضی ہو اس سے محبت کریں اور جس کی نفرت سے ربّ راضی ہو اس سے نفرت کریں بے دین اور بدعمل اولاد سے نفرت' متقی' اجنبی سے محبت عبادت ہے شعر:

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد | فدائے یک تن بیگانہ کاشنا باشد

یونہی گہرے دوست کی بدعقیدگی پر واقف ہو کر اس سے الگ ہو جانا اور جانی دشمن کے تقویٰ پر خبردار ہو کر اس کا دوست بن جانا بہترین عمل ہے ۶ یعنی خوف خدا یا عشق جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں روئے تنہائی کی قید اس لئے لگائی کہ سب کے سامنے رونے میں ریاء کا اندیشہ ہے ۷ یعنی خود ایسی عورت اس سے بدفعلی کی خواہش کرے اور یہ اس نازک موقع پر محض خوف خدا سے بچ جائے یہ بہت مشکل ہے۔ اسی لئے ربّ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے اس فعل شریف کی تعریف قرآن میں فرمائی۔ اللہ نصیب کرے۔ خیال رہے کہ ایسے نازک موقع پر عورت سے یہ کہہ دینا بہانہ نہیں تبلیغ ہے یعنی میں ربّ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں تو بھی ڈر ۸ یہاں صدقہ نفلی مراد ہے صدقہ فرض اور

https://archive.org/details/@madni_library

چندے کے موقع پر صدقہ نفل علانیہ دینا مستحب ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ (۲۷۱:۲)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلٰى صَلٰوتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ وَفِيْ سُوْقِهٖ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ ضِعْفًا وَّ ذٰلِكَ اَنَّهٗ اِذَا تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً اِلَّا رُفِعَتْ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ وَّحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ فَاِذَا صَلّٰى لَمْ تَزَلِ الْمَلٰئِكَةُ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ مَادَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا يَزَالُ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلٰوةٍ مَّا انْتَظَرَ الصَّلٰوةَ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهٗ وَزَادَ فِيْ دُعَاءِ الْمَلَائِكَةِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ مَالَمْ يُؤْذِ فِيْهِ مَالَمْ يُحْدِثْ فِيْهِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۵۰) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مرد کی باجماعت نماز اس کے گھر یا بازار کی نماز پر پچیس گنا زیادہ ثواب رکھتی ہے۱ اور یہ اس لئے ہے کہ جب وہ وضو کرے تو اچھی طرح کرے پھر مسجد کی طرف چلے۲ بجز نماز اور کوئی چیز اسے نہ لے جائے جو قدم بھی ڈالے گا اس پر اس کا ایک درجہ بلند ہوگا اور ایک گناہ معاف ہوگا۳ پھر جب نماز پڑھے گا تو جب تک اپنی نماز کی جگہ میں رہے گا ملائکہ اسے دعائیں دیتے رہیں گے یا اللہ اسے بخش دے خدایا اس پر رحم کر۴ اور جب تک تم میں کا کوئی نماز کا انتظار کرتا ہے نماز ہی میں رہتا ہے ایک روایت میں ہے کہ فرمایا جب مسجد میں گھستا ہے نماز ہی اس کو روکتی ہے۵ اور فرشتوں کی دعا میں یہ زیادتی ہے الٰہی اسے بخش دے۔ الٰہی اس کی توبہ قبول فرما جب تک کہ وہاں وہ ایذا نہ دے اور وضو نہ توڑے۶ (مسلم بخاری)

(۶۵۰)۱ یہاں بازار سے مراد دکان ہے نہ کہ بازار کی مسجد، بعض مسجدوں میں ۲۵ کا ثواب ہے، بعض میں ۲۷ کا بعض میں ۵۰۰ کا، جیسی مسجد ہو جیسی جماعت جیسا امام ویسا ثواب لہذا احادیث میں تعارض نہیں جو کوئی اپنے گھر میں جماعت کرالے وہ بھی مسجد کے ثواب سے محروم ہے۲ معلوم ہوا کہ گھر سے وضو کر کے مسجد کو جانا ثواب ہے کیونکہ یہ چلنا عبادت ہے اور عبادت باوضو افضل، بعض لوگ بیمار پرسی کرنے باوضو جاتے ہیں۳ یہ گناہگاروں کیلئے ہے نیک کاروں کیلئے ہر قدم پر دو نیکیاں اور دو درجے بلند کیونکہ جس چیز سے گناہگاروں کے گناہ معاف ہوتے ہیں اس سے بے گناہوں کے درجے بڑھتے ہیں۴ غالبًا یہاں صلوٰۃ سے مراد اخروی رحمت ہے اور رحم سے مراد دنیوی رحمت یا صلوٰۃ سے مراد خاص رحمت ہے اور رحم سے مراد عام رحمت اور بہت سی توجیہیں ہوسکتی ہیں۵ یعنی انتظار نماز کے سوا اور کسی وجہ سے مسجد میں نہیں بیٹھتا گویا نماز ہی میں رہتا ہے اسی لئے اس وقت انگلیوں کی تشبیک منع ہے۶ یعنی فرشتوں کی یہ دعائیں اس وقت تک ملیں گی جب تک وہ کسی نمازی کو ستائے نہیں اور وہاں ریح نہ نکالے خیال رہے کہ غیر معتکف کو مسجد میں ریح نکالنا منع ہے معتکف چونکہ مسجد ہی میں رہتا ہے اس لئے اسے معافی ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ اُسَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۶۵۱) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو کہہ دے الٰہی میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب نکلے تو کہہ دے خدایا میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں۱ (مسلم)

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(۶۵۱)۱؎ ابوداؤد وغیرہ کی روایت میں ہے کہ مسجد میں قدم رکھتے وقت یہ کہے بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ پھر یہ دعا پڑھ لے۔ خیال رہے کہ مسلمان مسجد میں صرف عبادت کیلئے آتا ہے اور اکثر طلب روزی کیلئے مسجد سے نکلتا ہے لہٰذا آتے وقت رحمت اور جاتے وقت فضل مانگنا بہتر ہے (مرقاۃ وغیرہ)

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یَّجْلِسَ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۶۵۲) روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لے۱؎ (مسلم بخاری)

(۶۵۲)۱؎ یہ نفل تحیۃ المسجد ہیں جو مسجد میں داخلے کے وقت پڑھے جاتے ہیں جبکہ وقت کراہت نہ ہو لہٰذا فجر اور مغرب کے سوا باقی نمازوں میں یہ نفل پڑھنا مستحب ہے، خیال رہے کہ یہ حکم عام مسجدوں کیلئے ہے۔ مسجد حرام کیلئے بجائے ان نوافل کے طواف بہتر ہے اور یہ حکم غیر خطیب کیلئے ہے۔ خطیب جمعہ کے دن مسجد میں آتے ہی خطبہ پڑھے گا۔

وَعَنْ کَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ اِلَّا نَهَارًا فِی الضُّحٰی فَاِذَا قَدِمَ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰی فِیْهِ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِیْهِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۶۵۳) روایت ہے حضرت کعب ابن مالک سے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی سفر سے واپس ہوتے تو دن میں چاشت کے وقت ہی تشریف لاتے پھر جب آتے تو مسجد سے ابتداء کرتے وہاں دو رکعتیں پڑھتے پھر وہاں ہی کچھ دیر بیٹھتے۱؎ (مسلم بخاری)

(۶۵۳) اس حدیث سے تین مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ سفر سے گھر کو واپس دن میں آنا چاہئے مگر یہ اس زمانہ کیلئے تھا جبکہ مسافر اپنی آمد کی اطلاع پہلے سے نہیں دے سکتا تھا اب چونکہ تار و خط کے ذریعہ اطلاع پہلے دی جاسکتی ہے اس لئے رات میں آنے میں کوئی حرج نہیں۔ گھر والے اس کے منتظر اور اس کیلئے تیار رہیں گے دوسرے یہ کہ گھر پہنچ کر پہلے مسجد میں آئے اور وہاں نفل قدوم پڑھے اگر وقت کراہت نہ ہو ورنہ وہاں صرف کچھ بیٹھ لے، تیسرے یہ کہ گھر میں آنے سے پہلے مسجد میں کچھ بیٹھے اور لوگوں سے وہاں ہی ملاقات کرلے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ رَجُلًا یَنْشُدُ ضَآلَّةً فِی الْمَسْجِدِ فَلْیَقُلْ لَارَدَّهَا اللّٰهُ عَلَیْكَ فَاِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۶۵۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص کسی کو مسجد میں گمی چیز ڈھونڈتے سنے۱؎ تو کہہ دے خدا تجھے وہ چیز واپس نہ دے کہ مسجدیں اس لئے نہیں بنی ہیں۲؎ (مسلم)

(۶۵۴)۱؎ چیخ کر شور مچا کر جس سے نمازیوں کی نمازوں میں خلل واقع ہو کیونکہ خاموشی سے گمشدہ چیز مسجد میں ڈھونڈ لینا ممنوع نہیں جیسا کہ منشاء حدیث سے ظاہر ہے۲؎ یعنی مسجدیں دنیاوی باتیں کرنے، شور مچانے کیلئے نہیں بنیں، یہ تو نماز اور اللہ کے ذکر کیلئے بنی ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ شور مچانے والے کو سنا کر کہے تاکہ وہ اس سے باز آجائے اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں بھیک مانگنا دیگر قسم کی دنیاوی باتیں کرنا منع ہے بلکہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ مسجد کے بھکاری کو خیرات نہ دو کہ یہ گناہ پر مدد ہے حضرت علی مرتضٰی نے جو نماز کی حالت میں سائل کو انگوٹھی خیرات کی وہ سائل غالبًا مسجد سے باہر ہوگا یا آپ مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ نماز پڑھ رہے ہوں گے۔ خیال رہے کہ نکاح، دینی وعظ، نعت خوانی، قاضی اسلام کے فیصلے یہ سب چیزیں دینی ہیں لہٰذا مسجد میں جائز ہیں۔ ان کے متعلق احادیث وارد ہیں البتہ

https://archive.org/details/@madni_library

جماعت کے وقت جب پہلی جماعت ہورہی ہو یہ کام نہ کئے جائیں تاکہ نماز میں حرج نہ ہو بعد میں کئے جائیں۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُنْتِنَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَاَذّٰى مِمَّا يَتَاَذّٰى مِنْهُ الْاِنْسُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۵۵) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اس بدبودار درخت سے کچھ کھائے تو ہماری مسجد کے قریب نہ آئے[۱] کیونکہ فرشتے بھی اس سے ایذا پاتے ہیں جس سے انسان ایذا پاتے ہیں[۲] (مسلم بخاری)

(۶۵۵)[۱] یعنی جو کچی پیاز یا کچا لہسن کھائے تو جب تک منہ سے بو آتی ہو تب تک کسی مسجد میں نہ آئے لہٰذا حقہ پی کر کچی مولی یا گندنا کھا کر بھی نہ آئے‘ نیز جس کے کپڑوں یا منہ سے بدبو ظاہر ہو مسجد میں نہ آئے گندا دہن کا حکم بھی یہی ہے‘ خیال رہے کہ تمام دنیا کی مسجدیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں لہٰذا مَسْجِدَنَا یعنی ہماری مسجد فرمانا درست ہے اس سے صرف مسجد نبوی مراد نہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے بعض روایات میں بجائے مَسْجِدَنَا کے اَلْمَسَاجِدَ ہے[۲] یعنی اگر مسجد انسانوں سے خالی بھی ہو تب بھی وہاں بدبو لے کر نہ جائے کہ وہاں رحمت کے فرشتے ہر وقت رہتے ہیں اس کی بدبو سے ایذا پائیں گے‘ خیال رہے کہ مسجد کے فرشتے رحمت کے فرشتے ہیں ان کی طبیعت نازک اور ان کا احترام زیادہ ہے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتے تو ہر انسان کے ساتھ ہر وقت رہتے ہیں تو چاہیئے کہ کبھی یہ چیزیں نہ کھائے کیونکہ اللہ تعالٰی نے ساتھی فرشتوں کی طبیعت اور قسم کی بنائی ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے کسی مجمع میں بدبودار منہ یا کپڑے لے کر نہ جائے تاکہ لوگوں کو ایذا نہ پہنچے۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيْئَةٌ وَّكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۵۶) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اس کا کفارہ اسے دفن کردینا ہے (مسلم بخاری)

(۶۵۶)[۱] اس سے معلوم ہوا کہ مسجد کے پکے فرش اور وہاں کی چٹائیوں مصلوں پر ہرگز نہ تھوکے کیونکہ وہاں اسے دفن نہ کرسکے گا‘ یہ ان مسجدوں کیلئے حکم تھا جہاں کے فرش کچے تھے اور وہ بھی سخت ضرورت کے موقع پر جبکہ نماز میں کھنکار آجائے اور باہر جانے کا موقع نہ ہو‘ بلاوجہ وہاں تھوکنا منع اور اہانت کیلئے وہاں تھوکنا کفر ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ اَعْمَالُ اُمَّتِيْ حَسَنُهَا وَسَيِّئُهَا فَوَجَدْتُّ فِيْ مَحَاسِنِ اَعْمَالِهَا الْاَذٰى يُمَاطُ عَنِ الطَّرِيْقِ وَوَجَدْتُّ فِيْ مَسَاوِيْ اَعْمَالِهَا النُّخَاعَةِ تَكُوْنُ فِي الْمَسْجِدِ لَا تُدْفَنُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۶۵۷) روایت ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر میری امت کے اچھے برے اعمال پیش کئے گئے[۱] تو میں نے ان کے اچھے اعمال سے تکلیف دہ چیز کا راستہ سے دور کردینا پایا اور ان کے برے اعمال میں سے اس تھوک کو پایا جو مسجد میں ہو کہ دفن نہ کیا گیا[۲] (مسلم)

(۶۵۷)[۱] یعنی تاقیامت میرا جو امتی جو اچھا برا عمل کرے گا مجھے سب دکھا دیئے گئے اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر امتی اور اس کے ہر عمل سے خبردار ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہیں اندھیرے‘ اجالے کھلی چھپی‘ موجود و معدوم ہر چیز کو دیکھ لیتی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ہیں جس کی آنکھ میں مازاغ کا سرمہ ہو اس کی نگاہ ہمارے خواب وخیال سے زیادہ تیز ہے ہم خواب وخیال میں ہر چیز کو دیکھ لیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نگاہ سے ہر چیز کا مشاہدہ کر لیتے ہیں۔صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہاں اعمال میں دل کے اعمال بھی داخل ہیں لہذا حضور علیہ السلام ہمارے دلوں کی ہر کیفیت سے خبردار ہیں اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق جلد اول میں دیکھو۔مساوی سوء کی جمع ہے' بمعنی برائی جیسے مساعی سعی کی جمع' اس کی ی ہمزہ کے عوض ہے راستہ سے مسلمانوں کا راستہ مراد ہے یعنی جس راستہ سے مسلمان گزرتے یا گزر سکتے ہوں وہاں سے کانٹا' اینٹ' پتھر دور کر دینا ثواب ہے۔ جانوروں جنات حربی کفار کا راستہ مراد نہیں' ان کافروں کے راستے میں کانٹے بارود بچھانا ان کے پل توڑنا ڈائنا میٹ لگا کر راستے اڑا دینا سب کچھ عبادت ہے' کیونکہ جہاد میں یہ سب کچھ ہوتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَلَا یَبْصُقْ اَمَامَهٗ فَاِنَّمَا یُنَاجِی اللّٰهَ مَادَامَ فِیْ مُصَلَّاهُ وَلَا عَنْ یَّمِیْنِهٖ فَاِنَّ عَنْ یَّمِیْنِهٖ مَلَكًا وَّلْیَبْصُقْ عَنْ یَّسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمَیْهِ فَیَدْفِنُهَا وَفِیْ رِوَایَةِ اَبِیْ سَعِیْدٍ تَحْتَ قَدَمِهِ الْیُسْرٰی (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۶۵۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی نماز کو کھڑا ہو تو اپنے سامنے نہ تھوکے کہ وہ جب تک نماز میں ہے اللہ سے گفتگو کر رہا ہے اور نہ داہنی طرف تھوکے کہ اس طرف فرشتہ ہے اپنی بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوکے پھر اسے دفن کردے اور ابوسعید کی روایت ہے کہ اپنے بائیں قدم کے نیچے تھوکے۱(مسلم بخاری)

(۶۵۸)۱اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ایک یہ کہ رحمت الٰہی نمازی پر خصوصیت سے سامنے آتی ہے دوسرے یہ کہ نماز میں ضرورۃً داہنے بائیں منہ پھیر سکتا ہے کیونکہ اس تھوکنے کیلئے منہ پھیرنے کی اجازت دی گئی۔ تیسرے یہ کہ داہنے ہاتھ کا فرشتہ یعنی نیکیاں لکھنے والا بائیں ہاتھ کے فرشتے سے افضل ہے۔مرقاۃ نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ والا حاکم ہے بائیں والا محکوم' داہنے والا رحمت کا فرشتہ ہے بایاں غضب کا چوتھے یہ کہ بڑوں کا ادب بھی بڑا ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ مَرَضِهِ الَّذِیْ لَمْ یَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللّٰهُ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِهِمْ مَسَاجِدَ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۶۵۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں جس سے اٹھے نہیں۱فرمایا کہ یہود ونصاریٰ پر خدا لعنت کرے انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۲(مسلم بخاری)

(۶۵۹)۱یعنی مرض وفات شریف میں لہذا یہ حدیث محکم ہے منسوخ نہ ہوئی۲اس طرح کہ ان کی قبروں کی طرف سجدہ کرنے لگے بلکہ بعض انہی قبروں کو پوجنے لگے' یہ دونوں فعل شرک ہیں یا ان کی قبروں کو مسمار کر کے فرش مسجد میں داخل کرلیا' اور اس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے یہ بھی حرام ہے کہ اس میں قبر کی توہین ہے۔خیال رہے کہ بزرگوں کے آستانوں کے برابر مسجد بنانا اور برکت کیلئے وہاں نمازیں پڑھنا' قرآن شریف اور بہت احادیث سے ثابت ہے سورہ کہف میں ہے: لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْهِمْ مَّسْجِدًا (۲۱/۱۸) قسم ہے کہ ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے (کنزالایمان) یعنی مسلمانوں نے کہا کہ ہم اصحاب کہف کے غار پر مسجد بنائیں گے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور اور اکثر صحابہ کے مزارات کے پاس مسجدیں ہیں یہ خود صحابہ یا صالحین نے بنائیں' اب مزارات اولیاء اللہ کے پاس عامۃ المسلمین مسجدیں بناتے ہیں' مقبولوں کے قرب میں نماز زیادہ قبول ہوتی ہے۔مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار ہے حضور انور

https://archive.org/details/@madni_library

کے قرب کی وجہ سے ربّ تعالیٰ نے گناہ گاروں اسرائیلیوں سے فرمایا تھا: وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ (۲:۵۸) یعنی بیت المقدس کے دروازے میں سجدہ کرتے گھسو اور وہاں جاکر توبہ کرو قبور انبیاء کی برکت سے توبہ قبول ہوگی' زکریا علیہ السلام کا واقعہ بیان فرماتا ہے هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ (۳:۳۸) یہاں پکارا زکریا اپنے رب کو (کنزالایمان) وہاں بی بی مریم کے پاس کھڑے ہوکر زکریا علیہ السلام نے بیٹے کی دعا مانگی' ان آیات سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے قرب میں توبہ اور دعا بہت قبول ہوتی ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ قبر پر کھڑے ہوکر نماز پڑھنا منع ہے لیکن اگر قبر پر ڈاٹ لگا کر اوپر فرش بنایا جائے تو وہاں بلاکراہت جائز ہے چنانچہ کعبۃ اللہ کے مطاف میں ۷۰ نبیوں کے مزارات ہیں جن پر طواف و نماز ہوتے ہیں نیز کعبہ کے پرنالے کے نیچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مزار شریف ہے جہاں دن رات نمازیں پڑھی جاتی ہیں وہاں یہی وجہ ہے (مرقاۃ واشعۃ)

وَعَنْ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلَاوَ اِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ وَصَالِحِيْهِمْ مَسَاجِدَ اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اِنِّيْ اَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۶۶۰) روایت ہے حضرت جندب سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ خبردار رہو تم سے اگلے لوگ اپنے نبیوں اور نیکوں کی قبروں کو سجدے گاہ بنا لیتے تھے خبردار تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں اس سے تمہیں منع کرتا ہوں ۱؎ (مسلم)

(۶۶۰) ۱؎ شیخ نے لمعات میں فرمایا کہ اگر قبر مٹ بھی گئی ہو مگر مشہور ہو کہ یہاں قبر تھی وہاں بھی نماز نہ پڑھے لیکن بزرگ کی قبر کے پاس نماز پڑھنا تاکہ اس کی روح سے مدد لے کر نماز کو زیادہ قابل قبول بنائے بہت ہی بہتر ہے (لمعات)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوْا فِيْ بُيُوْتِكُمْ مِّنْ صَلٰوتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۶۶۱) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنی کچھ نمازیں اپنے گھروں کیلئے مقرر کرو ۱؎ اور گھروں کو قبرستان نہ بناؤ ۲؎ (مسلم بخاری)

(۶۶۱) ۱؎ اس طرح کہ فرض مسجد میں پڑھو اور سنت و نفل گھر میں آکر یا نماز پنجگانہ مسجد میں پڑھو اور نماز تہجد چاشت وغیرہ گھر میں تاکہ نماز کا نور گھروں میں رہے اور عورتوں و بچوں کو تمہیں دیکھ کر نماز کا شوق ہو نیز گھر کی نماز میں ریاء کم ہوتی ہے ۲؎ یعنی قبرستان کی طرح انہیں نماز سے خالی مت رکھو یا گھروں میں مردے دفن نہ کرو۔ خیال رہے کہ گھر میں دفن ہونا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کو یہ شرف نصیب ہوا' دوسروں کو شہر سے باہر قبرستان ہی میں دفن کرنا چاہئے بعض لوگ اپنی تعمیر شدہ مسجد یا مدرسے میں اپنی قبر کی جگہ رکھتے ہیں اور وہیں دفن کئے جاتے ہیں وہ اس حدیث کی زد میں نہیں آتے کیونکہ اس سے وہ جگہ قبرستان نہیں بن جاتی قبوراً میں اسی طرف اشارہ ہے نہ ان کی قبر کھود کر لاش نکالنا جائز کہ بعد دفن میت نکالنا جائز نہیں اِلَّا لِحَقِّ اٰدَمِیٍّ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

(۶۶۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورب وپچھم کے درمیان قبلہ ہے۱ (ترمذی)

(۶۶۲)۱یہ حدیث مدینہ والوں کیلئے ہے کیونکہ وہاں کعبہ جانب جنوب ہے ہمارے ہاں قبلہ جانب مغرب ہے۔ اس سے اشارۃً یہ معلوم ہوا کہ اگر نمازی کا منہ ۴۵ ڈگری سے کم کعبہ سے پھر جائے نماز ہو جائے گی کیونکہ اس حال میں وہ مشرق ومغرب کے مابین رہے گا۔

وَعَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ خَرَجْنَا وَفْدًا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْنَاهُ وَصَلَّيْنَا مَعَهٗ وَاَخْبَرْنَاهُ اَنَّ بِاَرْضِنَا بِيْعَةً لَنَا فَاسْتَوْهَبْنَاهُ مِنْ فَضْلِ طُهُوْرِهٖ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ وَتَمَضْمَضَ ثُمَّ صَبَّهٗ لَنَا فِيْ اِدَاوَةٍ وَاَمَرَنَا فَقَالَ اخْرُجُوْا فَاِذَا اَتَيْتُمْ اَرْضَكُمْ فَاكْسِرُوْا بِيْعَتَكُمْ وَانْضَحُوْا مَكَانَهَا بِهٰذَا الْمَاءِ وَاتَّخِذُوْهَا مَسْجِدًا قُلْنَا اِنَّ الْبَلَدَ بَعِيْدٌ وَالْحَرَّ شَدِيْدٌ وَالْمَاءَ يُنْشَفُ فَقَالَ مُدُّوْهُ مِنَ الْمَاءِ فَاِنَّهٗ لَا يَزِيْدُهٗ اِلَّا طِيْبًا (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

(۶۶۳) روایت ہے حضرت طلق ابن علی سے فرماتے ہیں کہ ہم وفد کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۱ تو ہم نے آپ کی بیعت کی اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی۲ اور ہم نے آپ کو خبر دی کہ ہماری زمین میں ہمارا گرجا ہے ہم نے حضور علیہ السلام سے آپ کے وضو کا غسالہ مانگا تو آپ نے پانی منگایا وضو کیا اور کلی کی پھر یہ پانی ایک برتن میں بھر دیا اور ہم کو دیا فرمایا جاؤ۳ جب اپنے وطن کو پہنچو تو اپنا گرجا توڑ ڈالو اور اس کی جگہ یہ پانی چھڑک دو۴ اور اسے مسجد بنالو ہم نے عرض کیا کہ ہمارا شہر دور ہے اور گرمی سخت ہے پانی سوکھ جائے گا۵ فرمایا اسے اور پانی سے بڑھاتے رہو اس سے برکت ہی بڑھے گی۶ (نسائی)

(۶۶۳)۱یعنی اپنی قوم کے نمائندے بن کر ان سب کی طرف سے اسلام لانے اور احکام سننے کیلئے۲ یہ بیعت اسلام کہلاتی ہے۔ آج کل عام بیعتیں بیعت توبہ ہوتی ہے۔ بیعت کی حقیقت یہ ہے کہ کسی مقبول کے ذریعہ ربّ سے کچھ معاہدے کرنا بیعت چار قسم کی ہے اس کی تفصیل ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں دیکھو۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنا بڑی نعمت ہے۔ اسی لئے یہ حضرات اس کو فخر یہ بیان کرتے ہیں۳ ظاہر یہ ہے کہ یہ پانی حضور علیہ السلام کے اعضاء شریف کا دھوون تھا جس میں خصوصیت سے ایک اور کلی بھی کر دی گئی تھی اور ہو سکتا ہے کہ وضو کا پانی بچا ہو اور اس میں کلی کر دی گئی جو برکت کیلئے ان کو دیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تبرکات کو خزانہ مخفی جانتے تھے اس لئے عاجزی سے مانگا کرتے تھے۴ تاکہ اس کی برکت سے گزشتہ کفر کی گندگی جاتی رہے اور آئندہ تمہاری نمازیں زیادہ قبول ہوں اور تمہاری یہ مسجد اور مسجدوں سے افضل ہو کیونکہ اس میں ہمارا تبرک پہنچا ہے ۵یعنی راستہ میں ہم برکت کیلئے پئیں گے تاکہ مسجد کے ساتھ ہمارے دل بھی منور ہوں اور گرمی سے بھی خشک ہو گا۶ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جس چیز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک سے مس ہو جائے تو وہ تبرک بن جاتی ہے لہذا خاک مدینہ تبرک بھی ہے شفا بھی دوسرے یہ کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا غسالہ معنوی نجاستوں کو بھی دور کر دیتا ہے۔ تیسرے یہ کہ جس مسجد میں مختار کل ختم رسل صلی اللہ علیہ وسلم کا تبرک ہو وہ دوسری مسجدوں سے افضل ہے۔ بعض مسجدوں میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بال شریف رکھے ہیں' ان کا ماخذ یہ حدیث ہے چوتھے یہ کہ بزرگوں کے تبرکات اور شہروں میں لے جانا یا بھیجنا سنت صحابہ ہے۔ بعض لوگ عرسوں کا لنگر دور دور بھیجتے ہیں۔ اس کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ مرقاۃ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امیر مکہ سے آب زمزم مدینہ منگایا

https://archive.org/details/@madni_library

کرتے تھے اب بھی آب زم زم ملک ملک پہنچتا ہے پانچویں یہ کہ تبرک سے جو چیز مل جائے وہ تبرک بن جاتی ہے اب بھی آب زم زم میں اور پانی ملا کر پلایا جاتا ہے چھٹے یہ کہ مسلمان کفار کا عبادت خانہ نہیں گرا سکتے ہیں اگر کفار مسلمان ہو کر خود ہی اپنا عبادت خانہ گرا کر وہاں مسجد بنالیں تو جائز ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبِنَآءِ الْمَسْجِدِ فِي الدُّوْرِ وَاَنْ يُّنَظَّفَ وَيُطَيَّبَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۶۶۴) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں مسجدیں بنانے اور انہیں پاک وصاف اور معطر رکھنے کا حکم دیا [1] (ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ)

(۶۶۴) [1] اس سے مسجد بیت مراد ہے یعنی گھر میں کوئی حجرہ یا گوشہ نماز کیلئے رکھا جائے جہاں کوئی دنیوی کام نہ کیا جائے اس جگہ صفائی ہو اور خوشبو کا لحاظ رکھا جائے ہم نے اپنے بزرگوں کو اس پر عامل پایا اب اس کا رواج جاتا رہا بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس سے محلے کی مسجد مراد ہے یعنی جہاں مسلمانوں کے چند گھر ہوں وہاں ایک مسجد بھی بنالیا کریں پنجاب میں کنوؤں پر مسجدیں ہوتی ہیں اس کا ماخذ یہ حدیث ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجدوں میں خوشبوئیں سلگانا عطر ملنا مستحب ہے۔

وعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اُمِرْتُ بِتَشْيِيْدِ الْمَسَاجِدِ قَالَ ابْنُ عَبَّاس لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۶۶۵) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے مسجدوں کی ٹیپ ٹاپ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا [1] حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ تم لوگ یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح مسجدوں کو سنوارو گے [2] (ابوداؤد)

(۶۶۵) [1] اس سے مراد ناجائز آراستگی ہے جیسے فوٹوؤں اور تصویروں سے سجانا یا فخریہ آرائش مراد ہے جو اللہ کیلئے نہ ہو بہرحال جائز زینت جو اخلاص کے ساتھ ہو باعث ثواب ہے [2] یعنی جیسے عیسائی یہودی اپنی عبادت گاہوں کو فوٹوؤں اور قدآدم آئینوں سے سجاتے ہیں قیامت کے قریب مسلمان بھی مسجدوں کو ان سے آراستہ کریں گے ورنہ مسجد کی زینت سنت صحابہ ہے چنانچہ عمر فاروق نے مسجد نبوی شریف کو مزین کیا پھر عثمان غنی نے اس کی دیواریں چونے گچ سے خوب نقشیں بنائیں چھت میں ساگوان لکڑی لگائی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس میں اتنی روشنی کی تھی کہ اس میں عورتیں تین میل تک چرخہ کات لیتی تھیں اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھو۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يَّتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

(۶۶۶) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات قیامت سے یہ ہے کہ لوگ مسجدوں میں شیخی فخر کیا کریں گے [1] (ابوداؤد نسائی دارمی ابن ماجہ)

(۶۶۶) [1] یہ حدیث اور حضرت ابن عباس کا گزشتہ فرمان اس ممانعت کی بہترین تفسیر ہے یعنی ناجائز چیزوں سے مسجد سجانا یا فخر و ریاء کے طریقہ پر مسجد سجانا منع ہے۔ مسلمان شب قدر میں مسجدوں میں چراغاں کرتے اور جھنڈیاں وغیرہ لگاتے ہیں۔ بعض لوگ اس حدیث کی بنا پر اس سے منع کرتے ہیں۔ یہ غلط ہے جب شادی بیاہ میں ہمارے گھر آراستہ ہوتے ہیں تو متبرک تاریخوں میں اللہ کے گھر کیوں آراستہ نہ ہوں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ اُجُوْرُ اُمَّتِيْ حَتّٰى الْقَذَاةُ يُخْرِجُهَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَعُرِضَتْ عَلَيَّ ذُنُوْبُ اُمَّتِيْ فَلَمْ اَرَ ذَنْبًا اَعْظَمَ مِنْ سُوْرَةٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ اَوْاٰيَةٍ اُوْتِيَهَا رَجُلٌ ثُمَّ نَسِيَهَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۶۶۷) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر میری امت کے ثواب پیش کئے گئے حتی کہ وہ کوڑا جسے آدمی مسجد سے نکال دے۱؎ اور مجھ پر میری امت کے گناہ پیش کئے گئے تو میں نے اس سے بڑا کوئی گناہ نہ دیکھا کہ کسی شخص کو قرآن کی سورہ یا آیت دی جائے پھر وہ اسے بھلا دے۲؎ (ترمذی' ابوداؤد)

(۶۶۷)۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں جھاڑو دینا اس کی دیواروں اور چھت کی مرمت کرنا بہترین عمل ہے۲؎ اس طرح کہ اس کا دور نہ کرے نمازوں میں نہ پڑھے اس لئے بھول جائے اگر کوئی بڑھاپے کی وجہ سے کوئی آیت یاد نہ رکھ سکے تو شاید مجرم نہ ہو خیال رہے کہ گناہ کبیرہ اور گناہ عظیم میں فرق ہے یہ بھول جانا گناہ کبیرہ نہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں فرمایا گیا کہ بڑا گناہ کبیرہ شرک ہے۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشِّرِ الْمَشَّائِيْنَ فِي الظُّلَمِ اِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَّ اَنَسٍ

(۶۶۸) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ان لوگوں کو قیامت کے دن پوری روشنی کی خوشخبری دو جو اندھیروں میں مسجدوں کو جاتے ہیں۱؎ (ترمذی' ابو داؤد) اور ابن ماجہ نے اسے سہل ابن سعید و انس سے روایت کیا۔

(۶۶۸)۱؎ یعنی جو لوگ بارشوں' اندھیری راتوں میں مسجد سے نہیں رہ جاتے انہیں رب تعالٰی پل صراط پر جہاں گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے روشنی دے گا کہ ان کی پیشانیاں بیزی کی طرح چمکتی ہوں گی یہاں کا اندھیرا کام آئے گا۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الرَّجُلَ يَتَعَاهَدُ الْمَسْجِدَ فَاشْهَدُوْا لَهٗ بِالْاِيْمَانِ فَاِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

(۶۶۹) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم کسی شخص کو مسجد کی خبر گیری کرتے دیکھو۱؎ تو اس کے ایمان کی گواہی دے دو۲؎ کیونکہ رب تعالٰی فرماتا ہے کہ مسجدیں وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۳؎ (ترمذی' ابن ماجہ' دارمی)

(۶۶۹)۱؎ اس طرح کہ ہر نماز کیلئے وہاں حاضر ہو وہاں کی صفائی کرے مرمت کا خیال رکھے جائز زینت میں مشغول ہو وہاں بیٹھ کر دینی مسائل بیان کرے وہاں درس دے یہ سب مسجد کی خبر گیری میں داخل ہیں۲؎ کیونکہ یہ چیزیں ایمان کی علامتیں ہیں' خیال رہے کہ یہ گواہی ایسی ہی ہے جیسے کسی کا لباس اور شکل دیکھ کر ہم اسے مومن سمجھتے اور کہتے ہیں' گواہی سے مراد قطعی فیصلہ نہیں لہذا یہ حدیث باب الایمان بالقدر کی احادیث کے خلاف نہیں کہ عائشہ صدیقہ نے ایک انصاری بچے کو جو فوت ہو گیا تھا' جنت کی چڑیا کہا' حضور علیہ السلام نے اس سے منع کیا' فرمایا تمہیں کیا خبر یہ کہاں جائے گا نیز اگر کسی کا کفر ظاہر ہو اور وہ مسجد کی خدمت کرے تو اسے مومن نہ کہا جائے گا جیسے اس زمانہ کے نمازی منافق اور اس زمانہ کے نمازی اور مسجدوں کی خدمت گار مرزائی' لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اَنْ

https://archive.org/details/@madni_library

تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ (۴۹:۲) یا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ (۶۶:۹) ۶؎ اس آیت کی دو تفسیریں ہیں ایک یہ کہ مسجدیں آباد کرنے کی توفیق عموماً مومنوں ہی کو ملتی ہے دوسرے یہ کہ مسجدیں بنانے اور آباد کرنے کا حق صرف مومنوں کو ہے کفار کو نہیں اس لئے منافقوں کی مسجد ضرار گرا دی گئی تھی، مرقاۃ نے فرمایا کہ یہاں مسجد کی آبادی میں مسجدوں میں چراغاں کرنا اس کو سجانا سب داخل ہے۔

وَعَنْ عُثْمَانِ بْنِ مَظْعُوْنٍ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِئْذَنْ لَنَا فِي الْاِخْتِصَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَصٰى وَلَا اخْتَصٰى اِنَّ خَصَاءَ اُمَّتِي الصِّيَامُ فَقَالَ ائْذَنْ لَنَا فِي السِّيَاحَةِ قَالَ اِنَّ سِيَاحَةَ اُمَّتِي الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ ائْذَنْ لَنَا فِي التَّرَهُّبِ فَقَالَ اِنَّ تَرَهُّبَ اُمَّتِي الْجُلُوْسُ فِي الْمَسَاجِدِ انْتِظَارَ الصَّلٰوةِ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ

(۶۷۰) روایت ہے حضرت عثمان ابن مظعون سے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں خصی ہو جانے کی اجازت دیجئے ۱؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو خصی ہو یا خصی کرے وہ ہم میں سے نہیں ۲؎ میری امت کا خصی ہونا روزے ہیں ۳؎ عرض کیا کہ ہمیں خانہ بدوش ہونے کی اجازت دیجئے فرمایا میری امت کی خانہ بدوشی اللہ کی راہ میں جہاد ہے ۴؎ عرض کیا ہمیں ترک دنیا کی اجازت دیجئے فرمایا میری امت کا ترک دنیا نماز کے انتظار میں مسجدوں میں بیٹھنا ہے ۵؎ اسے شرح السنہ نے روایت کیا۔

(۶۷۰) ۱؎ یعنی مجھے اور مجھ جیسے ان مسکینوں کو جن میں نکاح کی قدرت نہیں خصی ہونے کی اجازت دیں تاکہ ہم زنا نہ کرسکیں، یہ رب سے انتہائی خوف کی علامت ہے، مرقاۃ نے فرمایا ان کا منشاء یہ تھا کہ ہم نکاح کے قابل نہ رہیں کیونکہ نکاح دنیاوی الجھنوں کی جڑ ہے۔ اللہ اللہ میں زندگی گزاریں ۲؎ اس لئے کہ وہ نسل انسانی بند کرتا ہے۔ انسان کی بقاء سے اسلام کی بقاء ہے اس سے معلوم ہوا کہ قاطع باہ دوائیں کھانا اور کھلانا حرام ہیں نیز عورتوں کے رحم نکال دینا یا انہیں ناقابل اولاد بنا دینا بھی حرام ہے جب زنا کیلئے ہو یا نسل بند کرنے کیلئے (از مرقاۃ) ۳؎ کیونکہ روزے سے شہوت ٹوٹتی ہے، معلوم ہوا کہ جو لوگ نکاح نہ کرسکیں وہ اپنے کو نامرد نہ بنائیں بلکہ روزے رکھا کریں ۴؎ کہ مجاہد بحالت جہاد وطن بھی چھوڑ دیتا ہے اور سامان سفر ساتھ لئے پھرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ بلاوجہ ترک وطن کر کے مارا مارا پھرنا منع ہے عارضی طور پر دنیا کی سیر و سیاحت جیسا کہ بعض اولیاء اللہ سے مروی ہے۔ ممنوع نہیں رب فرماتا ہے: فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ (۱۳۷:۳) تو زمین میں چل کر دیکھو (کنز الایمان) ۵؎ ترہب رھب سے بنا بمعنی خوف کانوا یترھبون اصطلاح میں خوف خدا میں مخلوق سے بھاگ کر پہاڑ کی چوٹیوں یا گوشوں میں بیٹھ کر عبادت کرنا ترھب ہے، اسی سے رہبانیت اور راہب بنا یعنی نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھنا ترک دینا ہے کہ اس وقت انسان بال بچوں سے الگ ہو جاتا ہے۔ گزشتہ دینوں میں ترک دنیا بڑی عبادت تھی۔ ہمارے اسلام میں حرام ہے اسلام چاہتا ہے کہ ایک ہاتھ میں دین لے ایک ہاتھ میں دنیا، اللہ کی دی ہوئی طاقتوں کو بیکار کرنا کمال نہیں بلکہ انہیں صحیح مصرف میں خرچ کر دینا کمال ہے۔

وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِشٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ رَبِّيْ عَزَّوَجَلَّ فِيْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ فَقَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ

(۶۷۱) روایت ہے حضرت عبدالرحمن ابن عائش سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں دیکھا ۱؎ رب نے پوچھا کہ فرشتے مقرب کس چیز میں جھگڑتے ہیں ۲؎ میں نے عرض کیا مولیٰ تو ہی جانے تب رب نے اپنا ہاتھ میرے دو

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

فَوَجَدْتُّ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَتَلَا وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ مُرْسَلًا وَّ لِلتِّرْمِذِيِّ نَحْوَهٗ عَنْهُ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّ مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ وَّزَادَ فِيْهِ قَالَ يَا مُحَمَّدُ هَلْ تَدْرِيْ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَا الْاَعْلٰى قُلْتُ نَعَمْ فِي الْكَفَّارَاتِ وَالْكَفَّارَاتُ الْمَكْثُ فِي الْمَسَاجِدِ بَعْدَ الصَّلَوَاتِ وَالْمَشْيُ عَلَى الْاَقْدَامِ اِلَى الْجَمَاعَاتِ وَ اِبْلَاغُ الْوُضُوْءِ فِي الْمَكَارِهِ فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ عَاشَ بِخَيْرٍ وَّمَاتَ بِخَيْرٍ وَّكَانَ مِنْ خَطِيْئَتِهٖ كَيَوْمٍ وَّلَدَتْهُ اُمُّهٗ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِذَا صَلَّيْتَ فَقُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنِ فَاِذَا اَرَدْتَّ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِيْ اِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ قَالَ وَالدَّرَجَاتُ اِفْشَآءُ السَّلَامِ وَاِطْعَامُ الطَّعَامِ وَالصَّلٰوةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ وَّلَفْظُ هٰذَا الْحَدِيْثِ كَمَا فِي الْمَصَابِيْحِ لَمْ اَجِدْهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِلَّا فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ

کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی ۳؎ تو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب میں نے جان لیا ۴؎ اور یہ آیت تلاوت کی' ہم یونہی ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کے ملک دکھاتے ہیں تاکہ وہ یقین والوں میں سے ہو جائیں ۵؎ دارمی نے مرسلاً روایت کیا' اور ترمذی کی روایت اسی کی مثل ہے انہی سے اور ابن عباس و معاذ ابن جبل سے اس میں یہ زیادتی بھی ہے رب نے فرمایا اے محمد! کیا تم جانتے ہو کہ مقرب فرشتے کس چیز میں جھگڑتے ہیں ۶؎ میں نے عرض کیا ہاں کفارات میں ۷؎ اور کفارے نماز کے بعد مسجد میں ٹھہرنا اور جماعتوں کی طرف پیدل چلنا اور ناگواری کی حالت میں پورا وضو کرنا ہیں ۸؎ اور جو یہ کرے گا بھلائی سے جئے گا بھلائی سے مرے گا ۹؎ اور اپنی خطاؤں سے ایسا ہو جائے گا جیسے اسے آج ماں نے جنا ۱۰؎ اور فرمایا اے محمد! جب تم نماز پڑھ چکو تو کہا کرو ۱۱؎ الٰہی میں تجھ سے اچھے کام کرنا' برائیاں چھوڑنا اور مسکینوں کی محبت مانگتا ہوں ۱۲؎ جب تو اپنے بندوں کو فتنے میں ڈالنا چاہے تو مجھے اپنی طرف بغیر فتنے میں مبتلا ہوئے بلا لے ۱۳؎ فرمایا اور درجات اسلام کو پھیلانا کھانا کھلانا اور رات میں جب لوگ سوتے ہوں نماز پڑھنا ہیں ۱۴؎ اور اس حدیث کے الفاظ جیسے کہ مصابیح میں ہیں میں نے عبدالرحمٰن کی روایت سے نہ پائے مگر شرح سنہ میں۔

(۱تا۶) یعنی اس وقت میری اپنی صورت بہت اچھی تھی نہ کہ خدا کی جیسے کہا جاتا ہے کہ میں اچھے کپڑوں میں حاکم سے ملا یعنی ملاقات کے وقت میرے کپڑے اچھے تھے ورنہ ربّ تعالٰی صورت سے پاک ہے' خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم میں آنا بشری صورت میں ہے اور ربّ سے ملنا نوری صورت میں' انسان کا گھر کا لباس اور ہوتا ہے اور کچہری کا اور' یہ غالباً معراج کے واقعہ کا ذکر ہے' بعض لوگوں نے خواب کا دیدار بتایا ہے مگر پہلی بات زیادہ صحیح ہے۔ اس لئے دیدار الٰہی ثابت ہوا' حق یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان ہی آنکھوں سے ربّ کا دیدار کیا۔ ربّ کا فرمانا: لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ (۶:۱۰۳) دیدار کی نفی نہیں کر رہا بلکہ ادراک اور احاطے کی اس حدیث کی تائید آیت کریمہ مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى فرما رہی ہے' دیدار الٰہی کی پوری بحث ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں دیکھو ۲؎ یعنی وہ کون سے اعمال ہیں جنہیں لے جانے اور بارگاہ الٰہی میں پیش کرنے میں فرشتے جھگڑتے ہیں وہ کہتا ہے میں لے جاؤں اور یہ کہتا ہے میں۔ اس جملے کی اور بھی توجیہیں ہیں مگر یہ قوی ۳؎ یعنی ربّ نے اپنی رحمت کے ہاتھ کو میری پشت پر رکھا اور اس کا فیضان میرے سینہ اور دل پر پہنچا ۴؎ مرقاۃ نے فرمایا کہ یہ حدیث حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسعت علم کی کھلی دلیل ہے۔ ربّ نے حضور علیہ

https://archive.org/details/@madni_library

السلام کو ساتوں آسمانوں بلکہ اوپر کی تمام چیزوں اور ساتوں زمینوں اور ان کے نیچے کی ذرہ ذرہ اور قطرے قطرے بلکہ مچھلی اور بیل جن پر زمین قائم ہے' ان سب کا علم کلی عطا فرمایا' شیخ نے فرمایا کہ اس سے مراد تمام کلی جزئی علوم کا عطا فرمانا ہے' خیال رہے کہ اللہ نے اپنے حبیب کو گزشتہ موجودہ اور تا قیامت ہونے والی ہر چیز کا علم دیا کیونکہ زمین پر لوگوں کے اعمال اور آسمان پر ان اعمال کیلئے فرشتوں کے یہ جھگڑے تا قیامت ہوتے رہیں گے جنہیں حضور علیہ السلام آج آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس حدیث کی تائید قرآن کی بہت سی آیات کر رہی ہیں جن آیات میں علم کی نفی ہے۔ وہاں علم ذاتی مراد ہے۔ اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو۵ یعنی جیسے اللہ نے اپنے خلیل کو ملکوت دکھائے' ایسے ہی مجھے۔ معلوم ہوا کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف مسئلے ہی نہیں بتائے گئے تھے' مسئلے تو مولویوں کو بھی بتا دیئے جاتے ہیں بلکہ ساری خدائی دکھائی گئی تھی ورنہ حضور علیہ السلام اس آیت سے دلیل نہ پکڑتے ۶ مقرب فرشتوں سے اعمال پیش کرنے والے فرشتے مراد ہیں یعنی مدبرات امر فرشتے ۷ یعنی ہاں اب تیری عطا اور تیرے کرم سے سب کچھ جانتا ہوں معلوم ہوا کہ رب نے بتایا نہ تھا بلکہ سب کچھ دکھایا تھا ۸ یعنی ان تین نیکیوں کی وجہ سے اللہ تعالٰی گناہ صغیرہ مٹا دیتا ہے۔ ان کی شرحیں گزر چکیں ۹ اس کی تائید اس آیت سے ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (۱۶-۹۷) جو اچھا کام کرے مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی جلائیں گے (کنزالایمان) سیدنا ابن عباس فرماتے ہیں رزق حلال' قناعت' رضاء بالقضاء' عبادت میں لذت اور اطاعتوں کی توفیق نصیب ہونا اچھی زندگی ہے اور ایمان پر خاتمہ' مرتے وقت توبہ' فرشتوں کا جان نکالتے وقت جنت کی خوشخبری دینا بلکہ وہاں کے پھول لا کر سنگھانا' بعد وفات مسلمانوں کا اچھائی سے اسے یاد کرنا یہ بھلائی کی موت ہے۔ اللہ ہم سب کو نصیب کرے۔ یہ رب کا وعدہ ہے جو حضور علیہ السلام کی معرفت ہمیں ملا ٹل نہیں سکتا ۱۰ اس کے سارے گناہ صغیرہ معاف ہو جائیں گے۔ گناہ کبیرہ اور حقوق مراد نہیں' اسی لئے خطیئۃ ۱۱ یعنی ہر نماز سے فارغ ہونے کے بعد نہ کہ نماز کے اندر یہ دعا مانگ لیا کرو جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَا جب تم نماز جنازہ پڑھ چکو تو میت کیلئے خلوص دل سے دعا کرو' دونوں عبارتیں یکساں ہیں ۱۲ اگرچہ مسکینوں کی محبت بھی اچھے کام میں داخل تھی مگر ان سب سے افضل' کہ یہ ایمان کا ذریعہ ہے اس لئے اس کا علیحدہ ذکر کیا مسکینوں سے مراد انبیاء' اولیاء اور نیک مسلمان ہیں کہ یہ سب حضرات دل کے مسکین اور متواضع ہیں۔ فقیر و مسکین میں بڑا فرق ہے ۱۳ کیونکہ اس وقت زندگی سے موت افضل ہے۔ خیال رہے کہ دنیوی مصائب سے گھبرا کر دعائے موت کرنا منع ہے مگر ایمانی آفتوں پر دعائے موت جائز ہے لہٰذا یہ حدیث تمنائے موت کی ممانعت کی حدیثوں کے خلاف نہیں ۱۴ یعنی گزشتہ تین اعمال معافی گناہ کا ذریعہ تھے اور یہ اعمال ترقی درجات کا وسیلہ' اس سے معلوم ہوا کہ تہجد کی نماز اور بھوکوں کا پیٹ بھرنا ہر ایک کو سلام کرنا بہتر اعمال ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ كُلُّهُمْ ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ رَجُلٌ خَرَجَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ حَتّٰى يَتَوَفَّاهُ فَيُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ اَوْ يَرُدَّهٗ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْ غَنِيْمَةٍ وَرَجُلٌ رَاحَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَهُوَ

(۶۷۲) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین شخص ہیں جن سب کی ذمہ داری اللہ پر ہے ۱ ایک وہ شخص جو اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے نکلے وہ خدا کی ذمہ داری میں ہے حتٰی کہ اسے موت آجائے تو جنت میں داخل فرما دے یا اجر و غنیمت کا مال لے کر واپس کرے ۲ اور ایک وہ شخص جو مسجد کی طرف

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ وَ رَجُلٌ دَخَلَ بَيْتَهٗ بِسَلَامٍ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

چلے وہ اللہ کی ذمہ داری میں ہے اور ایک وہ شخص جو اپنے گھر میں سلام سے جائے وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں ہے۳ (ابوداؤد)

(۶۷۲)۱ یعنی ان کا اجر وثواب اللہ کے ذمہ کرم پر ہے یا یہ لوگ اللہ کی ضمان اور امان میں ایسے ہیں جیسے سرکاری ملازم ڈیوٹی پر حکومت کی امان میں کہ اس کی بے عزتی کرنا حکومت کا مقابلہ ہے ایسے ہی ان لوگوں سے جھگڑنا رب کا مقابلہ ہے۲ یعنی اگر مارا گیا تو شہید اور اگر زندہ لوٹا تو اگر ہار کر آیا' تو صرف ثواب اور اگر جیت کر آیا تو ثواب وغنیمت دونوں لایا۳ معلوم ہوا کہ گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا بڑا بہتر کام ہے اس سے گھر میں اتفاق' رزق میں برکت اور نیک اعمال کی توفیق نصیب ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر خالی گھر میں جائے تو یوں کہہ دے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ اس کے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ تیسرا وہ شخص جو سلامتی سے اپنے گھر میں رہے بلاوجہ لوگوں میں نہ پھرے جیسا کہ دوسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ مُتَطَهِّرًا اِلٰى صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ فَاَجْرُهٗ كَاَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ وَمَنْ خَرَجَ اِلٰى تَسْبِيْحِ الضُّحٰى لَا يَنْصِبُهٗ اِلَّا اِيَّاهُ فَاَجْرُهٗ كَاَجْرِ الْمُعْتَمِرِ وَصَلٰوةٌ عَلٰى اَثَرِ صَلٰوةٍ لَّا لَغْوَ بَيْنَهُمَا كِتَابٌ فِيْ عِلِّيِّيْنَ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۶۷۳) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرض نماز کیلئے اپنے گھر سے وضو کر کے نکلے تو اس کا ثواب احرام باندھنے والے حاجی کی طرح ہے۱ اور جو چاشت کی نماز کیلئے نکلے کہ یہ نماز ہی اسے نکالے تو اس کا ثواب عمرہ والے کی طرح ہے۲ اور نماز کے بعد دوسری نماز جس کے درمیان کوئی بیہودہ بات نہ ہو اس کی علیین میں تحریر ہے۳ (احمد' ابوداؤد)

(۶۷۳)۱ کیونکہ حاجی کعبہ میں جاتا ہے اور یہ مسجد میں' یہ دونوں اللہ کا گھر ہیں' حاجی حج کا احرام باندھتا ہے اور یہ نماز کی نیت سے گھر سے نکلتا ہے اور جیسے کہ حج خاص تاریخوں میں ہوتا ہے مگر حاجی گھر سے نکلنے سے لوٹنے تک ہر وقت اجر پاتا ہے ایسے ہی نماز کی جماعت اگرچہ خاص وقت میں ہوگی' مگر نمازی کے نکلنے سے لوٹنے تک اللہ کی رحمت میں ہی رہتا ہے۲ خیال رہے کہ نماز چاشت اور دیگر نوافل اگرچہ گھر میں افضل ہیں لیکن اگر گھر کے مشاغل بچوں کے شور کی وجہ سے مسجد میں پڑھے تو بھی بہتر' یہاں یہی مراد ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ نماز چاشت مسجد میں ہی افضل ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے۳ اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ فرض کے متصل نفل وسنتیں پڑھے درمیان میں دنیوی کام نہ کرے۔ دوسرے یہ کہ پنجگانہ فرائض کے درمیان بھی یہ سمجھ کر گناہوں سے بچے کہ میں ظاہر و باطن پاک رہ کر رب کی بارگاہ میں حاضر ہوؤں تو اس کا فعل علیین میں لکھا جائے گا علیین ساتویں آسمان کے اوپر ہے جہاں ابرار کے نیک اعمال لکھے جاتے ہیں چونکہ یہ اونچی جگہ واقعہ ہوا ہے اس لئے علیین کہلاتا ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ الْمَسَاجِدُ قِيْلَ وَمَا الرَّتْعُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ

(۶۷۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم جنت کے باغوں سے گزرو تو کچھ چر لیا کرو۱ عرض کیا گیا کہ حضور جنت کے باغ کیا ہیں؟ فرمایا مسجدیں عرض کیا گیا چرنا کیا ہے؟ یا رسول اللہ! فرمایا سبحان اللہ والحمد للہ اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہنا۲

https://archive.org/details/@madni_library

اَکْبَرُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) (ترمذی)

(۶۷۴)۱؎ یعنی اگر تم مسجدوں میں نماز کیلئے نہ بھی جاؤ بلکہ ویسے ہی وہاں سے گزر جاؤ تب بھی کچھ پڑھ لیا کرو کیونکہ باغ میں جا کر بغیر کچھ کھائے واپس آنا محرومی ہے' خصوصاً جبکہ باغ کا مالک سخی ہو۲؎ جنت میں جسمانی غذائیں ہوں گی اور نہ مٹنے والے میوے جن پر کوئی روک ٹوک نہیں ایسے ہی مساجد میں اللہ کے ذکر کی روحانی غذائیں ہیں جن کیلئے فنا نہیں اسی لئے سیدنا علی مرتضٰی فرماتے ہیں کہ رب مجھے جنت اور مسجد میں جانے کا اختیار دے تو میں جنت کے بجائے مسجد کو اختیار کروں' علماء فرماتے ہیں کہ جو شخص اس وقت مسجد میں جائے جب نفل مکروہ ہوتے ہیں تو یہ کلمات پڑھ لے انشاء اللہ تحیۃ المسجد کا ثواب پائے گا ایک حدیث میں ہے کہ معراج کی رات ابراہیم علیہ السلام نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ اپنی امت سے میرا سلام کہنا اور فرمانا کہ جنت کی بہت سی زمین خالی پڑی ہے اس میں بوٹے لگا کر آؤ' وہاں کے بوٹے یہ کلمات ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ الخ (مرقاۃ)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتَى الْمَسْجِدَ لِشَيْءٍ فَهُوَ حَظُّهُ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۶۷۵) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مسجد میں جس چیز کیلئے آئے گا وہ اس کا حصہ ہوگا۱؎ (ابوداؤد)

(۶۷۵)۱؎ یعنی مسجد میں جیسی نیت سے جاؤ گے وہی پاؤ گے' جوتی چرانے جاؤ گے جوتے ہی کھاؤ گے۔ اگر وہاں بھیک مانگنے گئے تو ہمیشہ بھیک ہی مانگو گے اور اگر نماز اور اللہ کے ذکر کیلئے گئے ثواب ملے گا۔ فقیر کہتا ہے کہ جو مسجد نبوی شریف میں اس لئے جائے کہ مجھے حضور علیہ السلام مل جائیں تو انشاء اللہ حضور مل جائیں گے بلکہ ان مساجد میں بھی صرف اللہ رسول کو راضی کرنے کی نیت کرو' انشاء اللہ پاؤ گے۔

وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْحُسَيْنِ عَنْ جَدَّتِهَا فَاطِمَةَ الْكُبْرٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ صَلّٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّسَلَّمَ وَقَالَ رَبِّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاِذَا خَرَجَ صَلّٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّسَلَّمَ وَقَالَ رَبِّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ) وَ فِيْ رِوَايَتِهِمَا قَالَتْ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَكَذَا اِذَا خَرَجَ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ بَدَلَ صَلّٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّسَلَّمَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِمُتَّصِلٍ وَّفَاطِمَةُ بِنْتُ الْحُسَيْنِ لَمْ تُدْرِكْ فَاطِمَةَ الْكُبْرٰى

(۶۷۶) روایت ہے حضرت فاطمہ بنت حسین سے۱؎ وہ اپنی دادی حضرت فاطمۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے راوی۲؎ فرماتی ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو محمد مصطفٰی پر درود و سلام بھیجتے۳؎ اور فرماتے الٰہی میرے گناہ بخش دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب نکلتے تو جناب مصطفٰی پر درود و سلام بھیجتے اور فرماتے یا رب میرے گناہ بخش دے میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۴؎ (ترمذی' احمد' ابن ماجہ) ان دونوں کی روایت میں یہ بھی ہے کہ فرماتی ہیں جب مسجد میں جاتے اور یونہی جب نکلتے تو بجائے صلوٰۃ والسلام کے یہ کہتے بسم اللہ والسلام علیٰ رسول اللہ ۵؎ ترمذی نے فرمایا کہ اس کی اسناد متصل نہیں فاطمہ بنت حسین نے فاطمہ کبریٰ کو نہ پایا۶؎

(۶۷۶)۱؎ آپ کا لقب فاطمہ صغریٰ ہے' امام حسین کی صاحبزادی اور امام زین العابدین کی بہن ہیں' حسین ابن حسن ابن علی کے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

نکاح میں تھیں ان کی وفات کے بعد عبداللہ ابن عمرو ابن عثمان ابن عفان کے نکاح میں آئیں۔جلیل القدر تابعین میں سے ہیں یعنی صحابہ کرام کی صحبت یافتہ۲؎ آپ کا لقب فاطمۃ الکبریٰ ہے۔حضور علیہ السلام کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔خدیجۃ الکبریٰ سے ہیں ماہ رمضان ۲ھ میں سیدنا علی مرتضٰی کے نکاح میں آئیں اور ذی الحجہ میں رخصتی ہوئی دو بیٹے اور تین بیٹیاں چھوڑیں حسن حسین زینب ام کلثوم رقیہ حضور علیہ السلام کی وفات کے چھ ماہ بعد وفات پائی ۲۸ سال عمر ہوئی حضرت علی نے غسل دیا حضرت عباس یا ابوبکر صدیق نے نماز جنازہ پڑھائی حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے فاطمہ سے بڑھ کر سچا نہ دیکھا۳؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مسجد میں جاتے وقت درود شریف پڑھنا سنت ہے۔شفا شریف میں ہے کہ خالی گھر اور مسجد میں جاتے وقت یہ پڑھے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اپنے پر درود وسلام پڑھتے تھے کبھی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ مُحَمَّدٌ وَّسَلَّمْ اور کبھی صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی وَسَلَّمْ فرماتے۴؎ ان دو جملوں کی تفسیر اسی باب میں پہلے گزر چکی حضور علیہ السلام کا گناہوں کی بخشش مانگنا یا تو ہمیں سکھانے کیلئے ہے یا گناہوں سے اپنی امت کے وہ گناہ مراد ہیں جن کا بخشوانا ان کے ذمہ کرم پر ہے جیسے مقدمہ کا وکیل کہتا ہے۔میرا مقدمہ اس کی نفیس ولذیذ تحقیق ہماری تفسیر نورالعرفان حاشیہ کنزالایمان سورہ فتح لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ کے ماتحت دیکھو۵؎ سنت ہے کہ یہ الفاظ اب بھی کہے جائیں اس سے معلوم ہوا کہ حضور کی جلوہ گری ہر جگہ ہے ورنہ غائب کو سلام کیسا ہر نمازی التحیات میں پڑھتا ہے۔اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ ۶؎ کیونکہ حضرت فاطمہ کبریٰ کی وفات کے وقت آپ کے والد امام حسین کی عمر آٹھ سال تھی لہذا کسی راوی کا نام چھوٹ گیا جس نے حضرت فاطمہ زہرا سے سنا ہو مرقاۃ میں ہے وہ راوی خود آپ کے والد امام حسین ہیں چنانچہ ابن مردویہ نے اس کی اسناد یوں بیان کی۔فاطمۃ بنت الحسن عن حسین عن فاطمۃ الکبریٰ

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَنَاشُدِ الْاَشْعَارِ فِي الْمَسْجِدِ وَعَنِ الْبَيْعِ وَالْاِشْتِرَاءِ فِيْهِ وَاَنْ يَّتَحَلَّقَ النَّاسُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فِي الْمَسْجِدِ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۶۷۷) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی۱؎ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اشعار پڑھنے۲؎ اور وہاں خرید وفروخت سے منع فرمایا۳؎ اور اس سے منع کیا کہ لوگ جمعہ کے دن مسجد میں نماز سے پہلے حلقے بنا کر بیٹھیں۳؎ (ابوداؤد،ترمذی)

(۶۷۷)۱؎ آپ کے دادا کا نام عبداللہ ابن عمرو ابن عاص ہے وہ صحابی ہیں اس کا ذکر پہلے تفصیل سے ہو چکا۲؎ اشعار سے مراد برے یا عشقیہ اشعار ہیں۔حمد الٰہی نعت مصطفوی مناقب اولیاء پند ونصیحت کفار کی برائیوں کے اشعار پڑھنا جائز بلکہ سنت صحابہ ہے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور مسجد میں حضرت حسان کیلئے منبر بچھواتے جس پر آپ کھڑے ہو کر حضور کی نعت اور کافروں کی ہجو کے اشعار پڑھتے اور حضور دعائیں دیتے نیز حضرت حسان اور کعب ابن مالک مسجد نبوی میں حضور کے سامنے نعت خوانی کیا کرتے تھے اس کی بحث انشاء اللہ باب الشعراء میں آئے گی۳؎ کیونکہ یہ دنیوی کاروبار ہے جو مسجدوں میں ممنوع ہے آج کل مسجد حرام شریف میں غلاف کعبہ اور کتب رکھ کر بیچی جاتی ہیں یہ بھی منع ہے ہاں معتکف بحالت اعتکاف مسجد میں بیوپار کی باتیں کرسکتا ہے وہاں مال نہیں لاسکتا۴؎ اس وقت وہاں صف بنا کر بیٹھنا چاہئے ہاں نماز کے بعد وعظ وغیرہ سننے کیلئے حلقے بنا کر بیٹھنا جائز ہے کیونکہ اب نماز کا انتظار نہیں

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیْتُمْ مَّنْ یَّبِیْعُ اَوْ یَبْتَاعُ فِی الْمَسْجِدِ فَقُوْلُوْا لَا اَرْبَحَ اللّٰهُ تِجَارَتَكَ وَاِذَا رَاَیْتُمْ مَّنْ یَّنْشُدُ فِیْهِ ضَآلَّةً فَقُوْلُوْا لَارَدَّ اللّٰهُ عَلَیْكَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

(۶۷۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم اسے دیکھو جو مسجد میں خرید و فروخت کر رہا ہے تو کہہ دو اللہ تیری تجارت میں نفع نہ دے۱ اور جب تم وہاں کسی کو گمی ہوئی چیز ڈھونڈتے دیکھو تو کہہ دو خدا کرے تیری چیز نہ ملے۲ (ترمذی و دارمی)

(۶۷۸)۱ معلوم ہوا کہ گناہ پر بددعا دینا جائز ہے بہتر یہ ہے کہ اسے سنا کر بددعا دے تاکہ تبلیغ بھی ہو جائے' خرید و فروخت سے مراد صرف خرید و فروخت کی باتیں بھی ہیں اور وہاں مال حاضر کرکے بیچنا بھی۲ اس کی شرح گزر چکی کہ ڈھونڈنے سے مراد شور مچا کر تلاش کرنا ہے۔

وَعَنْ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُسْتَقَادَ فِی الْمَسْجِدِ وَ اَنْ یُّنْشَدَ فِیْهِ الْاَشْعَارُ وَ اَنْ تُقَامَ فِیْهِ الْحُدُوْدُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ فِیْ سُنَنِهٖ وَصَاحِبُ جَامِعِ الْاُصُوْلِ فِیْهِ عَنْ حَکِیْمٍ وَّ فِی الْمَصَابِیْحِ عَنْ جَابِرٍ

(۶۷۹) روایت ہے حضرت حکیم ابن حزام سے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں قصاص لینے۱ اور وہاں اشعار پڑھنے اور وہاں حدیں قائم کرنے سے منع فرمایا۲ ابوداؤد جامع الاصول میں حکیم سے اور مصابیح میں جابر سے۔

(۶۷۹)۱ کیونکہ اس میں خون وغیرہ سے مسجد خراب ہوگی۲ غالبًا حدوں سے مراد حقوق اللہ کی سزائیں ہیں جیسے چوری اور زنا کی سزا قصاص حق عبد کی سزا تھی۔ خیال رہے کہ مسجد میں قاضی مقدمات سن سکتا ہے مگر سزا مسجد کے باہر دی جائے۔

وَعَنْ مُّعَاوِیَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ هَاتَیْنِ الشَّجَرَتَیْنِ یَعْنِی الْبَصَلَ وَالثُّوْمَ وَقَالَ مَنْ اَکَلَهُمَا فَلَا یَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا وَقَالَ اِنْ کُنْتُمْ لَا بُدَّ اٰکِلِیْهِمَا فَاَمِیْتُوْهُمَا طَبْخًا (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۶۸۰) روایت ہے حضرت معاویہ ابن قرہ سے۱ وہ اپنے والد سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو درختوں یعنی پیاز و لہسن سے منع فرمایا اور فرمایا کہ جو یہ کھائے ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۲ اور فرمایا کہ اگر تمہیں ضروری کھانا ہو تو انہیں پکا کر مار دیا کرو۳ (ابوداؤد)

(۶۸۰)۱ آپ کا نام معاویہ ابن قرہ ابن ایاس ابن ہلال ہے' قبیلہ مزینہ سے ہیں' بصرے کے رہنے والے مشہور تابعی ہیں' جنگ جمل کے دن پیدا ہوئے' ستر صحابہ سے ملاقات ہے ۱۱۳ھ میں وفات پائی (لمعات)۲ یہ جملہ پہلے جملے کی تفسیر ہے یعنی پیاز و لہسن کھانا حرام نہیں بلکہ کھا کر بدبودار منہ لئے مسجد میں آنا حرام ہے خواہ وہاں نمازی ہوں یا نہ ہوں کیونکہ فرشتے ہر وقت رہتے ہیں۳ تاکہ ان کی بو جاتی رہے' کیونکہ بدبو ہی ممانعت کی وجہ ہے پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ یہ حکم ہر مسجد کا ہے' بلکہ ہر دینی مجلس میں اس کا خیال رکھا جائے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاَرْضُ کُلُّهَا مَسْجِدٌ اِلَّا الْمَقْبَرَةَ وَالْحَمَّامَ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

(۶۸۱) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ساری زمین مسجد ہے سوائے قبرستان اور حمام کے۱ (ابوداؤد' ترمذی' دارمی)

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(۶۸۱)۱؎ یعنی اسلام میں ہر جگہ نماز جائز ہے۔قبرستان میں نماز جب منع ہے جبکہ قبر نمازی کے سامنے ہو لہذا قبرستان کی مسجدوں میں نماز جائز ہے نیز حمام میں نہانے کی جگہ جہاں میل کچیل گندگیاں رہتی ہیں۔نماز منع ہے اگر اس کے کسی پاک گوشہ میں نماز پڑھی جائے تو حرج نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّصَلّٰى فِىْ سَبْعَةِ مَرَاطِنَ فِى الْمَزْبَلَةِ وَالْمَجْزَرَةِ وَالْمَقْبَرَةِ وَقَارِعَةِ الطَّرِيْقِ وَ فِى الْحِمَامِ وَ فِىْ مَعَاطِنِ الْاِبِلِ وَفَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ اللّٰهِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۶۸۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہ نماز پڑھنے سے منع کیا کوڑی مذبح قبرستان ۱؎ بیچ راستہ میں ۲؎ اور حمام اور اونٹ بندھنے کی جگہ ۳؎ اور کعبہ شریف کی چھت پر ۴؎ (ترمذی' ابن ماجہ)

(۶۸۲)۱؎ کوڑی اور مذبح میں گندگیاں پھیلی ہوتی ہیں۔اس لئے وہاں نماز ہوگی ہی نہیں' قبرستان کا ذکر ابھی ہو چکا ۲؎ یعنی جہاں لوگوں کی عام گزر ہو وہاں نماز نہ پڑھے کہ اس سے نمازی کو یکسوئی نہ ہوگی اور گزرنے والے کا راستہ بند ہو جائے گا' مسجد میں بھی در کے سامنے یا دروازہ کے قریب نہ پڑھے کہ اس سے آنے جانے والوں کو تکلیف ہوگی۔ستون کی آڑ لے کر یا گوشہ میں نماز پڑھنی چاہیے ۳؎ خواہ وہاں اس وقت اونٹ بندھا ہو یا نہ' کیونکہ اونٹ کے چرواہے اونٹ کی آڑ میں پیشاب کیا کرتے ہیں۔اگر اونٹ بندھا ہو تو اس کے پیشاب کرنے اور چھینٹیں پڑنے کا سخت خطرہ ہوتا ہے اس لئے خصوصیت سے اونٹ کا ذکر فرمایا ورنہ ہر نجس زمین پر نماز پڑھنا منع ہے ۴؎ کیونکہ وہاں بلاضرورت چڑھنا ہی منع ہے کہ اس میں کعبۃ اللہ کی توہین ہے۔اس نماز میں توہین شامل ہے۔لہذا نماز مکروہ' یہی حکم ہر مسجد کا ہے کہ اگر اس پر بالائی منزل نہ ہو تو بلاضرورت چھت پر چڑھنا منع اور وہاں نماز مکروہ اس ممانعت کی وجہ یہ نہیں کہ یہ جگہ کعبہ نہیں وہاں کی آسمان تک فضائے کعبہ ہے لہذا یہ حدیث حنفیوں کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلُّوْا فِى مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَلَا تُصَلُّوْا فِى اَعْطَانِ الْاِبِلِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ)

(۶۸۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بکریوں کے بندھنے کی جگہ نماز پڑھو اور اونٹ بندھنے کی جگہ نماز نہ پڑھو ۱؎ (ترمذی)

(۶۸۳)۱؎ کیونکہ بکریوں کی جگہ اکثر ناپاک نہیں ہوتی کہ وہاں بکریوں والے پیشاب نہیں کرتے نیز دوران نماز چھینٹیں آنے کا اندیشہ کم ہوتا ہے کیونکہ بکری نیچی ہے۔نیز پیشاب کرتے وقت اور بھی جھک جاتی ہے اور بکری کے کھل جانے کی صورت میں نمازی کے کچلے جانے کا اندیشہ بھی نہیں ہوتا یہ وجوہ اونٹ کے طویلہ میں نہیں' لہذا وہاں نماز نہ پڑھی جائے۔خیال رہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بکری کے طویلہ میں مصلے بچھا کر نماز پڑھ سکتے ہو اونٹ کے طویلہ میں کسی طرح نہیں' بعض کہتے ہیں کہ اونٹ کی پیدائش شیطان سے ہے لہذا اس کے پاس نماز منع ہے مگر یہ غلط کیونکہ حضور نے خود اونٹ پر نفل پڑھے ہیں' اونٹ مبارک جانور ہے نبیوں کی سواری ہے' اس کا گوشت کھایا اور دودھ پیا جاتا ہے' سواری اور سامان ڈھونے میں کام آتا ہے اس کے ہر عضو میں بے شمار فائدے ہیں کھال کے برتن اور بال کے قیمتی قالین بنتے ہیں۔نہایت معمولی غذا کھا کر بہترین خدمات پیش کرتا ہے۔اسی لئے خدائے قدوس نے اسے نشان قدرت بتایا کہ فرمایا الی الابل کیف خلقت

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

(۶۸۴) روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر۱ اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں اور چراغ جلانے والوں پر۲ (ابوداؤد٬ ترمذی٬ نسائی)

(۶۸۴) ۱؎ اکثر علماء فرماتے ہیں کہ یہ حکم منسوخ ہے اس کا ناسخ زیارۃ قبور کے باب میں آرہا ہے کہ سرکار نے فرمایا میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اَلَا فَـزُوْرُوْهَا اب زیارتیں کیا کرو کیونکہ اس سے اپنی موت یاد آتی ہے مگر حق یہ ہے کہ عورت کو زیارت کرنے کیلئے قبروں پر جانا منع کہ یہ وہاں پہنچ کر یا سجدے کریں گی یا روئیں گی پیٹیں گی٬ حضرت عائشہ صدیقہ ایک بار اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر پر گزریں تو زیارت بھی کر لی یہ قبر پر جانا نہ تھا بلکہ قبر کا راستہ میں آجانا تھا۔ خیال رہے کہ یہاں عام قبریں مراد ہیں ورنہ حضور کے روضہ اطہر پر ہر حاجی مرد و عورت پر حاضری واجب ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ (۴:۶۴) اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں (کنزالایمان) اس کی تحقیق ان شاء اللہ باب زیارۃ القبور میں آئے گی ۲؎ قبر پر اس طرح مسجد بنانا کہ تعویذ فرش مسجد میں آجائے کہ لوگ اس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھیں یا اس طرح کہ قبر نمازی کے سامنے رہے حرام ہے کہ پہلی صورت میں قبر مومن کی توہین ہے اور دوسری صورت میں قبر کی طرف سجدہ نیز قبر کے تعویذ پر چراغ جلانا سخت منع ہے کہ اس میں آگ ہے۔ قبر مومن کو آگ سے بچایا جائے٬ نیز فضول خرچی ہے بلا ضرورت تیل پھونکنا اور اگر چراغ جلانے والے کی یہ نیت ہے کہ اس سے قبر میں روشنی ہوگی تو بدعقیدگی ہے٬ کیونکہ قبر میں روشنی تو مدینہ والے سچے سورج کی شعاعوں سے ہے۔ اللہ نصیب کرے لیکن بزرگوں کی قبر کے پاس مسجد بنانا سنت انبیاء سنت صحابہ ہے اور قرآن سے ثابت جیسا پہلے عرض کیا گیا٬ اور بزرگوں کے مزار کے پاس چراغ جلانا تاکہ زیارت کرنے والوں کو آسانی ہو اور اس کی روشنی میں قرآن خوانی ہو جائز بلکہ ثواب ہے٬ آج بھی حضور کے روضہ انور پر ایسی عالی شان روشنی ہوتی ہے کہ سبحان اللہ دیکھ کر ایمان روشن ہو جاتا ہے۔ ان ہی وجوہ سے اس سید الفصحاء نے علیھا فرمایا یعنی عین قبر پر مسجد و چراغ منع٬ اس کے قریب جائز باب الدفن میں آئے گا کہ حضور نے ایک میت کو رات میں دفن کیا تو وہاں چراغ جلایا گیا٬ معلوم ہوا کہ ضرورۃً جائز ہے اس کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو۔

وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ اِنَّ حِبْرًا مِّنَ الْيَهُوْدِ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْبِقَاعِ خَيْرٌ فَسَكَتَ عَنْهُ وَقَالَ اَسْكُتُ حَتّٰى يَجِيْءَ جِبْرَئِيْلُ فَسَكَتَ وَجَآءَ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسَاَلَ فَقَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّآئِلِ وَلٰكِنْ اَسْاَلُ رَبِّيْ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى ثُمَّ قَالَ جِبْرَئِيْلُ يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ دَنَوْتُ مِنَ اللّٰهِ دُنُوًّا مَا دَنَوْتُ مِنْهُ قَطُّ قَالَ وَكَيْفَ كَانَ يَا جِبْرَئِيْلُ قَالَ كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ

(۶۸۵) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں کہ ایک یہودی عالم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سی جگہ بہتر ہے حضور خاموش رہے۱ اور فرمایا میں جبریل کے آنے تک خاموش رہوں گا چنانچہ خاموش رہے۲ اور حضرت جبریل حاضر ہوئے حضور نے ان سے پوچھا وہ بولے کہ جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے بڑا عالم نہیں۳ لیکن میں اپنے ربّ سے پوچھوں گا ۴ پھر جبریل کہنے لگے اے محمد مصطفٰی میں آج اللہ سے اتنا قریب ہوا کہ اس سے پہلے کبھی قریب نہ ہوا تھا۵ حضور نے فرمایا کہ کتنا

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

سَبْعُوْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِّنْ نُوْرٍ فَقَالَ شَرُّ الْبِقَاعِ اَسْوَاقُهَا وَخَيْرُ الْبِقَاعِ مَسَاجِدُهَا رَوَاهُ ابْنُ حَبَّانَ فِيْ صَحِيْحِهٖ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

قرب ہوا اے جبریل عرض کیا کہ میرے اور رب کے درمیان صرف ستر ہزار نور کے پردے رہ گئے رب نے فرمایا۶ کہ بدترین جگہ بازار ہے اور بہترین جگہ مسجدیں اسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابن عمر سے روایت کیا۔

(۶۸۵)۱ظاہر یہ ہے کہ خاموشی بے علمی کی وجہ سے نہیں جیسا کہ اگلی عبارت سے معلوم ہو رہا ہے بلکہ آج اپنی محبوبیت دکھانا ہے اور اس بہانے سے حضرت جبریل کو معراج کرنا ہے۲یہ عبارت بتا رہی ہے کہ اس خاموشی میں کوئی راز تھا ورنہ یہ مسئلہ اجتہاد سے بھی فرمایا جا سکتا تھا۳یعنی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ رب نے فرمایا جبریل آج جاؤ کچھ پاؤ گے لطف کی بات یہ ہے کہ رب نے یہ مسئلہ بتا کر نہ بھیجا اور جبریل امین نے اپنی بے علمی کا اقرار نہیں کیا' بلکہ عرض کیا کہ اس بارے میں میرا علم آپ سے زیادہ نہیں' زیادتی علم کی نفی کی یعنی اگرچہ یہ آپ کو بھی معلوم ہے مجھے بھی' لیکن ابھی بتانے کی اجازت نہیں اس میں کچھ راز ہے۴اپنے مقام پر جا کر نہ کہ یہاں بیٹھے ہوئے۵یہ اس ساری حدیث کا منشا ہے یعنی ابھی یہ مجلس گرم ہی تھی کہ جبریل جا کر لوٹ بھی آئے اور یہ پیغام لائے' خیال رہے کہ ہمیشہ حضرت جبریل رب کے بھیجے ہوئے حضور کے پاس آیا کرتے تھے آج محبوب کے بھیجے ہوئے رب کے پاس گئے اور پیارے کا قاصد بھی پیارا ہوتا ہے اس لئے رب نے انہیں سدرہ سے کہیں آگے بلا لیا' معراج میں آگے نہ بڑھے کہ وہاں حبیب و محبوب کے تخلیہ کا وقت تھا خدام کو علیحدہ رہنا چاہئے تھا یہاں مرقاۃ نے بڑا پر لطف مضمون بیان کیا ہے۔ یہ سارا قصہ جبریل کی اس عزت افزائی کیلئے تھا۶یعنی اس سے پہلے لاکھوں پردے ہوا کرتے تھے لیکن آج ایک لاکھ سے بھی کم رہ گئے۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ پردے مخلوق کے لحاظ سے نہ خالق کے لحاظ سے یعنی مخلوق حجاب میں ہے نہ کہ خالق جیسے نابینا سے آفتاب چھپا ہے مگر حجاب اس کی آنکھ پر ہے نہ کہ سورج پر' خیال رہے کہ ہم لوگ ظلمانی حجابوں میں ہیں اور ملائکہ نورانی حجابوں میں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ جَآءَ مَسْجِدِيْ هٰذَا لَمْ يَاْتِ اِلَّا لِخَيْرٍ يَتَعَلَّمُهٗ اَوْ يُعَلِّمُهٗ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَنْ جَآءَ لِغَيْرِ ذٰلِكَ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ يَنْظُرُ اِلٰى مَتَاعِ غَيْرِهٖ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

(۶۸۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو میری اس مسجد میں آئے مگر نہ آئے سوائے بھلائی سیکھنے یا سکھانے تو وہ غازی فی سبیل اللہ کے درجے میں ہے۱اور جو اس کے سوا کسی کام کیلئے آئے وہ اس شخص کی طرح ہے جو دوسرے کا مال تکے۲(ابن ماجہ) اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔

(۶۸۶)۱یعنی مسجد نبوی شریف میں علم دین سیکھنا سکھانا دوسری جگہ سیکھنے سکھانے سے افضل ہے جیسے یہاں کی ایک نماز پچاس ہزار کے برابر ویسے ہی یہاں کا ایک سبق پڑھنا پڑھانا پچاس ہزار اسباق کے برابر حضور کے قرب کی برکت سے اسی لئے بعض علماء مسجد نبوی شریف میں وعظ کہنے اور درس دینے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجدوں میں علم دین کے مدرسے جائز ہیں امام

https://archive.org/details/@madni_library

بخاری نے حرم شریف میں بخاری لکھی ۲؎ یعنی جیسے وہ تکنے والا خیر سے محروم ہے ایسے ہی یہ خیر سے محروم' خیال رہے کہ یہاں غیر سے مراد کوئی دنیوی کام ہے یعنی جو مسجد نبوی شریف میں فقط عمارت یا رونق دیکھنے کیلئے جائے کسی عبادت کی نیت نہ کرے وہ بڑا بدنصیب ہے' اس غیر سے مراد حضور کا دیدار نہیں کہ یہ تو وہاں کی حاضری کا اصل مقصود ہے۔ خیال رہے کہ حاجی حضور کی زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ جائے اسی پر وعدہ شفاعت ہے کہ فرمایا من زار قبری وجبت لہ شفاعتی جو بدنصیب صرف وہ مسجد دیکھنے جائیں وہ اس شفاعت سے محروم ہیں لہٰذا یہ حدیث ان کی دلیل نہیں ہمارے خلاف نہیں۔

وَعَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَكُوْنُ حَدِيْثُهُمْ فِيْ مَسَاجِدِهِمْ فِيْ اَمْرِ دُنْيَاهُمْ فَلَا تُجَالِسُوْهُمْ فَلَيْسَ لِلّٰهِ فِيْهِمْ حَاجَةٌ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

(۶۸۷) روایت ہے حضرت حسن سے مرسلاً فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ان کی دنیاوی باتیں مسجدوں میں ہوں گی تم ان میں نہ بیٹھنا ۱؎ ایسوں کی اللہ کو ضرورت نہیں ۲؎ بیہقی شعب الایمان

(۶۸۷) ۱؎ علماء فرماتے ہیں کہ مسجد میں دنیوی جائز باتیں بھی نیکیاں برباد کر دیتی ہیں دنیا کی قید سے معلوم ہوا کہ وہاں دینی باتیں جائز ہیں ۲؎ یعنی اللہ ان پر کرم نہ کرے گا ورنہ ربّ کو کسی بندے کی ضرورت نہیں وہ ضرورتوں سے پاک ہے۔

وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنْتُ نَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِيْ رَجُلٌ فَنَظَرْتُ فَاِذَا هُوَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِيْ بِهٰذَيْنِ فَجِئْتُهُ بِهِمَا فَقَالَ مِمَّنْ اَنْتُمَا اَوْ مِنْ اَيْنَ اَنْتُمَا قَالَ مِنْ اَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ لَاَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ اَصْوَاتَكُمَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۶۸۸) روایت ہے حضرت سائب ابن یزید سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں سو رہا تھا کسی نے مجھے کنکری ماری میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر فاروق تھے ۲؎ فرمایا جاؤ ان دونوں کو میرے پاس لاؤ میں ان دونوں کو لے کر آیا فرمایا تم لوگ کون ہو یا کہاں سے آئے ہو وہ بولے ہم طائف والے ہیں فرمایا اگر تم مدینہ والوں میں سے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا ۳؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آوازیں اونچی کرتے ہوئے ۴؎ (بخاری)

(۶۸۸) ۱؎ آپ بہت نوعمر صحابی ہیں' اپنے والد کے ساتھ حجۃ الوداع میں حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اس وقت آپ کی عمر سات سال تھی ۲؎ حضرت سائب کا مسجد نبوی میں سونا یا اس لئے تھا کہ آپ مسافر تھے یا نیت اعتکاف کر لیتے تھے یا آپ جائز سمجھتے تھے۔ بعض علماء مسجد میں سونے کو مکروہ کہتے ہیں بعض بلا کراہت جائز' حضرت فاروق نے انہیں آواز دے کر نہ جگایا' مسجد پاک کا احترام کرتے ہوئے ۳؎ مسجد نبوی میں بلند آواز سے باتیں کرنے پر کیونکہ مدینہ والے یہاں کے آداب سے واقف ہیں تم لوگ پردیسی ہو مسائل سے پورے واقف نہیں' اس سے معلوم ہوا کہ حاکم گناہ صغیرہ پر بھی تعزیراً سزا دے سکتا ہے نیز جہاں علم کی روشنی کم پہنچی ہو یا بالکل نہ پہنچی ہو وہاں کے لوگوں کو بے علمی پر معذور رکھا جا سکتا ہے ورنہ بے علمی عذر نہیں۔ خیال رہے کہ طائف حجاز کا مشہور شہر ہے مکہ معظمہ سے تین منزل دور سیدنا عبداللہ ابن عباس کا مزار پر انوار وہیں ہے فقیر نے زیارت کی ہے ۴؎ مرقاۃ نے فرمایا کہ مسجد نبوی کی حرمت' دوسری مسجدوں سے زیادہ ہے کیونکہ حضور اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں وہاں حضور کا دربار ہے اس کا ادب چاہئے وہ حضرات دنیوی باتیں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اونچی آواز سے کر رہے تھے ورنہ مسجد میں درس و تدریس ذکر اللہ نعت شریف وغیرہ بلند آواز سے کر سکتے ہیں جبکہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو۔

وَعَنْ مَّالِكٍ قَالَ بَنٰى عُمَرُ رَحْبَةً فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ تُسَمَّى الْبُطَيْحَاءَ وَقَالَ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ اَنْ يَّلْغَطَ اَوْيُنْشِدُ شِعْرًا اَوْ يَرْفَعَ صَوْتَهٗ فَلْيَخْرُجْ اِلٰى هٰذِهِ الرَّحْبَةِ (رَوَاهُ فِي الْمُوَطَّا)

(۶۸۹) روایت ہے حضرت مالک سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے مسجد کے گوشے میں چبوترہ بنایا تھا جسے بطیحاء کہا جاتا تھا۱ اور فرمایا جو باتیں کرنا یا شعر پڑھنا یا شور کرنا چاہے وہ اس چبوترے کی طرف چلا جائے۲ (موطا)

(۶۸۹)۱ کیونکہ اس کا فرش بجری کا تھا بطحاء بمعنی کنکریلی زمین یہ جگہ مسجد کے خارجی حصہ میں تھی نہ کہ داخلی حصہ میں، ورنہ اس کے آداب بھی مسجد جیسے ہوتے شعر سے مراد دنیوی اشعار ہیں۔شور سے مراد بھی دنیوی باتیں اونچی آواز سے کرنا ہیں ورنہ نعت شریف ذکر بالجہر مسجد میں جائز ہے۔مسلم شریف میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام ہر نماز فرض کے بعد خوب اونچی آواز سے ذکر اللہ کرتے تھے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ رَاَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ حَتّٰى رُئِيَ فِيْ وَجْهِهٖ فَقَامَ فَحَكَّهٗ بِيَدِهٖ فَقَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ فِي الصَّلٰوةِ فَاِنَّمَا يُنَاجِيْ رَبَّهٗ وَاِنَّ رَبَّهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَلَا يَبْزُقَنَّ اَحَدُكُمْ قِبَلَ قِبْلَتِهٖ وَلٰكِنْ عَنْ يَّسَارِهٖ اَوْتَحْتَ قَدَمِهٖ ثُمَّ اَخَذَ طَرَفَ رِدَآئِهٖ فَبَصَقَ فِيْهِ ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَقَالَ اَوْيَفْعَلُ هٰكَذَا (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۶۹۰) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلے کی جانب رینٹھ دیکھی۱ آپ کو ناگوار گزرا حتیٰ کہ ناگواری چہرہ انور میں دیکھی گئی پھر اٹھے اسے اپنے ہاتھ سے کھرچ دیا۲ فرمایا کہ تم میں سے کوئی جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اپنے رب سے باتیں کرتا ہے اور اس کا رب اس کے اور قبلے کے درمیان ہوتا ہے۳ لہٰذا کوئی قبلے کی طرف ہرگز نہ تھوکے لیکن بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے۴ پھر اپنی چادر کا کونہ پکڑا اس میں تھوکا پھر اسے مل ڈالا فرمایا یا ایسے کرے۵ (بخاری)

(۶۹۰)۱ یعنی قبلہ کی دیوار میں اس سے محراب مراد نہیں کیونکہ اس زمانہ میں مسجدوں میں محرابیں نہ تھیں، محراب حضرت عمر ابن عبدالعزیز کی بدعت ہے جبکہ ولید ابن عبدالملک کی طرف سے مدینہ کے حاکم تھے جہاں اب محراب النبی بنی ہے وہ حضور کے نماز پڑھنے کی جگہ تھی۲ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مسجد میں گندگی ڈالنا نبی کریم کی ناراضی کا باعث ہے دوسرے یہ کہ مسجد کو اپنے ہاتھ سے صاف کرنا حضور کی سنت ہے اس لئے علماء مشائخ بلکہ اسلامی بادشاہ کبھی اپنے ہاتھ سے بھی مسجد صاف کرتے تھے۳ یعنی اس کی رحمت خاص سامنے ہوتی ہے نیز کعبہ بھی سامنے ہے بعض لوگ نماز کے علاوہ بھی کعبہ کی طرف تھوکنے کو منع کرتے ہیں۴ یہ بھی وہاں جہاں مسجد کا فرش کچا یا بجری ہو جس سے تھوک کو دبایا جا سکے پکے فرش میں قطعاً منع کہ اس میں مسجد کی گندگی ہے، ایسے موقع کیلئے اگلی ہدایت آرہی ہے۵ یہ عمل مسجد کے پکے فرشوں اور قیمتی مصلوں پر بھی کیا جا سکتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ چادر اوڑھے رہنا حضور کی سنت ہے اور نماز میں اتنا تھوڑا عمل ضرورۃً جائز ہے۔

وَعَنِ السَّآئِبِ بْنِ خَلَّادٍ وَّهُوَ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحٰبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ رَجُلًا اَمَّ

(۶۹۱) روایت ہے حضرت سائب ابن خلاد سے وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک ہیں۱ فرمایا ایک شخص

https://archive.org/details/@madni_library

قَوْمًا فَبَصَقَ فِی الْقِبْلَةِ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْمِهٖ حِيْنَ فَرَغَ لَا يُصَلِّىْ لَكُمْ فَاَرَادَ بَعْدَ ذٰلِكَ اَنْ يُّصَلِّىَ لَهُمْ فَمَنَعُوْهُ فَاَخْبَرُوْهُ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَعَمْ وَحَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّكَ قَدْ اٰذَيْتَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

نے قوم کی امامت کی، قبلے کی طرف تھوک دیا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فراغت پر اس کی قوم سے فرمایا کہ آئندہ یہ تمہیں نماز نہ پڑھائے۲ اس کے بعد اس نے نماز پڑھانی چاہی لوگوں نے روک دیا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے اسے آگاہ کیا، اس نے یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا فرمایا ہاں مجھے خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تو نے اللہ رسول کو ستایا۳ (ابوداؤد)

(۶۹۱) ۱ چونکہ ان کی صحابیت میں اختلاف ہے اور یہ کچھ غیر مشہور بھی ہیں اس لئے مصنف نے یہ تشریح کردی آپ کی کنیت ابوسہل ہے مدنی ہیں، زمانہ فاروقی میں یمن کے حاکم رہے۲ کیونکہ یہ کعبہ کا بے ادب ہے اس لئے حضور نے اس سے خطاب بھی نہ کیا کہ وہ خطاب کے لائق ہی نہ رہا جبکہ کعبہ کا بے ادب امامت کے لائق نہیں تو حضور کا بے ادب اور آپ کی شان میں بکواس کرنے والا امامت کے لائق کیسے ہوسکتا ہے، اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو بلاتحقیق ہر فاسق و بے ادب کو امام بنالیتے ہیں۔ خیال رہے کہ یہ امام صحابی تھے مگر اتفاقاً ان سے یہ خطاء ہوگئی پھر توبہ کرلی کیونکہ کوئی صحابی فاسق نہیں، جب اتفاقاً خطا پر امامت سے معزول کردیا گیا تو جان بوجھ کر بے ادبی کرنے والا ضرور معزول کردیا جائے گا حضور کا یہ فرمانا کہ ہر نیک و فاسق کے پیچھے نماز پڑھ لو اس موقع کیلئے ہے جب وہ امام بن گیا ہو اور ہم اسے معزول کرنے پر قادر نہ ہوں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قوم و سلطان امام کو امامت سے علیحدہ کرسکتے ہیں۳ کیونکہ تیرا یہ کام میری ایذا کا سبب ہے اور میری ایذا رب کی ایذا کا باعث اس کا یہی مطلب ہے کیونکہ اس نے حضور کو دکھ دینے کے واسطے یہ کام نہ کیا تھا ورنہ یہ عمل کفر اور ارتداد ہوتا اور اسے دوبارہ مسلمان کیا جاتا ظاہر یہ ہے کہ اس شخص نے توبہ کرلی ہوگی اور دوبارہ امام بنادیا گیا ہوگا۔

وَعَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ اَحْتَبَسَ عَنَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ عَنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى كِدْنَا نَتَرَآءٰى عَيْنَ الشَّمْسِ فَخَرَجَ سَرِيْعًا فَثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَجَوَّزَ فِیْ صَلٰوتِهٖ فَلَمَّا سَلَّمَ دَعَا بِصَوْتِهٖ فَقَالَ لَنَا عَلٰى مَصَافِّكُمْ كَمَا اَنْتُمْ ثُمَّ انْفَتَلَ اِلَيْنَا ثُمَّ قَالَ اَمَا اِنِّیْ سَاُحَدِّثُكُمْ مَا حَبَسَنِیْ عَنْكُمُ الْغَدَاةَ اِنِّیْ قُمْتُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَوَضَّأْتُ وَصَلَّيْتُ مَا قُدِّرَ لِیْ فَنَعَسْتُ فِیْ صَلٰوتِیْ حَتّٰى

(۶۹۲) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں تشریف لانے میں تاخیر کی قریب تھا کہ ہم سورج دیکھ لیں ۱ آپ تیزی سے تشریف لائے نماز کی تکبیر کہی گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور نماز میں اختصار کیا ۲ جب سلام پھیرا تو آواز سے فرمایا اپنی جگہ بیٹھے رہو جیسے ہو پھر ہماری طرف توجہ فرمائی پھر فرمایا میں تمہیں بتاتا ہوں کہ آج صبح مجھے تم سے کس چیز نے روکا۳ میں رات میں اٹھا وضو کیا جس قدر مقدر میں تھا نماز پڑھی نماز ہی میں مجھے اونگھ آگئی حتی کہ نیند غالب ہوگئی ۴ اچانک میں اپنے رب تعالیٰ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اسْتَثْقَلْتُ فَاِذَا اَنَا بِرَبِّيْ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى فِيْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَبِّ قَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْاَعْلٰى قُلْتُ لَا اَدْرِيْ قَالَهَا ثَلٰثًا قَالَ فَرَاَيْتُهٗ وَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَ اَنَامِلِهٖ بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَتَجَلّٰى لِيْ كُلُّ شَيْءٍ وَّعَرَفْتُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَبِّ قَالَ فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْاَعْلٰى قُلْتُ فِي الْكَفَّارَاتِ قَالَ وَمَا هُنَّ قُلْتُ مَشْيُ الْاَقْدَامِ اِلَى الْجَمَاعَاتِ وَالْجُلُوْسُ فِي الْمَسَاجِدِ بَعْدَ الصَّلٰوتِ وَاِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ حِيْنَ الْكَرِيْهَاتِ قَالَ ثُمَّ فِيْمَ قُلْتُ فِي الدَّرَجَاتِ قَالَ وَمَا هُنَّ قُلْتُ اِطْعَامُ الطَّعَامِ وَلِيْنُ الْكَلَامِ وَالصَّلٰوةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ قَالَ سَلْ قَالَ قُلْتُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنِ وَاَنْ تَغْفِرَلِيْ وَتَرْحَمَنِيْ وَاِذَا اَرَدْتَّ فِتْنَةً فِيْ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِيْ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ وَّ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُّقَرِّبُنِيْ اِلٰى حُبِّكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا حَقٌّ فَادْرُسُوْهَا ثُمَّ تَعَلَّمُوْهَا (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ) وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّسَاَلْتُ مُحَمَّدَ ابْنَ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ

کے پاس اچھی صورت میں تھا۵ فرمایا اے محمد۶ میں نے عرض کیا مولا میں حاضر ہوں فرمایا مقرب فرشتے کس میں جھگڑتے ہیں میں نے کہا مجھے نہیں خبر۷ یہ تین بار فرمایا فرماتے ہیں میں نے رب کو دیکھا کہ اس نے اپنا دست رحمت میرے کندھوں کے بیچ رکھا حتی کہ میں نے اس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں پائی ۸ تو مجھے ہر چیز ظاہر ہوگئی اور میں نے پہچان لی ۹ پھر فرمایا اے محمد! میں نے عرض کیا: یارب حاضر ہوں فرمایا مقرب فرشتے کس میں جھگڑتے ہیں ۱۰ میں نے کہا کفاروں میں فرمایا وہ کفارے کیا ہیں میں نے عرض کیا جماعتوں کی طرف پیدل جانا نمازوں کے بعد مسجدوں میں بیٹھنا ناگوار حالتوں میں پورا وضو کرنا ۱۱ فرمایا پھر کاہے میں جھگڑتے ہیں میں نے عرض کیا درجوں میں فرمایا وہ کیا چیز ہیں میں نے کہا کھانا کھلانا نرمی سے گفتگو کرنا اور جب لوگ سوتے ہوں تو نماز پڑھنا ۱۲ فرمایا کچھ مانگ لو فرماتے ہیں میں نے عرض کیا الٰہی میں تجھ سے نیکیاں کرنا' برائیاں چھوڑنا اور مسکینوں سے محبت مانگتا ہوں اور یہ کہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر اور جب تو کسی قوم میں فتنہ بھیجنا چاہے تو مجھے بغیر فتنے میں مبتلا کئے وفات دے دے اور میں تجھ سے تیری محبت اور جو تجھ سے محبت کریں ان کی محبت اور اس عمل کی محبت جو مجھے تیری محبت سے قریب کردے مانگتا ہوں ۱۳ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خواب برحق ہے یہ دعائیں یاد کرلو پھر سکھاؤ ۱۴ (احمد وترمذی) اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے میں نے محمد ابن اسماعیل سے پوچھا۔ فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔

(۶۹۲) ۱ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام نہ نماز کیلئے حضور کو جگاتے تھے نہ حضور کے بغیر نماز پڑھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ان کے ساتھ کی قضا ان کے بغیر ادا سے افضل ہے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ حضور کا سونا ربّ کی طرف سے ہے اور آپ کی خواب وحی اور نماز کے وقت بیدار نہ ہونے میں ربّ کی لاکھوں حکمتیں ہیں' آپ کی نیند تمام عالم کی بیداریوں سے کروڑوں گنا افضل ہے ۲ یعنی وقت کی تنگی کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا' معلوم ہوا کہ ایسے موقع پر نماز کیلئے بھاگ کر آنا جائز ہے۔ رکوع پانے کیلئے بھاگنا منع لہٰذا یہ حدیث ممانعت کے خلاف نہیں نیز تنگ وقت میں فجر میں بھی قرأت مختصر کرنی چاہئے ۳ سبحان اللہ صحابہ کا خیال بالکل درست نکلا حضور کو غفلت نماز سے نہیں روکتی بلکہ ربّ کی طرف توجہ ۴ اور ہم نماز تہجد ختم کرکے سوگئے' یہ مطلب نہیں کہ نماز میں سوگئے ۵ اس کی شرح پہلے گزر گئی خیال رہے کہ یا

https://archive.org/details/@madni_library

یہ وہی واقعہ ہے جو پہلے مذکور ہوا یا وہ معراج کا واقعہ تھا اور یہ خواب کا۔۶؎ خیال رہے کہ رب نے قرآن شریف میں حضور کو نام لے کر نہ پکارا ہر جگہ القاب سے پکارا تاکہ قرآن پڑھنے والے اس طرح پکارنے کی جرأت نہ کریں۔ یہ راز و نیاز کا موقع تھا رب نے اظہار کرم کیلئے نام سے پکارا۔۷؎ کیونکہ اب تک تو نے مجھے اس کا علم نہیں دیا' اس کی شرح ابھی پہلی فصل میں گزر چکی ۸؎ ہاتھ اور پوروں کے وہ معنی ہیں جو رب کی شان کے لائق ہیں یعنی رحمت' قدرت' توجہ کا ہاتھ' کہا جاتا ہے فلاں کام میں حکومت کا ہاتھ ہے یعنی اس کا کرم و توجہ ہے ٹھنڈک پانے کا مطلب یہ ہے کہ رحمت کا اثر دل پر پہنچا ۹؎ اس کی شرح گزر چکی یعنی علوی اور سفلی عالم غیب و شہادت کا ہر ذرہ مجھ پر فقط منکشف ہی نہ ہوا بلکہ میں نے ہر ایک کو الگ الگ پہچان لیا علم اور معرفت میں بڑا فرق ہے۔ مجمع پر نظر ڈال کر جان لینا کہ یہاں دو لاکھ آدمی بیٹھے ہیں یہ علم ہے اور ان میں سے ہر ایک کے سارے حالات معلوم کر لینا معرفت اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور کا علم کلی سارے عالم کو گھیرے ہوئے ہے' دوسرے یہ کہ حضور کا یہ علم کسبی نہیں بلکہ لدنی ہے تیسرے یہ کہ آپ کا علم و ہدایت قرآن پر موقوف نہیں' آپ نزول قرآن سے پہلے ہی عالم و عامل تھے۔ چوتھے یہ کہ تجلی اور ہے بیان کچھ اور یہاں حضور کو ہر چیز دکھائی گئی اور قرآن میں بتائی گئی اسی لئے یہاں تجلی ارشاد ہوا اور وہاں فرمایا: تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب ساری چیزیں سرکار کو آج دکھا دی گئیں تو نزول قرآن سے کیا فائدہ ۱۰؎ پہلی بار یہ سوال حضور کو علم یعنی آمادہ کرنے پر تھا اور اب یہ سوال سکھا کر امتحان لینے کیلئے تاکہ معلوم ہو کہ محبوب سیکھ کر بھول نہ گئے' وہ سکھانے والا کامل اور یہ سیکھنے والا بھی کامل' خیال رہے کہ بڑے شاگرد کو استاد ہی پڑھایا کرتے ہیں ۱۱؎ ان سب کی شرحیں ابھی گزر چکیں اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ مسجد کو پیدل چلنا بہتر' یوں تو وضو ہمیشہ ہی پورا کرنا چاہیئے مگر سردیوں میں خصوصاً جبکہ پانی بھی ٹھنڈا ہو صحیح وضو کرنا بہت ثواب ہے ۱۲؎ اس کی شرح بھی گزر گئی' بعض بزرگوں کے آستانوں پر جو لنگر ہوتے ہیں جہاں سے ہمیشہ لوگوں کو کھانا ملتا ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے مسلمانوں سے نرم کلام اور کفار و منافقین سے سخت کلام ثواب ہے۔ رب فرماتا ہے: وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ۱۳؎ ان تمام کی شرحیں ابھی گزر گئیں' اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ دیتا رب ہی ہے مگر وہ چاہتا ہے کہ بندہ مجھ سے مانگے تو دوں' یہ مانگنا ہماری بندگی کی نشانی ہے۔ اس لئے فرمایا کہ سل محبوب کچھ مانگو۔ دوسرے یہ کہ ہم تو گناہ ہی کریں گے رب کی توفیق ہو تو نیکی کر سکتے ہیں' پتھر خود نیچے گرے گا کوئی پھینکے تو اوپر جائے گا' خیال رہے کہ یہ سب دعائیں ہمیں سکھانے کیلئے ہیں ورنہ حضور کو یہ ساری نعمتیں پہلے ہی سے حاصل ہیں نیز جو اللہ سے محبت کرنا چاہے وہ اس کے پیاروں سے محبت کرے ۱۴؎ یعنی خود بھی سیکھو اوروں کو بھی سکھاؤ کیونکہ یہ سب خوابیں تمہاری خاطر ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ قَالَ فَاِذَا قَالَ ذٰلِكَ قَالَ الشَّيْطٰنُ حُفِظَ مِنِّيْ سَائِرَ الْيَوْمِ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ)

(۶۹۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ کہتے میں عظمت والے اللہ کی پناہ لیتا ہوں اس کی ذات کریم اور اس کے پرانے غلبے کے ذریعے مردود شیطان سے ۱؎ فرمایا جب مؤمن یہ کہہ لیتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ یہ مجھ سے سارا دن محفوظ رہے گا ۲؎ (ابوداؤد)

(۶۹۳) ۱؎ معلوم ہوا کہ خدا کی صفات کو وسیلہ دعا بنانا جائز ہے اور ہر شخص شیطان سے رب کی پناہ مانگے کوئی اپنے کو محفوظ نہ سمجھے۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

آدم علیہ السلام معصوم تھے اور جنت خطہ محفوظ مگر پھر بھی وہاں اس کا داؤ چل گیا تو ہم کس شمار میں ہیں کہ نہ خود محفوظ ہیں نہ ہمارے گھر اس سے محفوظ ۲؎ معلوم ہوا کہ شیطان دعاؤں کو بھی جانتا ہے ان کے اثرات کو بھی تفسیر کبیر نے فرمایا کہ شیطان ہر نیک و بد عمل سے خبردار ہے اسی لئے ہر نیکی سے روکتا ہے ہر گناہ کراتا ہے بلکہ ہر ایک کے ارادے سے مطلع ہے اسی لئے ہر ایک کو بہکاتا ہے۔ جب اس فسادی کے علم کا یہ حال ہے تو مصلح عالم کے علم کا کیا حال ہوگا' یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی شیطان کے ہر حال اور اس کے ہر کلام سے مطلع ہیں۔

وَعَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا يُّعْبَدُ اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَآءِ هِمْ مَسَاجِدَ (رَوَاهُ مَالِكٌ مُرْسَلًا)

(۶۹۴) روایت ہے حضرت عطا ابن یسار سے۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الٰہی میری قبر کو بت نہ بنانا جو پوجی جائے۲؎ اس قوم پر اللہ کا سخت غضب ہوا جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۳؎ (مالک ارسالًا)

(۶۹۴) ۱؎ آپ مشہور تابعی ہیں حضرت ام المومنین میمونہ کے آزاد کردہ غلام ہیں' ۸۴ سال عمر پائی' ۹۴ھ میں وفات پائی ۲؎ سبحان اللہ حضور کی یہ دعا ایسی قبول ہوئی کہ ہر سال لاکھوں جاہل و عالم زیارت کیلئے جاتے ہیں مگر نہ کوئی قبر انور کو سجدہ کرتا ہے نہ کوئی اس کی طرف نماز پڑھے یہ اس دعا کا اثر ہے' خیال رہے کہ یہود و نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ و عزیر علیہما السلام کے ایک دو معجزے سن کر انہیں خدا یا خدا کا بیٹا کہہ دیا' اور ان کی عبادت کرنے لگے مگر مسلمان ہزار ہا معجزات سن کر بلکہ آنکھوں سے دیکھ کر نہ حضور کو خدا کہتے ہیں نہ خدا کا بیٹا' جاہل مسلمانوں کا بھی عقیدہ یہ ہے عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ یہ حضور کی اس دعا ہی کی برکت ہے۔ (لطیفہ) بعض لوگ اس حدیث کے ماتحت یہ بیان کرتے ہیں کہ قبروں کی تعظیم کرنا سال کے سال وہاں جانا مجمع کرکے زیارتیں کرنا وہاں چراغاں کرنا سب شرک ہے کیونکہ اس میں قبر پرستی ہے کہ قبر کو بت بنالیا گیا مگر یہ بالکل غلط ہے کیونکہ یہ سارے کام ۱۳سو برس سے حضور کی قبر انور پر ہو رہے ہیں۔ ہر سال زائرین کی بھیڑ ہوتی ہے۔ ہاتھ باندھ کر سر جھکا کر سلام پڑھا جاتا ہے' رات کو ایمان افروز روشنی ہوتی ہے۔ سارے علماء صلحاء اولیاء یہ کام کرتے ہیں' فقہاء فرماتے ہیں کہ روضہ انور پر سلام کرنے اس طرح ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے' اگر ان میں سے کوئی کام شرک ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر ہرگز نہ ہوتا کیونکہ حضور کی دعا قبول ہوچکی ہے ان نادانوں کی اس تفسیر سے لازم آئے گا کہ حضور کی یہ دعا رب نے بالکل رد کردی' لہٰذا یہ حدیث جواز عرس کے متعلق اہل سنت کی قوی دلیل ہے' حدیث کو سمجھنے کیلئے علم و عقل و عشق کی ضرورت ہے۳؎ اس طرح کہ ان قبروں کی عبادت کرنے لگے یا ان کی طرف نماز پڑھنے لگے پہلا کام شرک ہے دوسرا حرام خیال رہے کہ اگر اتفاقًا مسجد میں قبر ہو تو نمازی اور قبر کے درمیان پوری آڑ چاہیئے جیسے مسجد نبوی شریف میں روضہ اطہر ہے جس کے چاروں طرف نمازیں ہوتی ہیں مگر قبر انور کی چوطرفہ دیواروں کی آڑیں ہیں اس کی پوری تحقیق پہلے ہوچکی۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِبُّ الصَّلٰوةَ فِيْ حِيْطَانٍ قَالَ بَعْضُ رُوَاتِهٖ يَعْنِي الْبَسَاتِيْنَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا

(۶۹۵) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باغوں میں نماز پڑھنا پسند فرماتے تھے۱؎ بعض راویوں نے فرمایا یعنی بساتین۲؎ (احمد' ترمذی) ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے ہم اسے صرف حسن ابن ابی جعفر

https://archive.org/details/@madni_library

مِنْ حَدِيْثِ الْحَسَنِ ابْنِ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَدْ ضَعَّفَهٗ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَغَيْرُهٗ

کی حدیث سے ہی جانتے ہیں انہیں یحییٰ ابن سعید وغیرہ نے ضعیف کہا۳؎

(۶۹۵)۱؎ یعنی نفل نماز دیواروں کے پیچھے یا باغوں میں بہتر جانتے تھے تاکہ باغوں میں رہنے والے بے تکلف نوافل بلکہ ضرورۃً فرائض پڑھ سکیں ورنہ فرائض مسجد میں افضل ہیں۲؎ یعنی حدیث میں جو حِیْطَان آیا یہ حائط کی جمع ہے۔حائط دیوار کو بھی کہتے ہیں اور باغ کو بھی کیونکہ وہ دیوار سے گھرا ہوتا ہے یہاں باغ کے معنی میں ہے۳؎ ابو حاتم کہتے ہیں کہ حسن مقبول الدعاء اور بڑے عابد تھے لیکن عبادات میں زیادہ مشغولیت کی وجہ سے حفظ حدیث میں کوتاہی پیدا ہوگئی تھی۔

وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِیْ بَيْتِهٖ بِصَلٰوةٍ وَّصَلٰوتُهٗ فِیْ مَسْجِدِ الْقَبَائِلِ بِخَمْسٍ وَعِشْرِيْنَ صَلٰوةً وَ صَلٰوتُهٗ فِی الْمَسْجِدِ الَّذِیْ يُجَمَّعُ فِيْهِ بِخَمْسِ مِائَةِ صَلٰوةٍ وَّ صَلٰوتُهٗ فِی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى بِخَمْسِيْنَ اَلْفِ صَلٰوةٍ وَّ صَلٰوتُهٗ فِیْ مَسْجِدِیْ بِخَمْسِيْنَ اَلْفَ صَلٰوةٍ وَّ صَلٰوتُهٗ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَةِ اَلْفِ صَلٰوةٍ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۶۹۶) روایت ہے حضرت انس ابن مالک سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کی نماز اپنے گھر میں ایک نماز ہے اور قبیلے کی مسجد میں پچیس نمازیں اور جس مسجد میں جمعہ پڑھا جاتا ہے اس میں ایک نماز پانچ سو نمازیں اور مسجد اقصیٰ میں ایک نماز پچاس ہزار نمازیں اور میری مسجد میں ایک نماز پچاس ہزار نمازیں اور مسجد حرام میں ایک نماز ایک لاکھ نمازیں ہیں۱؎ (ابن ماجہ)

(۶۹۶)۱؎ مرقاۃ نے فرمایا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ گھر کی ایک نماز کا ثواب ایک نماز کے برابر ہے اور محلّہ کی مسجد میں ایک نماز کا ثواب گھر کی پچیس نمازوں کے برابر اور جامع مسجد کی ایک نماز محلّہ کی پانچ سو نمازوں کے برابر اور مسجد بیت المقدس جو اسلام کا پہلا قبلہ تھی وہاں کی ایک نماز جامع مسجد کی پچاس ہزار نمازوں کے برابر اور مسجد نبوی شریف کی ایک نماز بیت المقدس کی پچاس ہزار نمازوں کے برابر اور بیت اللہ شریف کی ایک نماز مسجد نبوی کی ایک لاکھ نمازوں کے برابر مگر خیال رہے کہ یہ ثوابوں کا بڑا فرق ہے رہی مقبولیت اور قرب الٰہی اس کا یہ حال ہے کہ مسجد نبوی کی ایک نماز بیت اللہ شریف کی پچاس ہزار نمازوں کے برابر اسی لئے مہاجرین و انصار مسجد نبوی کی نماز کو دل و جان سے پسند کرتے تھے۔شعر:

مہاجر چھوڑ کر کعبہ بسے آکر مدینہ میں
مدینہ ایسی بستی ہے مدینہ ایسی بستی ہے

معلوم ہوا حضور کے قریب عبادات کا ثواب بڑھ جاتا ہے' اس لئے مسجد نبوی میں صف کا بایاں حصہ داہنے سے افضل ہے کیونکہ وہ روضہ پاک سے قریب ہے۔خیال رہے کہ تاقیامت نمازوں کا یہ حال ہے مگر حضور کے پیچھے نمازوں کا ثواب اور مقبولیت ہمارے اندازے سے باہر ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِی الْاَرْضِ اَوَّلُ قَالَ الْمَسْجِدُ

(۶۹۷) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ زمین میں پہلے کون سی مسجد بنائی گئی فرمایا مسجد حرام۱؎

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اَلْحَرَامُ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ اَلْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی قُلْتُ کَمْ بَیْنَھُمَا قَالَ اَرْبَعُوْنَ عَامًا ثُمَّ الْاَرْضُ لَکَ مَسْجِدٌ فَحَیْثُ مَا اَدْرَکَتْکَ الصَّلٰوۃُ فَصَلِّ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

فرماتے ہیں میں نے کہا پھر کون سی فرمایا پھر مسجد اقصیٰ۲ میں نے کہا ان کے درمیان کتنا فاصلہ تھا فرمایا چالیس سال۳ اب ساری زمین تمہارے لئے مسجد ہے جہاں نماز کا وقت آجائے وہاں پڑھ لو۴ (مسلم بخاری)

(۶۹۷)۱ کیونکہ آدم نے بحکم خداوندی حضرت جبرئیل کے عرض کرنے پر زمین پر آتے ہی یہ مسجد بنائی۲ اقصیٰ کے معنی ہیں بہت دور چونکہ بیت المقدس کی مسجد کعبہ معظمہ اور مدینہ طیبہ سے بہت دور ہے اس لئے اقصیٰ کہلاتی ہے۳ خیال رہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی اور حضرت سلیمان نے بیت المقدس کی بنیاد نہ رکھی بلکہ پہلی بنیادوں پر عمارتیں بنائیں' ان دو پیغمبروں کے درمیان ایک ہزار سال سے زیادہ فاصلہ ہے۔ اس حدیث میں یا تو ان دونوں مسجدوں کی بنیادوں کا ذکر ہے کہ آدم علیہ السلام نے توبہ قبول ہوتے ہی کعبۃ اللہ کی بنیاد ڈالی پھر چالیس سال کے بعد جب آپ کی اولاد بہت ہوگئی اور پھیل گئی تو ان میں سے کسی نے بیت المقدس کی بنیاد رکھی' بعض روایات میں ہے کہ خود آدم علیہ السلام نے ہی کعبہ کے چالیس سال بعد بیت المقدس کی بنیاد رکھی یا کوئی خاص تعمیر مراد ہے جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کعبہ کے چالیس سال بعد یعقوب علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر کی۔ یہاں مرقاۃ نے بناء کعبہ پر مفصل گفتگو کی ہے بہرحال اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ کعبہ بنائے ابراہیمی ہے اور بیت المقدس بناء سلیمانی ان دونوں بزرگوں میں ہزار برس سے زیادہ فاصلہ ہے تو ان تعمیروں میں چالیس سال کا فاصلہ کیسے ہوا جیسا کہ منکرین حدیث کو غوطہ لگا۴ یعنی اسلام میں ہر جگہ نماز جائز ہے مذبح مقبرہ وغیرہ میں نماز ممنوع ہونا ایک عارضہ کی وجہ سے ہے۔

https://archive.org/details/@madni_library

بَابُ السَّتْرِ ستر ڈھانپنے کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

بدن کا وہ حصہ جس کا ڈھانپنا نماز میں فرض ہے ستر کہلاتا ہے۔ مرد کیلئے ناف سے گھٹنے تک ستر ہے اور عورت کیلئے سر سے پاؤں تک سوا چہرے، کلائیوں تک ہاتھ اور ٹخنوں تک قدم کے، اگر ستر کے کسی عضو کا چہارم حصہ نماز میں تین تسبیح کی بقدر کھلا رہے، تو نماز مطلقاً نہ ہوگی مصنف اس باب میں لباس مستحب اور لباس مکروہ کا ذکر بھی کریں گے۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُشْتَمِلًا بِهٖ فِیْ بَیْتِ اُمِّ سَلَمَةَ وَاضِعًا طَرَفَیْهِ عَلٰی عَاتِقَیْهِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۶۹۸) روایت ہے حضرت عمرو ابن ابی سلمہ سے[۱] فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ام سلمہ کے گھر میں ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا کہ اپنے کندھوں پر اس کے کنارے ڈالے ہوئے تھے[۲] (بخاری مسلم)

(۶۹۸)[۱] آپ قریشی ہیں، مخزومی ہیں، حضور کے سوتیلے بیٹے ہیں، ام سلمہ کے فرزند ۲ھ مقام حبشہ میں پیدا ہوئے۔ حضور کی وفات کے وقت ۹ برس کے تھے۔ عبدالملک ابن مروان کے زمانہ حکومت میں ۸۳ھ میں وفات پائی۔[۲] اس طرح کہ ایک کپڑا سر سے پاؤں تک اوڑھے تھے اور کپڑے کا داہنا کونا بائیں کندھے پر اور بایاں داہنے پر ڈالے ہوئے تھے۔ معلوم ہوا کہ ایک کپڑے میں نماز بلا کراہت جائز ہے بشرطیکہ کندھے وغیرہ کھلے نہ ہوں اگرچہ مستحب یہ ہے کہ تین کپڑوں میں نماز پڑھے، ٹوپی یا عمامہ، قمیص، تہبند یا پائجامہ۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یُصَلِّیَنَّ اَحَدُکُمْ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَیْسَ عَلٰی عَاتِقَیْهِ مِنْهُ شَیْءٌ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۶۹۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھے پر کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو[۱] (مسلم بخاری)

(۶۹۹)[۱] کہ ننگے پیٹ ننگی پیٹھ ننگے کندھے نماز پڑھنا ممنوع ہے بعض لوگ صرف تہبند یا پائجامہ سے نماز پڑھتے ہیں۔ یہ مکروہ ہے، بلکہ امام احمد کے نزدیک نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔

وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ صَلّٰی فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فَلْیُخَالِفْ بَیْنَ طَرَفَیْهِ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۷۰۰) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو کوئی ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اس کے کنارے ادھر ادھر ڈالے[۱] (بخاری)

(۷۰۰)[۱] یعنی داہنا کنارہ بائیں کندھے پر اور بایاں دائیں پر اگر کنارے چھوٹے رہے تو نماز قطعاً نہ ہوگی کہ ستر کھلا رہے گا اور

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اگر ہاتھ سے پکڑے رہا تو نماز مکروہ ہوگی کہ اس صورت میں ہاتھ باندھ نہ سکے گا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ خَمِيْصَةٍ لَّهَا اَعْلَامٌ فَنَظَرَ اِلٰى اَعْلَامِهَا نَظْرَةً فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اذْهَبُوْا بِخَمِيْصَتِيْ هٰذِهٖ اِلٰى اَبِيْ جَهْمٍ وَّاْتُوْنِيْ بِاَنْبِجَانِيَّةِ اَبِيْ جَهْمٍ فَاِنَّهَا اَلْهَتْنِيْ اٰنِفًا عَنْ صَلٰوتِيْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ قَالَ كُنْتُ اَنْظُرُ اِلٰى عَلَمِهَا وَاَنَا فِي الصَّلٰوةِ فَاَخَافُ اَنْ يَّفْتِنَنِيْ

(۷۰۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیل بوٹوں والی چادر میں نماز پڑھی[۱] اس کے بیل بوٹے ایک نظر دیکھے جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میری یہ چادر ابو جہم کے پاس لے جاؤ اور ابوجہم سے انجانیہ چادر لے آؤ[۲] اس چادر نے مجھے ابھی نماز سے باز رکھا (مسلم بخاری) بخاری کی روایت میں یوں ہے کہ فرمایا میں اس کے بیل بوٹوں کو نماز میں دیکھتا تھا مجھے خوف ہے کہ میری نماز خراب کردے[۳]

(۷۰۱)[۱] عربی میں خمیصہ بیل بوٹے والی چادر ہی کو کہتے ہیں‘ لیکن علیحدہ اعلام کا ذکر کرنا تجرید کی بنا پر ہے یہ اونی سیاہ چادر تھی جو ابوجہم نے ہدیۃً خدمت اقدس میں پیش کی تھی اس کو اوڑھ کر سرکار نماز پڑھ رہے تھے[۲] انجانیہ شام کی ایک بستی کا نام ہے جہاں سادے کپڑے تیار ہوتے ہیں‘ اسی کی طرف اس کی نسبت ہے جیسے ہمارے ہاں بھاگل پور یا ڈھاکہ کی ململ یا لائل پور کا لٹھا مشہور ہے چونکہ چادر کا واپس کرنا ابوجہم کو ناگوار گزرتا‘ ان کی دلداری کیلئے اس کے عوض دوسری چادر طلب فرمائی اور ابوجہم قرشی ہیں‘ عدوی ہیں‘ مشہور صحابی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا احترام فرماتے تھے کیونکہ یہ بزرگان قریش میں سے تھے[۳] اس طرح کہ نماز میں ہمارا دھیان اس کے بیل بوٹوں کی طرف ہو جائے اور کامل خشوع خضوع نہ رہے‘ صوفیاء فرماتے ہیں کہ لباس کا اثر دل پر ہوتا ہے خصوصاً صاف اور روشن دل جلدی اثر لیتے ہیں جیسے سفید کپڑے پر سیاہ دھبہ معمولی بھی دور سے چمکتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ محراب مسجد سادہ ہونا بہتر ہے تاکہ نمازی کا دھیان نہ بٹے‘ بعض صوفیاء نقش و نگار والے مصلے کے بجائے سادہ چٹائی پر نماز بہتر سمجھتے ہیں ان کا ماخذ یہی حدیث ہے‘ خیال رہے کہ یہ سب اپنی امت کی تعلیم کیلئے ہے قلب پاک مصطفیٰ کی واردات مختلف ہیں‘ کبھی کپڑے کے بیل بوٹے سے خضوع خشوع کم ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور کبھی میدان جہاد میں تلواروں کے سایہ میں نماز پڑھتے ہیں اور خشوع میں کوئی فرق نہیں آتا کبھی بشریت کا ظہور ہے اور کبھی نورانیت کی جلوہ گری۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ قِرَامٌ لِّعَائِشَةَ سَتَرَتْ بِهٖ جَانِبَ بَيْتِهَا فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمِيْطِيْ عَنَّا قِرَامَكِ هٰذَا فَاِنَّهٗ لَايَزَالُ تَصَاوِيْرُهٗ تَعْرِضُ لِيْ فِيْ صَلٰوتِيْ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۷۰۲) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ کا ایک پردہ تھا جس سے گھر کا ایک گوشہ ڈھانک رکھا تھا ان سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنا یہ پردہ ہم سے ہٹا لو کیونکہ اس کی تصویریں نماز میں میرے سامنے آجاتی ہیں[۱] (بخاری)

(۷۰۲)[۱] ظاہر یہ ہے کہ یہ غیر جاندار چیزوں کی صورتیں ہوں گی اور اگر جاندار کے فوٹو بھی ہوں تب بھی شوقیہ یا احترام کے طور پر نہ تھے تاکہ اس پر کراہت کا حکم ہو۔ خیال رہے کہ دیواروں پر غلاف ڈالنا جائز ہے اگرچہ بہتر نہیں لہٰذا یہ حدیث ممانعت کی روایت کے خلاف نہیں شیخ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ ممانعت سے پہلے کا ہوگا اور ہوسکتا ہے کہ الماری یا طاق پر حفاظت اشیاء کیلئے ڈالا گیا ہو‘ جیسے اب بھی ضرورۃً کیا جاتا ہے کہ بجائے کواڑ ٹاٹ یا پردہ ڈال دیتے ہیں۔

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ اُهْدِيَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُّوْجُ حَرِيْرٍ فَلَبِسَهٗ ثُمَّ صَلّٰى فِيْهِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَزَعَهٗ نَزْعًا شَدِيْدًا كَالْكَارِهِ لَهٗ ثُمَّ قَالَ لَا يَنْبَغِيْ هٰذَا لِلْمُتَّقِيْنَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۷۰۳) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ریشمیں قبا ہدیۃً پیش کی گئی آپ نے وہ پہنی[۱] پھر اس میں نماز پڑھی پھر فارغ ہوئے تو اسے اتار دی اس کو ناپسند کرتے ہوئے پھر فرمایا کہ یہ پرہیزگاروں کو زیبا نہیں[۲] (مسلم بخاری)

(۷۰۳)[۱] فروج وہ اچکن کہلاتی ہے جس کا چاک پیچھے سے کھلا ہو یہ قبا دومۃ الجندل کے بادشاہ اکیدر یا سکندریہ کے بادشاہ نے ہدیۃً پیش کی تھی' آپ کا پہن لینا انہیں راضی کرنے کیلئے تھا بعض نے فرمایا کہ واقعہ ظہور نبوت سے پہلے کا ہے۔حضور اس وقت بھی نمازیں پڑھتے تھے مگر زیادہ صحیح یہ ہے کہ ریشم کی حرمت سے پہلے کا ہے ورنہ حرمت کے بعد حضور نے ریشم کبھی نہ پہنا' خیال رہے کہ مرد کو کیڑے کا خاص ریشم پہننا منع ہے دریائی یا سن کا مصنوعی ریشم حلال[۲] سبحان اللہ یہ ہے حضور کی فطرت سلیمہ کہ ابھی ریشم حرام نہیں ہوا مگر طبیعت پاک میں نفرت پہلے ہی سے ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ رَجُلٌ اَصِيْدُ فَاُصَلِّيْ فِي الْقَمِيْصِ الْوَاحِدِ قَالَ نَعَمْ وَازْرُرْهُ وَلَوْ بِشَوْكَةٍ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ رَوَى النَّسَائِيُّ نَحْوَهٗ)

(۷۰۴) روایت ہے حضرت سلمہ ابن اکوع سے[۱] فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں شکاری آدمی ہوں[۲] تو کیا ایک قمیص میں نماز پڑھ سکتا ہوں فرمایا ہاں بٹن لگا دینا اگرچہ کانٹے ہی سے ہوں[۳] (ابوداؤد) نسائی نے اسی کی مثل روایت کی۔

(۷۰۴)[۱] آپ اسلمی ہیں' مدنی ہیں' کنیت ابومسلم ہے' آپ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے بیعت رضوان کے موقع پر دوبارہ بیعت کی' مشہور بہادر ہیں' پیدل لڑنے والوں میں بے مثال تھے' ۸۰ سال عمر پائی ۷۴ھ میں مدینہ پاک میں وفات ہوئی'[۲] اور شکار میں بھاگ دوڑ بہت کرنا پڑتی ہے' تہبند بھاگنے میں رکاوٹ ڈالتا ہے۔[۳] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ لمبی قمیص میں بغیر تہبند پائجامہ نماز جائز ہے دوسرے یہ کہ قمیص کے بٹن لگے رکھنا سنت مستحبہ ہے اور اگر گریبان میں سے ستر نظر آئے تو واجب ہے تیسرے یہ کہ نماز میں اپنے سے بھی ستر چھپانا فرض ہے' اس سے بہت مسائل فقہیہ مستنبط ہو سکتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يُّصَلِّيْ مُسْبِلٌ اِزَارَهٗ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذْهَبْ فَتَوَضَّأْ فَذَهَبَ وَتَوَضَّأَ ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَالَكَ اَمَرْتَهٗ اَنْ يَّتَوَضَّأَ قَالَ اِنَّهٗ كَانَ يُصَلِّيْ وَهُوَ مُسْبِلٌ اِزَارَهٗ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ صَلٰوةَ رَجُلٍ مُّسْبِلٍ اِزَارَهٗ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۷۰۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص تہبند لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا[۱] اس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ وضو کرو وہ گیا وضو کیا پھر آیا ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اسے وضو کرنے کا کیوں حکم دیا فرمایا کہ وہ تہبند لٹکائے نماز پڑھ رہا تھا اللہ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جو تہبند لٹکائے ہوئے ہو[۲] (ابوداؤد)

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(۷۰۵)؎ یعنی فیشن اور تکبر کے طریقہ پر اس کا تہبند ٹخنوں سے نیچے تھا جیسا کہ آج کل چودھریوں کا پہناوا ہے۔ یہ مکروہ تحریمی ہے اگر فیشن سے نہ ہو تو مضائقہ نہیں جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق سے منقول ہے کہ آپ کے پیٹ پر تہبند رکتا نہ تھا ڈھلک جاتا تھا جس سے ٹخنوں کے نیچے ہو جاتا' حضور سے سوال کیا فرمایا تم فیشن والے متکبرین میں سے نہیں ہو لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں ۲؎ تہبند لٹکانے سے وضو واجب نہیں ہوتا یہاں وضو کا حکم دینا یا اس لئے تھا کہ اس کی وجہ سے اس شخص کو یہ واقعہ یاد رہے اور آئندہ کبھی نیچا تہبند نہ پہنے کیونکہ قدرے سزا دینے سے بات یاد رہتی ہے یا اس لئے کہ ان کے دل میں فیشن اور تکبر تھا ظاہری طہارت کے ذریعہ باطنی طہارت نصیب ہو ہاتھ پاؤں دھلنے سے دل غرور و تکبر سے دھل جائے بعض صوفیاء فرماتے ہیں پاک کپڑوں میں رہنا پاک بستر پر سونا' ہمیشہ باوضو رہنا دل کی صفائی کا ذریعہ ہے۔ ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَت قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلٰوةُ حَائِضٍ اِلَّا بِخِمَارٍ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۷۰۶) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بالغہ عورت کی نماز دوپٹے کے بغیر قبول نہیں ہوتی ۱؎ (ابوداؤد' ترمذی)

(۷۰۶)؎ اخمار خمرۃ سے بنا بمعنی ڈھکنا' اسی لئے شراب کو خمر کہتے ہیں کہ وہ عقل کو ڈھک لیتی ہے عمامہ کو بھی خمار کہہ دیا جاتا ہے۔ یہاں سر ڈھکنے والا کپڑا مراد ہے' دوپٹہ' چادر یا بڑا رومال اس سے معلوم ہوا کہ بالغہ عورت کا ستر سر ہے جس کا ڈھکنا نماز میں فرض ہے۔ لہٰذا ایسے باریک دوپٹہ میں نماز جس سے سر نظر آئے نہ ہوگی' یہ حکم آزاد عورت کیلئے ہے' لونڈی کا سر ستر نہیں۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّهَا سَاَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتُصَلِّى الْمَرْاَةُ فِیْ دِرْعٍ وَّخِمَارٍ لَّيْسَ عَلَيْهَا اِزَارٌ قَالَ اِذَا كَانَ الدِّرْعُ سَابِغًا يُغَطِّیْ ظُهُوْرَ قَدَمَيْهَا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ ذَكَرَ جَمَاعَةٌ وَّقَفُوْهُ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ

(۷۰۷) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا عورت قمیص اور دوپٹے میں نماز پڑھ سکتی ہے بغیر تہبند کے فرمایا اگر کرتہ اتنا لمبا ہو کہ اس کے پاؤں کی پشت کو ڈھانپ لے ۱؎ (ابوداؤد) اور ایک جماعت نے اسے ام سلمہ پر موقوف کیا ۲؎

(۷۰۷)؎ عورت کے پاؤں کی پشت ستر نہیں' اور نہ اس کا چھپانا نماز میں فرض ہے قدم کا ذکر اس لئے فرمایا گیا کہ یہاں گرنے والا کپڑا پوری پنڈلی کو ڈھانپ لے گا ۲؎ یعنی اسے حضرت ام سلمہ کا اپنا قول قرار دیا نہ کہ حضور کا فرمان شریف لیکن اس قسم کی حدیث موقوف مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے کیونکہ یہ احکام عقل سے نہیں کہے جاتے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ السَّدْلِ فِی الصَّلٰوةِ وَاَنْ يُّغَطِّیَ الرَّجُلُ فَاهُ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۷۰۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کپڑا لٹکانے ۱؎ اور مرد کے منہ ڈھکنے سے منع کیا ۲؎ (ابوداؤد ترمذی)

(۷۰۸)؎ کپڑا سر یا کندھے پر ڈالنا اور اس کے دونوں کنارے یونہی لٹکتے چھوڑ دینا سدل کہتے ہیں اچکن یا کوٹ بغیر بٹن لگائے پہننا بھی سدل میں داخل ہے۔ سدل نماز میں مکروہ ہے اگر نیچے کوئی اور کپڑا نہ ہو تو مکروہ تحریمی ہے ورنہ تنزیہی کیونکہ اس میں کپڑا سنبھالنے میں دل لگا رہتا ہے نماز میں یکسوئی حاصل نہیں ہوتی ۲؎ ہاتھ سے یا کپڑے سے کیونکہ اگر نماز میں منہ پر ہاتھ یا کپڑا رکھا ہو تو

https://archive.org/details/@madni_library

قرأت صحیح نہ ہو سکے گی بعض نے فرمایا کہ عمامہ کا شملہ منہ پر لپیٹنا منع ہے کہ یہ یہود کا فعل ہے ہاں جس کے منہ سے بو آرہی ہو یا بد بودار ڈکاریں، اسے جائز ہے۔

وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِفُوا الْيَهُوْدَ فَاِنَّهُمْ لَا يُصَلُّوْنَ فِيْ نِعَالِهِمْ وَلَا خِفَافِهِمْ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۷۰۹) روایت ہے حضرت شداد ابن اوس سے[۱] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی مخالفت کرو وہ نہ جوتوں میں نماز پڑھتے ہیں نہ موزوں میں[۲] (ابوداؤد)

(۷۰۹)[۱] آپ انصاری ہیں، حضرت حسان کے بھتیجے، کنیت ابویعلی ہے، شام میں مقیم رہے، ۷۵ سال عمر ہوئی، ۵۸ھ میں بیت المقدس میں وفات پائی[۲] یعنی یہود جوتے یا موزے میں نماز جائز نہیں سمجھتے تم جائز سمجھو، خیال رہے کہ موزوں میں نماز ادا کرنا سنت ہے لیکن جوتے اگر پاک ہوں اور اتنے نرم کہ سجدہ میں حرج واقع نہ ہو کہ پاؤں کی انگلیاں بخوبی مڑ کر قبلہ رو ہو سکیں تو ان میں نماز جائز ہے۔ ہمارے ملک کی جوتیاں نماز کے قابل نہیں نیز اب لوگ صحابہ کرام جیسے باادب نہیں اگر انہیں جوتوں میں نماز کی اجازت دی جائے تو مصلے اور مسجدیں گندگی سے بھر دیں گے اس لئے اب جوتے اتار کر ہی مسجدوں میں آنا اور نماز پڑھنا چاہئے (ازمرقاۃ و شامی) اس سے معلوم ہوا کہ بے دینوں کی مخالفت کیلئے جائز کام ضرور کرنا چاہئیں جیسے اس زمانہ میں میلاد شریف اور گیارہویں، مرقاۃ نے فرمایا کہ چونکہ اب یہود ہمارے علاقہ میں رہے نہیں اس لئے اب جوتا پہنے ہوئے نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں، خیال رہے کہ مسجد یا نماز کے ادب کیلئے جوتا اتارنا قرآن شریف سے ثابت ہے رب فرماتا ہے: فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى (۲۰:۱۲) اے موسیٰ! تم عزت والے جنگل میں ہو جوتے اتار دو، بعض باادب مرید اپنے شیخ کے شہر میں جوتے نہیں پہنتے، امام مالک زمین مدینہ میں کبھی گھوڑے یا کسی اور سواری پر سوار نہ ہوئے، ان کے آداب کا ماخذ یہ آیت ہے اور یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِاَصْحَابِهٖ اِذْ خَلَعَ نَعْلَيْهِ فَوَضَعَهُمَا عَنْ يَّسَارِهٖ فَلَمَّا رَاَى ذٰلِكَ الْقَوْمُ اَلْقَوْا نِعَالَهُمْ فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوتَهٗ قَالَ مَاحَمَلَكُمْ عَلَى اِلْقَائِكُمْ نِعَالَكُمْ قَالُوْا رَاَيْنَاكَ اَلْقَيْتَ نَعْلَيْكَ فَاَلْقَيْنَا نِعَالَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ جِبْرَئِيْلَ اَتَانِيْ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ فِيْهِمَا قَذَرًا اِذَا جَآءَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَنْظُرْ فَاِنْ رَاٰى فِيْ نَعْلَيْهِ قَذَرًا فَلْيَمْسَحْهُ وَلْيُصَلِّ فِيْهِمَا (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ)

(۷۱۰) روایت ہے ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ نے جوتے اتار دیئے اور اپنے بائیں طرف رکھ لئے[۱] جب قوم نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے[۲] جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کی تو فرمایا کہ تمہیں جوتے اتار ڈالنے پر کس نے آمادہ کیا عرض کیا کہ ہم نے آپ کو جوتے اتارتے دیکھا ہم نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبریل میرے پاس آئے مجھے بتایا کہ ان میں گندگی ہے[۳] جب تم میں سے کوئی مسجد میں آیا کرے تو دیکھا لیا کرے اگر جوتوں میں گندگی دیکھے تو انہیں پونچھ دے اور ان میں نماز پڑھ لے[۴] (ابوداؤد، دارمی)

(۷۱۰)[۱] یہ سب کچھ تھوڑی سی حرکت سے ہوا ورنہ عمل کثیر نماز کو فاسد کر دیتا ہے[۲] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور کی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

پیروی بہرحال کی جائے وجہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے' دیکھو صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نعلین اتارتے دیکھا تو بغیر وجہ کی تحقیق کئے جوتے اتار دیئے اور سرکار نے اس اتباع پر اعتراض نہ فرمایا' دوسرے یہ کہ صحابہ کرام نماز میں بجائے سجدہ گاہ کے اپنے ایمان گاہ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کرتے تھے ورنہ انہیں آپ کے اس فعل شریف کی خبر کیسے ہوتی جیسے مسجد حرم شریف کا نمازی نماز میں کعبہ کو دیکھے ایسے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے نماز پڑھنے والا نماز میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے۳ تھوک رینٹ وغیرہ گھن کی چیز نہ کہ پلیدی اور نجاست ورنہ نماز کا لوٹانا واجب ہوتا کیونکہ اگر گندے کپڑے گندے جوتے میں نماز شروع کر دی جائے پھر پتا لگے تو نماز دوبارہ پڑھنی پڑتی ہے۔ واقعہ یہ تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا یہ چیزیں پاک ہیں ان کے ساتھ نماز پڑھنے میں مضائقہ نہیں رب نے جبریل امین کو بھیجا کہ پیارے تمہاری شان کے یہ بھی خلاف ہے تمہارے لباس پاک بھی چاہئیں' ستھرے بھی لہٰذا حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ حضور نے نماز لوٹائی کیوں نہیں اور نہ یہ اعتراض کہ حضور کو اپنے نعلین کی بھی خبر نہیں اوروں کی کیا خبر ہو گی جو شہنشاہ زمین پر کھڑے ہو کر اندرون زمین کا عذاب دیکھ لے اور عذاب قبر کی وجہ جان لے اور جو یہ فرمائے کہ نماز صحیح پڑھا کرو مجھ پر تمہارے رکوع سجدے دل کا خشوع خضوع پوشیدہ نہیں اس پر اپنے نعلین کا حال کیسے چھپے گا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رب تعالٰی اپنے حبیب کی ہر ادا کی نگرانی فرماتا ہے کیوں نہ ہو خود فرماتا ہے: فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا اے محبوب تم ہماری نظروں میں رہتے ہو یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام عین نماز میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ادائیں دیکھتے تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل کرتے تھے۴ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ سرکار اور صحابہ کرام نرم چپل پہنا کرتے تھے جس میں سجدہ بے تکلف ہو جاتا تھا اور یہود کی مخالفت بھی' ہمارے جوتوں میں نماز جائز نہیں' اس سے معلوم ہوا کہ جوتا پونچھنے سے پاک ہو جاتا ہے جبکہ دلدار نجاست لگی ہو' پیشاب وغیرہ سے بغیر دھوئے پاک نہیں ہوگی۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلَا يَضَعْ نَعْلَيْهِ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَلَا عَنْ يَّسَارِهٖ فَتَكُوْنَ عَنْ يَّمِيْنِ غَيْرِهٖ اِلَّا اَنْ لَّا يَكُوْنَ عَلٰى يَسَارِهٖ اَحَدٌ وَّلْيَضَعْهُمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ وَ فِىْ رِوَايَةٍ اَوْلِيُصَلِّ فِيْهِمَا (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ رَوَى ابْنُ مَاجَةَ مَعْنَاهُ)

(۱۱۷) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے جوتے نہ اپنی دائیں طرف رکھے نہ بائیں طرف ورنہ دوسرے کے دائیں طرف ہو جائیں گے مگر یہ کہ اس کے بائیں طرف کوئی نہ ہو۱ انہیں دونوں پاؤں کے بیچ میں رکھے اور ایک روایت میں ہے کہ یا ان میں ہی نماز پڑھ لے۲ (ابوداؤد) ابن ماجہ نے اس کے معنی روایت کئے۔

(۱۱۷)۱ چونکہ داہنی طرف رحمت کا فرشتہ ہے جو ہماری نیکیاں لکھتا ہے اور نماز میں وہ اپنا کام کر رہا ہے لہٰذا اس کا ادب کرتے ہوئے نہ ادھر تھوکے نہ جوتے رکھے ہاں اگر داہنی جانب دور جوتے رکھے ہوں تو کوئی حرج نہیں۲ اگر پاک اور نرم ہوں خیال رہے کہ جوتے میں نماز اور جوتے پر نماز پڑھنے میں فرق ہے اگر تلے گندگی ہو اور اسے اتار کر اس کے اوپر کھڑے ہو کر نماز پڑھ لے تو جائز ہے کہ اب جوتا لباس نہیں بلکہ نماز کی جگہ ہے جس کے اوپر نجاست نہ ہونا کافی ہے جیسے لکڑی کا موٹا تختہ جس کی نچلی سطح ناپاک ہو۔

https://archive.org/details/@madni_library

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ ِ الْخُدْرِیِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَرَءَ یْتُهٗ یُصَلِّیْ عَلٰی خَصِیْرٍ یَسْجُدُ عَلَیْهِ قَالَ وَرَاَیْتُهٗ یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُّتَوَشِّحًا بِهٖ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۷۱۲) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو چٹائی پر نماز پڑھتے دیکھا کہ اس پر سجدہ کرتے تھے۱؎ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا۲؎ (مسلم)

(۷۱۲)۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ اگر زمین اور نمازی کے درمیان کوئی چیز حائل ہو تو نماز درست ہے فقہاء فرماتے ہیں کہ چٹائی اور جو چیز زمین سے اگی ہو اس پر نماز افضل ہے کیونکہ اس میں اظہار عجز ہے اور امام مالک کی مخالفت سے بچنا کہ ان کے ہاں جنس زمین کے سوا کسی چیز پر سجدہ مکروہ ہے۲؎ یا بیان جواز کیلئے یا اس وقت دوسرا کپڑا تھا نہیں ورنہ سنت یہ ہے کہ تین کپڑوں میں نماز پڑھے' کرتہ پائجامہ عمامہ۔ لپٹنے کی صورت یہ ہے کہ چادر کا داہنا کنارہ بائیں کندھے پر ہو اور بایاں دائیں پر۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ حَافِیًا وَّ مُنْتَعِلًا (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۷۱۳) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ننگے پاؤں اور نعلین پہنے نماز پڑھتے دیکھا۱؎ (ابوداؤد)

(۷۱۳)۱؎ یعنی کبھی ایسے یہ دونوں کام ایک ہی نماز میں نہ ہوتے تھے۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ قَالَ صَلّٰی بِنَا جَابِرٌ فِیْ اِزَارٍ قَدْ عَقَدَهٗ مِنْ قِبَلِ قَفَاهُ وَثِیَابُهٗ مَوْضُوْعَةٌ عَلَی الْمِشْجَبِ فَقَالَ لَهٗ قَائِلٌ تُصَلِّیْ فِیْ اِزَارٍ وَّاحِدٍ فَقَالَ اِنَّمَا صَنَعْتُ ذٰلِكَ لِیَرَانِیْ اَحْمَقُ مِثْلُكَ وَاَیُّنَا کَانَ لَهٗ ثَوْبَانِ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۷۱۴) روایت ہے حضرت محمد ابن منکدر سے فرماتے ہیں کہ حضرت جابر نے صرف تہبند (چادر) میں نماز پڑھی جسے گدی کی طرف باندھا تھا۱؎ حالانکہ ان کے کپڑے کھونٹی پر رکھے تھے کسی نے ان سے عرض کیا کہ کیا آپ ایک ہی چادر میں نماز پڑھتے ہیں۲؎ تو فرمایا میں نے اس لئے کیا تاکہ مجھے تم جیسے بیوقوف دیکھیں۳؎ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کس کے پاس دو کپڑے تھے۔۴؎ (بخاری)

(۷۱۴)۱؎ یعنی سر سے پاؤں تک ایک چادر میں لپٹے ہوئے تھے۔ سر و کندھا وغیرہ کچھ کھلا نہ تھا لہذا آج کل کے فیشن پرست اس حدیث سے ننگے سر یا ننگے کندھے نماز پر دلیل نہیں پکڑ سکتے۲؎ یہ سوال تعجب کیلئے ہے اس تعجب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھنا چھوٹ چکا تھا' تمام صحابہ تین یا دو کپڑوں میں نماز پڑھنے کے عادی تھے۳؎ بے وقوف اس لئے کہا کہ انہوں نے صحابی پر اعتراض کرنے میں جلدی کی اگر بزرگوں کا کوئی کام نامناسب معلوم ہو تو انتظار کرنا چاہئے کہ شاید وہ خود ہی اس کی وجہ بتادیں۔ یہی ادب مشائخ اور علمائے حقانی کی بارگاہوں کا بھی ہے (اشعۃ اللمعات)۴؎ یعنی اگر صرف ایک کپڑے میں نماز جائز نہ ہوتی تو اس غریبی کے زمانہ میں ہم سے کسی کی نماز نہ ہوتی یعنی میرا یہ عمل بیان جواز کیلئے ہے نہ کہ سستی کیلئے۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ الصَّلٰوۃُ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ سُنَّۃٌ کُنَّا نَفْعَلُہٗ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا یُعَابُ عَلَیْنَا فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اِنَّمَا کَانَ ذٰلِکَ اِذَا کَانَ فِی الثِّیَابِ قِلَّۃٌ فَاَمَّا اِذَا وَسَّعَ اللّٰہُ فَالصَّلٰوۃُ فِی الثَّوْبَیْنِ اَزْکٰی (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

(۷۱۵) روایت ہے حضرت ابی بن کعب سے فرماتے ہیں ایک کپڑے میں نماز سنت ہے[۱] ہم یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرتے تھے اور ہم پر عیب نہ لگایا جاتا تھا تب حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ یہ جب ہی تھا جب کپڑوں میں کمی تھی لیکن جب اللہ نے گنجائش بخشی تو دو کپڑوں میں نماز بہتر ہے[۲] (احمد)

(۷۱۵)[۱] یہاں سنت سے مراد لغوی معنی ہیں یعنی طریقہ کار یا یہ مطلب ہے کہ اس کا جواز سنت سے ثابت ہے لہٰذا آپ کے اس فرمان اور سیدنا ابن مسعود کے فرمان میں تعارض نہیں [۲] یعنی بجائے ایک کے دو کپڑوں میں نماز بہتر ہے۔ بعض احادیث میں ہے کہ عمامہ کی نماز بغیر عمامہ کی نماز سے ستر درجہ افضل ہے لہٰذا تین کپڑوں میں نماز بہت بہتر کیونکہ اس حدیث میں قمیص و پائجامہ کا ذکر آیا' اس میں عمامہ کا' دونوں پر عمل ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

https://archive.org/details/@madni_library

اسلامی زندگی

امیر معاویہ

رحمت خدا بوسیلۂ اولیاء اللہ

اسرار الاحکام

سلطنت مصطفیٰ

اسلام کی چار اصولی اصطلاحیں

استاکسٹ

شبیر برادرز ۴۰- اردو بازار - لاہور

https://www.facebook.com/MadniLibrary/